صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

21 جون 1977ء

(3 رجب المرجب 1397ھ)

جلد 3 — شمارہ 1

سرکاری رپورٹ

مندرجات

(منگل — 21 جون 1977ء)

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	1
میزانیہ برائے سال 78-1977ء	
بحیثیت مجموعی میزانیہ پر عام بحث	2
اراکین اسمبلی کا حلف وفاداری	
حلف وفاداری	
شام کی نشست	
میزانیہ برائے سال 78-1977ء	
بحیثیت مجموعی میزانیہ پر عام بحث (جاری)	102

قیمت 1 روپیہ

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

منگل — 21 جون 1977ء

(سہ شنبہ — 3 رجب المرجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 8-30 بجے صبح منعقد ہوا۔

مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

پارہ ۴، س ۳، رکوع ۸، آیات ۱۵۹-۱۶۰

اے پیغمبر اللہ کی مہربانی سے تمہاری افتادِ مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے۔ اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے حلقے میں بیٹھنے والے سب کے سب بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کر لیا کرو اور جب کسی کام کرنے کا عزم مصمم کر لو تو کر گذرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بلاشبہ اللہ بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے اور ایمان والوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

میزانیہ برائے سال 78-1977ء پر عام بحث

مسٹر سپیکر : اب میزانیہ برائے سال 78-1977ء پر عام بحث شروع ہو گی ۔ ڈاکٹر خاور علی!

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: جناب سپیکر ! میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ روداد چمن گرچہ خاصی طویل ہے ۔ مگر محترم وزیر خزانہ کے 78-1977ء کے بجٹ پر تبصرہ یا تجزیہ کرانے سے پہلے میں چند معروضات پیش کرنی ضروری سمجھتا ہوں ۔ جناب سپیکر۔ پہلے جو بجٹ پیش ہوتے تھے ان سے موجودہ بجٹ ذرا مختلف ہے۔ اس بجٹ میں ادبی انداز اور ادبی چاشنی ہے جب کہ پہلے ، جناب عقیلی یا مرحوم سر عبدالقادر جو بجٹ پیش کرتے تھے ۔ ان میں بجٹ ایک خاص زبان اور خاص لہجہ ہوتا تھا ۔ ان میں شماریات کو خاص زبان میں پیش کیا جاتا تھا جب کہ موجودہ بجٹ میں شعر و شاعری اور تاریخ کے حوالہ جات بہت پائے جاتے ہیں ۔ جیسا کہ وزیر خزانہ نے پچھلے سال کے بجٹ میں جنگ پلاسی کا حوالہ دے کر پنجاب کے میزانیئے کو تاریخی واقعے کے ساتھ اپنی قوم کو سدھارنے کی کوشش کی ۔ جو قومیں ربع صدی میں ترقی نہیں کر سکتیں وہ پچھلی تاریخ سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کر سکتیں ۔ جناب والا ۔ پچھلی دفعہ وزیر خزانہ نے اپنے بجٹ میں علامہ اقبال مرحوم کے اردو اشعار پیش کئے تھے ۔ اس دفعہ انہوں نے فارسی ذوق کو ایوان میں واضح کیا ہے ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ کے اس عربی شعر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو کہ انہوں نے سیدنا فاطمۃالزہرا سلمہ اللہ علیہ سے منسوب کیا ہے ۔ اس کا اگر تاریخی پس منظر دیکھا جائے ۔ یا اس کا اطلاق دیکھا جائے تو وہ اپوزیشن کی حالت پر زیادہ سجتا تھا ۔ جناب والا ۔ موجودہ بجٹ سارے کا بجٹ ہے ۔ اس میں غیر ترقیاتی پروگراموں پر پچھلے 77-1976ء کے نظر ثانی شدہ بجٹ سے تقریباً 86 کروڑ 99 لاکھ روپے زیادہ خرچ کئے گئے ہیں ۔ اور ترقیاتی پروگراموں کے لئے کم رقم رکھی گئی ہے ۔ خاص طور پر پیپلز ورکس پروگرام میں 15ء24 فی صد کمی کی گئی ۔ محکمہ انہار میں 77-1976ء کے مقابلے میں 52ء2 فی صد کمی کی گئی ہے ۔ اس وقت بڑے شہروں میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بہت سنگین ہے ۔ آبادی بڑھ گئی ہے ۔ بسیں اس پر پورا نہیں اتر سکتیں اور لوگوں کو حد سے زیادہ تکالیف ہیں ۔ پھر بھی موجودہ بجٹ میں 66ء29 فی صد کی کمی کر دی گئی ہے جو کسی

طرح بھی اطمینان بخش نہیں - بلکہ تشویش ناک ہے - جناب والا۔ اربن ڈویلپمنٹ پروگرام کے لئے تقریباً 48ء66 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں سے 18 کروڑ 99 لاکھ روپے ہاؤسنگ سکیم اور بیس کروڑ 80 لاکھ روپے سیوریج اور واٹر سپلائی سکیم کے لئے رکھے گئے ہیں - اس بیس کروڑ 80 لاکھ کی مختص رقم میں سے صرف لاہور کو 15 کروڑ روپے دیئے گئے ہیں - جناب والا۔ اگر صرف لاہور ہی تمام بجٹ ہضم کرنے کا کام کرتا رہے گا تو باقی دیہات اور شہر ویران ہو جائیں گے - میرا مطالبہ یہ ہے کہ لاہور کو ترقی دی جائے مگر کسی دوسرے شہر کی ترقی پر اسے فوقیت نہ دی جائے - جناب والا۔ اگر لاہور کو پیرس بنانا مقصود ہے تو پھر کسی اور شہر کو لنڈن یا لینن گراڈ بنانا چاہیئے -

اس کے بعد جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ لاہور میں جو ہاؤسنگ سکیم ہے جس میں 440 فلیٹ اور سولہ سو ایکڑ کا رقبہ لیا گیا ہے اور جو عوامی فلیٹ ریواز گارڈن میں بنائے گئے ہیں وہ رہائش کے قابل نہیں ہیں - ان میں پانی کی سہولت تک نہیں ہے اور یہ ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں جیسے کبوتروں کے گھونسلے ہوں - جناب والا - حکومت کی بارہا مشینری کے باوجود لوگ ان کو لینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں - اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ ایسے فلیٹ بنانے کی بجائے یہ رقم کسی اور ترقیاتی پروگرام پر خرچ کی جائے - اس کے بعد جناب والا - میں عرض کروں کہ صحافیوں سے یہ کہا گیا ہے کہ ان کو بھی پلاٹ دیئے جائیں گے مگر ابھی تک صرف سکیم میں نشان دہی کی گئی ہے اور اس پر عمل درآمد میرے خیال میں اگلی صدی میں ہو گا۔ لہذا میری یہ گذارش ہے کہ اس پر جلد از جلد عمل درآمد شروع کیا جائے - صحافی جو قلم کے مزدور ہیں کب تک کرایوں کے مکانوں میں بیٹھے افکار مرتب کرتے رہیں گے - جناب والا - صحافیوں کا طبقہ ایک ایسا طبقہ ہے جس کی آمدنی بہت قلیل ہے - یہ ٹھیک ہے ان کی آواز تو ہے مگر ان کے پاس ذرائع نہیں ہیں - ان کے ذرائع اتنے نہیں ہیں کہ وہ اپنے مکانات بنوا سکیں - جناب والا - ہر بار وعدہ ہوتا ہے کہ اس سکیم میں پلاٹ مختص کئے جائیں گے مگر آج تک یہ خواب ہی رہا اس پر عمل نہیں ہوا - میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ان کے لئے جلد از جلد مکانات تعمیر کروائیں - انہیں سہولتیں دیں تاکہ وہ بارآور ہو سکیں -

اس کے بعد جناب والا ۔ میں زراعت کی طرف آتا ہوں ۔ اس مد میں جو Agro base Industry ہے اس پر وزیر موصوف نے کوئی خاص توجہ نہیں دی ۔ اس سے زراعت پیشہ لوگوں کی بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے ۔ اگر اس انڈسٹری پر توجہ نہ دی گئی تو دیہاتی بے روزگار ہو جائیں گے ۔ دیہات میں بھوک پیدا ہو جائے گی اور دیہات کے لوگ شہروں کی طرف رخ کرنا شروع کر دیں گے اور اور پھر شہروں کی آبادی اس حد تک بڑھ جائے گی کہ وہ ایک نیا مسئلہ پیدا کر دے گی ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ تمام رقم شہروں پر نہ خرچ کی جائے ۔ دیہات کو بھی برابر کا حصہ دینا چاہیئے۔ دیہات میں 85 فیصد آبادی ہے۔اگر اس میں کوئی شک و شبہ ہو تو مردم شماری کروا کر دیکھ لیں ، 85 فیصد آبادی اب بھی دیہات میں رہتی ہے ۔ اگر ان پر ان کے تناسب سے پیسہ نہ خرچ کیا گیا تو دیہات کے لوگوں کو شہریوں کے ساتھ رنج پیدا ہو جائے گا اور شہریوں اور دیہاتیوں کے درمیان نفرت پیدا ہو جائے گی ۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ نفرت کا سدباب اس طرح ہو سکتا ہے کہ دیہاتیوں پر ان کی آبادی کے تناسب سے پیسہ خرچ کیا جائے ۔ اس کے بعد جناب والا میں وزیر موصوف کی توجہ مد "تحفظ نباتات" کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیئے 14 کروڑ 60 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں جو کہ سپرے کرنے اور مشینیں خریدنے کے لیئے ہیں ۔ جناب والا ۔ ایک چیز جو بند کر دی گئی ہے وہ ایریل سپرے ہے ۔ اس کے بارے میں ، میں عرض کروں گا کہ یہ نہایت ضروری ہے ۔ آج کل کپاس میں لشکری سنڈھی پیدا ہو جاتی ہے اور ماہرین زراعت کا خیال ہے کہ اس کا واحد علاج ایریل سپرے ہے/کیونکہ ہاتھ کی مشین کے ساتھ اگر سپرے کیا جائے تو سنڈھی درختوں پر چڑھ جاتی ہے ۔ شروع شروع میں یہ تجربہ اس لئے کامیاب نہیں ہوا تھا کہ ہمارے زراعت کے محکمے والوں کو اس کا تجربہ نہیں تھا مگر اب جبکہ یہ تجربہ بھی ہو گیا ہے کہ یہ سپرے بڑا کامیاب تھا تو اسے بند نہ کیا جائے ۔ خاص طور پر خانیوال اور ساہیوال میں اس پر کافی حد تک کنٹرول کر لیا گیا تھا ۔ اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ یہ کیوں بند کر دیا گیا ۔ اگر جناب کپاس کی مقررہ حد 35 لاکھ گانٹھیں پیدا کرنی ہیں تو ایریل سپرے کرنا پڑے گا ۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ اسے دوبارہ رائج کیا جائے کیونکہ پچاس فیصد کپاس کی فصل لشکری سنڈھی کھا جاتی ہے//اور پچاس فیصد موسمی حالات ملتان ڈویژن جو کپاس کا ایریا کہلاتا تھا اب وہاں

کپاس اتنی نہیں ہوتی کہ اسے کاٹن ایریا کہا جائے ۔ اس کی وجہ موسمی حالات ہیں۔ پہلے تو وہاں سال میں ایک دو انچ بارش ہوتی تھی مگر اب تو وہاں ایک دن میں چھ سات انچ بارش ریکارڈ کی گئی تھی۔ جس طرح شیخوپورہ اور سیالکوٹ دھان کے لئے آئیڈیل ہیں اس طرح ملتان ڈویژن کپاس کے لئے موزوں تھا مگر اب موسمی حالات تبدیل ہو جانے سے ملتان ڈویژن کاٹن ایریا نہیں رہا ۔ اس کے علاوہ ملتان ڈویژن میں پچھلے سیلابوں سے بھی کافی نقصان ہوا ہے ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ اسے کاٹن ایریا نہ قرار دیا جائے ۔ بلکہ وہاں گنے کی فصل کاشت کی جائے جو ان موسمی حالات کا اچھی طرح مقابلہ کر سکتی ہے۔ میری یہ گذارش ہے کہ ملتان ڈویژن میں جو پابندی ہے کہ شوگر مل نہ لگائی جائے اسے ہٹایا جائے ۔ تیسرا سال ہے کہ کپاس کی فصل بہت خراب ہو رہی ہے اور ایک یا دو من فی ایکڑ کپاس پیدا ہو رہی ہے ۔ اس سے تو زمیندار آبیانہ بھی ادا نہیں کر سکتا ۔ اب زرعی انکم ٹیکس لگایا جا رہا ہے ۔ یہ تو چوتھا حصہ بھی ادا نہیں ہو سکے گا ۔ جناب والا ، آپ یہ چیز دیکھیں کہ اضلاع ملتان اور ساہیوال کے زمیندار جتنے مقروض ہیں اور کسی ضلع کے زمیندار اتنے مقروض نہیں ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف کپاس ہی ان کی Cash Crop تھی جو اب نہیں رہی ۔ تین چار سال سے متواتر وہ لوگ نقصان اٹھا رہے ہیں ۔ آپ نے وائٹ پیپر میں کہا ہے کہ ایک بیج "ای ۔ 557" آیا ہے وہ بہت اچھا ہے مجھے معلوم ہے کہ وہ بیج بھی ضرورت سے زیادہ پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس میں بھی اتنی قوت مدافعت نہیں ہے ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ اب یہاں دھان یا گنا کاشت کیا جائے ۔ دو چار ارب روپے کا نقصان تو ہو چکا ہے ۔ کپاس تو ضروری ہے ۔ ہماری ٹیکسٹائل انڈسٹری کا انحصار اس پر ہے مگر آپ یہ دیکھیں کہ کپاس سے جو زرمبادلہ حاصل ہوتا تھا دو ارب روپے کی اس میں کمی واقع ہو گئی ہے ۔ اسے چاول سے پورا کیا جا سکتا ہے اور اگر حکومت اس ضد میں رہی کہ ملتان ڈویژن کو کاٹن ایریا ہی قرار دینا ہے تو پھر ہمیں اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی پڑے گی کہ وہ ہمارے حالات ٹھیک کرے ورنہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسمی حالات اچھے ہو جائیں تو اور بات ہے ورنہ وہاں اب کاٹن کاشت نہیں ہو سکتی بلکہ آئندہ بھی کاشت کرنے کی سکت نہیں ہو گی ۔ اب بھی جو کھاد یا بیج خریدے گئے ہیں یا سپرے ہو رہا ہے وہ سب کچھ گورنمنٹ کے قرضے پر ہو رہا ہے ۔ زمیندار اس کی

استطاعت نہیں رکھتے کہ کپاس کاشت کر سکیں ۔

ان معروضات کے ساتھ جناب والا، میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ملتان ڈویژن میں آم، کنو اور دوسرے پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں ان کے لیئے کوئی فیکٹری لگائی جائے تاکہ اس سے زرمبادلہ حاصل ہو سکے ۔ اگر ان کے جوس کی ٹکیاں بنا کر ان کو ٹن کر کے باہر بھیجیں تو پھر میرا اندازہ ہے کہ اس سے 4 گنا زیادہ زرمبادلہ مل سکے گا ۔ اس کے علاوہ ، جناب والا، ملتان شہر میں فروٹ زیادہ ہوتے ہیں خاص طور پر آم بہت مشہور ہیں اس کے لیئے ملتان Proper میں جوس فیکٹری کے ساتھ ساتھ جوس کی خشک ٹکیاں بنانے والی فیکٹری کا قیام بھی ضروری ہے جن سے فروٹ ٹن کر کے باہر بھیجا جا سکے ۔ جناب والا ۔ آم ایک ایسا پھل ہے جسے زیادہ دیر نہیں رکھا جا سکتا اور یہ جلدی خراب ہو جاتا ہے ۔ تو اس لیئے زیادہ جوس فیکٹریاں قائم کریں ۔ بلکہ یہ تحصیل لیول پر قائم کرنا ہونگی ۔

اس کے علاوہ جناب والا ، ملتان میں انڈسٹری لگانے پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے ۔ وہاں ایک ٹیکسٹائل فیکٹری لگائی گئی تھی اور دوسری کچھ کاٹن جننگ فیکٹریاں لگائی گئی تھیں جو کہ پچھلے سال ایک تہائی چلی ہیں ۔ بقایا نہیں چل رہی ہیں کیوں کہ یہاں کاٹن کم ہوتی ہے اور کاٹن کی فیکٹریاں نقصان میں ہیں ۔ ملتان میں موسمی حالات کے مطابق ایسی کاشت کی رغبت دلائیں جو پیدا ہو سکے میں بار بار اس لئے اس پر زور دے رہا ہوں کہ یہ پوری قوم کا مسئلہ ہے اس کو Ignore نہ کیا جائے//

جناب والا ۔ وزیر موصوف نے جو بجٹ پیش کیا ہے میں اس کے "لیبل 21 زرعی انکم ٹیکس" کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گا ۔ اس میں 78-1977ء کے دوران زرعی انکم ٹیکس کا اندازہ 15 کروڑ روپے لگایا گیا ہے کہ یہ وصول کیا جائے گا ۔ اس سلسلہ میں جناب والا یہ عرض کروں گا کہ جب مالیہ 76 لاکھ اور کئی ہزار لوگوں سے وصول کیا جاتا تھا اس وقت 77-1976ء کے میزانیہ کے مطابق 10 کروڑ روپے وصول ہوتا تھا ۔ اب ان 76 لاکھ افراد کو یہ مالیہ معاف کیا گیا ہے اور صرف چند ہزار لوگوں نے زرعی انکم ٹیکس دینا ہے جو کہ ایک مربع سے زیادہ کے مالک ہیں 77-1976ء کے میزانیہ کے مطابق ان سے 10 کروڑ 76 لاکھ روپے وصول ہوتے ہیں ۔ اب ان 76 لاکھ

افراد کو مالیہ معاف کیا گیا ہے اور صرف چند ہزار لوگوں سے زرعی انکم ٹیکس دینا ہے جو کہ ایک مربع کے مالک ہیں ان سے وصول کی رقم 15 کروڑ 79 لاکھ روپے بنتی ہے ۔ اب یہ روپیہ کہاں سے وصول ہوگا ؟

جناب والا ۔ دوسری میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر انہوں نے ایک حقیقت کو نہیں محسوس کیا کہ مزارع زمیندار کے پاس بیٹھتا ہے اس کو زمیندار کھاد ۔ بیج اور سپرے کے لئے آدھی رقم دیتا ہے ٹیوب ویل اور پانی کے اخراجات ، آبیانہ، اور معاملہ دیتا ہے ۔ اب اسے اس زمین پر زرعی انکم ٹیکس بھی دینا ہو گا ۔ ایسی زمین ، ایسے مزارع جن سے پچھلے ہی پورا معاملہ نہ ملتا ہو ۔ اب زرعی انکم ٹیکس جیسا کہ شنید ہے کہ ڈیڑھ روپیہ فی یونٹ لگ رہا ہے کسی پر 90 کسی پر 150 روپے لگے گا ۔ وہ مزارع کی تباہی نہیں تو اور کیا ہو گی ۔ 150 روپیہ انکم ٹیکس وہ کہاں سے لائے گا ؟ کہاں سے ادا کرے گا ۔ ؟ میری گذارش یہ ہے کہ اس کے لئے خاص Standard رکھا جائے ۔ صنعت پیشہ لوگ بچت پر ٹیکس دیتے ہیں اور ان کی سیونگ پر ٹیکس لگتا ہے لیکن زمیندار بچارہ بے زبان طبقہ ہے ان کی کل آمدنی پر ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ یہ جناب والا کہاں کا انصاف ہے ؟ وہاں ان کا خرچ بھی نکال کر صرف بچت پر ٹیکس لگاتے ہیں یہاں اس کے جتنے اخراجات ہیں وہ نکال لیتے ہیں لیکن زمیندار کی کل آمدنی پر ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ رقبہ چاہے دریا برد ہو ۔ سیلاب زدہ ہو ۔ فصل چاہے مزارع لے جائے لیکن اس کو ڈیڑھ روپیہ فی یونٹ ٹیکس دینا چاہیئے جناب یہ انصاف نہ ہے ۔ زمیندار بے چارے کو تو گوشوارہ بھی بھرنا نہیں آتا اسے تو ایسا حساب کتاب رکھنا نہیں آتا ۔ وہ کس طرح سے یہ حساب رکھے گا ؟ ایک مربع کا زمیندار کہاں سے ایک اکاؤنٹنٹ اور ایک آڈیٹر کی ٹیم لائے گا ؟ وہ کہاں سے یہ گوشوارہ تیار کرا کر لائے گا ؟

جناب والا ۔ میں یہ استدعا کروں گا کہ ہماری صوبائی گورنمنٹ فیڈرل گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کرائے ، اس ایوان کی طرف سے ایک موشن دی جائے کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہیئے کہ جس سے سیلاب اور دیگر آفات سماوی اور ارضی جیسے دریا برد وغیرہ ہیں ایسے رقبے میں ٹیکس کی شرح میں لچک رکھی جائے ۔ یہ ڈیڑھ روپیہ فی یونٹ مقرر کر دینا زیادتی ہے ۔ اس سے تو زمیندار زمین چھوڑ کر بھاگ جائے گا ۔

مسٹر سپیکر - ڈاکٹر صاحب اجب آپ اس کو final کریں یا wind up کریں تو اس کی ضرور وضاحت کریں -

وزیر خزانہ - ویسے جناب والا - جو فنانس ایکٹ 1977ء ہے جو کہ فیڈرل گورنمنٹ نے پاس کیا ہے اس میں بڑی تفصیل سے یہ امر واضح کیا گیا ہے - میرے پاس بھی اس کی ایک کاپی ہے - فاضل ممبران میں سے جو چاہے اس کو دیکھ سکتا ہے -

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ - جناب والا - دوسرا مسئلہ بے روزگاری کا ہے - آپ اسمبلی کے باہر یا اسمبلی کے اندر ممبران کے ساتھ دیکھیں - جو لوگ بھی آپ ان کے ساتھ دیکھیں گے وہ ملازمت کے لئے پھر رہے ہوں گے - جناب والا - میں نے 77-1976 ء کا میزانیہ دیکھا ہے بعض ایسے محکمے بھی ہیں جنہوں نے کہ 3/3 کروڑ روپیہ کی بچت دکھائی ہے - وہاں پر vacant posts پر کوئی آدمی تعینات نہیں کیا گیا - کسی جگہ پر یہ دکھایا گیا ہے کہ اہل آدمی نہیں ملے ہیں - جناب والا - اس ملک کا intelligentsia باہر جا رہا ہے - یہاں کون سی کمی ہو گئی ہے ؟ اگر کوئی کمی ہو گئی ہے تو ہدایات جاری کریں اور ضرورت کے مطابق ویسے ہی آدمی مہیا کریں - جناب والا - آپ دیکھیں کہ پڑھ لکھ کر لوگ آتے ہیں تو ان میں سے ایک فیصدی بھی ملازمت حاصل نہیں کر سکتے اور جو پڑھ لکھ جاتے ہیں وہ گھر کا کام کاج بھی نہیں کرتے - اب اس پر مزید یہ کہ 77-1976ء کی آسامیاں پر نہیں کی ہیں اور اس کے بعد جیسا کہ انہوں نے وائٹ پیپر میں لکھا ہے کہ یکم جولائی 1977ء سے ملازمتوں پر ban لگا دی گئی ہے - جناب والا - ٹھیک ہے یہ خسارے کا بجٹ ہے - اتنے جو بے روزگار لوگ پھر رہے ہیں ان کو روزی کہاں سے میسر آئے گی ؟ ہمارے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے - ہمارا سٹوڈنٹ بہترین سٹوڈنٹ ہے - ہمارا ورکر بہترین ورکر ہے - باہر کی دنیا میں ہمارا ورکر بہترین ثابت ہوتا ہے - مثلاً آپ انگلینڈ کی مثال لے لیں وہاں جب ہمارے ورکر جاتے ہیں تو وہ مقامی لوگوں کی نسبت کام زیادہ کرتے ہیں اور اجرت کم لیتے ہیں - ان کے ورکر اگر ایک شفٹ میں کام کرتے ہیں تو ہمارا ورکر تین تین شفٹوں میں کام کرتا ہے -

جب ہمارے پاس اتنا skilled & brilliant ورکر ہے تو اس پارلیمنٹ کی کیا ضرورت ہے ؟ لیکن یہ ایک وسیع بجٹ کا کافی حصہ نہیں ، اس کے لئے ضمنی بجٹ بھی ہو سکتا ہے جناب والا ، میں یہ عرض کروں گا کہ اس بجٹ میں Non-development programmes کے لیے 90 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا ، 90 کروڑ روپے Non-development programmes پر خرچ کرنے سے بے روزگاری کا مسئلہ پیدا ہو گا ۔ اگر یہی مسئلہ رہا تو جناب والا ، یہ ہو سکتا ہے لوگ انقلاب پیدا کر دیں گے ۔ ایسا انقلاب غریب ان پڑھ کسانوں مزدوروں نہیں کرتا ۔ ایسے ذہین لوگ ، ایسے شاہین جو اتنے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں ، جو ایم ۔ اے ، ایم ۔ ایس ۔ سی کر کے فارغ ہو جاتے ہیں اور ان کو ملازمت نہیں ملتی تو وہ تنگ آ کر انقلاب برپا کرتے ہیں ۔ جناب والا ۔ ایسے لوگ جب بیکار بیٹھیں گے تو ان کے ذہن غلط سوچیں گے اور ان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں ایک ایسے انقلاب سے مقابلہ کرنا پڑے گا جیسا انقلاب فرانس میں آیا تھا یا روس میں آیا تھا ۔ جناب والا ۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس دفعہ سیلاب کا مسئلہ صوبائی گورنمنٹ کے پاس چلا گیا ہے لیکن جناب والا ۔ اس کے بارے میں چند تجاویز پیش کرنی چاہتا ہوں کیونکہ جس ایریا سے میں آیا ہوں وہ ایریا دریائے چناب اور دریائے راوی کے سنگم پر واقع ہے ۔ جناب والا ۔ ہمارے اس ایریا میں تین سیلاب آتے ہیں ، دو سیلاب دریائے راوی سے آتے ہیں اور ایک سیلاب دریائے چناب سے ۔ پچھلے سال بجٹ میں ایک کروڑ روپے کی رقم حفاظتی بندوں کی مرمت پر خرچ کی گئی ۔ تو جناب والا ۔ اس بارے میں میری یہ تجویز ہے کہ جہاں پر حفاظتی بندوں میں شگاف ڈالے جاتے ہیں ان جگہوں پر (Gates) لگائے جائیں کیونکہ (Gates) لگانے کا ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ محدود مقدار میں پانی خارج کیا جا سکے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جو پانی سیلاب کے دوران مجبوراً بندوں میں جمع رہتا ہے جس کی وجہ سے بندوں میں کئی شگاف پڑ نہیں گئے جا سکتے ۔ جناب والا ۔ (Gates) لگانے سے جس وقت سیلاب کا خطرہ ٹل جائے تو ان شگافوں کو فوری طور پر پر کیا جا سکتا ہے ۔ پھر جناب والا ۔ یہ جو لاکھوں اور کروڑوں

روپے بندوں کی مضبوطی ۔ مرمت اور مٹی ڈالنے پر خرچ ہوتے ہیں یہ بھی بچ سکتے ہیں ۔ جناب والا ۔ ایک دفعہ کا خرچ کیا ہوا ہمیشہ کے لئے کام آسکتا ہے ۔ تو جناب والا ۔ یہ جو (Gates) ہوں گے ان سے یہ بھی پتہ چل جائیگا کہ خطرے سے کتنا پانی زیادہ ہے اور پھر اسی مقدار سے پانی خارج کیا جائیگا کیونکہ یہ جو ڈائنامائٹ کرتے ہیں اس سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا ، اگر دس لاکھ کیوسک پانی نکالنا ہوتا ہے تو اس شگاف سے بیس بیس لاکھ کیوسک پانی گذر جاتا ہے اور اس طرح مہینوں پانی جمع رہتا ہے ۔ اگر جناب والا ۔ ایک سیلاب کے بعد دوسرا سیلاب آجائے جائے ۔ وہ معمولی ہی ہو پھر بھی وہ پانی نقصان کر جاتا ہے ۔ تو جناب والا ۔ میری یہ تجویز ہے کہ یہ جو حفاظتی بند ہیں اور ان میں جو شگاف کی جگہ مقرر کی ہوئی ہے اس جگہ پر ڈائنامائٹ کرنے کی بجائے (Gates) لگائے جائیں ۔

دوسرے جناب والا ۔ سیلاب کے بارے میں میری یہ تجویز ہے کہ کبیر والا ضلع ملتان کا ایک علاقہ ہے ۔ اسکی پوزیشن یہ ہے کہ ہر سال پانی پانچ فٹ تک آجاتا ہے اور جب یہ سیلاب کا پانی وہاں سے اتر جاتا ہے تو پھر جھیل کا نمونہ بن جاتا ہے اور اس جھیل میں وہاں کے لوگ مہینوں نہ اپنا مکان تیار کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے ایریا میں جا سکتے ہیں البتہ ہوتا یہ ہے کہ سردیوں کا موسم آنے تک وہ سڑکوں پر بیٹھے رہتے ہیں ۔ تو جناب والا ۔ ان کے متعلق میری یہی گذارش ہے کہ ان کو اس تحصیل کی بجائے کسی اور جگہ پر بسایا جائے ۔ جس طرح اسلام آباد میں بے گھر ہونے والے لوگوں کو دوسری تحصیلوں میں آباد کیا گیا تھا اسی طرح کبیر والا کے لوگوں کو جو ہر سال سیلاب کی زد میں آتے ہیں کسی اور تحصیل میں گذارہ یونٹ کے برابر زمین دے کر بسایا جا سکتا ہے ۔ ان کی جو زمین حاصل ہو گی اس میں جنگلات لگا دیئے جائیں کیونکہ سیلابوں سے جنگلات کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ۔ جناب والا ۔ وہ بیچارے غریب آدمی ہیں، وہاں پر کوئی بڑا آدمی نہیں ہے لیکن وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک سیلاب کے بعد نہ خریف کی اور نہ ہی ربیع کی فصل کاٹ سکتے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں اب اپنے حلقہ کبیر والا کی طرف آتا ہوں۔ میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ کبیر والا میں بہت ہی کم رقم سڑکوں پر خرچ کی گئی ہے۔ جناب والا ۔ وہاں پر حالت یہ ہے کہ کافی یونین کونسلوں کو کچی سڑک بھی مہیا نہیں ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ کی توجہ ایک سڑک کی طرف مبذول کراؤں گا جو کہ ہیڈ سدھنائی سے لے کر کنج سرغانہ تک جاتی ہے ۔ جناب والا ۔ یہ سڑک تین یونین کونسلوں میں سے گذرتی ہے بلکہ چوتھی یونین کونسل کا کچھ حصہ بھی اس میں شامل ہے ۔ تقریباً پچیس ہزار نفوس کی آبادی اس سڑک سے محروم ہے۔ جناب والا ۔ اس ایریا میں تقریباً بارہ سو ایکڑ باغات ہیں اور تین یونین کونسلوں کے لوگوں کو بہت تکلیف ہے کیونکہ ان کے دو طرف دریا ہے اور صرف ایک طرف چھوٹا سا راستہ ہے ۔ وہاں کے لوگ بارش کے دنوں میں پنجاب سے بالکل کٹ جاتے ہیں ۔ تو جناب والا ۔ میری گذارش ہے کہ یہ سڑک ہیڈ سدھنائی سے سرغانہ تک پختہ کی جائے ۔ دوسری سڑک کبیر والا سے رشیدہ سٹیشن تک ہے جو ماہنی سیال، پنج کس سے ہوتی ہوئی جاتی ہے۔ اس کو بھی پختہ کیا جائے ۔ کیونکہ اس کے پختہ ہونے سے کوئی ستر ہزار کی آبادی کو فائدہ ہے ۔ جناب والا ۔ ان کے بارے میں ہم نے پہلے بھی کئی مرتبہ تجاویز بھیجی تھیں مگر ان پر کوئی عمل نہیں ہوا ۔

جناب والا ۔ میں عرض کروں گا کہ ملتان میں تعلیم پر بہت کم رقم خرچ کی گئی ۔ جناب والا ۔ ملتان یونیورسٹی گولان یونیورسٹی کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی۔ گولان یونیورسٹی تو مکمل ہو چکی ہے لیکن ملتان یونیورسٹی جو ایک ہائی سکول کی عمارت میں ہے ، نہ اس کا کوئی اکیڈمک بلاک بنا ہے نہ کیمپس بنا ہے ، نہ کوئی ہسپتال بنا ہے اور نہ ہی اس میں اساتذہ کی تعداد پوری کی گئی ہے ۔ جناب والا ۔ اگر تین سال کے بعد جناب قائد عوام کا وعدہ پورا کیا گیا ہے اور ملتان کو یونیورسٹی دی گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کو ابھی تک مکمل نہیں کیا گیا جب کہ گولان یونیورسٹی مکمل ہو چکی ہے ۔

جناب والا ۔ ملتان کی سیورج سکیم والوں نے ملتان کا ستیاناس

کر کے رکھ دیا ہے۔ سڑکوں کو تباہ کر دیا ہے۔ بلکہ ملتان شہر کے کافی مکانات گرا کر رکھ دئیے ہیں۔ جناب والا۔ وزیر بلدیات کی یقین دہانی کے باوجود وہ اس چیز سے باز نہیں آ رہے۔ تو جناب والا۔ میں وزیر موصوف سے درخواست کروں گا کہ وہ ان کو ہدایات جاری کریں تاکہ انہوں نے جو ظالمانہ رویہ اختیار کیا ہوا ہے اور لوگوں کے مکانات گرا رہے ہیں ان کو بند کریں جناب والا۔ آخر میں، میں یہ عرض کروں گا کہ ملتان یونیورسٹی کے لئے جتنی جلدی ممکن ہو رقم مختص کی جائے۔

حلف وفاداری

مسٹر سپیکر۔ ضلع قصور سے ہمارے فاضل ممبر رانا پھول محمد خان صاحب تشریف لائے آج وہ حلف وفاداری اٹھائیں گے۔

رانا پھول محمد خان۔ جناب والا۔ میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ مجھے بیٹھ کر ہی پڑھنے کی اجازت دیجئے۔

مسٹر سپیکر۔ جی ہاں۔ آپ بیٹھ کر ہی پڑھ سکتے ہیں۔

(اس موقع پر حلف وفاداری اٹھایا گیا۔)

مسٹر سپیکر۔ رانا پھول محمد خان صاحب! اگر آپ بجٹ پر کچھ فرمانا چاہیں تو تقریر فرما سکتے ہیں۔ اور آپ بیٹھ کر ہی تقریر فرما لیجئے۔

رانا پھول محمد خان۔ (قصور۔ 5) جناب والا! سب سے پہلے میں دعا کرتا ہوں کہ آنے والے انتخابات میں اس ایوان کے معزز اراکین کو اللہ تعالیٰ بڑی اکثریت سے کامیابی عطا فرمائے اور یہ اسی طرح اس ایوان میں حلف اٹھائیں۔

جناب والا۔ میں جناب وزیر خزانہ کو ایک اچھا بجٹ پیش کرنے پر ان حالات میں جب کہ فلڈ اور دوسری مصیبتوں نے قومی اقتصادیات کو کافی نقصان پہنچایا اسکے باوجود اتنا اچھا بجٹ پیش کرنے پر دلی

مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ وزیر خزانہ ہی نہیں بلکہ ایک اچھے حساب دان بھی ہیں۔

جناب والا۔ چونکہ میری طبیعت خراب ہے اور میں لمبی تقریر نہیں کر سکتا اس لئے میں اپنے علاقے کے چند مسائل جناب کی وساطت سے اپنے معزز وزراء کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جناب والا۔ 1938ء سے موضع بڑوال اور موضع بھوئے آصل میں دو مڈل سکول ہیں۔ اندازہ لگائیں 1938ء میں جن مواضات میں مڈل سکول بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی وہاں آج تک کوئی ہائی سکول نہیں بنایا گیا۔ اس لئے میں اپنے ہردلعزیز وزیر تعلیم سے نہایت مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ وہ ہائی سکول بنانے کے لیئے میرے علاقہ کی مدد کریں۔

جناب والا۔ اس کے علاوہ ہیڈ بلوکی سے ایک نہر بلوکی سلیمانکی لنک نکالی گئی ہے جس میں میرے حلقہ کا کافی رقبہ آیا ہے اور اس نہایت زرخیز رقبہ کو بنجر رقبہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بلوکی سلیمانکی لنک پر جو پل بنایا گیا ہے اور جو سائیفن ہے وہ ایسا بنا دیا گیا ہے کہ جہاں کھیتوں میں پانی 80 فیصد پہنچنا تھا وہاں 30 فیصد بھی نہیں پہنچتا لیکن بچہ صاحب جو وزیر انہار تھے انہوں نے امدادی ٹیوب ویل لگائے تھے۔ وہ امدادی ٹیوب ویل اب ختم ہو چکے ہیں جس پر میں نے پچھلی اسمبلی میں، جب جناب سپیکر تھے، جناب کی زیر صدارت ایک قرارداد پیش کی جو اسمبلی نے باتفاق رائے منظور کی تھی کہ بذریعہ لفٹ ان بارہ گاؤں، بلوکی۔ سندھو۔ زاہر وغیرہ کو پانی دے دیا جائے اس کے بعد اسمبلی ٹوٹ گئی اور اس قرارداد پر پورا عمل نہ ہو سکا۔ میں نے پھر قرارداد پیش کی اور 1970ء والی صوبائی اسمبلی میں دو دن بحث ہوتی رہی جس کا سینئر وزیر صاحب کو پتا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کا کوئی علاج کر دیں گے اور وزیر انہار جناب نصراللہ خان درشک نے بھی یقین دلایا تھا کہ میں موقع پر پہنچ کر آپ کے علاقے کی اس تکلیف کا خود معائنہ کروں گا۔ وہ موقع پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے دیکھا موگوں پر دس دس سال سے پانی نہیں جا رہا ہے اور انہوں نے وہاں جلسہ عام میں اعلان کیا کہ میں ایک وزیر ہوتے ہوئے یہ پانی پہنچاؤں گا اور بذریعہ لفٹ جس نہر میں 18 ہزار

کیوسک پانی چلتا تھا اب 20 ہزار کیوسک جا رہا ہے وہاں ہمیں صرف 30 ہزار کیوسک پانی چاہئے - گورنمنٹ کی ایک رکھ کو اس میں سے پانی دیا جا چکا ہے - اس لئے میں جناب وزیر انہار سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمارے اس مسئلہ پر غور فرمائیں اور میرے اس علاقے کے بارہ گاؤں کو پانی دیں تاکہ وہ لوگ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں - وہاں حالت یہ ہے کہ مویشیوں کو بھی پینے کے لئے پانی نہیں ملتا -

جناب والا - اس کے علاوہ میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول کروانی چاہتا ہوں کہ آج سے دو سال پہلے عوامی حکومت نے بھائی پھیرو میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولا اور وہ ہائی سکول کے دو کمروں میں چل رہا ہے - 40 لاکھ روپیہ اس کی عمارت کے لئے منظور ہو چکا ہے لیکن وہاں آج تک کوئی عمارت نہیں بنی - میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مسائل بہت زیادہ ہیں اور وسائل بہت کم ہیں لیکن اس کے باوجود میں کی طرف توجہ فرمانی چاہئے اور میرے علاقے کے اس کالج کو اگر بلڈنگ مہیا کر دیں جو ہائی سکول کے دو کمروں میں چل رہا ہے تو میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا - اس میں کوئی شک نہیں کہ عوامی حکومت نے عوام کے لئے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں اور کر رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر لوکل گورنمنٹ سے گذارش کروں گا کہ بھائی پھیرو ٹاؤن کمیٹی کے درمیان ایک چھپڑ ہے جس میں ہمیشہ لوگوں کے بچے ڈوب جاتے ہیں - اگر ایک نالہ اس میں سے بنا دیا جائے تو وہ پارک بن سکتی ہے بچے بھی اس سے بچ سکتے ہیں اور لوگ بیماری سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ان گذارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں - اسلام علیکم

مسٹر سپیکر۔ میاں منظور احمد مودل -

مسٹر منظور احمد مودل :(بہاول نگر-IV) جناب سپیکر! آج اس معزز ایوان میں میزانیہ برائے سال 1977-78ء زیر بحث ہے - جن حالات میں اس میزانیہ کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے - قابل ترین سینئر وزیر خزانہ نے اس ایوان میں پیش کیا ہے میں اس کے لئے ان کو مبارک باد دیتا ہوں -

پیشتر اس کے کہ میں اس بجٹ پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالوں میں ان معروضی حالات کی طرف جانا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے ایک ایسا بجٹ پیش کرنا پڑا جو کہ میں اعلانیہ کہوں گا ہمارے احساسات کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا جس کے لئے ہم اس ایوان میں منتخب ہو کر آئے ہیں۔ جناب والا، معروضی حالات وہ ہیں جن کو یہاں بیان کرنے سے مجھے گھٹن سی محسوس ہوتی ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ جنہوں نے گذشتہ تین ماہ میں شور ~~[illegible]~~ لڑائی کی۔ اس سے صرف ان ہی کو لاتعلقی پہنچا ہے اور بالعموم اس ملک اور قوم کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

جناب والا ۔ یہ فسادات صرف اندرون ملک اور صرف سیاست کی بنیاد پر نہیں ہوئے بلکہ ان کے پیچھے ایک گہری سازش کار فرما ہے اور وہ سازش ہمارے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو قومی اسمبلی میں تقریر کے دوران واشگاف الفاظ میں بیان کر چکے ہیں ۔ جناب والا ، اس سے پہلے بھی اس ملک کی تاریخ میں کئی بار انتخابات ہوئے اور وہ انتخابات کسی سول حکومت نے آئین کے تحت منعقد نہیں کئے تھے ۔ اس ملک کی حکومتیں جو کہ فوجی حکومت کے علاوہ تھیں انہوں نے بھی اگر انتخابات منعقد کئے تھے تو ملک اس وقت بے آئین تھا ۔ آئین اس ملک میں نہیں تھا لیکن اگر یہ بات بھی پوری کی ہے اور اس ملک کو آئین بھی دیا ہے تو اس عوامی حکومت نے دیا ہے اور اس آئین کے اندر رہتے ہوئے موجودہ سول حکومت نے پہلی دفعہ اس ملک میں عام انتخابات کا انعقاد کرایا ہے۔

جناب والا ۔ ہم یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ ہر سطح پر اور ہر جگہ پر ہر شخص اپنی طرف سے کوشش کرتا ہے کہ وہ انتخابات میں جیت جائے لیکن میں یہ وثوق سے کہوں گا کہ حکومت کی طرف سے قطعاً دھاندلی نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ اس کی منشا اور تمنا تھی ۔ جناب والا اس سے پہلے کی تاریخ میں جائیں جب اس ملک میں جھرلو کا استعمال کیا گیا ۔ وہ حضرات ، وہ سیاستدان جو آج باہر بی این اے میں بیٹھے ہوئے ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ پیپلز پارٹی نے دھاندلی کی ہے جناب والا ۔ میں بہاولپور ڈویژن سے تعلق رکھتا ہوں ۔ اب میں اس وقت کی بات عرض کرتا ہوں جب بہاولپور کا مرتبہ ریاست کا تھا اس وقت وہاں کے سیاستدانوں

نے ایسا جھرلو چلایا کہ انتخابات کا انعقاد شروع ہی سے نہ ہونے دیا اور نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ وہ آج کس منہ سے کہتے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے دھاندلی کی ہے۔ جناب والا۔ دھاندلی قطعاً نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کا کوئی امکان ہو سکتا تھا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ انہوں نے ایک سازش کرنی تھی اور یہ ایک بین الاقوامی سازش تھی جس کے تحت انہوں نے اس ملک کو بحران سے دو چار کرنا تھا۔ لہذا یہ سب سے پہلے تو یہ کہا کرتے تھے کہ بھٹو صاحب ہرگز انتخابات نہیں کرائیں گے لیکن جب انتخابات کا اعلان ہوا تو اس کے بعد انہوں نے انتخابات میں حصہ لیا۔ یہ کہتے تھے کہ بھٹو صاحب انتخابات سے پہلے اس ملک سے فرار ہو جائینگے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم انتخابات میں کامیاب ہوں گے۔ لیکن جناب والا۔ اس ملک کے عوام کی اکثریت پیپلز پارٹی کے منشور اور اس کے قائد پر پوری طرح اعتماد رکھتی ہے اس کی وجہ سے پیپلز پارٹی اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے۔ لیکن اس کے بعد جب انہوں نے یہ شور و غوغا کیا کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا کبھی اتنی بڑی تحریک انتخابات میں دھاندلی کی بنا پر چل سکتی ہے؟ یہ کہتے ہیں کہ ووٹ کے تقدس کو بحال کرنے کے لئے ہم نے یہ تحریک چلائی ہے۔ میں اس کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں کیونکہ اس کے پیچھے ایک سازش ہے۔ انہوں نے ان عوامل کو اکٹھا کیا جو ہمارے انقلاب کے جواب میں رد انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ جو اصلاحات پاکستان پیپلز پارٹی لائی ہے ان کو کسی نہ کسی طرح فیل کر دیں اور ختم کر دیں۔ لہذا وہ تمام لوگ، وہ تمام ٹولہ اور وہ سازشی حضرات ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اپنا تن من دھن اس پر لگا دیا کیونکہ اس میں ان کی اپنی ذات کا مفاد تھا۔ وہ ملک اور قوم کے مفاد کو یکسر بھول چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے شور و غوغا کیا اور اس حد تک کیا کہ ہمارے قائد نے ان کو بارہا یہ دعوت دی کہ مذاکرات کی میز پر آئیے لیکن انہوں نے preconditions عائد کیں کہ ہم اس وقت تک نہیں آتے جب تک آپ مستعفی نہ ہوں اور جب تک آپ مذاکرات سے پہلے اعلان نہ کر دیں کہ قومی اسمبلی کے انتخابات دوبارہ ہوں گے۔ تو جناب والا۔ میں سلام کرتا ہوں ان عرب ممالک کو جن کو ہمارے ملک کی بہتری ان سے زیادہ

مقصود ہے کہ انہوں نے دن رات کوشش کر کے ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ آپ پہلے مذاکرات کی میز پر جائیں اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ صورت حال واضح ہوگی اور ٹھیک ہوگی۔ جناب والا۔ آپ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں جو مذاکرات ہوئے ان میں کس طرح پاکستان پیپلز پارٹی کا حب الوطنی کا جذبہ کار فرما تھا۔ اس کے نتیجہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں دوبارہ انتخابات ہوں گے اور ان انتخابات میں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی پہلے سے زیادہ اکثریت کے ساتھ قومی اسمبلی میں اور صوبائی اسمبلیوں میں کامیاب ہو کر آئے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ضرور ہیں جو وسائل پر قدرت رکھتے ہیں وہ لوگ ضرور ہیں جو منافع خور ہیں ان کے ساتھ وہ لوگ ضرور ہیں جو مارکیٹوں پر قابض ہیں۔ وہ لوگ ضرور ہیں جو آڑھتیوں کا ایک حلقہ اثر رکھتے ہیں۔ لیکن جناب والا۔ اس ملک کی اکثریت ان کے ساتھ قطعاً نہیں ہے۔ وہ ان سے نالاں ہیں انہوں نے ان سے نالاں ہو کر پیپلز پارٹی کی اکثریت کو up کیا اس طرح جس طرح 1970ء میں کیا گیا تھا۔

جناب والا۔ ان تمہیدی الفاظ کے بعد اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ جناب والا۔ میرا تعلق ضلع بہاولنگر سے ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ بہاولپور ڈویژن پنجاب کے باقی چار ڈویژنوں سے پسماندہ ترین ڈویژن ہے اور بہاولنگر اپنے باقی دو اضلاع سے پسماندہ ضلع ہے۔ اس لئے میرے قائد کا ہمیشہ یہ مؤقف رہا ہے کہ بہاولپور کے ساتھ ماضی میں زیادتی ہوئی ہے اور حق تلفی ہوئی ہے لیکن عوامی حکومت نے اس حق تلفی کو دور کیا۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں اور میرا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے کہ اس عوامی حکومت نے بہاولپور کے ساتھ ہونے والی ان حق تلفیوں کا کس حد تک ازالہ کرنا شروع کیا ہے۔ جناب والا۔ تین اہم مسائل ہیں جن سے ضلع بہاولنگر اس وقت دوچار ہے۔ سب سے پہلا مسئلہ سیم اور تھور کا ہے۔ ضلع بہاولنگر ایک زرخیز خطہ زمین ہے لیکن سیم اور تھور نے اس کو بالکل ختم کر دیا ہے اور اسے تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ تحصیل منچن آباد سالم۔ تحصیل بہاولنگر سالم۔ چشتیاں کا نصف حصہ اور ہارون آباد تحصیل کا تین چوتھائی حصہ (¾) سیم اور تھور سے تباہ تو برباد ہو چکا ہے۔ سکارب

پر کام شروع ہو چکا ہے لیکن عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس سکارپ میں اس رفتار کے ساتھ کام کا آغاز نہیں کیا جا سکا جس کی توقع کی جا سکتی تھی - لہذا میں اپنے سینیر منسٹر صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ جلد از جلد اس سکارپ کو وہاں پر ایک مثبت طریقے پر چلایا جائے اور اس سلسلے میں کوئی بہتر انتظام کریں اور اس ضلع کی زمین کو اس موذی مرض سے بچائیں تاکہ وہاں کے لوگ اس ناقابل تلافی نقصان سے بچ سکیں -

جناب والا - دوسرا مسئلہ ہیڈ پتن پر پختہ پل کی تعمیر کا ہے - یہ پل اس جگہ پر واقع ہے جہاں سے ساہیوال اور بہاولنگر کا فاصلہ صرف 55 میل کے قریب رہ جاتا ہے اور اس پل کے بن جانے سے ہم لوگ پنجاب کے قریب ہو جاتے ہیں - اس پل کے نہ بننے سے ہمارے ضلع کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ نہ معلوم وہ کس جگہ پر واقع ہے - اگر یہ پل بن جائے تو ہمارے ضلع کی معیشت پر اس ضلع کے کاروبار پر بڑا اچھا اثر پڑیگا - تو میں یہ بتا کر خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اس عوامی حکومت نے اس مطالبے کو منظور کیا اور گذشتہ سے پیوستہ بجٹ میں اس سلسلے میں سات لاکھ روپے رکھے گئے تھے لیکن اس میں سے ایک پائی بھی خرچ نہیں ہو سکی پچھلے بجٹ میں یعنی 77-1976ء میں 50 لاکھ کی رقم رکھی گئی لیکن جناب والا - کام کا آغاز نہ ہو سکا - اس بجٹ میں پھر 50 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ حسب سابق کہیں اس کا حشر بھی پہلے بجٹوں کی طرح نہ ہو جائے - میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ گو اس کام پر کروڑوں روپیہ لگے گا لیکن خدا را اس حقیر سی رقم کو جو کہ اس بجٹ میں رکھی گئی ہے وہاں پر خرچ کر کے اس کام کا آغاز کیا جائے تاکہ اس کو سرانجام دینے کے قابل ہو سکیں جو میں سمجھتا ہوں کہ عوامی حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہو گا -

جناب والا - ہمارا لاہور کے ساتھ بذریعہ ریل کوئی رابطہ نہیں ہے پہلے یہ ریل امرو تک اور آگے انڈیا کی سرحد پار کر کے بٹھنڈہ تک جاتی تھی لیکن آزادی کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا -

جناب والا۔ ہیڈ سلیمانکی کے راستے وساوے والا سٹیشن تک 17 میل کا ٹکڑا ہے جس کا سروے ہو چکا ہے لہذا اس کو بنا دیا جائے۔ اس کے نہ بننے سے ہمیں سمہ سٹہ ریلوے جنکشن سے جا کر براستہ ملتان لاہور آنا پڑتا ہے اور ڈیڑھ سو میل کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ لہذا اس مسافت سے ہم بچ سکتے ہیں۔یہ اکثر کہا گیا ہے کہ یہ قابل عمل بات نہیں ہے۔ تو میں اس کو چھوڑ کر اس بات کی طرف آتا ہوں کہ بھٹہ پتن بن جانے کے بعد اگر بہاولنگر کو ساہیوال کی ڈائریکٹ لائن سے ملا دیا جائے تو میرے ضلع کی معیشت پر بڑا اچھا اثر پڑے گا۔

جناب والا۔ اب میں اپنے حلقہ نیابت کی طرف آتا ہوں۔ میں تحصیل فورٹ عباس سے الیکشن لڑ کر اس ایوان میں پہنچا ہوں۔ جناب والا تحصیل فورٹ عباس اس ضلع کی پسماندہ تحصیل ہے۔ گویا مطلب یہ ہوا۔ کہ بہاولپور ڈویژن سب سے پسماندہ۔ بہاولنگر ضلع تینوں اضلاع سے پسماندہ اور میری تحصیل اس ضلع کی باقی تحصیلوں سے پسماندہ ہے۔گویا کہ جس حلقہ نیابت سے میں تعلق رکھتا ہوں وہ اس وقت پنجاب کا پسماندہ ترین حلقہ نیابت ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہاں ماسوائے دوسرے تحصیل ہیڈ کوارٹر کے .....

مسٹر سپیکر۔ میاں منظور احمد موہل صاحب، آپ کا ضلع بھی پسماندہ، تحصیل بھی پسماندہ اور علاقہ بھی پسماندہ لیکن آپ پسماندہ نہیں ہیں (قہقہہ)۔

مسٹر منظور احمد موہل: جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ فورٹ عباس شہر کو چھوڑ کر تمام تحصیل بہت لمبی چوڑی ہے۔ اس کی لمبائی 70 میل اور چوڑائی 20 میل ہے لیکن وہاں بجلی کا نام و نشان نہیں ہے۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ وزرا پنجاب میں بہت زیادہ دورے کرتے ہیں لیکن فورٹ عباس کے عوام ان کے استقبال سے بھی محروم رہے۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر خالق صاحب نے بھی وہاں جانے کی زحمت گوارا نہ کی اور یہ بھی ہماری خواہش ہی رہی جو آج تک پوری نہ ہو سکی۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اس تحصیل کو بھی سب ڈویژن کا درجہ دیا جائے اور باقی

سب ڈویژنوں کے Level پر Treat کیا جائے ۔ قصبہ ملوک میں بجلی منظور ہو چکی ہے اور دو تین سال سے وہاں کھمبے لگ رہے ہیں لیکن بجلی پہنچنے کا نام نہیں لیتی ۔ میری گذارش یہ ہے کہ وہاں ایک غلہ منڈی ہے ۔ ہائی سکول ہے ۔ تھانہ ہے ۔ وہاں سب ادارے موجود ہیں لیکن یہ سب کے سب بجلی سے محروم ہیں ۔ اس لئے براہ مہربانی جلدی بجلی دی جائے کیونکہ وہ منظور شدہ فہرست پر موجود ہے اسی طرح سندی کھچی والا میں تھانہ بھی ہے ۔ ہائی سکول بھی ہے ۔ بازار بھی ہیں لیکن بجلی ندارد وجہ معلوم نہیں ۔ اس لئے کہ ہم ہندوستان کے قریب ہیں ۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو ۔ اکثر وزرا دورے پر جاتے ہیں وہ بہاولنگر اور چشتیاں تک جاتے ہیں اور وہاں سے واپس بھاگم بھاگ لاہور آجاتے ہیں ۔ اس لئے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ فورٹ عباس تشریف لائیں اور وہاں کی تکالیف کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ فورٹ عباس آج کل کر زمانے میں بھی کس حالت میں زندہ رہ رہا ہے ۔

اسی طرح تعلیم کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں ۔ تعلیم کے لیئے ایک حقیر رقم ۔ ایک ارب 35 کروڑ 40 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ عوامی حکومت اس رقم کو رکھنے میں حق بجانب ہے ۔ کیونکہ قوم کو تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا چاہئے ۔ جب تک قوم تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں ہو گی اس وقت تک وہ اپنا مقام دنیا میں پیدا نہیں کر سکے گی ۔

قوم را سرمایہ اے صاحب نظر
نیست از نقد و اماثل و سیم و زر

مال او فرزند ہائے تندرست
تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست

Not glod but men can make a nation great and strong.

یہی وجہ ہے کہ قومی محاذ والے کہتے ہیں کہ رقم کے ذریعے نہیں ۔

حکومت چھوڑیں گے ۔ ہنگامے کریں گے ۔ اس کا میں یہی جواب دے سکتا ہوں کہ ہمارے پاس عوام کی طاقت موجود ہے وہ People ہیں وہ men جو Strong ہیں جو مضبوط ہیں، جو شعور رکھتے ہیں ۔ انشاء اللہ ہم ان کے ہنگاموں کو ختم کر دیں گے ۔ جناب والا، تعلیم کے سلسلے میں میں عرض کروں گا کہ تین جگہوں پر ہائی سکول ہیں ۔ 340 ایچ آر ۔ 337 ایچ آر اور ۔ 240 ایچ آر ۔ یہ ہائی سکول کام کر رہے ہیں ۔ کلاسیں موجود ہیں، کلاسیں جاری ہیں ۔ سٹاف موجود ہے مگر جناب والا، عمارات ندارد۔ پرائمری سکولوں کی عمارات نہیں ۔ چار دیواری موجود ہے لیکن اس میں کوئی کمرہ نہیں ہے اور ہر جگہ درخت بھی نہیں ہیں ۔ آپ اس گرمی کا اندازہ کریں۔ اس گرمی کے عالم میں آپ توجہ فرمائیں کہ وہاں کے بچے کس طرح زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکتے ہیں ۔ میری گذارش ہے کہ تینوں سکولوں کے لیے بلڈنگز بنا دی جائیں تاکہ وہ لوگ بھی دیکھیں کہ عوامی حکومت نے کام شروع کر دیا ہے اور ہمیں بھی کچھ حصہ ملا ہے ۔ اسی طرح جناب والا، ہمارا 8/آر کا علاقہ بہت ذرخیز ہے لیکن وہاں 15 میل کے ارد گرد کوئی ہائی سکول نہیں ہے ۔ 189 کے مڈل ہائی سکول اور 196 کے ایچ وی سکول، دونوں میں سے کسی ایک کو ہائی کا درجہ دے دیا جائے ۔ یہ بھی وہاں کے عوام کی بہترین خدمت ہے ۔

میں اب مواصلات کی طرف آتا ہوں۔ جناب والا، یہ علاقہ کی ترقی کے لیے ایک مناسب کردار ادا کرتی ہے۔ اگر جنگ میں ذرائع رسل و رسائل موجود نہ ہوں تو کوئی قوم فتح حاصل نہیں کر سکتی ۔ لیکن یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہماری موجودہ حکومت نے ان حالات میں بھی 32 کروڑ کے قریب رقم مواصلات کے لیے رکھی ہے ۔ جناب والا، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ چالو سکیموں کو مکمل کرنا ہے۔ میرے خیال میں دو میجر پروجیکٹ شروع ہیں، امروٹ اور منصورہ یہ 8 میل لمبی سڑک ہے۔ اس کے لئے دس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں حالانکہ یہ رقم بہت کم ہے۔ اسی طرح فورٹ عباس سے ڈاھران والا براستہ یتیم والا 30 میل کا فاصلہ ہے کیونکہ ڈاھران والا تا یتیم والا اور فورٹ عباس سے یتیم والا 14 میل کا فاصلہ ہے۔ اس کے لئے 10 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے، یہ بھی تھوڑا ہے۔ جناب والا میں آپ کی وساطت

سے معزز ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر موصوف بھی اس وقت تشریف فرما ہیں ۔ ان کا تعلق سرگودھا سے ہے۔ اس سلسلے میں میں نے وزیر موصوف کو وزیر اعلیٰ کو بھی ایک چھٹی تحریر کی تھی۔ فورٹ عباس سے ولر کا دس میل کا فاصلہ ہے۔ ہم نے الیکشن کے دوران عوام سے وعدے کئے ہوئے ہیں اس لئے ہماری بھی مجبوریاں ہیں ۔ وہاں کام شروع کرا دیا جائے ۔ جناب والا ، وہ چالو سکیم نہیں تھی اس لئے وہ اس سے انکار کرتے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کر دوں کہ میں نے گہری نظر سے اس بجٹ کا مطالعہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی ممبران کو اپنے اعتماد میں لوں اور یہ ثابت کر دوں کہ وزیر مواصلات جن کی میرے دل میں بڑی قدر ہے ، انہوں نے سرگودھا کے لئے کس قدر رقم رکھی ہے اور بہاولنگر کے لئے کس قدر رقم رکھی ہے۔ جب تک تنقید نہ ہو اور جب تک ہمیں ایک دوسرے کی برائیوں کا پتہ نہ چلے اس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی ۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ سرگودھا کے لئے بھی اس بجٹ میں رقم رکھی گئی ہے ۔ تین کروڑ ایک لاکھ روپیہ کی رقم صرف سرگودھا کے ذرائع مواصلات کے لئے رکھی گئی ہے۔اب آپ اس کا مقابلہ بہاولنگر، جو ایک پسماندہ ضلع ہے۔ اس سے کریں جو رقبہ کے لحاظ سے سرگودھا سے بڑا ہے۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے کہ جب ہم منصوبے بنائیں تو اپنے قائد کے حکم کے مطابق بنائیں کیونکہ ہمارا قائد یہ کہتا ہے کہ وہ علاقے جن کا استحصال کیا گیا ہے ان کو ترجیح دی جائے تاکہ وہ لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ ان کے ساتھ ماضی کی طرح زیادتیاں ہو رہی ہیں ۔ اس لئے ہمیں ان کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے ۔ ہماری حکومت انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنا چاہتی ہے لیکن جناب والا

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

اگر کمرہ میں بیٹھ کر بجٹ بنا دیا جائے اور کسی علاقے کا پتہ بھی نہ ہو تو لازمی بات ہے کہ وہ علاقہ محروم رہ جائے گا ۔ اس لئے میں مودبانہ التماس کروں گا کہ خدارا پسماندہ علاقوں کا خیال کریں کیونکہ ایوان کا ممبر ہوتے ہوئے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہتی ۔ یہاں اس بجٹ کی

کتاب میں ہر چیز کا پتہ چل جاتا ہے کہ کس علاقہ کو کیا دیا گیا ہے، کس کو محروم کیا گیا ہے۔ جناب والا، میں یہ مانتا ہوں کہ ہمیں کچھ نہیں ملے گا لیکن ریکارڈ پر لانا ضروری ہے کہ علاقہ امروٹ 332-33 کے عوام کا صدیوں سے مطالبہ ہے کہ پختہ پختہ کیا جائے۔ اس کی لمبائی نو دس میل ہے۔ اس لئے جناب والا، از راہ خدا اس کو بجٹ میں ضرور شامل کر لیا جائے۔ دوسری سڑک 190۔ میون اپ۔ 204۔ 9 ٹپ سمرانی کی سمت میں جاتی ہے جس کا 5 میل کا ٹکڑا ہے۔ اس کو دس چکوک ملتے ہیں۔ 10۔ آر نہایت زرخیز اور بڑی پیداوار کا علاقہ ہے، اگر یہ 5 میل کا ٹکڑا بنا دیا جائے تو وہاں کے عوام تمام عمر اس صوبائی حکومت کو دعا دیں گے۔ اسی طرح ایک سڑک کھچی والا سلیمان سے 182-183-184-185 کی طرف جاتی ہے۔ نورٹ عباس اور بیم والا کو Link کرتی ہے۔ یہ کوئی سات میل کا فاصلہ ہے۔ اس طرح عوام کو فائدہ ہو گا۔

اب میں جناب والا، سیلاب کی طرف آتا ہوں۔ آپ نے ایک دریا کا نام سنا ہو گا جو مثل دریائے کہا گیا۔ یہ پہلے سوتا ہوا تھا اب بیدار ہو چکا ہے۔ پہلے یہ تحصیل نورنگ عباس سے گذرتا تھا، اب چکوک 240-241-242 کو متاثر کر رہا ہے۔ یہ بات تقریباً 15 سالوں سے دہرائی جا رہی ہے۔ آئے دن جب سیلاب آتا ہے تو ان چکوک کی آبادی کو تہ و بالا اور تہس نہس کر دیتا ہے لیکن آج تک ان چکوک کے لئے کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ وہ لوگ بارڈر پر رہتے ہیں۔ ان کی 5 ہزار کی آبادی ہے، وہ چھوٹے کاشتکار ہیں، وہ غریب ہیں۔ وہ اپنی مدد سے بند بناتے ہیں لیکن مجھے علم نہیں کہ جو رقم ریلیف فنڈ کے تحت دی جاتی ہے وہ کہاں خرچ ہوتی ہے اور کیسے خرچ ہوتی ہے؟ گذشتہ سال میں ریلیف کمشنر صاحب سے ملا تو انہوں نے میری درخواست کو پھر پھول پتیوں میں ڈال دیا کہ ڈی سی کے پاس چلے جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی تعمیری کام نہیں کیا جاتا تاکہ وہ لوگ سیلاب کی تحت سے بچ سکیں حالانکہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت پورے سے کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے بڑا کچھ کیا ہے۔ میری صرف یہ درخواست ہے کہ ایک لاکھ روپیہ ایک معمولی سی رقم ہے۔ اگر حکومت یہ

رقم عطا کر دے تو وہاں بل ڈوزر کے ساتھ بند باندھ کر ہمیشہ کے لئے ان تین چکوک کی آبادی کو اس سیلاب سے بچایا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

جناب والا۔ میری اگلی بات پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے متعلق ہے۔ میرے علاقے کا زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ ٹیوب ویل وہاں کامیاب نہیں، کنوؤں کا پانی میٹھا نہیں اور ہینڈ پمپ کامیاب نہیں۔ صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ لوگوں کو پانی مہیا کرنے کا کہ وہ لوگ وہاں کچی ڈھگیاں کھود لیتے ہیں جو تالاب کی شکل کی ہوتی ہیں۔ وہ وہاں سے پانی حاصل کرتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ جب سے یونین کونسلوں کا قیام عمل میں آیا ہے اس وقت سے وہاں ان کچی ڈھگیوں کو پختہ بنانے کا عمل جاری ہے لیکن ابھی تمام دیہات میں پختہ ڈھگیاں نہیں بنائی جا سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کام کو ترجیحی بنیاد پر کیا جائے کیونکہ جہاں انسانوں کو پینے کا پانی بھی میسر نہ ہو اس سے بڑی اور بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ ہمیں وہاں سب سے پہلے پینے کے پانی کے پختہ تالاب بنا دینے چاہئیں۔ ایک تالاب پر صرف 20 ہزار روپیہ لگتا ہے اور میرے خیال میں تقریباً 50/60 دیہات ایسے ہیں جہاں پختہ ڈھگیاں نہیں۔ حکومت کو اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیے۔ اگر اس طرف توجہ دی گئی تو میرے خیال میں وہاں کی آبادی کا پینے کے پانی کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اب میں چولستان ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کی طرف آتا ہوں کیونکہ یہ علاقہ میرے حلقہ نیابت کے ساتھ ساتھ ہے جو میلوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا وہ لاکھوں ایکڑ رقبہ ہے جو اس حلقہ نیابت میں واقع ہے۔ کیونکہ وہاں ابھی تک مربع بندی نہیں ہوئی اور اس علاقے کے لوگ بھی تحصیل فورٹ عباس اور ضلع بہاولنگر میں آ کر اپنے ووٹ ڈالتے ہیں اس لئے ان کے بھی مسائل اور مشکلات ہیں۔ گذشتہ اسمبلی میں ایک بل پاس کیا گیا تھا جس کا جناب وزیر خزانہ کو اچھی طرح علم ہے اس بل کا نام چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل ہے۔ اس میں بڑی باتیں ہوئیں بڑا کچھ کہا گیا تھا کہ چولستان کو آباد کرنے کے لئے بڑا کچھ کیا جائے گا۔ میں ان سے یہ درخواست کروں گا

کہ خدا را جو کچھ ہم نے اس بل میں تجویز کیا تھا اس کو لاگو کرنے کے لئے عمل کا آغاز کر دیا جائے کیونکہ اس سے وہ وسیع و عریض علاقہ آباد ہو جائے گا اور سرسبز اور شاداب ہو جائے گا - پھر وہ علاقہ ضلع بہاولنگر سے بڑی بڑا ہو گا کیونکہ چولستان کا علاقہ اضلاع بہاولنگر بہاول پور اور رحیم یار خان تینوں میں آتا ہے - اگر وہ علاقہ آباد ہو جائے تو میرے خیال میں وہاں تین اضلاع اور آباد ہو سکتے ہیں - وہ رقبہ نہایت ہی زرخیز ہے اور بڑا کامیاب ہے - وہاں سیم اور تھور کا نام نہیں اور یہ نئی زمین ہو گی جس سے وہاں کے عوام کی معاشی زندگی سدھر سکے گی -

Mr. Speaker : Please try to conclude now.

میاں منظور احمد موہل - جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں دو تین بڑی اہم باتیں اور عرض کروں - جناب والا میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ یہ مسئلہ صوبائی حکومت کا نہیں ، یہ مرکزی حکومت کا ہے - آپ کی وساطت سے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس بارے میں مرکزی حکومت سے کہیں - سب سے پہلی بات درختوں کے کاٹنے کی ہے - بارڈر کے علاقے میں یہ بہت بڑا مسئلہ ہے - وہاں پانچ میل کے علاقے میں درخت نہیں کاٹنے دیا جاتا - وہاں کاشتکاروں کا اور زراعت پیشہ لوگوں کا لکڑی کے بغیر گذارہ ناممکن ہے - وہ لکڑی سے ہل بناتے ہیں - پنجالی بناتے ہیں اور گھر کی دوسری ضرورت کی چیزیں بناتے ہیں لیکن انہیں لکڑی کاٹنے کی قطعاً اجازت نہیں - یہ دفاع کے پیش نظر کیا جاتا ہے - تو میں عرض کروں گا کہ اس میں نرمی پیدا کی جائے - قانون کو زیادہ سختی سے نافذ نہ کیا جائے - اب جی ایچ کیو سے اجازت مل سکتی ہے اور کوئی کاشتکار جو 12/10/8/6/5/2 ایکڑ کا مالک ہوتا ہے وہ اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ جی ایچ کیو راولپنڈی ' ملٹری سے اجازت اور منظوری حاصل کر سکے - میری گذارش یہ ہے کہ اس سلسلے میں نرمی اختیار کی جائے اور یہ بندش لگا دی جائے کہ وہاں موقع پر جتنے درخت ہیں وہ قائم رہیں اور اگر زمیندار وہاں نئے درخت لگا دیتا ہے تو اسے پرانے درخت اکھاڑنے کی اجازت ہو - تاکہ وہ اپنا گذارہ کر سکے اور اپنی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بنا سکیں ، ہل بنا سکے اور دیگر آلات کشاورزی بنا کر

استعمال میں لا سکیں - یہ بہت بڑا مسئلہ ہے - ہر جگہ چیخ و پکار ہے - وہ اپنے کام کی چیزیں بناتے تو ہیں لیکن کس طرح ؟ یہ آپ کو علم ہونا چاہیے اور میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب بھی جانتے ہوں گے کہ وہ مل ملا کر اور رینجرز والوں کو کچھ دے کر کام کر لیتے ہیں اور وہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں - یہ بات ان لوگوں کے لئے ایک عذاب ہے -

دوسرا مسئلہ بھی مرکزی حکومت کے بارے میں ہے اور یہ فیڈرل انویسٹی گیٹنگ یونٹ کا (Federal Investigating Unit) ہے - جناب والا - مسئلہ یہ ہے کہ وہ لوگ بارڈر ایریا میں رہتے ہیں لیکن ان کا ہیڈ کوارٹر ہارون آباد اور فورٹ عباس میں ہوتا ہے - وہ جس کو چاہیں اگر وہ مجھے بھی چاہیں تو وہاں سے اٹھا لیں گے اور لے جائیں گے اور اس کے بعد ایک، دو یا چھ ماہ تک یہ پتا ہی نہ ہوگا کہ وہ کہاں ہے کیونکہ وہ اس کو کسی عدالت میں نہیں لے جاتے - ان کا ریمانڈ بھی نہیں لیا جاتا - ان پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے اور جو اس محکمے کے نچلے درجے کے لوگ ہیں - .....

Mr. Speaker : Is it a provincial authority ?

میاں منظور احمد موہل - نہیں جناب ! یہ مرکزی مسئلہ ہے -

Maj. (Retd.) Abdul Hamid Khan Kiani : (Point of order) Sir, the abbreviation of FIU does not stand for Federal Investigation Unit. It is an army unit and F. I. U. denotes Field Intelligence Unit.

Mr. Speaker : The Hon'ble Member stands corrected, although this is not a point of order.

میاں منظور احمد موہل - جناب والا ! میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ وہاں طریقہ کار یہ ہے کہ کسی ایک آدمی کا اوپر سے حکم آتا ہے - اس حکم کی روشنی وہ دو تین مزید آدمیوں کو بھی پکڑ لیتے ہیں - تو وہ لوگ جو خوف زدہ اور ہراساں ہوتے ہیں - ان کو ہزار ہزار دو دو ہزار روپے دے کر جان چھڑاتے ہیں کیونکہ انہیں پتا

ہوتا ہے کہ اگر نہ دیں گے تو ہمارا چھ ماہ تک کسی کو پتا بھی نہ چلے گا ۔ عدالت میں وہ لوگ جا نہیں سکتے کیونکہ ان کا الگ شعبہ ہے۔ اس سلسلے میں، میں ان.....

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ! میرا خیال ہے کہ چونکہ اس بات کا تعلق فوج کے یونٹ کی کارروائی سے ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ فاضل رکن ایوان میں کچھ کہنے کی بجائے مجھے یہ تمام باتیں لکھ کر دے دیں یا بتا دیں تو میں وفاقی حکومت سے یہ باتیں کر سکتا ہوں ۔ ہم نے کبھی ایوان میں فوج کے یونٹوں کی کارروائی اور خاص کر بارڈر ایریا کی کارروائی پر بحث نہیں کی اور نہ ہی کرنی چاہیئے ۔

مسٹر سپیکر ۔ جو کچھ وزیر خزانہ نے فرمایا ہے یہ درست ہے۔ چونکہ یہ معاملہ صوبائی حکومت کے متعلق نہیں اس لئے آپ اس پر بحث نہ فرمائیں اور اپنی تقریر کا باقی حصہ بیان فرمائیں ۔

میاں منظور احمد موہل ۔ جناب والا ! میری اگلی بات یہ ہے کہ پانچ مرلہ سکیم ایک نہایت ہی اچھی سکیم ہے جو پیپلز پارٹی کے منشور کی صحیح عمازی کرتی ہے اور جس کا سہرا صرف اس حکومت کے سر ہے۔ اس سے پہلے جتنی بھی حکومتیں آئیں کسی نے قانون بنانا تو درکنار اس بارے میں سوچا تک نہ تھا کہ وہ لاکھوں انسان جو بغیر اپنے گھر بار کے کسی کے رحم و کرم پر رہتے ہیں اور جب وہ ان سے ناراض ہوجاتا ہے تو چٹکی بجا کر کہتا ہے کہ اپنا سامان اٹھا لو اور راستہ پکڑو ، تو وہ اپنا بوریہ بستر سمیٹتے ہیں اور سارے پاکستان میں کھلے آسمان کے نیچے ایسے یہ فیصلہ کرنے میں مشکل اور تکلیف پیش آتی ہے کہ وہ کہاں جائے۔ اس کے لیے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا معاملہ ہوتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ اب کیا کیا جائے ۔ لیکن عوامی حکومت نے اس کا بندوبست کر دیا ہے ۔ تو جہاں میں یہ گذارش کروں گا کہ اس سکیم پر باہر صحیح طور پر عمل نہیں ہو رہا وہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ لوگوں کو تحصیل کی سطح پر بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ تحصیل دار ۔ پٹواری اور قانون گو اس غریب کو چکر دیتے

ہیں کیونکہ وہ زمین ان کو ملتی ہے جن کے پاس پورے مالک ہیں ایک مرلہ یا ایک انچ زمین بھی نہیں ہوتی - وہ وسائل پر قادر نہیں ہوتے - وہ بے گھر لوگ ہیں جن کے پاس ایک کوڑی بھی نہیں - لیکن محکمہ مال ہمیشہ ان لوگوں کو نوازتا ہے جو ان کو نوازتے ہیں - جناب والا ! ہوتا یہ ہے کہ جس جگہ پر زمین ہوتی ہے اور یہ سرکاری زمین ہوتی ہے وہاں گاؤں کے زمیندار حضرات تحصیلدار کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سرکاری زمین ہے لیکن ہم کسی کو یہ اجازت نہ دیں گے کہ یہ پانچ مرلہ سکیم کے تحت تقسیم کی جائے کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم یہاں سکول بنائیں - جب آئندہ یہاں پرائمری سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے گا یا ہم وہاں قبرستان بنائیں گے - جب پہلا قبرستان ختم ہو جائے گا تو یہاں قبرستان کی ضرورت ہو گی - اس قسم کی باتیں کر کے وہ اس زمین کو تقسیم نہیں ہونے دیتے - اور وہ محکمہ مال کے اہل کار ان کی بات میں آ کر ان غریبوں کی صحیح رہنمائی نہیں کرتے جناب والا - یہ ایک اچھا پروگرام ہے - میری یہ درخواست ہے کہ محکمہ مال کے جو حضرات فیلڈ میں ہیں تحصیلدار یا اے سی صاحبان انہیں فوری طور پر لکھا جائے کہ اگر کسی جگہ پر سرکاری زمین نہ ہو تو وہ اپنی طرف سے کیونکہ حکومت نے بجٹ میں رقم رکھی ہے - اس سے خرید کر کے حکومت کے اس وعدے کو جلد سے جلد پورا کریں -

Mr. Speaker : Please conclude now.

میاں منظور احمد موہل : جناب والا - اب میرا دوسرا پوائنٹ جو ہے -

Mr. Speaker : This should not be the second, but it should be the last.

میاں منظور احمد موہل : جناب والا - Last Sir, Sorry میرے فاضل رکن نے کچھ مزارع مالک اور assessment کے بارے میں کہا تھا اور زرعی ٹیکس اور یہ اور وہ - اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے نہیں کہا ہے اور میں بھی انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ محض ان کے شکوک وشبہات ہیں - assessment ٹھیک ہو گی لیکن اس میں ایک بات میں ضرور کہوں گا کہ اگر یونٹ کی بنیاد پر assessment ہو رہی ہے - ڈیڑھ روپے

کی بولنٹ جس طرح کہ انہوں نے کہا ہے۔ تو میری طرف سے یہ گذارش ہے کہ یہ بولنٹ 1948 assessment ء کی ہوتی ہوئی ہے۔ کئی ایسی زمینیں ہیں جو اس وقت باغات تھے۔ اب سیم اور تھور کی زد میں آگئی ہیں۔ اس وقت جو زمینیں بنجر تھیں۔ اب وہاں باغات اگے ہوئے ہیں۔ تو جناب والا۔ بولنٹ کی re-assessment کی جائے کیونکہ اس کے اندر زمین کی صحیح تخصیص نہیں کی جا سکے گی کہ کون سی زمین اچھی ہے اور کون سی بری۔ تیس سال کے بعد کئی خراب زمینیں اچھی ہو جاتی ہیں۔ اور کئی اچھی زمینیں کئی بیماریوں کی وجہ سے خراب ہو جاتی ہیں تو میری گذارش یہ ہے کہ یا تو ان کے بولنٹ کے بارے میں re-assessment ہونی چاہیے تاکہ اچھی زمین کے لئے سرے سے اچھے بولنٹ رکھے جائیں اور خراب زمینوں کے لئے بولنٹ رکھے جائیں۔ ان گذارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ان حالات میں ایوان میں ایک اچھا اور متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔

وزیر مواصلات : بوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن۔

مسٹر سپیکر : فرمائیں۔

وزیر مواصلات : میرے محترم دوست مومل صاحب نے الزام عائد کیا ہے کہ میں چونکہ سرگودھا سے متعلق ہوں۔ اس لئے سرگودھا ضلع کو کمیونیکیشن کے لئے تین کروڑ روپے دیئے گئے ہیں اور بہاولپور، بہاولنگر ڈویژن کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ میں یہ گذارش کرنی چاہتا ہوں کہ یہ الزام بے بنیاد اور بالکل غلط ہے اور میں اس الزام کی سختی سے تردید کرتا ہوں۔ مومل صاحب بہت پرانے اور تجربہ کار پارلیمنٹیرین ہیں اور جیسا کہ وہ فرما رہے ہیں۔ میرا خیال ہے انہوں نے بجٹ بڑے غور سے پڑھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو تین کروڑ کی پروویژن رکھی گئی ہے یہ سرگودھا ڈویژن کے لئے ہے۔ ساری ڈویژن کے لئے اور اس کے مقابلے میں

بہاول پور ڈویژن کو دو کروڑ روپے دیئے گئے ہیں اور as a matter of policy یہ مرکزی حکومت نے ہدایت کی تھی اور صوبائی حکومت کے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس دفعہ کمیونیکیشن یا جتنے محکموں کے لئے فنڈ فراہم کئے گئے ہیں یہ صرف on going projects کے لئے ہیں ۔ تو یہ سرگودھا ڈویژن کے لئے جو تین کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے یہ صرف on going projects کی ہے جو میرے وزیر بننے سے سال ہا سال پہلے سے سکیمیں چل رہی ہیں ان کے لئے یہ رقم مختص کی گئی ہے۔ کوئی نئی سکیم ۔ ایک فرلانگ کی بھی یا میرے ضلع میں تو کیا سارے ڈویژن میں نہیں رکھی گئی ۔ اس لئے میں یہ وضاحت کرنی بڑی مناسب اور ضروری سمجھتا ہوں کہ بجٹ میں کوئی نئی سکیم شامل نہیں کی گئی بلکہ جتنی on going سکیمیں ہیں ۔ انہیں شامل کیا گیا ہے۔ بلکہ وہ on going سکیمیں بھی بند کر دی گئی ہیں جن پر دس فی صد یا اس سے بھی کم خرچ کیا گیا ہے۔ لہذا میں ان کے الزام کی تردید کرتا ہوں کہ تین کروڑ روپے صرف سرگودھا کے لئے رکھے گئے ہیں اور بہاولپور کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ سارے صوبے میں جتنی سکیمیں چل رہی تھیں ۔ سب کے لئے یہ فنڈ فراہم کئے گئے ہیں اور یہ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ اور فیڈرل گورنمنٹ کی ہدایات پر کئے گئے ہیں ۔ اس میں کسی منسٹر کے سرگودھا سے تعلق رکھنے یا کسی ڈویژن سے تعلق رکھنے کی بات نہیں ۔ یا کیبنٹ میں یہ سڑکیں مختص نہیں کی جاتیں کہ اس سڑک پر خرچ ہو جائے اور اس سڑک پہ خرچ ہو جائے ۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ والے پنجاب کی پوری سکیمیں دیتے ہیں جس پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

میاں منظور احمد موہل ۔ پوائنٹ آف ایکسپلینیشن ۔

مسٹر سپیکر : نہیں ۔ یہ وقفہ سوالات نہیں ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ۔ مجھے صرف اس بارے میں وضاحت کرنی ہے کہ انہوں نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ میں نے بہاولپور ڈویژن کا نام نہیں لیا ۔ میں نے بہاولنگر ڈسٹرکٹ کا نام لیا ہے اور یہ رقم

صرف سرگودھا ڈسٹرکٹ کے لئے ہے۔ ڈویژن میں تو لائل پور بھی آتا ہے اور دیگر اضلاع بھی آتے ہیں ۔ ان کی مدات بھی علیحدہ ہیں ۔ یہ صرف سرگودھا کے لئے ہے میں صرف یہ وضاحت کرنی چاہتا تھا ۔

وزیر مواصلات : جناب والا دو کروڑ کی پروویژن میں سے ساٹھ لاکھ روپیہ صرف ان کے ضلع کے لئے رکھا گیا ہے۔

مسٹر سپیکر : میاں خورشید انور!

میاں خورشید انور : جناب سپیکر ۔ عوامی حکومت نے وھاڑی کے لاکھوں عوام کے بہت پرانے مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے اسے ضلع کا درجہ دیا لیکن ضلع کا درجہ دینے کے باوجود لوگوں کے حقیقی مسائل حل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ ہمارا خیال تھا کہ ضلع بننے سے کم از کم ضلع کے جو لوازمات ہوتے ہیں ۔ وہ میسر آئیں گے اور اس سے اس علاقے کی کچھ نہ کچھ ترقی ہو گی ۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ پچھلے سال بجٹ میں کچھ سرمایہ رکھنے کے باوجود وہاں ڈویلپمنٹ پر ایک آنہ بھی خرچ نہیں ہو سکا ۔ اس دفعہ ہمارا خیال تھا کہ عوامی حکومت وزیر اعظم کے وعدے کے مطابق وہاں دو ڈگری کالج اور ڈسٹرکٹ ہسپتال کے قیام کے لئے کچھ پیسے رکھے گی ۔ لیکن بجٹ پڑھ کر افسوس ہوا کہ اس مد میں کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا حالانکہ قصور جو کہ اس کے ساتھ ہی ضلع بنا تھا ۔ وہاں ڈسٹرکٹ ہسپتال بنانے کے لئے خاصی رقم رکھی گئی ہے۔ تو میں جناب کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ کم از کم ڈسٹرکٹ ہسپتال اور انٹر کالجوں کو ڈگری کالج کا درجہ دینے کے لئے کچھ نہ کچھ رقم اس سال ضرور رکھیں ۔ ہمیں احساس ہے کہ ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر ڈویلپمنٹ کے لئے زیادہ روپیہ نہیں رکھا جا سکتا تاہم اس سمت اگر کچھ نہ کچھ کام ہو جائے تو ہم یہ کہہ سکیں گے اور وہاں کے لوگ بھی خوش ہوں گے کہ واقعی ضلع بننے سے ان کی مشکلات دور ہوں گی ۔ جناب والا ۔ عوامی حکومت نے

وہاڑی ۔ میلسی اور ہونے والا کی رہائشی سکیموں کی منظوری دے دی تھی لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں کیا گیا ۔ امید رکھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کم از کم ابتدائی کام کے لئے ان تینوں تحصیل ہیڈ کوارٹرز پر ان سکیموں کے نفاذ کے لئے کچھ نہ کچھ رقم رکھیں گے تاکہ ابتدائی کام ہو سکے ۔ اس احساس کے باوجود کہ روپے کی کمی ہے ۔ یہ کہنا بالکل حق بجانب ہو گا کہ وہاڑی میں نہ تو اضلاعی دفاتر کے لئے اور نہ ہی وہاں سرکاری ملازمین کی رہائش کے لئے کوئی انتظام کیا گیا ۔ وقتی طور پر ایک پرائمری سکول میں ضلع کو شروع کر دیا گیا اور ادھر ادھر سے وقتی طور پر انتظام کر کے تمام لوگوں کی رہائش کا انتظام ہوا اور کچھ لوگوں کی رہائش کے لئے بارہ میل دور ایک نہر کی کالونی میں رہائش کا انتظام کیا گیا ۔ گذارش کی تھی کہ وہاں اومنی بس جاری کر دی جائے تاکہ وقتی طور پر جو انتظامات ہیں ان سے ہی کم از کم لوگ پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں ۔ اس وقت وہاں رہائش کا مسئلہ نہ صرف سرکاری ملازمین کے لئے بلکہ شہریوں کے لئے بھی دردسر بنا ہوا ہے ۔ پچھلے سال بھی بجٹ میں سرکاری ملازمین کی کالونی بنانے کے لئے ۔ افسران کی کوٹھیوں کے لئے اور دفاتر کے قیام کے لئے خاص رقم رکھی گئی تھی لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس رقم سے اب تک ایک آنہ بھی خرچ نہیں کیا گیا اور وہ سرمایہ کسی اور مد میں منتقل کر دیا گیا ہے ۔ تو میں ڈاکٹر صاحب سے گذارش کروں گا کہ اس تکلیف کا احساس فرماتے ہوئے کچھ نہ کچھ توجہ فرمائی جائے ۔

اس کے علاوہ جناب والا ۔ ایک پرانا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارا ایک قصبہ ہے ماچھیاں والا ۔ وہاں منڈی بن چکی ہے ، ریلوے اسٹیشن بھی ہے ۔ لاکھوں روپے کا کاروبار ہے ۔ آبادی بہت زیادہ ہے لیکن پندرہ بیس میل کے فاصلے پر کوئی ہائی سکول نہیں ہے ۔ یہ کہا گیا تھا کہ آئندہ سال وہاں کے سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے گا ۔ میں گذارش کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے فوری طور پر توجہ دی جائے ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا ابھی ابھی ایک فاضل

دوست نے یہاں کپاس کی فصل کے بارے میں ذکر کیا ہے اور ایریل سپرے کا بھی ذکر کیا ہے۔ میں گذارش کروں گا کہ ایریل سپرے ہمارے علاقے میں کامیاب نہیں ہے۔ بڑے بڑے زمینداروں کو تو اس سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے مگر چھوٹے کاشتکاروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس مد پر حکومت ہر سال کروڑوں روپے خرچ کرتی ہے۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ایریل سپرے کی بجائے چھوٹے کاشتکاروں اور زمینداروں کو دستی مشینیں سستے نرخوں پر مہیا کی جائیں اور ادویات جو ایریل سپرے کے لئے مفت ملتی ہیں۔ چھوٹے کاشتکاروں کو سستے نرخوں پر مہیا کی جائیں اور انہیں فروخت کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ کپاس کی بیماری پر قابو پایا جا سکے۔ بڑے بڑے فارموں پر تو ایریل سپرے ہو سکتا ہے مگر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے چھوٹے کاشتکاروں کے مفاد کے پیش نظر ادویات کی فروخت کی اجازت دی جائے تاکہ دستی مشینوں سے سپرے کیا جا سکے۔

اس کے بعد جناب والا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ سی۔ایل۔سی جو عوام کے مفادات کے لئے بنائی گئی تھی۔ بری طرح سے ناکام ہو گئی ہے اور اس سے زمیندار اور کاروباری کسی طبقے کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ حکومت کو اسے اپنی موت کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے بلکہ جس طرح حکومت نے دھان کے کارخانوں پر نظر ثانی کی ہے اس پر بھی نظر ثانی کی جائے اور سی۔ایل۔سی کو ختم کر دیا جائے۔ سی۔ایل۔سی مرکزی حکومت کا مسئلہ ہے۔ اس لئے میں وزیر موصوف سے اور جناب وزیر اعلیٰ سے آپ کی توسط سے یہ گذارش کروں گا کہ مرکزی حکومت کو اس کے لئے سفارش کر دی جائے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے بھی یہ اپیل کروں گا کہ وہ یہ مسئلہ مرکزی حکومت کے پاس اٹھائیں۔ جناب والا۔ اس کا تعلق زیادہ تر پنجاب سے ہے اور کپاس بھی زیادہ تر ملتان۔ بہاولپور۔ اور سرگودھا ڈویژنوں میں ہوتی ہے۔ اس لئے میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ گذارش کروں گا کہ اس پر خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ اس ادارے کی کوئی افادیت نہیں اور جس مقصد کے لئے یہ قائم کیا گیا تھا وہ مقصد پورا نہیں ہو سکا۔ اگرچہ اس مد میں رقم دکھایا گیا

ہے۔ مگر یہ اس قسم کا نفع ہے جو ٹیکس لگا کر یا ٹیکس کے نظام کو بہتر بنا کر حاصل کر سکتے ہیں ۔ از راہ کرم عوام کی اس مشکل کو حل کیا جائے ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ چھوٹے ملازمین جن میں زیادہ تر کلرک ہیں ۔ کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں میں خاصی بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ جناب والا ۔ ہماری حکومت جس کی یہ پالیسی تھی کہ یہ ادارے مزدوروں کی بھلائی کے لئے بنائے گئے ہیں اور انہیں بڑے سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کے استحصال سے بچایا گیا ہے۔ دوسری طرف انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ صوبائی حکومت فوری طور پر مداخلت کرے اور کوشش کرے کہ ان کو دوبارہ ملازمت پر بحال کیا جائے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر قیوم نظامی!

مسٹر قیوم نظامی : جناب سپیکر۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کو مشکل سال کا مشکل ترین بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ میں نے وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کو پڑھا بھی اور سنا بھی ہے بلکہ غور سے سنا اور پڑھا ہے۔ تفصیلات دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ جیسے وزیر خزانہ قائد حزب اختلاف کو کہہ رہے ہوں کہ

مجھ کو تو گردش حالات پہ رونا آیا
رونے والے تجھے کس بات پہ رونا آیا

جناب والا ۔ اگر وزیر خزانہ کو وزیر بحران کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ انہوں نے اس صوبہ کے بجٹ کی جو عمارت تعمیر کی ہے اس میں کھڑکیاں بھی نہیں ہیں ۔ دروازے بھی ٹوٹے پھوٹے ہیں ۔ روشندان ہیں جن سے روشنی چھن چھن کر اس عمارت میں داخل ہو رہی ہے اور بڑی مہارت کے ساتھ

اس پر چھت ڈال کر صوبہ کی تمام پریشانیوں ۔ محرومیوں اور درد مندیوں کو چھپا لیا گیا ہے ۔ جناب والا ۔ 1976ء میں ایک تاریخی سیلاب آیا تھا جس سے صوبہ کی معیشت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا تھا اور کپاس کی فصل کو بھی نقصان پہنچا تھا رہی سہی کسر نظام مصطفےٰ چاہنے والوں نے پوری کر دی ۔ انہوں نے کلمہ کا ورد کرتے ہوئے ۔ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ۔ کارخانوں اور گھروں پر اس طرح حملہ کیا جیسے دھلی پر حملہ آور ہو رہے ہوں ۔ ان حالات میں ۔ اس پس منظر میں وزیر خزانہ سے اس سے بہتر بجٹ پیش کرنے کی توقع نہیں جا سکتی تھی۔ جناب والا ۔ موجودہ حکومت اگر عوامی حکومت نہ ہوتی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے اصلاحات نہ کرتی ۔ مالیہ معاف نہ کرتی ۔ پانچ مرلہ سکیم نہ ہوتی ۔ سیلاب کے متاثرین کو قرضہ نہ ملتا یا معاوضہ نہ دیا جاتا اوراسی طرح کی دوسری انقلابی اصلاحات نہ کی جاتیں اور یہ عوامی حکومت پچھلی حکومت کی طرح 22 خاندانوں کی لونڈی بن کر رہ جاتی تو اس سے اچھا بجٹ پیش ہو سکتا تھا مگر پھر جناب وزیر خزانہ کو پنجاب کے غریبوں کا طعنہ سننا پڑتا ۔

میری مفلسی سے بچ کر دور جانے والے
یہ سکون نہ مل سکے گا تجھے ریشمی کفن میں

جناب والا ۔ قائد حزب اختلاف نے مختلف مراحل میں ان لوگوں کی یعنی سرمایہ‌داروں کی وکالت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ تو ان کی خدمت میں میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ جب سے ہم برسراقتدار آئے ہیں ۔ بحرانوں کا مقابلہ کیا ہے۔ 1970ء میں جب ہم نے اقتدار سنبھالا اس وقت بھی فطری اور غیر فطری بحران پیدا ہوئے ۔ہم نے ان کا بھی مقابلہ کیا ۔ تاریخ کے بڑے بڑے سیلاب بھی ہمارے دور میں آئے ۔ پولیس کی ہڑتال بھی ہمارے دور میں کرانے کی کوشش کی گئی اور ہماری اصلاحات کو ناکام

کرنے کی کوشش بھی کی گئی ۔ جناب والا ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان مشکلات، مصائب اور بحرانوں کے باوجود قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کل بھی ایک حقیقت تھے اور آج بھی ایک حقیقت ہیں ۔ بین الاقوامی سازشوں کے باوجود وہ بحرانوں میں کوہ ہمالیہ کی طرح سینہ تانے کھڑے ہیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان میں ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ملک کے سرمایہ دار جاگیردار عروج دن سے قائد عوام کے دشمن تھے اور آج بھی ان کے دشمن ہیں ۔ ان کا قصور صرف یہی ہے کہ انہوں نے اس ملک میں 90 ہزار جنگی قیدیوں کو رہا کروایا ۔ 50 ہزار مربع میل کا علاقہ خالی کروایا ۔ واگزاز کروایا ۔ اس ملک کے سوختی دھرتی کے غریب عوام کو زبان دی ۔ اس معزز ایوان میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کروائی ۔ تمام عرب ممالک کو اکٹھا کیا اور علامہ اقبال کے خواب کو پورا کیا ۔ جناب والا ۔ جب الیکشن کا اعلان ہوا تو اس ملک کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے سازشیں شروع کر دیں اور کہنے لگے کہ بھٹو صاحب ان کے ساتھ معاہدہ کر لیں ۔ ان کے کارخانے واپس کر دیں ۔ ان کی زمینیں واپس کر دیں ۔ امیروں سے رشتہ جوڑیں ۔ غریب سے رشتہ توڑ لیں ۔ لیکن ذوالفقار علی بھٹو نے کہا سرمایہ دارو جاگیردارو! سن لو بھٹو مر سکتا ہے لیکن اس ملک کے غریبوں سے غداری نہیں کر سکتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ۔ اس کے بعد انتخابات میں ووٹ کے ذریعہ سے اتحاد کے لوگوں نے عوامی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی ۔ لیکن ان کو علم نہ تھا کہ وہ اپنی دولت سے جھنڈے تو خرید سکتے ہیں ۔ اپنی دولت سے غنڈے تو خرید سکتے ہیں، اپنی دولت سے انتظامیہ اور پولیس تو خرید سکتے ہیں لیکن وہ دولت سے غریب عوام کا ضمیر نہیں خرید سکتے ۔ جناب والا ۔ اس ملک کے غریبوں نے، اس ملک کے محنت کشوں نے، اس ملک کے کسانوں نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو پر پورا اعتماد کیا اور انہیں کامیاب کرایا ۔ جناب والا ۔ انتخابات سے پہلے ہی اس ملک میں ایک بیرونی سازش چل رہی تھی ۔ امریکہ چاہتا

تھا ایک سازش کے ذریعے وہ چاہتا تھا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار سے ہٹایا جائے ۔ جناب والا ۔ میں یہ بھی یاد دلاؤں گا کہ اصغر خان ایک سرپھرا سیاستدان ہے ۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم ہر ہوتہ سے کامیاب ہونگے ۔ اور انتخابات سے پہلے ہم حکومت پر قبضہ کر لیں گے اور فلاں فلاں شخص کو ہم پھانسی دے دیں گے ۔ جناب والا ۔ یہ ایک سازش تھی اور انتخابات کے بعد اس نے ایک اور روپ دھارا اور پھر ڈالر گردش میں آئے علماء سو کو خریدا گیا اور بحران پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ۔ اس ملک کی معیشت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور اس ملک کی معیشت کو مفلوج کرنے کی کوشش کی گئی جناب والا ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی سازش بھی کامیاب نہیں ہو رہی اور کوئی چال بھی کامیاب نہیں ہو رہی تو انہوں نے نظام مصطفےٰ کا نعرہ لگایا اور نظام مصطفےٰ کے نام پر لوگوں کو ورغلا کر اور نوجوانوں کو جہاد کا لالچ دے کر اس تحریک میں شامل کر لیا ۔ جناب والا ۔ اگر وہ نظام مصطفےٰ کے ماننے والے ہوتے اگر ان کی نیت نیک ہوتی تو جب جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ ہم نظام مصطفےٰ نافذ کرتے ہیں تو وہ اس کو قبول کرتے ۔ لیکن اس اعلان کے بعد جماعت اسلامی کے امیر نے کہا کہ ان کا مقصد یہ نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ٹھیک کہا ہے ۔ ان کا مقصد نظام مصطفےٰ کا نفاذ نہیں تھا ۔ وہ صرف سامراج کی حکومت نافذ کرنا چاہتے تھے ۔ وہ سامراج کا عمل دخل چاہتے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ سرمایہ دار اور جاگیردار اس ملک پر قابض رہیں اور اس ملک کے تمام وسائل پر ان کا کنٹرول ہو ۔ وہ نظام مصطفےٰ کے ماننے والے نہیں کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اگر نظام مصطفےٰ کا نفاذ ہو گیا ۔ تو ان کے آقاؤں ۔ ان کے مالکوں اور ان کو وظیفہ دینے والوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا ۔ کیوں کہ جناب والا ۔ نظام مصطفےٰ میں سرمایہ داری اور جاگیرداری کی موت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مقصد نہیں ۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ اس ملک کے نوجوانوں کو نظام مصطفےٰ کے نام پر موت کے سپرد کیا گیا لیکن جب انہوں نے تقریریں کیں تو ان میں ایک لفظ بھی نظام مصطفےٰ کے متعلق نہ تھا ۔ ان کی نیت کا اس سے ہی پتہ چل جاتا ہے ۔ جناب والا ۔ میں قومی اتحاد کے لوگوں سے کہوں گا کہ یہ دنیا فانی ہے ۔ ہم نے بھی مرنا ہے ۔ انہوں نے مرنا بھی ہے کسی نے بھی سدا

نہیں رہنا ۔ ایک دن آئے گا جب کہ ہمیں بارگاہ الٰہی میں حضورصلعم کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا ہو گا ۔ اس وقت حضور یہ سوال کریں گے کہ اے میرے امتی ! مجھے یہ تو بتا کہ تو نے اس شخص کو کافر کیوں کہا جس نے کہ میرے نام کی حفاظت کی تھی اور اس کے راستے میں مشکلات کیوں پیدا کیں؟ ہمیں آخر ان کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ جناب والا ۔ میں وہ دن بھی یاد دلاؤں گا کہ جب ایوب کی آمریت کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو اس وقت پاکستان متحد تھا۔یہ ایک نئی اسلامی ریاست تھی۔لیکن اس وقت ہمیں عربوں کی حمایت حاصل نہیں تھی ۔ عرب ممالک اس ملک کی حمایت کو نہیں آئے تھے اور آج جب اس ملک میں ایک بحران پیدا ہو گیا ہے تو ان عرب ممالک کی اکثریت نے اس میں دلچسپی لی اور پاکستان کے بحران کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ جناب والا ۔ میں شاہ خالد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنے سفیر کو ہدایت کی تھی کہ وہ دن رات محنت کر کے قائد عوام کی مشکلات کو حل کرنے میں قائد عوام کا ساتھ دے۔جناب والا۔ ہم اگر مسلمان ہیں تو ہمیں یہ اندازہ لگانا ہو گا کہ ہو سکتا ہے حضور نے خواب میں شاہ خالد کو یہ اشارہ کیا ہو کہ میرا محافظ ختم نبوت اور میرا عاشق اس وقت مشکل میں ہے۔ جاؤ اس کی مدد کرو ۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے کبھی اہل عرب پاکستان کی سیاست میں دخل نہیں دیتے تھے اور آج یہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی وجہ سے ہے کہ اہل عرب پاکستان کے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں اور بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جو بین الاقوامی طور پر بڑی بڑی سازشوں اور قوتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور عالم عرب کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ پورا عالم عرب جناب ذوالفقار علی بھٹو کا ساتھ دے رہا ہے۔ جناب والا ۔ امریکہ نے اس ملک میں دوہری سازش کی تھی ایک سازش کے ذریعہ سے وہ پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا تھا ۔ اس کو ہندوستان کی کالونی بنانا چاہتا تھا ۔ اس لئے اس نے اس کی معیشت کو تباہ کرنے کے حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے آتشزدگی کی گئی اور بنکوں کو لوٹا گیا تاکہ اس ملک کی معیشت تباہ ہو ۔ دوسری سازش اسلام کے خلاف تھی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں

اسلام کو کمزور کر رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے جمعۃ الوداع کو ہنگاموں کے لیے منتخب کیا اور مسجدوں کو سیاست کا اکھاڑا بنایا۔ علماء حضرات جن کو عوام اپنا راہنما اور مواطمستقیم پر چلنے والا سمجھتے تھے۔ ان کی شخصیات کو تازیانہ لگا دیا گیا۔ اس طرح یہ دوہری چال اور دوہری سازش تھی۔ یہ امریکہ والوں کی سازش تھی کہ ایک طرف وہ پاکستان کو اور دوسری طرف اسلام کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اسلام اس کی موافقت میں نہ تھا اور اس کو ساز گار نہ تھا۔ اسلام میں سوشلزم اور سرمایہ دار کی موت ہے۔ جناب والا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ کافر ہو تو بھی۔ بے خبری میں حملہ نہ کرو۔ حضور نے بھی اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور کبھی کسی جنگ میں رات کی تاریکی میں دشمن پر حملہ نہ کیا۔ لیکن پتا نہیں کہ یہ کون نظام مصطفےٰ کے چاہنے والے ہیں۔ کس نظام مصطفےٰ کے ماننے والے ہیں۔ اور یہ کہاں ہیں اسلام کی بات کرتے ہیں؟ انہوں نے رات کی تاریکی میں حملے کئے۔ بے خبری میں انہوں نے آگ لگائی۔ میری کار پر بھی انہوں نے بم پھینکا۔ جناب والا۔ میں نے ان کا کیا قصور کیا تھا؟ صرف یہی کہ میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے نظریات کو پھیلا رہا تھا یہی کہ میں غریب عوام کی آواز اٹھاتا تھا۔ میں نے اس بحران میں مسلسل عوام کے ساتھ رابطہ قائم رکھا حالانکہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر یہ میرا جرم ہے تو یہ جرم میں کرتا رہوں گا۔ جب تک میرے جسم میں ایک قطرہ خون ہے میں قائد کا ساتھ دیتا رہوں گا۔ غریبوں کے لیے آواز بلند کرتا رہوں گا اور پاکستان کی سالمیت کے لیے جدو جہد کرتا رہوں گا۔ [XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX]

Mr. Speaker : These remarks by the learned Member are expunged from the proceedings of the Assembly.

مسٹر قیوم نظامی۔ جناب والا۔ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔

مسٹر سپیکر۔ میں نے آپ کے وہ ریمارکس جو اتحاد کے بارے میں آپ نے دئیے اسمبلی کی کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں۔

مسٹر قیوم نظامی ۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں جناب والا ۔ ٹھیک ہے یہ آپ کی مرضی ہے ۔ بہر حال میں اپنے جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا ۔ یہ میرے جذبات تھے جن کا میں اظہار کر رہا تھا ۔ جناب والا ۔ پچھلے دنوں اس ملک میں تائیدی اذانیں ہوئیں ۔ بد دعائیں دی گئیں ۔ یوم نجات منایا گیا ۔ لیکن جب جناب والا ۔ نیت نیک نہ ہو ۔ جب تک ضمیر مطمئن نہ ہو اذانیں اور دعائیں بے اثر ہو جاتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو ۔ جس کو یہ لوگ ہٹانا چاہتے ہیں ۔ آج بھی ایک حقیقت، ایک امر کی طرح ہے اور اس پر خدائے ذوالجلال کا سایہ ہے۔ اس کے ساتھ غریبوں کی دعائیں ہیں ۔ اس کے ساتھ عالم عرب کی دعائیں ہیں ۔ جناب والا ۔ آج اپوزیشن بڑے فخر اور غرور سے کہتی ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے اور بڑے بڑے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں ۔ اخبارات میں بیانات شائع ہوتے ہیں لیکن میں ان سے علامہ اقبال کے بقول یہ کہوں گا کہ !

اس گلستان میں نہیں حد سے گذرنا اچھا
ناز سے ڈر تو باندازہ رعنائی کر

جناب والا ۔ یہ حقیقت ہے کہ انتخابات کے بعد اس ملک میں، اس شہر لاہور میں دفعہ 144 نافذ کی گئی اور کارکنوں کے ہاتھوں میں دفعہ 144 کی کڑیاں پہنا دی گئیں ۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر کارکنوں کو موقع دیا جاتا تو آج یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی اور آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اور جو واقعات رونما ہو رہے ہیں یہ کبھی رونما نہ ہوتے ۔ جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کی یہ بہت بڑی سیاسی غلطی ہے کہ انہوں نے اپنے کارکنوں کو اندر بند کر دیا اور اتحاد کے لیڈروں اور کارکنوں کو کھلا چھوڑ دیا اور وہ جو چاہتے کرتے رہے۔ جناب والا ۔ میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا شکر گذار ہونا چاہیئے کیونکہ انہوں نے حقیقت میں ان کی جانیں محفوظ کرلیں ورنہ جناب ہر امیر بستی کے ساتھ ایک غریب بستی ہے جسے کچی آبادی کہا جاتا ہے اگر جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ان غریبوں کو ایک اشارہ بھی کر دیتے تو یہ سرمایہ دار اور جاگیردار ملک کو اتنا نقصان نہ

پہنچا سکتے تھے بلکہ وہ کبھی بھی صحیح سلامت اور محفوظ نہ رہ سکتے تھے۔ تو جناب والا ۔ میں ان سرمایہ داروں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ۔

شیش محل میں رہنے والو ہم پر پتھر مت پھینکو
پتھر واپس پلٹیں گے تو شیش محل کا کیا ہو گا

جناب والا ۔ میں اپنی عوامی حکومت کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ تحریک نے یہ ثابت کر دیا کہ جب تبدیلی کا عمل روکا جائے تو وہ ہمیشہ نقصان دہ ہوا کرتا ہے۔ جناب والا ۔ ہم نے اس سال نیک نیتی کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ ہم مزید اصلاحات نافذ نہیں کریں گے ۔ مزید کارخانوں کو قومی تحویل میں نہیں لیا جائے گا لیکن اس کے باوجود موجودہ تحریک میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے ٹک کر عوامی حکومت کی مخالفت کی ہے ۔ پاکستان کی مخالفت کی ہے اور وہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ جناب والا ۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں تبدیلی کا عمل جاری رکھنا چاہیئے اور مزید اصلاحات اس ملک میں نافذ کرنی چاہئیں ۔

جناب والا ۔ میں ایک بات کو بڑا اہم سمجھتا ہوں اور میں اس کی طرف بھی آپ کی اور اس ایوان کی توجہ مبذول کراؤں گا ہم مزدوروں کسانوں ۔ محنت کشوں اور غریب طبقات کے لئے تو اصلاحات نافذ کرتے ہیں لیکن ان کو نافذ کرنے کا کام ہم بیوروکریسی کے سپرد کردیتے ہیں ۔ گویا جن کے خلاف وہ اصلاحات نافذ ہوتی ہیں ان ہی سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم ہی عمل درآمد کرواؤ ۔ تو جناب والا ۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہوا کہ جن طبقات کے خلاف وہ اصلاحات ہوں ان کو وہی لوگ عملی جامہ پہنائیں تو جناب والا ۔ میں عوامی حکومت سے یہ گذارش کرنی چاہتا ہوں کہ وہ ان پالیسیوں میں مزدوروں اور کسانوں کو بھی شامل کریں تاکہ وہ اپنی ان پالیسیوں کو کامیاب بنا سکیں اور عوام ہماری انقلابی اور عوامی اصلاحات سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں اور ان سے مستفید ہو سکیں ۔

جناب والا ۔ موجودہ بجٹ میں تاجروں اور کارخانے والوں پر انکم ٹیکس لگایا گیا ہے۔ میں اس کے لئے وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس ملک کی معیشت کو خراب کیا ہے تباہ و برباد کیا ہے۔ اس لئے اگر ملک کی تعمیر نو میں ان سے ٹیکس کے ذریعے رقم وصول کی جائے تو وہ ایک قابل تحسین کام ہے اور ان کا یہ فرض ہے کہ اگر وہ اس ملک کو تباہ کرتے ہیں تو اس کی تعمیر نو میں بھی حصہ لیں ۔ جناب والا ۔ اس ضمن میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں وزیر خزانہ کی توجہ فنانس بل کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس میں سیکشن نمبر 3 کی کلاز 30 میں یہ کہا گیا ہے کہ

"The Government may exempt any person or class of persons from the payment of tax."

جناب والا ۔ میری گذارش ہے کہ اس سے بدعنوانی کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں ۔ اقربا پروری ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں گذارش کروں گا کہ اس پروویژن کو واپس لیا جائے ۔ یہ میری ان سے درخواست ہے۔

جناب والا ۔ انتہائی نامناسب بات ہو گئی ۔ اور یہ انتہائی ناانصافی ہو گی اگر میں اپنے حلقہ نیابت کے مسائل پیش نہ کروں جناب والا ۔ میں تھوڑی دیر میں اپنی تقریر کو ختم کردوں گا اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھے دو چار منٹ اور دے دیں گے ۔

جناب والا ۔ میرے حلقہ نیابت میں ایک سمن آباد جونیر ماڈل سکول ہے اور ایک گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول ہے۔ وہاں پر کمروں کی تعداد بہت کم ہے جس کی وجہ سے ہمارے بچوں کو دھوپ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں بڑے ادب سے اپیل کروں گا کہ وہ ان سکولوں کی عمارات میں توسیع کرانے کی طرف خصوصی توجہ دیں جناب والا ۔ اس طرح ملتان روڈ پر ایک جونیر ماڈل سکول ہے جہاں اس علاقے کے محدود تعداد میں بچے داخل ہو سکتے ہیں اور تعلیم حاصل کر سکتے ہیں لیکن وہاں پر بچے مقررہ تعداد سے زیادہ ہیں بلکہ اس سال سینکڑوں بچوں کو داخلہ نہیں مل سکا اور وہ تعلیم سے محروم رہے۔ جناب والا ۔ میں گذارش کروں گا کہ اس سکول میں ڈبل شفٹ قائم کی جائے تاکہ تمام بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکیں ۔

جناب والا ۔ ملتان روڈ کے دونوں طرف سینکڑوں آبادیاں ہیں جو لاکھوں افراد پر مشتمل ہیں لیکن وہاں پر اس کثیر آبادی کے لئے کوئی ہسپتال اور کوئی کالج نہیں ہے۔ جناب والا ۔ میں اپنے وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گا کہ وہاں پر لڑکیوں کے لئے ایک کالج قائم کیا جائے ۔ اور ایک ہسپتال قائم کیا جائے ۔

جناب والا ۔ میرے حلقہ میں نکاسی آب کا ایک اہم مسئلہ ہے اور لوگ اتنے پریشان ہیں کہ رات کو سونا اور دن گذارنا ان کے لئے محال ہے ۔ میں وزیر خزانہ سے اپیل کروں گا کہ وہ وہ نکاسی آب کے سلسلے میں میرے حلقہ نیابت کی طرف پوری توجہ دیں تاکہ ان کی مشکلات کم ہو سکیں اور وہ سکھ کی زندگی بسر کر سکیں ۔

جناب والا ۔ آخر میں مجھے وزیر خزانہ سے ایک گلہ بھی کرنا ہے وہ یہ کہ انہوں نے 18 صفحات پر مشتمل بجٹ تقریر کی ہے۔ اس میں انہوں نے فارسی اور عربی کے اشعار تو استعمال کئے ہیں لیکن اردو شاعروں کے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ جناب والا ۔ ہو سکتا ہے باقی تمام شاعر تو ان کو معافی کر دیں لیکن چچا غالب ان کو کبھی معاف نہیں کریں گے ۔ تو جناب والا ۔ میری طرف سے یہ گلہ ہے کہ انہوں نے اردو کا کوئی شعر استعمال نہیں کیا ۔

جناب سپیکر ۔ آخر میں مجھے آپ کو مبارکباد بھی پیش کرنی ہے اور شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ مبارکباد اس لئے کہ آپ نے بڑے حوصلے اور ہمت سے اس ایوان کو چلایا ہے اور بڑی کامیابی سے اس مشن کو کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے اور شکریہ اس لئے کہ آپ نے ہر نووارد ممبر اسمبلی کی رہنمائی کی ہے۔

اور جناب والا ۔ آخر میں قائد حزب اختلاف کو بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس معزز ایوان میں یہ اعلان کیا تھا کہ وہ آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے ۔ جناب والا ۔ آزاد رکن کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ حکومت پر نکتہ چینی کرے اور دوسری طرف اگر حزب اقتدار غلط کام کرے تو اس پر بھی تنقید کرے۔ لیکن جناب والا ۔ جب بھی کوئی موقع آیا چاہے وہ تحریک التوائے کار کا ہو، چاہے وہ کٹ موشن

ہو یا چاہے وہ بل پر بحث ہو۔ انہوں نے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جب کہ انہوں نے عوامی حکومت پر تنقید نہ کی ہو۔ انہوں نے ایک لفظ بھی قومی اتحاد کے متعلق نہیں کہا۔ جناب والا۔ میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے قومی اتحاد کا پورا حق ادا کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ ان کو اس وکالت کا پورا صلہ دیا جائے گا۔ جناب والا۔ میں اپنی تقریر کا اختتام اس شعر سے کرتا ہوں کہ۔

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں

شکریہ۔

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ ۔جناب والا۔میں آپ کی اجازت سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس وقت مذاکرات اس مرحلہ پر آچکے ہیں کہ صرف دستخط ہونے باقی ہیں۔ تو میں جناب کی وساطت سے معزز ایوان کے ممبران کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس ایوان میں ایسی زبان یا ایسے غلیظ الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ [XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX]

جناب والا۔یہ مسلمان کے منہ سے زیب نہیں دیتے۔جناب والا۔ ایسے الفاظ سے گریز کیا جائے کیونکہ مذاکرات کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہے۔ تو جناب والا۔ معزز ممبران کو کم از کم ایسی گفتگو یا ایسی تقریر کرنی چاہئیے جس سے دوسرے لوگ سبق سیکھیں۔

مسٹر سپیکر ۔ بھروانہ صاحب! جہاں تک ان کے ریمارکس کا تعلق تھا وہ تو میں نے کارروائی سے حذف کر دیئے تھے لیکن آپ ان کو دھرا کر پھر اسمبلی کی کارروائی پر لے آئے ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کو بھی اسمبلی کی کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ مسٹر خالد امیر خان۔

Mr. Khalid Amir Khan: Mr. Speaker, Sir, I want to take this opportunity to thank and congratulate the honourable Finance Minister for presenting a budget which I am sure is not to be proud of. The budget suffers on account of resource restraint, on account of colossal flood damages, on account of damages by civil strikes which further effected the budget. It was evident from the Hon'ble Minister's speach that he is not really proud of the circumstances under which this budget is presented. Nonetheless we must give him the credit and must also give credit to the depart mentc oncerned whether it is the Planning and Development Department or the Finance Department who have worked for this budget under the

directions of the Hon'ble Finance Minister in trying to explain and bring forth an interpretation of the philosophy of the Peoples Party and trying to give financial manifestation to the dreams and objectives of the Peoples Party. This was a very difficult task. After all one must consider the resource constraint and within their resource constraint a progressive Government would like to spend lacs and crores for the benefit of the masses and find itself in a very difficult and frustrating position. The Hon'ble Finance Minister very candid when he was coming up on the debate of Supplementary Budget about how he felt, how he would have preferred to announce numerous new schemes. How he would have preferred to see that more funds are being spent in rural areas. He has realised it. He has admitted the fact that these constraints are rural there. These constraints are natural and within this framework, I am sure, the budget which he has presented, is the best possible that he could do.

I am sure, the Budget presented by him is the best possible that he could present. Sir, I want to high-light certain points which are extremely important in reflecting the opinion, the whim, the dream and the will of the Peoples Party. If one looks at the land revenue reforms, the benefit which it is supposed to give to the 97% of the peasants, seems to be colossal and, in fact, it is a gigantic reform. I think, this is a reform which no Government ever before dared to tamper with. The benefit accruing to the 97% of the peasants by this reform is magnanimous because it is a reflection of the philosophy of the Peoples Party. We would like to bring a system which is egalitarian, which is for a Welfare State and which is consistant with Nizam-e-Mustafa and Musawat-e-Muhammadi. I am sure, of course, if the worthy Minister for Finance had a budget of five hundred crore, the benefit would still go to the poor, the toiling masses. This is the philosophy which is being reflected in the budget.

Another step which I would like to high-light for the members sitting opposite in the five-marla scheme. Sir, the five,marla scheme is an 'A-1' scheme for those numerous landless artisans, tenants, who live in the rural areas. The Finance Minister had given the figures of 75% of population living in rural areas and most of them will benefit from this scheme. I think, they will at least appreciate that what the great Quaid-e-Azam had promised as a home-land, the great Zulfikar Ali Bhutto has implemented that into homes for the poor, down-trodden masses living in the rural areas.

(applause)

Apart from the rural areas, definite steps have been taken to improve the position of Lahore. The honourable members of oppositon have criticised the amount spent on the city of Lahore. There is no doubt about it that the demand of a major portion of expenditure in the rural areas is inevitable because every member here owes his seat primarily to the rural vote. We are a rural constituency. We would like to have more expenditure there but, I think, the Finance Minister elucidated on this point in a very very sensible and kind manner. I would like to reiterate, for the benefit of the members sitting on the opposite benches, some of the particular points which the Finance Minister made in this connection. Lahore is not just a city but it is more than that. Lahore reflects the dreams, the desires of the Punjabis. Lahore is the manifestation, the ultimate of what the Punjabis want. They want Lahore as a cultural centre and it has always been so. This is our show-piece. The expenditure is justifiable when you consider that this is a reflection of the aspiration of the Punjabis and it is ac ulmination of that expression. I must praise the development authority here who have actually reflected the values, the objectives of Mr. Zulfikar Ali Bhutto in ensuring that reflection; that this city does become another Paris and a jewel of Pakistan.

While this is going on, the Lahore Development Authority is not forgetting the slum areas and the Kachhi Abadis. For example, the learned Finance Minister, inspite of the deficit of Rs. 7.53 crore, has allocated Rs. 21 Crore for Kachhi Abadis most of which will be spent in Lahore. So, there is a permanent development. It is not a development for the rich, it is not a development for the well-to-do but it is a development of the prestige of city of Lahore. It is a development of the city of Lahore as a cultural centre and yet it is going to ensure that the poor people of Lahore, the under-privileged get the basic necessities of living. One of the members sitting opposite called a few flats as 'Kabotar Khana'. He must be comparing those flats with the house in which he lives but for the poor people who don't have houses at all or who live in Kachhi Abadis, those flats are not 'Kabootar Khana'. It is a shelter. It is of great benefit to them as it gives them security. One of the important things in the development of Lahore is the fact that the LDA is responsive to the public will. There are complaints, people are yelling and crying and there are many articles in the newspapers for the development of Lahore and, by doing so, the Lahore Development Authority is developing the city in conjunction with the response of the public.

Sir, there is another development authority which, unfortunately, is not very responsive to the public demands. I mean the WAPDA. We have heard numerous complaints in this House of what is happening in the rural areas in regard to the electric supply. This monster seems to have gone beyond the reach of the people who created it. There is no control of the Provincial Government over it. I understand that a Minister, who was on tour, had called for a WAPDA XEN who refused to come on the excuse that he was too busy. So, this organization is not responsive to the public will. I suggest regarding this monster, which was created by Ghulam Farooq if the Finance Minister can takeup the matter with the Federal Government so that there is greater de-centralisation and a great response to the needs of the people of Punjab.

Mr. Speaker : Are you very sure about this incident?

Mr. Khalid Amir Khan : I have not heard it direct from the Minister but I have heard it through a third source. If you so like, I can check it up personally and report in the House.

Mr. Speaker : Please check it up and let me know about it.

Mr. Khalid Amir Khan : Alright, I will do it.

I would get back to the fundamental question as to where Pakistan is going or where Punjab is going because where Punjab goes, Pakistan goes. The basic problem which we are presently facing is the problem of constraint in our resources, and yet we have heard honourable members putting forth demands for roads Schools and Colleges. Although we realise these constraints yet we are demanding for more and better ones. Sir, the basic problem is of philosophy, the basic problem is of concept, the basic problem is of values and a decision as to where we want to you has to be taken. Whether we have to follow America or we have to follow Russia or we have to follow China or we have to follow England is not the solution of the problem. The solution lies within Punjab. All that we do require is a lot of thought, a lot of sphere as to where Punjab goes.

I remember, in 1946 there was a strong movement of boycotting the import and the purchase of foreign goods, I think that is a very healthy patriotic sign When we have a restraint in resources do we still demand the same type of industrialization, do we want the same pace of progress as is visualised in

western countries or do we find our own solutions? Do we find that we should tighten our bills and get back to a realistic way of living and a realistic way of thinking? This is a question which I am asking. I don't have any solutions but I would feel that a little more attention be given to the thought of what is to be done about the Punjab.

Sir, as far as the tradition of rural areas is concerned, I would say that we live in rural areas Majority of the members live in rural areas The tradition regarding the relationship of Zamindars and the tenants in rural areas was a very fine one. The relationship was healthy. The hon'ble Minister for Finance referred to it as a relationship between husband and wife Well Sir, in my area it is a relationship between a father and a son (باپ والی) I fully agree with the concept that the basic rights of the under privileged must be maintained But Sir, I feel that these rights can be better maintained by actually calling on the 'wazadari' (وضع داری) of those who are slightly off This, as I have said before, is a province of peasant proprietors There better are no jagirdars There are no big zamindars. After these land reforms how we have that? And conceptually if you have feudals these very feudals can have a symbolic relationship which existed in the past We have to put an end to confrontation We have to put an end to exploitation. The system of confrontation and of exploitation is, I am sure not part of the Manifesto and which I am sure is not part of what Quaid-e-Awam would like He would like the nourishment of the poor. He would like the benefits to accrue to the poor by better utilising the better senses of those who are more privileged Sir, I would feel that if less said about the jagirdars the better.

Now Sir, coming down to the specific items in the Budget, I would like to talk about the industrial development. I have noticed that Rs 8 59 crores have been allocated in the A D P. for industrial development Four Textile Mills and six Sugar Mills are being planned in the Province of the Punjab in the public sector. These are good steps. But the most important item which I have found in this Budget is the Dehi Mazdoor Fund. The PSIC has got allocation to build up the small artisan of the village, to give him credit and to give him technical advice Sir, our strength in Punjab and Pakistan is in their hands True, we have one mouth to feed but there are two hands to work. And while these hands are there with proper guidance and financial aid to the village artisan you have a tremendous potential in developing the cottage industry which would gain you a lot of foreign exchange. We should try and use the strength inherent in our society rather than following and copying America with all its problems. While we import machinery we import the technical know-how and we import their values. To what avail? To get our young boys delinquent That is not the object The object is to develop inherently our own people with their own strength. I would request the Minister for Industries, with your permission Sir, to give special attention to the development of cottage industry in the rural areas. The Philippine, Mr. Speaker Sir, has developed an electricity Co-operative This Co-operative is designed to assist the small rural artisan to utilise his maximum potential. There is a great wealth in this sector.

Mr Speaker : Sir, I refer now to the subject most close to my heart i e. agriculture. I am very pleased and I felicitate the hon'ble Finance Minister on the fact that inspite of the paucity of funds he has allocated 45. 9 crores in the ADP to Agriculture. There is an increase of 20% over the last year's budget which is reflective of the Peoples Party Government's concentration and stress and a shift in bias from urban to rural areas I think Sir, more has been done, other than Mr. Chotu Ram's help, to the indebtedness in rural areas, by the Peoples Party Government to assist the farmer to the maximum. This budget of Rs. 45. 09 crores is just a part of that thinking. Sir, I have a

few suggestions, however, in this connection. The agriculture extension service is well spread out. However, its bias is on agranomy. Today the small farmer is well aware of, when to throw seed, what kind of seed, how to sow cotton and roses, what is the plant population And if there is a weakness it is in plant protection. If there is a draw-back or lack of knowledge it is in Agricultural. Engineering. Now Sir, with the import of these small tractors and with more machinery in rural areas, I would strongly suggest that the hon'ble Chief Minister should review the priorities of the Agricultural extension staff and consider a greater stress on Agriculture Engineers who should go from farm to farm and provide service on the field to the Agricultural machinery owners.

Secondly, Sir, we have been hearing a lot about the cotton crop failure. We have been hearing about the problems of rains and the devastation caused by floods. Sir, I fully agree with the opposition member from Multan who mentioned the problems of growing a good cotton crop. In this connection I would strongly suggest that crop insurance be considered in order that the farmer invests with a security of knowing that if weather is bad there is an Insurance Policy which can handle his losses Thirdly, there is the tremendous problem of rural credit. The hon'ble opposition member mentioned that there is indebtedness in Multan. Sir, indebtedness is not only in Multan, it is all over. Rural debt must be colossal. The ways of trying to make these demands really give head-iche to all the Zamindars. The credit is with compound interest Here we are talking about Nizame Mustafa and here we are being charged with compound interest I am looking forward to the implemention of Nizame Mustafa as far as this is concerned with the issue of interest.

Sir, better seeds have already taken high priority, From 1958, we have been dealing in Maxi Pak. A massive amount of Yekora was imported. I cannot comment on the results of it because it is a little too early but it is not too hopeful. What is really important now is to try and give a greater stress to particular inputs which were given priority. For example the land revenue. Our crop does not fulfil the requirements. I understand there is a scheme being developed for precision land levelling I would make a request to the hon'ble minister concerned that this scheme be given top priority in order that the fields of the farmers may go up.

Problem of rates. The farming community inspite of having a majority in each Assembly since, 1947, has had the poorest loby. If you compare the farming communities in Amercia or elsewhere they have a strong voice. Here the voice of the farmers is non-existant He does not have the mental inclination to protest. He cannot walk with playcards. He cannot do 'gheraos' He is against the concept of 'jaloos'.

Mr. Speaker : But is the Government responsible for that ?

Mr. Khalid Amir Khan : We are, Sir, We will try and educate them to finally get to this If the Government is kind enough to take care of their problems without this, they will continue in their old traditional manner but if in the final result the farmer realises that there is no use in sitting quiet, unfortunately, they will then adopt these methods

Sir, I am requesting for a committee which would review Agricultural rates and compare them with rates existing in other parts of the world. My feeling is that our rates are very low whether we compare with India or whether we compare them with Iran. Sir, if a farmer can get a better return of his labour by a realistic price structure this will be a great impetus to more production.

Health. The Hon'ble Finance Minister has allocated Rs. 16.37 crores towards health and I am very glad to say that rural health gets top priority in the hon'ble Finance Minister's speech. However with the present restraint of resources and the meagre funds, the required healh unit is not ample. I would suggest that within this Budget preventive medicines should get priority. If one distributes one quinine pill a week per person it may Prevent Malaria. But if a person is down with Malaria then six pills a day are hardly sufficient to keep him out of doctor. Also, may I suggest that our protein deficiency is tremendous in cities and rural areas both. The hon'ble Finance Minister in the capacity of a doctor, I am sure, will agree with me that when there is total protein deficiency in children it retards the mental growth apart from their physical progress. I would strongly suggest that distribution of multivitamins protein be taken up in as large a scale as possible. Strict vigilance of dispensing of mediciens would help to a great extent in ensuring that these very medicines are not brought back from the rural areas to the dispensing stores in cities. I would also talk about the setting up of mobile dispensaries within the framework of this budget. Mobile dispensaries would be economical because these would be serving a much larger area as compared to a fixed rural health centre.

Mr. Speaker : With or without doctors?

Mr Khalid Amir Khan : With doctors. I think inspite of the mass exodus we could have doctors who would go and work in the mobile dispensaries. If there is a doctor or a dispenser with a mobile dispensary he could cover a much greater area than a dispenser or doctor with a particular rural health centre When we take our patients to the rural health centre it is on bed. He hardly goes for a check up. When he goes to hospital this is the last resort and if more stress is laid on preventive medicines, may be that state would be reduced.

Education. Mr. Speaker Sir, there is a laudable object of bringing universal education to boys by 1982 and for girls by 1987. Sir, if we have more floods in the years to come, if our cotton crop keeps failing I cannot see how we can really achieve this laudable object. Presently Rs. 135.44 crores have been allocated towards this Department which, though sound very high, still is not enough to even put up any new institutions in this year. Sir, within the framework of limited funds, I would like to make a few suggestions to the hon'ble Minister,

Mr. Speaker : Will you please try to conclude now?

Mr. Khalid Amir Khan : Certainly Sir, Sir, I would suggest that mosque should be used for Primary School Students, whether girls or boys. It would save to a great extent the funds used on building primary schools. The mosques are there and can be used and had been used in the past as 'madrissas'.

Sir, in conclusion I would not like to dwell too much on the problems of my area because I have admitted the paucity of funds but I would like to point out that we will withhold our problems and only bring those requests which do not further tax the problem of the restraint of resources of the Punjab Government. Thank you Sir,.

Mr Speaker : Rana Iftikhar Hussain.

Minister of Finance : Sir, on a point of personal explanation

Mr. Speaker : Yes.

Minister of Finance : Sir, the Hon'ble member has given a magnificent manifestation of the mentfesto of the Pakistan Peoples Party, a beautiful exposition really and he has delivered a very illustrious speech. But he said that I referred to the concept of "husband and wife" between the relation of peasant and the landlord. In fact I referred to it to condemn it and to repudiate it. I had said that a fedual lord in Muzaffargarh has told me that the relationship between the peasant and the landlord ist hat of husband and wife I did refer to it but it raffered to it to repudiate and condemn it and I still codemn it.

Mr. Khalid Amir Khan : I stand corrected.

مسٹر سپیکر ۔ رانا افتخار حسین !

رانا افتخار حسین : جناب سپیکر ۔ میں وزیر خزانہ کو روائتاً نہیں بلکہ نہایت خلوص نیت سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے جن نامساعد حالات میں یہ بجٹ پیش کیا ہے یہ انہیں کا حصہ تھا ۔ حضور والا ۔ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ پچھلے تین مہینوں میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی اور اس ملک کو تباہی کے کنارے پر لا کر کھڑا کیا گیا ۔ یہ ایک بہت بڑی بین الاقوامی سازش کا نتیجہ تھی جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ یہ ایک ایسا خوفناک کھیل کھیلا گیا ہے جس سے ملک کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی ہے ۔ اس بین الاقوامی سازش اور اس تصور اور اس ذہن کا آپ کو بھی اچھی طرح سے علم ہے ۔ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ ان تمام سازشوں کا کس جندہ پیشانی اور کس حوصلہ سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ حضور والا ! میں آپ کی وساطت سے اس ایوان میں آج یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہ خوفناک ہولی اس لیئے کھیلی گئی کہ انہوں نے چند لوگوں کے ناپاک گٹھ جوڑ کی نوازش کی ۔ سربراہی کی اور وہ لوگ جنہوں نے قائد اعظم کی مخالفت کی ۔ جنہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی ۔ جو آج تک پاکستان کے قیام کو تسلیم نہ کر سکے وہ لوگ جنہوں نے 1944ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی مخالفت کی اور جنہوں نے اس کے بعد فرنٹیئر کے ریفرنڈم میں پاکستان کے قیام کی مخالفت کی ۔ وہی لوگ آج یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سچے تھے اور مسلم لیگ جھوٹی تھی ۔ وہ پاکستان کا قیام چاہتے ہی نہ تھے ۔ در اصل یہ سوشلسٹ مسلمان آزاد ہندوستان چاہتے تھے ۔ یہ وہ سازش تھی جو انہوں نے امریکہ سے مل کر کی تھی ۔ جیسے کہ میرے قائد نے 28 اپریل کو قومی اسمبلی میں واشگاف الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ یہ دیسی سازش نہ تھی ۔ یہ ولائتی

سازش تھی ۔ ہمارا گناہ یہ تھا کہ ہم اپنے وسائل سے ری پروسسنگ پلانٹ لگانا چاہتے تھے ۔ حضور والا ! آپ کو یاد ہوگا کہ جمی کارٹر نے اپنی الیکشن مہم کے دوران یہ کہا تھا کہ اگر میں اور میری پارٹی جیت گئی تو میں فرانس کو مجبور کروں گا کہ وہ پاکستان کے ہاتھ ری پروسسنگ پلانٹ فروخت نہ کرے اور میں پاکستان کو مجبور کروں گا کہ وہ ری پروسسنگ پلانٹ لگانے کا ارادہ ترک کر دے ۔ حضور والا! اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر ہم اپنے وسائل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں اگر ہم اپنے برادر مسلمان ممالک کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امریکہ اور جمی کارٹر کو کیا تکلیف ہے اگر ہم اپنی طاقت سے اپنے وسائل سے پھلیں پھولیں اور ترقی کریں حضور والا! بھی نہیں مجھے مزید کہنے کی اجازت دیجئے کہ بیچ کا چکر یہ ہوا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو نے ایک تیسری دنیا کا تصور دیا ۔ حضور والا! یہ تو اپنی دونوں بڑی طاقتوں کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اپنی Supremacy میں لگے ہوئے ہیں کہ میں سبقت لے جاؤں گا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں سبقت لے جاؤں ۔ جب مسٹر بھٹو نے 75 فیصدی ممالک کو تیسری دنیا کا تصور دیا تو انہیں یہ بات ناگوار گذری ۔ انہوں نے کہا کہ یہ ایک اور شخص پیدا ہو گیا ہے جو تیسری دنیا کی سربراہی کر سکتا ہے ۔ حضور والا! مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ ایک ایسی چال سازش تھی جس سے ہم اللہ کے فضل سے کسی حد تک نکل چکے ہیں ۔ میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے مذاکرات کو کامیاب کرنے کے لیئے ، اس ملک کے عوام کے لئے اس ملک کی معشیت کو بچانے کے لیئے اور اس ملک کی خدمت کے لیے جو فیصلہ کیا وہ ہمارے لیے خوش آئند ہے اور ہم اس کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ شاید کوئی اور شخص ایسا کرنے کے قابل نہ تھا ۔ حضور والا! ان تمام باتوں کے باوجود جن نامساعد حالات میں وزیر خزانہ نے یہ بجٹ پیش کیا ہے یہ بہت قابل تحسین ہے ۔ حضور والا ! اس صوبے کی معشیت کی بربادی کے بعد بھی انہوں نے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جس سے غریب عوام پر کوئی بوجھ پڑے ۔ حضور والا۔ جو ٹیکس لگائے گئے وہ اس قدر معمولی ہیں اور انکی نوعیت اس قدر غیر اہم ہے

کہ ان سے کسی پر بوجھ نہیں پڑتا ۔ انہوں نے موٹر وھیکل ٹیکٹ کے تحت ایک ٹیکس موٹر گاڑیوں پر لگایا ہے جس میں 25 فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ تو اس طبقے پر ٹیکس بڑھا دینا کوئی بڑی بات نہیں ۔ سینما پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ بھی اوپر کی کلاس پر لگایا گیا ہے ۔ غریب عوام پر نہیں لگایا گیا ۔ اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ حضور والا ۔ اس کے علاوہ انہوں نے زراعت پر جو ٹیکس لگایا ہے مجھے اس پر تھوڑا سا اعتراض تھا اس لئے کہ پہلے ہی زمیندار بڑے ٹیکسوں کے نیچے دب گئے ہیں ۔ ان پر پہلے ہی بہت سے ٹیکس عائد کئے جا چکے ہیں ۔ ان کے سر پر پہلے ہی لوکل ریٹ کا بوجھ ہے ۔ اگر یہ ٹیکس واپس لے لیا جاتا تو بہتر ہوتا لیکن پھر بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا نوٹس لیا جائے یا جس پر کوئی اعتراض کیا جائے ۔ حضور والا! ان حالات میں غیر ترقیاتی اخراجات میں 3 فیصد کمی بھی ایک نہایت گراں قدر کارنامہ ہے ۔ اس پر میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ ایسا کارنامہ کیا ہے جس سے اس ملک کی معیشت پر بڑا اچھا اثر پڑے گا ۔ حضور والا! یہ بلند و بالا عمارات یہ گرم اور سرد رکھنے والے ایئر کنڈیشن اور دیگر ایسی چیزوں سے اجتناب کر کے اپنی معیشت مضبوط کر دینا اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے حضور والا! میں ڈاکٹر صاحب سے کہوں گا کہ اگر وہ اس سے بھی زیادہ کچھ اور آگے بڑھ جاتے تو زیادہ اچھا ہوتا ۔ کچھ ایسے محکمے ہیں جو سوائے سفید ہاتھی کے اور کچھ نہیں ۔ مجھے بتائیں کہ محکمہ انسداد ملیریا نے کیا کام کیا ہے ۔ یہ پراجیکٹ سب سے پہلے 1962ء میں ضلع شیخوپورہ میں شروع کیا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ پانچ سالوں کے اندر اندر اس ضلع سے ملیریا ختم ہو جائے گا اور کوئی مچھر نہ رہے گا ۔ حضور والا! آج بھی آپ دیکھ لیں کہ وہاں ملیریا کے مریض پڑے ہوئے ہیں اور رات کو مچھر لوگوں کو سونے نہیں دیتا ۔ بے انتہا روپیہ اس محکمے پر خرچ ہوا اور ضائع ہوا جس کا کوئی تسلی بخش نتیجہ نہ نکلا ۔ حضور والا! مجھے اجازت دیجئے اور بتائیے کہ محکمہ فیملی پلاننگ نے کیا کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کاغذی کارروائی کی اور وہ جعلی اعداد و شمار دیتے رہے ۔ انہوں نے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ۔ اس کے علاوہ اس محکمہ

نے اور کوئی کام نہیں کیا ۔ حضور والا! ایک محکمہ تعلیم بالغاں کا ہے ۔اس پر بھی بے پناہ روپیہ ضائع ہو رہا ہے ۔ اسی طرح جنگلات اور ماہی پروری پر بھی پیسہ ضائع ہو رہا ہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ محکمے کون سی گراں قدر خدمات اس ملک کے لیے اور اس صوبے کے لیئے انجام دے رہے ہیں ۔ ان تمام محکمہ جات کو ختم کر کے ایک ریسرچ مرکز قائم کرنا چاہیئے اور ایسے نتائج اخذ کرنے چاہئیں جن سے ان محکموں پر مزید پیسہ ضائع نہ ہو ۔حضور والا! جیسے کہ مجھ سے پہلے ایک فاضل دوست نے ایل ڈی اے کا ذکر کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ لاہور ایک ایسا شہر ہے کہ جو ہمارے لیئے ایک (Show piece) ہے جو پنجاب کی ثقافت اور تاریخ کا آئینہ دار ہے ۔ اگر آپ اس شہر کو خوبصورت بنانے میں لگے ہوئے ہیں تو کون سی زیادتی ہو گئی ہے؟ میں وزیر اعلیٰ کو مبارک باد کہتا ہوں کہ انہوں نے ذاتی طور پر اس محکمے کی نگرانی کی اور مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ خود چکر لگاتے رہے اور انہوں نے اس شہر کو خوبصورت بنانے کے لیئے ہدایات ہی نہیں دی بلکہ مجھے یاد ہے کہ ایک زمانے میں ان کی بیگم صاحبہ بھی سڑکوں پر پھرتی رہیں اور خود ہدایات دیتی رہیں اور کہتی رہیں کہ اس شہر کو خوبصورت بنایا جائے ٹھیک ہے کسی چیز کو خوبصورت بنانے کے لیئے پیسے ضرور خرچ ہوتے ہیں ۔ اگر ہم کہیں کہ ہمیں پیسہ خرچ نہیں کرنا چاہیئے تو اس سے کام نہیں ہو سکتا ۔ تو ایسے محکمے پر جو گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے اعتراض کرنا بڑی زیادتی ہو گی ۔

حضور والا! میرا تعلق ایسے علاقے سے ہے جو بڑا مظلوم ہے جس کو سکارپ کا علاقہ کہا جاتا ہے ۔ یہ سکارپ نمبر ایک کا علاقہ جس کے متعلق کہا گیا کہ وہاں بڑی ترقی ہوئی ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ علاقہ نہایت ہی مظلوم ہے ۔ اس کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئی ہیں ۔ جو ترقی کا کام وہاں ہوا ہے یہ زیادتیاں اس سے کہیں زیادہ ہیں حضور والا! مجھے اجازت دیجیئے کہ میں ایوان کو یہ بتاؤں کہ آج بھی اس علاقے میں آبیانہ کی شرح باقی علاقوں سے دوگنی ہے ۔ اگر لائل پور میں ایک فصل پر 40 روپے ہے تو شیخوپورہ اور ساہیوال کے علاقوں میں اسی فصل پر 80 روپے دینے پڑتے ہیں ۔حضور والا! آپ بتائیں کہ اس علاقے سے یہ کس قدر

زیادتی ہو رہی ہے۔ حضور والا! وہاں کئی جگہوں پر بجلی نہیں آتی اور جہاں بجلی ہے وہاں آپریٹر تنگ کرتے ہیں اور ٹیوب ویل بند ہو جاتے ہیں۔ فصل کی کاشت ختم ہو جاتی ہے لیکن ٹیوب ویل نہیں چلتے۔ اگر انہیں چار پیسے دے دیئے جائیں تو ٹیوب ویل چل جاتے ہیں۔ اگر نہ دیئے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں تار جلی ہوئی ہے۔ ہماری موٹر جلی ہوئی ہے۔ ہمارا یہ خراب ہے۔ ہمارا وہ خراب ہے۔ محکمے کے پاس فنڈ نہیں ہیں۔ محکمے کے پاس آپریٹر نہیں ہیں۔ محکمے کے پاس ٹرانسفارمر نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا جب ہم روپیہ اکٹھا کر کے دیتے ہیں تو ایک دم وہاں ٹیوب ویل کیسے چالو ہو جاتا ہے حضور والا! اس کے علاوہ اور زیادتی ہوتی ہے چند زمیندار جو پیپلز پارٹی کے منشور کے خلاف ہیں۔ انہوں نے افسران سے ساز باز کر کے ٹیوب ویل اپنے لگوا لیئے ہیں تاکہ وہ لوگ دو گنے مالیئے سے بچ جائیں اور گورنمنٹ سے سبسڈی لے کر اپنے ٹیوب ویل لگا کر نہ صرف اپنی زمینیں سیراب کر لیں بلکہ والٹر پانی غریب لوگوں میں بیچیں۔ حضور والا! میں Specific Instance عرض کرتا ہوں کہ شاہ کوٹ 56 کو محض اس لیئے بند کیا گیا کہ ایک زمیندار کو اس کا فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔ اسے مالیئے سے بچانا مقصود ہے۔ اس کو اس لیئے بند کروایا گیا کہ یہ Brackish and saline ہے۔ میں مانتا ہوں کہ وہاں پر ٹیوب ویل کا پانی Saline ہے۔ میں نے پہلے بھی اس معزز ایوان میں عرض کیا تھا کہ ٹیوب ویلوں سے جہاں فائدہ پہنچا ہے۔ وہاں پانی کی سطح نیچے بھی چلی گئی ہے اور یہ نقصان بھی پہنچا ہے کہ Saline water کی وجہ سے زمین خشک ہو گئی ہے۔ حضور والا! مجھے یاد ہے کہ 1962-63ء میں زرعی یونیورسٹی نے مانانوالا میں ایک کپاس کا فارم بنایا تھا جس کی اوسط Yield پندرہ سے بیس من تھی جو اب کم ہو کر دو سے پانچ من تک رہ گئی تھی۔ یہ صرف Brackish and saline water کی وجہ سے زمینوں پر ہونے والے اثرات کا نتیجہ ہے۔ یہ Saline water صرف مونجی کی کاشت کے لیئے اور کماد اور گندم کے لیئے مفید ہے۔ حضور والا! جہاں تک گندم کا تعلق ہے میں مانتا ہوں کہ گندم کے میدان میں بے پناہ کام ہوا اور اس کی yield میں گراں قدر اور خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ حضور والا! جہاں تک کپاس کا تعلق ہے۔ زر مبادلہ کمانے والی یہ فصل اس صوبے سے ختم ہوتی جا

رہی ہے۔ یہ ایریل سپرے کرتے ہیں ۔ لیکن اس سپرے کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس کی بجائے جراثیم کش ادویات سبسڈائزڈ ریٹوں پر زمیندار کو بیچیں اور وہ خود سپرے کریں تو میرا خیال ہے کہ بڑا خاطر خواہ نتیجہ اس سے نکلے گا ۔ حضور والا! ٹیوب ویل خراب ہو جاتے ہیں ۔ تین تین سال سے خراب پڑے ہیں لیکن مالیہ ان سے اسی طرح وصول کیا جاتا ہے۔ یہ میں on the floor of the House اعلان کرتا ہوں ۔ وزیر متعلقہ اس کی تحقیقات کروا لیں کہ جو ٹیوب ویل تین سال سے خراب ہیں کیا ان کی کسی بھی فصل سے مالیہ معاف ہوا ہے؟ یہ اس علاقے کے ساتھ سب سے بڑی زیادتی ہے۔

حضور والا! اب میں اس علاقے کی تعلیم کی طرف آتا ہوں ۔ بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ علاقہ پچھلے پانچ سال سے نظر انداز ہو رہا ہے۔ میں اپنے سابق ممبر سے گلہ تو نہیں کرتا ۔ ان کی شکایت تو نہیں کرتا ۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس علاقے کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک ہوا ۔ سارے علاقے میں ایک ہی انٹر کالج ہے جو اپنی مدد آپ کے تحت بنا تھا ۔ بعد میں نیشنلائز ہونے سے حکومت نے لے لیا ۔ وہ شاہ کوٹ کا انٹر کالج ہے۔ آج پندرہ سال ہو رہے ہیں اس کی نہ کوئی بلڈنگ بنی ہے۔ نہ اسے ایک پیسہ ایڈ کا دیا گیا ہے اور نہ کسی کو یہ توفیق ہوئی کہ اسے انٹر سے ڈگری کالج کر دیا جائے ۔ حضور والا! ایک مانانوالہ کو ہی لے لیں ۔ میرے گاؤں میں ہائی سکول ہے۔ وہاں بارہ سو۔ چودہ سو۔ اٹھارہ سو تک طلباء کی تعداد ہے۔ علاقے میں دور دور تک کوئی کالج نہیں ہے۔ کسی کو ہمت نہیں ہوئی ۔ کسی کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ اگرچہ اس علاقے کی نمائندگی ٹھیک طور سے نہیں ہو رہی کم از کم اسے ایک انٹر کالج تو دے دیا جائے ۔ حضور والا! وہاں لڑکیوں کا سکول ہے۔ لڑکیاں کھلے میدان میں بیٹھی ہیں ۔ ان کے پاس کمرے نہیں ہیں ۔ یہ میں صرف ایک سکول کا ذکر نہیں کرتا بلکہ میرے پورے علاقے میں ایسے سکول ہیں جہاں ایک کمرہ تک بھی موجود نہیں ۔ وہاں بچے باہر یا پھر درختوں کے سائے میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں ۔ ماسٹر صاحبان کی تو رہت ہی الگ ہے۔ ان کا دل چاہے تو آئیں دل چاہے تو نہ آئیں ۔

(2) (1140)

حضور والا! بہت سے اور بھی منصوبے ہیں مثلاً پہلا ورکس پروگرام۔ سکیمیں بنتی ہیں اور کاغذات میں ان پر عمل درآمد بھی ہو جاتا ہے لیکن وہ نافذ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ ناقص کام ہوتے ہیں۔ مانانوالہ میں پچھلے ڈیڑھ سال سے واٹر ورکس بنا ہوا ہے۔ اس کی نالیاں تک بچھا دی گئی ہیں۔ ڈیڑھ سال سے اس ٹیوب ویل کو اس لئے چالو نہیں کیا گیا کہ پائپ اس قدر ناقص ہیں کہ جب پانی چلتا ہے تو ان سے باہر نکل جاتا ہے اور گلیاں Flooded ہو جاتی ہیں۔ کسی نے آج تک توجہ نہیں کی کہ گورنمنٹ کا اس قدر اس پر پیسہ ضائع ہوا۔ کسی نے آج تک نہ اس کی انکوائری کی اور نہ اس طرف توجہ کی۔ وزیر موصوف بد قسمتی سے اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ اگر وہ اس پر توجہ دیں تو یہ ان کے لئے ہی نہیں بلکہ ہماری جماعت۔ ہماری پارٹی کے لئے بھی بڑا مفید ہو گا۔ ہمیں کل گلی گلی۔ سڑک سڑک اور گاؤں گاؤں جا کر ووٹ مانگنے ہیں۔ لوگوں نے ہم سے حساب مانگنا ہے کہ بتاؤ تم نے اسمبلی میں جا کر کیا کیا؟ ہم نے آگے بھی آپ کو منتخب کیا تھا۔ آگے بھی آپ اسمبلیوں میں تھے۔ آپ نے کیا کام کیا؟ اب آپ کس منہ سے ہمارے پاس آئے ہیں؟ یہ کام صرف انفرادی نہیں ہیں۔ پارٹی کی بھلائی اور بہتری کیلئے ضروری ہے کہ ہم اس قسم کے کام کریں جس سے لوگ علاقے میں کچھ اطمینان کا سانس لے سکیں اور یہ سمجھ سکیں کہ ہماری عوامی حکومت ہمارے لئے کام کر رہی ہے۔

حضور والا! ہائی وے کو لے لیجئے۔ اب میں کیا ذکر کروں۔ شاہ کوٹ سے لائل پور تک جو سڑک ہے۔ وہ محکمہ ہائی وے کی دھاندلیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (نعرہ تحسین۔) ایک سال ہو گیا۔ سیلاب سے وہ تباہ ہو گئی۔ وہاں بے شمار روپیہ ضائع کیا گیا۔ ریت اور مٹی ڈال کر ضائع کیا گیا۔ لیکن آج تک وہاں کوئی کام نہیں ہوا۔ آج بھی جس نے اپنی گاڑیوں کے ٹائر خراب کرنے ہوں وہ اس سڑک سے سفر کرے۔ جنہوں نے دو سے تین گھنٹوں میں لائل پور پہنچنا ہے۔ وہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے ہیں اور انہیں پتا ہے کہ وہاں کیا حالت ہو رہی ہے اور محکمہ ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ جناب والا! یہ تو ہائی وے کا ذکر ہے۔ دوسری چھوٹی سڑکوں کو لے لیجئے۔ ایک سڑک مانانوالہ سے ننکانہ تک بنی ہوئی ہے۔ سال ہو گیا ہے کسی نے اس پر مٹی بھی نہیں ڈالی کیا مجال جو اس

پر تانگہ بھی چل سکے ۔ ایک اور سڑک مانانوالہ سے بن جاتی ہے ۔ اس پر بھی مٹی ڈالی گئی ۔ مٹی ڈال ڈال کر پسہ قائم کیا گیا ۔ اگر اسے پختہ کر دیتے تو لوگوں کو زحمت نہ اٹھانی پڑتی ۔ یہی حال مانانوالہ جوہڑکانہ روڈ کا ہے اور یہی حال مانانوالہ بھانوکے روڈ کا ہے ۔

حضور والا! اس علاقے میں غلہ منڈیوں کا اس قدر فقدان ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے زمینداروں کو سولہ کلو میٹر سے زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے جو ان کے بس میں نہیں ۔ آج تک کسی نے یہ توجہ نہیں دی کہ اس علاقے میں غلہ منڈیاں قائم کی جائیں ۔ میں زور دے کر کہوں گا کہ مانانوالہ شاہ کوٹ اور چوک بھلروال میں فوری طور پر غلہ منڈیاں بننی چاہئیں تاکہ اس علاقے کے زمینداروں کو فائدہ پہنچے ۔

جناب والا! ایک اور بڑا مسئلہ ہے ۔ آپ بھی ایک ایسے علاقے سے متعلق ہیں جہاں چاول پیدا ہوتا ہے ۔ میں بھی چاول پیدا کرنے والے علاقے سے آیا ہوں ۔ آپ نے دیکھا ہو گا ۔ آپ کو لوگوں نے اپنی تکالیف سے آگاہ کیا ہو گا ۔ ہم چاول پیدا تو کرتے ہیں لیکن جب ہمیں کھانے کے لئے یا اپنی ضروریات کے لئے چاول چاہیئے تو ہمارے پاس کوئی چکی نہیں ہوتی ۔ چکیاں تمام سر بمہر ہوئی ہوتی ہیں کیونکہ حکومت نے اپنا کوٹا خریدنا ہوتا ہے ۔ اس لئے لوگوں میں اس قدر بے چینی ہوتی ہے کہ وہ نہ کوئی ختم دلوا سکتے ہیں نہ کوئی شادی کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی اور کام میں چاول استعمال کر سکتے ہیں ۔ وہ مارے مارے پھرتے ہیں ۔ ان کی مونجی ان کے گھر میں پڑی ہوتی ہے لیکن انہیں چھڑنے کے لئے کوئی مشین میسر نہیں ہوتی ۔ جناب والا! یہ درست ہے کہ چاول ایک ایسی آئیٹم ہے جس سے زر مبادلہ کمایا جاتا ہے اور اس سے ملک کا بہت بڑا فائدہ ہے ۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ تجویز ہو جائے کہ جس وقت مونجی کی فصل آئے اس وقت کچھ مشینوں کو کھول دیا جائے تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی کے لئے چاول چھڑ لیں تو یہ نہایت موزوں اور مناسب ہو گا ۔

حضور والا! ایک اور مسئلہ ہے ۔ کھانڈ کی تقسیم کا جتنی چیخ و پکار آج کل ڈپوؤں پر ہو رہی ہے ۔ جتنی چیخ و پکار گاؤں میں چینی حاصل کرنے کے لئے ہو رہی ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ بیشتر معزز اراکین

دیہات سے آئے ہیں ۔ انہیں ان تکالیف کا علم ہے ۔ ہمیں کوئی ایسا منصوبہ تیار کرنا چاہیئے جس سے کھانڈ کی تقسیم کے نظام کا خاطر خواہ بندوبست ہو سکے ۔

حضور والا! اب میں محکمہ صحت کی طرف آتا ہوں ۔

مسٹر باسط جہانگیر ۔ پوائنٹ آف آرڈر سر ۔

جناب والا! بجٹ پر جو بحث ہو رہی ہے یہ نہایت ہی اہم ہے مگر مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ سوائے وزیر خزانہ صاحب کے تمام وزراء کی بنچیں خالی پڑی ہوئی ہیں ۔ ہمیں ان تقریروں سے کیا فائدہ حاصل ہو گا ؟ کون ان پر ہمدردانہ غور کرے گا ؟ میں آپ کی وساطت سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے وزراء صاحبان کو کم از کم تین چار دن کے لیئے تو دوسرے کام چھوڑ کر ایوان میں بیٹھنا چاہیئے ۔

وزیر خزانہ! جناب والا ۔ اس سے پہلے بھی آپ نے اس پر توجہ دلائی تھی ۔ میں نے وزیر اعلیٰ سے بھی کہا تھا میں اس پر عمل کروانے کی کوشش کروں گا ۔

Mr. Irshad Ahmad Khan : If the Minister takes the trouble of coming down to the House during these three/four days, we shall be grateful.

مسٹر سپیکر ۔ ڈاکٹر صاحب اس کے متعلق آپ نے ایوان کے جذبات تو سن ہی لیئے ہیں ۔ پہلے بھی آپ نے سنے تھے اور پہلے بھی میں نے گذارش کی تھی کہ فاضل وزراء صاحبان کو ایوان میں تشریف رکھنا چاہیئے ۔ یہ مسئلہ اب دوسری بار اٹھایا جا رہا ہے ۔ کل سے امید ہے فاضل وزراء ایوان میں موجود ہوں گے ۔

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ اس کا مناسب انتظام کیا جائے گا ۔

مسٹر سپیکر ۔ رانا صاحب آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں ۔

رانا افتخار احمد : جناب والا ۔ پچھلے چار سال سے ہماری ڈسپنسری میں ڈاکٹر تک موجود نہیں ہے ۔ دوائیوں کا فقدان ہے ۔ معمولی بیماریوں مثلاً سر

درد اور پیٹ درد کا بھی علاج نہیں ہو سکتا ۔ بامان والے ہسپتال میں چار سال سے ڈاکٹر تک موجود نہیں ہے ۔ تو میں اس کے لئے عرض کروں گا کہ۔

یہ دستور زبان بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

مسٹر سپیکر ۔ یہاں بہت سی زبانیں ہیں ایک زبان نہیں ہے۔

رانا افتخار احمد ۔ تو میں جناب والا ۔ یہ عرض کروں گا کہ وہاں ڈاکٹر کا بندوبست کیا جائے اس سے غریبوں کو فائدہ پہنچے گا ۔ اس کام سے ہماری پارٹی کو فائدہ پہنچے گا یہ لوگ پیپلز پارٹی کے حق میں جائیں گے اور جب ہم وہاں قائد عوام کے لئے ووٹ مانگنے جائیں گے تو وہ لوگ ہمیں ووٹ دیں گے ۔ میں یہ کہوں گا کہ لوگ کہتے ہیں " کل بھی بھٹو جیتا تھا اور آج بھی بھٹو جیتے گا" آج بھی جناب والا ۔ یہ نعرہ لوگوں کی زبان پر ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جناب والا ۔ آخر میں ، میں عرض کروں گا کہ جس طرح اب ہم اس ایوان میں آئے ہیں اسی طرح کل بھی ہم ہی اس ایوان میں آئیں گے ۔

Mr Muhammad Anwar Khan Tiwana (Sargodha): Sir, I thank you for affording me an opportunity to voice my feelings. At the very outset I would like to congratulate the learned Finance Minister for presenting a very balanced budget under the prevailing circumstances. We all know what the situation has been and my learned colleagues here in the House have amplified and revealed in greater details what the situation has been. Therefore, I shall not dwell at length on this subject but immediately go into the observations that I have made after reading the budget.

Sir, in this respect first of all I would revert to the field of education. It is heartening to know that the education sector has been the recipient of largest share in the public sector. Sir, more education means less illiteracy and consequently more literacy and therefore more educated individuals in our society It is here Sir, that we confront an enigma. The enigma Sir, is that from our educated lot many Master Degree holders, many Bachelor Degree holders and many other technical degree holders are going without jobs Sir, this is an acute problem. The learned Finance Minister has thought it fit, has deemed it fit to put a ban on fresh recruitment. Sir, I, in all humality, would request the hon'ble Finance Minister that he should remove the ban to liquidate the hardships of the educated children and of the poor masses. Sir, in this respect I submit that education for most of us is the best investment for one's children. But Sir, there is dearth of good institutions, of quality institutions of institutions of excellence. I would also urge on the floor of this House that necessary steps should be taken to prompt and help those people who would like to put up private institutions of excellence.

Sir, I fully realise the paucity of time and I also appreciate the wishes of my learned collegues who spoke on the floor of this House earlier. But Sir, I would only take a few more minutes in unfolding the miseries of the people of my constituency e. g., tehsil Khushab, Noorpur Thal area and the area of reverine tract on the right bank of river Jhelum in tehsil Khushab. The problems mostly relate to roads, health, distribution of state land and the menace of water-logging

First of all I take the the problem of roads Sir, from time immomorial, I can say for many decades a road was made which links a village called Aadipur to the heart of Noorpur Thal area, a city, called Noorpur Thal itself. This particular road stretches to a distance of sixty miles. Now, Sir, almost serveral decades ago this road was made but there is no maintenance and no repairs and if you were there now you will find instead huge sand dunes It is for this reason that officers of the district never visit this area of miseries It is lack of convenience that officers never go there and the areas are automatically negelected. I most fervently appeal to the hon'ble Minister for Communications that he may be kind enough to take personal, interest in the matter so that this road is made road-worthy, motorable, or jeepable or Busable. Sir, this is not a new problem. The road exists but it is buried under sand dunes. I hope that my prayer shall not go in vain. Secondly, there are approximately 100 villages situated on the right bank of river Jehlum in tehsil Koushab for which there is no road. Nothing at all. There are no means of communications. People have either to walk to the main road which is about twenty miles away or they have to borrow somebody's vehicles or if they are fortunate enough some private bus operators might use their buses for a few days for fear of breaking it.

Now Sir, I come to a very vital issue The issue of water-logging Sir, the Chashma Link Canal was built several years ago Sir, it does not provide any benefit to my area but it just passes through it and the course of construction of this canal has been that an area of approximately seven to eight hundred square miles has been water-logged We have been persistently bringing this matter to the notice of the authorities but in vain Sir, I appeal that this canal should be lined and additionally a SCARP for the reclamation of this area of 800 square miles should be planned and implemented.

If you had on opportunity to go there you would find that the Schools in villages are falling. During the last election, it is very pertinent to point out, in three schools about 3 to 4 feet water was standing and the buildings were falling We have been consistently appealing to the authorities concerned to do some-thing about it but nothing seems to have fallen on reasonable ears. We are constrained to high-light this point on the floor of the House so that the miseries of our people are revealed here. The river tract areas have been salined and water-logged for more than several years People have left those areas and the villages appear to be haunted They are ghost villages and there is no person to live in. Only women live there but the men had to leave their women, elders and children to go out in search of jobs to places outside the tehsil.

It is to point out that Tehsil Khushab is larger in area than other three Tehsils of the District put together. The total area of this Tehsil is approximately three thousand square miles but I am ashamed to admit that in my constituency, inhabited by 2,50,000 peoples, there is not a single MBBS Doctor. As my learned colleague from Sargodha has pointed out, people there often die before receiving any medical aid. I will humbly appeal to the honourable Minister for Health to make sure that in the Health Centre, where there is provision for a full-fledged doctor, an MBBS Doctor does get posted I would strongly request him to inquire why a Doctor is not posted there and

why a Doctor, after he is posted, does not stay there? Even though the Ministers concerned are not present here but I hope they are sitting in their chambers and these appeals are reaching their ears.

Lastly, I would be failing in my duty if I do not laud the efforts of the Prime Minister, Mr. Zulfikar Ali Bhutto for the achievement of the Atomic Reprocessing Plant. In this connection, I would say that the entire nation is grateful to the country of France for not backing-out of their promise.

In conclusion, I would thank you and the honourable members of this House to give me a patient hearing

مسٹر سپیکر ۔ مسٹر محمد عارف (چوہدری ایڈوکیٹ گوجرانوالہ) !

مسٹر محمد عارف چوہدری ۔ جناب والا ۔ گذشتہ ایک سال سے اس ملک میں جو حالات ہیں ان کے پیش نظر اور جو گذشتہ سیلاب آئے تھے ان کے پیش نظر اور اس سے پہلے انتخابات سے قبل اور بعد میں ، ملک اور عوامی حکومت کے خلاف جو ایک سازش برپا ہوئی تھی ۔ ان حالات ، ان تباہ کاریوں اور جملہ تکلیفوں کے پیش نظر وزیر خزانہ نے جس طرح سے ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا یہ حالات ایسے تھے اور ایسے لگتا تھا کہ بھرپور ٹیکس لگائے جائیں گے اور ڈیولپمنٹ پروگراموں پر زیادہ رقوم خرچ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگائے جائیں گے اور ڈیولپمنٹ کافی متاثر ہو گی ۔ لیکن جناب وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مخصوص طبقہ پر ٹیکس لگایا ہے جو کہ اس کا متحمل ہو سکتا ہے ۔ اس لئے میں یہ کہوں گا کہ اس سلسلے میں وہ زیادہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

جناب والا ۔ تعلیم کی مد پر ایک ارب 35 کروڑ اور 40 لاکھ روپے رکھ کر انہوں نے ایک مستحسن قدم اٹھایا ہے ۔ جناب والا جب ناخواندگی کو دور کیا جائے گا ۔ تعلیم پر زیادہ سے زیادہ رقم خرچ ہو گی تو اس ملک کے عوام زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ ہوں گے ۔ لیکن جیسا کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی میں کہا تھا کہ دو ایک اور انقلابی اقدام اٹھائے ہیں ۔ ایسے کام کرنے ہیں جن سے اس ملک کے غریب عوام کو فائدہ ہو گا ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ جب تک ناخواندگی دور نہیں ہو گی قائد عوام کے انقلابی پروگرام اور مشن کو عوام صحیح معنوں میں نہیں سمجھ سکیں گے ۔

جناب والا جس جگر حوصلہ اور بردباری سے قائد عوام نے بحران پر قابو پایا ہے اس کے لئے ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں ۔ اس سلسلے میں نہ صرف اس معزز ایوان کے ارکان بلکہ تمام صوبائی اسمبلیوں کے ارکان ۔ قومی اسمبلی کے ارکان اور تمام پاکستان پیپلز پارٹی کے ارکان اور غریب عوام قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہیں اور آئندہ انتخابات میں جیسا کہ میرے فاضل دوست نے ابھی ابھی کہا ہے کہ قائد عوام کی پارٹی آج بھی جیتی ہے کل بھی جیتے گی اور میں تو یہ کہوں گا کہ جس وقت تک قائد کی زندگی ہے ۔ غریب عوام اور انقلابی پروگرام کی حامل جماعت پاکستان پیپلز پارٹی جیتتی رہے گی ۔

جناب والا ۔ میرا تعلق گوجرانوالہ سے ہے ۔ جناب وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں چاول کی کاشت میں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ جناب والا ۔ ایک ریکارڈ تھا اور اس میں سب سے زیادہ حصہ گوجرانوالہ کا تھا ۔ جناب والا ۔ ہمارا ضلع ایک صنعتی ضلع ہے ۔ وہ صنعت میں سب سے آگے ہے اور زراعت میں بھی جناب والا ۔ پنجاب میں ہمارا دوسرا نمبر ہے ۔ جو فصل ہم کاشت کرتے ہیں اس سے تمام ملک کے لئے زر مبادلہ کماتے ہیں ۔ لیکن جناب والا ۔ ہمارے ضلع کو ترقیاتی پروگراموں کے لئے اسی تناسب سے رقم نہیں دی گئی ہے ۔ جناب والا ۔ اس فصل کو ایک بیماری 'رائس مورل' کی شکل میں لگتی ہے ۔ جس وقت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے گوجرانوالہ کا دورہ کیا تھا اس دورے کے دوران ہم نے انہیں کہا تھا کہ ایریل سپرے کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے کیوں کہ اس سے بیشتر کھیت رہ جاتے ہیں ۔ تو جناب والا ۔ اس 'رائس مورل' پر قابو پانے کے لئے چھوٹی مشینیں کاشتکاروں کو دی جائیں ۔ یا تو وہ سستے داموں انہیں مہیا کریں یا زراعت کے ملازموں کے ذریعہ دیں اور پنیری کی کاشت کے عرصہ سے لے کر ۔ چونکہ اب پنیری کی کاشت شروع ہو چکی ہے اور ادویات مہیا نہیں کی گئی ہیں لہذا پنیری کی کاشت سے لے کر برداشت تک اس بیماری کے انسداد کے لئے مناسب اقدام کریں ۔

دوسرے میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ آڑھتی، زمیندار اور کارخانہ دار، غریب کاشتکار کے خلاف ہیں ۔ اس لئے وہ تیل

لوائی اور دیگر لوازمات ان کو مہیا نہیں کر رہے ہیں ۔ جناب والا ۔ سینٹر سے آر ۔ این ۔ سی کو حکم ہوا ہے کہ ان کے لئے رقوم مہیا کریں ۔ لیکن ابھی تک ان کاشتکاروں کو کسی قسم کی لوائی یا ٹول یا دیگر اخراجات کے لئے کوئی رقم نہیں دی گئی ہے جس کے لئے میں یہ کہوں گا کہ اگر ان کی حوصلہ افزائی نہ کی گئی تو تمام فصل کا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے ۔

جناب والا ۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ میرا حلقہ نیابت تحصیل وزیر آباد ہے ، ہاں پر ایک سب سے مشہور اور سب سے اہم علی پور چٹھہ رسول نگر روڈ ہے ۔ اس سڑک کے پہلے 8 میل ڈسٹرکٹ کونسل کے پاس ہے ۔ باقی 14/12 میل محکمہ ہائی وے کے پاس ہیں پہلے آٹھ میل کا حصہ پریکٹیکلی ختم ہو چکا ہے ۔

جناب والا ۔ پہلے وزیر مواصلات جناب بریگیڈیر صاحب داد تھے ۔ ہم نے عرض کیا تھا تو انہوں نے ہماری موجودگی میں اس سڑک کو محکمہ ہائی ویز کے پاس Transfer کرنے کا اعلان فرمایا اور اس کے متعلق افسران کو حکم بھی دیا ۔ ہم یہ سمجھتے رہے کہ شاید وہ محکمہ ہائی ویز کے پاس چلی گئی ہے لیکن آج تک محکمہ ہائی ویز کے پاس نہیں گئی ۔ جناب والا ۔ یہ ناانصافی ہے کہ ایک ہی سڑک دو ٹکڑوں میں ہے ۔ 12 میل کا ٹکڑا محکمہ ہائی ویز کے پاس اور آٹھ میل کا دوسرا ٹکڑا ڈسٹرکٹ کونسل کے پاس ہے ۔ اس طرح اس سڑک کی افادیت ختم ہو جائے گی ۔ نہ اس کی مرمت ہو سکے گی اور نہ اس کی نگرانی ہو سکے گی ۔

جناب والا ۔ دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ علی پور چٹھہ میں ہسپتال تو ہے اور رسول نگر میں ہیلتھ سنٹر موجود ہے ۔ اسی طرح گھکھڑ اور سودھراں میں رورل ہیلتھ سنٹرز موجود ہیں اور لاکھوں روپے ان سنٹروں پر خرچ کئے گئے ہیں ۔ بیشمار عالی شان مکانات کوٹھیاں اور لان تعمیر کئے گئے ہیں لیکن ان تحصیلوں کے چاروں یا پانچوں ہسپتالوں میں ایک بھی لیڈی ڈاکٹر موجود نہیں ۔ جناب والا ۔ اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کے باوجود وہاں کے عوام طبی سہولتوں سے محروم ہیں ۔

جناب والا ۔ موضع رسول نگر جو 12-14 ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے کافی عرصہ سے وہاں پر ایک گرلز مڈل سکول ہے ۔ اس کے متعلق ہم بیشمار دفعہ وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کر چکے ہیں کہ اس کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے جناب والا ۔ لڑکوں کا ہائی سکول بھی موجود ہے جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ گرلز مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دینا انتہائی ضروری ہے کیونکہ وہاں سے وزیر آباد کا فاصلہ بیس میل ہے اور حافظ آباد بھی بیس-پچیس میل کے فاصلے پر ہے ۔ اس طرح گوجرانوالہ تیس میل کے فاصلے پر ہے ۔ اس لئے ان لڑکوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہائی سکول تک جانے کے لئے کوئی ذریعہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے ۔ تو جناب والا ۔ فاضل وزیر تعلیم سے میری گذارش ہے کہ اس سکول کو ہائی کا درجہ دینا ضروری ہے ۔

جناب والا ۔ ایک بہت اہم مسئلہ ہے جو کہ میں اس ایوان میں پیش کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں ۔ جناب والا ۔ وزیر مواصلات تو یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں میرے حلقہ میں نوکھر سے علی پور چھٹہ تک ایک سڑک منظور کی گئی تھی اور اس سڑک کا ارتھ ورک مثلاً پلیاں اور پل اور بیشتر کام ہو چکا ہے لیکن اب معلوم نہیں کہ اس کا کام کس وجہ سے روک دیا گیا ہے جبکہ اس سڑک پر لاکھوں روپے خرچ کئے جا چکے ہیں ۔ جناب والا ۔ وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے کہ آن گوئنگ (on-going) سکیمز کو ہم ضرور پورا کریں گے ۔ تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ وہ سڑک ہے جو آن گوئنگ (on-going) سکیم میں آتی ہے ۔ لہذا اس کو مکمل فرمایا جائے ۔

جناب والا ۔ گوجرانوالہ میں جب وزیر اعظم صاحب نے دورہ فرمایا تھا تو اس وقت ہمارے علاقے کے معزز ممبران اور بہت سے میرے فاضل دوست بھی موجود تھے اور انہوں نے عرض کیا تھا کہ جناب علی پور چھٹہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں گنے کے لئے را ۔ میٹریل (raw-material) مل سکتا ہے یعنی توڑی پرالی سر اور بیلا جو دریائے چناب کے آس پاس ہے ۔ اس میں کائی کی کاشت ہوتی ہے اور وہ اسقدر مل سکتا

ہے کہ اگر اس علاقے میں گتے یا کاغذ کا کارخانہ لگایا جائے تو اس سے زیادہ موزوں علاقہ پورے پنجاب میں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جناب والا ۔ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کیونکہ میں اس ٹیم کے ساتھ خود گیا تھا ۔ وزیر اعظم صاحب نے پرائم منسٹر ہاؤس میں جانے کے بعد احکامات صادر کئے اور انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے ایک ٹیم وہاں گئی انہوں نے سروے کیا تمام علاقے کو دیکھا تمام را ۔ میٹریل (raw-material) کی انہوں نے پرسٹیج لگائی ۔ تمام ضروری اقدامات کئے گئے اور انہوں نے یہ رپورٹ بھیجی کہ اس علاقے میں گتے یا کاغذ کی مل کا لگایا جانا انتہائی ضروری ہے اور یہ علاقہ رامیٹریل(raw-material) مہیا کر سکتا ہے ۔ جناب والا ۔ آج تک پتہ نہیں چل سکا کہ وہ سکیم کیوں ڈراپ (drop) کی گئی تو جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس سکیم کو نافذ کرنے کا بندوبست فرمایا جائے ۔

جناب والا ۔ پانچ مرلہ سکیم کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے۔ تو جناب والا ۔ میں صرف یہی عرض کروں گا کہ جو بڑے بڑے زمیندار ہیں یا جو بڑے بڑے جاگیردار ہیں وہ اس سکیم کو اس طریقے سے ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو رقبے اس سکیم کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں وہ پٹواری سے مل کر یا محکمہ مال کے کسی دوسرے افسر سے مل کر گاؤں سے دو ۔ تین میل کے فاصلے پر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو وہ رقبے الاٹ کرتے ہیں تو وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے ہمارے پاس آتے ہیں کہ وہاں اتنی دور ہم کیسے مکان بنائیں ۔ جو بے گھر لوگ ہیں وہ گاؤں سے دور جا کر کیسے آبادی بسائیں تو جناب والا ۔ ایسی جو سکیمیں بنائی جا رہی ہیں یا جو رقبے اس قسم کے حاصل ہو چکے ہیں ان کو بدل کر دیہات کے ساتھ یا قصبات کے ساتھ یا شہر سے ملحقہ رقبے لئے جائیں تاکہ اس سکیم سے صحیح افادیت ہو سکے ۔

جناب والا ۔ میرے علاقے میں چکان والا فارم ہے اور 370 ایکڑ جو مونجی کی فصل کاشت ہوتی ہے۔ وہ حکومت کا فارم ہے۔ اس میں پانچ

دیہات ہیں اور نہر لوئر چناب پر بھی خاصی آبادی ہے۔ اس علاقے کیلئے نہر لوئر چناب پر چھٹہ والی کے سامنے ایک ہی پل ہے جسے پنجابی میں گدون پل کہتے ہیں۔ نہ اس پر سے ٹریکٹر ٹرالی گذر سکتی ہے اور نہ اس پر سے ٹانگہ یا ریڑہ یا اس قسم کی کوئی ٹریفک گذر سکتی ہے۔ جناب والا۔ وہ گورنمنٹ کا فارم ہے۔ وہاں سے کروڑوں روپوں کی گورنمنٹ کو آمدنی ہوتی ہے اور اس گورنمنٹ کی اراضی کو غریب کسان کاشت کرتے ہیں۔ ان کو اور سہولتیں تو دی گئی ہیں مثلاً ڈسپنسری ہے۔ مڈل سکول ہے لیکن جناب والا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ نہر لوئر چناب کو پار کرنے کیلئے اور سٹیشن سے شہر اور دوسرے دیہات کو جانے کیلئے کوئی گذرگاہ نہیں ہے۔ اس پل کی توسیع کی جائے اس علاقے کا بہت اہم مسئلہ ہے اور وزیر آبپاشی سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اس کو زیر غور رکھیں اور اس پل کی توسیع کیلئے مناسب اقدام فرمائیں۔

جناب والا۔ میرے علاقے کا ایک اور اہم مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قادریہ بلوکی لنک کینال ہمارے علاقے میں دریائے چناب سے نکالی گئی ہے۔ اس لنک کو ایسے طریقے سے بنایا گیا ہے کہ پانی زمین پر سے نہیں گذرتا بلکہ پانی کو اونچا کر کے وہاں سے گذارا گیا ہے۔ جناب والا۔ اس کے دونوں اطراف چند مفصلات ہیں اگر زمین دوز پانی گذر رہا ہو تو وہاں سیم اور تھور نہیں ہو سکتی اس کے دونوں اطراف تحصیل حافظ آباد کے کچھ مفصلات ایسے بھی ہیں جو میرے فاضل دوست ملک فضل حسین صاحب کا حلقہ ہے۔ انہوں نے بھی مجھے یہ کہا تھا کہ یہ بوائنٹ آپ اٹھائیں کیونکہ یہ مشترکہ مطالبہ ہے۔ اس لئے جناب والا۔ اس کے دونوں اطراف جو مفصلات آتے ہیں وہ پانی کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے سیم اور تھور میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ جناب والا۔ وہاں سکارپ ایریا موجود ہے۔ وہاں ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں اور سکارپ کی سکیم وہاں جاری ہے۔ تو میں جناب والا۔ یہ عرض کروں گا کہ اس علاقے میں دونوں طرف ٹیوب ویل نصب کر کے اس علاقہ کو سیم اور تھور سے بچایا جائے تاکہ پانی کی سطح نیچے ہو سکے اور وہ اراضی بچائی جا سکے اور وہاں سے لوگ اپنی روزی حاصل کر کے زندگی بسر کر سکیں۔

جناب والا ۔ میری آخری عرض یہ ہے کہ علی پور چٹھہ ٹاؤن کمیٹی ہے اس کی کافی آبادی ہے۔ اس میں دو ۔ تین چاولوں کی منڈیاں ہیں ۔ بیس کارخانے ہیں اور وہاں پر کوئی بھی کالج آج تک قائم نہیں کیا جا سکا باوجود اس بات کے کہ بیشتر دفعہ یہ مطالبہ عوام کی جانب سے پیش کیا گیا تھا ۔ وہاں کوئی بھی قصبہ ایسا نہیں ہے جو 25 میل سے کم فاصلے پر ہو ۔ وہ تو سب ڈویژن وزیر آباد کا سب سے بڑا اہم قصبہ ہے۔ وہاں کی آبادی دیگر علاقوں کے مقابلے میں گنجان ہے۔ تو جناب والا ۔ وہاں پر کالج کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ میں جناب کی وساطت سے وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس علاقے میں کالج قائم کیا جائے ۔

آخر میں ، میں جناب والا ۔ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب نے ہمیں موقع دیا کہ ہم اپنے اپنے علاقے کے مسائل اس ایوان میں پیش کر سکیں اور وزراء کرام ، اور وزیر خزانہ صاحب اس پر خاطر خواہ توجہ فرمائیں ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ چونکہ وزراء کرام ، جن کے متعلق یہاں باتیں کی گئی ہیں ۔ یہاں موجود نہیں ہیں تو جناب والا ۔ یہ وزیر خزانہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہمارے جو مطالبات یہاں پیش کئے گئے ہیں وہ ان تک پہنچائیں کیونکہ انہوں نے یہاں بیٹھ کر یہ گوارا نہیں کیا کہ معزز اراکین کے مطالبات کو وہ خود سنتے اور ان کا کوئی مناسب انتظام فرماتے ۔

مسٹر سپیکر ۔ رائے محمد عالم خاں!

رائے محمد عالم خاں (بہاول نگر ۔ ے) جناب سپیکر جیسا کہ ہم سب پر عیاں ہے ۔ ان مشکل حالات میں اس سے بہتر وزیر خزانہ کی طرف سے بجٹ پیش کرنا انتہائی مشکل کام تھا کیونکہ اس سال سیلاب سے تباہی ہوئی ایجی ٹیشن سے الیکشن کے بعد جو حالات پیدا ہوئے وہ بھی سب پر عیاں ہیں ۔ الیکشن میں کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا اس بات پر بھی میرے دوستوں اور فاضل ممبران نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں اور ان کے اپنے ایک لیڈر نے بھی وہاں سے الیکشن لڑا اس کو علم ہے اس نے خود تسلیم کیا تھا کہ بہاول پور ضلع میں fair

الیکشن ہوئے ہیں ۔ وہاں کوئی دھاندلی نہیں ہوئی۔ میں یہاں تک کہوں گا کہ جس حلقے میں، میں نے الیکشن لڑا وہاں منچن آباد ٹمبو میں انہوں نے کچھ گڑ بڑ کی تھی لیکن ہم نے ان باتوں کے باوجود کہ ہم ایک انقلابی پارٹی تھے ۔ ہمیں الیکشن Campaign میں ایک تو پارٹی کو کامیاب کرانا تھا اور دوسرے ہمارا یہ بھی مقصد تھا اور اس مقصد میں ہم کامیاب ہوئے تھے ۔ کہ ہم مزارعین ۔ مزدوروں اور غریبوں کو ان کے حقوق بتا سکتے ۔ وہ ہم نے بتائے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس الیکشن میں کم از کم جو بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اپنے حقوق کا پتا چلنا تھا ان کو پتا چل گیا کہ ووٹ سے کس طرح مجبر چنے جاتے ہیں اور صحیح پارٹی کو کس طرح منتخب کر سکتے ہیں ۔ انہوں نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی پرواہ نہیں کی۔ بہر حال اس بات پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے ۔ میں یہ کہوں گا کہ اس انقلاب کے خلاف یہ ایک سازش تھی جو 1970ء میں قائد عوام اس ملک میں لایا ۔ سرمایہ دار اس انقلاب کو Counter revolution اور بیرونی سازش سے ختم کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ کے رحم و کرم سے اور ذوالفقار علی بھٹو کی ذہین قیادت سے یہ ملک بچ چکا ہے اور بیرونی سازش ناکام ہو چکی ہے اور آئندہ الیکشن میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ انشاء اللہ پیپلز پارٹی اس سے بھی بڑی اکثریت سے کامیاب ہو گی ۔ یہ سرمایہ دار اور جاگیردار ۔ یہ غلہ منڈی کے آڑھتی اس انقلاب کو ختم کرنے میں ناکام رہیں گے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک اس بجٹ کا تعلق ہے میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور میں مانتا ہوں کہ جو خسارہ 21 کروڑ 43 لاکھ کا دکھایا گیا ہے۔ ان حالات میں ایسے ہی ہو سکتا ہے ۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ یہ پی۔این۔اے والوں کی طرف سے ایک تحفہ ہے جو پنجاب کے عوام کو انہوں نے دیا ہے ۔ اگر وزیر خزانہ صاحب مناسب سمجھیں کہ Expenditure کو کنٹرول کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ خسارے کا بجٹ بھی (Surplus) بجٹ میں تبدیل ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں Expenditure میں کچھ آئٹم ایسے بھی ہیں جن کے اخراجات میں کمی کی جا سکتی ہے ۔ مثلاً جیسا کہ میں عرض کر رہا ہوں ۔ ملازمت پر اس بجٹ میں پابندی لگا دی گئی ہے ۔ میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے یہ عرض

کرنی چاہتا ہوں کہ کم از کم درجہ چہارم کے ملازمین پر یہ پابندی نہیں ہونی چاہئے اور ان کی تنخواہیں وغیرہ آسانی سے نان ڈویلپمنٹ بجٹ سے نکل سکتی ہیں ۔ مجھے چند دفتروں میں جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہاں ائیر کنڈیشن لگے ہوئے ہیں اور کارپٹ اس طرح بچھے ہوئے ہیں جو اسمبلی ہال میں بھی نظر نہیں آتے ۔ اگر ان ہاتھیوں کو دو چار سال کے لئے گذارش کی جائے کہ وہ ان چیزوں کو بند کر دیں وہ گھروں میں بھی تو ان کے بغیر رہتے ہیں تو وہاں بھی ایر کنڈیشن کے بغیر رہا جا سکتا ہے وہاں کارپٹ کے بغیر بھی رہا جا سکتا ہے پردوں کے بغیر بھی رہا جا سکتا ہے اگر وہ دو چار سال کے لئے صبر کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ چوکیداروں اور مزدوروں کی سال کی تنخواہیں آسانی سے نکل سکتی ہیں ۔ میری یہ ایک تجویز ہے۔ وزیر موصوف اگر مناسب سمجھیں تو کم از کم درجہ چہارم کے ملازمین پر یہ پابندی نہیں ہونی چاہئے ۔

جناب والا ۔ اس سال کے بجٹ میں 225 کروڑ روپیہ سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام کے لئے رکھا گیا ہے۔ میں اس بات پر وزیر خزانہ صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ اس میں کوشش یہی کی گئی ہے ۔ جیسا کہ ہماری پارٹی کا منشور بھی یہی تھا کہ دیہات میں رقم زیادہ خرچ کی جائے لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ دیہات میں کوئی خاص ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی ۔ وہ لوگ صحیح معنوں میں Produce کرتے ہیں ۔ اگر ان کو آبادی کے تناسب سے رقم دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ شہروں میں جو گنجان آبادیاں ہو رہی ہیں جو رہائش کی مشکلات درپیش ہیں اگر دیہاتیوں کو بھی وہی سہولتیں ملیں تو وہ شہروں کی طرف کم آئیں گے ۔ ایگریکلچر ڈویلپمنٹ بنک آف پاکستان میں پبلک ورکس پروگرام میں اس سال 34ء15 فیصد کی کمی کی گئی ہے۔ اس بجٹ میں وزیر خزانہ نے فارسٹری میں 8 فیصد پچھلے سال کی نسبت زیادہ رقم رکھی ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں ابھی میرے ایک فاضل دوست نے کہا تھا کہ صوبہ پنجاب کا عوام کیوں اتنا زیادہ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس کی بجائے اگر پیپلز ورکس پروگرام میں رقم رکھ دی جائے اور جو کمی دکھائی گئی ہے اسے ختم کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت مناسب ہوگا کیونکہ فارسٹری اور فشری کے محکموں نے آج تک صوبہ پنجاب میں

کوئی کارنامہ نجام نہیں دیا ۔ کم از کم اپنے ضلع میں میں نے دیکھا ہے کہ جتنے درخت کاٹے گئے ہیں جتنے برائے درخت تباہ کئے گئے ہیں اتنے آج تک تباہ نہیں ہوئے اور بجائے درخت لگانے کے لئے ان کی زیادہ (ratio) کاٹنے کی تھی ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ رورل ورکس پروگرام کے لئے سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام میں فارسٹ اور فشری کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے اس کو کم کر کے پیلز ورکس پروگرام میں زیادہ رقم رکھی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ عوام کو فائدہ ہو ۔ اس سے زیادہ ڈویلپمنٹ دیہات میں ہو گی ۔

جناب والا ۔ میں ایک اور گذارش کرنی چاہتا ہوں ۔ یونیورسٹی میں تعلیم کچھ محدود کی گئی ہے ۔ میں وزیر تعلیم سے یہ گذارش کرنی چاہتا ہوں کہ پرائیویٹ طلباء کے یونیورسٹی میں داخلے کے لئے جو پابندی لگائی گئی ہے یہ نہیں ہونی چاہئے کیونکہ غریب آدمی کا لڑکا ملازمت کے دوران گریجویشن کرتا ہے اس کو یونیورسٹی میں داخلہ نہیں ملتا ۔ اگر یہ پابندی ختم کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری پارٹی کے منشور کے عین مطابق ہو گا ۔ کیونکہ نئے گریجویٹ کو یونیورسٹی میں داخلہ ملتا ہے اگر یہ پابندی پرائیویٹ طلباء کے لئے بھی ختم کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ عین مناسب ہو گا ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد میں اپنے حلقہ کی طرف آتا ہوں ۔ بہاول پور ڈویژن میں جیسا کہ میرے فاضل دوست نے کہا ضلع بہاول پور سب سے زیادہ پسماندہ ضلع ہے ۔ اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ فورٹ عباس کے ساتھ ساتھ منچن آباد کی تحصیل بھی اس ضلع کی سب سے زیادہ پسماندہ تحصیل ہے تو مناسب ہوتا کیونکہ منچن آباد کے مقابلہ میں فورٹ عباس میں نہری پانی موجود ہے ۔ وہاں سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے اور آبادکار دن رات محنت کر کے فصلیں اگاتے ہیں ۔ اس کے مقابلہ میں منچن آباد میں کوئی 84 گاؤں ہیں وہاں بارانی رقبہ ہے ۔ کچھ نہری رقبہ بھی ہے جو شیشماہی ہے کچھ دریائی رقبہ ہے ۔ وہاں سیم نے تمام تحصیل کو تباہ کر رکھا ہے لیکن جب قائد عوام دورے پر گئے تو وہاں کے نمائندوں اور عوام نے کہا اور میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے عوام کی آواز

پر لٹکتا رہتا۔ وہاں سکاربہ سکیم بنی اور اگر یہ سکیم اسی طرح چلتی رہی
اسی رفتار سے چلتی رہی تو انشاء اللہ تحصیل منچن آباد میں سیم کا مسئلہ
حل ہو جائے گا۔ وزیر خزانہ کا میں شکریہ ادا کرتا کہ ہوں کہ تحصیل
منچن آباد کا ایک دیرینہ مسئلہ تھا اور وہ یہ تھا پاکپتن اور منچن آباد کے
درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ صرف بیس میل تھا۔ دونوں طرف سے کہ موجودہ
تھیں اور ہر دفعہ یہ کوشش کی جاتی تھی کہ وہاں کوئی کشتیوں کا پل بن
جاتا۔ لیکن اس بجٹ میں میں نے دیکھا کہ 20 لاکھ روپے کے قریب رقم جناب
وزیر خزانہ صاحب نے کشتیوں کا پل بنانے کے لئے رکھ دی ہے۔ بہر حال
میں گذارش کروں گا کہ یہ بہت اچھا قدم ہے اس سے ساہیوال۔ پاکپتن
اور منچن آباد کا درمیانی فاصلہ بہت کم ہو جائے گا۔ اگر آئندہ بجٹ میں
پختہ پل بنانے کی کوشش کریں تو اور بھی بہتر ہو گا۔ اس کے علاوہ
سڑکوں کے متعلق میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ تحصیل منچن آباد کے
بارڈر ایریا میں 84 گاؤں آباد ہیں جو بارانی رقبہ پر مشتمل ہیں۔ ان میں
جانے کے لئے آج تک کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہاں اگر پل بارے کا تا منڈی
صادق گنج پختہ سڑک بنا دی جائے۔ جو کہ گیارہ میل لگ بھگ ہے۔ تو
میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کے عوام کی صحیح معنوں میں حوصلہ افزائی ہو
گی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ غریب عوام ہمیشہ جناب
ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب ذوالفقار
علی بھٹو صاحب کے دور میں وہاں عوامی نہر نکالی گئی۔ اس سے
پہلے وہاں پانی دستیاب نہیں تھا۔ اس عوامی نہر کے نکالے جانے سے بھی
84 گاؤں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لہذا وہاں کے عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب
کی قیادت کے لئے دعا گو ہیں۔ اس لئے میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ
یہ بھی ان کا پرانا مطالبہ ہے جو کہ جائز مطالبہ ہے کہ پل بارے کا سے منڈی
صادق گنج تک (via) امروکا ایک پختہ سڑک بنا دی جائے۔ اس کے بعد
میں یہ عرض کروں گا کہ میرے ایک فاضل دوست نے کہا تھا کہ سڑکوں
کے لئے ضلع بہاولنگر میں بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔ اس پر وزیر موصوف
نے یہ کہا تھا کہ ان کا دعوے غلط ہے۔

جناب والا۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ ایک approved
سکیم ہے جو ضلع بہاولنگر کی تحصیل فورٹ عباس کے حلقے میں ہے یعنی

Construction of Road from Fort Abbas to Dahranwala via Yateemwala یہ 14 میل کی سڑک ہے جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ 1974ء میں اس مسئلہ پر یہاں بحث ہوئی تھی یہ سکیم 1975-76 میں approved ہوئی تھی اور 73 ہزار روپے کا اس کا estimate تھا 1975-76 میں صرف 7 لاکھ روپے رکھے گئے۔ اس کے بعد 1976-77 میں 10لاکھ روپے رکھے گئے اور اس دفعہ 5 لاکھ روپے کی رقم رکھ دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر جناب وزیر خزانہ مناسب سمجھیں اور اس کے لئے زیادہ رقوم رکھ دی جائیں تو بہت اچھا ہو گا کیونکہ وہاں کے لوگوں کا یہ بیس سال پرانا مطالبہ ہے۔ یہ تمام چکوک ٹیلوں پر واقع ہیں۔ یہاں سے کسی شہر کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ رقم 5 لاکھ روپے کی بجائے زیادہ کر دی جائے تو 14میل کی سڑک جو پانچ سال سے زیر تعمیر ہے جلد مکمل ہو سکتی ہے۔

جناب والا۔ اس کے علاوہ میں Low income Housing Scheme کے متعلق عرض کرنی چاہتا ہوں۔ جناب والا۔ Annual Development Programme میں یہ منصوبہ دیا گیا ہے۔ وزیر محترم جو ہاؤسنگ سے متعلق ہیں اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ کاش وہ اس وقت تشریف رکھتے اور میں ان کو point out کرتا کہ اے ڈی پی میں ہارون آباد ہاؤسنگ سکیم کے لئے 1975-76ء میں 8 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی اور 1976-77ء میں 20 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی۔ جناب والا۔ آپ کی وساطت سے میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جو رقم 1975-76ء میں رکھی گئی تھی اور جو 1976-77 میں 20 لاکھ کی رقم رکھی گئی ان میں سے آج تک وہاں ایک آنہ بھی خرچ نہیں ہوا۔ وہاں آج تک جگہ کا تعین نہیں ہو سکا۔ جناب والا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ میں نے سنا ہے اور تصدیق بھی کی ہے کہ ہارون آباد کالونی کے لئے رقبے کی نوٹیفیکیشن دو سال پہلے ہو چکی ہے اور اس کے لئے ہر سال رقم رکھی جاتی ہے۔ لیکن لینڈ اونر جو کہ وہاں با اثر آدمی ہے کبھی ہائی کورٹ سے stay لیتا ہے کبھی ڈیپارٹمنٹ والوں سے ملتا ہے اور آج تک اس رقبے کو hand over کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میں یہ سمجھتا

ہوں کہ وہ آبادکاروں کا علاقہ ہے۔ وہاں دوسری جگہوں کی نسبت accommodation کا بہت بڑا problem ہے۔ جناب والا ۔ میری گذارش ہے کہ وزیر ہاؤسنگ صاحب ذرا اس بات کی انکوائری کر لیں کیونکہ ہر سال اتنا بجٹ ایسے پسماندہ ضلع کے لئے lapse ہونا میں سمجھتا ہوں ظلم ہے 20 لاکھ روپے 1976-77 میں رکھے گئے اور 8 لاکھ روپے 1974-75ء میں رکھے گئے لیکن آج تک وہاں کالونی نہیں بن سکی حالانکہ وہاں پارٹی کی طرف سے اور وہاں کے نمائندوں کی طرف سے قراردادیں پاس ہوئیں اور وزیر ہاؤسنگ جناب رئیس شبیر احمد وہاں موقع پر تشریف لے گئے لیکن وہاں کے لوگوں کے اس جائز مطالبہ کی آج تک شنوائی نہیں ہوئی میں سمجھتا ہوں کہ اگر وزیر خزانہ نوٹ فرما لیں تو اس سے ہماری پارٹی کی بھی بہتری ہو گی اور عوام کے مسائل بھی حل ہوں گے۔

Mr. Speaker : Please try to conclude now.

Yes, Sir, I am concluding now. ۔ رائے محمد عالم خاں

جناب والا ۔ وہ بڑی پسماندہ تحصیل ہے۔ اس کے علاوہ Basic Health Centre کے لئے وزیر خزانہ صاحب نے بہاولپور کے لئے 22 یونٹ رکھے ہیں ۔ اگر وزیر خزانہ بہاولپور کے ہیلتھ ڈائریکٹر صاحب کو کہہ دیں کہ منچن آباد تحصیل میں آج تک کوئی ہیلتھ یونٹ قائم نہیں کیا گیا لہذا ان چکوک کے لئے اہروکا سٹیشن کے مقام پر ایک ہیلتھ یونٹ بنا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کے عوام کو طبی سہولتیں میسر ہو جائیں گی ورنہ جناب اس سلسلے میں ہمیں چالیس میل کے فاصلے پر منچن آباد یا بہاولنگر آنا پڑتا ہے۔ لہذا وہاں ہیلتھ یونٹ کا قائم کیا جانا انتہائی ضروری ہے۔

جناب والا ۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے وہاں ایک عوامی نہر بھی کھدوائی جا چکی ہے لیکن ابھی اس میں پانی جاری نہیں ہوا۔ جناب والا ۔ اس پر چالیس گاؤں آباد ہیں ۔ اگر مہربانی کریں تو اس کام کو expedite کر کے اس نہر میں پانی جاری کرایا جائے ۔ اس سے وہاں کے لوگ خوشحال ہوں گے اور ملک بھی خوشحال ہو جائے گا ۔

جناب والا ۔ ایک اور بات میں عرض کر رہا تھا کہ تحصیل منچن آباد میں منڈی صادق گنج ایک مقام ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اسے سب تحصیل بنانے کے لئے مسل بن کر آئی ہوئی ہے۔ اگر اس کو سب تحصیل کا درجہ دے دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو بیکانیر کے ساتھ چکوک ہیں ، جہاں کے لوگوں کو منچن آباد جانے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے۔ ان کے لئے یہ سب تحصیل بن جانے سے کافی فائدہ ہو گا اور وہ سب تحصیل میں ہی اپنے لوگوں کے مسائل کر حل سکیں گے ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد محکمہ نہر کا بہت اہم مسئلہ ہے جس کے متعلق قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے سامنے عرض کی گئی تھی کہ اس نہر کے فور ون ہیڈ پر ایک ہڈی والا پل ہے۔ اگر اس پر گیٹ لگا دئیے جائیں تو تین نہریں وہاں سے پانی لے سکتی ہیں کیونکہ اگر وہاں نہر میں پانی کی تھوڑی سی کمی آجائے تو ان نہروں میں پانی نہیں چلتا ۔ Gate Way بنانے کے سلسلے میں مسل ایکس ای این اور چیف انجنیر یعنی سب کی recommendation کے ساتھ 5 دسمبر سے سیکرٹری اریگیشن کے پاس پڑی ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی ہے کہ وہ مسل وہاں سے نکل جائے مگر ابھی تک اس سلسلے میں ہمیں کوئی خبر نہیں ملی ۔ جناب والا ۔ اگر اس ہڈی پل پر گیٹ وے بن جائیں تو وہاں سے تین نہریں پانی لیں گی اور کم از کم 32 دیہات کو فائدہ پہنچے گا ۔ اس لئے جناب میں آپ کے توسط سے جناب وزیر خزانہ سے عرض کروں گا ۔ کیونکہ وزیر اریگیشن یہاں موجود نہیں ہیں ۔ وہ یہ بات نوٹ کریں اور اس پر خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ یہ ایک جائز مطالبہ ہے۔

جناب والا ۔ پچھلے چار سال میں کسی نہ کسی گاؤں یا پانچ یا دس چکوک کو بجلی ملی ہے لیکن بدقسمتی سے تحصیل منچن آباد میں کوئی ایسا چک نظر نہیں آیا جہاں بجلی دی گئی ہو۔ لہذا اس پر بھی خصوصی توجہ فرمائیں اور اس disparity کو کم از کم دور کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں آپ لاہور میں رقم لگائیں، ساہیوال میں جتنی مرضی ہو رقم لگائیں لیکن ضلع بہاولنگر میں بھی ضرور ایسے اقدامات کئے جائیں ۔ کیونکہ جناب والا ۔ ون یونٹ کے دور میں بہاولپور

ڈویژن کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور اس کو جناب قائد عوام نے خود تسلیم کیا تھا ۔ عوامی دور میں اس کو دور کرنے کی کافی کوشش کی گئی ہے ۔ اضلاع رحیم یار خاں اور بہاولپور کے ساتھ ساتھ اگر ضلع بہاولنگر کو بھی کچھ مراعات اور سڑکیں وغیرہ دی جائیں تو بہتر ہے ۔ جناب والا ۔ میں آخر میں جناب وزیر خزانہ کا شکر گذار ہوں کہ کم از کم وہ اس وقت اس معزز ایوان میں موجود ہیں اور ہماری گذارشات سن رہے ہیں ۔ کیا ہی بہتر ہوتا اگر دوسرے وزراء صاحبان بھی آج موجود ہوتے تاکہ ہم اپنے اپنے علاقوں کے جو بھی مسائل ہیں ان کے گوش گذار کر سکتے۔ میں مانتا ہوں کہ پنجاب کے وزرا اپنے اپنے کمروں میں بیٹھے کام کر رہے ہیں لیکن وہ بھی پنجاب کی نمائندگی کرتے ہیں میری عرض ہے کہ آئندہ اس بات کو ذہن میں رکھا جائے ۔

مسٹر سپیکر۔ میں ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ میرے پاس 31 ممبران کی فہرست موجود ہے جو بجٹ کی بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ اس وقت صرف ایک گھنٹہ بیس منٹ باقی ہیں اور ابھی تمام ممبران نے بولنا ہے ۔ کل کے لئے بھی دس ممبران نے اپنے نام لکھوا دیئے ہیں ۔ اس لئے اگر ایوان کی رائے ہو تو ہم آج بعد از دوپہر دوسری نشست کر لیں تاکہ تمام ممبران اظہار خیال کر سکیں ۔

مسٹر باسط جہانگیر۔ جناب والا ۔ وزرا کرام کو تاکید کی جائے کہ وہ شام کو ضرور تشریف لائیں کیونکہ اگر وزرا صاحبان یہاں موجود نہ ہوں تو ہماری تقاریر بے مقصد ہو جاتی ہیں ۔

Mr. Speaker : In the afternoon session the Ministers should attend.

سردار زادہ ظفر عباس ۔ اگر وزرا کرام یہاں پر موجود نہ ہوں تو ہماری تقاریر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر شام کے اجلاس میں بھی وہ یہاں موجود نہ ہوں تو اجلاس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

Mr. Speaker : We will suspend the proceedings till the Ministers are here. (Applause)

Yes, the Law Minister now.

وزیر قانون - جناب سپیکر - ہم میزانیہ 78-1977 پر غور کر رہے ہیں اور فاضل اراکین اپنے اپنے جذبات اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں - اس میزانیہ کو حقائق اور واقعات کے پس منظر میں دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی کابینہ اور خاص کر وزیر خزانہ صاحب نے جس محنت تدبر اور جس صلاحیت کا ثبوت دیا ہے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں - پچھلے سال سیلابوں کی وجہ سے، بارشوں کی وجہ سے، ملک پر ایک مصیبت ٹوٹی جو صرف ایک صوبہ تک محدود نہ تھی بلکہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں صورت حال نازک ہوگئی تھی لیکن قائد عوام کی قیادت میں اس مشکل دور پر قابو پایا گیا - انتخابات ہوئے -

مسٹر سپیکر - میں فاضل ممبران کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ فاضل وزراء سے توقع ہے کہ وہ شام کے سیشن میں تشریف لائیں گے لیکن میں ممبران سے ایک استدعا کروں گا کہ اور مجھے ان سے توقع ہے کہ وہ تقریر کرنے کے بعد ضرور تشریف رکھیں گے اور دوسرے اراکین کے خیالات کو بھی سنیں گے - اس لئے ممبران سے استدعا ہے کہ وہ زیادہ تعداد میں تشریف لائیں -

وزیر قانون - جناب والا - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مارچ کے جنرل انتخابات اس بات کی شہادت مہیا کرتے ہیں کہ قائد عوام اور پاکستان پیپلز پارٹی اس ملک میں جمہوری اقدار کی حامل ہے اور اس ملک میں جمہوریت کو پنپنے اور پھلنے پھولنے میں اپنی پوری کوشش کر رہی ہے انتخابات سے پہلے حزب اختلاف کا جو انداز تھا وہ ساری دنیا پر واضح ہے - ان کا استدلال تھا کہ وہ انتخابات جیت چکے ہیں اور 7 مارچ کے آنے سے قبل وہ ہم سے اقتدار چھین لیں گے لیکن 7 مارچ کو وہ عوام سے مایوس ہوئے اور انہوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا کہ اس ملک کے خوددار لوگ اور اس ملک کی اکثریت جو غریب عوام پر مشتمل ہے جو مزدوروں، کسانوں اور طالب علموں پر مشتمل ہے، انہوں نے حزب اختلاف کا ساتھ نہ دیا اس ملک کے محض بڑے بڑے تاجر یا بڑے بڑے سرمایہ دار یا اس ملک کے چند جاگیردار ان کے ساتھ ہیں - ان کو بڑی مایوسی ہوئی - انہوں نے جمہوری عمل پر ایمان رکھنے کی بجائے غیر جمہوری عمل کا اس ملک

میں آغاز کیا ۔ اس کے جو نتائج نکلے اس سے ساری دنیا آگاہ ہے۔ اس ملک کو جو معاشی صدمہ پہنچا ہے وہ ایسا صدمہ ہے جس کی تلافی کرنے کے لئے شب و روز محنت کرنا پڑے گی ۔ اس ملک کی پیداوار کو جو تین مہینوں میں نقصان پہنچا ہے اس کو پورا کرنا پڑے گا ۔ آپ کو اس میں خاص محنت کرنا پڑے گی ۔ اس ضمن میں سب سے استدعا کروں گا کہ وہ محنت کریں اور محنت سے جی نہ چرائیں کیونکہ ملک کی معشیت کو بہتر بنانے کے لئے ہم تحنت کے طلبگار ہیں ۔ محنت سے نہ بھاگیں ۔ اگر اس پس منظر میں اس میزانیہ کو دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میزانیہ ایسی فضا میں تیار ہوا ہے جس سے حکومت اور کوئی بھی پارٹی ہو اپنا سر فخر سے بلند کر سکتی ہے ۔ ان حالات کے باوجود قائد عوام اور پاکستان پیپلز پارٹی نے ایسے انقلابی اقدام کئے ہیں جن سے آمدنی میں کمی تو ہو گئی لیکن اس معاشرہ میں ایک بہت بڑی اصلاح ہو گئی۔ جوا، ریس اور شراب پر پابندی پاکستان پیپلز پارٹی کے انقلابی اقدام ہیں ۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بڑی اکثریت اور اس کے حامیوں کی اکثریت ان تینوں چیزوں جن پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اپنے لئے استعمال نہیں کرتی تھی کیونکہ غریب لوگ نہ شراب پی سکتے ہیں ، نہ گھوڑے پال سکتے ہیں اور نہ ہی جوا کھیلنے کی عیاشی کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی ان پر عملی طور پر پابند رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ جو ان پابندیوں کا مطالبہ کرتے تھے یا ان کے ساتھی جو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ وہی لوگ ان تمام چیزوں کے متحمل ہو سکتے ہیں ۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کا راستہ روک دیا گیا اور اب وہ نائٹ کلب (Night Clubs) کی راتیں روشن نہیں کر سکیں گے ۔ ریس کے گھوڑے نہیں پال سکیں گے ۔ جوئے کی مختلف صورتوں سے استفادہ نہیں کر سکیں گے ۔

جناب سپیکر ۔ اس طرح سے زرعی اصلاحات لینڈ ریونیو کا خاتمہ اور اس کے بجائے زرعی انکم ٹیکس کے نظام کا نفاذ یہ دو انقلابی اقدام ہیں۔ ان اقدام سے 25 فیصد آبپاشی اور 50 فیصد غیر آبپاشی اراضی پر مالیہ کی معافی، میں یہ سمجھتا ہوں۔ بہت بڑا معاشرتی انقلاب ہے ۔ سرخ فیتہ کی شکایت اور پٹواری کا بھی اس میں بہت بڑا رول ہے ۔ شکایت تو ہم ضرور کرتے ہیں کیونکہ

اس کے بغیر گذارہ نہیں ہے لیکن مالیہ کے خاتمہ سے اور زرعی انکم ٹیکس کے نظام سے میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک یہ شکایت دور ہو جائے گی اور ہماری دیہی آبادی جو اس سے نالاں ہے وہ اب آزادی محسوس کرے گی یہ بھی بہت بڑا قدم ہے۔

اسی طرح پانچ مرلہ کی وہ سکیم جس کے تحت دیہات میں بے زمین لوگوں کو عزت اور وقار دیئے جانے کا پروگرام بنایا گیا ہے، احترام دیئے جانے کا پروگرام بنایا گیا ہے تاکہ انہیں ان کی زمین کے مالکانہ حقوق حاصل ہوں۔ اب کوئی زمیندار، کوئی وڈیرہ، کوئی سردار اسے کان سے پکڑ کر، کسی ساتھی کو، کسی بے زمین//ہمسائے کو، کسی بے زمین دیہاتی کو اس کے دیہہ سے نہیں نکال سکے گا۔ اس کی بے عزتی نہیں کر سکے گا اور انہیں انسانیت کے احترام سے محروم نہ کر سکے گا۔ بالکل اسی طرح شہروں میں حکومت نے جو کچی آبادیوں کی سکیم بنائی ہے اس کے متعلق بھی اس میزانیئے میں اہتمام کیا گیا ہے کہ کچی آبادیوں کے مکینوں کو جلد از جلد ان کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں اور ان کے سروں پر جو تلوار لٹکتی رہتی ہے اس کو ہٹا دیا جائے تاکہ یہ لوگ بھی سکون کی زندگی بسر کر سکیں اور اپنے آپ کو بہت سی مجبوریوں اور پابندیوں سے آزاد سمجھ سکیں۔

جناب سپیکر! انتخابات میں پیپلز پارٹی کے منشور میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ پیپلز پارٹی نے اپنے پانچ سالہ عہد حکومت میں بہت سی انقلابی اصلاحات کی ہیں لیکن چند وجوہات کی بنا پر لوگوں کو ان سے پورا پورا فائدہ نہ پہنچ سکا۔ تو ہمارے اس منشور میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ جو بھی اصلاحات کی گئی ہیں ان کو consolidate کیا جائے گا۔ ملک سے رشوت ستانی ختم کی جائے گی، اقربا پروری ختم کی جائے گی اور لوگوں کو ان کی روز مرہ کی مشکلات سے نجات دلائی جائے گی۔ ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ پچھلے تین ماہ کے واقعات نے ہماری ان کوششوں میں رکاوٹ پیدا کی لیکن پاکستان کے عوام، پنجاب کے عوام اس کا مد باب کریں گے اور ان تمام کوششوں کو جو عوام کے خلاف ہوتی رہی ہیں۔ جن کے باعث قومی آمدنی بڑھنے کی بجائے ایک جگہ پر ساکت ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں کہ

اس ملک میں عزت کی زندگی بسر کرنا، امن قائم کرنا اپنے آپ کو غنڈوں سے بچانا اور ملک میں اس قسم کی فضا جس میں گھروں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ جس میں لوگوں کو پیٹا جاتا ہے۔ جس میں دہشت پھیلائی جاتی ہے لوگوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ لوگوں کے مکانات پر چھاپے لگائے جاتے ہیں۔ چٹھیاں بھیجی جاتی ہیں اور ٹیلیفون کئے جاتے ہیں کہ آج رات آپ کی باری ہے۔ اس ملک کے عوام یہ فیصلہ کر چکے ہیں اور قائد عوام کی قیادت میں کر چکے ہیں کہ ان تمام سرگرمیوں کو جو سماج دشمن عناصر سیاست کے روپ میں کر رہے ہیں، کا خاتمہ کر دیں گے اور آج ہمیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ قوم نے اس بات پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ تمام لوگ جو اس ملک میں تشدد کی فضا پیدا کر رہے تھے وہ بھی اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ اب قوم اس قسم کی سرگرمیوں کو قبول نہیں کرتی اور قوم ہمت اور جرات سے ان سرگرمیوں کا مقابلہ کرے گی۔ جناب والا۔ پچھلے چند مہینوں سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس ملک کے چند لوگ بے پناہ وسائل اور سرمائے کے باعث ایک ایسی مہم چلا رہے تھے جس کے باعث وہ یہ تاثر پیدا کر رہے تھے کہ یہ کفر اور اسلام کے درمیان جنگ ہے۔ اس مہم میں جھوٹ اور غلط بیانی انتہا پر پہنچ چکی تھی۔ آج ساری دنیا اس بات سے واقف ہے اور 40 مسلمان ممالک نے اس بات پر پریشانی کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کے خلاف غیر ملکی سامراج نے اپنی سازش کا عمل شروع کیا ہے جس کو قائد عوام اور اس ملک کے عوام نے ناکام بنا دیا ہے۔ آج کے اخبارات میں بھی آیا ہے اور یہ بات ہم سب کے لئے باعث مسرت ہے کہ دنیائے اسلام کے بہت سے راہنماؤں نے اس بات کا واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ وہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہ فتوے، وہ اعلان اور وہ تہمتیں جو چند ایسے مفتی اور قاضی پاکستان میں جاری کر رہے تھے جن کے نہ مفتی ہونے کی سند ہے اور نہ قاضی ہونے کی سند ہے آج ان فتووں اور ان تہمتوں کے منہ پر ایسا تھپڑ مارا گیا ہے کہ اگر ان تہمت لگانے والوں کو اور ان فتوے دینے والوں کو ذرا بھی شرم ہے تو جیسے لوگ کہتے ہیں یہ ان کے لئے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کے لئے کافی ہے (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! پیپلز پارٹی اس ملک میں ایک ایسا نظام لانا چاہتی ہے

جس میں غریب، محنت کش، مزدور، کسان اور وہ تمام لوگ جو صدیوں سے عزت سے محروم، احترام سے محروم، دولت سے محروم اور تعلیم سے محروم ہیں، جن کو علاج معالجے کی آسائشیں حاصل نہیں۔ ان کے بچوں کو تعلیم کے مواقع حاصل نہیں۔ پیپلز پارٹی ان تمام لوگوں کی جن کی اس ملک میں بہت بڑی اکثریت ہے، خدمت کر رہی ہے اور خدمت کرتی رہے گی اور یہ بجٹ جو ایوان میں پیش کیا گیا ہے یہ بھی اس بات کی نشان دہی کرتا ہے اور ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ جو کام ہم اس سال میں کرنا چاہتے تھے، جو خدمت ہم اس سال قوم کی کرنی چاہتے تھے، جو سڑکیں ہم اس مالی سال میں بنانا چاہتے تھے۔ جتنے سکول اور کالج ہم اس مالی سال میں کھولنا چاہتے تھے، جتنے ہسپتال، ڈسپنسریاں ہم اس مالی سال میں بنانا چاہتے تھے۔ ان مجبوریوں کے باعث ہم نہ بنا سکیں گے۔ لیکن ہم نے قوم کے سرمائے کو بہترین طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو بھی ہمارے مالی وسائل تھے ان کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اس میں سے ایک پائی بھی غلط استعمال نہ ہو اور ایک پائی بھی ضائع نہ ہو بلکہ ایک ایک پائی قوم کی ترقی کے لئے صوبے کی ترقی کے لیئے اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیئے استعمال کی جائے۔ جناب والا۔ یہ ایک ایسا کام ہے۔ جو ایک انقلابی پارٹی ہی کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو ایک عوامی پارٹی کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو ایسی پارٹی ہی کر سکتی ہے جس کی قیادت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ہاتھوں میں ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ فاضل اراکین نے اپنے اپنے حلقہ انتخاب کا ذکر کیا ہے۔ اپنے اپنے حلقہ انتخاب کی خدمت کرنا بھی ہم سب کا فرض ہے۔ جو اپنے حلقہ انتخاب کے عوام کی خدمت نہیں کرتا، وہ اپنے فرائض کو صحیح طور پر سر انجام نہیں دیتا۔ لیکن ہمیں مجموعی طور پر دیکھنا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں خاص طور پر پاکستان میں وسائل کے مقابلہ میں مسائل کہیں زیادہ ہیں۔ اور ان مسائل کو حل کرنے کے لیئے بہت سا سرمایہ اور بہت سا وقت چاہئے۔ لیکن جو انداز ہم نے اختیار کیا ہے۔ جو اسلوب ہم نے اختیار کیا ہے۔ جو حکمت عملی ہم نے اپنائی ہے۔ انشاء اللہ اس کے نتیجے کے طور پر وہ وقت ضرور آئے گا جب پاکستان

کا ہو دیہری سے اختیار کیسے اٹھ گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ ابرو باد و رنگ کا جہان بہت حسین ہے
اگر کوئی بہشت ہے تو وہ یہ سر زمین ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر ۔ بیگم صغیرہ اسلام!

بیگم صغیرہ اسلام ۔ جناب سپیکر میں سینئر منسٹر جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو اتنا اچھا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد دیتی ہوں ۔ انہوں نے انتہائی نازک حالات میں ایک ایسا بجٹ پیش کیا ہے جو کہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے ۔ اس میں غریب عوام پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا ۔

جناب عالی! ایسے حالات میں جب کہ ملک سخت قسم کے بحران سے دوچار تھا وہ لوگ جو محب وطن ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ۔ انہوں نے ملک میں تخریبی کارروائیاں شروع کر دیں اور ملکی معاشرت کو نقصان پہنچانے کے لئے بے شمار غیر ملکی سرمایہ دارانی کی طرح بجایا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے ہم نے بے شمار جانی و مالی قربانیاں دی تھیں جو لوگ محب وطن ہونے کے دعوے دار ہیں ۔ انہوں نے اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ قیام پاکستان کے دشمن تھے// ان کی وجہ سے بدقسمتی سے مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوا ۔ وہ ہمیں پھر وہی غلامی کی زنجیر پہنانا چاہتے ہیں ، جسے ہم نے تیس سال قبل توڑ دیا تھا ۔ لیکن جناب عالی! آج عوام اتنے بیدار ہو چکے ہیں کہ وہ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے میں نہیں آئیں گے ۔ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے سامنے بھی ایک طریقے سے حاضر نہیں ہو سکتے ۔ وہ عوام کے سامنے مختلف بہروپ بدل کر آتے ہیں ۔ گلہ کس سے کیا جائے ۔ یہ تو اسی طرح ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(نعرہ تحسین)

(1) 140

جناب عالی! اس ملک میں تخریبی کارروائیاں کرنے کے لیے پیسہ باہر سے آیا۔ یہ سب کچھ اس ملک میں رہنے والے انہی لوگوں نے کیا ہے جو اس سے پہلے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنے تھے۔

جناب عالی! سماجی خدمت کے شعبے میں 77-1976ء کے بجٹ میں جو رقم مخصوص کی گئی ہے۔ ضمنی بجٹ میں اس سے 9.77 کروڑ روپے کی کمی دکھائی گئی ہے۔ یہی کمی تعلیم کے شعبے میں بھی ہے جو کہ 9.14 کروڑ روپے کی ہے۔ شاید یہی دو شعبے صرف ایسے ہیں جن میں رقم کم خرچ ہوئی ہے۔ بجٹ میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ تربیت یافتہ عملہ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ آسامیاں خالی رہ گئی تھیں جن پر تنخواہ نہ دی جا سکی اور اس وجہ سے تخمینے کی رقم میں سے کم خرچ ہوا۔ جناب عالی! عوامی حکومت نے جہاں تعلیم کے شعبے میں بہت سی اصلاحات کیں۔ وہاں بہت سے میڈیکل کالج بھی کھولے گئے۔ جیسے پنجاب میڈیکل کالج لائل پور، میڈیکل کالج لاہور اور اس کے علاوہ راولپنڈی میں میڈیکل کالج کا قیام۔ پرانے کالجوں میں لڑکے اور لڑکیوں کی نشستیں صرف چار سو تھیں۔ اب انہیں بڑھا کر اٹھارہ سو کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امید کی جا سکتی ہے کہ سوشل سروس کے محکمے میں تربیت یافتہ عملے کی کمی کافی حد تک پوری کر دی جائے گی۔ لیکن جہاں تک محکمہ تعلیم کا تعلق ہے۔ اس میں اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اساتذہ کو ٹریننگ دینے کے لیے تدریسی درسگاہیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ تعلیم کے شعبہ میں ایک ارب سینتیس کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ یہ پنجاب کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں تعلیم کے معیار کو اتنا زیادہ بہتر بنانے کی طرف ہماری حکومت نے پوری توجہ دی ہے۔ کیونکہ آج کا بچہ کل کا معمار قوم بنے گا۔ اگر اسے صحیح تعلیم و تربیت نہ دی جا سکی تو وہ ایک اچھا شہری ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے میں اپنی یہ ناچیز رائے پیش کرتی ہوں کہ جن اداروں میں اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے۔ اگر ان میں ڈبل شفٹ سسٹم شروع کر دیا جائے تو اس طرح ایک تو عمارت کی کافی سہولت ہو سکتی ہے اور دوسرے حکومت کے خرچ میں کافی بچت

ہو سکتی ہے۔ اس طرح عوامی حکومت کا یہ وعدہ کہ وہ 1982ء تک تمام لڑکوں کو اور 1988ء تک تمام لڑکیوں کو تعلیمی سہولت بہم پہنچائے گی، پورا ہو سکتا ہے۔ جہاں میں خواتین کو تعلیم دینے پر زور دوں گی جہاں لڑکوں کے لیئے بہت سے ٹیکنیکل ادارے کھولے گئے ہیں۔ وہاں عورتوں کے لیئے بھی ٹیکنیکل ادارے ضرور ہونے چاہیں تاکہ عورتیں وہاں سے تعلیم حاصل کر کے معاشرے میں باعزت زندگی گذار سکیں۔ موجودہ دور میں جب کہ مہنگائی بہت زیادہ ہے۔ اگر عورتوں کو ٹیکنیکل تعلیم دی جائے تو نہ صرف ان کی آمدنی میں اضافہ ہو گا بلکہ وہ اپنے اور قوم کے بچوں کے لیئے زندگی کی بہتر سہولتیں فراہم کر سکیں گی۔ جناب والا، میں عوامی حکومت اور اپنے قائد کی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھ جیسی بیوہ عورتوں کو اس معاشرے میں باعزت مقام دیا ہے۔ سہولتیں دی ہیں اور جس طریقے سے بہت سے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ٹیکنیکل ادارے قائم کئے گئے ہیں جن میں مجھ جیسی بیوہ عورتیں کام کر کے اپنی زندگی بہتر اور باعزت طریقے سے گذار سکتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ معاشرے میں باعزت طریقے سے زندگی گذارنے کے لیئے اس سے پہلے عورت کو کسی حکومت نے وہ حقوق نہیں دیے جو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے مذہب نے دیئے تھے۔

جناب عالی! ایک اور اہم شعبہ ذرائع آمد و رفت کا ہے جس میں پچھلے سالوں میں سیلاب کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان ہوا اور اس نقصان کو پورا کرنے کے لیئے بجٹ کے اعداد و شمار کے مطابق بہت سا خرچ ہوا تاکہ سیلاب کے اثرات کو ختم کیا جا سکے۔ جن منصوبوں کا بجٹ میں ذکر آیا ہے۔ ان میں کچھ اس قسم کے بھی منصوبے ہیں جو دفاعی نوعیت کے ہیں اور جن پر ترجیحی بنیادوں پر کام ہو رہا ہے۔ جناب عالی۔ میں گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے گوجرانوالہ کی ایک ایسی سڑک کے بارے میں آپ سے درخواست کروں گی جو گوجرانوالہ کو کالا خطائی سے ملاتی ہے۔ یہ دفاعی قسم کی سڑک ہے، اس پر مٹی ڈال دی گئی ہے پل بن گئے ہیں لیکن ابھی تک یہ مکمل نہیں ہوئی۔ ہر سال وہ مٹی بہہ جاتی ہے اور حکومت کو بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ اس سڑک کو ترجیحی

بنیادوں پر بنانا چاہیئے ۔ جناب والا ۔ ذرائع آمد و رفت کسی ملک اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیئے لازمی حیثیت رکھتے ہیں اور نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ جناب عالی ۔ یہ ضروری ہے کہ دیہات کو قصبوں اور قصبوں کو شہروں سے ملایا جائے اور اس کے لیئے زیادہ سے زیادہ سڑکیں بنائی جائیں ۔ جناب والا ۔ اس پر پوری طرح سے عمل کرنے پر عوامی حکومت کا ایک اور وعدہ بھی پورا ہو جائے گا کیونکہ بعض چھوٹی چھوٹی سڑکیں ایسی ہیں جو بڑے بڑے زمیندار نہیں چاہتے کہ یہ بن جائیں ۔ اس طرح غریب عوام کا مال منڈیوں میں نہیں پہنچ سکتا اور وہ بڑے بڑے زمینداروں سے سستے داموں مال خرید لیتے ہیں ۔ اس لیئے برائے مہربانی ان سڑکوں پر ضروری توجہ دی جائے ۔ اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے صنعتی ادارے بھی بن جائیں گے اور مزدور بھی وہاں سے مہیا ہو سکتے ہیں ۔ شہروں کی طرف آبادی کا رجحان بھی نہ ہو سکے گا ۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو معاشرے میں باعزت زندگی گذارنے کا موقع مل سکے گا ۔

جناب والا ۔ میں ضلع شیخوپورہ سے تعلق رکھتی ہوں ۔ جناب والا ۔ میرے ضلع شیخوپورہ میں صرف ایک ہی ہسپتال ہے جو دو وارڈوں پر مشتمل ہے ۔ ایک مردوں کا اور ایک عورتوں کا ۔ جناب والا ۔ وہاں مریض باہر برآمدے میں پڑے رہتے ہیں ۔ سخت گرمیوں اور دھوپ میں و زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں ۔ یہ تو وہ جانتے ہیں جن پر گذرتی ہے جناب والا ۔ وہاں پی ۔ ڈبلیو ڈی والوں نے بلڈنگ کی توسیع کا کام شروع کیا ہوا ہے یہ کام 30 جون 1976ء کو مکمل ہو جانا چاہیئے تھا لیکن 1977ء تک بھی مکمل نہیں ہو سکا ۔ اس میں جو میٹریل استعمال کیا گیا ہے اس کی یہ حالت ہے کہ بلڈنگ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس میں دراڑیں پڑ گئی ہیں ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق سے گذارش کروں گی کہ اس کی انکوائری کروائی جائے کہ بلڈنگ مکمل ہونے سے پہلے ہی دراڑیں کیسے پڑ گئیں اور اس پر چھت کیسے قائم رہ سکے گی ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ میں ڈسٹرکٹ ہسپتال شیخوپورہ کے متعلق عرض کروں کہ وہاں پر صرف پانچ ڈاکٹر ہیں ۔ جناب والا ۔ اتنے

بڑے ہسپتال میں پانچ ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر بالکل ناکافی ہے۔ اس کے بعد جناب والا ۔ میں ایک اور عرض کرتی ہوں کہ وہاں نرسنگ کے لیے درخواستیں طلب کی گئیں۔ بہت سی لڑکیوں نے اس کے لیے درخواستیں دیں مگر نرسنگ ہوم بنا ہی نہ تھا تو وہاں نرسنگ کی کلاسیں کیسے شروع کی جاتیں ۔ ٹریننگ کہاں دی جاتی ؟ اس کے علاوہ جناب ضلع شیخوپورہ کے ہسپتال میں صرف تین نرسیں ہیں ۔ جناب والا ۔ تین ، چار نرسیں کس طرح سے کام کر سکتی ہیں؟

اس کے بعد جناب والا ۔ میں یہ عرض کرتی ہوں کہ سانگلہ ہل میرے حلقہ میں ایک قصبہ ہے ۔ وہاں صرف دسویں جماعت تک سکول ہے ۔ اتنا بڑا قصبہ ہونے کے باوجود جسے اب تحصیل کا درجہ دیا جا رہا ہے ؟ وہاں صرف میٹرک تک سکول ہے۔ لہذا میں یہ گذارش کروں گی کہ وہاں ایک انٹر کالج قائم کیا جائے کیونکہ جناب والا ۔ ہمیں بچیاں کل قوم کی مائیں بنیں گی۔ اگر قوم کی مائیں ان پڑھ ہو گی تو وہ قوم اور معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا ۔ میں گذارش کروں گی کہ لڑکیوں کی تعلیم پر پوری توجہ دی جائے ۔ جس طرح ہماری حکومت نے عورتوں کے لئے مساوی حقوق مہیا کئے ہیں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی لڑکوں کی تعلیم کی طرح مساوی مواقع مہیا کئے جائیں۔ میں ایک دفعہ پھر درخواست کروں گی کہ سانگلہ ہل میں لڑکیوں کے لئے ایک انٹر کالج قائم کیا جائے ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں پانچ مرلہ سکیم کے بارے میں بھی عرض کروں گی کہ یہ سکیم بہت اچھی ہے ۔ کاغذوں میں تو یہ سکیم مکمل ہو چکی ہے مگر اس پر عملی کام شروع نہیں ہوا۔ لہذا اس پر عمل درآمد کروایا جائے۔ ضلع شیخوپورہ میں اس سکیم کے تحت اب تک کسی کو کوئی پلاٹ نہیں دیا گیا ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں عرض کروں گی کہ سڑکوں پر توجہ دی جائے ۔ یہ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں ۔ سڑکوں اور سکانوں کی سہولت کے بغیر جھونپڑیوں میں زندگی گذار رہے ہیں ان کو کسی قسم کا

کوئی سکون نہیں ہے۔ جناب والا۔ ضلع شیخوپورہ لاہور سے تھوڑی دور یعنی 20 میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن یہ ضلع عوام کی بنیادی سہولتوں سے یکسر محروم ہے۔ جناب والا۔ مین روڈ ضلع شیخوپورہ سے گذرتی ہے۔ ایک میل کے فاصلے پر گاؤں ہے۔ سڑک بن رہی ہے اور بنتے بنتے اسے پانچ سال کا عرصہ گذر چکا ہے مگر یہ آج تک مکمل نہیں ہو سکی۔ ہر سال مٹی بچھائی جاتی ہے مگر یہ مٹی بارش میں بہہ جاتی ہے اور ہر سال اینٹیں بھی لائی جاتی ہیں جو لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ کونسے ٹھیکدار ہیں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کی جاتی۔ اس طرح حکومت کو بھی دوگنا نقصان ہو رہا ہے اور عوام کو بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

تو جناب والا۔ میں شیخوپورہ ہسپتال کا ذکر رہی تھی۔ 8 لاکھ روپے کا حکومت کو نقصان ہو چکا ہے۔ جب نیا بجٹ پیش ہو گا تو آئندہ سال اس کے لیئے مزید 8 لاکھ روپے کا نقصان ہو گا۔ اس طرح حکومت کو 16 لاکھ روپے کا نقصان ہو جائے گا۔ تو میں جناب سینئر وزیر ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور جناب وزیر صحت سے یہ گذارش کروں گی کہ ہی۔ ڈبلیو۔ ڈی والوں سے پوچھا جائے کہ ہسپتال کے ساتھ اتنی زیادتی کیوں ہو رہی ہے؟ لوگ اتنی دور دور سے علاج کروانے کے لیئے آتے ہیں مگر یہاں کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں سینئر منسٹر صاحب سے یہ گذارش کروں گی کہ ان باتوں کی طرف توجہ دی جائے۔ ان کی اصلاح کی جائے اور ضلع شیخوپورہ پر نظر کرم کی جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو زندگی کی بنیادی سہولتیں میسر ہو سکیں۔ شکریہ

میاں محمد ریاض // جناب سپیکر۔ اس معزز ایوان میں معزز ارکان نے بجٹ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا ہے کہ میں بھی چند حروف آپ کی وساطت سے اس ایوان کی نذر کر سکوں۔ جناب والا! ملک کا بجٹ ہو یا صوبے کا بجٹ یہ ملک و صوبے کے سیاسی اقتصادی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کرتا ہے اور پھر کسی بجٹ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی عمارت کا نقشہ پہلے سے تیار کیا جائے اور اس کے مطابق اس کی تعمیر کی جائے۔ بجٹ کی مثال ملک

میں بدقسمتی اس کے مطابق ہے۔ جناب والا! کہ یہ بجٹ جن حالات میں پیش کیا گیا ہے وہ میں آپ کی وساطت سے اس ایوان میں گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے چند دنوں میں ہمارے ملک میں علاقیت اور سامراجیت کے کل پرزوں نے ایک اودھم مچا کر اس ملک کے اندر لوٹ مار، قتل و غارت اور آتش زنی شروع کر رکھی ہے اور ملک کی معیشت ہلا کر رکھ دی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ انہوں نے اس ملک کو توڑنے کی کوشش کی ہے مگر میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے رفقاء نے اور پاکستان کے غریب عوام نے اپنی کوششوں سے اس ملک کو قائم و دائم رکھا اور اس بحران کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جناب والا۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ملک اقتصادی طور پر اتنا پیچھے چلا گیا ہے کہ اگر پوری قوم پوری دیانتداری کے ساتھ اور ایمانداری کے ساتھ مسلسل جد و جہد کرے، کوشش کرے تو بھی وہ پچھلی پوزیشن حاصل نہیں کر سکے گا جو تمام حالات میں اس نے حاصل کرنی تھی۔ اگر یہ سارا بحران پیدا نہ ہوتا تو جناب سپیکر۔ آپ بھی ایک سلجھے ہوئے سیاست دان ہیں، آپ بھی سیاسی حالات کا تجزیہ اور سوچ رکھتے ہیں، آپ ان حالات سے کیسے بے خبر رہ سکتے ہیں جو حالات سامراجی ایجنٹوں نے پیدا کر دیئے ہیں۔ جناب والا۔ وہ پاکستان جو غریب عوام کی کوششوں سے اور قائد اعظم کی سیاسی بصیرت سے حاصل ہوا تھا جب اس ملک کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے ایک دفعہ پھر اس کو توڑنے کی کوشش کی، پاکستان کو توڑنے کا عمل پھر دہرانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے، اس ایوان کی وساطت سے اس ملک کے عوام کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس صوبے کا ہر شہری، اس ملک کا ہر فرد، ایک ایک بچہ اس ملک کی حفاظت کرے گا۔ اپنے ملک کے لئے جان دے سکتا ہے لیکن پاکستان کی عزت اور ناموس پر کوئی حرف نہیں آنے دے گا اور آپ دیکھیں گے کہ پاکستان ہمیشہ قائم ہونے کے لئے بنا ہے۔ کوئی طاقت اسے توڑ نہیں سکتی۔ جناب سپیکر۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے اقتدار سنبھالنے سے پہلے ملک کو توڑ دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس وقت ملک میں مارشل لاء لگا ہوا تھا۔ اقتصادی طور پر ملک اتنا پیچھے چلا گیا تھا کہ اس کی کشتی ڈاواں ڈول ہو رہی تھی۔ اس وقت یہ کشتی ڈوبنے کے قریب تھی مگر

میرے قائد نے نہ صرف اس کشتی کو ڈوبنے سے بچایا بلکہ اسے کنارے پر بھی لگایا اور پھر پاکستان کے ایک ایسے طبقے کے لئے کوشش کی گئی جس کے لئے حقیقت میں پاکستان بنا تھا اور پھر جناب آپ نے دیکھا کہ یہ ملک 1972ء سے لے کر اب تک کتنی ترقی کر چکا ہے۔ جو اصلاحات اس ملک میں ہوئی ہیں اور جو کارہائے نمایاں سر انجام دئیے گئے ہیں یہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ پاکستان کا بچہ بچہ ان سے واقف ہے اور یہ سب کے سامنے ہیں۔

جناب سپیکر۔ میں یہ عرض کروں کہ اس وقت پاکستان نصف رہ گیا تھا۔ اس کا مشرقی حصہ کٹ گیا تھا اور اس کے بارے میں پوری قوم تذبذب کا شکار تھی کبھی اندرا گاندھی کہتی تھی کہ میں مارچ میں تمہیں یعنی اپنی قوم کو خوشخبری سناؤں گی۔ کبھی کوئی کچھ اور اظہار خیال کرتا تھا۔ تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ پاکستان کی ناؤ آج بھی ڈوبی اور کل بھی ڈوبی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے یہ دیکھا کہ پاکستان قائم دائم ہے اور رہے گا۔ یہ ڈوبتی ہوئی کشتی نہ صرف کنارے لگی اور وہ ستارہ نہ صرف آفتاب بنا بلکہ پاکستان کے اندر قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اسی حال میں اسلامی کانفرنس کا انعقاد کر کے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان نہ صرف پاکستان کے لوگوں کے لیے بنا ہے، نہ صرف یہ غریبوں کے لیئے بنا ہے بلکہ اسلام کی حفاظت کے لیئے ایک قلعہ کے طور پر بنا ہے اور علامہ اقبال کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے کہ :

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

آپ نے دیکھا یہ شہر لاہور ایک ایسا شہر بن گیا ہے، اس کی ایسی مرکزی حیثیت بن گئی ہے کہ جب پاکستان کا نام آئے گا تو وہاں لاہور کا نام بھی آئے گا۔ اس کے ساتھ اس اسمبلی ہال کا نام آئے گا جہاں بیٹھ کر اسلام اور اسلامی ممالک کے بارے میں یا اسلامی دنیا کی بہتری کے بارے

میں پروگرام مرتب ہوئے ۔ اس کو کبھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے نہ صرف اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگایا بلکہ ایک ناخدا کی حیثیت سے ایسی روایات قائم کر دیں کہ پاکستان میں آنے والی نسلیں قائد عوام کو ایسے راہنما کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھیں گی ۔ جس نے اس بحرانی دور میں نہ صرف اس کشتی کو کنارے لگایا ہے ۔ بلکہ اس ڈوبتی ہوئی پاکستان کو ایک زندہ جاوید پاکستان بنا کر دکھایا ہے ۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ ۔

روشن کئے ہیں میں نے سر راہ وہ چراغ
کرتے ہیں جن سے چاند ستارے بھی مشورے

جناب والا ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ تیسری دنیا کے ممالک میں اپنی قیادت کے لئے جناب ذوالفقار علی بھٹو کا نام لے رہے ہیں اور ان ممالک کی نظر میں جناب ذوالفقار علی بھٹو پر الٹتی ہے ۔ وہ بھی ان پر اسی طرح سے نظر رکھتے ہیں جس طرح سے پاکستان کے غریب عوام ان کی طرف ایک ناخدا کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں ۔ انہوں نے اس پاکستان کو ایک بحران سے نکالا ہے اور اپنی منزل تک پہنچایا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی پہنچائیں گے ۔ جناب والا ۔ پاکستان وہ ملک ہے جس کی ایک بنیادی اور کلیدی حیثیت ہے ۔ اس ملک کی حیثیت اور اس ملک کی قیادت نہ صرف اس ملک کے لئے بلکہ تیسری دنیا کے عوام کے لئے بھی معاملہ طور پر انتہائی تبدیلیاں چاہتی ہے تاکہ وہاں کے لوگ اپنے ملکی وسائل سے پوری طرح سے مستفید ہو سکیں ۔ اس کے بعد اپنی زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں ۔ اقتصادی سرمایہ سے سیراب ہو سکیں ۔ اور انسانیت کے دائرے میں ایک اچھی انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکیں ۔ جناب سپیکر قائد نے نہ صرف پچھلے بحران سے بلکہ اس بحران سے بھی قوم اور ملک کو نکال کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ صرف چند ہی ایسی شخصیت کو جنم نہیں دے سکتا ۔ بلکہ پاکستان کی مٹی میں بھی وہ زرخیزی موجود ہے جو ایسے سیاست دانوں کو جنم دے سکتی ہے ۔ جناب والا ۔ ہم اپنی قیادت پر جتنا بھی فخر کریں

کم ہے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں یہ حالات اور وقت کا تقاضا ہے۔ پچھلے بحران پر جس طرح سے قابو پایا گیا ہے یہ آپ کے سامنے ہے لیکن پاکستان کی قوم دشمن قوتیں، پاکستان کے وہ عناصر جو پاکستان کو اس کے قیام سے قبل اور اس کے قیام کے بعد تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جو کہتے تھے پاکستان un-natural چیز ہے اور اس برصغیر کی تقسیم ناممکن ہے وہ اپنے اس خواب کی تکمیل کے لئے عمل پیرا ہیں اور انہی سازشوں میں وہ دن رات مصروف ہیں۔ اس لئے وہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے بحران میں ملک کو ڈال دیتے ہیں۔ اور پھر اس بحران میں جو کچھ بھی ہوا ہے، جو قتل و غارت ہوئی، لوٹ مار اور آتشزدگی ہوئی، اتنے ظلم ہوئے کہ پاکستان کی تاریخ میں شاید ہی ایسے ظلم ابھی تک ہوئے ہوں اور نہ آئندہ ایسے ظلم ہوں گے۔ یہ ایسے ظلم ہیں جنہوں نے پاکستان کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ اپنے اس خواب کی تعبیر کے لئے اور اس بات کو درست ثابت کرنے کے لیے کہ پاکستان ایک un-natural چیز ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں، انہوں نے پوری قوت اور شد و مد سے یہ بات کی ہے۔ لیکن پاکستان کے عوام اور استحصال زدہ طبقے اتنی ہی شد و مد سے اس بات کا ثبوت دیں گے کہ پاکستان ان کی نا عاقبت اندیشیوں اور غلط سوچ کی وجہ سے ٹوٹ نہیں سکتا بلکہ یہ مزید ترقیوں کی راہ پر گامزن ہو گا۔ جناب سپیکر۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس پر آئے دن مصیبت آتی ہے۔ اگر اس ملک کو آفتوں کا ملک قرار دوں تو یہ غلط نہ ہو گا۔ جناب والا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے قائد اعظم کی وفات، پھر لیاقت علی خان کا قتل، پہلی قانون ساز اسمبلی کا ٹوٹنا اور ملک میں بار بار مارشل لاء کا لگنا، مشرقی پاکستان کا کٹ جانا، 90 ہزار پاکستانیوں کا قید ہونا، اور 5 ہزار مربع میل کا علاقہ دشمن کے قبضے میں چلا جانا، قادیانیوں کا مسئلہ اور سیلابوں کا آنا، یہ سب آفات الٰہی نہیں تو اور کیا ہیں؟ پھر اس کے بعد جناب والا! جو آفت چند ماہ پہلے آئی تھی اس آفت نے اس ملک کی بنیادیں ہلا دیں۔ اس آفت کو اگر سفید ہاتھیوں کی آفت قرار دیں تو بے جا نہ ہو گا۔ جناب والا۔ یہاں پر ان کے کچھ خانوادے موجود ہیں، جو ان کے گماشتوں کے طور پر، ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جو

پاکستان کو بنیادی اور کلیدی حیثیت میں نہیں دیکھنا چاہتے ، اس ملک کو مضبوط نہیں دیکھنا چاہتے ۔ جناب والا ۔ ان حالات میں اگر کوئی شخصیت ان سے ٹکراتی نظر آتی ہے تو وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ذات ہے اور اس کے غریب ساتھی ہیں ، غریب ورکر اور غریب عوام ہیں ، وہ ان آفات کے ساتھ ٹکراتے نظر آتے ہیں ، قائد عوام در حقیقت اس ملک کے اندر سرمایہ‌دار اور جاگیردار اور استحصال زدہ لوگوں کے درمیان ایک دیوار کی مانند ہیں ۔ جس دیوار کے سائے میں اس پاکستان کے غریب استحصال زدہ اور پسے ہوئے طبقات آرام و سکون کا سانس لے رہے ہیں ۔ جناب والا ۔ ان لوگوں نے اس دیوار کو گرانے کی کوشش کی اور یہ کوشش محض اس لئیے کی تاکہ وہ پاکستان کے اندر پھر سے وہی حالات پیدا کر دیں اور پھر وہی لوگ برسراقتدار آجائیں جن کے بارے میں قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں انکی وفات کے بعد جناب والا ۔ انہوں نے اس ملک میں جو حالات پیدا کئیے تھے وہ سب کو معلوم ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ اپنی تقریر ختم کریں ۔

میاں محمد ریاض :شکریہ جناب والا ۔ میں مختصراً بات کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ جو پسے ہوئے طبقے ہیں وہ آج قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے زیر سایہ پل رہے ہیں ۔ یہ پاکستان کے سلسلے میں ہر ممکن طور پر ان کی قیادت پر یقین رکھتے ہیں اور سرمایہ داروں کے ایجنٹوں سے ہر قسم کا مقابلہ کرنے کے لئیے تیار ہیں ۔ ان کی دولت غریب عوام کو نہیں خرید سکتی ۔ ان کی دولت غریب عوام پر اثر انداز نہیں ہو سکتی ۔ اس لئیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس پاکستان کی قیمت ادا کی اور جو اس کی قیمت ادا کرنے کے بعد یہاں آئے ہیں وہ پاکستان کو ٹوٹنے نہیں دیں گے اور انہیں لوگوں کے بارے میں ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے کہ ۔

جلتا ہے مرن کا خون چراغوں میں رات بھر
ان غم زدوں سے پوچھیے کوئی قیمت سحر

اور قائد عوام نے ایک ایسی سحر سے پاکستان کے غریب عوام کو روشناس کرایا ہے جو اپنے سینے میں خوشحالی لئے ہوئے ہے اور جو اپنے سینے میں ترقی پائندہ ملک لئے ہوئے ہے۔

جناب والا ۔ اگر میں اپنی تقریر کے دوران اپنے علاقے کے مسائل آپ کی وساطت سے اس ایوان میں پیش نہ کروں تو یہ میرے علاقہ کے باشندوں کے ساتھ زبردست زیادتی ہوگی۔ جناب سپیکر ۔ آپ کو یہ جان کر حیرانی ہو گی کہ اس لاہور شہر کے اندر میرے حلقہ نہایت میں بدقسمتی سے ایک بھی ہائی سکول نہیں ہے حالانکہ یہ حلقہ لاہور کارپوریشن میں واقع ہے اور وہاں تین ۔ چار لاکھ کی آبادی ہے ۔ اس لئے جناب والا ۔ اس کے لئے ایک بھی ہائی سکول نہ ہونا ، اس ترقی کے دور میں ، اس روشنی کے شہر میں اس تعلیم کے گہوارہ شہر میں ۔ میں سمجھتا ہوں اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ زبردست زیادتی ہے ۔ جناب والا ۔ میں وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم سے آپ کی وساطت سے پرزور سفارش کرتا ہوں اور گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ فرمائیں تاکہ میرے علاقے کے لوگوں کا بنیادی مسئلہ اور بنیادی بات پوری ہو سکے ۔

جناب والا ۔ میرے حلقہ میں پرائمری سکول تو موجود ہیں تو میں صرف ایک مثال پیش کروں گا ۔ کیونکہ آپ نے میرے لئے پانچ منٹ کا وقت رکھا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ میرے حلقہ نہایت میں کوٹلی پیر عبدالرحمن کا ایک علاقہ ہے ۔ میں وہاں ایک سکول کا معائنہ کرنے کے لئے گیا تو جناب والا ۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں مرغی خانہ موجود تھا اور آج بھی موجود ہے ۔ اگر جناب والا ۔ اس معزز ایوان کے چند معزز اراکین چاہیں تو میں انہیں دکھا سکتا ہوں کہ وہاں ، سو ڈیڑھ سو ، مرغیاں ہیں اور سو بچے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مرغیاں اور بچے ایک ساتھ وہاں پر تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ وہ سکول کرائے کی ایک عمارت میں ہے ۔ اس کی دوسری جگہ پر ایک کمرہ ہے جس کی چھت گری ہوئی ہے اور بچے اس چلچلاتی ہوئی دھوپ میں پڑھتے ہیں ان کے لئے پینے کے پانی کا آج بھی بندوبست موجود نہیں ہے۔ جناب والا ۔ اگر محکمہ تعلیم اور وزیر خزانہ نے

سکولوں کے بارے میں ہمارے علاقے کی طرف توجہ نہ دی تو انہیں میں یہ کہنے پر مجبور ہوں گا کہ :

جا سمندر دیکھ لی میں نے تیری دریا دلی
تشنہ لب رکھا صبر کو گھونٹ پانی کی نہ دی

جناب والا ۔ اس کے بعد ایک دیہاتی ہسپتال ہے جس میں ڈاکٹر تو کبھی کبھار آتا ہے اور دوائیاں ہمیشہ غائب ہیں ۔ جناب والا ۔ میرے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ بہاولنگر میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ لاہور کے اس حلقے میں جو اس سے قریب تر ہے علاقہ ہے ۔ وہاں بھی ایک ڈاکٹر تک موجود نہیں ہے ۔ ایک ڈاکٹر کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے لیکن وہ ڈیوٹی سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور ڈیوٹی پر آتا ہی نہیں ۔ پورے علاقے میں یہ ایک ہی ڈسپنسری ہے اور جہاں کہیں ڈسپنسر موجود بھی وہاں دوائیاں نہیں ہوتیں ۔ میرے گاؤں میں ایک ڈسپنسری ہے جو مرحومہ دراز نے بنی ہوئی ہے ، وہاں کبھی ڈاکٹر ہوا کرتا تھا لیکن آج ڈاکٹر بھی نہیں ہے ۔ اگر ڈسپنسر آتا ہے تو دوائیاں نہیں ہوتیں ۔ تو جناب والا ۔ یہ تو میرے علاقے کی حالت ہے ۔ پھر جناب والا ۔ مغربی حلقہ نیابت میں کچی آبادیوں کی خاصی تعداد ہے اور میں جناب کی وساطت سے جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کچی آبادیوں کے مالکانہ حقوق دینے کے سلسلے میں اور ڈویلپمنٹ کرنے کے سلسلے میں جو رقم رکھی ہے اگرچہ وہ بہت کم ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر بھی یہ اچھی خاصی رقم ہے ۔ اس سے ہمارے علاقے کے غریب عوام جو دراصل پاکستان پیپلز پارٹی کا سرمایہ ہیں انہیں کچھ نہ کچھ تو حاصل ہو ہی جائے گا ۔ انہیں کچھ نہ کچھ تو سکون آئے گا اور وہ یہ سمجھ سکیں گے کہ ہم بھی اس پاکستان کے رہنے والے ہیں اور ہماری طرف بھی کسی نے کوئی توجہ مبذول کی ہے ۔ شکریہ

مسٹر سپیکر ۔ بنیاں تشریف لائیں احمد قریشی ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب سپیکر ۔ میں جناب وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق کو ایسی حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا

ہوں جبکہ ہمارا ملک پہلے سیلاب کی وجہ سے بہت زیادہ معاشی طور پر تباہ ہو چکا تھا ۔ پھر ایک آفت آئی اور کپاس کی فصل تباہ ہوئی جو کہ ہماری ملکی معیشت میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے ۔ اس کے بعد یہ تحریک جو نظام مصطفےٰ کے نام پر چلائی گئی اور لوگ تشدد، لاقانونیت اور مسلمانوں کی آپس میں دشمنی پیدا کرنے کے لئیے اپنے تمام وسائل بروئے کار لائے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی آڑ لی گئی ۔ کیا یہ تمام چیزیں ان لوگوں کے لیئے مذہب اسلام میں جائز ہیں کہ لوگوں پر اس حد تک تشدد کیا جائے اور لوگوں کو اتنا بے بس کر دیا جائے کہ کوئی بھی شریف شہری اپنی عزت ، اپنی جان اور مال محفوظ نہ سمجھ سکے ؟ یہ جناب والا ۔ ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو ہی کی بصیرت ہے اور ان کی ہمت کا نتیجہ ہے کہ آج یہ ملک اور یہ قوم باقی ہے ورنہ انہوں نے تو اس ملک کو تباہ کرنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی تھی ۔ کاش وہ لوگ یہ محسوس کرتے کہ ہم سب ایک قوم ہیں ، ایک ہی ملک سے وابستہ ہیں ۔ ہم لوگوں کے دلوں میں بھی اسلام کے لیئے اتنا درد ہے جو شاید وہ بھی محسوس نہیں کرتے ۔ جناب والا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کی اولین شق اسلام ہے اور قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے وہ ٹھوس اقدام اسلام کو اس ملک میں نافذ کرنے کے لیئے کیے ہیں کہ پچھلے پچیس برس میں یا پاکستان کی پوری تیس برس کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ ایک اتنا دیرینہ مسئلہ تھا جو اہل پاکستان کے لیئے اور عالم اسلام کے لئیے شدید ترین مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا ۔ جناب والا ۔ میری مراد قادیانی مسئلے سے ہے ۔ جناب والا ۔ ہمارے ہی قائد کو یہ جرأت ہوئی کہ انہوں نے اس مسئلہ کو باحسن خوبی انجام تک پہنچایا ۔

ناموس رسالت کے تحفظ کے لئیے یہاں بہت سی تحریکیں چلیں ۔ بہت سے لوگوں نے اپنا خون بہایا ان میں وہ صاحبان بھی شامل تھے جو آج دوسرے پلیٹ فارم سے انہیں الفاظ کو استعمال کر رہے ہیں ۔ پچھلی حکومتوں میں ان میں سے اکثر صاحبان شامل رہے ہیں لیکن کسی کو بھی یہ جرات مندانہ فیصلہ کرنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس مسئلہ میں کوئی

ٹھوس رویہ اختیار کرتے ۔ یہ ہمارے قائد کے حصہ میں آیا تھا ۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد عالم اسلام کے لئے مشترکہ سوچ ، ان کے دفاع کے لئے ٹھوس پروگرام بنانا اور پاکستان کے لئے ایک باوقار مقام حاصل کرنا یہ بھی ہمارے قائد کے حصہ میں آیا ۔ پاکستان پیپلز پارٹی والے کنوسنگ Convassing کے دنوں میں سنتے رہے اور ہم پر الزامات لگائے گئے کہ ہم کافر ہیں اور ہماری جماعت کافروں کی جماعت ہے۔ ایک کلمہ گو کو یہ کہنا ، کیا یہ ظلم نہیں ۔ ہم بھی اسی طرح بلکہ ان سے اچھے مسلمان ہیں لیکن انہوں نے ہم پر الزامات لگائے علی الاعلان الزامات لگائے۔ کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا میرے خیال میں خود کہنے والے کے کافر ہونے کا ثبوت ہے۔ میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ ان صاحبان نے اسلام کو صرف ایک آڑ بنایا ورنہ درحقیقت اسلام کی بیخ کنی کرنے کے یہ درپے رہے ہیں ۔ آج مجھے تاریخ کا وہ لرزہ خیز باب یاد آتا ہے جب ٹیپو سلطان شہید اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اپنی آخری جنگ لڑ رہا تھا ۔ ہمارے انہی دوستوں جیسے دوست اس وقت بھی اس ملک میں موجود تھے جنہوں نے اس بطل جلیل کو اپنی غداریوں سے شہید کروا دیا ۔ قائد عوام اس ملک کی اور اس قوم کی آخری آس ہیں ۔ خدا کے لئے ان لوگوں کو محسوس کرنا چاہئے کہ عالم اسلام کے لئے ، پاکستانی قوم کے لئے اور اسلام کے لئے جو جنگ بھٹو صاحب لڑ رہے ہیں اس میں انہیں تنہا نہ چھوڑا جائے ۔ ان کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں ۔ یہ ہماری آپس کی غلط فہمیاں تو کسی نہ کسی وقت دور ہو جائیں گی لیکن خدانخواستہ اگر ہمارے ان حالات سے کسی دشمن نے فائدہ اٹھایا تو نہ یہ قوم ہو گی اور نہ یہ ملک ہو گا ۔ میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ ہمیں آپس میں بھائیوں کی طرح رہنا سیکھنا چاہئے ۔ الزام تراشی سے کوئی بھی ملک ، کوئی بھی قوم کبھی ترقی کی منزلوں تک نہیں پہنچ سکتی ۔ کسی ملک یا قوم کو ترقی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ بار بار مواقع عطا نہیں کیا کرتا ۔ خداوند تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی صورت میں یہ ملک عطا کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اسے بام عروج تک لیے جائیں ہم اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے مواقع کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک لیڈر عطا کیا ہے جس کے ساتھ ساتھ چل کر ہم ترقی کی منزلوں کو پا سکتے ہیں جن

کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا اور جن کے لئے قائد اعظم نے اپنی زندگی وقف کر دی ۔ لیکن اس دور میں جب ہمیں ایک ایسا قائد میسر آیا ہم میں بہت سے لوگوں نے اٹھ کر اس کی مخالفت صرف اس لئے کرنی شروع کی کہ کچھ مفاد پرست عناصر کو ان کے ہاتھوں تکالیف اٹھانا پڑیں ۔ غریب عوام ۔ پسماندہ عوام اور پسے ہوئے عوام کی حق رسی کے لئے اگر کسی صاحب ثروت کے مفاد پر کچھ زد بھی پڑے تو یہ اتنا بڑا نقصان نہیں ہوتا قومیں اپنی ترقی کے لئے بہت بڑی قربانیاں دیا کرتی ہیں اور ہمارے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ کوئی بھی بڑی نا انصافی نہیں ہوئی ۔ اگر کارخانے داروں سے کارخانے لئے گئے تھے تو انہیں کارخانے داروں نے انہیں کارخانوں کی آمدن سے بڑی بڑی جائدادیں علیحدہ بنا رکھی ہیں ۔ ان کی سات پشتیں بھی ان سے استفادہ کر سکتی ہیں ۔

جناب والا ۔ اس کے بعد میں اپنے حلقہ کے کچھ مسائل پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ میرے علاقہ میں بہاول پور ڈویژن کا سب سے اہم مسئلہ چولستان کا مسئلہ ہے ۔ چولستان کسی ایک حلقہ کا، کسی ایک ڈویژن کا، کسی ایک ضلع کا مسئلہ نہیں ہے ۔ پاکستان کی زراعت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ اتنا بڑا علاقہ ہے کہ اگر اسے آباد کر دیا جائے تو پورے پنجاب میں اس وقت جتنی پیداوار ہو رہی ہے میرے خیال میں شاید اتنی ہی اور پیداوار اس علاقہ سے حاصل کر سکتے ہیں ۔ ریاست بہاول پور کے وقت اس میں سے بہت زیادہ حصہ نہروں کے ذریعہ آبپاشی کیا گیا اور وہ آباد رہا ۔ لیکن بعد میں حالات ایسے دگرگوں ہوئے کہ یہ نہریں کسی وجہ سے بند کرنی پڑیں ۔ اتنا زرخیز رقبہ شاید پاکستان کے اور کسی خطہ میں نہ ہو ۔ اگر ایک بھی بارش ہو جائے تو فصلیں اسی پانی سے تیار ہو جاتی ہیں ۔ اس علاقے کی ترقی کے لئے نہ پچھلی حکومتوں نے کوئی کام کیا اور نہ ہی آج تک اس پر کوئی عمل درآمد اس حکومت نے کیا ۔ جناب قائد عوام نے بہاول پور کے لوگوں کی تکالیف کا ازالہ کرنے کے لئے چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے نام سے وہاں ایک ادارہ قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا جو قائم بھی ہوا لیکن شومئی قسمت کہ اس پر عمل درآمد کی نوبت نہیں

آ سکی ۔ پہلے چولستانی لوگوں کے مسائل کے متعلق محکمہ مال کا عملہ کچھ نہ کچھ کام کیا کرتا تھا لیکن پچھلے سال ایسی دورخی پالیسی چلی کہ اگر وہ لوگ محکمہ مال کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں جناب! ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم ہو گئی ہے، وہ آپ کے مسائل حل کرے۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا وجود کہاں ہے ۔ ابھی تک اس کے لئے دفتر کا بھی انتظام نہیں ہوا ۔ یہ ملکی معیشت کا اتنا اہم مسئلہ ہے جس پر جتنی دیر تک عمل نہیں ہو گا اتنی دیر تک ملک کو انتہائی شدید نقصان کا سامنا ہو گا ۔ ہم غیر ترقی یافتہ صاحبان کو پتا نہیں کہ وہ کتنی رقم خرچ کر ڈالتے ہیں

مسٹر سپیکر ۔ آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش فرمائیں ۔

میاں مشتاق احمد قریشی: جناب والا ۔ نمبر دو میرے علاقے میں لوگوں کو گنا مل تک پہنچانے کے لئے سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ 80 میل ایک طرف اور 80 میل دوسری طرف ایک ایک مل ہے ۔ پہلے وہ ان لوگوں سے گنا خرید لیا کرتے تھے لیکن اس دفعہ ان لوگوں نے کماد کے کھیت اسی جگہ جلا ڈالے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا ۔ ان پر گنا بیلنے پر بھی پابندی لگی ہوئی ہے اور مل والوں نے بھی گنا خرید نہیں کیا ۔ بہاول پور میں ایک شوگر مل تجویز شدہ ہے ۔ اگر جناب وزیر متعلقہ کوشش فرمائیں اور جلدی کام ہو جائے تو اس علاقہ پر بڑا احسان ہو گا ۔

مسٹر سپیکر ۔ میر محمد سلیمان ۔

میر محمد سلیمان تھند (مظفر گڑھ ۔۸) جناب والا۔ جن ناگفتہ بہ حالات میں جناب وزیر خزانہ نے ایک متوازن اور اچھا بجٹ پیش کیا ہے اور جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک شرپسند ٹولے نے اس ملک کی معیشت کو خصوصاً پنجاب کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اس کے پیش نظر ایک اچھا اور بہترین بجٹ تو پیش نہیں کیا جا سکتا لیکن

اس کے باوجود جناب وزیر خزانہ نے ایک اچھا بجٹ پیش کیا ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

جناب والا ۔ پنجاب میں خصوصاً اور سارے ملک میں عموماً پچھلے تین چار ماہ سے سیاسی بحران رہا ہے اور اس بحران پر جناب وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے جس تدبر اور سیاست سے قابو پایا ہے اس پر میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ جناب والا ۔ موجودہ بجٹ میں اگرچہ میرے ضلع کو بہت قلیل رقم دی گئی ہے اور وہ بھی صرف ایک سڑک کے لئے دی گئی ہے پھر بھی میں سمجھتا ہوں وہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی نعمت ہے ۔ لیکن اس کے باوجود میں آپ کی وساطت سے چند تجاویز عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ ان پر ضرور عملدرآمد ہوگا ۔

جناب والا ۔ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ کی سب سے بڑی تحصیل ہے جس کی آبادی تقریباً آٹھ لاکھ ہے اور رقبہ 15 لاکھ ایکڑ ہے ۔ میں یہ عرض کر دوں کہ پنجاب کی سب سے زیادہ revenue paying تحصیل لیہ ہے ۔ جس کا مالیہ ہر سال ایک کروڑ کے قریب بنتا ہے ۔ جناب والا ۔ اگر اس کو ضلع کا درجہ دیا جائے تو ہمارے لئے بہت خوشی کی بات ہو گی ۔ جناب والا ۔ تحصیل لیہ کی آبادکاری کے لئے 1949ء میں تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس سے اگرچہ تحصیل لیہ کافی زرخیز ہوئی ہے اور اس میں کافی ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے وہاں بہت سارے مسائل بھی پیدا کئے ہیں جو تیس سال سے آج تک حل نہیں ہو سکے ۔ خصوصاً وہاں کے آبادکاروں کا مسئلہ ہے جن کو آج تک حقوق ملکیت نہیں مل رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں آپ کی وساطت سے یہ گذارش کروں گا کہ ہماری تحصیل میں جو کہ بہت زرخیز تحصیل ہے اور جہاں کا مالیہ بھی پنجاب کے باقی سب علاقوں سے زیادہ ہے ، پانی کی بہت قلت ہے ۔ خصوصاً دو سال سے ہماری تحصیل کا پانی 26 سو کیوسک سے گھٹا کر 18 سو کیوسک کر دیا گیا ہے ۔ لہذا مہربانی فرما کر وزیر متعلقہ اس پانی کو بڑھانے کے احکامات صادر فرمائیں ۔

جناب والا ۔ تحصیل لیہ کا علاقہ تھل پر مشتمل ہے ۔ خصوصاً جس علاقے سے میں منتخب ہوا ہوں وہ بہت دور دراز ہے ۔ اس میں ایک قصبہ ڈیرہ گڑھے جو تحصیل ہیڈ کوارٹر سے تقریباً 60 میل دور ہے ۔ وہاں پر کوئی پختہ سڑک نہیں ہے ۔ تو میں گذارش کروں گا کہ وہاں پر ایک پختہ سڑک بنائی جائے کیونکہ وہاں پر تیس میل کچی سڑک پہلے ہی بنی ہوئی ہے ۔ اس کے علاوہ ایک قصبہ ہے چوک اعظم جو کہ اجناس کی بہت بڑی منڈی ہے ۔ اس کو ٹاؤن کمیٹی کا درجہ دیا جائے جناب والا ۔ میں آخر میں گذارش کروں گا کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر کے نزدیک جتنے قصبات ہیں خصوصاً چوک اعظم ۔ فتح پور ۔ کہروڑ ۔ لدھانہ اور کوٹ سلطان ۔ وہاں پر لوگوں کو آنے جانے میں بڑی تکلیف ہے ۔ وہاں پر پرائیوٹ بسیں پہلے ہی بہت کم ہیں اور آئے دن ان سے حادثات ہوتے رہتے ہیں اس سلسلے میں میری یہ گذارش ہے کہ وہاں گورنمنٹ اومنی بسیں چلائی جائیں ۔

مسٹر سپیکر : سردار نوازش علی خان ۔

سردار نوازش علی خان قندرانی : جناب والا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ 78-1977ء کا سال انتہائی دشواریوں اور مشکلات کا سال ہے ۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے علاقے کی مشکلات کا ذکر کروں میں جناب وزیر خزانہ ڈاکٹر عبد الخالق کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جسقدر بھی مشکلات تھیں انہوں نے ان پر غور و خوض کر کے انتہائی تدبر کے ساتھ اس بجٹ کو پیش کیا ۔ اس کے ساتھ میں چند گذارشات اور عرض کروں گا کہ انہوں نے تعلیم ہو ۔ صحت ہو یا صحت عامہ ہر قسم کے معاملات میں بڑی تدبرانہ صورت اختیار کرتے ہوئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر ۔ تمام مسائل کو خاطر میں لاتے ہوئے پورے وثوق اور پورے استحقاق کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا ہے ۔

جناب والا ۔ اس کے ساتھ میں اپنے علاقے کے مسائل کی طرف ان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ جناب والا میرا ضلع مظفر گڑھ ہے جس میں بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں ۔ جس حلقے سے میں کھڑا ہوا ہوں اس میں بھی ایسے لوگ آئے لیکن اس علاقے کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ اس علاقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے ۔ صرف الیکشن کی خاطر وہاں جاتے تھے اور ان کا مقصد صرف سیاسی ہوتا تھا ۔ اس علاقے کی اصلاحات اور ان لوگوں کے معاملات کی طرف کم توجہ دی جاتی تھی ۔ جناب والا

جس علاقے سے میرا تعلق ہے اس میں صرف ایک ڈسپنسری ہے اور جس گاؤں میں میں رہتا ہوں وہ بصیرہ قندرانی ہے ۔ اس گاؤں کی آبادی اٹھارہ انیس ہزار افراد پر مشتمل ہے جس میں صرف ایک ڈسپنسری ہے جو کہ ایک صدی سے واقع ہے ۔ اس کی ایک چھوٹی سی عمارت ہے ۔ اس ڈسپنسری میں دوائیوں کی ہمیشہ کمی رہتی ہے اور وہاں صرف ایک ڈسپنسر موجود رہتا ہے لیکن دوائیوں کے ناکافی ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ہمیشہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ مہربانی فرما کر اس کو ہیلتھ سنٹر یا یونٹ ہیلتھ سنٹر بنایا جائے تو بہتر ہو گا ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ بصیرہ قندرانی ایک سٹیشن ہے جو کہ دو اڑھائی میل پر واقع ہے ۔ اتنے حصے پر سڑک بنانے کے لئے زمینداروں نے اپنی زمینیں دی ہوئی ہیں ۔ اگر اس قصبے کو اس سٹیشن کے ساتھ ملا دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا ۔ جناب والا ۔ جیسے میں عرض کر رہا ہوں اس سڑک پر کافی دیہات آباد ہیں ۔ اس سڑک کے بن جانے سے ان دیہات کو بھی سہولیات میسر ہو سکتی ہیں ۔

بصیرہ قندرانی اتنا بڑا قصبہ ہونے کے باوجود آج تک بجلی سے محروم ہے ۔ جناب والا ۔ اس سال اس کو پیپلز ورکس پروگرام میں رکھا گیا ہے لیکن ابھی تک وہاں بجلی نہیں آ سکی ۔ اس سڑک پر تھانہ قریشی موجود ہے جو کہ ایک خاصا قصبہ ہے لیکن وہاں ابھی تک بجلی میسر نہیں ہو سکی ۔ شریف چھجڑا یا دیگر جتنے بھی دیہات ہیں وہاں ابھی تک بجلی میسر نہیں ہو سکی ۔ اسی طرح میں یہ عرض کروں گا کہ تھانہ قریشی جہاں قریشی چوک ہے وہاں سے کوٹ ادو اور ڈیرہ غازی خان تک سڑک جاتی ہے ۔ اس کے کچھ فاصلے پر کچی سڑک ہے جس پر کافی قصبات ہیں ۔ باغات بھی ہیں اور فصلات بھی اچھی ہوتی ہیں لیکن آج تک اس سڑک کی طرف توجہ نہیں دی گئی ۔ جناب والا ۔ علی پور روڈ جو کراچی کی طرف جانے والی Main روڈ ہے جو سیلاب آنے کی وجہ سے یا کسی وقت کوئی اور صورت پیدا ہو جانے سے ہمیشہ کٹ جاتی ہے ۔ اگر یہ سڑک بنا دی جائے تو یہ تکلیف بھی ہمیشہ کے لئے رفع ہو سکتی ہے ۔

جناب والا۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے ہاں ایک ہائی سکول پچھلے سال منظور ہوا تھا جس کے صرف دو کمرے تعمیر ہوئے ہیں باقی عمارت بالکل نہیں ہے جبکہ سکول میں طلباء کی تعداد چھ سات سو کے قریب ہے۔ اسی طرح میرے حلقہ نیابت میں پرائمری سکولز ہیں لیکن کسی کی چھت نہیں ہے، کسی کی دیوار نہیں ہے تاکہ بچوں کے بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ میسر نہیں ہے۔ بچے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں جناب والا۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ جہاں لاہور۔ کراچی یا دوسرے بڑے شہروں میں سہولیات میسر ہیں۔ مثلاً اچھے اچھے سکول، نہایت قابل اساتذہ اور اچھا سٹاف میسر ہے، وہاں کم از کم دیہاتی بچوں کے لئے یہ چھوٹی سی سہولت تو میسر ہونی چاہیے۔ جناب والا۔ اسی طرح میں یہ بھی عرض کروں گا کہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ پہلی جماعت کا امتحان اے ڈی آئی لیتا تھا۔ اسی طرح سٹرکے چوتھی اور پانچویں کے امتحانات بھی اے ڈی آئی صاحبان لیا کرتے تھے۔ اسی طرح مڈل کے امتحانات ہو جایا کرتے تھے اس سے تعلیمی قابلیت بڑھتی تھی اور اساتذہ تعلیم کا پورا پورا خیال رکھتے تھے کیونکہ ان کی ترقی کا راز اسی میں تھا کہ وہ طلباء کی تعلیم کا خاص خیال رکھیں۔ لیکن جناب والا۔ آج کل ایسا بالکل نہیں ہو رہا۔ ان کے امتحانات ختم کر دئیے گئے ہیں یہ اساتذہ بالکل کاہل ہو گئے ہیں یہ بچے بالکل سستی پر اتر آئے ہیں۔ انہیں پڑھنے کا کوئی شوق نہیں رہا اور نہ ہی بچوں کو اس قسم کا کوئی خوف ہے۔ لہذا میں استدعا کروں گا کہ اس چیز کا بھی ازالہ کیا جائے جناب والا۔ کیونکہ سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے۔

جب حکومت نے اشتمال اراضی کے متعلق سوچا تھا تو اس سے کافی جھگڑے ختم ہو گئے تھے۔ پانی کے سلسلے میں، چک بندی کے سلسلہ میں یا نہار کا نظام نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جب بارشیں ہوں گی تو کسانوں کو زیادہ دشواریاں ہوں گی۔

مسٹر سپیکر: معزز ممبر کی تقریر کے خاتمے تک اجلاس کے وقت میں توسیع کی جاتی ہے۔

سردار نوازش علی خان قندرانی : میں یہ بھی عرض کروں گا کہ چک بندی کے نظام کو بہتر بنایا جائے - اس کے علاوہ یہ نظام جو چل رہا ہے یعنی سکارپ، اس کو بھی کئی طرح تقسیم کر دیا گیا ہے- کسان کو جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ درخواست لے کر جاتا ہے- وہ سکارپ میں جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ کینال میں جاؤ- اس طرح یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے - ان تمام تکالیف کا ازالہ ہونا بہت ضروری ہے - ان کا ازالہ فرمایا جائے -

مسٹر سپیکر : ایوان کی کارروائی ساڑھے پانچ بجے شام تک ملتوی کی جاتی ہے-

شام کی نشست

(Mr. Speaker : took the chair).

Mr. Speaker : Mr. Abdul Hamid Khan Kiani Major (Retd.)

Mr. Abdul Hamid Khan Kiani Major (Retd). Mr. Speaker Sir, We, the members of this august House sitting on the treasury benches, belong to the Pakistan Peoples Party. Pakistan Peoples Party stands for freeing the society of exploitation and establishing a just and equitable social order in the country. It is, therefore, imperative that any measure taken by the Government whether that be fisical or administrative, should be attened to this basic philosophy. A cursory glance over the budget would reveal that the hon'ble Finance Minister has by and large been motivated, influenced and guided by these ideals. This speaks of ingenuity on the part of the hon'ble Finance Minister to hold fast to these ideals while formulating the budgetary demands and the budgetary proposals inspite of the fact that he had to work under most trying conditions. The Finance Minister, therefore, deserves not customary congratulations but my sincerest felicitations.

As I have said earlier that the Finance Minister had to work under most trying conditions, I would ,therefore, dilate a little upon these trying conditions. Immediately, after their expected defeat during the General Elections in the National Assembly on 7th of the March, 1977, a pre-planned plot was put into action by a motely lot of frustrated and rejected politicians. The plot was aimed at destroying the public as well as the private property. The aim was to destroy whatever had been achieved by the Pakistan Peoples Party during the course of its office. The object was to create economic crisis in this country so as to spread despair and despondency amongest the masses so that they should lose confidence in Mr. Zulfiqar Ali Bhutto. But

there was one important human factor which is rather over-looked i.e. the poor masses of this country may forgive the failure on the part of the Peoples Party but they would not abandon their fate to the mercey of the force of exploitation from whom they have been emancipated by Mr. Zulfiqar Ali Bhutto. This human factor would Insha-Allah play a dominant role in the next General Elections and Mr. Bhutto is to re-emerge as a much stronger leader of Pakistan than he is at the moment. The Peoples Government has done a lot during the course of its office to improve the lot of the masses. But unfortunately, the result on the ground is in-commensurate with the efforts being made by the Government. The reason is that the bureaucracy or the administrative services or the executing agencies who are responsible to implement these reforms have not proved equal to the task. In fact the bureaucracy in our country is temperamently unsuited to implement the revolutionery reforms which have been introduced by the peopels Government. It would not be wrong to say that a Pakistani bureaucrat has come to signify a person who specialitses in under-hand dealings, false promises and undertakings, very lofty pretenses and very low performanes on the ground. Until and unless the performance on the part of the bureaucracy is improved the impact of the revolutionary reforms would not be felt on the ground. I have got a suggestion to make in this connection that in each district a vigilance committee should be formed, preferably consisting of the elected representatives of the particular area. They should be made responsible to watch and supervise the developmental activities which are taking place in the district as well as the other functions of the Government functionaries at the district level. In additions to providing the impetus to the developmental activities taking place in the district it would also enable the masses to obtain the basic justice which has been denied to them for so long from the local administration. At the same time it must have been observed by the Chief Minister and the Prime Minister that whenever they go to the various area there are l i of petitions on this account, and if this thing is adopted that these things are checked and looked after by these vigilance committees at district level actually that thing would not happen at all.

Now I would come to the Education Sector. A very big chunk of the financial resources have been earmarked fort he Education Sector. Indeed this is a very commendable step by the hon'ble Finance Minister. But here again the actual result on the ground is incommensurate to the amount which is being spent on the education sector. This is my personal experience that the teaching staff particularly in the rural areas is more of a politically motivated and politically trained worker than the teacher. They are being paid handsomely by the Government in the way of pay and allowances but at the same time they are paying it back by venomous propagandas which they spread amongst the people who come in their close contact. I would, therefore, suggest that the hon'ble Education Minister should stream-line the teaching staff and at the same time restore some sanity amongst them in order to stem this wrought.

Now about Annual Development Programme. It has been a normal practice in almost all the district in the Punjab that while plans and projects are formulated before inclusion in the A. D. P the elected representatives are never consulted. The position of the elected representatives becomes very ridiculous when they go about and are being asked by their electorate as to what has been done about their area and what development schemes are going to take place. I would suggest Sir, that in future any development plan which is being recommended by the local administration at the district level for its subsequent inclusion in the ADP should not be accepted for inclusion in the ADP until such time this is approved and vetted by the elected representatives themselves.

Sir, now I would come to my own constituency. My constituence is most backward constituency of a backward Tehsil of a most backward district of the province. The constituency consists of about 210 villages. They are located at a considerable distance from each other. The distances are interspersed with nullahs and difficult terrains. There is not an inch of pucca road in the interior of my constituency. The medical facilities are few and far between. Same is the case about the educational facilities. There are certain areas in my constituency where the people do not have even the basic necessity of drinking water. The people, particularly the women folk have to traverse a very long distance to fetch a pitcher of water from the resources which are located at considerable distances from the places they live. I must say that my constituency presents a most dismal picture of neglect and under developed conditions. My friend from Bahawalpur said that the constituency he represents is very backward. Of course it becomes very difficult to differentiate between a backward area and an area which is not backward. Therefore, I would suggest that a high-powered commission be constituted which should carry out intensive and extensive survey of the backward areas for according priority for their further development so that the development of the under developed or the non-developed area is brought at per with the developed area of the province.

Now Sir, I would come to the summing up. Of course it is very difficult to ask for the money because it has been said earlier that as for the new plans and schemes are concerned no money is being provided for them. Only the on-going schemes would be attended to and they have been catered for in the budget. If I put up my demands I know that they are not going to be met. In the end I sum up by saying that normally we pay a lot of lip-service to Mr. Zulfikar Ali Bhutto and exalt his status by slogans and all that. But I tell you that we cannot strengthen his hands which I would rather call the disturbed hands which are so badly needed to shape up the destiny of this nation unless certain immediate measures are taken:-

(a) The administration should be streamlined at all levels;

(b) The corruption should be eradicated from every walk of life and last but not least.

(c) The conduct of all of us who profess their loyalty to the Peoples Party should bear the semblance to the principles for which the Party stands.

I thank you Sir.

مسٹر سپیکر : چوہدری غلام احمد (لائل پور)

چودھری غلام احمد : جناب والا - میں وزیر خزانہ صاحب کو متوازن بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں - جناب والا - گذشتہ تین چار ماہ سے ہمارا ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے دو چار رہا ہے - جس سے ہمارے ملک کی معیشت شدید طور پر متاثر ہوئی ہے - ہر آدمی یہ سمجھتا تھا کہ یا تو ہمارے کا بجٹ پیش کیا جائے گا یا عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ

تلر لاد دیا جائے گا ۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وزیر موصوف نے بعض expenditures میں تین فی صد کمی کر کے اور چار نئے ٹیکسوں کو تجویز پیش کر کے بجٹ کو متوازن کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی زراعت کو بہت اہمیت دی گئی ہے ۔ یہ ضروری ہے کیونکہ ہمارا ملک بنیادی طور پر زرعی ملک ہے اس لئے زراعت کے میدان کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دینی چاہئے ۔ انہوں نے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 20 فی صد زراعت کے لئے مختص کرائے ۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ محکمہ زراعت کی تنظیم کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے آج سے تقریباً چار سال پیشتر محکمہ زراعت ان ڈیپارٹمنٹس پر مشتمل تھا ، فارسٹ ڈیپارٹمنٹ، انیمل ہسبنڈری ڈیپارٹمنٹ اور فشریز ڈیپارٹمنٹ ۔ 1973ء میں تین full-fledged departments بنائے گئے اور اس طرح سیکریٹریٹ لیول پر تین سیکرٹری تینوں محکموں کے مقرر کئے گئے اور اس طرح باقی اسٹیبلشمنٹ بھی پیش کی گئی ۔ یعنی محکمہ زراعت علیحدہ ہونے کے بعد اور بھی بڑھ گیا ۔ اس میں ڈائریکٹوریٹ کی تعداد بھی بڑھا دی گئی ۔ دو ڈائریکٹر جنرل بھی مقرر کئے گئے ۔ میں نہیں سمجھتا کہ ڈائریکٹر جنرلز کے مقرر کرنے کے بعد اس محکمے کی کارکردگی میں کون سا اضافہ ہوا ہوگا ۔ چونکہ فنانشل رولز کے مطابق ڈائریکٹرز attached departments کے ہیڈ ہیں ۔ فنانشل رولز میں ان کے اختیارات وہی ہیں جو ہیڈز آف ڈیپارٹمنٹس کے اختیارات ہوتے ہیں ۔ معلوم نہیں کہ ڈائریکٹر جنرل صاحبان کو کون سے اختیارات سونپے گئے ۔ ماسوائے اس کے کہ مختلف افسروں کی ٹرانسفرز ان کے پاس ہوں ۔ یا یہ ہے کہ کارکردگی میں اضافہ تو نہ ہوا ہو ۔ لیکن سرخ فیتے میں یقیناً اضافہ ہوا ہوگا ۔ یعنی اس سے پبلک کو کسی قسم کی آسانی میسر آنے کی بجائے دفتروں میں اضافہ ہوا ۔ یہ اس محکمے تک محدود نہیں ہے ۔ ہمارے ہاں باقی یہ محکمے بھی ہیں ۔ مثلاً اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ہے ۔ تقسیم سے پیشتر اس محکمے میں تین چیف انجنیر تھے کنسٹرکشن کا کام بھی اسی محکمے کے پاس تھا ۔ واپڈا کے وجود میں آنے کے بعد تمام تر کنسٹرکشن کا کام واپڈا کے پاس چلا گیا ۔ لیکن اس محکمے میں چیف انجنیرز کی تعداد بہت بڑھ گئی ۔ اس وقت تیسری علاقوں میں چیف سول ڈویژن ہیں ان میں ایک ایک چیف انجنیر ہے یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک

میں افسران کے ذہن میں یہ غلط قسم کا تصور پایا جاتا ہے کہ کسی محکمے کی اہمیت کا انحصار ان کے ماتحت افسران کی تعداد پر ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے تقریباً تمام محکموں میں یہ trend شدت کے ساتھ کارفرما ہے۔ تو اس سلسلے میں، میں فنانس منسٹر صاحب سے گذارش کروں گا کہ کسی موزوں وقت پر وہ ایم۔بی۔اے صاحبان کی ایک کمیٹی تشکیل کریں جو او اینڈ ایم (آرگنائزیشن اینڈ میتھڈز) کے اصولوں کے تحت تمام محکموں کی تنظیم ۔ ایڈمنسٹریٹو آرگنائزیشن کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ورک لوڈ کے مطابق ان کا سٹاف ہے یا اس سے زیادہ ہے ۔ اس آرگنائزیشن کو ایگزامن کرنے کے بعد جتنی بچت ہو وہ ہم سالانہ ترقیاتی پروگراموں پر خرچ کر سکتے ہیں ۔

اس طرح ہمارے ہاں واپڈا کا قصہ ہے۔ واپڈا کے ہاں بھی جونیئر انجنیئرز کی اتنی تعداد ہے جتنی کہ کسی وقت اس محکمے میں ایگزیکٹو انجنیئرز کی تھی ۔ گو واپڈا اس وقت صوبائی حکومت کے ماتحت نہیں ہے لیکن صوبائی حکومت اس کے ساتھ خاص طور پر دیہات میں بجلی پہنچانے کے سلسلے میں خاصا واسطہ رکھتی ہے ۔ کچھ عرصہ پیشتر یہ افواہ تھی کہ واپڈا کو توڑ کر اس کی اریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں ٹرانسفر ہو جائے اور بجلی کے لئے علیحدہ محکمہ پنجاب میں یا دوسرے صوبوں میں قائم کیا جائے ۔ اس سے ایک تو کارکردگی بڑھ سکتی ہے۔ دوسرے اخراجات میں بھی یقیناً کمی ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد میں ہیلپ ورکس پروگرام کی طرف آتا ہوں ۔ اس میں دس لاکھ 82 ہزار روپے رکھے گئے ہیں جن میں سے 5 لاکھ 88 ہزار روپے 258 میل لمبی سڑکوں کو پختہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 2 کروڑ 61 لاکھ روپے کی سکیموں کے بارے میں ہیلپ ورکس کونسل فیصلہ کرے گی ۔ میرا تعلق لوہ ٹیک سنگھ تحصیل سے ہے۔ جناب والا ۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ خاص (advanced) تحصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم کے لحاظ سے یہ تحصیل دوسری تحصیلوں یا اضلاع سے ایڈوانسڈ (Advanced) ہے۔ لیکن جہاں تک ترقیاتی کاموں کا تعلق ہے، خاص طور پر سڑکوں کا یہ تحصیل بہت ہی پس ماندہ ہے ۔ وہاں سڑکوں کا نظام بالکل ہی خراب ہے۔ میرے اپنے حلقہ نیابت

میں دو نامکمل سڑکیں ہیں - مثلاً گوجرہ سے حضروال تک اور گوجرہ سے مزید والا تک ان میں پانچ پانچ میل سڑکیں بنی ہوئی ہیں - میں یہ گذارش کروں گا کہ یہ سڑکیں پختہ کی جائیں - اس طرح میں یہ بھی عرض کروں گا کہ مزید والا سے کمالیہ تک سڑک پختہ بنائی جائے تاکہ دیہات کا تعلق قصبوں سے ہو جائے اور وہ اپنی اجناس منڈیوں تک لے جا سکیں۔ اس کے بعد میں جناب والا۔ یہ بھی عرض کروں گا کہ اس علاقہ میں باغات کافی ہیں ، سڑکوں کا نظام اچھا نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگ اپنے سے باغات سستے داموں فروخت کر دیتے ہیں کیونکہ یہاں پر ٹرک وغیرہ کے لیئے ذرائع آمد و رفت نہیں ہیں ، جناب والا۔ تحصیل کوبہ ٹیک سنگھ کی تمام سڑکیں پختہ کی جائیں - خاص طور پر میرے حلقہ نمبر 90 میں تین سڑکیں بہت اہم ہیں وہ ضرور پختہ کی جائیں -

جناب والا - سڑکوں اور پلوں کے لیئے 30 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس بجٹ میں لائلپور ، سمندری اور رجانہ روڈ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جناب والا - یہ سڑک بہت خستہ حالت میں ہے کیونکہ یہ ایریا water-logged ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سڑک کی مرمت کا کام ہو رہا ہے مگر یہ نہایت سست رفتار سے ہو رہا ہے اور بارشوں کا موسم پھر آنے والا ہے۔ اگر اس رفتار سے کام ہوتا رہا تو اس سے عوام کو نہایت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا - پھر جناب والا - اس سڑک پر ٹریفک بڑی (heavy) ہے اس لیئے یہ سڑک خاص طور پر توجہ کی محتاج ہے۔ رجانہ اور پیر محل روڈ جو نہایت خراب حالت میں ہے اس کو تین میل مرمت کیا گیا تھا اور جوڑا بھی کیا گیا تھا لیکن 8 میل بڑی خستہ حالت میں ہے۔ اس لیئے میں وزیر مواصلات سے گذارش کروں گا کہ اس پر خصوصی توجہ دی جائے - یہ سڑک بڑی اہم ہے ملتان کی طرف ٹریفک اسی سڑک سے جاتی ہے۔ دو ماہ پیشتر اس کی مرمت ہوئی تھی مگر مناسب کام نہیں کیا گیا کہ اس کی توسیع ہو سکے - پیر محل سے شور کوٹ روڈ جو سڑک جاتی ہے وہ بھی خستہ حالت میں ہے اس کی بھی مرمت کروائی جائے -

اس کے بعد جناب میں دیہات میں فراہمی آب اور نکاسی آب کی طرف آتا ہوں تو اس کے لیئے بجٹ میں 8 کروڑ 60 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں -

جناب والا ۔ یہ تو سب پر عیاں ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو سب سے زیادہ ووٹ دیہات سے ملے ہیں مگر جناب والا ۔یہ دیہاتی علاقے ان سہولتوں سے محروم ہیں ۔ جناب والا ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں لوگ نہروں کے پانی کو تالابوں میں سٹور کرتے ہیں اور پھر وہیں سے انسان اور حیوان سب پانی پیتے ہیں ۔اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ ان تالابوں کو پختہ کیا جائے اور اس کے علاوہ پانی کو صاف کرنے کا بھی انتظام کیا جائے ۔ اسی طرح نکاسی آب کے سلسلہ میں بھی عرض کروں گا کہ پہلے دیہات سے بارشوں کا پانی خود بخود بہہ جاتا تھا مگر اب جناب والا ۔ دیہات کی سڑکیں نشیب زدہ ہو گئی ہیں اور زمینیں اوپر ہوتی جا رہی ہیں ۔ اس طرح سڑکوں پر پانی اکٹھا ہو جاتا ہے ۔ اس کے لئے بھی جناب والا ۔ میں حکومت سے یہ عرض کروں گا کہ اسے پیپلز ورکس پروگرام میں شامل کیا جائے ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں تعلیم کی طرف آتا ہوں ۔ تعلیم کی مد میں 135 کروڑ 44لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور یہ کہا گیا ہے کہ آئندہ سال میں پانچ سو پرائمری سکول کھولے جائیں گے ۔ جناب والا ۔ میرا حلقہ نیابت انہی دیہات پر مشتمل ہے جہاں بچوں کے لئے کوئی پرائمری سکول نہیں ہے ۔ جناب والا ۔ سکول کھولنے چاہئیں یہ ایک اچھی بات ہے مگر ان علاقوں میں یہ سکول کھولنے چاہئیں جہاں پہلے سکول نہیں ہیں ۔ جناب والا ۔ میرے علاقے کے دیہات میں کوئی پرائمری سکول نہیں ہے ۔ اور بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے دوسرے دیہات میں جانا پڑتا ہے ۔ اس سلسلے میں میں نے وزیر تعلیم سے گذارش کی تھی کہ سکول وہاں کھولے جائیں جن دیہات میں نہیں ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ گذارش کروں گا کہ پیپلز پارٹی چونکہ ایک انقلابی جماعت ہے اس لئے ہمیں تعلیم کے میدان میں ایک انقلاب لانا چاہیئے اور اس روایتی تعلیم کو ختم کر کے فنی تعلیم کے لئے کوشش کرنی چاہیئے اور روایتی تعلیم کو ٹیکنیکل تعلیم میں تبدیل کرنا چاہیئے ۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس سلسلہ میں کافی اخراجات کئے ہیں ۔ بہت سے پروفیشنل اور ووکیشنل ادارے بھی قائم کیئے ہیں مگر یہ ناکام ہوئے ہیں ۔ میں انہیں مشورہ دوں گا کہ تحصیل کی سطح پر بچوں کو آٹھویں جماعت کے بعد ایسی تعلیم دینی چاہیئے جس سے وہ مکینک یا موٹر مکینک بن سکیں اور

یعنی روزی کما سکیں ۔ جناب والا ۔ دیہات میں میں نے دیکھا ہے کہ بے شمار لڑکے پڑھے لکھے بے روزگار ہیں ۔ جناب والا ۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ لوبہ ٹیک سنگھ میں ہزاروں لڑکے بی۔اے۔ کئے پھر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کو دس پندرہ سال تک نوکری نہیں مل سکے گی ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ میں محکمہ صحت کی طرف آتا ہوں ۔ اس کے لئے 16 کروڑ 37 لاکھ روپے مخصص کئے گئے ہیں یعنی ذہنی صحت کے لئے یہ پروگرام بہت اچھا ہے ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ تحصیل لوبہ ٹیک سنگھ میں اس وقت صرف تین رورل ہیلتھ سنٹر ہیں جو بالکل ناکافی ہیں ان کی تعداد بڑھائی جائے ۔ دو ہیلتھ سنٹر ایسے ہیں جہاں ڈاکٹر بھی موجود نہیں ۔ ڈاکٹروں کی کمی کو بھی دور کیا جائے ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چینی کے چھ کارخانے لگائے جا رہے ہیں ۔ ایک ایک کارخانہ کمالیہ ، سمندری اور گوجرہ میں تجویز کیا گیا ہے ۔ چند سال پیشتر یہ تجویز کیا گیا تھا ۔ کہ پرائیوٹ سیکٹر میں کھانڈ کا کارخانہ قائم کیا جائے مگر معلوم نہیں اس کا کیا ہوا ؟ میں وزیر صحت سے یہ گذارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر اس پر عمل درآمد کروایا جائے تاکہ لوبہ ٹیک سنگھ میں پرائیوٹ سیکٹر میں کارخانہ قائم ہو سکے ۔ یہ لوبہ ٹیک سنگھ کے لوگوں کی بہت بڑی خوش قسمتی ہو گی ۔

جناب والا ۔ پچھلے الیکشن کے دوران جناب ذوالفقار علی بھٹو نے لوبہ ٹیک سنگھ میں تقریر کرتے ہوئے جلسہ عام میں فرمایا تھا کہ ہم لوبہ ٹیک سنگھ کو ضلع کا درجہ دیں گے ۔ وہاں کے لوگ بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب یہ باقاعدہ اعلان ہوتا ہے کہ یکم جولائی 1977ء سے اس کو ضلع کا درجہ دیا گیا ہے ۔ بہرحال ابھی تک تو کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب فنانس منسٹر سے یہ گذارش کروں گا کہ اس بات کا جلد اعلان کریں ۔ جناب والا ۔ ہم نے پھر اپنے رائے دہندگان کا سامنا کرنا ہے ۔ وہ لوگ پھر ہم سے پوچھیں گے کہ یہ کب ضلع بن رہا ہے ۔ جناب والا ۔ لوبہ ٹیک سنگھ اگرچہ لائل پور

سے صرف 70 میل کے فاصلہ پر ہے لیکن سڑکوں۔ ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کے لحاظ سے وہ تحصیل پسماندہ ہے۔ اس لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ لوبہ ٹیک سنگھ کو جو کہ جنگ کے دنوں میں بھی زیادہ معاوضہ دیتا رہا ہے جلد از جلد ضلع کا درجہ دیا جائے آخر میں ۔میں پھر جناب کا اور جناب فنانس منسٹر کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : سردار منظور احمد خان (مظفر گڑھ)

سردار منظور احمد خان (مظفر گڑھ) جناب والا ۔جونا مساعد حالات اور مشکل وقت ایک سال سے اس ملک کو در پیش ہیں ۔ خصوصاً گذشتہ 4·3 ماہ سے اس ملک کی معیشت کو خراب کرنے کے لئے بیرونی ممالک اور ان کے ایجنٹوں نے اور بیروکریٹ نے جو حصہ لیا اور اس کو تباہ کرنے کی خاطر دن رات ایک کر دیا ۔ ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مدبرانہ قیادت اور شرافت نے ہمیں ان بلاؤں سے چھٹکارا دلایا اور ایک دفعہ پھر اس پاکستان کو جس کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ٹوٹ رہا ہے۔ اس کو دنیا کے نقشہ پر استقامت سے قائم کر دیا ہے۔ تو ان مشکل حالات میں وزیر خزانہ نے جو متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ وہ قابل تحسین ہے اور میں اس پر انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر ۔ انہوں نے جس ذہانت ۔ قابلیت اور عوام دوستی کا ثبوت دیا ہے وہ اس بجٹ سے ظاہر ہے۔ اس میں اولیت تعلیم دی گئی ہے ۔ اس کے بعد سالانہ ترقیاتی پروگرام کو اور اس کے بعد صحت کو touch کیا گیا ہے۔ حضور والا ۔ کو انہوں نے نہایت محنت ۔قابلیت اور ذہانت سے اس بجٹ کو تیار کیا اور تیار کر کے اس ہاؤس میں پیش کیا ہے لیکن جناب والا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ کی تیاری سے قبل اس ہاؤس کے ممبران سے صلاح و مشورہ لینا نہایت ضروری تھا ۔ جناب والا ۔ جو بجٹ اب اس ایوان میں پیش ہے یہ Deputy Commissioner ضلع اور تحصیلوں کے Assistant Commissioners کی consultation اور ان کے منشاء سے یہاں آیا ہے۔جناب والا۔چاہئیے تو یہ تھا کہ وہ افسران جنہوں نے Planning and Proposals بنا کر بھیجی ہیں ۔ علاقہ کے ممبران کو بھی consult کرتے تاکہ پتا چلتا کہ کسی ممبر کو کس علاقہ کے لئے امداد کی ضرورت ہے ۔ تاکہ ان کی ضرورت کے مطابق

صحیح امانت ان تک پہنچائی جاتی ۔ میں بلیٹن سے کہتا ہوں کہ اب اس بجٹ میں جو تجاویز ضلع وار پیش ہیں ۔ ان میں عوام کی حق رسی نہایت مشکل ہے ۔ جناب والا ۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ آئندہ کے لئے بجٹ بنانے سے پہلے اسمبلی کے ارکان کی District-wise Budget Committees بنادیں جن کی Pre-budget meetings ہوں اور ہر ضلع کے نمائندگان ان میٹنگوں میں بھرپور حصہ لے کر بروقت اپنی مشکلات پیش کر سکیں ۔

حضور والا ۔ اس بجٹ میں جس چیز کا سب سے زیادہ فقدان ہے میں وہ بتاتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ اس ہاؤس کے باوقار ارکان جو کہ بجٹ پر بحث کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں ۔ ان کی رہائش کے لئے کوئی باعزت مقام نہیں ہے ۔ صرف 70/60 ایم ۔ پی ۔ ایے صاحبان کی رہائش کا بندوبست ہے ۔ باقی ممبران میں سے کوئی کسی ہوٹل میں ہے ، کوئی کسی رشتہ دار کے پاس ہے اور کوئی کہیں ہے ۔ ہمیں وقت اور موقعہ نہیں ملتا کہ تسلی سے بجٹ کو study کر سکیں ۔ اس لئے جناب والا ۔ بجٹ میں سب سے پہلے ایم ۔ پی ۔ اے صاحبان کی رہائش کے لئے اچھا سا فنڈ نکالنا چاہئے ۔ یہ کام ایک سال میں مشکل ہے 4'3'2 سال کی Planning ہو اور phase by phase اس کو ہونا چاہئے ۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے ۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں ۔ امید ہے جناب فنانس منسٹر اس پر غور کریں گے ۔

دوسری تجویز جناب والا ۔ یہ ہے کہ وکلاء کو ہر معاشرے میں cream of the society سمجھا جاتا ہے ۔ اور ہمارے اس مقدس ایوان میں بھی تقریباً 50 فیصدی وکلاء حضرات ہیں ۔ لیکن وکلاء کی welfare اور benefits کے لئے کوئی پروگرام اس بجٹ میں نہیں ہے ۔ حضور والا ۔ ہر District کو study کریں ۔ ہر جگہ بار روم 100 سال پہلے کے بنے ہوئے ہیں ۔ اس وقت ہر ضلع کی strength 25-20 وکلاء سے زیادہ نہ ہوتی تھی ۔ لیکن اس وقت اکثر اضلاع میں ان کی تعداد 400-500 ہے ۔ بہر حال دو موضع کم کسی بھی ضلع میں نہیں ہے ۔ میں جناب والا ۔ اپنے ضلع مظفر گڑھ کی نشاندہی کرتا ہوں ۔ اس ضلع میں بار روم 1902-1901 میں بنا تھا جس کی لمبائی چوڑائی 16 × 16 ہے ۔ اب وہاں ڈیڑھ سو وکلاء ہیں اور

وہاں پر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے۔ اتنی تاریخ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہر ضلع کے بار روم میں وکلاء کی یہی حالت ہے۔ حضور والا ۔ وکلاء کے لیئے بجٹ میں کوئی پروویژن نہیں رکھی گئی ہے۔ یہ ایک بڑی خامی ہے۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ وکلاء کی پوری حق رسی کی جائے ۔ چونکہ ابھی بجٹ پر بحث ہوئی ہے اس لیئے میں فنانس منسٹر سے استدعا کرتا ہوں کہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنائیں ۔ جناب والا ۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو ہر ضلع میں گئے تھے ۔ انہوں نے ہر ضلع کی تجاویز سنی تھیں اور انہوں نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ہم اولین فرصت میں بار ایسو سی ایشن کی improvement کے لیئے فنڈز release کریں گے ۔لیکن جناب والا ۔ایک سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود فنانس ڈیپارٹمنٹ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی ۔ حضور والا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ کی رقم قوم کی امانت ہوتی ہے لیکن یہ نہایت بے دردی سے خرچ ہوتی ہے۔ہم لوگ تحصیل کے رہنے والے ہیں اور ہمارے سامنے یہ فنڈز خرچ ہوتے ہیں ۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس بجٹ کا 50 فیصدی Bureaucrats کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ مثلاً محکمہ آبپاشی کو آپ دیکھیں یہ ہر سال نئی تجاویز اور نئے منصوبے ان بندوں کے متعلق پیش کرتا ہے اور ان کے لیئے فنڈز منظور کیئے جاتے ہیں لیکن حضور والا ۔ یہ کام ہر سال اپریل یا مئی کے مہینے میں شروع کرتے ہیں اور کاغذات میں دکھا دیتے ہیں کہ تمام منصوبے مئی اور جون سے پہلے پورے ہو گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ عملی طور پر وہاں کوئی ایک بند بھی مکمل نہیں ہوتا حتیٰ کہ سیلاب آجاتا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جناب ہم نے اس بند کی تکمیل کی تھی ۔ اس کا منصوبہ بنایا تھا اور وہ سارے کا سارا wash-out ہو گیا ۔ جناب والا ۔ میں ضلع مظفر گڑھ کی ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ رنگ پور کے بند کا 38 لاکھ روپے کا ٹھیکہ ہے لیکن ابھی تک وہ آدھا بند بنا ہے اور وہ بھی ریت سے بنا ہے اور آدھا نا مکمل ہے ۔ کاغذات میں وہ مکمل ہو چکا ہے لیکن عملی طور پر وہ ایک لکیر کھینچی ہوئی ہے ۔ وہ ایک دھوکہ ہے تاکہ وہ بند کے بہانے وہیں بیٹھ رہیں اور وہ بند واش آؤٹ ہو جائے اور اگلے سال پھر کروڑوں روپے اس بند کے بدلے کمائیں ۔ تو جناب والا ۔ اس سلسلے میں میری یہ تجاویز ہیں کہ ہائر ویز ڈیپارٹمنٹ یا ایری گیشن ڈیپارٹمنٹ کے متعلق جتنے بھی منصوبے ہیں ہمارے

متعلقہ وزراء موقع پر جا کر ان کا معائنہ کریں اور نوٹ لکھیں اور ان کے بعد ان کو بے مدت کرنی چاہیئے ۔ جناب والا ۔ ہر سال بجٹ کے کروڑوں روپے ضائع ہو رہے ہیں ۔ برباد ہو رہے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیا جا رہا ہے اور ان کے لئے کچھ بھی خرچ نہیں کیا جا رہا ہے ۔

جناب والا ۔ بجٹ کی بچت کے لیئے میری دو ۔ تین اور بھی تجاویز ہیں ۔ مثلاً اس وقت اس قوم میں یہ دوڑ لگی ہوئی ہے کہ راتوں رات ہم کروڑ پتی بن جائیں ۔ ہمارے بنگلے بن جائیں ۔ ہمارے مربعے بن جائیں ۔ اور ہماری اولاد اچھے سے اچھے (Institution) میں پڑھے ۔ تو جناب والا ۔ اس کو ختم کرنے کے لیئے غریب اور امیر میں تفاوت کو ختم کرنا چاہیئے ۔ حضور والا ۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں ۔ رشوت ستانی کو ختم کرنے کے لیئے سب سے پہلے ایک قومی لباس تجویز کرنا چاہیئے چاہے وہ کھدر کا ہو ۔ چاہے وہ لٹھے کا ہو ۔ مخمل کا ہو ۔ تاکہ کوئی بھی قیمتی سوٹ نہ پہن سکے ۔ کسی کو غریب نہ سمجھا جائے ۔ اگر جناب والا ۔ مزدور ہے تو وہ بھی یہی سوٹ پہنے ۔ ڈپٹی کمشنر ہے تو وہ بھی یہی سوٹ پہنے اور اور اگر کمشنر ہے تو وہ بھی یہی سوٹ پہنے ۔ اس کے علاوہ ان کی جائے رہائش کا بھی تعین کیا جائے ۔ کوئی بھی فیملی چار ، پانچ کمروں سے زیادہ کا بنگلہ نہ بنائے ۔ اگر کوئی بناتا ہے تو اس کا باقاعدہ حساب ہو ۔ اس طرح سے یہ جو ریس لگی ہوئی ہے کہ ایک سال میں ایک آدمی دس کوٹھیاں بناتا ہے یہ ختم ہو جائے گی ۔ حضور والا ۔ میں تو عرض کرتا ہوں کہ رشوت ستانی ختم کرنے کے لیئے تھوڑی سی مدت درکار ہے ۔ کون نہیں جانتا کہ فلاں افسر جب بھرتی ہوا تھا تو اس کی حیثیت کیا تھی ۔ اگر رشوت دور کرنی ہے تو وہ ملازم جس وقت بھرتی ہوا تھا اس کی اس وقت کی جائیداد دیکھنی چاہیئے ۔ اگر اب اس کی اس وقت سے زیادہ جائیداد ہے تو اس کو سزا ملنی چاہیئے اور وہ سٹیٹ کے حق میں ضبط ہونی چاہیئے ۔ حضور والا ۔ رشوت کی سزا موت رکھنی چاہیئے کیونکہ تمام بیماریوں کی جڑ اس ملک میں یہی رشوت ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور والا ۔ میرے نوٹس میں یہ ہے کہ اس وقت وہ سرکاری ملازم جس کا ہاتھ بڑی بڑی اونچائی تک پہنچتا ہے وہ چار ، چار ، پانچ ، پانچ سال کی extension لے چکا

ہے ۔ ہاتھ اس کے کانپتے ہیں لیکن وہ ابھی تک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے ۔ اس کی ایک مثال میں بہاولپور ہسپتال کے انچارج ۔ اس کی پیشی کرتا ہوں ۔ اس کی عمر ستر سال کے قریب ہے ۔ وہ (Eye) آئی ۔ سپیشلسٹ ہے ۔ سرجن ہے مگر اس کا ہاتھ کانپتا ہے اور اس سے آپریشن بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس کی وسائی ہائی لیول تک ہے اور وہ چوتھی extension لے کر بیٹھا ہوا ہے ۔ جناب والا ۔ ہمارے پاس foreign qualified لوگ ہیں لیکن انہیں موقع نہیں ملتا ۔ تو جناب والا ۔ یہ لوگ معاشرے پر بوجھ بنے ہوئے ہیں ۔ ان کا حساب ہونا چاہیئے ۔ معاشرے کو ایسے لوگوں کی جو Physically unfit ہو چکے ہیں ضرورت نہیں ہے ۔ انہیں ریٹائر کرنا چاہیئے ۔ جناب والا ۔ یہ بھی ہمارے بجٹ پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ہے ۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں اپنے ضلع مظفر گڑھ کی طرف جناب کی توجہ مبذول کراؤں گا یہ ضلع ایک یتیم ضلع ہے اس کا کوئی بھی وارث نہیں ہے میں یہی کہوں گا کیونکہ پچھلے سال بھی ڈویلپمنٹ پروگرام میں اور دوسری improvement کے لیئے اسے کچھ نہیں دیا گیا تھا اور یہی سلوک اس سال بھی کیا گیا ہے حالانکہ یہ سیاسی لحاظ سے بہت اہم ضلع ہے نوابزادہ نصراللہ خان صاحب ، گورمانی صاحب یہاں کے ہیں اور کھر صاحب بھی یہاں کے ہیں ۔ سیاسی لحاظ سے یہ بیدار ضلع ہے اور اس کے علاوہ زرعی لحاظ سے اس کی اہمیت سارے پنجاب میں بہت زیادہ ہے میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اس کا مالیہ پنجاب کے تمام اضلاع سے زیادہ ہے لیکن جناب اس کی improvements میں آج تک کسی نے دلچسپی نہیں لی حضور والا ۔ مظفر گڑھ ضلع پنجاب کے سب ضلعوں سے زیادہ نقصان برداشت کرتا ہے اور اس کی چاروں تحصیلیں سیلاب کی زد میں آ جاتی ہیں ۔ مظفر گڑھ شہر سے ، دریائے چناب اور دریائے راوی دو میل کے فاصلے پر ہیں ۔ پچھلے سال اس کی حفاظت کے لیئے ایک عارضی بند بنا دیا گیا تھا اور وہ سیلاب سے ٹوٹ گیا تھا اب جناب والا ۔ دریا اس عارضی بند سے پار آ گیا ہے لیکن ہمارے محکمہ نہر والوں نے باوجود ہمارے احتجاج کے آج تک اس شہر کی حفاظت کے لیئے کسی بھی حفاظتی بند کا کوئی بندوبست نہیں کیا اور نہ ہی کوئی منصوبہ تیار کیا ہے ۔ اب جناب والا ۔ دریا صرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے اور

حضور والا - ہمارے شہر مظفر گڑھ میں (80) سالہ ایک پرانا ہائی سکول ہے جس کی حمایت کے اکثر معززین کے سامنے ہی ڈپٹی کمشنر والوں نے یہ سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا ہے کہ خطرناک عمارت ہے بچے یہاں پر نہ بیٹھیں - جناب والا ! ہماری آدھی کلاسیں دھوپ میں لگتی رہتی ہیں جناب والا - جب وزیر اعلیٰ صاحب مظفر گڑھ کے دورے پر گئے تھے تو تمام یہ چیز ان کے نوٹس میں لائے تھے اور ان سے عرض کی تھی کہ بنیادی عمارت کی توسیع کے لئے پیسے چاہئیں - اس وقت ہمارا یہ مطالبہ نوٹ کر لیا گیا تھا مگر جناب والا - ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا - تو جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ہائی سکول اولین توجہ کا محتاج ہے اسی طرح جناب والا - مظفر گڑھ کی پچاس ہزار کی آبادی میں کوئی جونیئر ماڈل سکول بھی نہیں - تو میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ اس وقت لاہور - ملتان اور دیگر اضلاع کے بچے اچھے سے اچھے (Institution) میں پڑھتے ہیں - تو جناب ہمارے لئے بھی اتنے بڑے بجٹ میں سے ایک جونیئر ماڈل سکول کے لئے ضرور پیسے دینے چاہئیں -

حضور والا - ہمارا ضلع خوبصورت ہے - یہاں کی آدھی آبادی جو آٹھ ، نو لاکھ کے قریب ہے سیلاب زدہ ہے انہوں نے 74-73ء اور 75ء میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے مکانات بنانے کے لئے قرضہ جات لئے تھے لیکن یہ دو دفعہ سیلاب آئے ہیں ان کے تمام کے تمام مکانات بہہ گئے ہیں اور اب ان کے خلاف وارنٹ جاری ہو چکے ہیں - تو جناب والا - میری استدعا ہے کہ چونکہ سیلاب نے پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی نقصان کیا ہے - ان کے قرضہ جات معاف کئے جائیں - اگر جناب والا - ان کے یہ قرضہ جات معاف نہیں کئے جا سکتے تو کم از کم دو سال کے لئے وصولی کی مہلت دی جائے جناب والا - ہمارے ضلع کی مجموعی آبادی پچاس ہزار کے قریب آبادی ہے - موتسیل

کمیٹی ہے۔ مگر وہاں نہ سکول ہے اور نہ بجلی کا کوئی پروگرام ہے۔ تو میری استدعا ہے کہ اس روشن دنیا میں جبکہ لوگ آسمان پر پہنچ رہے ہیں ہم تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے بجلی اور سیوریج سسٹم کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔

مسٹر سپیکر : مسٹر ایم ڈی چودھری۔

مسٹر ایم۔ ڈی۔ چوہدری : (جھنگ کینٹ) جناب سپیکر۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب والا۔ وزیر خزانہ نے ملک میں نامساعد حالات اور پچھلے چار پانچ ماہ کے دوران جو عظیم بحران آیا جس کی وجہ سے ملک کی معیشت، خصوصاً پنجاب کی معیشت کو بری طرح نقصان پہنچا ہے ان حالات میں ایک ایسا بجٹ پیش کرنا، ملک اور خصوصاً صوبہ کے عام آدمی کو ٹیکس وغیرہ سے محفوظ رکھنا اور اس کے ساتھ ان کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے بوجھل منصوبہ بندی کرنا جن منصوبوں پر عام لوگوں کی بہتری کے لئے عمل ہو رہا ہے ان کو برقرار رکھنا بہت بڑی بات ہے۔

جناب والا۔ پچھلے دنوں جو تحریک اپوزیشن نے چلائی وہ دراصل اس ملک کے عوام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی اور اس سازش میں ایک سامراجی قوت نے بے پناہ حصہ لیا۔ یہ وہ قوت ہے جو اصل میں دل سے یہ نہیں چاہتی کہ پاکستان ترقی کرے اور پاکستان کے عوام خوشحالی سے ہمکنار ہوں۔ جناب والا۔ پاکستان دنیا اسلام میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور پاکستان نے ثابت کر دکھایا ہے۔ آج تو اس کی پوزیشن مختلف ہے لیکن اس سے پہلے پچھلے دور میں جب عالم اسلام پر مصیبت آئی۔ تو پاکستان ہی وہ واحد ملک تھا جس نے اسرائیل کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی۔ جو سامراجی قوت کا کرتا دھرتا ہے وہ یہودی ہے اور یہودی یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ عالم اسلام میں کوئی ایسا ملک ہو یا کوئی ایسی قوم ابھرے جو اس کا مقابلہ کر سکتی ہو۔ انہوں نے ہمیشہ کوشش کی اور ایسے طریقے اختیار کیئے جس سے پاکستان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے اور اب بھی انہوں نے پوری شد و مد سے کوشش کی ہے کہ پاکستان جو اپنی معیشت کو بہتر بنانے کے

لیئے کوشش کر رہا ہے اور قائد عوام جنہوں نے تیسری دنیا کی قیادت کرنے کا نعرہ لگایا ہے وہ کامیاب نہ ہوں ۔ انہوں نے اس انقلاب کے سلسلے میں پاکستان کی مخالفت کی ہے ۔

جناب والا ! ہمیں اس بات پر شرم آتی ہے کہ ایک ایسی سامراجی قوت جو پاکستان کے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے خلاف ہے ۔ جو اکثر عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں اور جو اس کے ایجنٹ کے طور پر اس ملک میں کام کرتے ہیں وہ پاکستان کو ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کر رہے ہیں ۔ جناب والا ۔ پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے بڑی بہادری اور جرات کے ساتھ انکشاف کیا ہے اور اس سامراجی طاقت کو بے نقاب کیا ہے ۔ ملک کے تمام عوام نے ان کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ان کے ساتھ ہیں ۔ اس موقعہ پر جب کہ وہ قوت پاکستان کو مزید ٹکڑے کرنا چاہتی ہے اور پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیئے بڑے زور سے کام کر رہی ہے ۔ ہمارے عرب ممالک نے بھی یہ محسوس کیا کہ ہمارے پاکستانی بھائی جن کے قائد نے عرب ممالک کے لیئے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں ۔ میدان میں آئے ہیں انہوں نے بڑی کوشش کے بعد صورت حال کو بہتر بنانے کے لیئے جو کام انجام دیا ہے وہ بھی قابل تحسین ہے ۔ جناب والا ان حالات میں پاکستان کی معیشت کے خراب ہونے کے باوجود اس قسم کا بجٹ جس میں ٹیکس کم لگائے گئے ہیں ۔ اور جو ٹیکس لگایا بھی گیا ہے اس کا عام آدمی سے تعلق نہیں ہے وہ ایک مخصوص طبقہ پر جاری ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں اس کے لیئے وزیر خزانہ صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

جناب والا ۔ میں پنجاب کے ہمسائے ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتا ہوں اور سیالکوٹ کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ شاعر و مفکر علامہ اقبال کی جنم بھومی ہے ۔ لہٰذا جب کہ اقبال ؒ کا سال بھی منایا جا رہا ہے میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت عرض کروں گا کہ سیالکوٹ میں علامہ اقبال میموریل ہسپتال کو علامہ اقبال میڈیکل کالج بنا دیا جائے ۔ کیونکہ ہمارے ملک کو ایک بامقصد تعلیم کی ضرورت ہے ۔ ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو آگے چل کر قومی

زندگی میں اچھا تاثر دے سکے ۔ اس لئے اگر علامہ اقبال میڈیکل کالج بن جائے تو نہ صرف داخلے کی کمی پوری ہو جائے گی بلکہ جن دیہات میں اکثر شکایت رہتی ہے کہ وہاں ڈسپنسریوں پر ڈاکٹر نہیں ، میں محسوس کرتا ہوں اس سے دیہات میں ڈاکٹروں کی کمی بھی دور ہو جائے گی۔ اس میڈیکل کالج میں داخلہ کے سلسلے میں ایک خاص کوٹہ دیہات کے لئے مخصوص کیا جائے اور ان طالب علموں سے ضمانت لی جائے کہ جب وہ اپنا کورس مکمل کر لیں گے تو ان کو دیہات میں کام کرنا ہو گا ۔ اس سے ایک بڑا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور دیہی زندگی میں جو لوگ طبی سہولتوں سے محروم ہیں ان کا بھی خاطر خواہ ازالہ ہو سکتا ہے ۔

جناب والا ! میرے حلقہ نیابت میں ایک علاقہ ایسا بھی ہے جو 84 دیہات پر مشتمل ہے ۔ جنگ کی صورت ہو یا سیلاب کی صورت ہو وہ علاقہ سب سے پہلے متاثر ہوتا ہے ۔ 1971ء کی جنگ میں بھی وہ علاقہ بری طرح متاثر ہوا ۔ وہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا ۔ وہاں پر دوبارہ وہاں کے بہادر عوام نے اپنی زندگی کو از سر نو منظم کر کے گذر کرنی شروع کر دی ۔ اس علاقے میں سب سے بڑا مسئلہ دریائے توی کے پل کا مسئلہ ہے ۔ سیلاب کے دنوں میں جب قائد عوام یہاں پر تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے وعدہ فرمایا تھا کہ عوام کے مطالبہ پر یہ پل بنا دیا جائے گا لیکن بعد میں فنی وجوہ کی بنا پر پل کا معاملہ جوں کا توں پڑا ہے کیونکہ دفاع والوں نے اس پر اعتراض اٹھایا تھا ۔ جناب والا ۔ وہ اعتراض ایسا نہیں تھا کہ وہاں پل نہ بن سکے اور اس علاقہ کی بڑی آبادی کو اس سہولت سے محروم رکھا جائے ۔

جناب والا ۔ جن دنوں سیلاب آجاتا ہے تو وہ علاقہ دنیا سے کٹ جاتا ہے کیونکہ دوسری طرف ہندوستان ہے ۔ پاکستان کی طرف دو دریا ہیں ایک بڑا دریائے چناب ہے اور ایک چھوٹا دریا توی ہے ۔ سیلاب میں وہ لوگ گھرے رہتے ہیں ۔ وہ لوگ کئی کئی مہینوں تک ایک دوسرے کو مل نہیں سکتے اس لئے اس علاقہ پر پل کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا جب انہوں نے پلوں اور سڑکوں کے لئے رقم مخصوص کی ہے ۔ اس پل پر بھی خصوصی توجہ دی جائے ۔ اگر وہاں پختہ پل فوری

طور پر بنانا نا ممکن ہے تو کم از کم اس قسم کا پل بن جانا چاہئے کہ سیلاب کے دو تین مہینوں کو چھوڑ کر باقی سال کے نو یا دس مہینوں میں ان کی زندگی معمول پر رہے۔

جناب والا! سال 77-1976ء میں پلیٹ اور سڑکوں کے لئے 39 کروڑ 22 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا تھا جبکہ اس بار 32 کروڑ رکھا گیا ہے۔ جناب والا۔ مجھ سے پہلے فاضل ممبر نے فرمایا کہ ہمارے اکثر فنڈز ضائع ہو جاتے ہیں یا مختلف افسران کی جیب میں چلے جاتے ہیں۔ جناب والا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے اور ایک مسلمہ امر ہے کہ ہم بجٹ میں جتنی بھی رقوم ترقیاتی منصوبوں کے لئے رکھتے ہیں ان کا پچاس فیصد خرد برد کر لیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ سالہا سال سے چلا آ رہا ہے۔ جب بھی کوئی سڑک یا کوئی پراجیکٹ منظور کیا جاتا ہے تو اس کا ٹھیکہ دینے والے افسران کی percentage مقرر ہوتی ہے۔ جناب والا۔ محکمہ مالیات ہو یا پلاننگ ڈیپارٹمنٹ یا کوئی اور ڈیپارٹمنٹ ہو یا وہ ہوں جو ان ترقیاتی منصوبوں کی رقوم تقسیم کرتے ہیں ان میں ہر کسی کو علم ہوتا ہے اور انہوں نے اس کی کمیشن مقرر کر رکھی ہوتی ہے۔ جناب والا۔ اگر ایک اعلیٰ افسر کمیشن لیتا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ دوسرے افسران اس سے پیچھے رہ جائیں۔ وہ بھی کمیشن لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ٹھیکے پر جو سڑکیں۔ پل یا پلیاں بنائی جاتی ہیں وہ انتہائی ناقص ہوتی ہیں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے اور میرے ضلع میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ سڑکوں کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوتی اور ابھی ٹھیکیدار محکمے کو وہ منتقل بھی نہیں کرتا کہ ان کی حالت تباہ ہو جاتی ہے اور وہ ٹوٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ پل بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ مردان کے ناروال سائڈ پر ایک پل ہے جو بارش کے دنوں میں معمولی فلڈ سے بہہ گیا تھا اس کو اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جناب والا۔ اس قسم کے حالات کے پیش نظر جب تک خاص طور پر معزز اسمبلی کو اپنے اپنے حلقہ سے متعلق اعتماد میں نہ لیا گیا اور ان کو ان لوگوں کا محاسبہ کرنے کے لئے پوری طرح ہدایات نہ کی گئیں یا ان افسران کی جو تجاویز ہیں ان کا محاسبہ نہ کیا گیا تو اس کرپشن کا سد باب ناممکن

ہے۔ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ اربوں روپے جو ترقیاتی منصوبوں کے لئے رکھے جاتے ہیں ان میں سے چند لوگ محض اپنی عیاشی کے لئے اور اپنے آپ کو امیر بنانے کے لئے آدھی سے زیادہ رقم خرد برد کر جاتے ہیں۔ جناب والا۔ میں کرپشن کے سدباب کے سلسلے میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس کو صرف افسران تک محدود رکھا جائے بلکہ ہماری قومی زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کو اس میں شامل کیا جانا چاہئے۔ اس میں ممبران اسمبلی بھی شامل ہوں۔ اس میں وزراء بھی شامل ہوں۔ جناب والا۔ پچھلے لوگوں کی جائیداد کے اس سلسلے میں ان لوگوں کا حساب لینا اب پیپلز پارٹی کے بس میں نہیں ہے۔ لیکن میں یہ تصدیق کروں گا اور آپ کی وساطت سے ارباب حکومت سے درخواست کروں گا کہ ہمارے ممبران اسمبلی۔ ہمارے وزراء کے پچھلے پانچ سالوں کے دور کو دیکھا جائے کہ ان کی اس سے پہلے کتنی جائیداد تھی اور وہ کن حالات میں زندگی بسر کرتے تھے اور آج کل ان کے پاس کتنی کوٹھیاں ہیں۔ کتنے ان کے اپنے مکانات ہیں اور کتنی زمین کے وہ مالک بن چکے ہیں۔ جناب والا۔ قومی زندگی سے کرپشن ختم کرنے کے لئے تمام طبقوں کا، جو ذمہ دار ہیں جو اپنے آپ کو اس قوم کے ذمہ دار سمجھتے ہیں، ان کا محاسبہ نہایت ضروری ہے لیکن یہ محاسبہ تقاریر سے نہیں ہوگا بلکہ یہ عمل سے ہوگا۔ یہ کئی بار کہا گیا ہے کہ وہ لوگ جو عوامی نمائندے ہیں یا وزراء ہیں جو بھی اس میں ملوث پائے گئے، ان کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے گی لیکن اب تک ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ کسی کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہو یا کسی کو کوئی سزا دی گئی ہو جو کہ دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔

Mr. Speaker : Please conclude now.

مسٹر ایم ڈی چوہدری: جناب والا۔ ابھی ختم کرتا ہوں۔ جناب سپیکر تعلیم کے لئے سب سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے لیکن ہماری تعلیم کی حالت اتنی رقم مختص کرنے کے باوجود ناگفتہ بہ ہے۔ جناب والا۔ ضلع سیالکوٹ میں اکثر سکول ایسے ہیں جن کی عمارتیں نہیں ہیں اور ایسے سکول بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جن میں اساتذہ ضرورت سے زیادہ ہیں۔ تو اس قسم کا تفاوت اور اس قسم کا فرق ہمارے نظام تعلیم کو

بری طرح [illegible] اگر ہم [illegible] کو [illegible]
اپنی قوم کی [illegible] کو [illegible] آوازیں [illegible]
تو اس کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی میدان میں جو رقم خرچ کی جاتی
ہے اس سے پوری طرح استفادہ کیا جائے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی
بندوبست ہونا ضروری ہے۔ خاص طور پر دیہات کے بچے جو بغیر عمارت کے
کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کی طرف فوری توجہ دی جانی
چاہئے اور ایسے سکولوں کو عمارات مہیا کی جانی چاہئیں۔ سیلاب کی وجہ سے
کئی عمارتیں تباہ ہو گئی ہیں۔ جنگ کی وجہ سے کئی عمارتیں تباہ ہو گئیں۔
کئی علاقے اب بھی ایسے ہیں جن میں سکولوں کی عمارتیں 1970ء کی جنگ
کی وجہ سے تباہ ہو گئیں لیکن ابھی تک ان کی تعمیر نہیں ہوئی۔

جناب والا۔ اب میں اپنے حلقے کی ایک سڑک کا ذکر کروں گا
کچھ عرصہ ہوا جب جناب وزیر خزانہ نیشنل سنٹر کے اجلاس میں شرکت کی
غرض سے وہاں تشریف لے گئے تھے تو کچھ ورکروں نے ان سے کہا
تھا کہ جناب۔ اس سڑک میں تعویذ دفن ہیں جو اس سڑک کو بننے
نہیں دیتے۔ اس سڑک کا جو پل کا ٹکڑا تو بن چکا ہے۔ جناب والا۔ میری
مراد سیالکوٹ کندو وال روڈ سے ہے جس کی تعمیر کے لئے کئی بار منصوبے بنتے
ہیں لیکن ابھی تک وہ مکمل نہیں ہو سکی۔ اس سڑک کے نامکمل ہونے
کی وجہ سے سینکڑوں دیہات اور لاکھوں افراد بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔
جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ
اس سڑک پر خصوصی توجہ دیں جیسا کہ اس کے بارے میں ان کو ذاتی علم ہے۔

جناب والا۔ میرے حلقہ میں مکاریہ نمبر 4 کے تحت ٹیوب ویل نصب ہیں
اور ان ٹیوب ویلوں کی کل تعداد 92 کے قریب ہے جو Down Stream and
up-stream کے لئے ہیں لیکن اب بھی 32 ٹیوب ویل ایسے ہیں جن کا کام
پچھلے چھ سات سالوں سے مکمل ہو گیا ہے۔ بورنگ ہو چکی
ہے، کمرے بن چکے ہیں مگر ابھی تک بجلی نہیں دی گئی۔ ان پر لاکھوں
روپے جو خرچ ہوئے تھے وہ ضائع ہو رہے ہیں کیوں کہ ان ٹیوب ویلوں کو
ابھی تک بجلی مہیا نہیں کی گئی اس لئے وہاں سم اڑ رہی ہے۔ اس کے

علاوہ کاشتکاروں اور زمینداروں کا جو عام بات کا مسئلہ ہے وہ بھی کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر مال اور وزیر آبپاشی سے درخواست کروں گا کہ وہ اس طرف خصوصی توجہ دیں اور یہ ٹیوب ویل جو لاکھوں روپے خرچ کر کے تعمیر کئے گئے تھے ان کو اس تباہی سے بچایا جائے۔

Mr. Speaker : Please resume your seat now.

مسٹر سپیکر ۔ مسٹر ذوالفقار علی خان۔

مسٹر ذوالفقار علی شاہ : جناب سپیکر۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر خزانہ کو عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک ایسا بجٹ ہے جو نہ صرف متوازن ہے بلکہ عوامی بھی ہے۔ جناب والا ۔ بجٹ کی تقریر ابھی پیش نہیں ہوئی تھی اور پنجاب کے عام شہری خوفزدہ تھے کہ نہ جانے اس بجٹ میں کون کون سے ٹیکس عوام پر لگا دئے جائیں گے۔ لیکن جب بجٹ پیش کیا گیا تو پنجاب کے شہریوں نے سکھ کا سانس لیا ۔ کہ ان پر کوئی ناروا ٹیکس عائد نہیں کیا گیا ۔ جناب والا ۔ اس بجٹ سے جو طبقہ مایوس ہوا ہے اور جس گروہ کو مایوسی ہوئی ہے وہ گروہ ہے ان بلیک مارکیٹوں کا اور ان سٹاکسٹوں کا جنہوں نے بجٹ کے آنے سے پیشتر مارکیٹوں سے چیزیں غائب کر دی تھیں ۔ سگریٹ مارکیٹ سے غائب ہو چکا تھا ، گھی مارکیٹ سے غائب ہو چکا تھا اور روز مرہ کی دوسری چیزیں مارکیٹ سے انہوں نے غائب کر دی تھیں ۔ لیکن جب بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس عائد نہ کیا گیا تو وہ چیزیں باہر بازار سے ملنے لگیں ۔ جناب والا ۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر خزانہ کو ایک بار پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس قدر عوامی اور اس قدر متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ افراط زر نے ملکی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ افراط زر نہ صرف پاکستان کا مسئلہ ہے بلکہ یہ بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔ اس وقت ملک نہ صرف افراط زر کا شکار ہے بلکہ بیرونی سازش اور بیرونی طاقت نے پاکستان میں ایک ایسی صورت پیدا کر دی ہے ۔ جس نے پاکستان کی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا ۔ آئے دن کی ہڑتالوں ، اور آئے دن کے جلوسوں نے اس ملک کی اکانومی کو low کر دیا ۔ دشمن چاہتا تھا کہ اس ملک کی معیشت کو اس قدر نیچے کر دیا جائے کہ

یہ ملک دوبارہ طاقتور اور مضبوط پاکستان کے طور پر نہ ابھر سکے - لیکن جناب والا - یہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت تھی کہ انہوں نے پاکستان کو نہ صرف ایک مرتبہ دوبارہ دنیا کے نقشے پر لا کھڑا کیا بلکہ آج پاکستان ایک مضبوط اور طاقتور ملک کے طور پر ابھر رہا ہے- آج پاکستان دنیائے اسلام کے لئے پھر ایک مرتبہ مضبوط قلعہ بن چکا ہے- آج دنیائے اسلام کی نگاہیں ایک مرتبہ پھر پاکستان کی طرف ہیں کیونکہ پاکستان کی مضبوطی کی وجہ سے دنیائے اسلام کی مضبوطی ہے-

جناب والا - میں اپنے علاقہ کے چند ایک مسائل پیش کرنا چاہتا ہوں جن کی ابھی ابھی میرے فاضل دوست نے نشان دہی کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان 30 برسوں میں مختلف اراکین اسمبلی کی صدائے بازگشت یہاں گونج رہی ہو گی - سیالکوٹ میں پھلواں روڈ پر دو سو دیہات ہیں - یہ صرف برائے نام سڑک ہے- جب مجھے پتہ چلا کہ اس سڑک کی مرمت ہو رہی ہے تو مجھے بڑی خوشی ہوئی - چنانچہ میں اسے دیکھنے کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ بارشوں نے اس سڑک کا حلیہ بگاڑ دیا ہے-

آئے بھی وہ بیٹھے بھی وہ اٹھ کھڑے بھی ہوئے
میں سڑک ہی ڈھونڈتا تیری محفل میں رہ گیا

وہ سڑک جو تعمیر کی جا رہی ہے، مرمت کی جا رہی ہے اس کا وہاں نام و نمود تک نہیں ہے - پچھلے 30 برسوں میں اس سڑک کی کئی مرتبہ مرمت کی گئی اور اس کے کئی مرتبہ ٹنڈر بھی منظور ہوئے لیکن یہ مکمل نہیں ہو سکی ، چھ میل کا ٹکڑا بن چکا ہے اور صرف دو میل کا ٹکڑا باقی ہے- اگر اس کو بنا دیا جائے تو یہ ان لوگوں کی خوشحالی کا موجب ہو گا - اگر اس سڑک کی تعمیر نہ کی گئی - اگر اس سڑک کو نہ بنایا گیا تو یہ اس علاقہ کی بدقسمتی ہو گی- اگر اس علاقہ میں کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کو سیالکوٹ کے ہسپتال میں لانا پڑتا ہے- اس کے لئے عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ 20 میل دور کے علاقہ سے سیالکوٹ کے ہسپتال میں اگر کسی مریض کو لانا پڑے تو بعض اوقات مریض راستے میں ہی دم توڑ دیتا ہے اور اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے- اس لئے اس سڑک کو بنایا جائے اور اس کی طرف خاص توجہ دی جائے تاکہ ہم

بھی اپنے علاقہ میں منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں۔ مجھ سے بیشتر بیشتر معزز اس معزز ایوان میں آئے ہوں گے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے لوگوں کو یقین دلایا ہو گا کہ ہم آپ کے لئے دودھ کی نہریں بنا دیں گے۔ سڑکوں کا جال بچھا دیں گے۔ جیسا کہ میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے۔ کہ اس سڑک میں نامعلوم تعویز دبائے ہوئے ہیں کہ یہ سڑک بننے کا نام نہیں لیتی۔ اگر اس علاقہ میں سڑک بن جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سڑک کی کئی مرتبہ سولنگ ہو چکی ہے لیکن ابھی تک اس کی تعمیر شروع نہیں کی گئی۔ یہ سڑک عام طور پر سیلاب کی زد میں رہتی ہے اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اس کی مرمت کا کام انہی دنوں میں شروع ہوتا ہے جب سیلاب آنے کو ہوتے ہیں۔ جب سیلاب کا وقت قریب ہوتا ہے تو دو، تین لاکھ روپے کا فنڈ منظور ہوتا ہے۔ جب سڑک کا کام شروع ہوتا ہے تو سیلاب کا وقت قریب آ رہا ہوتا ہے۔ جناب والا۔ یہ مسئلہ صرف سیالکوٹ کا ہی نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں سڑکیں بننی شروع ہوتی ہیں وہ بھی سیلاب کے وقت ہی ہوتی ہیں اور سیلاب کے وقت ہی مٹی ڈالی جاتی ہے جب سیلاب کا پانی آتا ہے تو اس مٹی کو بہا کر لے جاتا ہے اور ٹھیکیدار پیسے کھرے کر لیتا ہے۔ اگر اس سڑک پر کام شروع کرنا ہے تو ایسی باتوں کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سیلاب کے وقت مٹی ڈالی جائے۔ سیلاب آئے اور اسے بہا کر لے جائے۔ حضور والا۔ ایک اور بد قسمت سڑک ہے جس کا نام روڈس روڈ ہے۔ یہ میرے حلقہ نیابت میں ہے۔ کئی مرتبہ اس کی تعمیر کا کام شروع ہوا ہے لیکن نہ جانے اس کی تعمیر میں تخریب کا کونسا پہلو پوشیدہ ہے کہ جب بھی اس سڑک کی تعمیر شروع ہوتی ہے تو یہ بننے کا نام ہی نہیں لیتی۔ یہ صرف تین میل کا ٹکڑا ہے۔ اگر اس تین میل کے ٹکڑے کو بنا دیا جائے تو یہ اس علاقے کی خوش قسمتی ہو گی۔

حضور انور۔ کچی آبادیوں کا مسئلہ بھی اس عوامی دور میں سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اور قائد عوام نے لوگوں کے سامنے وعدہ فرمایا ہے کہ پاکستان کے تمام گھر لوگوں کو مکان دوں گا۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے روٹی۔ کپڑا اور مکان دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اسی طرح سیالکوٹ میں دو کیمپ ہیں اور ان دونوں کیمپوں کی آبادی تقریباً 5

ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ جب بھی کوئی وزیر وہاں تشریف لے جاتے ہیں تو یہ وعدہ فرما آتے ہیں کہ کچی آبادی کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دئے جائیں گے لیکن آج تک یہ وعدے پورے نہیں ہوئے۔ یہاں کچی آبادیوں کے مکینوں کی یہ قسمتی ہے۔ جس علاقہ میں یہ رہتے ہیں اس کو گنجہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ 1947ء میں وہ لوگ اپنا گھربار چھوڑ کر پاکستان میں آئے۔ انہوں نے پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا جنہیں حضور انور۔ مہاجر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن جناب والا۔ جس جگہ پر وہ رہنے لگے وہ ایک مل ہے جو پاکستان بننے کے وقت برباد ہو گئی تھی۔ 1947ء سے یہ لوگ وہاں رہائش پذیر ہیں۔ اس مل کے علاقہ کو کیمپ لاریا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن سیالکوٹ کے ایک سرمایہ دار نے اس مل کو خرید لیا ہے۔ اس مل کے مکینوں نے بار بار حکومت سے اپیل کی ہے کہ کا قصور ہے کہ مل کے اس علاقہ میں رہنے والوں کو جگہ نہ دی جائے لوگوں کو جہاں 5 مرلے زمین دی جا رہی ہے ان لوگوں کو ڈیڑھ ڈیڑھ مرلے کے مکانوں میں رہنے دیا جائے۔ میری یہ گذارش ہے کہ اس سرمایہ دار کو حکومت اس کی قیمت ادا کر دے اور اس کو خریدے تا کہ 5 ہزار کشمیری مہاجروں کو بھی سکھ کا سانس آ سکے اور وہ بھی جھونپڑی میں رہیں جو جھونپڑی ان کی اپنی ہو۔ سیالکوٹ میں تین کیمپ ہیں۔ دو کیمپ کوٹری بہرام میں ہیں اور ایک سیالکوٹ شہر میں ہے۔ یہ آپ کی نوازش ہو گی اور عوامی حکومت کا ایک وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔ اگر ان لوگوں کو وہ جگہ دے دی جائے۔

جیسا کہ معزز ممبران نے عرض کیا ہے کہ جب کبھی سیلاب آتا ہے تو سب سے زیادہ اور سب سے پہلے سیالکوٹ ہی ہٹ (Hit) ہوتا ہے۔ جب جنگ ہوتی ہے تو سیالکوٹ کے بہادر اور جیالے لوگ اپنے سینوں پر اس کو برداشت کرتے ہیں۔ لوگوں کے مکان برباد ہو جاتے ہیں۔ کھیتیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ حضور انور۔ سیلاب پر انسان کا کنٹرول نہیں ہے۔ ایسا ضرور ہو سکتا ہے کہ اگر حکومت چاہے تو اس کے اثرات کم ہو سکتے ہیں۔ ہیڈ مرالہ جسے لنکن روڈ کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن یہ اس اونچی سڑک ہے۔ اگر ہیڈ مرالہ روڈ پر تین چار پلیاں مزید

تعمیر کر دی جائیں تو وہ گاؤں جو اس سڑک کے ساتھ ساتھ ہیں ڈوبنے سے بچ جائیں گے ۔ حضور والا! سیلاب کے دور میں سیالکوٹ کی تباہی میں ان دو نہروں کا بڑا ہاتھ ہے ، سیلاب کا پانی ان کے کناروں سے باہر نکل آتا ہے اور وہ کچی آبادی کے مکانوں کی ، جو ان نہروں کے کنارے واقع ہیں ، تباہی کا باعث بنتا ہے ۔ انہوں نے حکومت کو بار بار اپیل کی ہے اور جتنے بھی وزراء صاحبان تشریف لے جاتے ہیں ان کی خدمت میں بھی عرض کی جاتی ہے ۔ حضورانور ۔ اس نہر پر چند ایک بند بنا دیئے جائیں اور جب سیلاب کا وقت آئے تو ان کو کھول دیا جائے ۔ اس طرح اس علاقے کے لوگوں کے مکان بچ سکیں گے ۔ کیونکہ ہر مرتبہ ان کی آباد کاری کا کام کرنا پڑتا ہے اور اس طرح وہ اپنی زندگی کے دن بڑی مایوسی سے گذارتے ہیں ۔ وہ اس وقت کا انتظار کرتے ہیں جب ایک مرتبہ پھر سیلاب آئے گا ۔ اور ان کی بربادی کا موجب بنے گا ۔ میں اپنے دوست وزیر موصوف کی خدمت میں مودبانہ گذارش کروں گا کہ ان مسائل کا حل کیا جائے اور یہاں پر بند بنا دیے جائیں ۔

تعلیم کے بارے میں اس مرتبہ بجٹ میں بہت فراخ دلی کے ساتھ رقم مختص کی گئی ہے ۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

میرے حلقہ نیابت میں ایک بھی سکول نہیں اور نہ ہی وہاں سکول بنانے کے لئے بجٹ میں کوئی رقم مخصوص کی گئی ہے ۔ مراد پور ۔ خیر پوراور جودھ پور کے علاقے کی آبادی کم از کم 10 ہزار افراد پر مشتمل ہے ۔ وہاں لڑکیوں کا ایک مڈل سکول ہے ۔ اس کو ہائی سکول کر دیا جائے کیونکہ اس علاقے میں کم از کم 10 میل تک لڑکیوں کا کوئی سکول نہیں ہے ۔ ایک سکول اور ہے ۔ وہاں مخلوط تعلیم ہے ۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے لوگ مخلوط تعلیم کے کتنے خلاف ہیں ۔ وہ اپنی بچیوں کو اس ادارے میں بھیجنا پسند نہیں کرتے ۔ مزید برآں اگر کوئی شخص سینہ پر پتھر رکھ ہی لے اور بچیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیئے وہاں بھیج ہی دے تو داخلہ کا مسئلہ در پیش ہوتا ہے ۔

حضور والا ۔ وہاں ایک مڈل سکول ہے۔ اگر اس کا درجہ بڑھا دیا جائے تو ان لوگوں کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے۔ میں کسی کالج کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتا ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں ہائی سکول قائم کر دیں ۔ میں صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس علاقے میں جو مڈل سکول موجود ہے اس کا درجہ بڑھا دیا جائے تاکہ بچیاں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کر سکیں ۔ تعلیم حاصل کرنا ہر پاکستانی کا پیدائشی حق ہے اور ہر پاکستانی کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ بچے کو تربیت دینے والی سب سے پہلی ماں کی گود ہوتی ہے۔ اگر ماں ہی ان پڑھ ہو ، اگر ماں ہی زیور تعلیم سے آراستہ نہ ہو تو وہ بچوں کو کیا تعلیم دے گی اور وہ قوم کی کیا خدمت کر سکیں گی ؟ یہ ایسا خصوصی مسئلہ ہے کہ جب بھی وزیر صاحبان سیالکوٹ تشریف لے جاتے ہیں تو ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سکول کا درجہ بڑھایا جائے تاکہ بچیاں وہاں تعلیم حاصل کر سکیں ۔ میرے حلقہ نیابت میں ایک علاقہ بھگوال وانہ ہے ، وہاں صرف ایک پرائمری سکول ہے۔ اس کے دس دس میل کے اندر لڑکوں کے لئے کوئی مڈل سکول نہیں ۔ آپ کے توسط سے میری یہ گذارش ہے کہ اس سکول کا درجہ بھی بڑھایا جائے ۔

حضور والا ۔ سیالکوٹ میں میں جس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں سوائے دو یا تین ڈسپنسریوں کے کسی علاقے میں کوئی ڈسپنسری نہیں اور لوگوں کو علاج معالجے کے لئے شہر کا رخ کرنا پڑتا ہے ۔ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اگر کسی کو بخار آئے تکلیف ہو تو ہسپتال پہنچتے پہنچتے وہ تکلیف سکھنے کی سہولت سے چودہ آنے تک ہو جاتی ہے۔ یہ اس کی قسمت ہے کہ مریض بچ جائے ۔ میری درخواست یہ ہے کہ اس علاقے میں موبائل یونٹ بنا دیا جائے تاکہ وہاں کے لوگ اپنا علاج معالجہ کرا سکیں۔ وہاں ایک آدھ ڈسپنسری بنا دی جائے تاکہ لوگوں کو اپنے علاج معالجے کے لئے سہولیات فراہم کی جا سکیں ۔ وہ غریب لوگ سپیشلسٹ کی فیس کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔ وہ یہ نہیں کر سکتے کہ شہر میں جا کر بڑی بڑی فیسیں ادا کریں ۔ تو آپ کی وساطت سے میری یہ درخواست ہے کہ اس علاقے میں کم از کم دو ڈسپنسریاں قائم کی جائیں تاکہ لوگ اپنا علاج کرا سکیں ۔ حضور والا ۔

Mr. Speaker : Please conclude now.

جناب والا ۔ قائد حزب اختلاف نے ضمنی بجٹ پر اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ گذشتہ انتخابات میں پیپلز پارٹی پولیس کے تعاون سے جیتی ہے ۔ جناب والا ۔ یہ کس قدر الزام تراشی ہے، میں کہتا ہوں کہ اب الیکشن دوبارہ ہونے والے ہیں ، انشاء اللہ وقت یہ ثابت کر دے گا کہ پیپلز پارٹی پولیس کے تعاون یا دھاندلی سے نہیں جیتی بلکہ وہ عوامی قوت سے جیتی ہے۔ پچھلے سال پاکستان میں ایک غیر ملکی پہلوان آیا تھا اور کراچی میں اس کی کشتی ایک پاکستانی پہلوان سے ہوئی تھی جس میں غیر ملکی پہلوان نے پاکستانی پہلوان کو پچھاڑ دیا تھا ۔ تو غیر ملکی پہلوان نے پوچھا کہ کیوں حضور ۔ آپ شکست تسلیم کرتے ہیں جس پر پاکستانی پہلوان نے کہا کہ نہیں ۔ میں شکست تسلیم نہیں کرتا۔ پھر آپ نے دیکھا ہو گا کہ غیر ملکی پہلوان نے اس کا کندھا اتار دیا ۔ اب بھی وقت ہے اور اگر دوبارہ الیکشن آیا تو انشاء اللہ ہم حزب اختلاف والوں کا کندھا اتار دیں گے ۔ ہم ان کی ضمانتیں ضبط کرا دیں گے ۔

مسٹر سپیکر ۔ شیخ باسط جہانگیر ۔

شیخ باسط جہانگیر ۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب والا ۔ آج اس معزز ایوان میں بجٹ پر بحث ہو رہی ہے ۔ جناب وزیر خزانہ نے جو بجٹ اس ایوان میں پیش کیا ہے یہ ان کے اپنے الفاظ ہیں کہ وہ اس سے خوش نہیں ۔ جناب والا ۔ یہ واقعی ایسا بجٹ ہے جسے معاشیات کو تھوڑا سا سمجھنے والا شخص بھی تسلی بخش نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس پس منظر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جس کی وجہ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے عوام کو ایسا بجٹ کا سامنا کرنا پڑا ۔ جناب والا ۔ اس ملک کا کوئی بھی شخص ، کوئی بھی دانشور ، کوئی تھوڑی سی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان یہ محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہم اس بد نصیب نسل انسانی سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے عالم اسلام میں بہت سی مصیبتیں ، بہت سے حادثے اور بہت سے سانحے آنکھوں سے دیکھے ہیں ۔ 25 لاکھ یہودیوں کے ہاتھوں 12

کروڑ عربوں کی تذلیل دیکھی ہے اور اس تذلیل کے جواب میں جب قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت نے عربوں کی راہ نمائی کی تو اس کے جواب میں پاکستان کو اپنے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ابھی اس سانحے کا اثر ہماری معیشت پر موجود تھا جس سے ہم سنبھل بھی نہ سکے تھے کہ اس سانحے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے اس دشمن نے، جس نے ہمارے ملک کے ٹکڑے کئے تھے۔ ہم پر ایک اور وار کرنے کی کوشش کی۔ انتخابات سے پہلے حزب اختلاف کے لیڈران کرام کی تقاریر اور میرے ضلع لیاقت کے ساتھ والے علاقے میں دو دن پہلے اصغر خان نے بھائی پھیرو کے جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا، جسے میں نے خود سنا کہ ہم انتخابات میں تو محض رسمی طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ ہم تو حکومت پر قبضہ کرنے والے ہیں اور 6 تاریخ کو ہم حکومت پر قبضہ کر لیں گے۔ جناب والا۔ وہ سیاسی لیڈر جن کے عزائم یہ ہیں، جو انتخابات سے پہلے ہی اپنے مافی الضمیر کو عام کر چکے ہیں، ان سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی تھی کہ وہ انتخابات کے بعد بھی ملک کے غریب عوام کا فیصلہ قبول کر لیں گے۔ جناب والا۔ انتخابات کے بعد ملک میں جو خون ریزی ہوئی، میں تاریخ کا طالب علم ہوں، میں تاریخ سے بھی سمجھ سکا ہوں کہ جہاں بھی خون ریزی یا تلوار سے حکومت تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی، پھر اس ملک کی قسمت میں تلواریں ہی لکھی گئیں۔ وہاں ہمیشہ خون ریزی اور خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی۔ جناب والا۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اب ہمیں اس بات کا تدارک کرنا ہے کہ ہمیں پھر ایسے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ آئندہ بجٹ بھی اس سے بدتر ملے، تو اس حالت میں ایسا بجٹ پیش کرنے پر جسے کم از کم کسی حد تک متوازن کہا جا سکتا ہے، میں وزیر مالیات کو مبارک باد دیتا ہوں۔ جناب والا۔ ابھی کل میرے فاضل دوست قیوم نظامی صاحب کی تقریر پر قائد حزب اختلاف نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اب مذاکرات ایسے دور میں پہنچ چکے ہیں کہ اب ایسی زبان استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن ان سے یہ پوچھیں کہ پی این اے نے کیا کیا؟ جو کچھ اس فضا کو برقرار رکھنے کے لئے پیپلز پارٹی، اس کی حکومت اور ہمارے قائد عوام کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں ان کی طرف سے کیا ہو رہا ہے؟ دو تین روز پہلے لاہور

میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے ساتھ انہوں نے کیا کیا؟ جناب والا ۔ ایسی بات نہیں کہ اگر ہم ان کو برداشت کرتے ہیں ۔ تو ہم ان سے ڈرتے ہیں یا ہم ان کو جواب نہیں دے سکتے ۔ یہ ہماری نیشنلسٹ پالیسی ہے اور یہ ہماری ملک دوستی ہے کہ ہم ان کو جواب نہیں دینا چاہتے ۔

مسٹر سپیکر ۔ اب آپ تشریف رکھیں ۔ اب 20 منٹ کا وقفہ ہو گا اور نماز مغرب کے بعد ہم دوبارہ ساڑھے سات بجے کارروائی شروع کریں گے ۔

(بعد نماز مغرب اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی اور مسٹر ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے ۔)

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ مسٹر باسط جہانگیر ۔

مسٹر باسط جہانگیر ۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ جو بجٹ ان نامساعد حالات میں پیش کیا گیا ہے اسے اکنامک پوائنٹ آف ویو سے ایک متوازن بجٹ نہیں کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود ڈاکٹر عبدالخالق وزیر خزانہ اس وجہ سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس بجٹ کو ایسے حالات میں بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے ۔ اس بجٹ میں استحصالی طبقوں پر بوجھ ڈالا گیا ہے ۔ اس کے برعکس کچی آبادی کے حقوق ملکیت دے کر اور 5 مرلہ سکیم سے غریب عوام کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو نبھانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ ان مشکل حالات میں پیپلز پارٹی کے منشور کو نظرانداز نہیں کیا گیا اور وہ وعدے جو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو اور اس کی پارٹی نے الیکشن کے دوران لوگوں سے کئے تھے اس بجٹ کی تیاری کے وقت جناب وزیر خزانہ نے ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے ۔ جناب والا ۔ بجٹ میں سب سے زیادہ رقم تعلیمی اداروں کے لئے رکھی گئی ہے ۔ جناب والا بہتر یہ ہوتا کہ جیسے صبح اس چیز کی یقین دہانی کرائی گئی تھی ۔ وزراء کرام اس ایوان میں بیٹھتے اور ہماری باتیں سنتے ۔ ان کی غیر موجودگی میں اس کارروائی کو رسمی کہا جا سکتا ہے کہ یہ رسم پوری کر دی گئی ہے کیونکہ یقیناً جب متعلقہ وزیر محترم یہاں نہیں ہوں گے تو ہمارے مسائل پیش کرنے کا

کوئی فائدہ نہیں ہو گا ۔ کیونکہ ہماری کوئی بھی بات ان کے کان تک نہیں پہنچ سکے گی اور جب وہ ہمارے مسائل سنیں گے ہی نہیں تو ہمارے مسائل حل کیسے ہو سکیں گے ؟ جناب والا ۔ وزیر خزانہ صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے دریافت کروں گا کہ کیا وہ اس بات کی یقین دہانی کرا سکتے ہیں کہ جو گذارشات ہم اس ایوان میں پیش کرتے ہیں وہ متعلقہ وزراء تک پہنچا دیں گے ؟ کیونکہ جناب والا ۔ ہم منتخب ہو کر یہاں آئے ہیں اور ہمارے علاقے کے لوگ بھی ہم سے توقع رکھتے ہیں کہ ہم ان کے مسائل اس ایوان میں پیش کریں ۔ ہم نے بھی واپس جا کر ان کو جواب دینا ہے ۔ جناب والا ۔ میں دوسرے حلقوں کے متعلق تو نہیں جانتا لیکن مجھ سے میرے حلقے کے لوگ ضرور پوچھیں گے کہ تم نے اپنے حلقے کے بارے میں کیا بات کی اور اس کا کیا حل نکلا ۔ تو جناب والا ۔ جب یہاں وزراء کرام ہی نہیں ہوں گے تو کیا میں ان کو جا کر یہ جواب دوں گا اور ان کو پبلک میٹنگوں میں بتاؤں گا کہ اسمبلی میں وزرا کرام ہی نہیں بیٹھتے تھے ۔ جناب والا ۔ اس طرح ہمارے مسائل کیسے حل ہوں گے ؟ جناب والا ۔ صبح بھی اس کی یقین دہانی کرائی گئی تھی ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ میں ممبرز ممبر کے نوٹس میں یہ چیز لانا چاہتا ہوں کہ کابینہ کی ایک اجتماعی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ سینئر منسٹر صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں تو میرا خیال ہے کہ پارلیمانی روایات کے مطابق آپ کے جذبات پوری کابینہ کو پہنچ رہے ہیں ۔

شیخ پاسط جہانگیر ۔ جناب والا ۔ اگر سینئر منسٹر صاحب اس بات کی یقین دہانی کرا دیں کہ ہمارے جذبات وزراء تک پہنچ جائیں گے تو میں اپنا سلسلہ تقریر جاری رکھوں گا ۔

وزیر خزانہ ۔ جناب والا ۔ سب باتیں ریکارڈ ہو رہی ہیں ۔ لکھا بھی جا رہا ہے اور تمام وزراء کرام اپنے اپنے حصے کی تجاویز اس اسمبلی کے ریکارڈ سے لے لیں گے ۔

شیخ باسط جہانگیر ۔ جناب والا ۔ تعلیم کے میدان میں ضلع قصور کی طرف توجہ فرمائی جائے ۔ وہاڑی کے ایک فاضل رکن نے فرمایا تھا کہ وہاڑی ضلع تو بن گیا اور رسمی کارروائی تو ہو گئی ، ضلع بنانے کا مقصد عوام کے مسائل کو حل کرنا تھا لیکن جناب والا۔ مسائل تو زیادہ ہی الجھ گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ بچیوں کے 212 پرائمری سکول ایسے ہیں،جو ضلع بننے سے بند ہو گئے ہیں، جن میں سٹاف نہیں ہے ۔ جناب والا ۔ جس ضلع کے 212 پرائمری سکول بند پڑے ہوں اس ضلع کی بچیوں کی تعلیم کا کیا معیار ہو گا؟ جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا ۔ کہ خدارا !ضلع قصور کی تعلیمی بد حالی کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے ۔ جناب والا ۔ میں جس حلقے سے منتخب ہوا ہوں اس حلقے میں دو اہم سکول ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ وزیر اعظم کے حکم کے مطابق اس annual بجٹ میں ان سکیموں کو نظر انداز کیا گیا ہے جن پر دس فیصد سے زیادہ سرمایہ صرف نہیں ہوا لیکن جناب والا ۔ آپ کی وساطت سے میں اس ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایسی سکیمیں جن پر پچاس فیصد سے زیادہ رقم خرچ ہو چکی ہے اور وہ سکیمیں لاکھوں عوام کی بہتری کے لئے بنائی جا رہی ہیں تو وہ کیسے نظر انداز ہو گئیں ؟ جناب والا ۔ ایک سڑک جو قصور سے کوٹ رادھا کشن کی طرف بن رہی ہے اس کے اخراجات کا 84 لاکھ 90 ہزار روپے کا تخمینہ ہے ۔ جناب والا ۔ اس پر اس ماہ تک 41 لاکھ 90 ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ آخر یہ کوتاہی کیوں ہوئی،یہ کیوں ایسا ہوا ؟ جناب والا ۔ اس پر دس فیصد سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے ۔ اس پر تو 51-52 فیصد خرچ ہو چکا ہے ۔ جناب والا ۔ یہ سکیم ایسی ہے جو وزیر اعظم پاکستان کی ہدایات پر شروع کی گئی تھی اور پھر اس کے راستے میں کم از کم تیس پلیاں بنائی گئی تھیں ۔ اب اگر اس جگہ پر اس کو روک دیا گیا ۔ پچھلے سال اسی جگہ سیلاب آیا تھا اور اگر یہ سیلاب دوبارہ اس علاقہ میں آیا تو تیس پلیاں جو ابھی نا مکمل ہیں ، وہ بہہ جائیں گی اور پھر وہی ہو گا جو میرے فاضل دوست نے پہلے بتایا ہے کہ

باقی کے پیسے افسروں کی جیب میں چلے جائیں گے۔ میں آپ کے توسط سے ایوان کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اس پر غور ثانی کریں اور دیکھیں کہ اسے اس سال کی سکیم میں کیسے بغیر انداز کر دیا گیا؟ جناب والا۔ اس چیز پر غور کیا جائے کہ جن اضلاع سے ہمارے وزراء کرام تعلق رکھتے ہیں ان کی ڈویلپمنٹس کے بارے میں کتنی توجہ دی گئی ہے۔ جناب والا۔ اگر سرگودھا۔ سیالکوٹ اور راولپنڈی کی روڈز کی سکیموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ کروڑہا روپیہ ان پر خرچ کیا جائے گا اور وہاں بہت سی ایسی سکیمیں بھی ہیں جن پر بیس فیصد بھی خرچ نہیں ہوا اس کے باوجود ان پر لاکھوں روپے نئے سال کے بجٹ میں رکھے گئے ہیں جناب والا۔ وہ ضلع جو نیا بنا ہے۔ جس میں سڑکیں بھی نہیں ہیں۔ پلیاں نہیں ہیں۔ جو دور افتادہ علاقہ ہے اور جو ہر لحاظ سے غیر ترقی یافتہ ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے۔

جناب والا۔ دوسری سڑک جو رائے ونڈ سے چھانگا مانگا براستہ کوٹ رادھا کرشن بن رہی ہے اس پر بھی پچاس فیصد سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ اس پر کل خرچ کا تخمینہ 90 لاکھ روپے لگایا گیا تھا جس میں سے دو سالوں میں تقریباً 42-41 لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اس سڑک کا پچھلے ڈیڑھ سال سے رائے ونڈ سے کوٹ رادھا کشن تک صرف ایک میل کا ٹکڑا باقی ہے اور چھوٹے چھوٹے راستے باقی ہیں جو ابھی تک پختہ نہیں کئے گئے۔ جناب والا۔ نہ جانے یہ محکمہ کیا کر رہا ہے؟ جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے درخواست کروں گا کہ ان دونوں سڑکوں کو اس سال کی سکیموں میں رکھا جائے۔

جناب والا۔ ہیلتھ کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ کوٹ رادھا کشن میں ایک رورل ہیلتھ سنٹر ہے اور اس میں ایک ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر کی پروویژن ہے لیکن جناب والا۔ جب سے یہ سنٹر بنا ہے وہاں لیڈی ڈاکٹر تو کبھی ہی نہیں اور پچھلے چھ ماہ سے کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ہے۔

جناب والا۔ میرے حلقے میں سکارپ سکیم تو آگئی ہے لیکن جناب والا۔ ابھی تک اس ایریا میں ہزاروں ایکڑ زمین بنجر پڑی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے

اس زمین کے متعلق مشہور تھا کہ اگر انسان کو بھی کاٹ کر اس میں پھینک دیا جائے تو وہ بھی اگ اٹھے گا جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں ۔

جناب والا ۔ آخر میں، میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ سمال انڈسٹریز کے محکمے نے ہمارے ضلع کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے ۔ جناب والا ۔ اسے بارڈر ایریا کی لعنت نے ختم کر کے رکھ دیا ہے ۔ جناب والا ۔ اگر میں تھوڑا سا 1932ء کی طرف جاؤں تو معلوم ہو گا کہ 1932ء میں قصور سے ایک لاکھ کاٹن بیلز ایکسپورٹ ہوتی تھیں ۔ اب اس ضلع میں ایک گانٹھ بھی نہیں بنتی ۔ تو جناب والا ۔ اس ضلع کے مزدوروں کا کیا حال ہو گا جہاں اتنی تبدیلی ہوئی ہے ؟ تو جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے متعلقہ وزیر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر بھی توجہ فرمائیں ۔

جناب والا ۔ آخر میں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ ضلع قصور اور بالخصوص ہمارے حلقہ میں بہت سے ایسے دیہات ہیں جہاں نہ بجلی ہے اور نہ ہی پرائمری سکول ہیں ۔ تو جناب والا ۔ آپ کی وساطت سے میں درخواست کروں گا کہ کم از کم ان سکولوں کو ، جن میں سٹاف نہیں ، سٹاف دیا جائے اور پرائمری سکولوں کا کوٹہ تقسیم کرتے وقت وزراء کرام براہ مہربانی آبادی کے لحاظ سے کوٹہ تقسیم کریں نہ کہ صرف اپنی کرسیوں کو بچانے کی خاطر ایسے علاقے کے لوگوں کی مزید خاست کریں ۔

Mr. Amir Khakwani (Vehari): Mr. Speaker, Sir, I congratulate the Hon'ble Finance Minister for presenting quite a good budget in very difficult circumstances. Sir, it would not be fair to comment upon the budget in-isolation. While commenting upon the budget we should take into account the factors that are prevailing at the time of the preparation of budget. When the annual year 1976 started the floods came, there was the failure of cotton crop and in March, 1977 the Pakistan National Alliance resorted to violence, agitation, looting and arson and tried to create anarchy in the country. Sir, they looted banks, set the buildings on fire and also tried their best to cripple economy of the country whose main exportable items are cotton and rice. Sir, with the failure of cotton crop only a loss of 600 crores was staggering. If no new development plan is taken, if no new roads are made, if no new schools are made who would be held responsible for all that? If no new hospital is made which is a very important factor to save lives, who would be held responsible? As you know Sir, people die without getting proper medical facilities, who is responsible for it? Is it not the doing of Pakistan National Alliance that new developmental projects could not be taken up in hand? These agitational politicians do not want the people to become happy. They

do not want the people to come out of miseries. They want them to remain poor so that they should always be dependent upon those people for whose interests they are working. They cannot stop the change which is bound to come. Sir, the "change" is the slogan of twentieth century and a change has come over the past many years. Right from the second world war changes have come in the economic, social and political structures, particularly in developing countries which have obtained freedom after very long colonial rule. Sir, now a new economic system is evolving in Pakistan and the pattern of vested interests will be crushed under the evolution of new economic system and the people will be rewarded for what they are worth and it will be right in the spirit of Islam and that will be exactly in the same context as is evident from the verse.....

(As much as you work you will earn)

Would it not be according to Islam? Would it not to be a society where the main and very important element of Islam, "Haqooq-ul-Ibad" is being fulfilled, without which, it is mentioned in the Holy Quran that Islam is not complete. Sir, Haqooqullah 'God can forgive" but Haqooq-ul-Ibad is, that there is no forgiveness in this connection. I say here with great confidence that our leader, the Prime Minister of Pakistan, has done a great service to the poor and down-trodden people of Pakistan by giving them security and confidence. Now, Sir, if such a society is evolved, that would hit against the interests of feudal lords and the feudalsim will be finished and eliminated from this country once for all. The budget was prepared in very difficult circumstances of chaos, agitation and uncertainty. My Hon'ble friend from Kasur has been very angry that Kasur has not been allocated sufficient funds. He was angry that the Ministers have allocated most of the developmental projects in their own districts. In this connection I would like to say that we have also a Minister who sits in the House but he has not got any thing allocated for District Vehari. I don't think Hon'ble member from Kasur is justified in saying so. I think the things were being taken according to the procedure. I don't think any Minister particularly does any thing for his own constituency or his own district. The Minister is just like one of our colleagues. It is only that he is at this time, I would say, nominated by Prime Minister to serve the Government interests. He is more responsible but Sir, he is as much a member of this House as we are.

Sir, my main brunt and my main criticism is against education which has been given the major share in this budget. This budget, like previous budgets, has got an allocation of 133.44 crores of rupees. In the budget speech of the Finance Minister it has been stated that four hundred more primary schools would be opened. Sir, do you think that four hundred primary schools in seventy three Tehsils would be enough? Look at the time and look at the people who want to go to schools. In which world are we living? Are we trying to give education to a very few people? No Sir, that is not the aim of our Government. We should impart as much education to these people as we can. Unless the education is not imparted unless the illiteracy is not removed from this country it cannot prosper. We can't imagine of development of the country without eductation and we cannot think ourselves to be called as a developed nation unless education is not imparted to each and every man and illiteracy is not completely eradicated from the soil of this land. Sir, I would suggest that most of our resources should be utilized for this purpose. Sir, nearly every village has a mosque and if a primary school is opened in a mosque I think it would have been much better. The mosques lie idle. There is hardly any activity in the mosques from Fajar prayers to 'Zohar' Prayers. Have not our ancestors been studying in mosques? Have not there been Madrisas before? It is a very old institution. Can't you revive this institution? Sir, the main point is that we have a resource constraint. After

all we should look for other means to solve our problems. We can do without roads. It has been said that the roads have not been constructed. Well the roads have not been constructed for many reasons and I would say even if the roads were not constructed it makes no difference but mind you when a child got the age of five his parents become more anxious that the child should go to a school. Every day which he is losing he is a very precious and valuable day of his life. This is a human life. This is a human problem. It is a problem for each man and for each parent to think and we must try to solve this problem and not just indulge in marely thinking because thinking does more harm than good. In this connection activity is needed and that is what we want at the present moment. Sir, my observation has been about the standard of education. In rural areas I would suggest certain things for standrad education.

In rural areas I have hardly come across any school which is having a good laboratory or a good library. After all, these students are going to be the scientists of tomorrow, these students are going to be the politicians of tomorrow, these students are going to be the engineers of tomorrow and these students are going to occupy seats here. Why should their outlook be so limited that they could not know what development is taking place in the world? When a boy passes his Matriculation, he hardly knows what is going on in this world. He can hardly write in English or in Urdu. What have you taught him? After all, this huge allocation of Rs. 133.4 crore has been spent and is going to be spent on human beings but what have you produced. You have produced persons who could not write a sproper sentence in English or in Urdu. It is time we confessed these things. These things were even worse when the Peoples Government took over but they have tried to make them better by nationalization, by trying to give security and good atmosphere to the teacher, by trying to provide monetary facilities but still, I think, a lot is needed and a considerable amount of work has to be done in the education sector. Our country does not have many resources. Our country does not have oil, our country does not have mineral resources which we can export in order to purchase the very very expensive instruments for technical and scientific knowledge. Sir, without having the basic knowledge of science and technology, can we ever imagine to compete with any developed or developing country in the world? We will always be catching their feet and we will always remain beggars. We must change our outlook. We can do without a road but certainly we cannot do without a school with a good laboratory or with a good library In urban areas, schools are provided with these things and extra curricular activities are also provided but the schools in rural areas are run without these facilities. I con't think of a school that can function without a good laboratory or a good library.

Secondly, the teachers are very hesitant to go to rural areas because they detest the back wardness of those areas. After all, they are Government servants and they must be made to serve in the rural areas because, unless this is done, from where the poor son of the peasant is going to get education. Of course education must be given to that poor person also because he is as much a Pakistani as the one living in urban area. Sir, all privileges have gone to the students settled in urban areas but none is granted to those settled in rural areas. I am lucky enough that the Education Minister is present in the House, although most of the time when my other colleagues were speaking he was not available in the House, and I would request him to give due consideration to these things because it is in the interest of Pakistan and it is in the interest of our nation that we have better.

Mr. Deputy Speaker: Hakim Faqir Muhammad Chishti.

Mr. Muhammad Amir Khakwani : Only two minutes more, Sir.

Mr. Deputy Speaker : Then let it be two minutes exactly.

Mr. Muhammad Amir Khakwani : An allocation of Rs. 133.4 crore has been made for education. I would request that out of that sum, some amount should be allocated to the Universities for research work because, unless research work is done, we can't imagine to make progress.

With regard to Agriculture, I would submit that new seeds should be developed which suit our climate. It has been noticed that in the case of wheat seeds, which were imported, the yield started after a year or so but if indigenous wheat seed in developed, which is suited to our climate, and our soil, then, I think, it is going to give much better return.

The last point that I want to make is that our cotton crop has had a failure for the last two or three years. The reason is due to changes in weather. One should try to meet these changes. After all, seeds can be developed which suit the changes in weather in our country. My district, Vehari, is most backward and some thing should be done for its development.

As far as industry is concerned, we have only one Textile Mill in the whole region. My submission is that a Textile Mill or a board Mill could be set up in order to make progress in this district. Similarly, small industries could be set up there. Sir, I don't want to tax your patience, therefore, I conclude my speech.

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ حکیم فقیر محمد چشتی ۔

حکیم فقیر محمد چشتی ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر ۔ آج اس معزز ایوان کے سامنے میں اپنے علاقے کے مسائل پر بات کرتے ہوئے بہت مسرور ہوں اور میں اپنی پارٹی اور قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی کا از حد ممنون و مشکور ہوں جن کی وجہ سے آج مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے ۔ جناب والا ۔ یہ بات کرتے ہوئے مجھے اطمینان حاصل ہوا ہے کہ صوبے کے وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے اس معزز ایوان میں ملکی سیاسی بحران اور معاشی بد حالی کے دور میں ایک متوازن اور عوامی بجٹ پیش کیا ہے ۔ وہ اس امر پر مبارکباد کے مستحق ہیں لہذا میں اپنے دل کی گہرائیوں سے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے چھوٹے زمینداروں کا مالیہ ختم کر کے پنجاب کے تقریباً 97 فیصد کاشتکاروں کی مالی حالت بہتر بنانے کے لئے سامان پیدا کیا اور محکمہ مال کے بد عنوان عناصر کی زیادتیوں سے نجات دلائی ۔ اس طرح شراب ۔ جوئے اور ناٹک کلبوں پر پابندی لگا کر

ملک میں اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے عملی اقدام کیا ہے۔ اس سے گو صوبے کے مالی محاصل میں زبردست کمی واقع ہوئی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور پر عمل کیا گیا ہے اور قائد اعظم کے ارشادات کی تکمیل ہوئی ہے۔ ترقیاتی کاموں میں ضرور رکاوٹ پڑی ہے مگر نظریہ پاکستان کی راہ میں عوامی حکومت نے احسن اقدامات کر کے قوم کو رواں دواں کیا ہے۔ جناب سپیکر۔ میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ کہ بجٹ میں دیا گیا اربوں روپیہ جو ہمارے ترقیاتی پروگراموں پر خرچ ہو گا اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا 60 فیصد کچھ افسران۔ کچھ متعلقہ محکمہ کے عملہ اور کچھ ٹھیکیدار کے حصے میں جائے گا اور اس کا 40 فیصد صحیح مصرف ہو گا ۔ اس میں سے بھی ٹھیکدار کمی بیشی کر کے اور غلط میٹریل لگا کر کوشش کرے گا کہ وہ 10 فیصد منافع کمائے۔ تو جب تک ہم اس ٹھیکیداری کی لعنت کا قلع قمع نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارے یہ منصوبے بالکل بے کار رہیں گے۔ ایک ٹینڈر کال پر کم از کم 15 سے 20 فیصد تک ٹھیکدار سے وصول کر لیا جاتا ہے۔ بل پاس کروانے کے لئے 20 فیصد تک وصول کیا جاتا ہے۔ اب 20 فیصد ٹھیکدار کا بھی حق ہے اور وہ جو 40 فیصد ہے اس میں سے 20 فیصد پھر اس کا حق ہے۔ تو میں اس معزز ایوان میں یہ بات لانا چاہ رہا ہوں کہ اس ٹھیکیداری کی لعنت سے ہمیں نجات دلائی جائے کیونکہ ہم یہ روپیہ ان لوگوں کو دینے کے لئے کبھی تیار نہیں ۔ یہ جو شادمان اور گلبرگ میں کوٹھیاں بنائی ہیں یہ قوم کے روپے سے بنائی ہیں ۔ وہ زیادہ پیسے لگا کر ان کی وصولی کر رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں وزیر آبپاشی کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنی وزارت کے صدقے اس طرف توجہ فرمائیں کہ فصلات پر آبیانہ لگانے میں پٹواری کم از کم میرے خیال میں کروڑوں روپیہ خرد برد کر دیتے ہیں جو گورنمنٹ کے خزانے میں داخل ہونا چاہیئے۔ جناب والا ، ہوتا یہ ہے کہ جس غریب کی فصل تباہ ہوتی ہے اور پانی صحیح معنوں میں نہیں پہنچتا جس کو خرابہ ملنا چاہیئے اس کو نہیں ملتا بلکہ زمیندار اپنے اثر و رسوخ سے اچھی فصل پر خرابہ وصول کرتا ہے ۔ اس طرح آبیانہ کا نصف حصہ زمیندار کو ملتا ہے اور باقی پٹواری ۔ ایس ۔ ڈی ۔ او ایکسین

اور ضلع دار کو ملتا ہے ۔ اگر اس کا تصور کیا جائے تو یہ تمام خسارہ حکومت کو ہو رہا ہے جسے نظر انداز کیا جا رہا ہے اگر یہ تمام روپیہ بجٹ میں آجائے یا حکومت کے خزانے میں جمع ہو جائے تو یہ خسارہ جو ہمیں بجٹ میں نظر آرہا ہے ۔ نہ رہے ۔

جناب والا ۔ میں تحصیل احمد پور کی سڑکوں کے متعلق عرض کروں گا۔ ایک سڑک احمد پور شرقیہ تا کچھ مغلاں براستہ چاہ جنگی ۔ علی محمد آباد سوجنا ۔ تاوری ۔ کنڈھی ارہار ہے جس پر علی محمد والا تک سولنگ ہو چکی ہے۔ یہ سڑک اگر مکمل ہو جائے تو وہاں کافی سے زیادہ عوام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جناب والا ۔ احمد پور شرقیہ تا موضع کچا والہ سڑک پختہ ہو چکی ہے ۔ لیکن اس پر پل بنایا جانا باقی ہے۔ بقیہ سڑک مکمل ہوئی ہے۔ اس پر میرے خیال سے پچاس فیصد سے زائد روپیہ خرچ ہو چکا ہے ۔ یہ سڑک اسی مالی سال میں مکمل ہونی چاہیئے۔ جناب والا ، خانپور برا ستہ 23_22 پی ڈبلیو کا فاصلہ تقریباً 12 میل کا ہے۔ جس میں سے 2 میل کا Earth work ہو چکا ہے اور 30 پلیاں تمام ایریا میں بنائی جا چکی ہیں ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر۔ آپ 10 منٹ سے زیادہ بول چکے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر آٹھ بجکر پانچ منٹ پر شروع کی تھی ۔

حکیم فقیر محمد چشتی ۔ جناب والا : صرف دو منٹ اور عنایت کریں۔ مواضعات ماسوں والی تا مبارک پور اور موضع نرالہ ۔ جو چولستانی علاقے ہے ۔ کے لئے آمد و رفت کا کوئی ذریعہ نہیں ۔ ان کے لئے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ان مواضعات کی آبادی اچھی خاصی ہے۔ وہاں ڈسپنسری ، السر حیوانات وغیرہ موجود ہیں پختہ سڑک بھی موجود ہے وہاں ہائی سکول کا ہونا لازمی ہے۔ جناب والا۔ مڈل سکول کی عمارت بہت بوسیدہ ہے بچے آسمان کے نیچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ میں وزیر موصوف کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس مالی سال میں سکول کی عمارت بنائی جائے ۔ صادق آباد ۔ عباسی ۔ ڈیرہ نواب انٹر کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دیا جائے کیونکہ یہ وہ شہر ہے جہاں سے گورنر اور وزرا بنتے ہیں ۔ وہاں یہ حالت ہے کہ اب تک کوئی ڈگری کالج نہیں ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ چودھری عمر دراز خان ۔

چوھدری عمر دراز خان ۔ جناب والا ۔ گذشتہ اجلاس رسمی کارروائی کے بعد ختم ہو گیا تھا ۔ موجودہ اجلاس اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کا ضمنی بجٹ پاس ہوا اور سالانہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے ۔ اس کے علاوہ یہ پہلا موقع ہے کہ اس معزز ایوان میں معزز اراکین موجودہ سیاسی صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں ۔ گذشتہ اجلاس جن حالات میں منعقد ہوا اور اس کے بعد جو حادثات اس قوم پر گذرے اور نام نہاد سیاسی لیڈروں نے سیاست اور قیادت کو تسلیم کرنے کی بجائے بیگناہ انسانوں کو جس طرح اپنی سیاست کی بھینٹ چڑھایا ہر محب وطن پاکستانی کو اس کا دکھ ہے ۔ یہ حالات اور یہ واقعات کیوں ہوئے ؟ اس کے جاننے کے لیئے ضروری ہے کہ اس ملک کی تاریخ پر نظر دوڑائیں ۔ جناب والا ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے ۔ پاکستان پیپلز پارٹی ایک نظریاتی جماعت ہے اور یہ نظریہ کوئی نیا نظریہ نہیں ہے ۔ بنگال میں نواب سراج الدولہ ۔ دکن میں سلطان ٹیپو ۔ بالاکوٹ میں سید احمد شہید اور 1947ء میں لاکھوں انسانوں نے اس نظریے کے لیئے قربانی دی ۔ ہندوستان کے مسلمان جو معاشرتی اور معاشی استحصال کا شکار ہو رہے تھے وہ اس پر مجبور ہو گئے کہ اپنے لیئے ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ کریں ۔ قائد اعظمؒ کی تاریخ ساز قیادت میں اس قوم نے 14 اگست 1947ء کو اپنی منزل پا لی ۔ بد قسمتی سے قیام پاکستان کے تھوڑے سے عرصے کے بعد قائد اعظم ہمیں تنہا چھوڑ گئے ۔ تعمیر وطن کا وہ نقشہ جو ان کے ذہن میں جاگزیں تھا ۔ ان کے ساتھ ہی دفن ہو گیا ۔ ان کے جانشینوں نے کرسیاں تو سنبھال لیں لیکن ان کے نظریات کے وارث نہ بن سکے ۔ فرق یہ پڑا کہ ہندو سرمایہ دار کی جگہ مسلمان صنعت کار اور جاگیردار نے لے لی ۔ ان کی دولت میں اضافہ ہوتا رہا ۔ ملک کی دولت کے بل بوتے پر ملوں میں اضافہ ہوا ، کوٹھیاں بنتی رہیں ، ملیں ، بشم کے ڈھیر بنتی رہیں لیکن غریب کے تن کو کپڑا نصیب نہ ہوا اور پیٹ کے دوزخ کو ایندھن نصیب نہ ہوا ۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں ۔

دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں فقیروں کو زکواۃ

یہ حالات تھے جن میں قائد عوام نے اسلامی مساوات کا نعرہ بلند کیا۔ 22 خاندانوں کی بجائے 6 کروڑ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان دینے کا عزم کیا۔ چونکہ اس استحصالی طبقہ کے مفادات پر زد پڑی اس لئے انہوں نے پورقی شد و مد کے ساتھ مخالفت شروع کر دی۔ پیپلز پارٹی پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے لیکن کوئی الزام اور فتوے عوام کی راہ نہ روک سکا اور پیپلز پارٹی برسر اقتدار آگئی۔ پیپلز پارٹی کا دور اقتدار ایک مسلسل جد و جہد کا دور ہے۔ 90 ہزار قیدیوں کی رہائی، 5 ہزار مربع میل علاقے کی دشمن سے واپسی، سیلابوں اور زلزلوں کا مقابلہ، اور غریبوں اور فالتو کشوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے پیپلز پارٹی نے کیا کچھ نہ کیا۔ اس نے اس سلسلے میں جو کچھ کیا وہ قوم کے سامنے ہے۔ جناب والا۔ اس طبقے کو دوسرا موقع اس وقت ملا، جب قائد عوام نے 1970ء میں الیکشن کا اعلان کیا۔ غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر انہوں نے پیپلز پارٹی کے خلاف پھر اسی شد و مد سے مہم شروع کی لیکن پیپلز پارٹی جو عوام کی پارٹی تھی پھر کامیاب ہوئی۔ محنت کشوں کے بل بوتے پر کامیاب ہوئی۔ وہ سرمایہ دار جب الیکشن میں ہار گئے تو بوکھلا اٹھے۔ انہوں نے غیر ملکی طاقت کے بل بوتے پر جلسے، جلوس اور بھیہ جام کرنے کی کوشش کی۔ بنک لوٹے گئے۔ مکانوں کو آگ لگائی گئی، یہ سب کچھ ہوا اور ستم ظریفی یہ کہ یہ سب کچھ اسلام اور نظام مصطفےٰ کے نام پر ہوا۔ جناب والا۔ ہم دو اڑھائی ماہ اپنے جذبات اپنے سینوں میں دبائے بیٹھے رہے۔ ہم بھی وہی کچھ کر سکتے تھے جو مخالف جماعتوں نے کیا لیکن ہم نے ایسا نہ کیا اور اس لئے نہ کیا کہ ہم نے یہ ملک خون دے کر حاصل کیا ہے اور ہم اس کو جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جناب والا۔ ہم نے اس ملک کو امن، سلامتی اور خوشیوں کا گہوارہ بنانا ہے۔ ہم نے اس ملک سے بھوک، بیماری اور افلاس کو ختم کرنا ہے۔ ہم نے اس قوم کو اقوام عالم میں سربلند کرنا ہے۔ ہمارا کام بہت مشکل ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے، اپنے قائد کی راہنمائی میں محنت کشوں کے تعاون سے ہم اپنی منزل ضرور پا لیں گے۔

جناب والا: ہر بجٹ پر وزیر خزانہ کو مبارکباد دینا ایک روایت ہے۔ میں وزیر خزانہ، کو مبارکباد اس لئے نہ دوں گا کہ یہ ایک بہت

مثالی بجٹ ہے بلکہ جن حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا انہیں مد نظر رکھتے ہوئے وزیر خزانہ کی کوشش قابل تحسین ہے۔ جناب والا ۔ پاکستان کی معیشت اور خاص طور پر پنجاب کی معیشت میں زراعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ عوامی حکومت نے گذشتہ برسوں میں زراعت کی ترقی کے لئے جو کچھ کیا وہ قابل تحسین ہے۔ اس سال بھی زراعت کی ترقی کے لئے ترقیاتی پروگرام کے بجٹ کا 20 فیصد حصہ مختص کیا گیا ہے۔ موجودہ رقم پچھلے سال کی رقم سے 24 فیصدی زیادہ ہے۔ جناب والا : زراعت

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ چوہدری صاحب : لائل پور کی بات کر لیں ۔ آپ کے دس منٹ ختم ہونے والے ہیں ۔

چوہدری عمر دراز خاں ۔ بہت اچھا جناب والا ۔ لائلپور کا ضلع آبادی کے لحاظ سے اور نمائندگی کے لحاظ سے پنجاب کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ میں گذارش کروں گا کہ اس ضلعے کے ترقیاتی پروگراموں کے لئے کل رقم 2.5 کروڑ رکھی گئی ہے جس کی مختلف مدات کی تفصیل میرے پاس موجود ہے۔ اگر فاضل وزیر چاہیں تو میں انہیں دے سکتا ہوں ۔ ایک ایگریکلچر ۔ انیمل ہسبینڈری ۔ فورسٹری ۔ فشریز ۔ فوڈ سٹوریج وغیرہ کے لئے انہوں نے کل 4509 لاکھ روپے رکھے ہیں جن میں سے لائلپور کے حصے میں 222 لاکھ روپے آتے ہیں جو کل رقم کا 4.93 بنتے ہیں ، اسی طرح دوسرے محکموں میں ۔ انڈسٹریز میں ۔ کمیونی کیشنز میں ، فزیکل پلاننگ میں ، ایجوکیشن ٹریننگ میں، ہیلتھ میں اور سوشل ویلفیر میں انہوں نے کل رقم کا صرف 6.6 رکھا ہے۔ میری گذارش یہ ہے کہ ضلع لائلپور کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے مگر اس کے لئے رقم بہت کم رکھی گئی ہے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ لائلپور میں خاص طور پر سٹوریج کا مسئلہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سٹوریج کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ ایل ڈی اے کے حوالے کی گئی ہے اور ایل ڈی اے کاغذات میں تو اس کی تکمیل بھی ہو گئی ہے لیکن وہاں ابھی تک اس کا کوئی ڈائرکٹر جنرل اور چیئرمین نہیں بنا ۔ میری تجویز یہ ہے کہ ایل ڈی اے کو کہا جائے کہ اس کام کی تکمیل فوراً کرے تاکہ یہ کام مکمل ہو سکے ۔

جناب والا ۔ میری ایک چھوٹی سی گذارش اور ہے کہ لائلپور میں زرعی یونیورسٹی ہے اور وہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں ریسرچ کا کام ہوتا ہے۔ اس سال کے بجٹ میں جو رقم یونیورسٹیوں کے لیئے رکھی گئی ہے وہ پنجاب یونیورسٹی اور ملتان یونیورسٹی کے لیے ایک کروڑ 64 لاکھ روپے ہے۔ زرعی یونیورسٹی کے لیئے بھی اتنی ہی رقم مختص کی گئی ہے۔ میری گذارش یہ ہے کہ چونکہ وہاں ریسرچ کا کام ہوتا ہے اس لیئے اس کے لیئے زیادہ رقم رکھی جائے۔

ایک گذارش اور ہے ۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ذرائع ابلاغ میں ریڈیو سب سے بڑا ذریعہ ہے ۔اس سال فرٹیلائزر کارپوریشن نے ایک (study) مکمل کی ہے اور اس سلسلے میں پچھلے سال جو مشورے دیئے گئے ان کے لیئے ریڈیو سب سے بہتر ذریعہ ثابت ہوا ۔ میری گذارش یہ ہے کہ چونکہ ریڈیو کے عام پروگراموں میں زرعی پروگراموں کو بہت کم وقت دیا جاتا ہے اس لیئے لائلپور میں ایک ہمہ وقتی ریڈیو اسٹیشن صرف زراعتی پروگراموں کے لیئے قائم کیا جائے تاکہ ہمارے ملک کے کسان بھائی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں ۔ شکریہ ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر ۔ سید حسن عسکری ۔

سید حسن عسکری : بنام خداوند جان آفرین ۔ وسیلے سخن بر زبان آفرین۔ خداوند بخشندہ و دستگیر ۔ کریم و خطا بخشش و دستگیر جناب سپیکر ! اس سے پہلے کہ میں میزانیہ پر بحث کروں میں اپنے معزز ممبران سے ، جنہوں نے تقریریں کیں ، یہ عرض کروں گا کہ ہم نے بہت صبر و تحمل اور بردباری سے تمام تقریریں سنی ہیں لہذا ان ممبران کو بھی چاہیئے کہ وہ میری تقریر بھی بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے سنیں ۔ جناب والا! سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ کو اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ان نامساعد حالات میں ایسا بجٹ پیش کیا ہے جس کے لیئے میں ایک ہی فقرہ کہوں گا کہ انہوں نے ستاروں سے آفتاب تراشے ہیں ۔ انہوں نے بجٹ کے اس گل دستے کو جس قرینے سے پھولوں سے سجایا ہے اس سے ان کی ذہانت ، فطانت ، متانت اور دیانت کا ثبوت ملتا ہے۔

جناب والا! میں یہ ضروری سمجھوں گا کہ اپنے علاقہ کے مسائل کی طرف بھی اشارہ کردوں ۔ کیونکہ

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

جناب والا ! کسی زمانے میں انگریز ہندوستان کو سونے کی چڑیا سمجھا کرتے تھے اور ہندوستان میں پنجاب کا علاقہ سونے کی چڑیا تھا ۔ پنجاب میں ماجھے کا علاقہ سونے کی چڑیا تھا اور ماجھے کے علاقے میں حلقہ 113 سونے کی چڑیا تھا۔ وہ علاقہ جہاں کی پیداوار مشہور تھی آج وہی علاقہ سیم اور تھور کی نذر ہو کر بیابان اور بنجر ہو چکا ہے۔ اس سیم اور تھور کی وجہ سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ لوگ وہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں ۔ میں جناب وزیر متعلقہ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرانی چاہوں گا کہ وہاں سیم اور تھور کی وجہ سے پیداوار بالکل گھٹ کر رہ گئی ہے جب کہ عوامی حکومت کی پالیسی ہے کہ زراعت زیادہ ترقی کرے۔ لیکن میرے علاقے میں حلقہ 113 للیانی دھتو سیم اور تھور کی وجہ سے بالکل ناکارہ ہو چکا ہے اور اس وجہ سے لوگ وہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں ۔ لوگ شہروں کا رخ کر رہے ہیں اور جب لوگ شہروں کا رخ کرتے ہیں تو شہروں پر دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے اس کا اثر شہری مسائل پر پڑے گا اور شہری مسائل بڑھ جائیں گے ۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس علاقے پر توجہ دی جائے اور یہاں سیم اور تھور کا مسئلہ حل کیا جائے ۔ یہاں پر میں نے کئی وزرا صاحبان کو بلایا اور انہوں نے وعدہ کیا گیا سیم اور تھور ختم ہو جائے گی ۔ لیکن

کب وہ سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری

آج تک اس پر توجہ نہیں دی گئی ۔ آپ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں ، ہمارا گریبان پکڑتے ہیں ، ہم سے سوال کرتے ہیں ۔ آپ بتائیں کہ میں انہیں کیا جواب دوں ؟ میں بات کروں گا اصول کی ۔ میں بات کروں گا عقل کی ۔ آج وہ ہم سے پوچھتے ہیں ۔ کہ کہاں گیا وہ آپ کا سیم اور تھور کا مسئلہ؟ کون حل کر رہا ہے؟ کس سے حل کروا رہا ہے؟جناب والا ؟ یہ حال ہے ۔ جب کسی بچے کا باپ مر جائے تو وہ بچہ تنہا یتیم ہوتا ہے لیکن جب کسی علاقے کا سیاسی باپ مر جائے تو وہ پورا علاقہ یتیم ہو جاتا ہے ۔ لیکن وہ

سیاسی باپ کیا کرے۔ جب اس کی بات نہ سنی جائے گی۔ اس کی باتوں پر عمل درآمد نہ کیا جائے گا تو یقیناً اس علاقے کے لوگ محروم ہو کر رہ جائیں گے۔ جناب والا۔ میرے علاقے میں یہ حال ہے کہ وہاں سڑکیں نہیں ہیں۔ وہ بارڈر کا علاقہ ہے۔ جب بھی ہندوستان کی جانب سے یلغار ہوتی ہے تو بارڈر کے یہ لوگ سینہ سپر ہو جاتے ہیں، گولیاں کھانے کو تیار ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کو پاکستان کی حفاظت کے لیے، اس کی ناموس کی حفاظت کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ آج وہ لوگ سڑکوں سے بھی محروم ہیں، وہاں سڑکیں نہیں ہیں۔ وہ اپنا سارا زرعی مال یا اجناس اس ترقی یافتہ زمانے میں خچروں اور گدھوں پر لاد کر لاتے ہیں۔ کتنے افسوس اور غم کی بات ہے کہ اس علاقے میں آج تک سڑکوں کی ترقی نہیں ہوئی۔ یہ حال ہے ان بارڈر کے لوگوں کا، میں آپ کو بتا دوں اگر ان کے لیے وہاں کوئی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ نہیں ہو گا تو نتیجہ کیا ہو گا؟ جن بچوں کو روزگار نہیں ملے گا وہ بارڈر سے سمگلنگ کریں گے، وہ چور اچکے بن جائیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ میرے علاقے میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوشن قائم کیا جائے تاکہ وہاں سے تحصیل علم کے بعد بچوں کے روزگار کا بندوبست ہو سکے۔ بی۔ اے، ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس ڈگری کا کیا فائدہ جس کو ہاتھ میں لیے پھرتے رہیں تو نوکری نہ ملے، روزگار میسر نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ جب انہیں روزگار نہ ملے گا اور ان کا پیٹ بھوک کی وجہ سے خالی ہو گا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بھوک انسان کو بغاوت سکھاتی ہے۔ جناب والا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے علاقے میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے۔ وہاں سڑکوں کا جال بچھایا جائے وہاں پر سکولڈ سکیم کو متعارف کروایا جائے۔

جناب والا۔ اس کے بعد میں اس طرف آؤں گا کہ قائد حزب اختلاف نے طنزاً یہ کہا تھا کہ یہ دوست بھٹو صاحب کی تعریف، نمبر بنانے کے لیے کرتے ہیں۔ مجھے بڑا افسوس ہوا اور انہوں نے جو الفاظ کہے تھے میں ان پر دو دن سے سوچ رہا تھا۔ میں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کروں گا کہ سنو۔ تعریف اس کی، کی جاتی ہے جو تعریف کے قابل ہو کیونکہ خواجہ اویس قرنی بننے کے لیے دانتوں کو شہید کرنا پڑتا ہے، بلال حبشی

بننے کے لئے تپتی ہوئی ریت پر لیٹنا پڑتا ہے۔ حسین ابن علی بننے کے لئے تلوار کے سائے میں نماز حق ادا کرنی پڑتی ہے اور ذوالفقار علی بھٹو بننے کے لئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جا اے ہندوستان۔ میں اس فوج کے لئے اپنا دل۔ اپنے لعل، اپنی آنکھوں کے تارے تمہارے سپرد کرنے کو تیار ہوں۔ سپردم بتو مایہ خویش را۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت یہ کہا کہ جاؤ میں اپنے بچے ہندوستان کو یرغمال کے طور پر دینے کو تیار ہوں۔ اپنے بچے سلطان ٹیپو شہید نے پیش کئے تھے یا ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت پیش کئے۔ مجھے بتاؤ۔ تاریخ میں اور کس نے پیش کئے؟ ان عالموں اور مولویوں کی تعریف؟ کس کی بات کرتے ہو؟ میں ان عالموں کی تعریف کرتا ہوں۔ سنو، میں ان عالموں کی عزت کرنے کے لئے تیار ہوں، ہم ان عالموں کو ماننے کے لئے تیار ہیں، میں ان مولویوں کو سلام کرنے کے لئے تیار ہوں جو قرآن کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جو تقویٰ کے معیار پر پورے اترتے ہیں لیکن میں ان عالموں کو نہیں مان سکتا جن اٹھارہ ہزار عالموں نے حسین کے قتل کا فتویٰ دے دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے۔ جنہوں نے شاہ حسن تبریز، خواجہ نظام الدین۔ بابا بلھے شاہ جیسے اولیا اللہ پر کفر کے فتوے لگائے۔ بتائیے۔ میں ان کی تعریف کروں؟ میں ان کی تعریف نہیں کر سکتا، میں صرف ان کی تعریف کر سکتا ہوں جنہوں نے غریبوں کو خودی کا پیغام دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے غریبوں کو یہ پیغام دیا:۔

یہ پیغام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام بادشاہی

(اس مرحلہ پر سردار صفیر احمد بطور چیئرمین کوشی صدارت پرمتمکن ہوئے)

ہمیں صبر کی تلقین کس نے کی؟ قرآن میں صابر کا درجہ کیا ہے؟ مجھے بتائیں کہ قرآن کے مطابق صابر کا درجہ کیا ہے؟ ہمیں بھٹو نے اس وقت صبر کی تلقین کی جب ہم پر چاروں طرف سے یلغار کی جا رہی تھی۔ اس ملک کی خاطر، اس قوم کی خاطر اور اس پاکستان کی خاطر۔ سنو، پیپلز پارٹی کے کارکنو۔ پیپلز پارٹی کو ووٹ دینے والو، تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا۔ اگر تم نے مجھ سے عشق

کرنا ہے۔ اگر تم پاکستان کو چاہتے ہو تو پھر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے

ظلم بہ ظلم سہہ کے بھی، اپنے خون کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی، عشق ہے دل لگی نہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر چیئرمین : مسٹر حامد کمال خان (فاضل رکن ایوان میں موجود نہیں ہیں)۔

مسٹر علی اصغر گیانی : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب سپیکر، میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایسے حالات میں جب کہ ملک میں سیاسی بحران تھا اور ملک کی معیشت تباہ ہو رہی تھی، ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔ جناب سپیکر۔ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد رجعت پسند طبقے، سرمایہ دار اور جاگیردار نے اس ملک پر تباہی کے دہانے توڑے اور یہ لوگ دھاندلی کے نام پر اس ملک کی قسمت سے کھیلتے رہے۔ میں آپ کے سامنے پاکستان کی پچیس سالہ تاریخ دہرانا چاہتا ہوں۔ پچیس سال تک سرمایہ دار اور جاگیردار نے اس ملک کے غریب محنت کشوں کو لوٹا۔ وہ دور ہمیں یاد ہے، جب سرمایہ دار مزدور کی محنت سے اپنی تجوریاں بھرتا رہا، عالی شان عمارتیں تعمیر کرتا رہا۔ جب کہ محنت کش اپنی زمین سے اپنی محنت سے اناج پیدا کرتا رہا لیکن اس کی محنت کا صلہ اسے نہ دیا جاتا تھا کہ وہ اپنا پیٹ بھی نہیں بھر سکتا تھا۔ تو جناب والا۔ یہ دھاندلی کی بات کرتے ہیں۔ میں گذارش کرتا ہوں کہ پچیس سال تک اسلام اور جمہوریت کے نام پر ان نے جو گل کھلائے وہ حضرت اور آپ کے سامنے ہیں۔ جب الیکشن میں امیدوار کو ٹھہرایا جاتا، بیلٹ بکس توڑ دیئے جاتے، الیکشن کے نتائج تبدیل کر دیئے جاتے، رات کی تاریکی میں حکومت کا تختہ الٹ دیا جاتا تھا تو اس وقت کسی کو دھاندلی کی بات یاد نہ آئی۔ جناب سپیکر، میں یہ

تک ہوا کہ ہمارے برسر اقتدار طبقے نے اپنے کاغذات جمع کرانے کے لئے پورے ملک کی گھڑیوں کے ٹائم میں تبدیلی کر دی ، اس وقت ان لوگوں کو دھاندلی یاد نہ آئی کیونکہ وہ جنگ ایک طبقے کے درمیان تھی - وہ الیکشن ایک طبقے میں تھا - وہ امیروں کے درمیان الیکشن تھا - لیکن آج وہ حالات نہیں ہیں - آج یہ الیکشن دو طبقوں کے درمیان ہوا - ایک سرمایہ دار طبقہ تھا اور ایک محنت کش طبقہ - آج محنت کش طبقہ برسر اقتدار ہے ، اکثریت میں ہے - اس لئے یہ لوگ دھاندلی کی بات کرتے ہیں - جناب ، یہ لوگ کہتے ہیں کہ عوام ان کے ساتھ ہیں - میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ 90 فیصد طبقہ غریب طبقہ ہے ، محنت کش طبقہ ہے جو پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے - اس کی مثال میں یہ دوں گا کہ راولپنڈی شہر میں مزدوروں کے ایک سو ریڑھوں کو اس لئے جلایا گیا کہ مزدور پیپلز پارٹی کا ساتھ دیتے رہے ہیں - تو جناب والا ، یہ دھاندلی کی بات نہیں ہے ، بات تو طبقات کی ہے - رجعت پسند طبقات یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے محنت کش طبقوں کا استحصال جاری رکھا جائے مگر محنت کش اب جاگ اٹھے ہیں اور وہ اپنے حقوق سے دست بردار نہیں ہوں گے -

جناب والا - اس کے ساتھ ہی میں جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے تعلیم پر 35 کروڑ 40 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں ، اتنی بڑی رقم جو تعلیم کی مد کے لئے مختص کی گئی ہے یہ عوامی حکومت کی تعلیم سے دلچسپی کا ثبوت ہے - میں یہ گذارش کروں گا کہ تعلیم کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے اسے صرف تعلیم کی مد میں خرچ کیا جائے تاکہ پاکستان کے عوام ، محنت کش طبقہ ، اس جائز سہولت کا صحیح معنوں میں فائدہ اٹھا سکیں - بعض جگہ پر میں نے دیکھا ہے کہ سکولوں میں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے اور طلباء کی تعداد کم ہے - اس پر نظر ثانی کی جائے اور سختی سے ان لوگوں کو کہا جائے کہ وہ تعلیم کے لئے مختص ہونے والی رقم کو صحیح طریقے سے مصرف میں لائیں کیونکہ تعلیم پاکستان کے عوام اور محنت کش طبقے کے لئے ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے پاکستان کے عوام نے آئندہ سالوں میں خوشحالی حاصل کرنی ہے -

اس کے بعد جناب والا ، میں یہ عرض کروں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں ہمارے قائد نے یہ کہا ہے کہ پاکستان کے بے سہارا لوگوں کو رہنے کے لیے پلاٹ یا مکان دیئے جائیں گے۔ میں وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کروں گا کہ انہوں نے پانچ مرلہ سکیم کے تحت 6 لاکھ 28 ہزار پلاٹ عوام میں تقسیم کئے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ باقی لوگوں کو بھی پلاٹ جلد از جلد تقسیم کئے جائیں گے۔

اس کے بعد جناب سپیکر ، میں آپ کی وساطت سے اپنے علاقے کے چند مسائل جناب وزیر خزانہ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا ، پیرو دھائی میں ایک فروٹ منڈی بنانے کی سکیم تھی جو کچھ عرصہ قبل اسلام آباد منتقل کر دی گئی۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ پیرو دھائی میں جو زمین فروٹ منڈی کے لیے حاصل کی گئی تھی اسے واپس مالکان کو دے دیا جائے۔ اس کے علاوہ پیپلز ہاؤسنگ سکیم جو راولپنڈی میں تعمیر ہو رہی ہے اسے مکمل کیا جائے۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال راولپنڈی کی عمارت جو مرکزی حکومت نے صوبائی حکومت سے لی تھی اسے واپس صوبائی حکومت کے حوالے کیا جائے۔ راولپنڈی کے طلباء کا عرصہ دراز سے یہ مطالبہ ہے کہ وہاں لاء کالج قائم کیا جائے۔ اس لئے وہاں لاء کالج بنانے کے انتظامات کئے جائیں۔

اس کے بعد جناب سپیکر ، میں یہ عرض کروں گا کہ میرے علاقے کا سب سے اہم اور ضروری مسئلہ متاثرین اسلام آباد کا ہے۔ میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہوں نے 1969ء میں متاثرین اسلام آباد کو مالکانہ حقوق دیئے تھے مگر ضلع ملتان میں متاثرین اسلام آباد کی اراضی کے متعلق ایک سکینڈل ہوا۔ اس وقت کے فوجی افسران اور دوسرے اہل کاروں نے مل کر جعلی مختار نامے حاصل کر کے

ان کی اراضی دفعہ 19 کے تحت منتقل کروا لی ۔ اس کی الکوائری 1969ء میں مارشل لاء کے تحت کی گئی مگر اس کا بھی کوئی رزلٹ نہیں نکلا ۔ جناب والا ، متاثرین اسلام آباد کو فی خاندان ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی الاٹ کی گئی مگر انہیں آج تک قبضہ نہیں مل سکا اور نہ ہی بتائی دی گئی ۔ اس کے علاوہ جناب والا ، 1968ء کے ایوارڈ کے تحت جن متاثرین سے اراضی حاصل کی گئی تھی انہیں متبادل اراضی دی جائے ۔ ضلع ساہیوال میں متاثرین اسلام آباد کے کیس ابھی تک ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ جو رقبہ ان کے لیئے مخصوص کیا گیا تھا اور عارضی پٹہ سکیم پر دیا گیا تھا وہ زیر سماعت مقدمات کے تصفیہ کے تحت انہیں واپس کیا جائے ۔

جناب والا ، اس کے بعد آخر میں میں جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اسی طرح پیپلز پارٹی نے فلاحی کام جاری رکھے اور عوام کی خدمت کرتی رہی تو وہ قائد عوام کا ساتھ دیتے رہیں گے اور ہم بھی ان کی مدد سے ان مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔ سب سے آخر میں ، میں یہ کہوں گا پاکستان پائندہ باد اور قائد عوام زندہ باد ۔ شکریہ

مسٹر چیئرمین ۔ اجلاس کی کارروائی کل صبح ساڑھے آٹھ بجے تک کے لیئے ملتوی کی جاتی ہے ۔

(اسمبلی کا اجلاس 22 جون 1977ء بروز بدھ، ساڑھے آٹھ بجے صبح تک کے لیئے ملتوی ہو گیا ۔)

صوبائی اسمبلی پنجاب

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

بدھ ۔ 22 جون 1977ء

(چہار شنبہ ۔ 4 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ
فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ
عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝

پارہ ۲۰ ۔ سورہ ۲۷ ۔ رکوع ۲ ۔ آیات ۷۲ تا ۷۸

تمہارا پروردگار تو لوگوں پر بڑا فضل کرتا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر ادا نہیں کرتے۔ اور جو باتیں ان کے سینوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر میں کرتے ہیں تمہارا پروردگار سب کو جانتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ کتاب روشن میں مندرج ہیں۔ بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے وہ باتیں بیان کر دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بیشک یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ قیامت کے دن تمہارا پروردگار ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا۔ اور وہ غالب اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ ۝

پنجاب کا میزانیہ برائے 78-1977ء

(بحیثیت مجموعی میزانیہ پر عام بحث) (جاری)

مسٹر سپیکر : میزانیہ برائے 78-1977ء پر عام بحث جاری رہے گی - پیر احمد شاہ کھگہ -

پیر احمد شاہ کھگہ : جناب سپیکر ! سال رواں کا بجٹ جو ایوان میں پیش ہے ، مجھے اس پر کچھ اعتراض ہے کیونکہ ہم دیہاتیوں کے لیے اس بجٹ میں کچھ نہیں کیا گیا ، حالانکہ 85 فی صد آبادی دیہات میں بستی ہے اور اسی طرح ان کے ووٹ بھی سب سے زیادہ ہیں جو ہمیشہ حکومت بنانے میں پیش پیش ہوتے ہیں - موجودہ حکومت کی امداد بھی ان دیہات سے ہی ہوئی ہے جیسا کہ آپ کو بخوبی علم ہے - میری یہ تجویز ہے کہ شہروں کی صورت کے دیہات بنائے جائیں جس میں تمام شہروں جیسی سہولتیں موجود ہوں جس میں سکول ہوں ، سڑکیں پکی ہوں ، بجلی ہو ، لائبریریاں ہوں ، تفریح گاہیں ہوں - اس طرح کے کونے کے ایران میں میں نے کئی ایسے قصبے دیکھے ہیں جن کی آبادی پانچ چھ ہزار ہوتی ہے لیکن وہاں فیکٹریاں تک موجود ہیں جن کے ذریعے وہاں بسنے والے لوگوں کو بے روزگاری سے بچا لیا گیا ہے -

عالی جاہ ! ہمارے ملک کی گزر اوقات زیادہ تر زراعت پر ہے - ہمارے صوبے کی زمین بے حد زرخیز اور شاندار ہے - لیکن اس زمین کو ظالم سیم اور تھور نے گلے سے پکڑا ہوا ہے - اگر اس زمین کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہا تو میرا خیال ہے کہ تمام دیہات ویران ہو جائیں گے اور یہ خوبصورت شہر جن میں فوارے ، بڑی بڑی تفریح گاہیں ، بڑے بڑے سینما ، بڑی بڑی سڑکیں ، کوٹھیاں اور بنگلے ہیں ، دیہات ان کا خیال نہیں رکھ سکیں گے اور نہ ان کا پیٹ پال سکیں گے اس لیے بجٹ میں زیادہ رقم زمین پر خرچ ہونی چاہیے کیونکہ اگر زمین درست رہی تو ہمارے ملک کی حالت بھی درست رہے گی - ورنہ بد حالی کا ہو جانا یقینی ہے - لیکن سیم کے علاوہ کلر بھی ہے - جس زمین میں کلر ہو جاتا ہے تو اس میں فصلیں نہیں ہوتیں اور

اسے ریکلیمیشن کے ذریعے درست کیا جاتا ہے ۔ ریکلیمیشن نہر کے محکمے کے ساتھ ایک محکمہ ہے جو تین سال اس زمین کو پانی دے کر اور اس قسم کے فصلات لگواتے ہیں جس سے کلر کا سالٹ وغیرہ نیچے بیٹھ جاتا ہے اور زمین درست ہو جاتی ہے ۔ لیکن اس پر ban لگا ہوا ہے ۔ بعض ایسی زمینیں جو تین سال پانی دینے سے درست نہیں ہوتیں انہیں دوبارہ پانی لگانا چاہیے ، وہ درست ہو جائیں گی ۔ اس پر ban ہے اور پانی کی اس پابندی سے زمین کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے ۔ ریکلیمیشن کے اوپر ban لگا ہوا ہے وہ بھی ہٹا دینا چاہیے تاکہ اس زمین میں پانی چل کر وہ درست ہو جائے ۔

جناب والا! جس محنت سے زمیندار اور کاشتکار زمین کو تیار کرتا ہے اور پھر اس پر فصل کاشت کرتا ہے ، اس کے مطابق اس کی عزت نہیں کی گئی بلکہ اس پر انکم ٹیکس کا ایک بوجھ ڈال دیا گیا ہے ۔ جب سردی کے موسم میں وہ اپنے کھیتوں میں پانی لگاتا ہے تو وہ اپنی حالت خود ہی جانتا ہے ۔ راتوں کو پانی لگاتا ہے اور ہل چلاتا ہے ۔ لیکن اس کی اس کے مطابق عزت نہیں کی گئی حالانکہ قرآن پاک میں یہ آیا ہے کہ جب زمیندار اور کاشتکار زمین میں ہل جوتتا ہے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میری طرف ہاتھ اٹھا لو کہ یہ لوگ ، یہ کسان بے چارے میری مخلوق ، پرند چرند اور دیگر انسانوں کے لیے روزی کا سامان کر رہا ہے ۔ تو اللہ پاک نے اس کاشت کار کو اس طرح رتبہ دیا ہے ۔ لیکن آپ نے انکم ٹیکس کا بوجھ ڈال کر زمیندار بے چارے کو ایسی الجھن میں پھنسا دیا ہے کہ اسے ایک منشی رکھنا پڑے گا ۔ اس کی آمدنی تو سال چھ مہینے کے بعد ہوتی ہے ۔ لیکن منشی تو ماہوار تنخواہ مانگے گا تو وہ بے چارہ کہاں سے دے گا ؟ نہ اس کے پاس کوئی کھانڈ کا ڈپو ہے جسے بلیک کر کے وہ تنخواہ پوری کرے نہ کوئی دفتر ہے جس سے اسے آمدنی ہو ۔ منشی کو بھی وہ بے چارہ نہیں رکھ سکے گا ۔ اس لیے کسانوں اور زمینداروں کے لیے انکم ٹیکس میں کوئی ایسا آسان طریقہ بنایا جائے ۔ ٹیکس لگتے ہیں ۔ ملک ٹیکسوں سے چلتے ہیں کوئی حرج نہیں ۔ لیکن طریقہ آسان بنایا جائے تاکہ وہ

لوگ ٹیکس کی ادائیگی آسانی اور آرام سے کر سکیں اور ٹیکس کو صحیح سمجھ سکیں ۔ اس طرح کی مہربانی ان پر ضرور ہونی چاہیے ۔

عالی جاہ ! ضلع ساہیوال اور ملتان کے زمینداروں کے ساتھ ایک اور زیادتی ہے ۔ یہ ہے گھوڑی پال مربعے ۔ ضلع سرگودھا اور لائل پور کو تو ملکیتی حقوق عرصے سے ، دو تین سال سے مل گئے ہیں ۔ لیکن ساہیوال اور ملتان میں اسی طرح چل رہا ہے ۔ انگریز کے زمانے میں گھوڑی پال کے گلے میں زنجیر تھی اور وہ زمینداروں کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور ان کو فصلیں دیتے تھے ۔ ایک صوبے میں ایک ہی قانون ہوتا ہے ۔ ایک بازار میں دو بھاؤ سجتے بھی نہیں ۔ ساہیوال اور ملتان کے ان گھوڑی پالوں کو اس حال سے نجات دلائی جائے تاکہ وہ اپنے حقوق حاصل کرکے آرام کی زندگی بسر کر سکیں ۔

عالی جاہ ! دیہاتیوں کے ساتھ ایک اور زیادتی ہے ۔ وہ بے چارے گنا پیدا کرتے ہیں اور اس پر سال بھر محنت کرتے ہیں ۔ خود بھی گوڑیاں کرتے ہیں اور مزدوروں سے بھی کرواتے ہیں ۔ گنا تیار ہونے پر مل میں جا کر بیچ دیتے ہیں ۔ لیکن جب کھانڈ کا وقت آتا ہے تو دیہاتیوں کو دو چھٹانک فی کس اور شہر والوں کو ایک سیر فی کس ماہ میں دی جاتی ہے ۔ یہ ان کے ساتھ ایک زیادتی ہے ۔ کھانڈ ایک کھانے پینے کی چیز ہے ۔ اس سے بھی دیہاتیوں کو محروم رکھا گیا ہے ۔ شہر اور دیہات کے ساتھ صحیح معنوں میں ایک جیسا سلوک نہیں کیا گیا ۔ شہر اور دیہات میں ایک جیسا سلوک ہونا چاہیے ۔ اس لیے میں یہ ضرور کہوں گا کہ بجٹ میں دیہاتوں کو شہروں کے مقابلے میں نہیں سمجھا جاتا اور شہر کے مقابلے میں سہولتیں نہیں دی جاتیں ۔ کھانڈ کے معاملے میں دو چھٹانک اور سیر کا بڑا فرق ہے ۔ دیہاتی بے چاروں کا دل نہیں چاہتا کہ وہ بھی چائے اور چیزوں میں کھانڈ استعمال کریں ؟ کیا وہ گڑ ملا کر ہی گزر کریں ؟ یہ بے انصافی بھی دور ہونی چاہیے ۔

جناب والا ! میرے حلقۂ نیابت میں دو تھانے کے علاقے ہیں ایک ایک تھانہ برج والا اور دوسرا نور شاہ ۔ برج والا ایسا تھانہ ہے جس میں

بہت سے سکئی کے اور دوسرے فارم ہیں ۔ اس کے ساتھ کئی ملٹری فارم بھی ہیں ۔ لیکن وہ سیم کی زد میں آ چکے ہیں ۔ جی ٹی روڈ تک سیم پہنچ چکی ہے ۔ اس سڑک سے ہمارے وزیر اعظم اور چیف منسٹر صاحبان گزرتے رہتے ہیں ۔ قدرتی طور پر ہمارے ضلع سے چار منسٹر بھی ہیں ۔ یہ بھی بھٹو صاحب نے بڑی مہربانی فرمائی ہے ۔ لیکن انہیں بھی یہ خیال نہیں آتا کہ سیم اس علاقے کے گلے اس طرح لگی ہوئی ہے کہ وہاں ایک ایکڑ بھی زمین کا صحیح باقی نہیں ۔ اس کا بھی خیال رکھا جانا نہایت ضروری ہے ۔ دوسرا تھانہ نور شاہ دریائے راوی کے کنارے واقع ہے ۔ عالی جاہ! ہمیشہ اس علاقے کی زمین کو دریائے راوی کاٹ کر اپنے میں گھول رہا ہے ۔ کئی ایسے زمیندار بھی ہیں جن کی تمام کی تمام زمین دریا کے کٹاؤ میں گر چکی ہے ۔ اخباروں میں بھی آیا ہے اور کئی جگہ سے سنا گیا ہے کہ انہیں کوئی متبادل زمین دی جائے گی ۔ لیکن ان بے چاروں کو کوئی زمین نہیں دی گئی اور وہ وہاں مارے مارے پھر رہے ہیں ۔ ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے ۔ میں ہاؤس میں جناب سپیکر کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ معاملہ گورنمنٹ تک پہنچا کر ان کا مداوا بھی ضرور ہونا چاہیے ۔ دوسرے نور شاہ کی آبادی تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے اور وہاں ایک معمولی سکول ہے ۔ انٹر کالج ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ لڑکیوں کے لئے ایک ہائی سکول ہونا چاہیے ۔ دس ہزار کا قصبہ جو شہر کی مانند ہے ، بلکہ کیمبل پور جیسے شہر کی آبادی بھی جس سے کم ہوگی ، اس کو نظر انداز کرنا میرے خیال میں درست نہیں ۔

جناب والا! ہمارے علاقے میں صرف ایک سڑک ہے جو ساہیوال سے لائل پور کو جاتی ہے ۔ درمیان میں بڑا اچھا اور زرخیز رقبہ ہے ۔ وہاں سڑکیں ہونی چاہیں ۔ ایک سڑک قادر آباد تا نور شاہ وہاں کافی عرصے سے منظور ہے ۔ لیکن اس پر ذرا بھی کام نہیں ہوا ۔ مہربانی فرما کر اس پر غور کیا جائے اور یہ سڑک جلد از جلد تعمیر کروائی جائے ۔

جناب والا! دریا کے کٹاؤ سے جن زمینداروں کا نقصان ہوا ہے انہیں متبادل زمین دی جائے ۔ آخر میں میں پھر یہ عرض کروں گا کہ نور شاہ میں

جس کی آبادی بیس ہزار ہے لڑکیں بنائی جائیں اور ایک انٹر ۔ میڈیٹ کالج قائم کیا جائے ۔ لڑکیوں کے لیے بھی ایک ہائی سکول بنایا جائے ۔ نور شاہ کی آبادی ایک شہر کا سا نمونہ پیش کرتی ہے ۔ اس کو بجٹ میں شہروں کی طرح رکھنا چاہیے ۔

جناب والا ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع بخشا کہ میں اپنے علاقہ کے مسائل پیش کر سکوں ۔ میں زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا اتنا ہی عرض کروں گا کہ جو مسائل میں نے پیش کئے ہیں ان پر غور کیا جائے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر ناصر علی خان بلوچ ۔

مسٹر ناصر علی خان بلوچ : جناب سپیکر ! اس میں کوئی شک نہیں کہ زیر بحث میزانیہ بابت 78-1977ء بہت نامساعد حالات میں پیش کیا گیا ہے ۔ جناب والا نے بھی اعداد و شمار دیکھ لیے ہوں گے ۔ جناب والا ! ہمارے ملک میں ہندوستان کے ساتھ جنگ اور سیلابوں کے وقت اتنا نقصان نہ ہوا تھا جتنا ان تین چار مہینوں میں توڑ پھوڑ ، آتش زنی اور لوٹ مار کی وجہ سے ہوا ہے ۔ مجھے اس پر بات کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں ہو رہی ، کیونکہ سچی بات پر پردہ ڈالنا ٹھیک نہیں ۔ صحیح صورت حال سے آگاہ نہ کرنا زیادتی ہوگی ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اس نقصان کا تمام تر سہرا متحدہ محاذ کے سر جاتا ہے ۔ انہوں نے یہ تمام حالات پیدا کئے اس بات کو دیکھتے ہوئے بھی کہ ملک کن نازک حالات سے گزر رہا ہے ۔ انہوں نے یہ سب کچھ دانستہ طور پر کیا ہے ۔ میں یہ کہتے ہوئے بھی قطعاً دقت محسوس نہیں کر رہا کہ ایک ایسی جماعت جو آج تک برسراقتدار نہ آسکی اور نہ ہی کبھی آئے گی ، وہ اس قسم کی چنگاریاں چھوڑنے میں ماہر ہے ۔ جناب سپیکر ! آپ دیکھیں کہ جس وقت طوفان آتے ہیں معمولی خس و خاشاک اور بھاری سے بھاری پتھر بھی اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں لیکن جب طوفان تھم جاتا ہے تو بھاری پتھر مل جاتے ہیں مگر چھوٹی چیزیں اپنی جگہ پر واپس نہیں آتیں ۔ جناب سپیکر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ جو وقتی طور پر سادہ لوح انسانوں کو ورغلانے میں

کامیاب ہوگئے ہیں انہیں غریبوں سے کوئی ہمدردی نہیں ، بلکہ بلاوجہ چکر دیا گیا ہے ۔ جیسا کہ قائد عوام نے فرمایا ہے کہ بادل چھٹ چکے ہیں اور اس قسم کے لوگ جو محب وطن اور باشعور ہیں قائد عوام کے فراخ دلانہ فیصلے کے بعد وقت آنے پر ثابت کر دیں گے کہ وہ ان کے ساتھ ہیں ۔ وہ ان شعبدہ باز لوگوں سے مرعوب نہیں ہوں گے ۔ اور ان کے چکر میں نہیں آئیں گے ۔ جناب والا ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں نے الیکشن کے دوران پیپلز پارٹی پر کیچڑ اچھالا اور نہ جانے کیا کچھ کہا ، مگر ہم نے اپنے قائد کے مطابق کسی قسم کا کیچڑ نہیں اچھالا اور نہ ہی اچھالیں گے ۔ انہوں نے مسجدوں کو سیاسی اکھاڑا بنایا اور یہ بھول گئے کہ مسجد میں جب معلم جاتا ہے تو اس کی حیثیت اس طرح ہوتی ہے جیسے تنگ پانی میں مچھلی کی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس قسم کی باتیں یاد نہیں ہوتیں ۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے مسجدوں میں لنگوٹے باندھ لئے تھے ۔ جناب سپیکر میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دوں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ جب اس زمین پر فساد کریں گے اور آپ انہیں منع کریں گے تو وہ یہ کہیں گے کہ ہم دین اسلام کی اصلاح کر رہے ہیں ۔ تو یقیناً یہ لوگ فاسد ہیں ۔ میں واشگاف الفاظ میں اور بلا جھجھک یہ کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے اگر مخالفت کی تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کی ، اگر مخالفت کی تو ہماری پارٹی ، پاکستان پیپلز پارٹی ، کی کی ۔ جتنی بسیں سڑکوں پر جلائی گئیں ، بنک جلائے گئے ، توڑ پھوڑ کی گئی اس سے پورے ملک کو نقصان پہنچا ہے ۔ یہ تمام املاک قوم و ملک کی تھیں ۔ یہ لوگ غریبوں کی ہمدردی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو قوم اور غریبوں سے کوئی ہمدردی نہیں انہیں اگر محبت ہے تو صرف اور صرف اپنی کرسی سے ہے ۔ میں حیران ہوں کہ وہ غریب لوگ جو ریڑھیوں پر اپنا کاروبار چلاتے ہیں ، جھونپڑیوں میں رہتے ہیں ، ان ہنگاموں کے دوران کہاں سے اپنے بچوں کے لیے روزی کما کر لے گئے ہوں گے ۔ ان لوگوں نے قوم کا

جو تین چار ماہ میں نقصان کیا ہے وہ نقصان عظیم ہے ۔ ان حالات میں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو اس پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ۔ ان نامساعد حالات میں انہوں نے جس قسم کا بجٹ پیش کیا ہے اور جو اعداد و شمار ہمارے سامنے آئے ہیں اور جس احسن طریقے سے پیش کئے گئے ہیں ۔ ہم نے اسے اپنے ذہنوں پر بوجھ محسوس نہیں کیا جتنے بھی ٹیکس لگے ہیں اس سے غریب عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑا ۔ ہر سال کوئی نہ کوئی مسئلہ در پیش ہوتا تھا اور اقتصادی حالات اتنے اچھے نہ ہوتے تھے ، مگر ان حالات میں جب کہ معیشت بالکل تباہ ہوچکی ہے ، یہ سب سے اچھا بجٹ ہے ۔ اور ان حالات کو درست کرنے کے لیے بھی حکومت نے بہت سے اقدامات کئے ہیں اور کر رہی ہے ۔ میں عوامی حکومت کے کچھ کارنامے اپنے علاقے میں بیان کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر ! میرے علاقہ میں تحصیل ہیڈ کوارٹر پر دس بارہ میل کے ارد گرد کوئی سیدھا راستہ یا سڑک نہ تھی ، مگر پچھلے پانچ سالوں میں عوامی حکومت کے دور میں 27 میل پکی سڑک بن چکی ہے اور اب لوگ گھڑی کا ٹائم دیکھ کر آدھے گھنٹے میں تحصیل ہیڈ کوارٹر پہنچ جاتے ہیں ۔ میرے حلقہ نیابت میں جہاں انیس انیس میل پر کوئی سکول نہ تھا ، وہاں اب ہائی سکول بن چکے ہیں اور ایک پبلک کال آفس تک بن چکا ہے ۔ جناب سپیکر ! میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ ان حالات میں جب کہ ملک کی معیشت تباہ ہوچکی ہے اور اتنا نقصان جنگ میں یا سیلاب میں بھی نہیں ہوا ، جو بجٹ پیش کیا گیا ہے قابل تحسین ہے۔ لوگ اس سے مطمئن ہیں اور لوگوں پر اتنا بوجھ بھی نہیں پڑا جتنا کہ انہوں نے خیال کیا تھا ۔

جناب سپیکر ! چونکہ بجٹ کی بر سد پر میرے دوستوں نے بہت کچھ کہا ہے ، جیسا کہ فیصلہ ہوا ہے ، میں دوبارہ بات نہ کروں گا میں یہ عرض کروں گا کہ الیکشن سے پہلے یا بعد میں جو چند ایک فیصلے ہوئے ہیں ، ان کی نہ صرف پنجاب یا پاکستان ، بلکہ وہ ممالک جو غریبوں کے خیر خواہ ہیں ،

بڑی تعریف کرتے ہیں ، اس لیے اگر میں ان کے بارے میں عرض نہ کروں تو یہ زیادتی ہوگی - زرعی اصلاحات کے فیصلے کے بعد لوگ مطمئن ہیں کہ اب مزید اصلاحات نہ ہوں گی - اب وہ دل جوئی سے ملکی پیداوار بڑھانے میں کام کر رہے ہیں - 25 ایکڑ نہری اور 50 ایکڑ بارانی زمین پر سے مالیے کی معافی قابل تحسین اقدام ہے - جاگیرداری سرمایہ داری نظام ختم ہو چکا ہے - اس سے بڑی تعداد میں لوگوں کو فائدہ ہوا ہے یہ میرا مشاہدہ ہے کہ ایک مربع کا زمیندار 800 روپے تک مالیہ دیتا تھا اور اس نے جب کہ ڈھال باچھ پر ڈیڑھ سو روپے مالیہ آیا - انھوں نے اس چیز کو پسند کیا اور یہ سوچا ہے کہ ان کے سر سے بوجھ اترا قائد عوام نے یہ عنایت غریب اور چھوٹے لوگوں کے لیے کی ہے - اس ضمن میں میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ 25 ایکڑ پر تو مالیہ معاف ہے - لیکن صرف ایک ایکڑ زیادہ ہونے کی صورت میں ، یعنی 26 ایکڑ پر مالیے کے علاوہ انکم ٹیکس بھی لگے گا - میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا - کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مالکوں پر ، جو کہ 25 ایکڑ سے کچھ زائد زمین کے مالک ہوں ان پر بھی زرعی انکم ٹیکس نہ لگایا جائے - ویسے اس فیصلے کو سراہا گیا ہے - میں بھی قائدعوام کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں اور یہ تجویز کرتا ہوں کہ دو مربع کی تو اور بات ہے - لیکن اگر کچھ ایکڑ زیادہ ہوں - تو ان کو زرعی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے -

جناب سپیکر ! بجٹ پر تمام دوستوں نے بہت کچھ کہا ہے - میں آپ کی توجہ کچھ تکالیف پر دلاؤں گا - خاص کر دیہات کے لوگ ، خصوصاً کاشتکار اور زمیندار کی تکالیف کے لیے عرض کروں گا - انھیں سب سے بڑی تکلیف بجلی کی ہے - اس میں شک نہیں کہ بجلی صوبے سے متعلقہ محکمہ نہیں - لیکن میں جناب کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ یہ بات سینٹر تک پہنچا دی جائے کہ بجلی کے محکمے کے ملازم کاشتکار ، زمیندار اور خصوصاً چھوٹے زمیندار کو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ وہ بے چارے مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں - جب وہ محکمہ بجلی کو ٹیوب ویل کے لیے بجلی کی درخواست دیتے ہیں تو پہلے وہ چکر کاٹ کاٹ کر ہی مایوس ہو جاتے ہیں - ایسے لگتا ہے کہ

وہ کہیں اس کیس کو چھوڑ ہی نہ دے ۔ اور اگر بجلی لگنا منظور ہو جاتی ہے ۔ تو پھر اتنا بل بنا دیا جاتا ہے کہ خواہ اس کا حق بھی بنتا ہو وہ دل برداشتہ ہو کر کنکشن نہیں لیتا ۔ بجلی کا کنکشن ملنے کے بعد دوسرا مسئلہ اس کی ریڈنگ کا ہے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ متعلقہ کلرک ریڈنگ کے لیے پہنچتا ہی نہیں اور وہ اپنے دفتر میں بیٹھ کر ریڈنگ کر لیتا ہے ۔ جب بل آتا ہے ۔ تو خدشہ یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ بل مقررہ تاریخ تک ادا نہ ہوا تو وہ کنکشن کاٹ دیں گے ۔ اگر وہ بل ادا کرتا ہے تو وہ ریڈنگ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے ۔ اس کا تدارک کیا جائے ۔

جناب سپیکر! ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا ملک غذائی صورت حال میں خود کفیل ہے ۔ اللہ کے فضل سے گزشتہ دو تین سال سے گندم ہمارے اندازہ سے زیادہ ہو رہی ہے ۔ پچھلی دفعہ یہ پوائنٹ آوٹ ہوا تھا کہ گندم سٹیشن پر پڑی ہوئی خراب ہو رہی ہے ۔ اس کے متعلق یہ خوش آئند بات ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے گودام بن رہے ہیں ۔ جناب والا! محترم وزیر خوراک موجود نہیں گندم کے سلسلہ میں میں عرض کروں گا کہ زمیندار سے براہ راست لینے کا طریقہ ہونا چاہیے ۔ کیونکہ جب بھی کوئی رکاوٹ ہوتی ہے وہ بیوپاریوں کو دیتے ہیں جن سے وہ صحیح قیمت وصول نہیں ہوتی جو کہ گورنمنٹ سے لینی چاہیے ۔

جناب سپیکر! ملکی پیداوار کے پیش نظر آج کل زمیندار نئے طریقے سے زمین کاشت کرتا ہے جس کے لیے صحیح بیج ، کھاد اور نئے نئے آلات کی از حد ضرورت ہوتی ہے ۔ چھوٹے زمیندار کو ٹریکٹر قرضے پر ملتا ہے اس پر سود اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اصل سے دگنی رقم ہو جاتی ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اول تو چھوٹے کاشتکار کو ٹریکٹر ، کھاد اور بیج قرضے پر بلا سود ملنے چاہئیں ۔ اگر بلا سود ممکن نہ ہو تو سود کی شرح اتنی کم ہو کہ وہ بوجھ محسوس نہ کریں ۔ تاکہ ملکی پیداوار میں اضافہ ہو ۔

جناب والا! وہ عالم دین ، جو کہ اللہ کے فضل و کرم سے اپنے آپ کوششیں کرکے عالم دین کہلواتے ہیں انہوں نے الیکشن سے پہلے اور الکشن کے بعد نظام مصطفےٰ کا نعرہ لگایا ۔ وہ نعرہ اس قسم کا ہے کہ کوئی

بھی کلمہ گو مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ ہی نظام مصطفےٰ پر کسی قسم کی بحث کر سکتا ہے۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نظام مصطفےٰ چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہمارے خون کا آخری قطرہ بھی حاضر ہے۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جن لوگوں نے نظام مصطفےٰ کے لیے بہت کچھ کہا، جب وہ بات مانی گئی، تو انہوں نے اسلام یا نظام مصطفےٰ کا نام نہ لیا۔ جس سے لوگ سمجھ گئے کہ یہ نہ تو نظام مصطفےٰ چاہتے ہیں اور نہ ہی اسلامی قوانین، بلکہ صرف اور صرف اقتدار چاہتے ہیں۔ میرا اپنے علاقے سے ہر وقت رابطہ رہتا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ جب سے قائد عوام نے جوئے، ریس اور شراب جیسی لعنتوں کو ختم کیا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں صحیح معنوں میں یہ بات آ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آئندہ وقت بتائے گا کہ ان چیزوں کا کیا اثر ہوا ہے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ رواج چلا آ رہا ہے، ہر سال تمام دوست اپنے اپنے علاقے کے مسائل اس ایوان میں پیش کرتے ہیں۔ میں بھی چند مسائل عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ میں ممنون ہوں کہ میرے علاقے میں پچھلے پانچ سالوں میں بہت کچھ ہوا ہے۔ لیکن ایک میری التجا ہے۔ اس سال تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بننا تھا بن گیا۔ اس پر عمل ہوگا۔ لیکن آئندہ کے لیے یہ ہونا چاہیے کہ جس علاقے کی جیل تلفی ہو، یا جو تجاویز یہاں ممبر صاحبان بتائیں، ان کو نوٹ کر لیا جائے۔ اور جو جو جائز تجاویز ہوں، ان کو آئندہ بجٹ میں ضرور شامل ہونا چاہیے۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ میری یہ چند تجاویز بھی آئندہ پذیرائی حاصل کر سکیں گی۔

جناب سپیکر! پہلے پانچ سالوں میں میرا حلقہ نیابت کنجوانی تاندلیانوالا تھا۔ لیکن اس دفعہ میرا حلقہ نیابت چک بدھڑ قصبہ مقنن ہے۔ میں اس کے متعلق جناب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ نیابت میں ایک ہائی سکول گڑھ میں ہے اور دوسرا 509 گ ب میں۔ ان دونوں چکوک

کا درمیانی فاصلہ 25 میل ہے اور اس پچیس میل کے درمیانی فاصلے میں کوئی ہائی سکول نہیں ۔ میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ درمیان میں ایک قصبہ کلیان والا ہے ۔ وہاں ابھی تک ایک سڑک زیر تکمیل ہے ۔ کوئی ذریعہ بھی نہیں کہ اس علاقے کے بچے کسی ہائی سکول تک پہنچ سکیں ۔ ان دونوں ہائی سکولوں کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ بنتا ہے ۔ اگر اس دفعہ ہائی سکول بن جائے گا تو بچے بارہ بارہ میل کے فاصلے پر پہنچ سکیں گے ۔ میں گزارش کروں گا کہ کلیان والا کے لیے ہائی سکول کو اولیت دی جائے ۔

جناب والا! دوسری میری گزارش یہ ہے کہ انہی دونوں مقامات پر دو ہسپتال ہیں اور درمیان میں کوئی ہسپتال نہیں ۔ اور چونکہ وہ سنٹرل place ہے ، اس لیے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اس موضع کلیان والا میں اگر کچھ اور نہیں تو ایک چھوٹی سی ڈسپنسری ہی کھول دی جائے ، کیونکہ وہاں کے غریب لوگوں کے لیے بارہ تیرہ میل کا فاصلہ پیدل طے کرنا بہت مشکل ہے ۔

جناب سپیکر! میرے علاقے کا زیادہ حصہ دریائے راوی کے کنارے پر ہے جناب وزیر اعلیٰ نے الیکشن کے فوراً بعد یا غالباً الیکشن سے ایک یا دو دن پہلے اعلان فرمایا تھا کہ پنجاب کے تمام دیہات میں بجلی پہنچائی جائے گی ۔ ہمارے ان دیہاتوں کے تقریباً ایک آدھ میل یا اس سے کم فاصلے پر سے بجلی کی لائن گزر رہی ہے ۔ وہاں ٹیوب ویل یا چکی کی وجہ سے کنکشن تو پہنچ چکا ہے ۔ لیکن اس گاؤں کے باقی لوگوں کو بجلی نہیں ملی ۔ اس کے لیے میں عرض کروں گا کہ ان دیہات میں بجلی کے لیے ضرور مہربانی فرمائی جائے ۔

جناب والا! اب آخر میں میں پانچ مرلے سکیم کے بارے میں چند گزارشات پیش کروں گا ۔ ہماری حکومت کے لیے یہ قابل تعریف بات ہے اور یقیناً غریب اور بے گھر لوگوں کو اس سے ضرور فائدہ ہوگا ۔ لیکن آج سے دو سال پہلے انہیں کاغذوں میں تو ملکیت مل گئی ۔ لیکن زمینوں کا قبضہ نہیں ملا ۔ وہ زمین گورنمنٹ کی ہے ۔ لیکن جن لوگوں کے پاس وہ زمین

ہے وہ کوئی نہ کوئی stay order لے کر اس لوگوں کو بلا وجہ پریشان کرتے ہیں۔ یہ عام بات ہے اس لیے میں کسی گاؤں کا نام تو پوائنٹ آؤٹ نہیں کرتا، حالانکہ مجھے کچھ چکوک یاد بھی ہیں۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ان کے لیے ضرور موثر قدم اٹھانا چاہیے، کیونکہ جب یہ لوگ دوسرے لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہیں پانچ مرلہ سکیم کے تحت گھر مل چکے ہیں تو وہ لوگ بد دل ہوتے ہیں۔ جب دوسرے شہروں میں پکے مکان یا پلاٹ بنا کر لوگوں کو دیے جاتے ہیں تو دیہاتی بھی چاہتے ہیں کہ انہیں آسان قسطوں پر کچھ تھوڑا بہت قرضہ ملنا چاہیے جس سے وہ غریب لوگ اپنے کچے مکان بنا سکیں

مسٹر سپیکر : میاں منظور احمد موہل ۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن پر کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے "نوائے وقت" اخبار پڑھا ہے۔ اس میں میری کل کی تقریر کی مس رپورٹنگ کی گئی ہے ہو سکتا ہے کہ انہیں غلط فہمی ہوئی ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے اس کی تصحیح ہو جائے، کیونکہ لوگ بجٹ کی تقریریں بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ فورٹ عباس میں بجلی مہیا کی جائے اور اس تحصیل کو سب ڈویژن کا درجہ دیا جائے، حالانکہ میں نے یہ عرض کی تھی کہ فورٹ عباس شہر میں بجلی ہے۔ لیکن اس تحصیل کے دیہات میں بجلی نہیں۔ تحصیل کو سب ڈویژن بنانے کے متعلق تو میں نے کوئی بات نہیں کی، کیونکہ یہ سب ڈویژن پہلے ہی ہے اور تحصیل بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تصحیح ہو جائے، ورنہ عوام اس بات کو مضحکہ خیز قرار دیں گے کہ یہ پہلے ہی سب ڈویژن ہے اور ہمارے ممبر صاحب نے اس کے بارے میں ایوان میں کیا بات کی ہے؟

Mr. Speaker : The press reporters should take a note of it. Ch Mohammad Nawaz Cheema.

چودھری محمد نواز چیمہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! جیسا کہ باقی سب اراکین کی طرح میں نے بھی 1977-78ء کے بجٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور یہ بجٹ، جیسا کہ معزز اراکین اسمبلی پہلے کہہ چکے ہیں، بڑے ہی نامساعد حالات میں پیش کیا گیا ہے یہ بجٹ نہایت متوازن ہے اور باوجود اس بات کے کہ یہ خسارے کا بجٹ ہے۔ لیکن وزیر خزانہ نے بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ اس پر کام کرتے ہوئے صارفین پر ٹیکسوں کا کم سے کم بوجھ ڈالا ہے اور یہ پہلو قابل قدر ہے۔ اس کے ساتھ بجٹ میں تعلیم کے لیے سب سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قوم کے لیے ایک بہت ضروری چیز ہے، کیونکہ کوئی قوم جو ان پڑھ ہو کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ اس مد میں کثیر رقوم کا رکھنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو قوم سے بڑی ہمدردی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ تعلیم کے بارے میں ویسے بھی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوائے۔ تعلیم کے بارے میں یہاں تک ہدایت ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علم حاصل کریں چاہے اس کے لیے انہیں چین جانا پڑے، کیونکہ علم بڑی دولت ہے۔ تعلیم پر سب سے زیادہ رقم خرچ کرنا ایک بہت ہی احسن قدم ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔

جناب والا! یہ بجٹ خسارے کا بجٹ ہے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس بجٹ سے پہلے بہت سے فسادات ہوئے، نقصان ہوا، قومی معیشت تباہ ہوئی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شراب اور جوئے پر پابندی لگا دی گئی۔ پہلے واقعات تو نہایت قابل افسوس ہیں۔ لیکن دوسرا قدم انتہائی مستحسن ہے اور اس کے لیے اگر ٹیکس لگائے جائیں تو بھی مناسب ہوگا۔ بجٹ کی تعریف میں میں جناب کی توجہ ''نوائے وقت'' اخبار کی طرف دلاتا ہوں۔ سترہ اٹھارہ تاریخ کے ''نوائے وقت'' میں بجٹ کو متوازن کہا گیا ہے اور صاف الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ صارفین پر کم سے کم بوجھ ڈالا گیا ہے۔ یہ اس کی خوبی کا سرٹیفکیٹ ہے اور قائد حزب اختلاف ہمیشہ

حکومت پر تنقید ہی کیا کرتے ہیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر میں وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ انہوں نے نہایت محنت سے ان نامساعد حالات کے باوجود ایک اچھا بجٹ پیش کیا ہے ۔

جناب والا ! میں بجٹ کے بارے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ بجٹ دفتروں میں تیار ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ ایوان میں پیش ہوتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ تیار کرنے سے پہلے یہ مناسب ہو گا کہ بڑی بجٹ سیشن بلایا جائے جس میں معزز اراکین اسمبلی ، جو عوام کے نمائندے ہیں ، موجود ہوں اور وہ اپنے اپنے مسائل پیش کریں ان کے مسائل پر غور کرنے کے بعد ترقی یافتہ سکیمیں بنائی جائیں اور ان کا خاص خیال رکھا جائے ۔ اس طرح عوام کے مسائل پر غور کرتے ہوئے جو بجٹ بنایا جائے اس سے ان کی حق رسی ہوگی ۔

جناب والا ! میں اب آپ کی توجہ الیکشن کی طرف مبذول کرواتا ہوں ۔ مارچ 1977ء میں جو الیکشن ہوا ہے اس میں قومی متحدہ محاذ کو اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود زبردست شکست ہوئی اور انہوں نے اس شکست کو چھپانے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے ۔ الیکشن میں دھاندلی ہمیشہ اور ہر ملک میں ہوتی ہے ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دھاندلی گورنمنٹ نے کرائی ہے ۔ اگر چند افراد نے دھاندلی کی ہے تو ایسے افراد دونوں اطراف سے ہو سکتے ہیں ۔ مثلاً اگر پنجاب میں دھاندلی ہوئی ہے اور وہ لوگ پیپلز پارٹی کے نمائندے یا امیدوار تھے تو کراچی میں قومی اتحاد کے لوگوں نے دھاندلی کی تھی ۔ دھاندلی کے خلاف انہوں نے تحریک چلائی ۔ جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ دھاندلی کا علاج قانون میں موجود ہے ۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس بڑے پیمانے پر تحریک چلانے کا کیا مقصد تھا ۔ یہ تحریک کیوں چلائی گئی ؟ دھاندلی پر آج تک کبھی اتنی بڑی تحریک نہیں چلائی گئی ۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ تحریک ان کے بس کا روگ نہ تھی ۔ نہ ہی یہ ان کی اپنی چلائی ہوئی تحریک تھی ۔ اگر آپ غور

فرمائیں تو پتہ چلے گا کہ اس تحریک میں ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے جو ہمارے خواب میں بھی کبھی نہ آ سکتے تھے ۔ اپوزیشن والے کہتے ہیں کہ ہمتوں پر ظلم کیا گیا ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ پولیس پر گولی چلائی گئی جلوسوں میں ان لوگوں کے پاس جدید ترین ہتھیار تھے اور یہ لوگ ان ہتھیاروں کو استعمال کرنے میں ٹرینڈ تھے جو ایک عام آدمی استعمال نہ کر سکتا تھا ۔ یہ ٹریننگ انہوں نے کہاں سے لی ؟ ظاہر ہے کہ ان کی پشت پناہی ایک ایسی قوت نے کی جو کسی حالت میں بھی ذوالفقار علی بھٹو کو برسر اقتدار نہ دیکھنا چاہتی تھی ۔ انہوں نے ان کی اس طریقے سے امداد کی اور کوشش کی کہ ذوالفقار علی بھٹو برسراقتدار نہ رہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مہربانی سے وہ برسر اقتدار رہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی رہیں گے ۔ قومی اسمبلی کے الیکشن کے بعد ان لوگوں نے صوبائی اسمبلی کے الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا ۔ یہ بالکل نام نہاد بائیکاٹ تھا ۔ میں اپنے الیکشن کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ میرے حلقہ نیابت میں تین امیدوار تھے ۔ ایک قیوم لیگ کا ایک آزاد اور ایک پیپلز پارٹی کا تھا ۔ تو انہوں نے بائیکاٹ کرکے یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے الیکشن میں حصہ لینا چھوڑ دیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے بائیکاٹ تو کیا ۔ لیکن جہاں کہیں بھی آزاد امیدوار تھے ، ان کی انہوں نے بھرپور امداد کی ۔ کہاں گیا ان کا منشور ؟ وہ اسلام کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں ۔ آزاد امیدوار کا اتنا زور نہیں ہوتا ۔ اس ضمن میں میں ایک چھوٹا سے واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ 9 تاریخ کی رات کو میں ساڑھے آٹھ بجے ایک موضع میں compaign پر گیا ہوا تھا۔ تو راستہ میں مجھے قومی اتحاد کے امیدوار چودھری نذیر احمد بمع اپنے ساتھیوں کے ملے میں نے پوچھا ۔" چوھدری صاحب ! اس وقت رات کے ساڑھے نو بجے آپ کیا کر رہے ؟ آپ لوگوں نے تو الیکشن کا بائیکاٹ کر رکھا ہے" کہنے لگے ، ایک فاتحہ ہوگئی ہے اس کے لیے آیا ہوں ۔ میں نے کہا کہ فاتحہ کو ہوئے تو دس دن ہوگئے ہیں ۔ آج آپ کے آنے کا مقصد کیا تھا ؟ کیوں آپ اخلاق جرأت سے نہیں کہتے کہ آپ ووٹ مانگنے

کے لیے آئے ہیں ؟ کہتے ہیں کہ میں فاتحہ کے لیے آیا ہوں۔ چنانچہ میں نے انہیں کہا کہ اگر آپ حلفاً" کہہ دیں کہ آپ آزاد امیدوار کے لیے ووٹ مانگنے نہیں آئے تو میں الیکشن لڑنا چھوڑ دوں گا ۔ وہ کھسیانے ہو گئے اور چلے گئے ۔ وہ اس وقت پیپلز پارٹی کے بھگوڑے ایک آزاد امیدوار کی امداد کے لیے باہر نکلے ہوئے تھے ۔

جناب والا ! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان بائیکاٹ محض نام نہاد بائیکاٹ تھا ۔ حقیقت میں ان کی بھٹو دشمنی تھی اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ہر حربہ استعمال کرنے سے گریز نہیں کریں گے ۔ قومی اتحاد ایسے اشخاص پر مشتمل ایک جماعت ہے جو نہ صرف مختلف الخیال ہیں ، بلکہ بالکل مختلف العقیدہ بھی ہیں ۔ ان کا اکٹھے ہونا بھی قابل غور ہے ۔ یہ اکٹھے کیسے ہو گئے ؟ بہرحال کوئی ایسی طاقت ان کے ساتھ منسلک ہے جو ان کو اکٹھا کر رہی ہے ، ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ ایسے مختلف الخیال لوگ ، جو ایک دوسرے کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھتے ، اکٹھے ہو سکیں ۔ وہ طاقت آپ سب کو معلوم ہے ۔ وہ طاقت ایک سامراجی طاقت ہے ۔ وہ صف اول کی طاقت ہے ، یعنی وہ طاقت امریکہ ہے ۔ ان کا ایک ساتھ رہنا یا اکٹھے ہونا صرف امریکہ کا مرہون منت ہے۔ میں یہ کہہ دینے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ امریکہ کی سرپرستی میں یہ تحریک چلائی گئی اور اسی کے کہنے پر مختلف طریقے استعمال کئے گئے اور ایسی ایسی چیزیں کی گئیں جو ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئیں اور نہ ہمارے وہ ملکی چیزیں ہیں مثلاً ایک تحریک چلائی گئی "پہلے جام"۔ یہ تحریک کبھی ہمارے ملک میں سنی گئی اور نہ ہی کبھی ہمارے ملک میں چلائی گئی ہے ۔ یہ ایک برآمد شدہ چیز ہے میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح معنوں میں امریکہ کے زرخرید بندے ہیں ۔ اگر امریکہ آج ان کو کہہ دے ، جو ان کا باوا یا سرپرست ہے کہ آپ لوگ بیٹھ جائیں تو یہ بھی کی طرح بیٹھ جائیں گے ۔

جناب والا ! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ان لوگوں نے جیسا کہ ایک معزز رکن نے فرمایا ہے الیکشن کے دوران مساجد کو استعمال کیا ۔

ان کا قطعاً احترام نہیں کیا یہ ان لوگوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں ۔ ختم نبوت کی تحریک میں ان لوگوں نے مساجد کو ہی اکھاڑہ بنایا تھا ۔ وہیں بیٹھتے تھے ، وہیں تبلیغ کرتے تھے ، لوگوں کو اکساتے تھے اور بھولے بھالے لوگ انھی کے کہنے پر گولیاں کھاتے تھے ۔ اس میں ایک بھی مولوی نہ مرا تھا نہ اس تحریک میں کوئی مولوی مرا ہے اور نہ یہ مریں گے ۔ یہ لوگ اتنے چالاک ہیں ۔ یا تو یہ لوگ اپنے آپ کو پیش کر کے جیلوں میں چلے جاتے ہیں یا مساجد میں تیاری کرتے ہیں ۔ کبھی یہ لوگ جلوسوں میں آگے نہیں آئیں گے ۔ غریب اور سادہ لوح لوگوں کو یہ مروا دیں گے ۔ آپ نے یہ دیکھا ہے کہ جتنے بھی سو یا پچاس آدمی مرے ہیں ان میں کوئی مولوی یا کوئی لیڈر نہیں مرا ۔ حالانکہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی مرے گا تو وہ شہید ہوگا ۔ شہادت کا درجہ کتنا بلند ہے ۔ یہ اتنا بلند ہے کہ اس کے لیے ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے ۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں یہ لوگ شہید نہیں ہونا چاہتے ۔ شاید انہیں یہ پسند نہیں وہ عالم دین ہونے کے باوجود شہادت کے متمنی نہیں پتا نہیں کیوں ؟ میرے خیال میں ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے کہ یہ عالم حق نہیں ۔ یہ عالم سو ہیں ، یہ عالم فساد ہیں ، یہ قومی محاذ قومی فساد ہے ۔ یہ اس قدر فساد کر رہے ہیں اور انھوں نے اتنی تباہی مچائی ہے کہ ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ گئی ہے ۔ ایک اور چیز ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم نہتے ہیں ۔ ہم غریب ہیں ۔ ہم عوام کے ساتھ ہیں ۔ عوام ہمارے ساتھ ہیں ۔ یہ بات غلط ہے ۔ ان لوگوں نے میری طرح اور لوگوں کو بھی بہت سی دھمکیاں دی ہوں گی ۔ مجھے اس حد تک دھمکی آئی کہ ضلعی انتظامیہ بھی کچھ خوف زدہ ہو گئی اور اس نے مجھے کہا کہ آپ کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور ہر مسلمان کو مرنا ہے میرا ایمان ہے کہ جو رات قبر میں ہے وہ باہر نہیں ۔ میں کیوں اندر بیٹھ جاؤں ۔ میری موت جس دن واقع ہونی ہے ، اس دن ضرور ہوگی ۔ اس کی مجھے فکر نہیں ۔ جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں ، ''کل نفس ذائقۃالموت'' ۔ مرنے سے پہلے انسان کیوں مر جائے ؟ میں نے کہا ، مجھے کوئی خطرہ نہیں ۔ میں باہر جاؤں گا ۔ علاقہ میں جاؤں گا ، لوگوں کے کام کروں گا ۔ مجھے کوئی ڈر نہیں ۔

جناب والا ! آپ کو معلوم ہے اور جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ یہ فسادات ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت امریکہ کے اشارے پر کئے گئے ہیں ۔ آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو دنیا میں اول سیاستدان ہیں ۔ ان کی سیاسی بصیرت بے پناہ ہے ۔ ان کی قابلیت کے متعلق میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ عرض کروں گا کہ پریس والوں نے ڈاکٹر کسنگر سے پوچھا کہ بھٹو صاحب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ تو انہوں نے کہا کہ بھائی ۔ میں عرب ممالک کو توڑنے کی کوشش کرتا رہا ہوں لیکن بھٹو صاحب نے ان کو جوڑ لیا ہے ۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے نہ صرف عرب ممالک کو جوڑا ہے بلکہ تیسری دنیا کو بھی انہوں نے اکٹھا کیا ہے ، یا وہ نقشہ پیش کیا ہے ۔ ان کی فراست و قابلیت سے جمی کارٹر صاحب بھی خوفزدہ ہیں اور انہیں ڈر ہے کہ کہیں یہ طاقت دنیا پر نہ چھا جائے ۔

مسٹر سپیکر : میں ایوان اور ممبران کی اطلاع کے لیے یہ عرض کر دوں کہ یہ قومی اسمبلی نہیں جہاں خارجہ پالیسی پر بحث کی جائے ۔ اس وقت ہم اپنے بجٹ پر بحث کر رہے ہیں ، اس لیے فاضل ممبران بجٹ پر اپنی تقاریر فرمائیں تو زیادہ موزوں اور مناسب ہوگا تاکہ کسی فاضل رکن کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فاضل رکن جو تقریر فرما رہے ہیں وہ irrelevant ہے ۔

چودھری فضل داد چیمہ : بہت اچھا جناب ۔ جناب سپیکر ! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ، مارچ کے الیکشن میں ان لوگوں نے مساجد کا کوئی احترام نہیں کیا اور اب بھی آئندہ الیکشن میں یہ لوگ مساجد کو اکھاڑا بنائیں گے ۔ اس لئے اس بارے میں کوئی نہ کوئی اقدام کیا جانا چاہیے تاکہ مساجد کا احترام قائم رہے ۔

جناب والا ! ایک اور چھوٹا سا واقعہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ حال ہی میں ہماری ڈویژنل کانفرنس ہوئی تھی ۔ میں بھی وہاں گیا تھا ۔ انہوں نے میرے سینے پر ایک بلا لگا دیا ۔ جب میں وہاں سے فارغ ہو کر باہر آیا تو میں بلا اتارنا بھول گیا اور جہاں کہیں میں گیا لوگوں نے اس

بلے کو دیکھ کر "جئے بھٹو" اور "پاکستان پیپلز پارٹی زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ تو یہ چیز کس بات کی عکاسی کرتی ہے؟ عوام کے دلوں میں بھٹو صاحب کی عزت ہے۔ وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو چاہتے ہیں اور ان سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہوں گے۔ یہ لاہور شہر کی بات ہے۔ دیہاتیوں کو تو ظاہر ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ کے پانچ سالہ حکومت میں بہت سے فائدے پہنچے ہیں اور آئندہ بھی ان کے لیے اچھے منصوبے بنیں گے یا بن چکے ہیں تو ان کی تکمیل ہوگی۔ وہ پہلے ہی ہمارے ساتھ تھے اور اس وقت بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

جناب والا! اب میں آپ کی وساطت سے ایوان کی خدمت میں کچھ اپنے علاقے کے مسائل پیش کروں گا۔ میرا حلقہ نیابت ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے اور اس کی حد بڑی عجیب سی ہے۔ یہ دو تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ تحصیل ڈسکہ اور تحصیل سیالکوٹ۔ اس میں چار تھانے پڑتے ہیں۔ ڈسکہ، سمبڑیال، سرالہ اور صدر۔ اس حلقے کی تقسیم کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ کچھ دیہات سمبڑیال سے چار میل کے فاصلے پر ہیں۔ لیکن ان کا تھانہ صدر ہے، جو پندرہ سولہ میل کے فاصلے پر ہے۔ لہذا ان دیہات کے لوگوں کے لیے یہ بڑی تکلیف دہ چیز ہے کہ وہ اتنی دور جائیں۔ حلقہ بندی جہاں تک ہو سکے ایک compact block میں ہونی چاہیے۔ اور اس میں یہ ضرور شائع کیا جانا چاہیے کہ لوگوں کو تھانے یا تحصیل میں جانے کے لیے کوئی دقت پیش نہ آئے۔

Mr. Speaker : Choudhri Sahib, this is not our subject.

چودھری محمد نواز چیمہ : جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، تعلیم ہماری زندگی کا ایک بڑا پہلو ہے۔ میرے علاقے میں ایک موضع ڈھلوں لیکن ہے جس میں ایک مڈل سکول عرصے سے بنا ہوا ہے۔ اس کی عمارت بوسیدہ ہو چکی ہے۔ جگہ مالکان کی ہے عمارت گورنمنٹ کی۔ لہذا اس عمارت کو گرنے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی مرمت ہونی ضروری ہے۔ اسی گاؤں میں ایک گرلز پرائمری سکول ہے۔ بچیوں کی تعلیم کا معاملہ بڑا

نازک اور قابل غور ہے ، کیونکہ بچوں کے لیے برسات میں موسم گرما یا موسم سرما میں دور جانا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے ۔ اس لیے اس سکول کا درجہ بڑھا کر لوئر مڈل تک کر دیا جائے ۔ ایک اور موضع بھوپال والہ ہے جو کہ ایک اچھا قصبہ ہے ۔ اس میں ایک بہت اچھا ہائی سکول ہے ۔ اس سکول کی تعلیمی حالت پہلے وقتوں میں اتنی بہترین تھی کہ اس کے طالب علم یونیورسٹی میں بڑے بڑے اچھے نمبر لے کر اچھی پوزیشنیں حاصل کرتے تھے ۔ لیکن اب اس کی حالت یہ ہے کہ عمارت بوسیدہ اور گرنے والی ہے ۔ اس کی مرمت کے لیے محکمہ تعلیم بھی کوشش کر رہا ہے ۔ لیکن پچھلے سالوں سے آج تک اس کی مرمت نہیں ہوئی ۔ لہذا اس کی مرمت بہت ضروری ہے ورنہ یہ تعلیمی ادارہ ضائع ہو جائے گا ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس ادارے کی مرمت ضرور کروائیں ۔ جناب والا ! میرے حلقہ نیابت میں ایک موضع دھانوالی ہے ۔ وہاں ایک گرلز پرائمری سکول ہے ۔ اس سکول سے کسی اور سکول میں جانا بڑا مشکل ہے کیونکہ راستے خراب ہیں اور نشیبی علاقہ ہے ۔ بچوں کے لئے خاص طور پر دوسرے سکول میں جانا بڑا تکلیف دہ ہے ۔ لہذا ہو سکے تو اس گرلز پرائمری سکول کا درجہ بڑھا کر ایسے لوئر مڈل یا مڈل تک کر دیا جائے ، کیونکہ یہ وہاں کے لوگوں کی بہت بڑی ضرورت ہے ۔

Mr. Speaker : Please conclude now

چودھری فضل نواز چیمہ : بہت اچھا جناب ۔ جناب والا ۔ موضع بھوپال کی ایک اہم جگہ ہے ۔ اس میں ایک مڈل سکول ہے ۔ اسے ہائی سکول کا درجہ دینا ضروری ہے ۔ اس میں ایک گرلز پرائمری سکول ہے ۔ اس کو بھی اپ گریڈ کرنا ضروری ہے تاکہ بچوں کو دور نہ جانا پڑے ۔

جناب والا ! میرے علاقے میں مواصلات کی حالت بہت خراب ہے ۔ جیسے ایک فاضل ممبر نے پہلے عرض کیا ہے ، سیالکوٹ یا کلوالی روڈ کی حالت بڑی خراب ہے ۔ سولنگ لگی ہوئی ہے ۔ یہ سڑک اس علاقے کی

شہ رگ ہے لہذا اس کی مرمت ہونی بہت ضروری ہے ۔ یہ ایک ایسا کام ہوگا جس سے سینکڑوں گاؤں کو فائدہ پہنچے گا اور اس علاقے کی ترقی کا باعث ہوگا ۔ ایک اور سڑک ہے جو کہ بھٹکی سے کٹھالہ تک ہے ۔ اس کی حالت اس قدر خراب ہے کہ وہاں جیپ بھی نہیں جا سکتی ۔ اس میں علی پور کے ساتھ ایک پل پڑتا ہے ۔ وہ پل بالکل ہوا میں معلق ہے ۔ اس کے آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی اور وہ اوپر لٹکا ہوا ہے ۔ اس کی مرمت ہونی بہت ضروری ہے ۔ کٹھالہ ایک اچھا اور عام گاؤں ہے ۔ اس میں ایک مڈل سکول موجود ہے ۔ وہاں تک سڑک پہنچنا ضروری ہے ۔ ڈسکہ سمبڑیال روڈ آدھی یعنی بھوپال ڈبل ہو چکی ہے اور اس کا سمڑیال تک ڈبل ہونا بھی بہت ضروری ہے ۔ جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ جب نئی سڑک بنتی ہے تو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ وہاں پر ایک گاڑی چلانے کا بندوبست کرتی ہے یعنی بطور ٹیسٹنگ ۔ اگر پرائیویٹ مالکان ایک گاڑی کے پیچھے دو تین گاڑیاں لگا دیں تو اس کو ناکام کر دیں گے پھر یہ کہیں گے کہ یہ profitable نہیں ۔ اس لیے چاہیے تو یہ کہ یہاں پر ایک فلیٹ چلے ۔

مسٹر سپیکر : بیگم ریحانہ سرور ۔

بیگم ریحانہ سرور (شہید) : جناب سپیکر ! آج اس معزز ایوان میں 1977-78ء کا بجٹ زیر بحث ہے ۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک بہترین بجٹ تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پچھلے تین چار ماہ سے وطن عزیز میں تشدد اور مظاہرے ہوتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ کپاس کی فصل بھی تباہ ہوگئی ۔ تو اس صورت حال میں ایک بہترین بجٹ پیش کرنا نا ممکن تھا ۔ بہرحال میں جناب وزیر خزانہ کو ان کی جرأت اور حوصلے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں ۔

جناب والا ! پنجاب کا بجٹ 11 ارب 53 کروڑ روپے پر مشتمل ہے جس میں 15 کروڑ 33 لاکھ روپے کا خسارہ موجود ہے ۔ اول یہ کہ 7 کروڑ 80 لاکھ روپے کا خسارہ 3 فی صد غیر ترقیاتی پروگراموں سے کاٹ

کر کے پورا کیا جائے گا ۔ اور باقی 7 کروڑ تین لاکھ کا خسارہ ٹیکسوں سے پورا کیا جائے گا ۔

جناب سپیکر ! میں آپ کی توجہ ان وجوہات کی طرف دلانا چاہتی ہوں جو ملکی معیشت کو سخت نقصان پہنچانے کا باعث بنیں ۔ آپ جانتے ہیں کہ پچھلے تین چار ماہ سے ملک میں تشدد ہنگامے جلاؤ گھیراؤ کی تحریک جاری رہی ۔ اس میں قومی اتحاد کے لیڈروں اور ان کے نمائندوں نے جو شرمناک کردار ادا کیا ہے ، وہ آپ کے سامنے ہے ۔ غریب عوام کی دوکانوں کو لوٹا اور ان کے شیشے توڑے گئے ۔ مسجدوں کو سیاست کدہ بنایا گیا ۔ چاقو ، چھریوں اور پستولوں کی سیاست کی گئی ہے اور اس کے ساتھ غریب عوام کے کاروبار کو اجتماعی اور انفرادی طور پر بھی سخت نقصان پہنچا ۔ یہ شرم ناک کردار قومی اتحاد کے نمائندوں نے ایک سوچی سمجھی سازش اور بیرونی مداخلت کے ساتھ وطن عزیز میں جو شروع کیا اس کی اجازت نہ ہمارا مذہب دیتا ہے اور نہ ہی ہمارا دین ۔ اس کی اجازت ہمارا اسلام دیتا ہے اور نہ ہی ہمارا قرآن اس کی اجازت ہمارا رسول دیتا ہے اور نہ ہی ہمارا خدا ۔ لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ اسلام کا چلے پرچار کرتے تھے ۔ انہوں نے اس قسم کی حرکات اقتدار حاصل کرنے کے لیے کیں ۔ اقتدار کی ہوس میں انہوں نے اس قسم کی سازش کی جس کی وجہ سے ملک کی معیشت کو سخت نقصان پہنچا ۔ اس وجہ سے یہ بجٹ بہترین نہیں کہا جاسکتا ۔ جناب سپیکر ! ایسے حالات میں آپ نے دیکھا ہماری موجودہ حکومت نے ہماری عوامی حکومت نے بڑے حوصلے اور تدبر اور فراست سے کام لیا ۔ قومی اتحاد نے 7 یا 10 مارچ سے ہنگامے شروع کر دیے اس وقت قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے انہیں مذاکرات کی پیشکش کی ۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی بھی جمہوری ملک میں سیاسی تصفیہ سیاسی مسائل صرف مذاکرات کے ذریعے ہی حل ہو سکتے ہیں ۔ اگر ہم چاہتے تو طاقت کے ذریعے حکومت کی کرسیوں سے چمٹے رہتے ۔ اگر ہم چاہتے تو طاقت کے ذریعے ان مخالف جماعتوں کو ، ان نومتاروں کو کچل سکتے تھے ۔ لیکن قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ، جو تیسری دنیا کے قائد ہیں ، ان کی

سیاست ، ان کے تدبر ، اور ان کی فراست نے پاکستان کو پیش نظر رکھا اور انھوں نے زیادہ توجہ قوم اور ملک کی بہتری پر دی اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذاکرات اور مل بیٹھنے کی پیشکش کی ۔ اگر یہ مذاکرات شروع میں ہو جاتے تو وطن عزیز کی معیشت کو اتنا نقصان نہ پہنچتا ۔ جو آج آپ کے سامنے ہے ۔ جناب سپیکر ! اس موقع پر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی ممالک اور ان سربراہوں نے پاکستان کے ساتھ کس قدر تعاون کیا یہ تعاون محض اس لیے کیا گیا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو قائد عوام تیسری دنیا کے قائد تسلیم کئے جا چکے ہیں اور تمام اسلامی ممالک پاکستان کو اسلام کا قلعہ تصور کرتے ہیں ۔ انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آئندہ انتخابات میں بھی پاکستان پیپلز پارٹی بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوگی اور ہم دوبارہ اس ہاؤس میں بیٹھیں گے ۔ پھر یہ باتیں آپ کو یاد دلائیں گے جو آج ہم یہاں کر رہے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) آخر کیوں ایسا نہ ہو پاکستان پیپلز پارٹی نے ماضی میں اپنے عوام کے لیے خاص طور پر غریب کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں ۔ ایسی پالیسیوں کا نفاذ کیا گیا جس سے ہر شعبہ زندگی میں ترقی ہو ۔ عوام کی فلاح و بہبود اور خوشنودی کے لیے جو کردار ، جدوجہد اور جس قدر کوشش ، محنت اور لگن قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے کی ، وہ آپ کے سامنے ہے ۔ انھوں نے جو گائیڈ لائینز پیپلز پارٹی کو دیں وہ ان پر کام کرتی رہیں ۔ لہذا ہم اپنے کارہائے نمایاں سے شرمندہ نہیں کہ ہم نے پاکستان کے لیے کیا کچھ نہیں کیا ۔ میں آپ کو یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی بھاری اکثریت کے ساتھ اس اسمبلی میں اور پہلے سے بھی مضبوط تر پارٹی کے صورت میں عوام کے سامنے آئے گی ۔

جناب سپیکر ! آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی اقتصادی حالت کی ترقی زراعت پر منحصر ہے ۔ زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ آپ نے دیکھا کہ ماضی میں جتنی بھی حکومتیں آئیں انھوں نے زراعت کی طرف کوئی توجہ نہ دی ۔ انھوں نے صرف اور صرف اپنی کرسیوں اور اپنے ذاتی مفاد کی طرف توجہ دی انھوں نے سوچا کہ یہ غریب ملک ہے اور یہاں

غریب لوگ بستے ہیں ۔ پاکستان کی 85 فی صد آبادی کسانوں پر منحصر ہے ۔ دیہات میں کھیت مزدور کسانوں کی صورت میں کام کرتے ہیں ۔ انہوں نے زراعت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ۔ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے موجودہ عوامی حکومت کے دور میں جو کچھ زراعت کے میدان میں کیا وہ آپ کے سامنے ہے ۔ کسانوں کو بیج فراہم کئے گئے ، سستے داموں کھاد فراہم کی گئی ، کسانوں کو قرضے دئے گئے ، ٹیوب ویلوں کے لیے قرضے دئے گئے بارشوں کے دوران کسانوں کی زمینیں زیر آب آ گئی تھیں ، انہیں نقصان پہنچا تھا تو آبیانہ معاف کیا گیا ۔ جناب والا ! وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے 5 جنوری 1977 کو تقریر فرماتے ہوئے مالیے کے فرسودہ نظام کو ختم کیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے ان زنجیروں کو توڑا ہے ، جو یہاں انگریزوں نے اپنا غلام بنانے کے لیے پہنائی تھیں ۔ جناب والا ! اس کی بجائے بڑے بڑے زمینداروں پر زرعی ٹیکس لگایا گیا ۔ تمام اصلاحات جو زرعی شعبے میں کی گئیں ، یہ محض اس لیے کی گئیں کہ غریب عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکے اور ملکی پیداوار کو بڑھایا جا سکے ۔

جناب سپیکر ! جہاں تک سالانہ ترقیاتی پروگراموں کا تعلق ہے ، ان کے لیے 216 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ یہ صرف اس لیے کیا گیا کہ عوام کے لیے سڑکیں بنائی جائیں ، پل بنائے جائیں ، سوئی گیس ، بجلی اور پانی کا بندوبست کیا جائے ۔ موجودہ حکومت عوام کی اپنی حکومت ہے ۔ موجودہ حکومت عوام کو ترقی اور خوشحالی اور فلاح و بہبود کے لیے ہر وہ کام کرنا چاہتی ہے جس کا وہ ان سے وعدہ کرکے اس ہاؤس میں آئی ہے ۔ جناب والا ! موجودہ حکومت عوام کے اقتصادی اجتماعی اور انفرادی مسائل حل کرنے کے لیے اتنی بڑی رقم ترقیاتی پروگرام میں خرچ کرنا چاہتی ہے ۔ میرے خیال میں اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے ۔ اگر وہ یہ رقم اور بھی زیادہ بڑھا سکتے ہیں تو یہ خوشی کی بات ہوگی ۔ موجودہ صورت حال میں جو رقم مختص کی گئی ہے ، وہ ہر فرد کے لیے قابل قبول ہونی چاہیے ۔ جناب والا ! آپ نے دیکھا کہ موجودہ

حکومت نے 1972ء سے 1980ء تک کے لیے تعلیمی پالیسی نافذ کی ہے۔ کیونکہ یہ چاہتی ہے کہ قوم کے ہر بچے کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ آپ نے دیکھا کہ ماضی میں وہ لوگ جو حکومت میں تھے اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے غیر ممالک میں بھیجا کرتے تھے۔ انھوں نے غریب عوام کے بچوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کا سہرا بھی عوامی حکومت کے سر جاتا ہے کہ اس نے سکولوں اور کالجوں کو نیشنلائز کیا ہے اور تعلیم کے معیار کو بلند کیا ہے۔ سائنٹفک اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کی طرف ترجیح دی گئی ہے تاکہ غریب اور امیر کے بچوں کو تعلیم کے میدان میں یکساں مواقع فراہم کیے جا سکیں۔ اس ضمن میں ایک کروڑ 35 سو 44 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو بہت بڑی رقم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کسی کے لیے کوئی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ آج کے بچے کل کے سربراہ ہوں گے، آج کے بچے کل ملک کی باگ ڈور سنبھالیں گے ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اچھی سے اچھی تعلیم دیں جنھوں نے اس ملک کے مستقبل کو سنوارنا ہے، اس ملک کو چلانا ہے۔ انھیں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔

جناب والا! آپ نے دیکھا کہ صحت کے میدان میں بھی بہت کچھ کیا گیا ہے۔ عوام کی صحت کو برقرار رکھنا ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ عوام کی صحیح نشو و نما کرنا اور اچھے شہری پیدا کرنا اور ان کی صحت کا خیال رکھنا حکومت کا فرض ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے دیکھا کہ میڈیکل کالجوں کی توسیع کی گئی، ان کی سیٹوں میں اضافہ کیا گیا، ڈاکٹروں کے لیے پے سکیل بڑھائے گئے، ادویات فراہم کرنے کے لیے باقاعدہ پالیسی بنائی گئی۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے حکومت عوام کو فائدہ پہنچانا چاہتی ہے۔ موجودہ بجٹ میں اس مد میں 16 کروڑ 37 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے اور اس میں خوشی کی بات یہ ہے کہ زیادہ تر رقوم دیہی مراکز پر خرچ کی جائیں گی۔

جناب والا ! آپ جانتے ہیں کہ آئین کے تحت امن و امان کو برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے ۔ اس سلسلے میں آپ نے دیکھا کہ پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اور پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے پاکستان میں اور اس صوبے میں خاص کر امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے حکومت نے جو رقم پولیس کے محکمے پر خرچ کرنے کے لیے مختص کی ہے۔ میرے خیال میں کسی کو بھی اس پر اعتراض نہ ہونا چاہیے اور حالیہ فسادات میں پولیس نے جو کام کیا اور غریب عوام کے جان و مال کا جس طرح تحفظ کیا اس کے لیے اگر پولیس کو کوئی الاؤنس دیا گیا ہے یا حکومت چاہتی ہے کہ ان کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے انہیں مزید الاؤنس دیا جائے تو اس میں بھی کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے اور کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیے ۔

جناب سپیکر ! آپ نے دیکھا کہ 1970ء میں جب پیپلز پارٹی الیکشن میں کامیاب ہوئی اور ہماری حکومت دسمبر 1971ء میں بنی تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی پہلی نشری تقریر میں جو کچھ فرمایا اس سے آپ بخوبی واقف ہیں ۔ ہمارے ملک میں صرف 22 خاندانوں نے ملک کی تمام دولت اپنے ہاتھوں میں سمیٹ رکھی تھی ۔ قائد عوام نے اپنے پارٹی منشور کے تحت ان خاندانوں کے سرمائے کو ختم کیا اور امیر اور غریب کے درمیان فرق کو ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کی ۔ اس سلسلے میں کچی آبادیوں کے مکینوں کے لیے جو پانچ مرلے کے پلاٹ مختص کیے گئے ہیں ایسے بے گھر لوگوں کے لیے جن کے پاس کوئی مکان نہیں ، کوئی پلاٹ نہیں ۔ اگر حکومت ان لوگوں کو پلاٹ دینا چاہتی ہے ، اگر حکومت کچی آبادی کے مکینوں کو حقوق ملکیت دینا چاہتی ہے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے ۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے ، پاکستان عالی شان مکانوں میں نہیں بستا ، پاکستان جھونپڑیوں میں بستا ہے ۔ پاکستان کی 85 فی صد آبادی دیہات میں بستی ہے جو غریب لوگ ہیں ۔ موجودہ حکومت کا منشور غریبوں مزدوروں اور کسانوں کے لیے ہے ۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ موجودہ عوامی حکومت قائد عوام جناب

ذوالفقار علی بھٹو کے زیر سایہ جس طرح سے غریب عوام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے جس طرح محنت اور کوشش کر رہی ہے اور ملک میں خوش حالی اور خوش نودی لانے اور غریب عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے کام کر رہی ہے اس کے لیے 21 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ اس پر بھی کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیے ۔

جناب والا ! موجودہ حکومت نے گذشتہ پانچ سالوں میں جو کارہائے نمایاں سر انجام دیے ہیں ، اس پر مجھے فخر ہے اور میں یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ ان کارناموں کے پیش نظر پاکستان کے غریب عوام یہ کبھی بھول نہیں سکتے کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ان کے لیے کیا کچھ کیا ہے اور انشاءاللہ اپنے ماضی کے کارناموں کے بل بوتے پر آپ دیکھیں گے کہ آئندہ عام انتخابات میں ہم دوبارہ اس اسمبلی میں آئیں گے ۔ آپ نے دیکھا کہ ماضی میں پانچ سالوں میں جو کارنامے اس عوامی حکومت نے کیے ، جو پالیسیاں نافذ کی گئیں ، جو اصلاحات نافذ کی گئیں وہ اس ملک کی 85 فی صد آبادی کے لیے کی گئیں ۔ اس لیے یہ 85 فی صد آبادی کبھی پیپلز پارٹی کو نہیں بھول سکتی ۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ ملکی ترقی اور خوش حالی کے لیے عوام ، غریب عوام اپنے قائد کو ووٹ دیں گے ، اس میں غریب عوام کی فتح ہے ۔ اسی میں پاکستان کی ترقی ہے اور اسی میں پاکستان کی فتح ہے ۔ مجھے امید ہے کہ پیپلز پارٹی پھر برسر اقتدار آ کر اس سے بھی زیادہ کارہائے نمایاں سر انجام دے گی اور پاکستان ترقی یافتہ ملکوں میں ایک ملک تصور کیا جائے گا اور ایک خوشگوار مستقبل کے لیے انشاءاللہ ہم ضرور واپس آئیں گے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : مسٹر مختار احمد اعوان !

میاں مصطفےٰ ظفر قریشی : جناب سپیکر ! کیا وزراء میں سے کسی نے آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ آج یا کل بولیں گے ؟

مسٹر سپیکر : اس وقت تک تو کوئی درخواست نہیں آئی ۔

میاں مصطفےٰ ظفر قریشی : جناب والا ! یہ میں اس لیے پوچھنا چاہتا تھا کہ ہوتا یہ ہے اور روایت بھی یہی رہی ہے کہ وزراء اپنے محکموں کے متعلق جواب دیتے ہیں ۔ اب ماشاءاللہ ان وزراء کی اچھی خاصی تعداد ہے ، وہ چودہ ہیں اور اگر ایک دن میں ایک وزیر بھی بولے تو باقی سب بھی کہیں گے کہ انہیں بھی بولنا چاہیے ۔ اگر ایک دن میں دو تین وزراء بولنا شروع کر دیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اگر انہوں نے ایک ہی دن وقت مانگا تو باقیوں کے لیے وقت کا تعین صحیح طور پر نہ ہو سکے گا ۔

مسٹر سپیکر : میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ جو معزز ممبران آج بولنا چاہتے ہیں ان کی تعداد 41 ہے ۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ وزراء صاحبان بھی بولیں تو ظاہر ہے کہ وہ 10,12 منٹ تو تقریر نہ فرمائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر ممبر صاحبان کو یہ خیال ہوگا کہ انہیں ہر روز انتظار کرنا پڑا ۔ پتہ نہیں آج بھی ان کی باری آتی ہے یا نہیں آتی ۔ اس سے بہت زحمت اور کوفت ہوگی ۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر وزراء صاحبان آخری دن ہی جواب دے دیں تو یہ زیادہ موزوں اور بہتر ہوگا ۔ اور پھر فرض کیجیے آج وزیر صحت جواب دیتے ہیں اور اس کے بعد کل کوئی نکتہ اٹھاتے ہیں اور پرسوں کوئی اور فاضل ممبر اپنے مسائل پیش کرتے ہیں تو کیا ہم انہیں دوبارہ تقریر کرنے کے لیے کہیں گے ۔

میاں مصطفےٰ ظفر قریشی : جناب والا ! میرے خیال میں اگر وہ ساتھ ساتھ ہی بولیں تو زیادہ اچھا ہوگا کیونکہ اس سے coverage بھی ملتا رہتا ہے اور یہ ہمارے لیے بھی اچھا ہے ، کیونکہ وزراء کی تقاریر خاصی مدلل اور تیار کردہ ہوتی ہیں جن سے فاضل ممبران کے سامنے حکومت کی پالیسی واضح ہو جاتی ہے ۔

مسٹر سپیکر : یہ اصول نہیں اپنایا جا سکتا کہ ہر روز ایک فاضل وزیر بولیں ملک مختار احمد اعوان ۔

ملک مختار احمد اعوان : واجب الاحترام جناب سپیکر صاحب ! اس معزز ایوان میں میزانیہ پر بحث کی گئی اور مزید چند دن یہ بحث جاری رہے گی ۔ فاضل ممبران نے جس تعمیری انداز میں تنقیدی پہلو کو زیر غور

رکھا اور جس فاضلانہ انداز میں فاضل ارکان نے حکومت کی توجہ چند بنیادی امور کی طرف دلائی اسی طرح میں بھی کوشش کروں گا کہ ایک تو ملک کی معروضی حالت اور موجودہ سیاسی حالات پر بات کی جائے اور دوسری جانب اس میزانیہ کے پیش کرنے پر وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کے حضور بھی عقیدت کے جملے کہے جائیں۔ میرے نزدیک میزانیے پر بحث کرنے سے قبل ایک بنیادی بات یہ ہے کہ کن حالات میں آج کا بجٹ اس معزز ایوان میں پیش کیا گیا ہے۔ جناب والا! آپ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ اس ملک میں ایک ایسی جنونی تحریک چلائی گئی جو چند مذہبی جنونیوں نے شروع کی تھی کہ جس کی بنیاد صرف یہ تھی کہ وہ صرف اسلام کے نام پر اس ملک کے غریبوں کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ محمد عربی کا نام تو لیتے تھے۔ لیکن انھوں نے ملک کی شاہراہوں پر غریبوں کی دکانوں کو آگ لگائی، غریبوں کے گھروں کو لوٹا، جھگی نشینوں کی جھگیوں میں آگ کے شعلے پہنچا دیے۔ جناب والا! وہ لوگ یہ تو کہتے تھے کہ نظام مصطفیٰ پر ان کا ایمان ہے۔ لیکن حضور، میں یہ کہوں گا کہ وہ جس نظام مصطفیٰ کی بات کرتے تھے وہ نظام مصطفیٰ صرف یہ تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو کرسی چھوڑ دیں۔

جناب سپیکر! آپ تو کرسی چھوڑ دیں، ممبران اسمبلیوں سے باہر چلے جائیں اور ان جنونیوں کے ہاتھوں میں اس ملک کا اقتدار دے دیا جائے۔ یہ تھا نظام مصطفیٰ۔ ہم جو ایک نظریاتی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے قائد نے جب 1968ء میں 1967ء میں ایک نعرہ مستانہ بلند کیا جب ایک معاشی پروگرام کی بات کی، جب ایک تبدیلی کو سامنے رکھ کر انھوں نے یہ کہا کہ میں زندگی کے ہر شعبے میں ایسی تبدیلی رونما کرنا چاہتا ہوں کہ جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ جدید دور کے فنی اور تکنیکی تقاضوں کو بھی پورا کرے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے قائد نے علامہ اقبال کے فکر کی، ان کی امنگوں کی ترجمانی کی تھی اور ہمارے قائد نے محمد علی جناح کے نعرے کو بلند کیا کہ جو مساوات کا نعرہ تھا۔ جو ایک ایسے نظام کا نعرہ تھا جسے محمد علی جناح نے اسلامک سوشلزم کہا تھا۔ جناب والا! میں اگر یہ

کہوں کہ جدید فلسفے کی روشنی میں اگر مذہب اسلام اور اس کی نشاۃ ثانیہ کا ایک جائزہ لیا جائے تو پھر تغیر پذیر حالات اور اقوام عالم کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے ۔ اگر ہم یہ کہیں کہ نعوذ باللہ، اسلام ایک جامد مذہب ہے ہم اگر یہ کہیں کہ اسلام میں لچک نہیں تو پھر ہم محمد عربی کی تمام احادیث کی نفی کر رہے ہوں گے ۔ ہم اگر یہ کہیں کہ اسلام میں لچک نہیں ، اسلام نعوذ باللہ ، موجودہ دور کے سائنسی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا تو ہم پھر اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہوں گے ۔ ہم پھر کوئی نظام مصطفیٰ ایسا لانا چاہتے ہوں گے جو محض ہوس اقتدار تو ہو سکتا لیکن نظام مصطفیٰ نہیں ہو سکتا ۔

جناب والا ! اس ملک میں ہمارے قائد سے بڑھ کر کس نے دین کی خدمت کی ؟ ہمارے قائد سے بڑھ کر کس شخص نے اس ملک کو ایک فلسفہ اور ایک نظریہ دیا ۔ حضور والا ! ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے تمام کارکن ، خواہ شروع میں پارٹی کے ساتھ تھے خواہ بعد میں پارٹی کے ساتھ آئے ، بنیادی طور پر ہم آج اپنے قائد کی ٹکٹ پر کامیاب ہو کر اس معزز ایوان میں موجود ہیں ۔ میں حزب اختلاف کی توجہ اس امر کی جانب دلانا چاہتا ہوں کہ ہم اگر کارکن ہیں تو پھر ہمارا ایک فلسفہ ہے ، ایک نظریہ ہے اور ہمارے قائد کا نظریہ اس سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ۔ دم توڑتے جذبوں کو میرے قائد نے زبانیں دیں اور قطرۂ اشک کو میرے قائد نے طوفان میں بدل دیا ۔ خودی کی تعلیم دے کر زندگی بسر کرنے کا انداز سکھایا ۔ اگر یہ سب کچھ ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تو پھر ہمارے قائد نے یہ جرائم کیے ۔ پھر میرے قائد پر یہ الزام لگا کہ ذوالفقار علی بھٹو غریبوں کو ایک طوفان ، ایک لشکر کی صورت میں سامنے لاکر اس ملک سے استحصالی نظام کا خاتمہ چاہتا ہے ۔ اس ملک سے جاگیرداری اور سرمایہ داری کی جڑیں اکھاڑنا چاہتا ہے ۔ حضور والا ! حقیقت میں جب ہمارے ملک کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ جاگیرداری تار تار تھی ، دل زخم زخم تھا ، جسم لہو لہو تھا تو یہ سب کچھ محض اس لیے ہوا کہ یہاں پر دو نظریات کی جنگ تھی ۔

ایک نظریہ غریبوں کے حق میں تھا اور دوسرا جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے حق میں ۔ اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے غریبوں کی مدد کی ، غریبوں کی ہم نوائی کی ۔ ادھر دوسری جانب جو چند نام نہاد علما اور مفتیان دین موجود تھے ۔ انہوں نے اسلام کا نام لے کر اپنے نظریے کو تحفظ دینے کی کوشش کی ۔ ان کا نظریہ پہلے تو یہ تھا کہ پاکستان بننا نہیں چاہیے اور پھر اس کے بعد اگر پاکستان بن گیا ہے تو پھر اسے ٹوٹ جانا چاہیے تھا ۔ جناب والا ! جب پاکستان کا ایک حصہ الگ ہوا تو ان کے گھروں میں خوشیوں کے چراغ جلائے گئے ۔ بچے ہوئے پاکستان کے بارے میں بھی وہ منتظر ہیں کہ یہ کب ٹوٹتا ہے ۔ اس کے بھی مزید ٹکڑے کب ہوتے ہیں کیونکہ چور امریکہ میں بیٹھا ہو ، پاکستان میں یا ہندوستان میں بیٹھا ہو ، اس کا کام چوری کرنا ہے ۔ اس کا کوئی دین نہیں ہوتا ۔ اس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ۔ اس کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا ۔ اسی طرح ایسے لوگ جو ایک ملک ، نظریاتی مملکت کی سالمیت کے ، تحفظ کے خلاف ہوں ، ان کا دین ، ان کا عقیدہ صرف یہ ہے کہ ان کی جاگیریں سلامت رہیں ، ان کی ملیں سلامت رہیں اور غریبوں کو شعور نہ مل سکے ۔ جناب والا ! ایسے مذہبی جنونیوں کے خلاف پھر جنگ کی آواز تھی ۔ اس جنگ میں جو پچھلے چند ماہ میں پاکستان کی سرزمین اور خصوصاً پنجاب کے شہر ملتان ، لاہور ، گوجرانوالہ ، لائل پور ، سیالکوٹ ایسے دوسرے بڑے شہروں میں جو ہنگامہ آرائی کی گئی ، جو کچھ بھی تھی وہ آپ کی نظر سے بھی گزری ہے ۔ میں ملتان شہر سے منتخب ہو کر آیا ہوں تو میں یہ کہوں گا :

پانی کو مت گھور کے دیکھو پانی سر سے گزرا ہے

حشر کا قصہ تم نے سنا ہے ، میری نظر سے گزرا ہے

جناب والا ! میں نے سب کچھ دیکھا ہے کہ ان لوگوں نے کس طرح مذہب کی آڑ لے کر اس ملک میں اور پنجاب کے بڑے شہروں میں غریبوں کو بھٹکا دینے کی کوشش کی ۔ ہم ان تمام غریبوں کا احترام کرتے ہیں جو بھٹکائے گئے اور ان سیاسی بھیڑیوں کی چال میں آ کر ، ان کے نعروں میں آ کر انہوں نے ایجی ٹیشن میں ایک حد تک حصہ لیا ۔ میں

یہ کہتا ہوں کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو تو راہ راست مل سکتا ہے۔ لیکن بھٹکانے والوں کے لیے راہ نجات نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے اور نہ کسی حدیث کریمہ میں۔ قرآن حکیم اور احادیث کریمہ میں یہ بات نظر نہیں آتی کہ جہاں خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہو یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ پاکستان بنے گا اور پاکستان میں غریبوں کا خون چوسا جائے گا اور پاکستان میں کچی آبادی کے لوگوں کو حقوق ملکیت نہیں ملیں گے اور پاکستان میں ایک متبادل نظام تعلیم نہ ہوگا۔ اور پاکستان میں غریب، نادار، بیکس اور لاچار بیمار ہسپتال کی دہلیزوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیں گے۔ لیکن دوائی کے لیے چند سکے ان کی جیب میں نہ ہوں گے۔ میری نظر سے کوئی آیت کریمہ یا حدیث نہیں گزری جس میں یہ کہا گیا ہو کہ پاکستان میں ہمیشہ غریب ظلم کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ اگر میں جرائم کا مرتکب رہا ہوں تو میں مجرم ہوں اور میں یہ جرم کرتا جاؤں گا خواہ کسی کو یہ بات اچھی لگے یا بری۔ چونکہ یہ میرا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو غریبوں کے ہمنوا اور ان کے ساتھ ہیں۔ میں یہ دکھ درد کی بات اس لیے کر رہا ہوں کہ میں قائد عوام کے اس لشکر کو سکندر اعظم کا فتح یاب لشکر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں قائد کے اس لشکر کو پورس کا لشکر نہیں دیکھنا چاہتا کہ جہاں پورس کے ہاتھی کارکنوں کو روندتے چلے جائیں۔ میں قائد کے اس لشکر کو محمد بن قاسم کا فتح یاب لشکر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہم اسے راجہ داہر کا لشکر نہیں بننے دیں گے۔ حضور والا! میں مجرم ہوں میں نے ماضی میں بھی کئی جرم کئے ہیں جب میں وزیر قانون تھا تو اس معزز ایوان میں جاگیرداروں کو للکارا تھا اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نعرہ بلند کیا اور ایسی جلی کٹی باتیں کیں جو اس ایوان نے شائد نہ سنی ہوں۔ جب میں وزارت میں تھا تو میں نے نظریے کی بات کی اور اگر اب میں وزارت میں نہیں تو بھی میں قائد کے فلسفے اور نظریے کی بات کروں گا۔ اس ایوان میں کہا گیا کہ سوشلزم کا نام نہ لیا جائے۔ میں یہ

بات بیانک دھل کہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے منشور میں جو معاشی نظام بتایا گیا ہے وہ اسلام کے بنیادی ڈھانچے اور حدود و قیود میں رہتے ہوئے سوشلسٹ نظام ہے ۔ اس لیے ہم سوشلسٹ نظام کی بات کرتے ہیں ۔ میں یہ کہوں گا ۔

محتسب مجھ سے خفا شیخ کبیدہ خاطر
بارگاہوں کو کھٹکتی ہے مری گویائی

اس لیے آج حریف رسن و دار ہوں میں
میں نے مظلوموں کے طبقے کی حمایت کی ہے

حضور والا ! مظلوموں کے طبقے کی حمایت میرے قائد نے کی ہے ، پاکستان پیپلز پارٹی نے کی ہے ۔ میزانیے میں ایک کثیر رقم جناب وزیر خزانہ نے تعلیم کے لیے رکھ چھوڑی ہے / یہ رقم تعلیم پر خرچ کی جائے گی ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ایک بہت بڑا پروگرام ، جو اس ملک کے غریبوں کے لیے رکھا تھا ، تو وہ تھا / معاشی نظام میں تبدیلی کا پروگرام تھا ، وہ ایک انقلابی فلسفہ جس سے کھیت میں کام کرنے والے کسان کو روشناس کرایا گیا ۔ جس سے فیکٹری میں کام کرنے والے مزدور کے ذہن کو / جلا بخشی گئی ، جس سے درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں ، کسانوں اور مزدوروں کو ان کی ذہنی امنگوں کے مطابق ہمنوا بنا دیا گیا ۔ حضور والا ! وہ ایک تدریس اور علم / کا کام میرے قائد نے کیا ۔ چونکہ قرآن حکیم میں بار بار یہ فرمایا گیا کہ خدا کی نظر میں ایسے لوگ حیوانوں سے بھی بد تر ہیں جو سوچنے اور سمجھنے / کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ ماضی میں مزدوروں اور کسانوں کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم رکھا گیا تھا ۔ مزدور کی ذہنی صلاحیت کو اس سے چھین کر بند کر دیا گیا تھا / ذوالفقار علی بھٹو نے کسانوں اور مزدوروں کو اگر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بخشی ہے تو یہ اس ملک اور قوم پر ایک احسان عظیم کیا گیا ہے اور آج پھر اس میزانیہ میں / اتنی بڑی رقم اس ملک میں تعلیم و تدریس کے لیے رکھی

گئی ہے - اس لیے کہ تحقیق و تدریس دریافت و بازیافت اور اختیار و اجتہاد کے دروازے کھلے رہیں اور ہم یہ دروازے غریبوں پر کھولنا چاہتے ہیں - جہاں میں یہ بات ببانگ دہل کہتا ہوں وہاں میں عاجزانہ انداز میں ، ہاتھ باندھ کر عرض کرتا ہوں کہ میں غریبوں کے طبقے سے تعلق رکھتا ہوں - گلی کوچے سے اٹھ کر اس ایوان میں پیپلز پارٹی کے راستے پہنچا ہوں اپنے قائد کے ٹکٹ کی وجہ سے پہنچا ہوں - لیکن زبان بہت تیز ہے - زبان حقیقت کی بات کرتی ہے - تو پھر میں آج بھی یہ بات دہراتا ہوں کہ خدارا ، اگر آپ تعلیم و تدریس پر خرچ کرنا چاہتے ہیں تو منصفانہ نظام تعلیم دیجئے - ایک ایسا تعلیمی نظام جس میں ترقی کے مساوی مواقع ہر ایک کے لیے ہوں - ایسا تعلیمی نظام رد کر دیجئے جس میں مشنری سکول ہوں جس میں کے - جی سکول ہوں ، جس میں ایچی سن کالج ہو ، جس میں مخصوص طبقے مخصوص تعلیم حاصل کر کے اس ملک میں حکمران کے دعویدار بن کر آئیں - ایسے نظام تعلیم کو ٹھکرا دیجئے اور متوازن مساوی نظام تعلیم رکھیے ~~[illegible]~~ - جس میں ایم اے بی پرائمری سکول ہوں جس میں ہم نے بھی بنیادی تعلیم حاصل کی اور جہاں میرے طبقے کے لاکھوں بچے آج تعلیم حاصل کرتے ہیں کہ ماسٹر صاحب ہیں تو تاج صاحب چھٹی کر گئے اور ماسٹر صاحب اگر نہیں ہیں تو ڈار صاحب ہیں ماسٹر صاحب کو تنخواہ نہیں ملی وہ چھٹی کر گئے - ایسا نظام تعلیم جس میں قوم کے ذہن کو کراچی سے خیبر تک ہم آہنگ نہ کر دیا جائے گا مساویانہ نظام تعلیم نہ ہوگا ~~uniform system of education~~ تو پھر یہ باتیں ہوتی رہیں گی - میں تعمیری تنقید کی اجازت لے کر یہ بات کر رہا ہوں - میں اسے تنقید نہیں ، تجویز کہوں گا - وزیر تعلیم آج اس ایوان میں موجود نہیں - میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ وزیر تعلیم کے پاس صوبہ پنجاب کا تعلیم کا محکمہ ہے - میں نے اپنی ان گنہگار آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے دروازے پر اس معزز ایوان کے ممبران کو دس دس پندرہ پندرہ منٹ لائن میں کھڑا ہونا پڑا کہ وہ ہمیں وقت دیں تاکہ ہم اپنے ضلع ، شہر یا تحصیل کے کسی تعلیمی مسئلے کا حل ان سے کروا سکیں

میں نے ان کے دفتر میں دیکھا کہ معزز ممبر جس کا اپنا ایک استحقاق ہے کہ وزیر صاحب اس سے ہاتھ ملائیں اور کم از کم اس سے مسکرا کر بات کریں - لیکن وزیر صاحب نے دوسرے لوگوں کو دیکھا ، گفت و شنید کی اور مجھ جیسے بیکس و لاچار اور گنہگار کھڑے رہے دس منٹ پندرہ منٹ ، بیس منٹ میرے دوسرے ساتھی بھی وہاں پر موجود ہوتے رہے - لیکن وزیر تعلیم نے پندرہ منٹ کے بعد آنکھ اٹھائی اور کہا کہ کیا بات ہے جی فلاں کی تبدیلی چاہیے اور یہ کہا گیا کہ ایک طرف تو پارلیمانی پارٹی میٹنگ میں ممبران اس پابندی کے خلاف بولتے ہیں جو میں نے لگائی تھی اور دوسری طرف میرے پاس آتے ہیں کہ تبدیلیاں کر دیں - جائیں اپنے ضلع میں ڈائرکٹر صاحبان کے پاس - وہی کریں گے - تو میں عرض کروں گا کہ چھوٹے چھوٹے کام محکمہ تعلیم میں ہوتے رہتے ہیں - اس محکمے میں کوئی ایسا علم و دانش والا آدمی ہونا چاہیے جو دوسروں کے دکھ درد کو سمجھ سکے - میں نہیں کہہ سکتا کہ میری اس تجویز پر غور ہوگا یا نہیں ہوگا لیکن میرا یہ فرض تھا کہ میں اس معزز ایوان میں یہ بات کروں -

جناب والا ! کچی آبادیوں کے بارے میں وزیر خزانہ نے واشگاف الفاظ میں یہ کہا کہ مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے - کچی آبادیوں کو درست کیا جائے گا - میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان نامساعد حالات میں جب کہ حزب اختلاف نے ایک ایسا معاشی اور سیاسی بحران پیدا کر دیا تھا - ایسا بجٹ پیش کرنا وزیر خزانہ کے حق میں خراج عقیدت مانگتا ہے - اس لئے ہم انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا بجٹ پیش کیا ہے - میں بجٹ کی زیادہ تعریف اس لئے نہیں کرتا کہ آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں کہ اتنا تعریف کے لائق بجٹ نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ بنیادی باتیں ہیں - جن کی طرف میں وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا - اور آخر میں بات ختم کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ یہ نوشتہ تقدیر ہم قوت گویائی اور بینائی رکھنے والے کارکن ہی پڑھ سکتے ہیں - میں آج اس فاضل ایوان کے فاضل ممبران کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ 1970ء میں جو ہمارے دوست اور ہمارے ساتھی تھے -

وہ آج 1977ء میں بھی ہمارے ساتھ ہیں ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ملک اور قوم کے assets ہیں ۔ انہوں نے ساری سیاسی کمائی پاکستان پیپلز پارٹی کے قدموں میں ڈال دی ہے ۔ ہم ان کا احترام کرتے ہیں ۔ لیکن مجھ جیسے بنیادی ورکر کی بات کریں تو میں یہ ضرور کہوں گا ۔

کچھ دنوں بعد زمانے کی ہوا بدلے گی ۔
وقت کے ساتھ نہ ہو رسم وفا بدلے گی ۔

ہاتھ لپکیں گے امیروں کے گریبانوں پر ۔
خانقاہوں میں فقیروں کی صدا بدلے گی ۔

میں ملتان سے ہوں یہ نوشتہ دیوار جو میں نے پڑھا ہے آج میں عرض کروں کہ اس تحریک کے دوران ہمارے پیروں جیسے کارکن جو کہ غریب تھے شہید ہوئے میرے ذہن میں کسی ایک جاگیردار سرمایہ دار کا نام نہیں آتا جو کہ پاکستان پیپلز پارٹی میں ہو اور P.N.A. کے agitation میں جس کا قتل ہوا ہو ہمارے ہزاروں کارکن زخمی ہوئے تھے ۔ وہ نظریاتی کارکن ہمارے کارکن قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں صف آرا ہوئے تھے ۔ ملتان میں صابر کو شہید کیا گیا اور لاہور میں بیلی پلاٹنگ میں ہمارے کارکنوں کو چھریاں مار کر شہید کیا گیا ۔ کراچی میں بھی ہمارے کارکن شہید ہوئے اور انہیں بجلی کے کھمبوں سے باندھ دیا گیا ۔ آج تک کسی نے اس ایوان میں نہیں کہا کہ خدا کے بندو ، جناب ذوالفقار علی بھٹو کے لشکر میں شامل ہونے ہو تو اس کی اصل قوت کارکنوں کی قوت ہے ۔ ان شہیدوں کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے چلے جاؤ ۔ آج میں اس ایوان میں یہ عرض کروں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے یہ شہداً جو کہ تحریک کے دنوں میں ہم سے جدا ہوئے ہیں ۔ وہ انقلاب کے راستے میں ہم سے چند قدم آگے نکل گئے ہیں ۔ ہم نے آج تک ان کے حضور میں فاتحہ خوانی نہیں کی ۔ آج میں آپ سے یہ کہوں گا کہ ان کے حضور ہاتھ اٹھا کر فاتحہ کریں کہ خدا وند کریم ان کی مغفرت کرے اور اس ایوان میں دو منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے ۔

Mr. Speaker : Was it a regular Motion ?

ملک مختار احمد اعوان : جناب والا ! میں اس ایوان میں یہ چیز ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ڈاکوؤں ، چوروں ، لٹیروں اور بدمعاشوں نے سفاکانہ طور پر ہمارے کارکنوں پر ظلم کئے ۔ یہ بات ریکارڈ میں آئی ہے ۔ میں نے فاتحہ کے لئے عرض کیا ہے کہ دو منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے میں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے ۔ آپ جو فیصلہ دیں ۔ آپ مالک ہیں ۔

مسٹر سپیکر : مختار صاحب ! میرے فیصلے کا سوال نہیں اگر یہ ضابطے کے مطابق تحریک ہے تو اس کے لئے قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف سے پوچھا جائے گا ۔ کہ یہ ہاؤس اجازت دے ۔ مگر یہ تقریر کا حصہ ہے یا تجویز ہے ۔ تحریک نہیں ۔

ملک مختار احمد اعوان : Sir, I apologize میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ فاتحہ خوانی مناسب سمجھیں تو ضرور کریں ۔ لیکن خاموشی غیر مسلموں کے لئے ہوتی ہے ۔ مسلمانوں کے لئے تو فاتحہ ہے ۔ خاموشی تو mixed crowed والے ایوانوں میں ہوتی ہے ۔ یہ اسلام کا ماحول ہے ۔ یہاں سب مسلمان ہیں جتنی بار فاتحہ پڑھیں ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں یہ ہمارے اور ان کے لئے مستحسن ہے ۔ اگر قائد حزب اختلاف اتفاق کریں تو ۔

Mr. Speaker : Yes . . . Leader of Opposition

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! کسی کی موت پر اگر فاتحہ پڑھیں تو عین کار ثواب ہے ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی استدعا کروں گا کہ ان تمام اصحاب کے لئے فاتحہ پڑھیں جو اس تحریک کے دوران شہید ہوئے ہیں تو پھر میں اتفاق کروں گا ۔ اگر ان میں فرق ڈالا جائے تو میں مخالفت کروں گا ۔ جتنے بھی اصحاب شہید ہوئے ہیں ان تمام کے ایصال ثواب کے لئے اگر فاتحہ پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں ۔

ملک مختار احمد اعوان : جناب والا ! میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ایوان کے سامنے question put کریں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے نظریاتی کارکن جو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں ۔ جو کہ صحیح نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے جنگ کر رہے ہیں ۔ انہیں ایجی ٹیشن کے دوران گھروں پر حملے کرکے نکال نکال کر شہید کیا گیا ہے ۔ آپ ایوان کے سامنے سوال کریں تو ہم میں سے اکثریت کہے گی کہ ان کے لیے فاتحہ پڑھی جائے ۔

مسٹر سپیکر : میرے خیال میں یہ متنازع فیہ مسئلہ نہیں ۔ مسٹر مختار احمد اعوان کی تحریک کے مطابق ہم فاتحہ پڑھیں گے ۔

(ایوان میں فاتحہ پڑھی گئی)

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! چونکہ اس ہاؤس میں یک طرفہ کارروائی کی گئی ہے ۔ اس لیے میں اس ہاؤس سے واک آؤٹ کرتا ہوں ۔

(سردار صاحب مع اراکین حزب اختلاف واک آؤٹ کر گئے ۔)

مسٹر سپیکر : مسٹر ارشاد محمد خان ۔

Mr. Irshad Mohammad Khan : Mr. Speaker Sir, I take the liberty of welcoming this budget presented by the hon'ble Finance Minister. The budget is not only bold, well-founded, progressive, realistic but also is a balanced budget. It was presented at a time when the country was facing a serious political crisis. Never before in the history of any country such a situation ever arose in which a government particularly the Finance Minister would have come across such turbulent state of affairs. Mr. Speaker Sir, a better budget than the one presented by the Finance Minister could not have been possibly conceived. Further, Mr. Speaker Sir, without resorting to ideal formalities of paying compliments to the Finance Minister, I shall be failing in my duty if I do not mention the trying cir-

cumstances in which the budget was presented. For that matter I congratulate and felicitate Dr. Abdul Khaliq for presenting this budget at a time when insecurity was creeping in the country and the forces of violence were let loose through-out Sir. Since the PPP Government came into the power things have not been shaping so bad as they look today. The presentation of the budget under these circumstances was not an easy task in this turbulent state of affairs in this God given state of Pakistan which has been facing grave crisis right from 1947 onwards. When this country came into being the first and foremost task was the rehabilitation of refugees who came from across the border and our Quaid (May his soul' rest in peace) was watching these things very minutely During the short period of 13 months he could not implement and enforce the real things through which he wanted to make Pakistan a really progressive and a welfare state. Your honour will remember that blood-shed, arson, and looting continued in the year 1947 and the same situation was created by a call by the anti-social and anti-state people although they call themselves Kalma-go but in fact they do not act upon that. Sir, the presentation of this budget in such state of affairs was not only difficult but it was also impossible. A balanced budget is the aspiration and the will of the people. It is the true picture of the financial state of affairs of a government to run its affairs in the next financial year.

By opposition I mean the anti-state elements known as the National Alliance combined together, which created too many hurdles and obstacles in the way of the benign Government, a Governmt which did all the possible within the resources of the country. Mr Speaker, Sir, the Hon'ble the Finance Minister could have very conveniently presented a

surplus budget. I mean by cutting down the Annual Development Plan by 15 to 16 crores but your honour will find that Dr. Abdul Khaliq, a physician by profession knew the remedy and panacia for the ills of human beings in biology, physiology and anatomy. The structure of human being is well known to him, but he is more aware of the ills obtaining in the financial system and by introducing remedial measures he presented this budget. It goes to his credit that he applied his talent and the skill in view of the existing state of affairs in presenting this very well balanced budget. He also kept in view our requirements and other limitations as well. It is also remarkable that the budget speaks for the aspirations of the people, speaks for the financial stability of a Province and manipulations of all the affairs in the financial matters. He as a physician also diagonosed the disease of the provincial financial implications and presented this budget which requires all praises. Sir, these are the factors which led the Provincial Government to cut down their new development plans in the ADP Sir, the violence and the destruction was the order of the day in the past three months and this all led to chaos and instability in the country. This directly affects the progress and the prosperity of the country and the well being of the state. The morale, your honour, I mean the nation's morale had gone to shamble. The country has morally been undermined. The hearts are gripped with despair and the power of thinking has been paralysed. In all this darkness the Prime Minister Zulfiqar Ali Bhutto gave them the light. He gave them sunshine and the country was saved from destruction. The vested interests acted and reacted this violence. They joined hands to undo the existence of the country. I would submit further Sir, that the language of threats was used. This was the consistent order of the day for the last three months which led the provincial adminis-

tration to think and rethink over the readjustments of plans and formulation of budget. Sir, on the face of it this looks to be an easy task to present the budget, but as I have seen from the papers presented in volumes and volumes running in thousands of pages it is an up-hill task to formulate and present the budget with the problems which are numerous and the resources which are limited, augmented by foreign loans and other loans raised by the Government. The capital resources of a province were not enough which could cater to the requirements of an under developed country. The developing nations always look forward through the foreign aid as well as other loan creating agencies. Sir, as I have just said Dr. Abdul Khaliq X-Rays ills of the administrative sector in the province. He, as I have submitted as a physician diagonsed the disease and then came to the conclusion that the budget though deficit in about 28 crores of rupees, thirteen crores shall be met from the incoming schemes and other fifteen crores by taxation and the rest 7.80 crores shall be met by the reduction in the Annual Development Plan but he could not help it. Sir, I was submitting that this budget if analysed could not be regarded as highly progressive. Sir, we have been making promises at the expense of the Annual Development Programme for the new schemes to the electorate. We have been telling our electorate that by the time we are elected we will be delivering them the goods. Sir, I belong to a rural area in Lyallpur situated about eight or nine miles on Jhang side. In every village there are numerous problems. We have been feeding them by promises but I don't know when we will get back again to them, but in this connection I would only submit Sir, that the P. N. A. is the only stumbling block in our way and they retarded all the progress. The agitation and the street demonstration did not permit us to have any new plan on our budget. The language of threats was used. The P. N. A. acted and reacted with

violence. The shops were burnt. The entire economy of the country was shattered No body could feel secure particularly the Members of this Assembly. They were receiving threats on telephones and by letters that they should be the first target. I would submit Sir, in all this turbulent state of affairs this budget was presented. It needs all the praises inspite of restraints they suffered. Abusive language has been used in the street demonstration. If it could be brought on record it would be shameful for the country and for the paper on which it is drawn. I can particularly say that the women folk was drawn into the street. The P. N. A. which claimed that they want to bring Nizam-i-Mustafa they are unaware of the sacredness of the womenfolk which are confined and should be confined to the four walls within the tenets of Islam and Shari'aat. Sir, I have seen with my own eyes in Katchery Bazar Lyallpur at Zuhr time that a huge crowd of women was beating their breasts. The police and the administration present there requested them that the AZAN is going on and they should refrain from doing so but they continued beating their breasts half naked, mostly the hired women, raising slogan 'Hai Hai' 'Peoples Party Hai Hai'. This state of affairs could not permit the present Provincial Government to present a better budget.

Going a step further, every time, during the past three months, it was proclaimed that the Peoples Party is on the threshold of exit. At 'Zohar' time they will say that 'Asar' is the time of their departure and from Ishaa onwards Azaans could be heard throughout the night. This mode of attack by the Opposition could not permit the Provincial Government, particularly the Finance Minister, to heave a sigh of relief in order to present a budget which could have been up to the aspirations of the public and particularly the members of this House. It was a state of near anarchy throughout the country.

(At this stage the Opposition came back into the House)

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! ہم ہاؤس میں یہ سمجھ کر پھر آ گئے ہیں کہ فاتحہ سب شہدا کے لیے پڑھی گئی ہے جو اس تحریک میں شہید ہوئے ہیں ۔

Mr. Irshad Mohammad Khan : Sir, I was submitting that the country was in a state of near anarchy but the great Prime Minister did not permit the use of force more than it was necessary. If we revert to the Russian Revolution, the Chi-Gavira's Bolivia, the French Revolution, we will find that there were millions of people who were slain but in this part of the country, throughout Pakistan, exceedingly protective measures were taken to use force as little as possible unless it was unavoidable and imminent to be used. For that matter, I congratulate my Government and the Government at the federal level that they have shown to the outside world that inspite of external intervention, aided by dollars and pounds the country is still heading towards progress with all the checks and balances. I will further submit that the scene of political climate has been polluted to a large extent but I may submit that the Budget is a true picture of the aspirations of people at large. It was, Mr. Speaker, the sagacity, the determination, the steadfastness, the intellect and the intelligence of the Prime Minister that steered us through all this turmoil and turbulent affair. I may further submit that the Pakistan Peoples Party emerged as a ruling party in the days of Yahya Khan through a democratic process. The instant turmoil raised by the National Alliance was of the similar magnitude as it was in the days of the year 1947. The present budget, with limited resources and unlimited problems, is free from inflationary pressure. It could have been balanced very easily by the Finance Minister by cutting down A. D. P.

and transferring that amount from the A D P to the non-developmental expenditure in order to meet with the deficit but he very ably did not do it because it directly affected the on-going schemes and would have caused great loss to the public at large. The Finance Minister has very intelligently faced in the Budget the severity of the impact of world prices, the inflation, the recession, the economic chaos as well as the handicaps of natural calamities. In 1976, we were faced with heavy floods and the severe rains further damaged the cotton crop which resulted in the decrease of cotton duty through the Cotton Control Act. The Budget was further handicapped by the man-made calamity which could not be helped. The rioting, the looting, the firing could not be helped. This man-made calamity, generated by the white elephant and financed by foreign powers, by the National Alliance was a much greater handicap for the Provincial Government in financing the Budget and presenting it in a manner as it should have been done. This self-generated calamity by the Ulema Hazraat, who claim Nizam-e-Mustafa as their goal, which they have now discarded by saying that they don't want Nizam-e-Mustafa but they want the exit of the Prime Minister, Mr. Zulfikar Ali Bhutto, has caused more harm to the country than any other natural calamity. The external interference and international publications are of more serious nature as the BBC's Mark Telly seems to be a more devoted Aalim-e-Din than these Ulema in the National Alliance. He has acted and reacted more violently than any other person inclusive of the foreign periodicals, particularly, the "Times" and the "NewsWeek". If permitted, I will refer to one of the latest publications of the News Week, dated 13th June, 1977, in which this Weekly has insulted Pakistan and has abused our judiciary at the highest level. It has described the decision of the High Court as a "Slap"—

"Whatever the reason for the arms cutoff, Pakistanis last week were far more concerned with internal politics than weaponry. Bhutto, who last month said he would submit to a national referendum on whether he should continue in power, received two judicial slaps in the face on the eve of crucial talks with his political opposition. First, the Lahore High Court unanimously declared his imposition of martial law in that city unconstitutional. And then the Pakistan Supreme Court refused to grant an order blocking the Lahore High Court ruling".

I think, he never criticised the Water Gate Scandal in the days of Nixon but described these judicial decisions as a "Slap" on the face of the Prime Minister which is highly unethical and against all codes of ethics of journalism. The foreign press, particularly, Kenneth Labich and Lars-Erik Nelson, has described this judicial decision as a slap on the face of the Prime Minister and this is highly unfair.

(At this stage there was some discussion amongst the Ministers which caused disturbance in the proceedings)

Mr Speaker : Please resume your seat. Let them finish.

(The Ministers became attentive)

Mr. Sepaker : Yes, continue, please.

Mr. Irshad Muhammad Khan : Viewing from this perspective and the obtaining handicaps, the resource constraint attended by natural and man-made calamities ; a better Budget could not have been presented.

Now, a word about the criticism on the Lahore Development Authority for the beautification of Lahore. I am

afraid, if Lahore is being changed on the pattern of Paris then it would be an impossible task but I must let my friends know, who criticised this project of the beautification of Lahore, that Paris itself is still in a stage of beautification. My friends who have had occasions to go abroad in the last four or five years must have seen that in the Orley Airport, where Paris has landing facilities and where Princess Elizbeth of Peru had a scandal, they have now constructed a Roosi Charles Degaule Airport with six satellites with each satellite having 26 exit and entry gates. This is one of the world's most modern airport which Paris has constructed in the recent three years. At the same time, on the river Sene, they have reconstructed, refurnished and beautified the Notre-Dam Cathederal and the neighbouring art galleries are also being refurnished. If in Paris, the prettiest airport on earth, starting from Madalin and going on towards North, that is, Shanze Alleze, is being beautified with Fawwaras and fountains at every 100 yards then there is no harm if Lahore is being given a little bit of this beautification. It is a city of ancient civilization, a city of colleges and a city of ancient culture. It is a seat of learning. In the days of 1947, when I was a student, it used to be stated abroad that the University of Lahore, not the Punjab University, was the seat of learning. So, if this seat of learning and a city of ancient culture is being beautified with a little expense, which is highly negligible, there is no harm done. I may also remind my friends that in the far East, the Ginza area of Tokyo is in a process of beautification. The Imperial Palace of Hirohito is being redecorated with an artificial canal which leads into the Palace. You can see that from North to South this beautification is taking place. I can refer to Kennedy Airport, the world's most advanced country in all respects, which is being beautified. Hence, this was a criticism for the sake of criticism that Lahore is being beautified at the expense of these Kachhi Abadis and at the expense of the tax-payer.

Coming to the Annual Development Programme and the Finance Bill, it can be said that the taxes proposed in the Finance Bill do not at all affect the common man. There are four Sections in the Bill and, particularly, there is an increase in the Stamp Duty which is to be borne at 1% excess of the existing rate and that too by the Vendee who is always a man of resources. Secondly, in the cinemas, the two lower classes, where the common man goes, have also been exempted. Thirdly, the motor vehicle tax has been increased by 25%. It also does not affect the common man. So, this sum of Rs. seven crore, to meet the anticipated deficit of Rs. 15 crore, is highly realistic and does not at all affect the common man which comprises more than 80 to 85% of the population. Sir, in the Annual Development Programme there has been an increase and it now runs into 225 crores as against the previous year. Punjab, Sir, is predominently an agricultural province. In the budget great stress has been laid for promoting agriculture which is the back bone of the rural economy. For that there is 20% allocation which covers the agricultural sector, the diesel tubewell subsidy, subsidy on pesticides and insecticides, spraying of cotton, setting up of agricultural institutes and similar other measures. It also includes provisions for improvised seeds in wheat, cotton and sugar-cane There has been a subsidy from the Central Government also but the Provincial Government by appraisement and allocation of 20% in the budget has done a great service to the agriculture, according to the existing financial resources.

Then, Mr. Speaker Sir, comes the Peoples Works Programme for which Rs 10.82 crores have been ear-marked. This, I think is a great service on the part of the Government and Finance Minister that inspite of the credit squeeze, the paucity of funds, Peoples Works Programme is also being taken care of.

Then comes the Industrial Sector. P I D B is working hard. The installation of sugar mills and the textile mills by the Punjab Industrial Development Board and particularly the setting up of a Small Industrial Estate in Lyallpur is a laudable step. In the Housing Sector the needs of low income group and the kachi abadis are also not left unattended.

Sir, I must say one thing that in the Urban Water Supply Scheme Rs. 27.14 crores have been earmarked. The Minister for Housing will kindly take note of it that in the Urban Water Supply Scheme where the population is less than 50% there has been an allocation of Rs. 27.14 crores as against the Rural Water Supply Scheme which has been allocated only Rs. 5.14 crores. The population inhibited in the villages is 85% and the allocation for them is only 5.14 crores. This would need some sort of readjustment because the rural population which is the back-bone of the Peoples Party has backed us all through and they have been given only 5.14 crores. Now I will come to Lyallpur. What injustice on the face ef it has been done to it during the last years.

Mr. Speaker : Please conclude now.

Mr. Irshad Mohammad Khan : Sir, I have got power of attorney of some of my friends to use their time with your honour's permission. Also because they are missing I would like to take their time. They have given me the power of attorney. With your permission Sir.

Mr. Speaker : That is not admissible under the Rules.

Mr. Irshad Mohammad Khan : Sir, I seek your indulgence because there are some very important things to be stated.

Mr. Speaker : You can do that in your speech.

Mr. Irshad Mohammad Khan : Sir, the Education Sector has been allocated 135 crores which is least coming up to the requisite standards. I am conscious of the financial disabilities of my Government in giving more funds for this sector. This is the highest amount which could be allocated. In the present world when the man has reached the space and is going even onward, Punjab and Pakistan are in a state where illiteracy is rampant. Sir, for that matter now I will come to Health Sector. Rural population stands deprived of all the amenities Sir, there is one Punjab Medical College in Lyallpur. In that college the students sit under the trees and in the verandahs of borrowed premises of Cooperative Department and some times they sit in the University building. I have before me the ADP allocations for the last four years and I see that in the four years there has been no progress although Dr. Toosi have throuhout been clamouring loud for the construction of college building and laboratories. In these circumstances I feel that the medical graduates who would come out of this institution will be just like dispensars. I hope the hon'ble Health Minister would kindly pay a visit and see for himself the appalling state of affairs obtaining in that institution which produces graduates in medical science. I think it better would not have been set up rather than giving the students a degree which will not be acknowledged. Even now I say from my personal experience that people who graduated in medical science in Punjab were normally accepted in the Great Britain for the post of Registrars straightaway but now they are subjecting them to further tests by the two years course. Similar is the case in other fields. Like in Bar at Law they also used to give one year's concession to the Law Graduates who graduated from the Punjab University. They have stopped admitted them.

While speaking on the local problems it was rightly pointed out by one hon'ble member that before the preparation of the budget there should have been a meeting of the Parliamentary Party so that it could be seen that what are the problems of a particular area. The Section Officers, the Deputy Secretaries and the Additional Secretaries sitting in the Secretariat formulate the schemes and they are actuated by certain vested interests. They prepare the budget and then this is presented to the House. I will just submit that it would be humanly impossble even to go through the budget which runs into thousands and thousands of pages. There are 460 pages of ADP, Estimates of Charged Expenditure 1254 pages, Continued and new Expenditure two volumes 533 pages and 1081 pages. It is hardly possible for the Finance Minister to have gone through. He may have gone through. Sir, the physical implementation of the Lyallpur Medical College is 1 95% This trend is evident from the on-going scheme particularly in my constituency. My Government was bound to check the non-execution of the project of a medical college. The hon'ble Health Minister who is new in the office and might not have seen this or if he has visited this institution no remedial measures have been taken so far.

Then Sir, I shall come to the increase in the non-developmental expenditure which is 431 crores. In this 29.3 crores have been met from the surplus A better budget could not have been conceived in the existing state of affairs with a loss of about 6 crores on account of remission in land revenue. The loss caused due to the ban on gambling, alcohal, night clubs and horse race runs in crores of rupees.

Now Sir, I revert to the local problems. Finally before your honour orders me to resume my seat I may say, Sir, that I belong to a rural constituency situated on Lyallpur-Jhang Road. In my constituency there was a college in 41 JB which was taken over by the Government at the time of

nationalization. I can say with confidence that none of the Education Directors has ever visited that college since the taking over and if there has been any one it may be only a paper work. It is situated four miles off a pucca road. This is equipped with the classes of medical and non-medical but there is no apparatus in the laboratory. Four cases of apparatus of science were sent but they have again been got back by the Directorate of Education Sargodha.

The Building has never been checked by the Buildings Department after it has been taken over. It is without electricity and without road connection. I pity the state of those lecturers who come daily from Lyallpur covering fourteen miles by Pakka and then four miles by Kacha road on their bikes and then get back in the sizzling heat. So Sir, it was the bounded duty of the Government to have taken note of such an important matter.

Mr. Speaker : Please resume your seat now. Yes Mr. Jamil Hasan Manj.

چودھری جمیل حسن خان منج : جناب سپیکر ! سالانہ بجٹ پر اور ضمنی بجٹ پر سیر حاصل تقاریر ہوئی اور ہوتی رہیں گی - بجٹ پر ملک اور ہر قوم کا ہر سال پیش ہوتا ہے - بجٹ پر ملک کے اقتصادی حالات کی عکاسی کرتا ہے وزیر خزانہ نے بجٹ کو جن حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اور جس شکل میں پیش کیا ہے اس کو جس قدر سراہا گیا ہے اور تعریف کی گئی ہے ، یہ اس کے قابل ہے - لہذا ملک و قوم کو جن حالات سے گزرنا پڑا اور اس کا ہر شخص کو اچھی طرح پتا ہے - الیکشن ملک پر اچھا خاصا اوجھ ہوتا ہے ، ساری قوم کا ذہن الیکشن کی طرف مبذول ہو جاتا ہے - کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے - یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ جنوری سے لے کر آج تک الیکشن کا مطالبہ کرتے رہے ہیں - اور اس حزب اختلاف نے ، جس نے پاکستان کو قبول نہ کیا تھا ، مصمم ارادہ کیا ہوا

ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی جو غریبوں اور بھوکے ننگوں کی جماعت ہے اس کو اس ملک میں اقتدار میں نہیں رہنا چاہیے اور اس ملک میں سرمایہ دار اور جاگیردار ہوں گے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے جیالے کارکنوں اور پاکستان کی غریب عوام کو قائد عوام نے سیاسی شعور دے دیا ہے۔ وہ اس ملک کو چلا سکتے ہیں۔ حکمران اور اقتدار میں رہنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر اور استقلال سے کام لینا چاہیے۔ سابقہ الیکشن کے دوران اور اس کے بعد ان لوگوں نے ہمارے کارکنوں کے ساتھ جس قدر زیادتیاں کی ہیں۔ جس قدر ہمارے ملک کی معیشت کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے اور جس قدر اس ملک کو توڑنے کے لیے بیرونی ممالک سے امداد حاصل کی ہے وہ قوم کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ وہ اپنے عزائم میں انشاء اللہ آئندہ بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ہمارے بیٹ کو متاثر کرنے والے بھی لوگ ہیں۔

جناب والا! جیسا کہ پہلے کہا جاتا ہے، زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے اقتدار میں آنے سے قبل زراعت کو بالکل نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ زرعی سکالر کی کوئی حوصلہ افزائی نہ کی جاتی تھی۔ لیکن پیپلز پارٹی کو اس بات کا احساس ہوا کہ زرعی ماہرین ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ انہیں مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے۔ روس اور امریکہ کی طرح زرعی ریسرچ کے لیے کثیر رقم رکھی گئی۔ ہمارے سکالر کسی سے کم نہیں۔ خواہ وہ گندم کے ماہرین ہوں خواہ کپاس کے۔ لیکن ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ رہی ہے کہ جن لوگوں نے ڈاکے لگائے ہوئے ہیں، چاہے وہ مشیر زراعت ہوں یا وزیر زراعت، انہیں یہ وہم ہو گیا ہے کہ وہ زراعت کے ماہرین ہیں۔ انہوں نے ایکوڑا جیسے بیج کی قسم کو بغیر کسی تجربے اور ماہرین کے مشورہ کے امپورٹ کیا اور ملک کا بہت سا روپیہ ضائع کروایا۔ اس کے نتائج سے ہر ممبر اور زراعت پیشہ فرد واقف ہے۔ ہر کاشتکار نے احساس کیا کہ یہ ایک ناقص variety ہے۔ گندم کے ماہرین نے اس وقت بھی اعتراض کیا تھا۔ لیکن اس اعتراض کو

compound کر دیا گیا تھا۔ اب وہ وقت آچکا ہے کہ جب محکمہ زراعت بہت اچھے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ جنہیں اپنے زرعی سکالر کی قدر ہے۔ اسی وجہ سے ان دو سالوں میں ہماری گندم کی حالت اچھی ہے اور انشاء اللہ ہم امپورٹ نہیں کریں گے۔ میں ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کروں گا کہ سب سیڈی سکیم کو بہتر بنایا جائے۔ گندم کا آٹا 31 روپے من بک رہا ہے۔ حالانکہ گندم کا بھاؤ 37 روپے من ہے۔ گندم کی پروڈکشن کے لئے فی ایکڑ یا فی من انڈسٹری کے لحاظ سے مقابلہ کرنے کے بعد پیدا کرنے والے کو منافع دیا جائے۔ ان حالات میں اس کا جائزہ لیا جائے اور اس کو اقتصادی لحاظ سے پرکھیں کیونکہ تین قسم کے consumers ہوتے ہیں۔ امیر، متوسط اور غریب۔ امیر لوگ گھاٹا کھا سکتے ہیں۔ متوسط لوگوں کو 35 روپے کچھ آنے گھاٹا آتا ہے اور غریب کو 47 روپے کچھ آنے گھاٹا آتا ہے۔ اس لیے سبسیڈی سکیم کو بہتر کیا جائے۔ پہلے پنجاب کو Granary of India کہا جاتا تھا ہمیں اس حد تک ترقی کرنی چاہئے کہ اس کو Granary of Asia میں بدل سکیں۔ میں اس کے لیے چھوٹی سی تجویز پیش کروں گا۔ وہ یہ کہ سبسیڈی کے سسٹم کو بدل دیا جائے۔ غریب عوام کی نشاندہی ہو سکتی ہے۔ انہیں تو سستے نرخوں پر آٹا دیا جائے لیکن کارخانہ داروں کو آٹا سستا نہیں دینا چاہئے۔ grower کو کم نرخوں پر کھاد دی جائے اسی نرخ پر دی جائے جس نرخ پر حکومت کو آتی ہے۔ اور اس کے بھاؤ کا حساب لگا کر نفع پر دیا جائے۔ اس طرح پنجاب انشاء اللہ گندم میں پھر خود کفیل ہو جائے گا۔ خود کفیل ہی نہیں، بلکہ Granary of Asia کہلائے گا کپاس کے ماہرین کے نزدیک 57 variety نہایت اچھی ہے۔ کپاس کے لا خوشگوار حالات میں اس ورائٹی نے 8 من فی ایکڑ زیادہ پیداوار دی ہے۔ ایسے ماہرین کی حوصلہ افزائی کی جائے جنہوں نے یہ varieties نکالی ہیں۔

جناب والا! تمام محکموں پر نکتہ چینی کی گئی۔ لیکن اصلاح کے لیے کوئی موثر تجویز نہیں آئی۔ مثلاً جنگلات کے محکمے کو خوب رگڑا گیا جہاں تک اس محکمے کی خدمات کا تعلق ہے، جو سسٹم ہمیں انگریز دے

گیا تھا ہم اسی کے مطابق کر رہے ہیں ۔ لیکن ہماری سر زمین اب یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ انہیں اپنے موجودہ ذخیروں سے نکل کر ، موجودہ جنگلات اور موجودہ اراضیات سے نکل کر اور اراضیات تلاش کرنی چاہئیں ، کیونکہ موجودہ اراضیات کی حالت بہتر ہوچکی ہے اور وہ میرے ملک اور میری قوم کے لیے رزق پیدا کر سکتی ہیں ۔ اب ان کو ان اراضیات کی طرف لوٹنا چاہیے جو غیر پیداواری ہیں ، جو اراضیات کچھ نہیں دے رہیں ۔ انہیں نہروں کی پٹڑیاں اور سڑکوں کے کنارے دیے گئے ہیں اور یہ محکمہ پہلے ہی سے ان کی دیکھ بھال کر رہا تھا ۔ جہاں جہاں جنگلات ہیں وہ وہیں موجود ہیں ۔ لیکن وہ اراضیات اب اس قابل ہوچکی ہیں کہ اناج پیدا کریں۔ اب انہیں پوٹھوہار کا رخ کرنا چاہیے جسے انگریز پہاڑیوں کی شکل میں چھوڑ گیا ہے ۔ وہاں پر جو چیز اگ سکتی ہو ، وہاں وہی اگانی چاہیے ۔ اس سے وہاں زمین اور بڑھے گی اور اگر بارش ہوگئی تو اس زمین سے بھی پیداوار ہو سکے گی ۔ اس کے علاوہ دریاؤں ، ندی نالوں کا مسئلہ ہے ۔ میرے علاقے واہنڈو وال اور دوسرے علاقوں میں چند نالے ایسے ہیں کہ اگر ان کے ارد گرد ذخیرے اگائے جائیں اور ان کے بندوں کو مضبوط کر کر دیا جائے تو اس سے زمین کا کٹاؤ گھٹ جائے گا اور ندی نالے اپنے دہانے اور اپنے مقام پر چلیں گے ۔

جناب والا ! ہمارے ملک کے اس خزانے کے ساتھ ساتھ ایک اور خزانہ بھی ہے ، وہ ہے طاقت اور قوت بازو کا خزانہ جس کو ہم نے کبھی بروئے کار لانے کی کوشش نہیں کی ۔ اگر اعداد و شمار کے مطابق دیکھا جائے تو ہمارے اوقات کار دنیا کے تمام ممالک سے کم نکلیں گے ۔ لہذا اگر ہم اپنے اوقات کار کو بڑھائیں اور خزانے کے ساتھ ساتھ اس انسانی طاقت کو بھی شامل کریں اور لوگوں کو بھی اعتماد میں لیں اور وہ ایجنسیاں جن پر یہاں تنقید کی گئی ہے ، مثال کے طور پر ٹھیکیدار وغیرہ ، ان کو اس فہرست سے نکال دیں تو حالات اچھے ہو سکتے ہیں ۔ جب بھی ہم کوئی پراجیکٹ شروع کریں تو علاقے کے لوگوں کو بھی اعتماد میں لیں علاقے کے لوگوں کی کمیٹیاں بنائیں تاکہ وہ رقوم ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکلیں تاکہ یہ جو درمیان میں ایجنسیاں ہیں اور یہ جو سڑا ہوا اور

راشن معاشرہ ہمیں وراثت میں ملا ہے ہم اس کا قلع قمع کر سکیں اور لوگوں کو اعتماد میں لے سکیں۔ اگر حکومت کی کوئی چیز پڑی ہوتی ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حرام کا مال ہے، جب یہ مال ان کے قبضے میں چلا جائے گا تو وہ خود اس کی حفاظت کریں گے۔ جیسا کہ میں نے ہیپٹ چیئرمین پیلز ورکس پروگرام کے لوگوں سے یہ کام لیا، میں نے وہاں سے یہ مہم شروع کی۔ اگر میرے پاس دس روپے ہیں اور آپ کے بازو کی طاقت کے خزانے سے مزید 15 روپے اس میں شامل کر دیں تو فلاں چیز بن سکتی ہے۔ پنجاب کا مضبوط کمان انشاء اللہ باہر نکلے گا اور ہمارے جتنے بھی منصوبے ہیں اور وہ جتنی رقم سے بن سکتے ہیں اتنی ہی رقم سے وہ دوگنا ہے اور تین گنا بنائیں گے۔

جناب والا! محکمہ انہار کے متعلق بھی کافی کچھ کہا گیا ہے۔ یہ بھی اس فرسودہ نظام کے تحت چل رہا ہے جو انگریز چھوڑ گیا ہے۔ باقی کی چوری اور پٹواریوں اور ضلع داروں کی لوٹ مار بدستور ہے اور ہم کوئی تجویز نہیں دے سکتے کہ اس کا قلع قمع اور معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔ آئیے، دیکھیں کہ یہ انہار کا نظام کب شروع ہوا تھا۔ جناب والا! ہمارے ملک میں آج سے پچاس ساٹھ ستر سال پہلے جو موگہ نکلا تھا اس کی چک بندی دو سو یا چار سو ایکڑ کی گئی تھی۔ اب اگر اس موگے کے ڈسچارج کا اس رقبے کے ساتھ موازنہ کر کے وقت نکالیں تو فی ایکڑ زیادہ سے زیادہ پندرہ پندرہ منٹ ملتے ہیں۔ اگر ایک آدمی کی 25 ایکڑ زمین ہے تو اس میں سے زیادہ سے زیادہ آٹھ دس ایکڑ زمین زیر کاشت آئے۔ کیوں نہ ہم اس موگہ کا ڈسچارج متعین کر دیں کہ ہر شخص اتنا پانی لے سکتا ہے جتنی اس کی زمین ہے اور اس سے اتنی قدر آبیانہ وصول کیا جائے۔ باقی پانی وہ اپنے ٹیوب ویل یا کسی دوسرے ذریعہ سے لگائے اس سے کچھ نہ لیا جائے۔ لیکن ہمارے محکمہ انہار والے کہتے ہیں کہ نہیں، اگر ٹیوب ویل کا پانی لگانا ہے تو اس کے لیے نئے کھال نکالیں۔

جناب والا! یہ پرانے زمانے کی باتیں ہیں، آج ہماری بڑھتی ہوئی آبادی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ہم ایک انچ زمین ایک منٹ کے لیے

بھی خالی چھوڑیں - ہم یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ نئے کھال نکالیں اور اتنی اراضی ضائع کریں - پھر یہ محکمہ اور اس کے جتنے بھی ضلع دار وغیرہ ہیں ان کی ضرورت نہ ہوگی - اگر یہ بات مقرر کر دی جائے کہ جتنی کسی کی اراضی سیراب ہوتی ہے اسے اتنا ہی پانی دیا جائے اور اس سے اتنا ہی آبیانہ لیا جائے اور اسی موجودہ کھال میں وہ اپنا باقی پانی لوپ ویل سے لگائے - اس طریقے سے ہم اتنی بڑی اسٹیبلشمنٹ ختم کر کے بچت بھی کر سکتے ہیں جو ہم کسی دوسری جگہ اپنے عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کر سکیں گے - جناب والا ! ان کا ایک نیا فارمولا ہے کہ اصل نہر سے کوئی اراضی سیراب نہیں ہو سکتی ، کوئی موگہ نہیں دیا جا سکتا - اب تو سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے کہ ایک دریا کو بند لگا کر بذریعہ mechanism اس کے پانی کے رخ کو موڑا جا سکتا ہے تو اس نہر میں سے پانی کیوں نہیں دیا جا سکتا ؟ خاص طور پر ضلع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں ، جو چاول پیدا کرنے والے علاقے ہیں کہیں بھی کسی بڑی نہر کے ارد گرد پانی نہیں دیا گیا اور وہاں اصل نہر کے ارد گرد تمام زمین بنجر پڑی ہے - ہمارا غریب ملک یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی زمین بنجر پڑی رہے - وہ نہایت ہی زرخیز زمین ہے محکمہ انہار کو چاہیے کہ اپنا اصول تبدیل کرے اور وہاں زیادہ سے زیادہ پانی مہیا کرے - وہ پرانے اصول اور پرانی باتیں ہیں - اس زمانہ ترقی کی طرف جا رہا ہے -

جناب والا ! اسی طرح پیپلز ورکس پروگرام کو رقم دی گئی - لیکن جس بنیاد پر اس پروگرام کو چلانا چاہیے تھا یا جو پروگرام بنایا گیا تھا اس کو چلنے نہ دیا گیا - اس وقت کچھ ایجنسیاں تھیں - یہ ان ایجنسیوں کا کام تھا جنہوں نے لوکل گورنمنٹ ایکٹ کے تحت ان کو وہ اختیارات منتقل نہ کیے تاکہ وہ اختیارات اسی بیوروکریسی کے پاس رہ سکیں ، کیونکہ یہ بیوروکریسی انگریز کی پیدا کردہ ہے - وہی اکیڈمی اور وہی پرانی باتیں - ان کے ذہنوں کو صاف کر کے بالکل نئی اکیڈمی قائم کرنی چاہیے یا انہیں باری باری اس ایوان میں آ کر پانچ پانچ دس دس منٹ کے لیے بیٹھنا چاہیے تاکہ انہیں پتہ چلے کہ عوام کے نمائندوں

کو کیا تکالیف ہیں - جب کبھی کوئی نمائندہ ان کے پاس جاتا ہے یا انہیں ملنا چاہتا ہے تو ان کے پاس وہی مخصوص الفاظ ہیں کہ صاحب میٹنگ میں ہیں - جناب والا ! عوامی نمائندہ ان کے پاس اپنے علاقے کے مسائل اور تکالیف لے کر جاتا ہے - لیکن یہ بیورو کریسی ابھی تک کالے اور گورے ، صاحب اور دوسرے لوگوں میں تمیز روا رکھتی ہے جس طرح انگریز نے رکھی تھی - ابھی تک یہ بیورو کریسی اس روش پر چل رہی ہے اور ابھی تک ان کے ذہنوں سے وہ بیورو کریسی نہیں نکلی - ان لوگوں کو اچھی مثالیں قائم کرنی چاہئیں تاکہ ان کے دلوں میں عوام کی محبت اور ان کی قدر و منزلت کا احساس ہو -

جناب والا ! محکمہ مویشیات اور حیوانات ہے - پچھلے پانچ سالوں سے دو سکیموں کے لیے میں ان کے سیکرٹری سے ملتا رہا - میٹنگیں ہوتی رہیں - بالآخر ان کے سیکرٹری صاحب نے اتفاق کیا - ان کے مختلف افسر مجھ سے دس دس روز ملاقاتیں کرتے رہے - لیکن آج سے تین روز قبل مجھے اس تمام پانچ سال کی کارروائی کے متعلق چٹھی پہنچائی گئی کہ فنانس سیکرٹری صاحب نے اتفاق نہیں کیا لہذا یہ سکیمیں نہیں چل سکتیں - یہ فارمز صرف تو فارمز ہیں - لیکن عوام کو ان کا فائدہ نہیں ہو سکتا - تو ان فارمز کو بند کر دینا چاہیے - میں نے ان سے اچھی نسل کے سانڈ مانگے - میں نے اچھی نسل کے heiferl کا مطالبہ کیا کہ میرے ضلع میں اچھی نسل کے سانڈ نہیں ، میرے ضلع میں اچھی نسل کی بھینسیں نہیں - جو اچھی دودھ دینے والی ہیں ، انہیں منتخب کیا جائے زمینداروں کو اچھے سانڈ سستے نرخوں پر دیے جائیں ، اچھے بیفرز دیے جائیں - لیکن بالکل انکار کر دیا گیا - اس سے پہلے انگریز کے دور میں ڈسٹرکٹ کونسل کا فرض ہوتا تھا کہ وہ تمام علاقے ، یا تمام گاؤں میں ایک سرکاری سانڈ چھوڑتے تھے - لیکن آج ہماری بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے دودھ کی ضرورت پوری نہیں ہو رہی - ہمیں اس کے لیے فنڈز کا انتظار نہیں کرنا چاہیے - ہمیں اپنے ذرائع سے کام نہیں لینا چاہیے - ہمیں ان کو chennalize کرنا چاہیے - یہ نہیں کہ اچھی breed کی جتنی نسل ہے ، وہ گھٹتی چلی جائے جیسا کہ

میرے ضلع میں ہو رہا ہے - اگر کسی کی بھینس heat میں آئی ہے تو اس کے لیے bull موجود نہیں - دس بیس روز پھرنے کے بعد وہ اس بیل کے پاس لے جائے گا جس کو اس وقت پنجالی سے نکالا ہو - تو اس bull کی سروس جنریشن کو deteriorate کرے گی - ہمیں اور ہماری حکومت کو اپنے لیول پر سوچنا چاہیے -

جناب والا ! ہماری دیہاتی آبادی 85 فی صد ہے -

Mr. Speaker : Please conclude now.

چودھری جمیل حسن خان منیج : ٹھیک ہے سر - 85 فی صد آبادی کے لیے ہسپتالوں کا معقول انتظام نہیں - میں وزیر صاحب سے درخواست کروں گا کہ جتنے بھی لڑکوں نے سائنس کے ساتھ دسویں جماعت پاس کی ہے ، انہیں ہسپتالوں میں رضاکارانہ طور پر ڈسپنسر کورس کرائیں - انہیں ایک ایک سال کی بجائے دو دو سال وہاں رکھیں - ٹریننگ کے بعد جتنی ضرورت ہو ، اس کے مطابق گورنمنٹ ڈیوٹی میں رکھیں اور باقی تمام دیہاتی علاقوں میں جائیں اور لوگوں کا علاج کریں - اس طرح وہ اپنی روزی بھی کما لیں گے -

جناب والا ! اب میں جناب کی وساطت سے اپنے علاقے کے چند مسائل پیش کرتا ہوں - ضلع گوجرانوالہ میں کامونکی ایک قصبہ ہے جو آبادی اور اہمیت کے لحاظ سے گوجرانوالہ سے دوسرے نمبر پر آتا ہے - اس آبادی میں دو ہائی سکول ہیں - لیکن اس کی اور ارد گرد کے دیہاتوں کی آبادی کو دیکھا جائے ، تو وہ ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب بنتی ہے - اس کے لیے کم از کم چار پانچ ہائی سکول ہونے چاہییں - کچھ آبادی نشیبی علاقے میں ہے - وہاں سیوریج کا کوئی انتظام نہیں - واٹر ورکس نہیں - نالیوں میں جو پانی گرتا ہے ، دستی پمپ سے وہی پانی فلٹر ہو کر واپس آ جاتا ہے - لوگ وہی پانی پیتے ہیں - میں درخواست کروں گا کہ وہاں پانی کی سکیم منظور کی جائے - سوئی گیس قریب سے گزرتی ہے - وہاں کالج انڈسٹری بے شمار ہے - اس کے لیے سوئی گیس کا کنکشن وہاں ضرور دینے دینا چاہیے - اس کے

علاوہ اتنی آبادی کے لیے وہاں کوئی ہسپتال نہیں وہاں لوگوں کی اتنی شدید ڈیمانڈ ہے کہ جب میں نے تھوڑا سا کہا کہ زمین نہیں ملتی تو لوگوں نے ڈیڑھ دو لاکھ فوراً اکٹھا کر دیا۔ زمین تو حاصل ہو چکی ہے۔ لیکن ہسپتال کے قیام کے لیے کچھ فنڈ نکالے جائیں اور ہسپتال شروع کروا دیا جائے۔ کالج کا وہاں ہونا ضروری ہے۔ اتنی بڑی آبادی کے لیے ایک کالج بھی دیا جائے۔

Mr. Speaker : Please take your seat now. Sardar Saghir Ahmad.

سردار صغیر احمد : بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سپیکر! بحیثیت رکن صوبائی اسمبلی یہ چھٹا بجٹ ہے جو میں اس ایوان میں دیکھ رہا ہوں۔ ایک سیاسی کارکن، وزٹرز گیلری کے رکن کی حیثیت سے میں نے اس صوبے کے بہت سے بجٹ دیکھے ہیں اس دروازے سے میں نے بڑے طمطراق سے ایسے اشخاص کو بھی آتے دیکھا ہے جن کے پاؤں تلے غریب سسکا کرتے تھے اور ان کے سانسوں کی آوازیں بڑی خوبی سے سنی جایا کرتی تھیں۔ پھر ایک ایسا دور آیا جس میں ایسا بھی دیکھا کہ ایک شخص مشرق سے ابھرنے والے سورج سے مانگ بھر رہا ہے اور امید کی کرن اس دروازے سے نمودار ہو رہی ہے۔ میں نے ایسا بھی دیکھا کہ ایک شخص کدال کے ساتھ اس ایوان میں داخل ہوتا ہے اور وہ اس قوم کو جرأت دلاتا ہے اور اس کے بعد اس وقت سے ترقی کا سلسلہ اس وقت سے جاری رہا۔ لیکن امسال میں دیکھ رہا ہوں کہ مبارک اور سلامت کی یلغار میں ہمارے وزیر خزانہ ایوان میں اس طرح داخل ہوئے ہیں جیسے کسی لٹیرے نے، لٹیروں کے کسی قافلے نے انہیں راستے میں دبوچ لیا ہو اور ان کے جسم پر پھٹے ہوئے کپڑوں کے نشان پائے جاتے ہیں۔

جناب والا! اس ایوان میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ گزشتہ ایام میں اس ملک میں جو طوفان بدتمیزی برپا ہوا ہے اس ملک کی معیشت کو نقصان پہنچا ہے بلکہ آپ تاریخ کو پیچھے لے جائیں قیام پاکستان کے بعد

سالمیت پاکستان کی تحریک ابھی مکمل نہیں ہوئی اور وہ دستور جاری ہے۔ وہی طاقتیں آج بھی اس تحریک کی مخالف ہیں۔ جو قیام پاکستان کے خلاف تھیں۔ وہ آج بھی پاکستان کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ اگر آپ اس کی تاریخ پر غور کریں تو اس وقت بھی وہی قوتیں وہی لوگ قائد اعظم محمد علی جناح کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ وہ نہ چاہتے تھے۔ کہ کسی صورت پاکستان معرض وجود میں آئے۔ قیام پاکستان کے بعد جب قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہوئے تو کچھ عرصے کے لیے انہیں بھی یکجا میسر آیا۔ کیوں؟ درحقیقت جو لوگ اس ملک کے اقتدار پر قابض رہے ہیں انہیں پاکستان کی تحریک سے، پاکستان کی سالمیت سے، پاکستان کے وجود سے حقیقی محبت نہ تھی۔ جناب والا! پاکستان ایک تحریک ہے۔ دنیا میں اسلام کی تحریک کا نام پاکستان کی تحریک ہے۔ جناب والا! محض ایک ملک کا نام پاکستان نہیں۔ ابھی تو پاکستان کو اپنی منزل پر پہنچنا ہے۔ لیکن جب بھی اس تحریک کو آگے لے جانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، قدرت کی طرف سے امداد آتی ہے۔ جب بھی ہمیں قیادت حاصل ہوتی ہے۔ قائد اعظم کی قیادت حاصل ہوئی۔ ہم نے اس پاکستان کی تحریک کو آگے لے جانے کی کوشش کی۔ دیر کے بعد ہمیں قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت نصیب ہوئی اور ہم اس قافلے کو رواں دواں منزل کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن دشمنوں کے ہمنوا ہیں جو اس کے خلاف ہیں آگ بھڑک رہی تھی اور انہوں نے اس قافلے کو تتر بتر کرنے کوشش کی۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ارض پاک میں بسنے والوں کی اکثریت دیہاتوں میں بستی ہے اور انہوں نے بے بہا قربانیاں دی ہیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کا خون دیا ہے اپنا خون دیا ہے جام شہادت نوش کیا ہے۔ اگر اب کسی تخریب پسند قوتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وہ پاکستان کو یا پاکستان کی تحریک کو ختم کر سکتی ہیں تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اور خاص طور پر دیہاتی لوگ اور پاکستان کے محب وطن شہری کونے کونے سے اس تخریبی سیاست کا اس طرح مقابلہ کریں گے۔

کہ آئندہ کے لیے کسی بھی تخریبی طاقت کو پاکستان کی طرف آنے کی جرأت نہ ہوگی ۔ (نعرہ تحسین) ۔ جناب والا ! قوموں کی زندگی میں سال ، دو سال ، چار سال پانچ سال معمولی عرصہ ہوا کرتے ہیں اس بات کا فکر نہیں کہ امسال معیشت تباہ ہوئی ہے ۔ ہم وہ بجٹ پیش نہیں کر سکتے جو عوامی امنگوں کا آئینہ دار ہو مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ ابھی تک تو ہم نے ان غریبوں کے ساتھ وہ وعدے پورے نہیں کیے جو 1970ء میں انتخابات کے وقت ہم ان کے ساتھ کرتے رہے ہیں ۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے دو چار سال کا عرصہ کوئی زیادہ عرصہ نہیں ۔ ہم نے پاکستان پیپلز پارٹی نے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک کی پالیسی کا رخ اس طرف کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم وہ تمام وعدے ، وہ تمام ضرورتیں جو ایک عام آدمی کے لیے پاکستان میں ضروری ہیں ۔ پوری کریں گے ۔ جناب والا ! سب سے پہلی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر آپ انسان کی عزت کو بحال نہیں کرتے اگر آپ آدمی کی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے ۔ اگر آپ انسانوں کے درمیان ایسی تمیز روا رکھتے ہیں کہ آدمی محض دولت کے بل بوتے پر باعزت ہو اور دوسرا آدمی جس کا کردار بلند ہو لیکن غربت کی بنا پر معاشرے میں کم درجہ رکھتا ہو ۔ یہ چیزیں اسلام کے بھی خلاف ہیں اور ہمارے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہیں ۔ اور سب سے پہلے اس پارٹی نے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں اس ملک کے عوام کی عزت نفس کو بحال کیا ہے ۔ آپ دیکھیں جس آدمی کو آپ غریب کہتے تھے جس آدمی کو آپ مزدور کہتے تھے جس آدمی کو آپ کمی کہتے تھے اللہ کے فضل و کرم سے اسے بھی آج ایک شعور حاصل ہو چکا ہے ۔ وہ بھی اس ملک کا باشندہ ہے ۔ اور اس کا بھی اس ملک میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا دوسروں کا ہے اور جو شعور پاکستان پیپلز پارٹی نے ، میں تو اسے پاکستان کی تحریک کہوں گا ۔ پاکستان کی تحریک نے جو شعور اس ملک کے عوام کو دیا ہے اس کی مثال اس ملک میں نہیں ملتی ۔ اگر ہم نے اسے یہ شعور دے دیا ہے اگر ہم نے اسے یہ احساس دے دیا ہے تو انشاء اللہ وہ اپنی منزل کو بھی پا لے گا ۔

جناب والا ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں ووٹ کے ذریعے انقلاب اپنی رفتار کے ساتھ نہیں آ سکتا اگر ہم نے انقلاب کسی اور طریقے سے لانا ہوتا تو آج پاکستان کا نقشہ کچھ اور ہوتا لیکن ہم نے اپنے مزاج اور پارٹی منشور میں اس بات کا عہد کیا ہوا ہے کہ ''اسلام ہمارا دین ہے اور جمہوریت ہماری سیاست ہے اور طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں'' اگر ہماری تاریخ پر غور کریں - باوجود اس کے کہ ہم نے انتخاب بہت اکثریت کے ساتھ جیتے ہیں - لیکن ہم نے دوبارہ اس سال انتخابات کروانے کا وعدہ اس لیے کیا ہے - کہ ہمارا یہ بنیادی نکتہ ہے کہ ''طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں'' جب بھی ہمیں کوئی عوام کی طرف لے جانا چاہے - ہم ہر وقت تیار ہیں - ایک سال میں ایک دفعہ نہیں ہم چار دفعہ عوام کے پاس جانے کے لیے تیار ہیں ، کیونکہ ہم عوام میں سے ہیں اور ہمارا رشتہ عوام سے ہے - اور ہم عوام سے گھبرائے نہیں - ہمیں امید ہے کہ اب بھی قائد عوام کی قیادت میں ان مخالفوں کو جو دھاندلی کا الزام دیتے تھے عبرت ناک شکست ہوگی -

جناب والا ! مجھے جناب وزیر خزانہ سے کچھ معروضات کرنی ہیں - انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ نئی سکیموں کے لیے بجٹ کی رقم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے رقم مختص نہیں کی گئی - ضمنی بجٹ پیش کرتے وقت بھی انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ بہت کم ردو بدل ہوا ہے - میں جانتا ہوں کہ ایک ترقی پذیر معاشرے میں بجٹ پاس ہونے کے بعد بھی اس میں کچھ نہ کچھ رد و بدل ہوتا ہے - لیکن اس اسمبلی میں اگر کوئی سکیم منظور ہو جاتی ہے تو اس میں ردو بدل نہیں ہو سکتا - رقم کا ردو بدل تو وزیر خزانہ کر سکتے ہیں - لیکن میں نے پہلی مرتبہ دیکھا ہے کہ ایسی سکیمیں جو اس ایوان میں منظور ہوتی ہیں جن کے لیے فنڈ مختص کر دیا جاتا ہے - دوسری بار بجٹ بننے پر وہ سالانہ ترقیاتی پروگرام سے غائب ہو جاتی ہیں - میرے خیال میں کسی حکومت کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس ایوان سے پاس شدہ کسی سکیم میں اپنی مرضی کے ساتھ ردو بدل کر سکے - وہ reappropriation کر سکتے ہیں

رقم میں تبدیلی کر سکتے ہیں اور اس کی منظوری ضمنی بجٹ کی صورت میں لینا ہوتی ہے۔ لیکن سکیم کو سرے سے ختم کر دینا میرے خیال میں حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں یا تو اس ایوان سے یہ سکیمیں منظور نہ ہوتیں یا وہ ترقیاتی بجٹ اے۔ ڈی پی میں منظور نہ ہوتا۔ جو سکیم اس سالانہ ترقیاتی پروگرام میں ایک دفعہ آ جائے ایوان کی منظوری کے بغیر اسے سالانہ ترقیاتی پروگرام سے خارج کرنا میری سمجھ سے بالا تر ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے سرگودھا کے پہلے دورے میں عوام کے شدید مطالبے کے پیش نظر یہ اعلان کیا تھا کہ طالب والا پر دریائے چناب پر پل بنایا جائے گا۔ مجھے ایک رکن کی حیثیت سے یہ معلوم ہے کہ اس پل کے لیے ایک سال ایک کروڑ روپے رکھے گئے اور دوسرے سال پچاس لاکھ روپے بھی میں جانتا ہوں کہ مشکل اور نا مساعد حالات اور سیلابوں کی بنا پر وہ رقم اس پل پر صرف نہیں ہو سکی۔ لیکن اس سال کے بجٹ سے یہ سکیم ہی غائب ہو گئی ہے۔ وہ سکیم اس ایوان سے منظور شدہ ہے۔ اس سکیم کے لیے رقم آپ اپنے حالات اور گنجائش کے مطابق رکھ دیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سکیم کو سالانہ ترقیاتی پروگرام سے خارج نہیں کر سکتے۔ تا وقتیکہ یہ ایوان اس بات کی اجازت نہ دے اس پیسے کو جو محدود ہے ہمارے وسائل جو محدود ہیں اگر ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مسٹر سپیکر: سردار صاحب! آپ کا استدلال یہ ہے کہ جتنی بھی سکیمیں پچھلے بجٹ میں موجود تھیں وہ تمام اس بجٹ میں ہونی چاہییں۔

سردار صغیر احمد: ہونی چاہییں۔ میرا استدلال یہ ہے کہ رقم تو وہ اپنی گنجائش کے مطابق دیں اور اگر اسے سالانہ ترقیاتی پروگرام سے خارج کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایوان کی منظوری حاصل کرنا لازمی ہے رقم کے لیے تو منظوری انہوں نے لی ہے۔ لیکن ان سکیموں کو اس بجٹ سے ختم کرنے کی منظوری اس ایوان سے نہیں لی

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! امید ہے کہ آپ اپنی بجٹ کی اختتامیہ تقریر میں اس بات کا جواب دیں گے ؟

وزیر خزانہ : جی ہاں ۔

سردار صغیر احمد : جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ہم سرمائے کا بہتر استعمال کریں تو اس سے زیادہ استفادہ حاصل ہو سکتا ہے ۔

جناب والا ! پچھلے سے پچھلے بجٹ میں چند ایک ایسی سڑکیں تھیں جو اس صوبے میں نئی شاہراہوں کا کام دے سکتی تھیں ۔ تین میل کا ایک حصہ دولوں والا سے دیراں والا تک جھنگ میں اور شاہ کوٹ سے بلالار والا روڈ تک تین میل اگر یہ چھ میل سڑک بن جاتی تو میانوالی بنوں سے لے کر لاہور تک ایک نیا روٹ مکمل ہو سکتا تھا ۔ باقی سڑک بنی ہوئی ہے ۔ صرف درمیان میں تین تین میل کے ٹکڑے ہیں جو بنے ہوئے نہ تھے ۔ ان کے لیے رقم رکھی گئی ۔ لیکن سالانہ ترقیاتی پروگرام سے سڑکیں بھی غائب ہو گئیں اور یہ ٹکڑے بھی مکمل نہیں ہو سکے اور لاہور کے لیے نعم البدل روٹ میانوالی تک لوگوں کو میسر نہیں آ سکتا ۔ کروڑوں روپے باقی سڑک جو صرف تین میل تھی اور اے ۔ ڈی ۔ پی میں شامل تھی ، بلانوالی سے بڑھنا تک اگر وہ بن جاتی تو ساہیوال ، جو سرگودھا ضلع میں واقع ہے ، چھانیاں شاہ اور اس علاقے کے لوگوں کو لاہور آنے کے لیے پچاس میل کی مسافت کم ہو جاتی تھی ۔ صرف تین میل کا ٹکڑا نہ بننے کی وجہ سے اس علاقے کی تمام سڑکیں جو بنی ہوئی ہیں بے کار پڑی ہوئی ہیں ۔ اس طرح ایک اور سڑک پچھلے سے پچھلے سال اے ۔ ڈی ۔ پی میں شامل تھی ، احمد نگر سے منڈ راجھا تک ۔

جناب والا ! آپ جانتے ہیں کہ طالب والا پر پل نہیں ۔ دریائے چناب کو کراس کرنے کے لیے وہاں پل کی سہولت حاصل نہیں ۔ تحصیل بھلوال اور سرگودھا کے ان علاقے کے لوگوں کو لاہور آنے کے لیے پہلے سرگودھا اور پھر چنیوٹ کے راستے لاہور آنا پڑتا ہے ۔ لیکن پل جس کے لیے بارہ یا تیرہ کروڑ روپے کا منصوبہ ہے اگر اسے جلد نہیں بنا سکتے تو دس بارہ

میل کی ایک سڑک بنا دیں ۔ اس طرح اس علاقے کے تمام لوگوں کو لاہور آنے کے لیے سہولت میسر آ سکتی ہے ۔ اس سڑک پر آپ نے بارہ لاکھ روپے خرچ بھی کئے پلیاں بھی بن گئیں ، مٹی بھی ڈالی ہوئی ہے جو ضائع ہو رہی ہے اور وہ بھی سالانہ ترقیاتی پروگرام سے خارج کر دی گئی ہے ۔ جناب والا ! یہ حقائق ہیں اور لوگ ان کو شکوک و شبہات کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ مثلاً جب یہ سڑکیں ترقیاتی پروگرام میں شامل ہونے کے باوجود نہ بنیں تو لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ پنجاب میں حکومت تبدیل ہو گئی ہے ، اس لیے سڑکیں نہیں بنیں ۔ میں نے وضاحت کی کہ نہیں ، ایسی بات نہیں ۔ فلڈ کی وجہ سے حکومت کے مالی وسائل میں کمی آ گئی ہے ۔ اس وقت تو میں نے اپنے عوام کو یہ جواب دے دیا تھا کہ فلڈ کی وجہ سے وسائل میں کمی آ گئی ہے ۔ لیکن اب جب کہ یہ سرے سے اے ۔ ڈی ۔ پی سے خارج کر دی گئی ہیں تو میں اب علاقے کے عوام کو کیا جواب دوں گا کہ اب اس کی وجہ کیا ہے ؟ آخر آپ انہیں کچھ تو رقم دیتے ۔ یہ سڑکیں جو پہلے سے منظور شدہ تھیں ، جن کے لیے رقم مختص کی گئی تھی ، ان کو آپ نے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل رکھنا تھا ہمارے لیے یہ بڑا مشکل کام ہے کہ عوام کو ہم اس کے لیے کیا وضاحت پیش کریں ۔

جناب والا ! ایک بات میں نہایت ادب سے کرنا چاہتا ہوں ۔ خاص طور پر اپنی پارٹی کے وزرا کرام سے کہ یا تو جلسہ عام میں کوئی وعدے کیا نہ کریں اور اگر کریں تو خدا کے لیے انہیں پورا کیا کریں ۔ کیونکہ وعدہ نہ کرنا اچھی بات ہے اور وعدہ کرکے پورا نہ کرنا بری بات ہے ۔ میں گواہ ہوں وفاقی وزیر تعلیم صاحب خود جانتے ہیں کہ انہوں نے ایک جلسہ عام میں یہ اعلان کیا تھا کہ بھاگٹاں والا کا کالج منظور ہے ۔ پندرہ دن کے اندر اندر پہلی گرانٹ آ جائے گی ۔ اس وعدے کو کئے ہوئے چار پانچ ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے ۔ میں نے ہر محکمے سے پوچھا ہے اور ہر محکمے کے دفتر میں گیا ہوں اور وہاں سے میں نے دریافت کیا ہے کہ ہمارا ایک کالج منظور ہوا ہے ؟ کیا اس کا کہیں وجود ہے کسی فائل میں کسی کاغذ میں ، کسی جگہ اس کا کوئی وجود ہے ؟ مگر مجھے پتا چلا ۔

کہ اس کالج کا کہیں کوئی وجود نہیں مجھے صوبائی حکومت سے بھی یہی پتا چلا ہے کہ اس کالج کا کوئی وجود نہیں ۔ اس سلسلے میں کوئی بھی گرانٹ صوبائی حکومت پنجاب کو مرکزی حکومت سے نہیں ملی ۔ حالانکہ اس اعلان کے وقت انہوں نے یہ وضاحت کی تھی کہ جناب چیف منسٹر سے بات ہو گئی ہے ۔ مرکز کی طرف سے امداد دی جائے گی ۔ کالج منظور ہے ۔ اسی طرح سے شیر شاہ تا مٹھہ والی کی سڑک جو اس علاقے کو سرگودھا سے قریب کر دیتی ہے اس کی منظوری کا بھی اعلان کر دیا گیا ۔ اس سڑک کے سلسلے میں جب میں نے ہائی وے ڈیپارٹمنٹ سے دریافت کیا کہ کیا اس سال کے بجٹ میں یہ سڑک شامل کی جا رہی ہے تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ایسی کوئی تحریک، ایسی کوئی تجویز ، ایسا کوئی ارادہ یا ایسے کوئی احکامات ہمارے پاس موجود نہیں ۔ یہ ہماری بدقسمتی ہوگی ۔ اگر ہمارے قول اور فعل میں تضاد رہا ۔ ہم جو کچھ کہتے رہے اگر وہ نہ کرتے رہے ۔

حافظ علی اسد اللہ : پوائنٹ آف آرڈر سر ۔ جناب والا ! فاضل ممبر صاحب یہ کہتے ہیں کہ جو وعدے پورے نہ ہو سکیں وہ نہیں کرنے چاہئیں ۔ میں جناب کی وساطت سے اپنے فاضل دوست سے دریافت کروں گا کہ اپنے دور میں انہوں نے کتنے وعدے کئے اور ان میں سے کتنے پورے کئے ؟

مسٹر سپیکر : یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔

سردار صفیر احمد : جناب والا ! میں یہ وضاحت کر دوں کہ میں نے ایک جلسہ عام میں ایک غلط وعدہ کر دیا تھا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے تمام کابینہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ کسی بھی شخص کو باہر جلسہ عام میں غلط وعدے کرنے کی کوئی اجازت نہیں ۔ میں نے جوش میں آ کر ایک جگہ غلط وعدہ کیا تھا جب یہ خبر اخبارات میں آئی تو اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے مجھے بلایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ آیا یہ بات آپ کے دائرہ اختیار میں ہے ؟

میں نے کہا نہیں یہ بات میرے دائرہ اختیار میں نہیں اور نہ ہی یہ کام میرے بس میں ہے ۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ اس دفعہ تو میں آپ کی بات کو نباہ دیتا ہوں لیکن آئندہ آپ کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ آپ اس طرح سے جلسہ عام میں غلط بات یا غلط وعدے کریں ۔ میں فاضل رکن کو تفصیل سے ان کے اعتراض کا جواب دے دیتا مگر چونکہ وقت قلیل ہے اس لیے میں تفصیلاً جواب نہیں دے سکتا ۔

جناب والا ! پانچ مرلہ سکیم کا ذکر ہوا ہے ۔ اس سکیم کو قانون کی صورت دینا ہماری وزارت کا ہی کام ہے اور اس پر عمل درآمد کرانا بھی ہمارا ہی کام تھا آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں ۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ کل سات لاکھ اور کچھ ہزار پلاٹ تھے ان میں سے چھ لاکھ پلاٹ میری وزارت کے دوران تقسیم ہوئے اور میں نے اس میں دن رات کام کیا ۔ اس کے بعد دو سال کے عرصے میں صرف ڈیڑھ لاکھ پلاٹ تقسیم ہوئے ۔ اس کے متعلق بھی لوگ شکایت کرتے ہیں کہ قبضہ نہیں ملا ۔ میں خود ستائی نہیں کر رہا اور نہ ہی میں خود ستائی کرنا چاہتا ہوں ۔ میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ وزرا کرام جلسہ عام میں جو بات کرتے ہیں ۔ جو بھی عوام سے وعدہ کرتے ہیں علاقے کے عوام کا جو بھی مطالبہ تسلیم کرتے ہیں تو وہ اتنے وقت کا ، اتنے عرصے کا یا اتنی مدت کا تعین کریں جس کے اندر اندر وہ پورا ہو سکے ۔ محض یہ کہہ دینا کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہ کام ہو جائے گا اور پھر پندرہ دن کے اندر یہ کام نہ ہو اس سے پارٹی اور قائد کے وقار میں فرق آتا ہے ۔

جناب والا ! جہاں تک ہمارے علاقے میں کالج کا تعلق ہے وہاں تیس تیس میل کے ایریا تک کوئی کالج نہیں اس علاقے کے ارد گرد کم از کم بیس پچیس ہائی سکول قائم ہیں اس لیے اس کالج کا قیام ناگزیر ہے ۔ وعدے کے مطابق اس سال کی سکیم میں اس کالج کو رکھا جائے ۔

جناب والا ! مٹھہ تا بھاگٹاں والا روڈ اتنی لمبی سڑک نہیں اس پر مٹی ڈالی ہوئی ہے ۔ پلیاں بھی بنی ہوئی ہیں ۔ آپ معمولی رقم کے ساتھ اس کی تکمیل کر

سکتے ہیں اس لیے تھوڑی بہت رقم دے دیں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ وعدہ پورا ہو گیا ہے۔

جناب والا! تحصیل سرگودھا میں ایک علاقہ شہر نشتر کے نام سے مشہور ہے اس علاقے کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے لوگوں کو سرگودھا جانے کے لیے پہلے تحصیل جھنگ سے گزرنا پڑتا ہے۔ پھر تمام تحصیل شاہ پور سے گذرنا پڑتا ہے اور پھر وہ کہیں جا کر سرگودھا پہنچنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ماسوائے ریل کی پٹڑی کے کوئی دیگر سڑک نہیں لہذا اس علاقے کو سڑک دیں۔ جناب والا! ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت یہ سڑک منظور شدہ ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت جتنی اتنی رقم سرکار کو میسر آتی ہے میرے خیال میں ایک صدی تک بھی وہ سڑک اس پروگرام کے تحت مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میری یہ استدعا ہے کہ یا تو اس علاقے کے لوگوں کے لئے وہاں تحصیل ہیڈ کوارٹر بنا دیں، یا کم از کم انہیں سڑک دیں تاکہ ساوا ضلع جھنگ اور تحصیل شاہ پور گذر کر انہیں سرگودھا نہ آنا پڑے۔

جناب والا! اس علاقے میں سلانوالی ایک بڑی منڈی ہے۔ یہ ایک بڑا قصبہ ہے اس علاقے کے لوگ سالہا سال سے کالج کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیکن آج تک حکومت کی طرف سے مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے یا کبھی بھی بنا پر ان کے مطالبات پر توجہ نہیں دی گئی۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس قصبے کو کالج دیا جائے۔ کیونکہ یہ سرگودھا سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں سے طلبہ کو روزانہ سرگودھا آنے میں دقت محسوس ہوتی ہے گرد و نواح میں دس بارہ ہائی سکول ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ میرے حلقہ نیابت میں 81 دیہات ہیں اور اس سارے حلقے میں لڑکوں کا کوئی ہائی سکول نہیں۔ میری استدعا ہے کہ خدا کے لیے اس سال ایک ہائی سکول اس علاقے میں قائم کریں۔ لڑکیوں کے بیس مڈل سکول اس علاقے میں ہیں۔ اور ایک زنانہ ہائی سکول قائم ہے وہ بھی بیس پچیس میل کے فاصلے پر ہے۔ لوگ سرگودھا میں بچیوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے ایک ہائی سکول کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ مجبوراً انہیں اپنی بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ منقطع

کرنا پڑتا ہے ۔ خدا کے لیے اس سال constituency میں لڑکیوں کے لیے ایک ہائی سکول کی provision رکھی جائے ۔ اس کی شدت سے ضرورت ہے ۔

جناب والا ! میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اگر میری معروضات پر وزیر خزانہ صاحب نے غور کیا اور انہیں شرف قبولیت بخشا تو انشاء اللہ تعالیٰ جب آئندہ ضمنی بجٹ آئے گا ، اور خدا کے فضل و کرم سے ، جیسا میں نے پہلے عرض کیا ہے ، پاکستان پیپلز پارٹی شاندار کامیابی سے اس ایوان میں آئے گی ، میں بڑے جوش کے ساتھ ان ضمنی بجٹوں کی حمایت کروں گا ۔

جناب والا ! اس علاقے میں ایک سڑک ہی ۔ ایف ۔ لائیاں سلانوالی روڈ چار پانچ سال سے زیر تکمیل ہے اور اس کا سارا فاصلہ دس بارہ میل ہے ۔ اس کو ہر سال اتنی معمولی رقم دی جاتی ہے کہ چار پانچ سال پہلے کی بنی ہوئی سڑک آج استعمال سے پہلے ٹوٹنے کو تیار ہو رہی ہے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے منصوبوں کو دس دس سال کے لیے رکوانا مناسب نہیں یہ اچھی بات ہے کہ اس دفعہ حکومت نے تمام جاری سکیموں کو رقم مہیا کی ہے اور نئی سکیمیں اس میں شامل نہیں کی گئیں ۔ لیکن میں یہ استدعا کروں گا کہ جو سکیمیں پہلے بجٹ میں منظور شدہ تھیں اور جو ایک دفعہ اے ۔ ڈی ۔ پی میں شامل ہو چکی تھیں اور جن کے لیے رقم مختص ہو چکی تھی ان کو بحال کیا جائے اور جس قدر بھی آپ ان کو امسال رقم دے سکتے ہیں ان کو ضرور دی جانی چاہیے ۔

جناب والا ! اس ایوان میں ذکر کیا گیا ہے کہ سرگودھا کو بہت رقم دی گئی ہے ۔ سرگودھا ایسا بد قسمت ڈویژن ہے جس کو اس کا حق نہیں ملتا ۔ یہ میں برملا کہتا ہوں کہ اس کو اس کا اپنا حق نہیں ملتا ۔ جناب والا ! سرگودھا ایک ایسی جگہ ہے جو نہ تو اناج پیدا کرنے میں اور نہ ہی اس ملک کی زرعی ضروریات کے لحاظ سے کسی سے پیچھے ہے ۔ بڑی بات یہ ہے کہ اس ملک کی سرحدی حفاظت میں بھی ہمارا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے ۔ ہم اس ملک کی ہر لحاظ سے خدمت کرتے ہیں ۔ لیکن سرگودھا کو اس کا حق نہیں دیا جاتا ۔

جناب والا ۔ ہر ڈویژن ہیڈ کوارٹر کا ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں پر میڈیکل کالجز اور یونیورسٹیاں موجود ہیں ۔ لیکن سرگودھا کو نظر انداز کیا جا رہا ہے ۔ سرگودھا مرکزی حیثیت رکھتا ہے ۔ وہاں کوئی میڈیکل کالج ، کوئی یونیورسٹی نہیں اور اس طرح سے وہ مراعات جو دوسرے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز کو حاصل ہیں ، سرگودھا کو حاصل نہیں ۔

جناب والا ! بہاولنگر کے میرے فاضل دوست نے یہ ذکر کیا ہے کہ سرگودھا کو تین کروڑ روپے دیے گئے ہیں ۔ جناب والا ! یہ اس سڑک کے لیے دیے گئے ہیں جسے آپ قومی سڑک کہہ سکتے ہیں ۔ جو لاہور سے میانوالی ، بنوں ، کوہاٹ اور پشاور تک جاتی ہے ۔ یہ رقم اس سڑک پر خرچ کی جا رہی ہے ۔ سرگودھا کی مقامی سڑکوں میں سے سوائے بھیرہ والی سڑک کے اور کسی سڑک کو کوئی رقم میسر نہیں آئی اور وہ بھی لاکھوں میں ہوگی ، کروڑوں میں نہیں ۔ وہ بھی معمولی سی رقم اس سڑک کو دی گئی ہے ۔ ضلع سرگودھا میں کسی بھی سڑک کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ہے ۔ اتفاق سے یہ سڑک لاہور سے میانوالی ، بنوں تک سرگودھا سے گزرتی ہے ، سرگودھا ڈویژن کا نام اس کتاب میں آگیا ہے اور یہ الزام ہم پر دیا گیا ہے کہ چونکہ وزیر صاحب ہمارے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے زیادہ رقم حاصل کی گئی ہے یہ قطعی بے بنیاد اور غلط بات ہے ۔ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ ضلع سرگودھا کو تمام اضلاع سے کم رقم دی گئی ہے ، کیونکہ اگر آپ نے ضلع سرگودھا کو کوئی رقم دینی ہے تو ہماری لوکل سڑکوں کو دیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ پھر تو ہم یہ بات مانیں گے کہ آپ نے سرگودھا کے لیے رقم دی ہے ۔ اگر آپ جی ۔ ٹی روڈ کو کوئی رقم دیتے ہیں تو یہ صرف گوجرانوالہ پر صرف نہیں ہوتی ، اکیلے گجرات یا جہلم پر صرف نہیں ہوتی ۔ یہ تو قومی سڑکیں ہیں اور سارے ملک کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں ۔ یہ تو تمام صوبے پر خرچ ہوتا ہے اور اس کا سرگودھا سے کوئی تعلق نہیں ۔ سرگودھا کی کمی پورا

کرنے کے لیے میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ خدا را سرگودھا کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہمیں ہمارا پورا حق دے دیا جائے۔ ہم زیادہ نہیں مانگتے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ تفصیلی گزارش تو میں بعد میں کروں گا۔ میں نے پارلیمانی پارٹی میٹنگ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ارکان کو بجٹ کے بارے میں کچھ بتایا تھا اور میں نے انہیں یہ کہا تھا کہ بجٹ میں ڈویلپمنٹ کے لیے جتنی رقوم ملتی ہیں وہ وفاقی حکومت دیتی ہے اور اس سال 206 کروڑ کے قریب رقم ملی ہے۔ وفاقی حکومت اس کے خرچ کے لیے قومی اقتصادی کونسل میں فیصلے کرتی ہے جس کے چیئرمین قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو ہیں۔ کس قسم کی سکیمیں ہوں گی اور کس قسم کی سکیمیں نہیں ہوں گی ؟ یہ فیصلہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو خود کرتے ہیں دوسرے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو سکیمیں خارج کی جائیں قانون اور قاعدے کے مطابق ان کو پروگرام میں شامل کیا جائے گا۔ میں یہ بات پہلے بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے اراکین کو بتا چکا ہوں تاکہ وہ تنقید کرتے ہوئے خیال رکھیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ بات رجسٹر نہیں ہوئی۔ تو میں اب اسمبلی میں کہہ رہا ہوں۔ حالانکہ یہ بات مجھے پارلیمانی پارٹی میٹنگ میں کہنی چاہیے تھی۔ لیکن چونکہ یہ رجسٹر نہیں ہوئی ، اس لیے میں اب یہ کہتا ہوں۔ شکریہ۔

مسٹر سپیکر : سید صدر الدین شاہ۔

سید صدرالدین شاہ : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب سپیکر ! اس ایوان میں حکمران پارٹی کے حضرات جب پرزور تقاریر کرتے ہیں تو ہم حزب اختلاف کے ممبر ڈر جاتے ہیں کہ ہماری قلیل تعداد ہے اور کہیں وہ غصے میں آ کر ہمارے اوپر حملہ نہ کر دیں۔

مسٹر سپیکر : شاہ صاحب ، آپ یقین رکھیں ، آپ بالکل محفوظ رہیں گے۔

سید صدرالدین شاہ : جناب والا ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہماری اس معاملے میں تسلی فرما دی ہے ۔ اب ہم اطمینان سے یہاں بیٹھا کریں گے ۔

جناب والا ! جو بجٹ جناب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں پیش کیا ہے ادبی لحاظ سے اس میں چاشنی ضرور موجود ہے مگر فی الحقیقت اس میں حقائق کے مطابق تلخی بھی موجود ہے ۔ کامرس کی زبان میں یہ بجٹ خسارے کا بجٹ ہے ۔ اس میں 15 کروڑ 88 لاکھ روپے کا خسارہ دلچسپ طریقے سے پورا کیا گیا ہے ۔ وزیر خزانہ صاحب نے یہ خسارہ 7 کروڑ 80 لاکھ روپے غیر ترقیاتی مصارف سے کم کرکے پورا کیا ہے اور باقی کمی کو پورا کرنے کے لیے 7 کروڑ 53 لاکھ روپے کے ٹیکس اور ڈیوٹیاں لگا دی ہیں تاکہ معاملہ برابر رہے ۔ خسارے کی وجہ ملازمین کی تنخواہیں اور پنشنوں میں اضافہ بتایا گیا ہے مگر ملک میں جب تک کمر توڑ مہنگائی موجود ہے اور جب تک معاشرتی ، معاشی اور طبی سہولتیں مہیا نہ کی جائیں ان تنخواہوں اور پنشنوں کے اضافے سے میرے خیال میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا ۔

جناب والا ! اس بجٹ میں ملک کے درپیش مسائل کو مد نظر نہیں رکھا گیا ، بلکہ کاغذات میں یہ پیشکش پوری کی گئی ہے اور میرے نظریے کے مطابق ہمیں اس ملک میں تین چیزیں مدنظر رکھنی چاہیے تھیں ۔ ایک بڑھتی ہوئی آبادی ، دوسرے خوراک میں قلت اور تیسرے بیکار نوجوان طبقہ جو ملازمتوں کے لیے پریشان ہے ، ان کی ملازمتوں کے لیے سوچ بچار ۔ جناب والا ! آج کا نوجوان آپ کو مایوس نظر آئے گا ۔ یہاں اسمبلی کے باہر جب ہم جاتے ہیں تو ہمارے حلقے کے پڑھے لکھے نوجوان یہاں موجود ہوتے ہیں جو ملازمتوں کے لیے پریشان حال پھر رہے ہیں ۔ اس بجٹ میں ان باتوں کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا ۔

جناب سپیکر ! اس بجٹ میں زراعت کو بھی پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے ۔ زراعت ہر ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور کئی ارکان اسمبلی یہاں یہ تسلیم بھی کر چکے ہیں مگر اس کے باوجود اس بجٹ میں اس کے

لیے کوئی اہم طریقہ سے نہیں سوچا گیا ۔ یہاں لاکھوں کروڑوں ایکڑ علاقے پانی کی وجہ سے غیر آباد ہیں ، اس کے لیے اس بجٹ میں کچھ نہیں تجویز کیا گیا ۔ زراعت سے متعلق 85 فی صد دیہی آبادی کے لیے اس بجٹ میں کوئی خاص سہولتیں پیدا نہیں کی گئیں ۔ ہسپتال بھی مہیا نہیں کئے گئے ۔ اگر کہیں موجود ہیں تو ان میں دوائیاں موجود نہیں ۔ لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ اس آبادی کے لیے خاص توجہ دی جائے اور اس بجٹ میں ان کے لیے کچھ نہ کچھ مہیا کیا جانا ضروری ہے ۔ جناب والا ! زراعت خدائی عطیہ ہے ۔ اگر اس کو نظر انداز کیا گیا تو ہم خوراک میں خود کفیل ہونے میں کامیاب نہیں ہوں گے ۔ صنعتوں میں بھی ترقی کا تصور پورا نہیں ہوگا ۔

جناب والا ! ملتان ڈویژن لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا ایک خطہ ہے ۔ اس کی مکمل آبادی 95 ہزار ہے اور کل رقبہ ایک کروڑ 58 ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے ۔ اس میں گندم ، گنا اور کپاس وغیرہ بخوبی پیدا ہوتے ہیں ۔ مگر یہ خطہ ابھی تک پسماندہ اور غریب ہے اس کی وجہ زراعت پر مبنی صنعتوں کی عدم موجودگی ہے ۔ ملتان میں کافی صنعتیں قائم ہو سکتی ہیں ، مثلاً کل بھی یہاں تقریر میں ایک فاضل ممبر نے فرمایا تھا کہ اب کپاس کی فصل اچھی طرح نہیں ہوتی ۔ اس کی بجائے کاشتکار اب تجویز کر رہے ہیں کہ گنا کاشت کیا جائے ، کیونکہ گنا صحیح طور پر کاشت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں گزارش کروں گا کہ ملتان میں شوگر مل قائم کی جائے ۔

جناب سپیکر ! ملتان میں پھل ، سبزیاں اور میوہ جات کثرت سے ہوتے ہیں ۔ مگر ان کی ایکسپورٹ کے لیے کوئی ادارہ نہیں ۔ ہم نہ اس سے کوئی زر مبادلہ کماتے ہیں ۔ نہ ہم اس سے کوئی خاص فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ ملتان میں جوس کا کوئی ایسا کارخانہ نہیں جس سے آم کی فصل کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے ۔

جناب والا ! ملتان میں اعلیٰ نسل کے جانور بھی ہیں مگر وہاں اینمل ہسبنڈری کا کوئی طالب علم نہیں اور نہ کوئی زرعی کالج وہاں موجود

ہے ۔ ملتان ڈویژن میں فن کاشی گری ، فن دستکاری اور فنون لطیفہ کے لیے بھی بجٹ میں کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ۔ ملتان یونیورسٹی جو اس خطے کی تیس سالہ کاوش کا نتیجہ ہے وہاں صرف 34 لاکھ روپیہ تعلیمی کاموں کے لیے رکھا گیا ہے ۔ یہ بالکل ایک محدود رقم ہے ۔ اس سے نہ لائبریری ، نہ لیبارٹری اور نہ کوئی ہوسٹل تعمیر ہو سکتا ہے ۔ اس کی بنیاد 1965ء میں رکھی گئی تھی ، مگر آج تک یہ مکمل نہیں ہو سکی ، بلکہ ثقافتی اعتبار سے ملتان تنزلی کی طرف جا رہا ہے ۔

جناب والا ! ملتان میں قدیم شہر کی چونگی نمبر 11 سے کچہری تک ملتان لاہور روڈ پر مکانات گرائے جا رہے ہیں ۔ یہ انتہائی ظلم اور لوگوں کے ساتھ بے انصافی ہے اس پر پوری توجہ دی جائے ۔ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو اس قسم کے مظالم ڈھانے سے روکا جائے ۔

جناب والا ! میں جناب کی توجہ اپنے علاقے کی طرف دلانا چاہتا ہوں شجاع آباد ایک تاریخی شہر ہے اور پسماندہ تحصیل ہے ۔ اس شہر کے بانی نواب شجاع خان کی قبر وہاں موجود ہے جس کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ محکمہ آثار قدیمہ کے ذریعے اس کی قبر اور مقبرہ کی تعمیر کروا کر خاندان مغلیہ کی یادگار قائم رکھی جائے ۔

جناب والا ! ہزاروں لاکھوں من گندم ملتان اور ضلع ملتان کے دوسرے سٹیشنوں پر ضائع ہو گئی ہے جس کے لیے آج تک کوئی ایکشن نہیں لیا گیا ، حالانکہ یہ ایک قومی نقصان ہے آئندہ کے لیے بھی کوئی ایسی تدابیر اختیار نہیں کی گئیں جس سے اس سال اس نقصان کو بچایا جا سکے ۔ اگر یہ گندم بچا کر غریبوں میں سستی تقسیم کی جاتی تو کتنا بڑا فائدہ ہوتا اور عام لوگ اس سے کتنا فائدہ اٹھاتے ۔

جناب والا ! شجاع آباد میں ایک گرلز ہائی سکول ہے ۔ اس میں نہ سائنس کا سامان ہے نہ کوئی سائنس پڑھانے والی استانی ہے ۔ بغیر سائنس کی تعلیم کے آج کل میں سمجھتا ہوں بڑی مشکل سے نوکری ملتی ہے لہذا سائنس کی لیبارٹری قائم کرائی جائے اور اس سکول میں سائنس پڑھانے کے لیے استانی بھی تعینات ہونی ضروری ہے ۔ ایک مڈل سکول شجاع آباد میں

ہے جو ڈسٹرکٹ کونسل کا سکول ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے ہائی سکول کا درجہ دے کر لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع بخشا جائے ۔

جناب والا ! حفاظتی بند کے متعلق میں نے اگلے دن متعلقہ وزیر صاحب سے عرض کی ہے کہ ایک حفاظتی بند جس کا نام دھونڈو بند ہے اس کے آگے آدھ میل کا ٹکڑا ہے اگر اسے نہ بنایا گیا تو فلڈ کے موقع پر کم از کم دس بارہ دیہات زیر آب آ جائیں گے وہ ایک زرخیز علاقہ ہے ۔ اس میں مکان اور فصلیں محفوظ نہیں رہتیں ۔ سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس بند کے آگے جو ٹکڑا ہے اس کو مکمل کروائیں تاکہ جلد از جلد لوگوں کو اس آفت سے بچایا جائے ۔

جناب والا ! وہاں ٹیلیفون ایکسچینج کی مشینری موجود ہے ۔ مگر اس کے لیے کسی صحیح جگہ کا تعین نہیں ہوا ۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں جگہ مہیا کرکے اس مشینری سے فائدہ اٹھایا جائے ۔ وہاں کھاد کی تقسیم غلط ہو رہی ہے ۔ مجھے اطلاع ملی ہے اور شجاع آباد کے لوگ یہاں آئے ہیں کہ کھاد جو آج کل کپاس کے لیے زرعی بنک سے مل رہی ہے وہاں چند آدمی اپنے عزیزوں اور دوستوں کو نوازنے کے لیے انہیں دلوا رہے ہیں اور ایک ایک آدمی تیس چالیس ہزار روپیہ کی کھاد لے کر جا رہا ہے ۔ بجائے اس کے کہ کاشت کار اس سے فائدہ اٹھائیں یہ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں جا رہی ہے اور اس کا غلط فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں ۔

سید صدر الدین شاہ : جناب والا ! ایک آخری واقعہ عرض کئے دیتا ہوں ۔ شجاع آباد میں چار ڈپو ہولڈرز ایک ہی وقت میں معطل کرائے گئے ہیں ، حالانکہ ان کا کوئی قصور نہیں ۔ وہ لوگ بھی شاید اسی شے زیر عتاب ہیں کہ ان کی بجائے اپنے عزیز و اقارب کو ڈپو دلانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ یہ بہت دھاندلی ہے ۔ اس میں واقعہ یہ ہے کہ 8 تاریخ کو ان کا معائنہ کیا گیا اور 13 تاریخ کو ان کو شوکاز نوٹس دیا گیا ، مگر جو حکم ان کی معطلی کا آیا ہے 7-6-77 کا حکم ہے ۔ کاغذات ان کے پاس

موجود ہیں میں جناب وزیر متعلقہ سے اس کے متعلق بعد میں مل کر گزارش کروں گا۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

الحاج چودھری محمد حیات (قصور-2) بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ الحمدللہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین علیٰ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔ من یومنا ھذا علیٰ یوم الدین ۔

جناب سپیکر! مجھ سے پہلے میرے فاضل دوست اراکین اسمبلی موجودہ پیش کردہ مالی بجٹ پر بڑی دھواں دھار تقاریر کر چکے ہیں ۔ میں اس معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گا اور مختصراً اپنی تجاویز متعلقہ وزرا صاحبان کی خدمت میں مودبانہ عرض کروں گا ۔

جناب والا ! سب سے پہلے میں وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنے بجٹ میں اس بات کا بار بار ذکر کیا ہے کہ 15 کروڑ روپیہ کا ٹیکس جو شراب اور جوئے کی کمائی سے وصول ہوتا تھا اس کا خسارہ ہوا ہے ۔ میں وزیر خزانہ صاحب جیسے ایک آدمی سے کم از کم جوئے اور شراب کی کمی سے خسارے کے الفاظ کی توقع نہ رکھتا تھا۔ انہیں بجائے خسارے کے یہ کہنا چاہئے تھا کہ جوئے اور شراب کے بند ہونے کی وجہ سے پاکستان میں انشاءاللہ رحمتوں کا نزول ہوگا ۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ حزب اختلاف اب بھی اخباروں میں بار بار یہ کہہ رہی ہے نظام مصطفیٰ ، نظام مصطفیٰ ۔ آپ کو یاد ہوگا میں نے پہلے بھی اس معزز ارکان اسمبلی کی موجودگی میں جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو سے عرض کی تھی کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں ؟ یہ لوگ کہتے ہیں ذوالفقار علی بھٹو استعفیٰ دے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں الیکشن کمشن کو توڑ دیا جائے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ الیکشن دوبارہ ہوں ۔ یہ تمام باتیں ہیں جو ہمارے عوام سنتے ہیں ۔ لیکن ان پر کوئی آدمی کسی قسم کی کوئی توجہ نہیں دیتا ۔ یہ لوگ نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں ۔ لوگ نعرے لگاتے ہوئے جلسے جلوسوں کی شکل میں نکل آتے ہیں ۔ یہاں تک کہ ہمارے جوشیلے نوجوانوں نے اپنے سینے تان کر گولیاں کھائیں

اور ہمارے علمائے کرام نے انہیں شہادت کا رتبہ دیا ۔ تو کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں ، جیسا کہ ایک معزز رکن نے ابھی ابھی کہا ہے ۔ کہ ہم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں ؟

مسٹر برکت علی غیور : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ کل آپ نے فرمایا تھا کہ وزرا صاحبان یہاں پر موجود رہیں گے ۔ لیکن حسب سابق یہاں صرف ڈاکٹر عبدالخالق صاحب تشریف فرما ہیں اور دوسرے محکموں کے وزرا صاحبان موجود نہیں ۔

مسٹر سپیکر : غیور صاحب ! میرا خیال ہے ، وزرا صاحبان سارا دن یہاں موجود رہے ہیں ۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اب صرف وزیر خزانہ صاحب تشریف فرما ہیں ۔ ابھی وہ آ رہے ہوں گے ۔ حاجی صاحب ، فرمائیے ۔

الحاج چودھری محمد حیات : جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک طرف تو حضور نبی کریم آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا اور ان کا خادم ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے ۔ تو ایسی کونسی بات انہیں مانع لگتی ہے ؟ کیا نظام مصطفیٰ ہماری پیپلز پارٹی کو Suit نہیں کرتا ؟ کیا نظام مصطفیٰ پاکستان کو suit نہیں کرتا ؟ کیا نظام مصطفیٰ ان نو منتخب معزز اراکین کو suit نہیں کرتا ؟ جب یہ ساری باتیں بغور دیکھی جائیں تو اس میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی کہ پیپلز پارٹی کا کوئی ممبر نظام مصطفیٰ سے منکر ہو ۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر اس میں اتنی تاخیر کیوں کی جا رہی ہے ؟ حالانکہ حزب اختلاف نے ابھی ابھی اپنے 32 نکات میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور وہ صرف عوام کو دوسرے راستے پر لے جانے اور اپنے استعمال میں لانے کے لئے نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں ، حالانکہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے پچھلے پانچ سالوں میں اسلام اور دین کی اتنی خدمت کی ہے کہ یہ لوگ پچھلے 25 سالوں میں کچھ نہیں کر سکے ۔ ان علمائے کرام کا اصل کام کیا تھا ؟ ان کا اصل کام یہ تھا کہ یہ

ہمارے بچوں کی نمازیں درست کراتے۔ قرآن پاک درست کراتے کہ آیا ہم صحیح تلاوت کرتے ہیں۔ ہمارے بچوں کو اچھی تعلیم دیتے۔ یہ اللہ کی کوتاہیوں کا ہی نتیجہ ہے جو آج یہ خود بھٹک رہے ہیں۔ جھوٹے نعرے اور جھوٹی باتیں کہہ کر عوام کو ورغلا رہے ہیں۔ میں یہ بات معزز ایوان کی وساطت سے دوبارہ عرض کرونگا کہ ابھی موقع ہے، اور اسمبلیاں ٹوٹنے میں ابھی کچھ دن باقی ہیں۔ نظام مصطفیٰ کے رائج کرنے میں کوئی ایسی بات رکاوٹ نہیں بن سکتی، کیونکہ ہمارا قرآن ایک ہے۔ ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں۔ ہمارے رب العزت ایک ہیں۔ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ اگر ان کے علمائے کرام نہیں آتے اور آپ کی کانفرنس میں شامل نہیں ہوتے۔ تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں اس معزز ایوان کی وساطت سے یہ تجویز کروں گا کہ آپ بیت اللہ شریف کے امام صاحب یعنی خانہ کعبہ کے امام صاحب کو تکلیف دیں کہ وہ یہاں تشریف لائیں اور چند روز میں نظام مصطفیٰ کو مکمل کریں اور اسمبلیاں ٹوٹنے سے پہلے اس کو قومی اسمبلی سے پاس کروا کر پاکستان میں نظام مصطفیٰ کو رائج کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں لمبی چوڑی سیاسی تقریر نہیں کروں گا۔ میں جناب وزیر خزانہ سے صرف یہ عرض کروں گا۔ جیسا کہ تمام حضرات کو علم ہے اور یہ واقعی حقیقت ہے کہ calculation کے مطابق ہماری آبادی کا تقریباً اسی فی صد حصہ دیہاتوں میں رہتا ہے اور اس معزز ایوان میں بھی زیادہ تعداد دیہاتی لوگوں کی ہے۔ لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کروڑوں روپیہ شہروں میں تو صرف کیا جاتا ہے، مگر دیہاتی علاقوں کے سلسلے میں بدستور آپ شکایات سن رہے ہیں کہ سڑکیں نہیں، دیہاتی سکولوں کا انتظام نہیں۔ پتہ نہیں ان لوگوں کو آپ کون سی سزا دینا چاہتے ہیں یا دے رہے ہیں۔ ان کے حقوق کو آپ جائز مقام نہیں دیتے۔ اس بجٹ میں بھی آپ نے لاہور کی کچی آبادیوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے لائل پور اور ملتان کے مکینوں کا ذکر کیا ہے، مگر اور کسی حلقے کو آپ نے اتنی بنیادی ترجیح نہیں دی۔

جناب والا ! میں قصور کی Constituency 112 سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس میں کم و بیش 150 گاؤں ہیں ۔ یہ 25 میل radius کا علاقہ ہے جو کہ تمام کچا ہے ۔ جناب والا ! یہ بات تو اس علاقے کی ہوتی ہے جہاں کوئی ترقیاتی یا غیر ترقیاتی کام ہوا ہو مگر اس حلقے میں پچھلے کئی سالوں سے کوئی سڑک ، کوئی ڈسپنسری یا کسی قسم کا کوئی کام نہیں ہوا ۔ تو میں تنقید کس پر کروں ؟ میں نکتہ چینی کس پر کروں؟ مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کہ میرے فاضل ممبر ، جو پہلے آزاد امیدوار تھے اور بعد میں انہوں نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی ، انہوں نے ماسوائے چند جیپوں ، کاروں اور اپنے عزیز و اقارب میں سے دو ڈی ایس پی کروانے کے اس علاقے کی کوئی خدمت نہیں کی ۔ میں اب آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ اگر اس علاقے کو پسماندہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہو گا ۔ پسماندہ کا لفظ تو صرف بہاول پور اور بہاول نگر والوں نے لے لیا ہوا ہے ۔ لہذا اس بات کا جائزہ لیں کہ لفظ پسماندہ کہاں سے آیا اور یہ کہاں suit کرتا ہے ۔ یہ کس جگہ مناسب ہے ۔ میں مودبانہ عرض کروں گا کہ قصور کا یہ حلقہ بالکل پسماندہ ہے جہاں اس وقت ان بیچاروں کا ہزاروں من اناج برباد اور خراب ہو چکا ہے ۔ صرف اس لئے کہ وہاں ذرائع آمد و رفت نہیں ۔ کوئی سڑک کا انتظام نہیں ۔ اگر بارش ہو جائے تو وہاں گلہ یا ریوڑ تو کیا ٹریکٹر بھی نہیں جا سکتا اور ان لوگوں کا اناج یونہی برباد ہو جاتا ہے ۔ اگر خدانخواستہ علاج معالجے کے لیے کسی مریض کو شہر میں لانا ہو تو وہ بیچارہ شہر میں ہسپتال تک یا ڈسپنسری تک پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ جاتا ہے ۔ اس لیے میں مؤدبانہ عرض کروں گا کہ یہ بھی ایک تشدد اور ظلم ہے کہ اس پسماندہ علاقے میں کوئی کام نہیں ہوا ۔ جہاں آپ نے دوسرے ترقیاتی منصوبے بنائے ہیں ، از راہ کرم اس علاقے کا بھی اس میں نام رکھا جائے تاکہ وہ علاقہ بھی کچھ بہتر ہو سکے ۔

جناب والا ! یہاں دو سو پرائمری سکول منظور شدہ ہیں جو کہ بند پڑے ہیں ، اس لئے کہ وہاں اساتذہ نہیں ۔ یہ سارے سکول طالبات کے لیے

ہیں - یعنی زنانہ سکول ہیں - یہ سکول عرصہ دراز سے چل رہے ہیں ، مجھے معلوم ہوا ہے اور ہمارے ایک معزز رکن جناب خواجہ جہانگیر صاحب نے بھی ذکر کیا تھا کہ ان سکولوں کی طرف توجہ دیں - مجھے ایک بات یاد آگئی - پتا نہیں ذہن سے نکل جائے ، اس لیے میں جناب وزیر خزانہ صاحب اور جناب وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دینی مدرسوں کو بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے ، حالانکہ ہمارا دین اسلام ہے - ہمیں قرآن پڑھنا چاہیے - ہمیں فقہ پڑھنی چاہیے - ہمیں حدیث کا مطالعہ کرنا چاہیے - ہمارے بچوں کے لئے دینی تعلیم اور قرآن پاک کی تعلیم ایک ضروری مضمون کی حیثیت سے ہونی چاہیے جیسا کہ ہمارے منشور میں بھی یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیم کو ہم ضروری قرار دیں گے - مگر اس بجٹ میں ایسی کوئی بات نہیں - میں آپ سے مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ ان دینی مدارس کو بھی سکولوں اور کالجوں میں مدغم کیا جائے - انہیں احساس کمتری ہے کہ ان کے مدرسے صرف زکوٰۃ اور خیرات پر چلتے ہیں - پاکستان میں ، اس اسلامی ملک میں یہ بات بالکل نہیں ہونی چاہیے - یہ میری تجویز ہے ، ازراہ کرم اسے مناسب جگہ دیں -

جناب والا ! اس کے علاوہ میں اپنے حلقے کی بات کر رہا تھا کہ وہاں ایک گاؤں کے قریب ایک چھوٹا سا نالہ چلتا ہے - گاؤں کا نام ہے نول اتاڑ اور پل اتاڑ کوٹ رادھا کشن اور کھڈیاں کو ملاتا ہے - پل نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کئی اموات واقع ہو چکی ہیں - اگر وہ لوگ یہاں سے گزر کر نہ جائیں تو انہیں 15 میل سے زیادہ کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے - میری گذارش یہ ہے کہ اس پل کو جلد از جلد تعمیر کرایا جائے تاکہ اس علاقے کے لوگ سکھ کا سانس لے سکیں ، کیونکہ اس پل کے نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کئی اموات ہو چکی ہیں - پانچ چھ سال قبل موضع جوڑا میں ایک ہسپتال 32 لاکھ روپے کی لاگت سے بنا تھا - لیکن آج تک اس میں نہ کوئی ڈاکٹر ہے نہ کوئی ڈسپنسر اور حالات نا قابل بیان ہیں - میں وزیر متعلقہ سے عرض کروں گا کہ اس کے متعلق مناسب اور فوری انتظام فرمائیں اور

وہاں پر ڈاکٹر ، ڈسپنسر اور دوسرے سٹاف کا جلد از جلد انتظام فرمایا جائے۔ پانچ مرلہ سکیم کے بارے میں قائد عوام نے فرمایا ہے کہ اس پر فوری عمل ہونا چاہئے ۔ تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ یہ زمین لوگوں کو مل گئی ہے ۔ میں مودبانہ التماس کروں گا کہ یہ بات کاغذوں میں ہے ۔ میں نے اپنے حلقے کا دورہ کیا تھا ۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں نے اتنا کام الیکشن کے زمانے میں نہ کیا تھا ، جتنا اب کرنا پڑ رہا ہے ۔ جب میں گاؤں میں گیا اور معلوم کیا تو پتا چلا کہ کسی قسم کا کوئی پلاٹ لوگوں کو نہیں دیا گیا ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ الاٹمنٹیں کاغذوں میں کر دی گئی ہوں ۔ لیکن میں نے عملی طور پر کوئی کام نہیں دیکھا ۔ یا وہ سکیم کسی پٹواری کی یا کاغذوں کی نذر ہو گئی ہو گی ۔ یا ڈی ۔ سی صاحب کی اپیل میں up set ہوگئی ہو گی یا کوئی زمیندار چاہتا ہوگا یا lame excuses بناتے ہیں ۔ لیکن عملی طور پر 5 مرلہ سکیم پر کوئی کام نہیں ہوا ۔ میں اپنے حلقے کے متعلق وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں ابھی یہ شروع ہی نہیں ہوا ۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ہم ضرور کریں گے ، اس لیے میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ متعلقہ وزیر صاحب حکام کو حکم دیں کہ اس سکیم پر عمل کریں ۔ کیونکہ یہ ان کی جیب سے نہیں جائے گی ۔ اگر کوئی جگہ حاصل کی جاتی ہے تو اس کا معاوضہ دیا جاتا ہے ۔ اگر کوئی حکومت کی زمین لی جائے تب بھی اس 5 مرلہ سکیم پر عمل ہو سکتا ہے ۔ اس ضمن جو درخواستیں انہیں وصول ہوئی ہیں ، وہ ان کو جلد از جلد Dispose of کریں ۔

جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی توجہ ایسے طبقے کی طرف مبذول کراؤں گا ، جس کے منہ میں زبان نہیں اور بجٹ میں خسارا بھی انہوں نے کسی حد تک اس طبقے سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس طبقے کی خدمات گنوائی جائیں تو وہ ان گنت ہیں ۔ جنگ یا امن کے زمانے میں ٹرانسپورٹروں نے قوم کی بہت خدمت کی ہے ۔ اب بھی وہ عوام اور حکومت کی خدمت کر رہے ہیں ۔ انہوں نے اس ضمن میں 65 روپے کی ایک حقیر سی رقم کا ذکر کیا ہے ۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ انہوں نے یہ رقم

کہاں سے لی ہے ۔ حالانکہ اس کی شرح یوں ہے کہ 52 نشستوں والی بس کے لیے 1326 روپے کا ٹیکس بڑھ کر 1618 روپے ہو جائے گا۔ اور سالانہ ٹیکس 5304 روپے سے بڑھ کر 6603 روپے ہو جائے گا ۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ پچھلے دو سالوں میں کوئی کرایہ نہیں بڑھا اب ایک گاڑی ایک لاکھ 22 ہزار سے لے کر ایک لاکھ 41 ہزار روپے اور دوسری ایک لاکھ 20 ہزار سے ایک لاکھ 45 ہزار روپے میں ملتی ہے ۔ اگر بلیک میں لی جائے تو ایک لاکھ 75 ہزار روپے کی ملتی ہے ۔ باڈی جو پہلے 30 ہزار روپے میں بنتی تھی اب 60 ہزار روپے میں بنتی ہے ۔ پچھلے سال ڈیوٹی 25 فی صد بڑھائی گئی تھی اس سال 20 فی صد بڑھا دی گئی ہے ۔ ٹائروں کی قیمت میں 25 فی صد اضافہ ہوا ہے ۔ اسی طرح ڈیزل کی قیمتیں دو سال میں دو دفعہ ایک روپیہ فی گیلن بڑھی ہیں ۔ راوی کا پل جس کی قیمت ، بلکہ سود بھی وصول ہو چکا ہے اب بھی ہر بس سے 2 روپے سے 13/12 روپے لے لیتے ہیں ۔ اس قسم کی بھی زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں ۔ جرمانوں کی سزا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی قتل بھی کر دے تو اسے بھی صفائی کا موقع ملتا ہے اور اس کی بھی اتنی سزا نہیں لیکن بسوں والوں کو معمولی سے جرم پر بھی کسی صفائی کا موقع نہیں دیا جاتا ۔ میں مودبانہ عرض کروں کہ وزیر خزانہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں ۔

مسٹر سپیکر : بیگم منور حسین سید ۔

بیگم منور حسین سید : جناب سپیکر کسی فلاحی مملکت کے لیے بجٹ تیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ عوام کی بھلائی کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جن کا حکومت کے ریونیو پر بہت برا اثر پڑتا ہے ۔ جب آمدنی کم ہو خرچ بھی بڑھ جاتے ہیں ۔ لیکن ان حالات میں ڈاکٹر خالق صاحب نے جو سالانہ بجٹ تیار کیا ہے وہ قائد عوام کے ان فیصلوں کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے جو انہوں نے عوام کی بھلائی کے لیے کئے تھے ۔ جیسے مالیہ کی معافی ، نائٹ کلبز پر پابندی اور شراب جوا کو بند کرنا ۔ پچھلے دنوں ملک میں جو حالات تھے وہ آپ کے سامنے ہیں ۔ انہوں نے بجٹ

میں 13 کروڑ روپے کا خسارہ بتایا ہے جو ٹیکسوں کے ذریعے پورا کیا جائے گا ۔ یہ ان کی محنت اور دانائی کا ثبوت ہے جس پر میں انہیں مبارکباد پیش کرتی ہوں ۔ ان حالات میں میں اپنے حلقے کے مطالبات پیش کرنا مناسب نہیں سمجھتی ۔ لیکن میں ان کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں ۔

رحیم یار خان ایسا ضلع ہے جس کے دیہات اور جس کی آبادی دن بدن بڑھ رہی ہے ۔ وہاں جو پلاٹ بنائے گئے ہیں وہ بالکل بے ڈھنگ ہیں ۔ ان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ورکروں کی آبادی زیادہ ہے ۔ جب میں وہاں دورے پر جاتی ہوں تو ان لوگوں کا سڑکوں کی صفائی اور پانی کے نقائص کے بندوبست کا مطالبہ ہوتا ہے ۔ میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ ان علاقوں کے لیے کوئی سکیم بنائی جائے تاکہ ان لوگوں کو اس جگہ سے نجات ملے ۔ خان بیلا ، جنگ پور ، تحصیل لیاقت پور ، کنگن پور ، تحصیل صادق آباد ، کوٹ کہادا اور تحصیل رحیم یار خان کے ساتھ ابوالحسن کالونی ، حبیب کالونی اور بندو و موری مہم کی زد میں آگئیں ہیں ۔ دیواروں سے پانچ فٹ پانچ فٹ پانی ٹکرا رہا ہے ۔ کافی مکان گر چکے ہیں ۔ باقیوں کے گرنے کا امکان ہے ۔ وہاں بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے ورکرز موجود ہیں ۔ اس لیے ٹیوب ویل لگانے کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ اپنا بچاؤ کرسکیں ۔ وہاں لڑکیوں کے لیے ڈگری کالج نہیں اور پانچ چھ سو لڑکیاں ہیں جن میں زیادہ تر تعداد غریب لڑکیوں کی ہے جو تانگہ وغیرہ سے نہیں آ سکتیں وہاں کسی بس یا ویگن وغیرہ کا انتظام کیا جائے ۔ دوسرے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں غربت کا انسداد کرنے کے لیے بیوہ ، یتیموں اور غریبوں کے لیے انڈسٹریل سکولوں کا اجرا کیا جائے تاکہ ان کو مدد مل سکے ۔ وہاں انڈسٹریل ہوم میں ٹوکریاں ، گڑیاں اور دیگر چیزیں بنوانے کا انتظام کیا جائے ۔ اور دکانیں کھولی جائیں تاکہ وہ مال ان دکانوں پر فروخت ہو سکے اور انہیں بھی اس طرح معاوضہ ملتا رہے گا ۔ میری یہ التماس ہے کہ صادق آباد میں لڑکیوں کا ایک کالج کھولا جائے تاکہ یہ کمی پوری کی جا سکے ۔ ان لوگوں نے الیکشن میں بہت کام کیا تھا اور آئندہ الیکشن نزدیک آ رہے ہیں ۔ میری

یہ دعا ہے کہ ہمارا قائد دوبارہ آئے اور پیپلز پارٹی دوبارہ الیکشن جیتے۔ آمین، ثم آمین۔

مسٹر سپیکر : کامریڈ ملک بشیر احمد۔

کامریڈ ملک بشیر احمد : جناب سپیکر صاحب، ملک میں ہر طبقے اور ہر شعبے کے لوگوں نے اپنے ماحول، اپنے مفادات اور اپنی ضروریات کے پیش نظر اپنی رائے قائم کی ہے۔ اگر کوئی صنعتکار ہے یا کوئی سرمایہ دار ہے تو وہ یہ دیکھے گا اسے اس میں کتنی مراعات دی گئی ہیں، کتنی ٹیکس میں چھوٹ دی گئی ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی سیاستدان ہے یا اگر کوئی صاحب اقتدار طبقے سے تعلق رکھتا ہے تو وہ یہ دیکھے گا کہ بجٹ میں پارٹی کے منشور کے مطابق اس کے حلقہ، تحصیل یا علاقے یا ضلع کے متعلق کیا مراعات دی گئی ہیں۔ اسی طرح سے ایک اور طبقہ ہے جو صوبہ پنجاب کے دیہات میں رہتا ہے اور جس کی تعداد 85 فی صد ہے۔ یہ غریبوں، مزدوروں، کاشتکاروں اور کسانوں پر مشتمل ہے۔ ان کے اپنے خیالات ہیں، وہ اپنے نظریات سے سوچتے ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس پر قیام پاکستان سے لے کر اب تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس کی خوش حالی بدحالی، بدتری میں چلی گئی اور اس کے متعلق قطعاً نہ سوچا گیا، اور اگر سوچا بھی گیا تو عملی طور پر کچھ نہ کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود اب اس طبقہ کے لیے سوچا بھی گیا ہے اور کچھ کیا بھی گیا ہے۔ اس لیے میں اس طبقے کی طرف سے جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بعض ممبران نے تو یہ بھی فرمایا کہ یہ خواص کا بجٹ ہے، عوام کا نہیں۔ وہ شہروں میں آباد انسانوں اور صوبے میں دوبھری جگہوں پر رہنے والوں کے درمیان تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ شہروں میں جو خرچ کیا جا رہا ہے وہ دیہات کے خرچ سے لے کر کیا جا رہا ہے۔ حضور! اگر لاہور ایک خوبصورت صنعتی شہر بن جائے گا یا لائلپور، جھنگ، سرگودھا، غرضیکہ بڑے بڑے شہر اگر خوبصورت اور دیدہ زیب بن جائیں گے تو اس پر دیہات کے لوگوں کی عزت اور وقار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ٹیمز جس کے کنارے پارلیمنٹ کی عمارت

[illegible] ۔ اسی طرح اگر مورخ دریائے راوی کو لیکوئیڈ ہسٹری لکھ دیں جس کے کنارے یہ خوبصورت شہر آباد ہے اور یہ پارلیمنٹ ہے تو اس میں دیہاتیوں کے وقار پر کون سا دھبہ پڑے گا؟ مورخ توایتھنز ، بابل ، نینوا ، مصر ، دمشق ، دجلہ و فرات کو اچھے الفاظ اور اچھے کاموں سے یاد کرتے ہیں ۔ اگر ہمارا شہر بھی خوبصورت بن جائے تو اس میں دیہاتیوں کے لیے کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہیے ۔ حضور والا ! یہ درست ہے کہ بے روزگاری ، افراط زر اور مہنگائی ہے مگر یہ سب عارضی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا تھا ۔

حدی خوان تیز تر می خواں
چوں محمل را گراں بینی

لیکن میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ حدی خوان کہاں ہیں ، محمل کہاں گیا ، قافلہ کس نے لوٹا اور کیوں لوٹا گیا؟ حضور! قافلہ سالار تو اس وقت کسی عربستان میں کسی فرماں روا کے پاس بیٹھا ہوا کہہ رہا ہوگا کہ جناب والا ! میرے کارواں کے قافلے میں لوگوں کو کیا ہو گیا ؟ کیا وجہ ہے کہ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا ہے ؟ میرے قافلے کو کیوں لوٹا گیا ؟ غلط لوٹا گیا ۔ وہ تو یہ کہہ رہے ہوں گے ۔ محمل کا پتا نہیں ۔ کارواں اس سے پہلے بھی لوٹا گیا تھا ۔ لوٹنے والوں نے کارواں میں سے ایک بچے سے پوچھا تھا ، تمہارے پاس کیا ہے؟ بچے نے کہا تھا کہ 40 دینار ہیں ۔ تو وہ ڈاکو ، لٹیرا ، کارواں کو لوٹنے والا اپنے ڈاکوؤں سمیت شیخ عبدالقادر جیلانی کے دست پر بیعت کر لیتا ہے ۔ اس وقت بھی ڈاکوؤں نے کارواں کو لوٹا اور پوچھا کہ یہ کس کا کارواں ہے اور کہاں جا رہا ہے ؟ یہ عوامی طرز کا کارواں ہے ۔ یہ قافلہ سالار کون ہے؟ قافلہ سالار نے کہا میں ہوں ۔ کہاں لے جا رہے ہو ؟ منزل کی طرف لے جا رہا ہوں ۔ لیکن وہ ڈاکو اس کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں ۔ وہ چودہ سو سال پہلے کی بات تھی اور یہ اب کی بات ہے ۔

جناب والا! وزیر خزانہ صاحب کے ہاتھ میں بجٹ ایسے ہے جیسے بڑھیا، جو یوسفؑ کو خریدنے کے لیے سوت کے چند دھاگے لے کر مصر کے نیلام گھر میں گئی تھی۔ اس کو یہ علم نہ تھا کہ جہاں وہ موجود ہے وہاں عزیز مصر بھی اس غلام کا خریدار ہے۔ جہاں میں اس بڑھیا کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، وہاں ڈاکٹر صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسے نا مساعد حالات میں یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ اب بھی جس طرح حالات نا مساعد ہیں اس سے پہلے بھی ملک کے حالات نامساعد تھے۔ پنجاب جیسے اس ملک کا حصہ ہے اسی طرح جسم کا ایک حصہ پہلے علیحدہ ہوا تھا۔ اس وقت کسی کو فالج ہو سکتا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کراچی گیا تو میرا خیال تھا کہ جا کر بابا کے مزار پر سلامی دوں۔ تو میں نے محافظ سے کہا کہ مجھے مرقد میں جانے دو۔ اس نے کہا وہ تو بند ہو گیا۔ میں نے کہا کب سے؟ اس نے کہا جب سے مشرقی پاکستان الگ ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا مشرقی پاکستان الگ ہو گیا ہے؟ کب سے؟ اس نے کہا، آپ کو علم نہیں آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا پاکستان میں۔ اس نے کہا کہ مشرق پاکستان تو علیحدہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کب سے بابا کے مزار پر محافظ ہیں؟ اس نے کہا کہ مدت سے، جب سے یہ مزار بنا ہے۔ تو میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ جب مشرق پاکستان الگ ہوا تھا تو کیا اس مرقد سے رونے چیخنے کی آواز بلند ہوئی تھی؟ کیا تم نے سنی تھی کہ یہاں سے بلبلانے کی آواز اٹھی ہو۔ اس نے کہا کیا مردے بھی بولتے ہیں؟ میں نے کہا کہ کیا تم نے حافظ سعدی شیرازی کی وہ حکایت نہیں سنی کہ ایک امیر نے یہ کہا کہ میں نے محمود غزنوی کو خواب میں دیکھا کہ اس کا تمام جسم تو ہڈیاں بن چکا ہے لیکن اس کی آنکھیں ابھی تک ویسی ہی کھلی اور روشن ہیں۔ اس نے کسی عقل مند سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے تو اس نے کہا کہ چشمش نگران است، ملک بدگران است۔ اس کی آنکھیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ اس کا ملک کسی اور کے قبضے میں ہے۔ تو جناب والا! ایسے نامساعد حالات پہلے بھی تھے اور نا مساعد حالات

اب بھی ہیں ۔ پتہ نہیں ان نامساعد حالات کا تانتا کب ٹوٹے گا ۔ بہر حال ہماری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان نا مساعد حالات کا تانتا ٹوٹے تا کہ جتنے بھی غریب اور محنت کش ہیں وہ بھی سکھ کا سانس لے سکیں ۔

حضور والا ! میں یہ گذارش کروں گا کہ مجھے اپنے علاقے کے چند مسائل پیش کرنے کی اجازت دی جائے ۔ مجھے کسی نے پوچھا کہ آپ کا علاقہ کون سا ہے ؟ میں نے کہا پل صراط ۔ کہا پل صراط ؟ میں نے کہا جی ہاں ۔ جس علاقے سے میں آیا ہوں اس علاقے سے جو کوئی بھی ایم پی اے ہوا ہے وہ زیادہ دیر تک ایم پی اے نہ رہا کیونکہ یا تو وہ چیف منسٹر بن جاتا ہے یا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن جاتا ہے ۔ بہر کیف وہ زیادہ دیر تک ایم پی اے نہ رہا ۔ وہ گورنر بن جاتا ہے ۔ تاہم میرے علاقے کے چند مسائل ہیں اور میں جناب والا کی وساطت سے وہ مسائل وزرا حضرات کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ اگر وہ کرم نوازی فرما سکیں ۔ گذارش یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں ہر یونین کونسل میں ہیلتھ سنٹر ہونا ضروری ہے ۔ سنانواں لنگر سرائے سڑک بنی ہوئی ہے اور اس میں چند میل بننے باقی ہیں ۔ اگر وہ بن جائیں تو بڑی اچھی بات ہے ۔ اسی طرح کوٹ ادو تا شاہ نور طلائی سڑک بھی بنائی جائے ۔ چوک منڈا تا کوٹ ادو سڑک بھی ضروری ہے کیونکہ وہاں شوگر مل کے قیام کے وعدے کیے گئے ہیں ۔ لیکن شوگر مل بجٹ میں کہیں نظر نہیں آتی ، بلکہ ایک ٹیڈی پیسہ بھی میرے علاقے کے لیے نہیں رکھا گیا ۔ تاہم میں وزیر خزانہ سے یہ ضرور کہوں گا کہ انہوں نے کم ترقی یافتہ لوگوں پر کم ٹیکس لگائے ہیں ، اس لیے میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں ، حالانکہ میرے علاقے کے لیے ایک ٹیڈی پیسہ بھی نہیں رکھا گیا ۔ وہاں نہری پانی کی کمی ہے کیونکہ ہمارا علاقہ نہر کی tail پر واقع ہے ۔ تو پانی کے وسائل زیادہ ہونے چاہئیں ۔ کوٹ ادو T.P Link علاقے میں سیم ہے ۔ اس کو ختم کرنے کے لیے ٹیوب ویل سکیم ہونی چاہیے یا in lets بنائی جائیں ۔ پی لنک کو چناب تک پختہ کر دینا چاہیے ۔ اور اس پر ایک پل بند چاہیے ۔ ایک دوسرا اور

متبادل پل ہمارے لیے ہونا چاہیے - ہمارے علاقے میں بی - ٹی - سی کی بجائے فیلڈ اسسٹنٹ کی کلاس ہونی چاہیے - ہمارے علاقے میں گرلز کالج بھی ہونا چاہیے - حالانکہ یہ سارے وعدے ہوئے ہیں - بھٹو صاحب یہ تمام وعدے فرما چکے ہیں - ابھی تک کچھ نہیں ہوا - چوک منڈا میں گرڈ سٹیشن ہونا چاہیے - اس کے متعلق خود بھٹو صاحب نے فرمایا تھا کہ یہاں ہونا چاہیے - نہیں ہے - چوک منڈا کے نواح میں دریا کے ساتھ ساتھ لیہ سے لے کر علی پور تک پورے مظفرگڑھ ڈسٹرکٹ میں بجلی ہونی چاہیے - سوئی گیس نہیں - اس طرح ہمارے علاقے میں ڈیرہ دین پناہ کا مقبرہ ہے جو خستہ حالت میں ہے - اس پر توجہ دی جانی چاہیے - اس کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - السلام علیکم -

مسٹر سپیکر : مسٹر برکت علی غیور شیخوپورہ -

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! محترم وزیر خزانہ نے جن نامساعد حالات میں یہ بجٹ ایوان میں پیش کیا ہے ، اس کے متعلق قبل اور اصحاب الفیل کے حوالے سے اس معزز ایوان میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے - لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ یہ فیل اور اصحاب الفیل کی طرف سے اس مقدس سر زمین پر برپا کی ہوئی ہنگامہ آرائیاں ، خون و بربادی اور فساد انگیزیاں جو ہیں ، ان پر افسوس تو کیا جا سکتا ہے - لیکن مجھے ان پر حیرت نہیں اس لیے کہ میں نے دنیا کی اقوام کی تاریخ کا مطالعہ قرآن مجید کی روشنی میں کیا ہے - اس میں میں نے یہ بات واضح طور پر دیکھی ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے یہ نعرہ لگایا : ان الارض اللہ - زمین خدا تعالیٰ کی ملکیت ہے - اور اس کے بندوں کے لیے ہے تو اس نعرے کا مقابلہ کرنے کے لیے ، اس نعرے کو اس تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لیے اس قوم کے نو سرکردہ افراد ، لیڈر قسم کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے اس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی - جیسا کہ سورہ نمل ، ستائیسویں سورت کی اڑتالیسویں آیت میں ہے : (وکان فی المدینۃ تسعۃ اھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون) یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے مقابلہ میں اس بستی

میں نو سردار تھے ۔ نو سرکردہ لیڈر تھے ۔ ان کا پروگرام یہ تھا : یفسدون فی الارض ۔ ملک کے اندر فتنہ فساد برپا کرتے تھے : ولا یفلحون ۔ ان کے پیش نظر بھلائی اور اچھائی کی کوئی سکیم نہ ہوتی تھی ۔

جناب والا ! الیکشن کی مہم کے دوران میں اپنے حلقہ نیابت کے لوگوں کو یہ بات واضح طور پر بتاتا رہا ہوں اور تاریخ بھی اپنے آپ کو دہراتی ہے ۔ اس وقت جو نو اکٹھے ہوئے تھے۔ ان الارض اللہ کے اس نعرے کو سبوتاژ کرنے کے لیے (نعرہ تحسین) تو اب جو یہ نو اکٹھے ہو کر قومی اتحاد کی شکل میں آئے ہیں ۔ ان سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی اور یہ ملک کے اندر فتنہ و فساد ، خونریزی ، اور ہنگامہ آرائی برپا کریں گے میری یہ تقریر اخبارات میں بھی قبل ازیں چھپ چکی ہے ۔

جناب والا ! یہ اگر نو جماعتوں کا ، نو لیڈروں کا اکٹھ ہوا ہے تو یہ آئندہ بھی فساد برپا کرتے رہیں گے ، کیونکہ پیپلز پارٹی کا بھی وہی نعرہ ہے کہ خدا کی زمین خدا کے بندوں کے لیے ہے ۔ لہذا یہ نو لیڈر اسی طرح فساد کرتے رہیں گے ۔ اس لیے کہ یہ ان کی سرشت ہے ۔ جو چیز کسی کی سرشت میں ہو وہ وہی کرتا ہے ۔ سانپ کی سرشت میں کاٹنا ہے ۔ وہ اگر کاٹتا ہے تو اس میں گلہ کیا ؟ گلہ ہے تو انہوں سے ہے جنھوں نے ہمیں دفعہ 144 کے تحت اندر بند کرکے مروایا ہے ۔ جناب قیوم نظامی ایوان میں موجود ہیں ۔ ابھی ہنگامے شروع نہیں ہوئے تھے ۔ ہم نے ایک با اختیار ہستی سے ملاقات کی تھی ۔ ابھی تحریک اتنے زور پر نہ تھی ، میں نے عرض کیا تھا کہ اس کا کوئی جوابی اقدام کیجیے ۔ لیکن یہ کہا گیا کہ اس پر خانہ جنگی ہوگی ۔ بہرحال میں اس ملاقات کی تفصیل میں نہیں جاتا ۔ اتنے کٹھن حالات میں ہمارے ملک میں بین الاقوامی سازش کے تحت counter revolution برپا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ لیکن مجھے خوشی ہے ، میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ میرے عظیم قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس ہنگامہ آرائی کو اپنی عقل اور تدبر سے حل کیا ۔ اور دوسری میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ جناب بھٹو کے ایک جان

نثار سپاہی ڈاکٹر عبدالخالق نے جو بجٹ پیش کیا ہے ، اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کے انقلابی منشور کو انھوں نے بہرصورت پیش نظر رکھا ہے - جس کے تحت انھوں نے کچی آبادیوں کے لیے اکیس کروڑ روپے ، رہائشی کالونیوں کے لیے چودہ کروڑ روپے ، تعلیم کے لیے ایک سو پنتیس کروڑ روپے، آلے میں سبسڈی کے لیے چوبیس کروڑ چالیس لاکھ روپے اور پانچ مرلہ سکیم کے تحت تین کروڑ روپے رکھے ہیں -

جناب والا ! الیکشن کی مہم کے دوران ہم جو وعدے کرتے رہے ہیں - اس نقطہ نگاہ سے اس بجٹ کو دیکھیں تو اس میں وہ چیزیں نظر نہیں آتیں ، بہت کم دکھائی دیتی ہیں - جن کے متعلق ہم ان سے وعدے کرتے رہے ہیں - چونکہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے ، میں اپنی تقریر کے آخر میں کچھ ایسی تجاویز پیش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان سے اتفاق فرمائیں گے اور میں بتاؤں گا کہ مزید پیسے کس طریقے سے اکٹھے ہو سکتے ہیں اور وہ فلاح و بہبود کے لیے استعمال میں لائے جا سکتے ہیں -

جناب والا ! سب ڈویژن ننکانہ صاحب کو اس بجٹ میں بری طرح نظر انداز کیا گیا ہے - میں عوام کی طرف سے اپنا کیس جناب والا کے سامنے پیش کرتا ہوں اور جناب کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ننکانہ صاحب کا شہر گورو نانک کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے - بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے - دنیا کے ہر ملک سے یہاں لوگ آتے ہیں - ممتاز قسم کے لوگ ، سیاست دان بھی ان میں ہوتے ہیں ، سپیکرز اسمبلی کے ہوتے ہیں ، وزرائے اعلیٰ اور وزیر ہوتے ہیں ، جرنلسٹ ہوتے ہیں ، کاروباری لوگ ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف ممالک سے لوگ بھی وہاں کا تاریخی گوردوارہ جنمستان دیکھنے کے لیے آتے ہیں - لیکن جب وہ وہاں غریب اور پس ماندہ لوگوں کے پژمردہ چہرے اور شہر کی گلیوں کو شہری سہولتوں سے محروم دیکھتے ہیں تو پاکستان کی تعمیر و ترقی کے متعلق جو امیج ان کے ذہن میں آتا ہے ، اس سے عالمی طور پر ہمیں جو نقصان پہنچتا ہے ، اس کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں - لاہور کے مقابلے

بہت باتیں کی گئی ہیں کہ اسے ایک شو پیس ہونا چاہیے ، اس لیے کہ یہاں پر غیر ملکی لوگ آتے ہیں اور اس شہر کو دیکھتے ہیں ۔ تو حضور والا ! ننکانہ صاحب کو بھی اسی نسبت سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی لوگ دیکھنے کے لیے آتے ہیں ۔ لاہور کے لیے تو کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں ۔ پاکستان کی شہرت اور عزت کو دوسرے ممالک میں بڑھانے کے لیے میں کہتا ہوں کہ وہاں پر تو چند لاکھ روپے میں بات بن سکتی ہے ۔ جناب والا ! اگر میں یہ کہوں کہ آنے والے پانچ دس سالوں میں مشرق اور مغرب میں جو ہمارے ہاں حالات ہو رہے ہیں اور جو سیاست چل رہی ہے ، اسے اگر دیکھا جائے تو اس لحاظ سے بھی ننکانہ صاحب کے معاملے پر خصوصی توجہ دی جانی ضروری ہے ۔ لاہور پر جو اتنی توجہ دی گئی ، وہ درست ہے ۔ دینی چاہیے ۔ لیکن ہم مساوات محمدی کا علم بردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو مساوات کے مطابق کچھ انصاف ہونا چاہیے ۔ ڈاکٹر صاحب سے میں یہ کہوں گا :

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

ننکانہ صاحب شہر میں قطعی طور پر کوئی کاروبار نہیں ، کوئی انڈسٹری نہیں ، غربت اور پس ماندگی روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے ۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ وہاں کوئی کارخانہ قائم کیا جائے ۔ پیپر مل کی شکل میں ، ٹیکسٹائل انڈسٹری کی شکل میں یا شوگر مل کی شکل میں ۔ ماضی میں ہمارے ساتھ جو نا انصافی ہوئی ہے ، اس کی تلافی ہونی چاہیے ۔ اس علاقے کو صنعتی ایریا قرار دے کر اور سوئی گیس مہیا کر کے لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہیے ۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ آئندہ پبلک سیکٹر میں قائم کیے جانے والے کارخانوں کے سلسلے میں ننکانہ صاحب کو ترجیح دی جائے ۔ اس طرح ہمارے ہاں تحصیل ہیڈ کوارٹر میں ہسپتال نہیں ۔ اس کے لیے تین سال سے بجٹ میں رقم منظور ہو رہی ہے ۔ ہر سال یہ رقم lapse ہو جاتی ہے ۔ باوجود یہ کہ جگہ لی ہوئی ہے ، موجود ہے ، اس کے لیے ساڑھے بارہ

ایکڑ رقبہ موجود ہے - میں وزیر خزانہ سے اس کے لیے درخواست کروں گا اور توقع کروں گا کہ اس طرف توجہ دی جائے گی - اس طریقے سے وہاں سیوریج سکیم چل رہی ہے - ایک ہاؤسنگ کالونی بن رہی ہے - میں یہ درخواست کروں گا کہ سال رواں کے دوران انہیں مکمل ہونا چاہیے - اسی طرح رہائشی سہولتوں کا مسئلہ ہے - جیسے میں نے کہا ہے ننکانہ صاحب بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے - اس شہرت کے پیش نظر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ میونسپل کمیٹی ننکانہ صاحب، جو مالی لحاظ سے دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے اسے خصوصی گرانٹ دینی چاہیے تاکہ شہر میں لوگوں کو جدید تمدنی سہولتیں حاصل ہو سکیں - اس کے علاوہ جناب والا میرے علاقہ میں دو قصبے ہیں ایک منڈی موڑ کھنڈا اور دوسرا بھیکی" وہاں کی آبادی اگرچہ پندرہ پندرہ ہزار کے قریب ہے لیکن ٹاؤن کمیٹیاں نہ ہونے کی وجہ سے سٹریٹ لائٹ، نالیاں، پختہ گلیاں جیسی چیزیں تو درکنار وہاں تو گندے پانی کے نکاسی کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے - تو ان چیزوں کی طرف توجہ دینی چاہیے - بجٹ میں ہمارے علاقے کو ضرورت کے مطابق رقم دینی چاہیے یہ رقم کہاں سے دی جائے؟ میں بتاتا ہوں اور یہ رقم جو ہم مطالبہ کر رہے ہیں یہ کوئی خیرات کے طور پر نہیں مانگتے ہمارا علاقہ جو سب ڈویژن ننکانہ صاحب ہے - یہاں چاول پیدا ہوتا ہے اور کروڑوں روپے کا زرمبادلہ ہم ملک کے لیے کماتے ہیں - لیکن اس میں سے ہمیں کچھ نہیں ملتا - اب جناب والا میں ذرائع آمد و رفت کی طرف آتا ہوں - ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے ہمارا علاقہ انتہائی پسماندہ ہے اور وہاں پر "جسلانی برج اٹاری" کچی روڈ ہے اس کو اگر بنا دیا جائے تو لاہور اور ننکانہ صاحب کا فاصلہ 55 میل سے 35 میل رہ جائے گا اور اس طریقے سے پٹرول، ڈیزل، وغیرہ کی جو بچت ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے - اس طریقہ سے ننکانہ ماناں والا روڈ ہے اس کے لیے ہم نے بڑی کوشش کر کے ڈسٹرکٹ کونسل کے ذریعے اس کی تعمیر شروع کی ہے لیکن اس کے لیے فنڈز ناکافی ہیں - اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ ڈسٹرکٹ

کونسل کو اس سلسلہ میں خصوصی امداد دی جائے اس کے بعد جناب والا چیک بڑا گھر روڈ ایک سڑک ہے جو ہیلز ورکس کونسل کے تحت بن رہی ہے لیکن جگہ جگہ سے ٹوٹنا شروع ہو گئی ہے اور میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب سے یہ کہوں گا کہ ہیلز ورکس پروگرام کے تحت جو سڑکیں بن رہی ہیں ان کا المیہ یہ ہے کہ بننے کے بعد ان کی مرمت کے لیے کوئی انتظام اور فنڈز نہیں ہوتے۔ اسی طرح ننکانہ۔ جڑانوالہ اور شاہ کوٹ ننکانہ صاحب روڈ کافی عرصہ سے بن رہی ہیں ان کی تکمیل بھی اس سال ہو جانی چاہیے کیونکہ یہ اس علاقے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ ایک سڑک لاہور جڑانوالا روڈ ہے اس کو چوڑا کیا جا رہا ہے لیکن رفتار بہت سست ہے تو میری یہ درخواست ہے کہ اس پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان سڑکوں پر جو ہرائیوٹ شکستہ بسیں چلتی ہیں ان کے متعلق تو میں کوئی شکوہ نہیں کرتا لیکن اگر وزیر ٹرانسپورٹ صاحب یہاں تشریف رکھتے ہوتے تو میں یہ عرض کرتا کہ جی ٹی ایس کی بسیں اتنی شکستہ اور خستہ حالت میں ہیں کہ ان میں سفر کرنے کے بعد جب لوگ لاہور پہنچتے ہیں تو گرد و غبار کی وجہ سے ان کا حلیہ تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ کچی سڑکیں اور پلیاں میرے علاقہ میں نہ ہونے کے برابر ہیں اور حالت یہ ہے کہ جہاں پر بھی راستے میں کوئی کھال آ جاتا ہے تو لوگوں کے گدھے پھنس جاتے ہیں۔ اور زرعی اجناس کی نقل و حمل کے سلسلہ میں زمینداروں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس طریقہ سے جناب والا پلوں اور سڑکوں کی تعمیر کے لیے 32 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ پلوں کے بارے میں جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ نالہ ڈیک تیس فٹ گہرا نالہ ہے اور یہ میرے علاقہ میں سے گزرتا ہے اس میں اور بھی دیہات ہیں لیکن دو دیہات کا میں خاص طور پر ذکر کروں گا "تقنو والا" اور "عظیم والا" یہاں کے لوگوں کو گاؤں میں آنے اور جانے کے لیے نالہ ڈیک سے گزرنا پڑتا ہے جس کا پانی انتہائی زہریلا ہے اور لوگوں کی ٹانگوں پر خارش کا روگ مستقل لگ چکا ہے اور بارش کے موسم میں اس تیس فٹ

نالہ کو عبور کرتے ہوئے متعدد جانیں بھی ضائع ہو چکی ہیں۔ اس کے بعد جناب والا میں تعلیم کے بارے میں عرض کروں گا جس کے لیے 33 کروڑ چالیس لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ جناب والا۔ میں نے یہ تجزیہ کیا ہے میں نے ماضی کے بجٹوں کو بھی دیکھا ہے اور اس بجٹ کو بھی دیکھا ہے لیکن یہ بات بڑے افسوس کی ہے کہ اس کی منصوبہ بندی کرتے وقت اس کا 85 فیصد حصہ تو درودیوار پر خرچ کر دیا جاتا ہے اور کل بجٹ کا حصہ ان لوگوں کے حصے آتا ہے جن کے لیے درودیوار سجائے جاتے ہیں۔ تو حضور والا یہ منصوبہ بندی ہمارے وہ ماہرین تعلیم کرتے ہیں جن کے پاس بڑی مرعوب کن قسم کی ڈگریاں ہوتی ہیں۔ حالانکہ پچھلے تیس سال سے محکمہ تعلیم والے ہمیشہ سے یہ اصلاحات کرتے چلے آئے ہیں لیکن نتیجہ کیا ہے آج بھی آپ تعلیم کے نصاب کو دیکھ لیں کہ پڑھایا کیا جا رہا ہے؟ میرے فاضل دوست قیوم نظامی صاحب نے یہ کہا تھا کہ اس ایوان میں غالب کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ پہلی سے لے کر دسویں جماعت تک جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے۔ آپ اس کا تجزیہ کر لیں وہ مرزا غالب کے الفاظ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
آپ کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

اور جب یہ کالجوں میں پہنچتے ہیں تو وہاں فنون لطیفہ اور مخلوط تعلیم ہوتی ہے تو شعر و شاعری جو پڑھائی جاتی ہے ان کو دیکھنے اور پڑھنے کے بعد نوجوان لڑکے یہی سوچتے رہتے ہیں کہ

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
عشوہ و غمزہ و ادا کیا ہے
زلف شکن عنبریں کیوں ہے
نگہ چشم سرما سا کیا ہے

اور جب یہ ایم اے کی کلاسز میں جاتے ہیں تو وہاں پر جن قسم کے فلسفیانہ مضامین پڑھاتے ہیں یہ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اور جب یہ ایم اے کرنے کے بعد باہر نکلتے ہیں اور ملازمت کے لیے کسی محکمے میں جاتے ہیں تو وہاں یہ جواب ملتا ہے "No Vacancy" تو وہ بچارے سوچتے ہیں کہ

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

اور اس کے بعد جناب والا یہ کسی کارخانے دار کے یا کسی اور محکمے کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں تو وہ یہ سوچ کر انہیں اپرنٹس رکھ لیتا ہے اور وہ بھی بغیر تنخواہ کے کہ

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

تو اب جناب والا میرے خیال میں فاضل رکن قیوم نظامی صاحب کا گلہ دور ہوگیا ہوگا کہ مرزا غالب کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے ۔ اس کے بعد جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بڑی بڑی ڈگریوں والے ماہرین تعلیم جو ہیں ان کی تعلیمی منصوبہ بندی خاندانی منصوبہ بندی ثابت ہوئی ہے۔ اور اس طرح "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" تو جناب والا یہ جو در و دیوار اور عمارات پر اتنا روپیہ ضائع کیا جاتا ہے میں یہ کہتا ہوں کہ ان عمارات کے لیے مساجد کو کیوں نہیں استعمال کیا جاتا ۔ ہمارے ہاں چار پانچ سال پہلے مکتب سکیم شروع ہوئی تھی لیکن اس میں محکمہ تعلیم والوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی اور یہ ان ملاؤں کے سپرد کر دیں جو مساجد میں ہوتے ہیں نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ وہ سکیم پوری طرح پروان نہیں چڑھ سکی ۔ حالانکہ یہ مساجد بڑی عالیشان عمارات ہیں اور صبح سورج نکلنے کے بعد سے لیکر ظہر کے وقت تک اس میں کوئی کام نہیں ہوتا اور اس دوران ہم انہیں استعمال کر سکتے ہیں اور مذہبی حلقوں کی طرف سے بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں ہوا ۔

مکتب سکیم اس لیے بھی ناکام ہوئی کہ سنگل ٹیچر سکول سسٹم وہاں پر نافذ کیا گیا ۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دوسرے علاقوں میں بھی جو سنگل ٹیچر سکول ہیں وہاں بھی اساتذہ کو ڈبل کیا جائے میرے علاقہ میں جناب والا لڑکوں کے اور طالبات کے سکول ہیں لیکن یہ تمام کے تمام سنگل ٹیچر سکول ہیں ۔ ایک استاد ان میں پڑھاتا ہے اور وہ بھی مہینے میں بمشکل پندرہ دن جاتا ہے اور پندرہ دن غائب ہوتا ہے ۔

جناب والا! اس سلسلے میں میں حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ حکومت نے تعلیم تو مفت کردی ہے ۔ لیکن یہ ماہرین تعلیم اور محکمہ تعلیم کے جو افسران ہیں ۔ وہ اس بات پر کوئی توجہ نہیں دے رہے کہ سکولوں کے اندر کیا ہو رہا ہے سکولوں کے اندر تو حکومت نے والدین کا بوجھ کم کرنا چاہا کہ ان کے روپے پیسے اتنے خرچ نہ ہوں لیکن پرائمری حصوں میں بالخصوص ہیڈ ماسٹر صاحبان اور اساتذہ کے ساتھ مل کر خود غرض فاشروں نے لوٹ کھسوٹ کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے میں جناب والا کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں اور یہ دکھاتا ہوں آپ دیکھیں ۔ (اس موقع پر کچھ کتابیں دکھائی گئیں) جناب والا یہ کتابیں ہیں اور ان کے اوپر لکھا گیا ہے کہ اردو کی چوتھی کتاب اضافی "دینیات لازمی اضافی" "اردو کی تیسری کتاب اضافی" "اردو کی دوسری کتاب اضافی" اور یہ پرسکول میں ہو رہا ہے ۔ میں وزیر تعلیم سے یہ عرض کروں گا کہ یہ آج سے نہیں ہو رہا بلکہ یہ ہمیں ورثہ میں ملا ہے ۔ لیکن اس میں یہ کرتے کیا ہیں آپ دیکھیں کہ یہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ہے ۔ اس کا insignia اس میں لکھا ہوا ہے کہ دیانت ، امانت ، شرافت ، صداقت ، اور یہ جو چھوٹی کتابیں چھاپتے ہیں انہوں نے جو insignia بنایا ہوا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے اس میں لکھا گیا ہے ۔ سخاوت ، شجاعت ، امانت ، لیاقت ، عدالت اور جہاں پر درمیان میں لکھا ہوتا ہے 'پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ' وہاں پر لکھ دیتے ہیں کہ پرائمری ٹیکسٹ بک بورڈ اور جو کچھ ان کتابوں میں لکھا ہوا ہے اگر میں ان کا تجزیہ کرنے لگوں تو میرا خیال ہے کہ میرے پاس وقت نہیں بچ سکے گا ۔ تو میں گورنمنٹ کی توجہ آپ کی وساطت سے اس طرف

مبذول کراؤں گا - اس طرح سے جناب والا - 135 کروڑ روپے کی گرانٹ رکھی گئی ہے اور اس میں سے بہت سی رقم سکولوں کو سائنس کا سامان اور اس کے ساتھ Agro technical equipment کے لیے رکھی گئی ہے - اس میں ہوتا کیا ہے کہ جون کے آخر میں وہ رقم release ہوتی ہے اور آپ ملاحظہ کریں کہ 1973-74 میں ضلع شیخوپورہ کے لیے 6 کے 192 ہزار اور 792 روپے کی گرانٹ جو کہ science equipment کے لیے رکھی گئی تھی وہ 18-6-74 کو release کی گئی اور ساری رقم lapse ہو گئی - اسی طریقہ سے 1975-76ء کی رقم 93,397 روپے کی رقم lapse ہو گئی -

مسٹر سپیکر : یہ محکمہ فنانس کی طرف سے ریلیز ہوتی ہے - ؟

مسٹر برکت علی خسرو : جی ہاں ، جناب والا - فنانس کی کوتاہی ہے ادھر اے جی آفس والوں نے پابندی لگا دی ہے کہ وہ 15 جون کے بعد کوئی بل منظور نہیں کریں گے - یہ ابھی جناب والا ! صوبہ کے لیے پچھلے سال کے بجٹ میں purchase of Agro technical equipment کے لیے 42 لاکھ روپے رکھے گئے - جس کے متعلق ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے بجٹ تقریر کے پیراگراف 25 میں کہا تھا کہ ہم ایگرو ٹیکنیکل تعلیم کے لیے 180 ورکشاپ اور 302 سکولوں میں سامان مہیا کریں گے اس کے لیے جو 42 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی 20-6-77 کو فنانس ڈیپارٹمنٹ نے اسے release کیا ہے - ڈائرکٹوریٹ والوں نے اس لیے اسے لینے سے انکار کر دیا کہ اس کے لیے جو خریدنے کا procedure ہے - اس پر ہم کسی بھی طریقہ سے اتنے مختصر عرصہ میں عمل نہیں کر سکتے ، اور میں جناب والا کو عرض کروں کہ یہ گرانٹ کس طریقہ سے خرچ ہوتی ہے - یہ جناب والا ! ڈائرکٹوریٹ میں جو افسران ہیں ، ان کے حصے مقرر ہوتے ہیں ، ایک ایک دکان نے 6,6 اور 7,7 لیٹر پیڈ ٹینڈر دینے کے لیے چھاپے ہوئے ہیں کوئی باپ کے نام سے ، کوئی بیٹے کے نام سے ، کوئی بھتیجے کے نام سے ، کوئی سالے کے نام سے ، کوئی بہنوئی کے نام سے اور اسی طریقہ سے ایک دکاندار یہ تمام ٹینڈر دیتا ہے - اور اس میں 50 فیصدی تک کا حصہ

دفتر والوں کا مقرر ہوتا ہے ، انہیں دنوں اگر جناب وزیر خزانہ صاحب بھیس بدل کر وہاں ڈائریکٹوریٹ میں جائیں ، تو ان کو پتہ چلے گا کہ اس جون کے آخری ہفتہ میں وہاں کیا کچھ ہو رہا ہے -

حضور والا ! میں یہ کہوں گا کہ یہ جو سلسلہ مدتوں سے چلا آ رہا ہے کہ جون کے آخری ہفتہ میں یہ رقم ریلیز ہوتی ہے - اس کو ختم ہونا چاہیئے ، ہاں جناب والا ! بات ہو رہی تھی ایگروٹیکنیکل تعلیم کی ، تو سنیئے جناب میرا بیٹا شاہین اقبال گورنمنٹ ہائی سکول ننکانہ صاحب میں زیر تعلیم ہے - اس کی تعلیمی حالت معلوم کرنے کے لیے پچھلے سال میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس گیا اور انہیں کہا کہ مجھے ایگروٹیکنیکل ورکشاپ تو دکھائیں تو وہ مجھے ایک جگہ لے گئے اور انہوں نے مجھے ایک کسی ، ایک بالٹی ، اور ایک کھرپہ جو کہ لوہے کا بنا ہوا تھا دکھایا - پچھلے سال جناب آپ کو یاد ہوگا کہ ملک غلام نبی صاحب وزیر تعلیم تھے - انہوں نے 76-6-17 کو ایک آرڈر کیا کہ 76-6-30 تک جو سامان خریدا جائے گا اس کو میں چیک کروں گا اور انہوں نے چیکنگ کمیٹیاں بنائیں جس نے جگہ جگہ چھاپے مارے - تو جناب والا ! ڈیڑھ کروڑ روپے کی رقم صرف ہونے سے بچ گئی - یہ پچھلے سال کی بات ہے - کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی تعلیمی گرانٹ lapse ہو گئی -

جناب والا ! میں ننکانہ صاحب کے سکول کی بات کر رہا تھا - جناب والا ! میں بھی اسی سکول میں پڑھا ہوں میں نے بھی وہیں تعلیم حاصل کی ہے وہاں پر کمروں کی شدید قلت ہے اسی طرح سے پارا گرلز ہائی سکول ہے وہاں پر بھی کمروں کی شدید قلت ہے - اسی طرح سے موڑ کھنڈا ہائی سکول اور بھیکی ہائی سکول ، میں بھی کمروں کی قلت ہے - مڈل سکول بھیکی اور مڈل سکول موڑ کھنڈا اور مڈل سکول چک نمبر 13 گ ب کو ہائی سکول بنانے کی ضرورت ہے - اسی طرح سے جناب والا ! ننکانہ صاحب میں ایک کالج ہے - جب سکھ یاتری وہاں آتے ہیں تو وہ بڑی عقیدت سے اس کالج کو دیکھنے جاتے ہیں ، جس کا نام گورو نانک کالج ہے

اور جو اب نیشنلائز ہو چکا ہے ۔ وہ وہاں جاتے ہیں تو وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ ہال کمرے کی چھت گری ہوئی ہے اور طلبا کی نصف تعداد کمروں سے باہر بیٹھے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ وہاں پری میڈیکل کلاسز شروع کردی گئی ہیں , لیکن وہاں پر اس کے لیے کوئی لیبارٹری وغیرہ نہیں ہے ۔ میں آپ کے توسل سے جناب وزیر خزانہ کو اور وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس طرف توجہ دیں ۔

مسٹر سپیکر : یہ آپ ننکانہ صاحب کے متعلق کہہ رہے ہیں یا تمام پنجاب کے لیے ؟

مسٹر برکت علی لہور : یہ بات میں نے ننکانہ صاحب کے متعلق کہی ہے ۔ کیوں کہ یہ ایک انٹرنیشنل شہرت کے کالج کا معاملہ ہے ویسے میں جناب والا ! آخر میں کچھ تجاویز دوں گا اگر ڈاکٹر صاحب اس سے متفق ہوں تو تمام ہائی سکولوں اور کالجوں کے لیے رقم نکالی جا سکتی ہے ۔

جناب والا ! میرا علاقہ راجباہ اور مائنروں کی tail پر واقع ہے ۔ tail کے متعلق جناب جانتے ہیں کہ پانی پیچھے چوری ہو جاتا ہے اور جس علاقہ کو سیراب ہونا ہوتا ہے وہاں پانی کی ایک بوند بھی نہیں پہنچتی ہے خاص طور پر میرے حلقہ میں پٹواو سرکل تاش پور نند ٹوبہ اور بلاق ہے وہاں پر لوگ پانی کے لیے ترستے ہیں ، جوہڑوں کا پانی پیتے ہیں اس بات کی ضرورت ہے کہ نہر پر گوگیرہ میں ایک مزید راجباہ نکالا جائے ۔ ٹیوب ویل جو ہیں وہ تمام کے تمام بند ہیں ، ہمارے علاقہ میں 4 سکیمیں ہیں ، جن کے تحت 716 ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں ، زیادہ تر ظفر وال ٹیوب ویل سکیم کے تحت ہیں جو کہ 262 ہیں ، اس میں سے سرکاری ریکارڈ کے مطابق 39 ٹیوب ویل جو کہ bore damage ہیں ، اور 73 ٹیوب ویل جو کہ less discharge ہیں ۔ وہ خراب ہیں ، اور 12 نمکین پانی کی وجہ سے خراب ہیں ، ان میں وہ ٹیوب ویل شامل نہیں ہیں جو کہ آپریٹر صاحبان جان بوجھ کر بند رکھتے ہیں تا کہ کاشتکاروں سے فصلانہ وصول کریں ، جب ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں ، ہمیں پہلے سکیل نمبر 3 ملتا تھا اور اب ہم

سکیل نمبر 2 میں آ گئے ہیں، بجائے اس کے کہ پیون سکیل نمبر 5 دیا جائے۔ اس کے علاوہ جناب والا! یہ بھیکی فیڈر جو ہے وہاں بجلی کا لوڈ زیادہ ہے گرڈ سٹیشن کی capacity نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے ٹیوب ویلوں کی موٹریں آئے روز جلتی ہیں۔ پچھلے سال جب وزیر خزانہ صاحب شیخوپورہ تشریف لے گئے تھے۔ تو میں نے عرض کیا تھا کہ بھیکی گرڈ سٹیشن اور موہلن گرڈ سٹیشن کی cayacity کو دگنی تگنی کرنے کی ضرورت ہے۔ تب یہ مسئلہ ٹیوب ویل کا حل ہوگا۔ اب جو ٹیوب ویل خراب ہیں حکومت نے بڑی مہربانی کی ہے کہ 4 فرمیں ہیں جو کہ نئے ٹیوب ویل لگانے کا کام کر رہی ہیں، ان میں این ٹی سی سی انڈس ویلی کنسٹرکشن، ہور ماسٹر اور بلڈوزر ایسوسی ایشن شامل ہیں اور وہ ان ٹیوب ویلوں کو درست کر رہی ہیں، لیکن ہوا کیا جناب والا! این ٹی سی سی، والوں نے ننکانہ صاحب کے علاقہ میں 100 ٹیوب ویل نصب کئے اور ہر ٹیوب ویل پر سوا دو لاکھ سے لے کر تین لاکھ روپے لاگت آئی اس پر انہوں نے انتہائی ناقص میٹیریل استعمال کیا۔ اس لیے کہ specification کے مطابق پائپ کی موٹائی دو سو تر ہونی چاہیئے لیکن وہاں پائپ سوا سو تر یا ڈیڑھ سو تر موٹے لگائے گئے۔ ہم نے اخبارات میں اس کے متعلق خبریں دیں۔ سابق ایم این اے اور علاقہ مجسٹریٹ ہمارے ساتھ تھے۔ جن کی موجودگی میں ہم نے یہ ناقص میٹیریل چیک کیا لیکن کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس لیے کہ یہ جو اطلاعات کا محکمہ ہے یہ سفید ہاتھی ہے محکمہ اطلاعات کو وزراء کرام کے فوٹو اور بیانات وغیرہ شائع کرانے سے فرصت نہیں ملتی۔

جناب والا! وزراء کرام ہمارے بزرگ ہیں دوست ہیں ان سے ہمیں کوئی پرخاش نہیں ہے ان سے ہمیں کوئی حسد نہیں ہے جناب والا! میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ محکمہ اطلاعات کے جو ڈی۔ پی۔ آر یا اس قسم کے دوسرے ادارے ہیں ان پر جتنی رقم خرچ کی جاتی ہیں وہ ضائع کی جاتی ہیں اور وہ سوائے وزراء کرام کے ساتھ فوٹو کرنے اور ان کی تقریریں [illegible] کے اور کوئی کام نہیں کرتے تو جناب والا! اگر کوئی خبر شائع ہوتی

ہے تو محکمہ اطلاعات کی ذمہ داری ہے کہ یہ بروقت حکومت کے علم میں لائیں اور اگر وہ خبر واقعی غلط ہے تو اس کی تردید کریں لیکن جناب والا ! جب سے یہ محکمہ بنا ہے اس کا یہی حال ہے تو جناب والا ! ہم ٹیوب ویلوں کے ناقص مٹیریل کی جو خبر دی تھی اس پر کوئی توجہ نہ دی گئی اب جہاں وہ ٹیوب ویل چل رہے ہیں - بے شمار نقائص سامنے آ رہے ہیں اور سکارپ والے انہیں takeover نہیں کر رہے - جناب والا ! 42 ٹیوب ویلوں کو ٹیک اوور کیا گیا ہے باقی کو وہ نہیں کر رہے - حالانکہ اب یہ منجی کی کاشت کا موسم ہے اور پانی کے لیے لوگ ترس رہے ہیں - تو جناب والا ! اس کے بارے میں ایک - دو - باتیں مزید عرض کروں گا کہ سکارپ نمبر 1 میں دوہرے آبیانے کے نام پر بہت بڑی رقم لوٹی جا رہی ہے اور جناب والا ! میں جان بوجھ کر یہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں وقت نہیں ہے کہ میں اس دوہرے آبیانے کے بلا جواز لوٹ کے متعلق کچھ کہہ سکوں بہر حال واپڈا کو چاہیئے کہ اپنے وسیع فنڈز میں سے کوئی ایسا انتظام کرے کہ یہ جو انہوں نے بورنگ کا کام ٹھیکیداروں کو دینا شروع کیا ہوا ہے اسے ختم کرکے یہ اپنا کیوں نہیں الگ سیل قائم کرتے جس میں ٹیوب ویلوں کی خود ٹیسٹنگ اینڈ ٹریٹ منٹ (Testing and Treatment) کر سکیں -

جناب والا ! اس وقت حالت تو یہ ہے کہ سکارپ کی شیخوپورہ میں ایک ہی ورکشاپ ہے جہاں پنڈی بھٹیاں سے - جڑانوالہ سے اور حافظ آباد سے ٹیوب ویل مرمت کے لیے شیخوپورہ میں لاتے ہیں اگر جناب والا ! کسی ٹیوب ویل کی دو چوڑیاں بھی ڈھیلی ہوں تو وہ مقامی طور پر اس کی مرمت نہیں کر سکتے اور ان کو شیخوپورہ لانا پڑتا ہے تو اس طرح اس کی کیریج پر تین سو روپے خرچ کئے جاتے ہیں حالانکہ مقامی طور پر یہی کام ستر یا سو روپے میں ہو سکتا ہے - ضرورت اس چیز کی ہے کہ ٹیوب ویلوں کی اس ورکشاپ کو بکھیرا جائے یعنی ڈی سنٹرالائز کیا جائے - اور مختلف مقامات پر چھوٹی ورکشاپیں قائم کی جائیں جن میں ٹیوب ویلوں

کے فالتو پرزے بھی تیار کئے جائیں۔ اب جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ آبپاشی کے تحت جو پٹواری ہیں وہ خرابی فصل کے نام پر ان کی فصل میرے نام پر اور میری فصل ان کے نام پر درج کر دیتے ہیں وہ جناب جس طریقے سے پیرا پھیری کرتے ہیں اس کے متعلق تو جناب والا! جانتے ہی ہوں گے لیکن ایک چیز کی طرف جناب کی خصوصی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء ریگولیشن نمبر 115 کی دفعہ 25 کے تحت مزارعین کو لینڈ ریونیو آبیانہ اور ریونیو ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ لیکن ضلع شیخوپورہ میں یا شاید پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی ہو کہ جو ڈھال باچھ بنتی ہے اس میں جو لینڈ ریونیو وغیرہ کی جو رقم ہے وہ نصف مزارعین کے نام درج ہوتی ہے اور نصف جناب والا! مالکان اراضی کے نام ہوتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مزارعین کو پکڑ کر جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے اور ان سے لینڈ ریونیو کی رقم وصول کی جاتی ہے۔ محکمہ مال والے کہتے ہیں کہ جی ہم تو مجبور ہیں کیونکہ گورنمنٹ نے ہمیں تو ڈھال باچھ کے مطابق رقم وصول کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ اس طرح حکومت نے مزارعین کو زرعی اصلاحات کے تحت جو رعایت اور سہولت دی تھی محکمہ انہار کی غفلت کے باعث مزارعین اس سے محروم ہیں۔ اس کی طرف کچھ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اب جناب والا! میں صرف ایک مسئلہ بیان کرنے کے بعد اپنی تجاویز پیش کردوں گا یہ مسئلہ پانچ مرلے سکیم کے متعلق ہے اس سلسلہ میں میں وزیر مال پنجاب سے بھی ملا ہوں۔ ایک ماہ قبل میں نے انہیں مل کر تحریری طور پر لکھ کر دیا تھا کہ بورڈ آف ریونیو نے آپ کو جو اعداد و شمار دیئے ہیں اور آپ نے ان کی بنیاد پر جو ریڈیو پر تقریر کی ہے اور جو پریس انٹرویو دیا ہے کہ سات لاکھ اور اٹھارہ ہزار اور اتنے پلاٹس بے گھر لوگوں کو دیئے جا چکے ہیں۔ میں ریونیو بورڈ کی سٹیٹمنٹ کو چیلنج کرتا ہوں یہ غلط ہے آپ متعلقہ حکام کو کہیں کہ کوئی ضلع مجھے دکھائیں کہ جہاں پر انہوں نے یہ کام عملی طور پر کیا ہے تو جناب والا!

میں عرض کروں کہ اگر ہم اس پانچ سالہ سکیم کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے تو افسران اور اس بیوروکریسی پر ہمارا اتنا محاسبہ تو ہونا چاہیئے کہ انہیں پتا ہو کہ ہماری آنکھیں کھلی ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ فیلڈ میں کیا ہو رہا ہے اور کاغذی اعداد و شمار کے ذریعے وہ ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتے ۔ اب چند باتیں بجٹ کے سلسلے میں عرض کروں گا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فنڈز اور وسائل کم ہیں اور مسائل زیادہ ہیں ۔

جناب والا ! فنڈز کے متعلق ڈاکٹر صاحب سے آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ پورے پنجاب میں اس وقت 11 کروڑ روپے سرکاری مالیہ واجب الادا ہے ۔ اس میں سے صرف ضلع شیخوپورہ میں چھ کروڑ روپے کے واجبات ہیں تو جناب والا ! ان کی وصولی کا کوئی انتظام ہونا چاہیئے اور اس کا انتظام اس طریقے سے ہونا چاہیئے کہ ویسٹ پاکستان لینڈ ریونیو ایکٹ کی دفعہ 82 اور 86 میں کوئی ترمیم اس طریقے سے کی جائے کہ جن لوگوں کو نادہند ہونے کی بنا پر گرفتار کیا جائے وہ اس وقت ہی جیل سے باہر نکلیں جب وہ واجبات ادا کر دیں۔ متعلقہ قانون میں مالیہ کی وصولی کے لیے باقیدار کی جائیداد کی قرقی اور زمین کو قرق کرنے کی اور نیلام کرنے کی تمام دفعات موجود ہیں مگر 1947 سے لے کر آج تک کوئی بھی ایک مثال دکھائیں کہ کسی باقیدار کی جائیداد قرق کی گئی یا اراضی واقعی نیلام کی گئی ہے ۔ کیا یہ انتظامیہ اور باقیدار زمینداروں کی باہمی ملی بھگت کا نتیجہ ہے ، 1965ء سے میرے علاقے میں لوگوں نے ایک ۔ ایک ۔ لاکھ روپے کے واجبات دینے ہیں لیکن کوئی بھی انہیں نہیں پوچھتا تو جناب والا ۔ اس کے لیے تو بہتر یہ ہوگا کہ نادہندگان سے واجب الادا رقم پر سود چارج بھی لگایا جائے اور ان سے بقایاجات وصولی کرنے کا طریقہ بھی تبدیل کیا جائے اور بدلے ہوئے حالات اور زمانہ کے مطابق کوئی مؤثر طریق کار اختیار کیا جائے ۔ اس سلسلہ میں جناب والا ! پچھلے سال محکمہ نے تین نائب تحصیلدار ۔ تین کلرک اور تین چپڑاسی بقایا مالیہ کی وصولی کے لیے ضلع شیخوپورہ میں رکھے تھے انہوں نے ایک سال کے اندر ایک

کروڑ اور دس لاکھ روپے کی وصولی کی ۔ ایک لاکھ روپے ان کی تنخواہوں پر صرف ہوا جناب والا ! اگر اس عملہ کی وصول کردہ رقم کو کسی بینک میں جمع کروا دیا جاتا تو اس پر ایک لاکھ دس ہزار سود ہی بن جاتا لیکن جناب والا ! واجبات کی وصولی کے سلسلے کی ملازمت کو ختم کر دیا گیا ہے باوجود یکہ ڈپٹی کمشنر کمشنر اور بورڈ آف ریونیو نے یہ لکھا کہ ان کی ملازمتوں کو ختم نہ کیا جائے کیوں کہ یہ محکمے کے لیے مفید ہیں لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ نے انکار کر دیا کہ ہم یہ بات نہیں مانتے ۔

مسٹر سپیکر : اس کے متعلق کیا آپ کو وجہ بھی معلوم ہے ۔ کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے ایسا کیوں کیا ؟

مسٹر برکت علی غیور : نہیں جناب والا ! مجھے تو اتنا علم ہے کہ بورڈ آف ریونیو تک نے اسے recommend کیا لیکن جناب والا ! فنانس ڈیپارٹمنٹ والوں نے انکار کر دیا ۔ ایک اور چیز جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ اور ایوان کے معزز ارکان سے عرض کرتا ہوں کہ گندم کی subsidy پر 24 کروڑ 40 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں تو جناب والا ! ہوتا کیا ہے یہ subsidy کیسے دی جاتی ہے ۔ اس کے متعلق میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ مثلاً خنکانہ صاحب سے گندم خریدی جاتی ہے وہاں سے یہ گندم خرید کر بوریوں میں بھرتے ہیں پھر ویگنوں میں لاتے ہیں تو اس طرح سے ٹرانسپورٹ کا خرچ ہوتا ہے پھر اس کے بعد یہ گندم شاہدرہ میں اور شیخوپورہ میں لاتے ہیں وہاں پر آٹے کی ملوں میں اس کی پسائی ہوتی ہے تو پھر وہ خرچ جو ویگنوں سے بوریاں اتارنے چڑھانے پر خرچ ہوتا ہے وہ بھی اس میں شامل کیا جاتا ہے اور پھر وہی آٹا واپس جاتا ہے تو اس طریقے سے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے فرمایا تھا کہ 8 روپے اور 61 پیسے فی من گندم کی subsidy پر خرچ ہو جاتے ہیں تو جناب والا ! یہ ایک من گندم پر اتنا زیادہ خرچہ بلا وجہ الو جاتا ہے ۔ آپ کو جناب والا ! شاید پتا ہو کہ یہ جو پیسے آٹا دیا جاتا ہے اس میں

پندرہ سیر پانی فی بوری شامل ہوتا ہے اور آئے روز آٹے کی ناقص کوالٹی کے متعلق شکایات شائع ہوتی رہتی ہیں - جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ لاہور ، لائلپور ، ملتان اس قسم کے جو بڑے شہر ہیں وہاں پر تو جناب والا ! اگر یہ آٹا دیا جائے تو درست ہے لیکن جو چھوٹے شہر ہیں اور جہاں زیادہ آٹا کھپتا ہے وہاں پر آٹے کی بجائے گندم کیوں نہ دی جائے -

جناب والا ! میں اپنی بہنوں سے معذرت چاہوں گا کہ بڑے شہروں میں جہاں بیگمات ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کام نہیں کرنا چاہتیں وہاں تو آٹا دے دیں لیکن چھوٹے شہروں میں تو اکثر گھریلو بیویاں ہیں جو اپنے بچوں کو صحت مند بنانے کے لیے خالص آٹا کھلانا چاہتی ہیں تو جناب والا ! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ وہ اپنے ہاتھ سے گندم کی دھلائی کر کے اپنے بچوں کو آٹا کھلائیں اور اگر کوئی گھرانہ امیر ہے تو وہ غریب عورتوں سے گندم کی صفائی کروا لیتے ہیں تو اس طریقے سے لوگوں کی صحت بھی ٹھیک رہے گی اور یہ جو بلا وجہ subsidy پر پیسے خرچ ہوتے ہیں گندم کو لانے میں اور اس کے لے جانے میں اور گندم کو پسوانے میں اور پھر پندرہ سیر فی بوری پانی ملانے میں جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ 24 کروڑ 40 لاکھ روپے کی یہ رقم ننکانہ صاحب کے اور باقی کالجوں کے کام آ سکتی ہے اور اس سے میرے علاقے اور دوسرے علاقوں میں بہت سے ترقیاتی منصوبے مکمل کئے جا سکتے ہیں -

جناب والا ! سینماؤں کے بارے میں میں عرض کروں گا ہم سب جانتے ہیں کہ ان کے متعلق شکایات اور تکلیفات کیا ہیں اور ٹیکس کس طریقہ سے چھایا جاتا ہے اس کے متعلق جناب والا ! آج کے پاکستان ٹائمز میں بھی آیا ہے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بیشک اسے دیکھ لیں لیکن جناب والا ! میں ایک چیز ضرور کہوں گا کہ یہ جو چند سال پیشتر سیٹوں پر ٹیکس لگنے کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا اگر اس سلسلے کو بحال کردیا جائے تو اس سے آمدن دوگنا ہوسکتی ہے اور وہ طریقہ جناب والا ! سینما کے مالکان کے اثرورسوخ کی وجہ سے ناکام ہوا اور جناب والا ! جہاں تک رجسٹری کی

فیس میں اضافہ کرنے کا تعلق ہے تو اس سے کوئی خاص بوجھ نہیں پڑے گا لیکن کاش کہ وزیر خزانہ صاحب اور وزیر مال صاحب یہ احساس فرمائیں کہ زمین یا کسی بھی جائیداد کی رجسٹری کروانے کے لیے لوگوں کو عرضی نویس - من مظہر - یا مقرعلیہ یا اس قسم کے پیچیدہ الفاظ لکھ کر کس طریقے سے لوٹتے ہیں اور رجسٹری کرنے والا عملہ کس طرح لوگوں کو لوٹتا ہے - لوگوں کو عرائض نویسوں اور رجسٹری کرنے والے عملہ اور افسروں کی لوٹ کھسوٹ سے نجات دلانے کی ضرورت ہے میں جناب والا کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اتنا وقت دیا ہے -

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں ایک چھوٹی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں - باقی گزاوش بعد میں کروں گا جہاں تک فنانس ڈیپارٹمنٹ سے گرانٹس ریلیز ہونے کا تعلق ہے 30 جون کو جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو یکم جولائی یا جولائی کے پہلے ہفتے میں ساری کی ساری گرانٹس ریلیز ہو جاتی ہیں ہر محکمے میں فائل چاہے گیارہ مہینے پڑی رہے اگر وہ ایک دن فنانس ڈیپارٹمنٹ میں آ جائے تو ہر محکمہ شور کرتا ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں فائل رک گئی ہے حالانکہ یہ گرانٹس پھر ہمارے پاس آتی ہی نہیں کوئی بھی کیس ہمارے پاس واپس نہیں آتا ہاں اگر اس میں کوئی رد و بدل کیا جائے سکیموں کو تبدیل کیا جائے تو پھر ہمارے پاس کیس آتا ہے ورنہ سارا حساب کتاب اے - جی - کے پاس چلا جائے گا اور ہاں اگر اس سے زیادہ پیسے مانگے جائیں تب بھی ملیں گے - تب بھی اے - جی - چیک واپس کردے گا یہ کہنا بالکل غلط ہے میں on authority کہتا ہوں کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کسی بھی منظور شدہ گرانٹ کو نہیں روکتا تا وقتیکہ اس میں کوئی ردو بدل نہ ہو - یہ کہنا بالکل غلط ہے - میں اس کے متعلق پھر عرض کردوں کہ جولائی کے پہلے ہفتے میں تمام گرانٹس ، جو اس ایوان میں منظور ہوں گی ، تمام محکموں کو بھیج دی جائیں گی تاکہ ان کو پتا لگ سکے کہ انہیں اس مد میں یہ گرانٹس ملی ہیں - اس کی ایک نقل اے - جی کو بھی بھیج دی جائے گی - اگر اسی رقم کا چیک اے - جی

کے پاس جائے گا تو اسے ۔ جی اس کی پے منٹ کر دے گا۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس کیس تب آتا ہے جب اس میں کوئی تبدیلی کی جاتی ہے ۔ پہلے وہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے پاس جاتا ہے ۔ جب کسی ڈویلپمنٹ سکیم میں تبدیلی کرتے ہیں تو پہلے وہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے پاس کیس جاتا ہے ۔ پھر فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس آتا ہے ۔ اگر کسی سکیم میں تبدیلی نہ کی جائے تو کیس فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس آتا ہی نہیں ۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ محکمہ تعلیم کی گرانٹ محکمہ فنانس نے فلاں دن release کی ہے ۔ آج اس اسمبلی میں میرا پہلا سال نہیں اس اسمبلی میں مجھے کافی سال ہو گئے ہیں ۔ اس کے برعکس ہوتا یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کے کچھ لوگ جن کا انہوں نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے جان بوجھ کر اس کو آخر میں بناتے ہیں جب سال کے تھوڑے دن رہ گئے ہوں اور وہ اس سے فائدہ اٹھا لیں ۔ یہ بات اس اسمبلی کے ریکارڈ پر ہے کہ جتنے سال میں وزیر تعلیم رہا میں نے انہیں کبھی آخر میں نہیں بنانے دیا ۔ پچھلے سال بھی اسمبلی کے فاضل اراکین نے یہ point out کیا کہ صرف پندرہ یا بیس روز رہتے ہیں اور اتنا پیسہ خرچ کرنا ہے ۔ کہیں گرانٹ lapse نہ جائے ڈاکٹر صاحب نے روک دی ہے ۔ پندرہ دن میں وہ خرچ نہیں ہو سکتی ۔ آج بھی اگر وہ ایسا کر رہے ہیں ، یعنی ڈیڑھ کروڑ یا کتنے کی گرانٹ کو چند دنوں میں خرچ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ، تو میں on the floor of the House بتاتا ہوں میں اس کو روک لوں گا اور اس کو سال کے دوران release کریں گے ۔

جناب والا ! پچھلے سال ہم نے اس کا نتیجہ یہ نکالا تھا ۔ اگر اس سال وہ گرانٹ روک لیں تو ہم اگلے سال جب بھی وہ سکیم بنائیں گے ، ہم ان کو سپلیمنٹری گرانٹ کے ذریعے re-appropiate کر سکتے ہیں ۔ کیوں کہ اس سال ہمارے پیسے بچ جائیں گے ۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی وزیر تعلیم سے کہوں گا ۔ اگر وہ پندرہ بیس دن میں یہ پیسے خرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو فوراً اپنے آرڈر سے روک لیں ، کیوں کہ یہ غلط ہے ۔ محکمہ تعلیم کو اس گرانٹ کی رقم پچھلے سال جولائی کے پہلے ہفتے میں ملی تھی ۔ وہ سکیم

نہیں بناتے ٹینڈر نہیں دیتے ، جان بوجھ کر آخر میں کرتے ہیں وقت ہوا تو statement present کر دیں گے کہ چونکہ پندرہ دن رہتے ہیں ، گرانٹ lapse ہو جائے گی - میں نے پچھلے سال اس لیے یہ روک لی - گرانٹ lapse ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پیسہ اوپر اٹھ جاتا ہے یا کسی اور مد میں استعمال ہوتا ہے - وہ خزانے میں ہماری cash balance میں باقی رہ جاتا ہے - ہم اگلے سال cash balance سے استعمال کر لیتے ہیں - یہ چند ایک حقائق تھے - لیکن محکمہ فنانس کسی محکمے کی گرانٹ کو نہیں روکتا اور نہ ہی آخر میں release کرتا ہے - محکمہ خود سکیم تیار نہیں کرتا - ہماری طرف سے گرانٹ اگر کوئی فاضل رکھنی چاہیں جولائی کے پہلے ہفتے میں چیک کر سکتے ہیں - خود گرانٹ محکمہ تعلیم نے روکی ہے اور آئندہ سال 15 جون کو release کی گئی - یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے - میں فاضل اراکین کو یہ یقین دلاتا ہوں -

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! اپنی اطلاع کے لیے میں ایک بات معلوم کرنی چاہتا ہوں بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ گرانٹ ساری کی ساری release نہیں ہوتی - رورل ورکس پروگرام اور پیلز ورکس پروگرام میں تمام گرانٹ غالباً instalments میں release ہوتی ہے -

وزیر خزانہ : جناب والا ! وہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کو ڈیپارٹمنٹ ایک دم خرچ ہی نہیں کر سکتا - مثلاً ایک سڑک کے لیے 15 کروڑ روپیہ خرچ ہونا ہے - اگر سال کو بارہ مہینوں پر تقسیم کریں تو سوا کروڑ روپیہ بنتا ہے - اس کے بعد ششماہیوں کا حساب ہوتا ہے ، کیوں کہ ہمارا ریونیو بھی اسی طرح آتا ہے - فرض کیا کہ جو سارے سال میں موٹر ٹیکس آتا ہے ، وہ اس مہینے میں نہیں آ جائے گا -

مسٹر سپیکر : اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ instalments میں جاتی ہے -

وزیر خزانہ : اس کی ضرورت ہی نہیں آئی - یہ کبھی نہیں ہوتا کہ کسی سڑک پر ایک مہینے میں ہم نے تین لاکھ خرچ کرنا ہے اور ہم ڈیڑھ لاکھ دے دیں - ہمیں پتا ہے کہ ضرورت کیسے کیسے ہوتی ہے - خرچ

ہمارے پاس طریقے سے ہوتا ہے - ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سکیم پر کس طرح سے خرچ ہوگا - اس کو خرچ کے مطابق دیا جاتا ہے - حکومت کے ریونیو بھی اسی طرح سے روز بروز آتے ہیں - اگر ہمارے پاس فرض کیجئے ریونیو کی کمی ہو جائے تو ہم سٹیٹ بنک سے قرض لے کر اس سکیم کے لیے پیسے اتنے دیتے ہیں جتنے ہمارے خیال کے مطابق اس کے لیے درکار ہوتے ہیں - کوئی ایسی سکیم جو تیار ہو ، جس پر implementation ہو رہی ہو ، اس میں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس کی گرانٹ روک لی جائے - اگر اس کو تبدیل کریں یا کوئی اور ایسی چیز ہو تو وہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں جاتی ہے - پھر فنانس میں آتی ہے - میں یہ بات پھر کہتا ہوں کہ محکمہ فنانس کسی کی گرانٹ نہیں روکتا - اس کیس میں روکی ہے - اس کیس میں بھی میں روکوں گا - اب مجھے بتایا گیا ہے جلدی میں انٹ شنٹ پیسے خرچ کئے جا رہے ہیں - میں اور وزیر تعلیم دونوں مل کر ، اگر یہ سمجھیں کہ اس گرانٹ کو ٹھیک استعمال نہیں کیا جا سکتا ، تو ہم روک لیں گے - جن دنوں ، میں وزیر تعلیم تھا ، میں نے ہر ڈسٹرکٹ لیول پر ایک پرچیز کمیٹی بنا رکھی تھی جو سارا سال پرچیز کرتی تھی - لیکن اس میں کیا ہوا ؟ اسی ایوان کے ریکارڈ پر ہے - ایک ممبر نے دوسرے ممبر کے خلاف یہ چارجز لگائے کہ فلاں فلاں لوگ خود مل کر کھا گئے - یہ چیز ریکارڈ پر ہے - ٹیپ بھی ہوں گے اور لکھے بھی ہوں گے - ہم نے وہ کمیٹی ختم کر دی - ایک ممبر نے دوسرے کے بارے میں کہا ، یہ کہا گیا - پھر ہم نے اس چیز کو ختم کر کے ڈپٹی کمشنر لیول پر کر دیا - اب مجھے پتا نہیں (چونکہ میں وزیر تعلیم نہیں) کہ آج کل کمیٹیاں کس طرح سے قائم کرتے ہیں - لیکن میں نے ایک وقت میں جو عوامی کمیٹیاں بنائی تھیں اس میں پر عوامی نمائندے نے دوسرے عوامی نمائندے کے خلاف اتنے الزامات لگائے کہ ان کو ختم کرنا پڑا - یہ بات غلط ہے کہ محکمہ فنانس نے ان کو release نہیں کیا - انہوں نے خود سکیم دیر سے بنائی ہوگی تاکہ اس سے غلط فائدہ اٹھا سکیں -

مسٹر عابد حسین بھٹی : فاضل وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ جو گرانٹ lapse ہو جاتی ہے وہ اگلے مالی سال میں release کر دی جاتی ہے ۔ میری submission یہ ہے کہ شیخوپورہ کے علاقے کے لیے آٹھ لاکھ روپیہ کی جو رقمیں ہیں وہ خرچ نہیں ہوئیں ۔ ان کو اگلے سال کے لیے رکھ لیں ۔ میں ان سے اس کی وضاحت چاہتا ہوں ۔

وزیر خزانہ : اگر وہ محکمہ مانگے گا تو اس کو دی جائے گی ، اگر سکیم میں شامل ہوگی ۔ یہ موٹا سا کتابچہ ہے ، اس میں اگر پہلے لکھ دیا گیا ہو ۔

مسٹر عابد حسین بھٹی : ہم خرچ کر سکتے ہیں ۔

وزیر خزانہ : فنڈ اوپر تو نہیں اڑ جاتے ۔ پیسے جو بچتے ہیں وہ کسی اور سکیم پر لگ جاتے ہیں ۔ اور ہمارا جو cash balance رہ جاتا ہے وہ اگلے سال کام آ جاتا ہے ۔

مسٹر سپیکر : چودھری منظور الٰہی ۔

چودھری منظور الٰہی : (گجرات ۔ 6) جناب والا ! میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام پر جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے ۔

جناب سپیکر ! موجودہ بحران میں ہمارا ملک جس مشکل وقت میں گزرا ہے وہ ہم سب پر واضح ہے ۔ موجودہ بجٹ کو دیکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وزیر خزانہ نے کافی محنت سے بجٹ تیار کیا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔

جناب والا ! ملکوں اور قوموں پر مشکل وقت اور بحران آتے رہتے ہیں ۔ وہ بحران کبھی جنگوں کی صورت میں آتے ہیں ، کبھی سیلابوں کی صورت میں اور کبھی زلزلوں کی صورت میں ۔ ہر ملک اور قوم ایسے مشکل وقت کا مقابلہ کرتی ہے ۔ ایسے مشکل وقت ہم پر بھی کئی دفعہ آئے ۔ ہم نے جنگیں بھی لڑیں ، سیلابوں کا مقابلہ بھی کیا اور زلزلوں کا مقابلہ بھی کیا ۔ لیکن موجودہ بحران کوئی انوکھی نوعیت کا بحران ہے ۔ میں اس بحران کو انوکھی نوعیت کا اس لیے کہتا ہوں کہ یہ مشکل اور بحران ہمارے چند

بھائیوں اور بزرگوں نے اپنی نا سمجھی اور ملک دشمن عناصر کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اپنے اور اپنے ملک کے لیے پیدا کیا ہے - ہم اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس بہت بڑے بحران سے نکال لیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت اور تدبر کی وجہ سے ہم اس بحران پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے ہیں -

جناب والا ! میں یہاں پر یہ کہنا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ ان عرب ممالک اور ان عرب بھائیوں کا جنہوں نے ہمیں اس بحران سے نکالنے میں مدد دی ہے شکریہ ادا کیا جائے - اس بحران سے نکل جانا ہمارے لیے معجزے سے کم نہیں - لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قائد عوام کی سیاسی بصیرت سے ہم نے اس بحران پر قابو پا لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم قائد عوام کی قیادت میں آئندہ بھی اپنے ملک کے استحکام کے لیے مزید جد و جہد اور کوشش کرتے رہیں گے -

Mr. Speaker : The House is adjourned to meet at 5.30 P.M

(وقفے کے بعد 5-30 بجے شام جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مسٹر سپیکر : چودھری منظور الٰہی -

چودھری منظور الٰہی : جناب والا ! 7 مارچ کو قومی اتحاد نے الیکشن میں بھرپور حصہ لیا اور 8 تاریخ کو الیکشن کے نتائج سننے کے بعد الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا - انہیں یہ پتا لگ چکا تھا کہ وہ الیکشن ہار چکے ہیں - انہوں نے یہ الزام لگانا شروع کر دیا کہ ہمارے ساتھ دھاندلی ہوئی ہے - میں کھاریاں کا رہنے والا ہوں - قومی اسمبلی کا حلقہ کھاریاں اور لالہ موسیٰ پر مشتمل تھا - میں نے 7 مارچ کو قومی اسمبلی کا الیکشن دیکھا - میں نے اس علاقے میں کسی قسم کی دھاندلی ہوتے نہیں دیکھی - پاکستان پیپلز پارٹی نے فیئر الیکشن جیتا ہے - میں یقین سے کہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی پہلے سے زیادہ بھاری اکثریت سے دوبارہ جیتے گی -

قومی اتحاد نے الیکشن کا بہانہ بنا کر ملک میں توڑ پھوڑ، آگ لگانے، لوٹ مار کی وارداتیں کرنے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ قومی اتحاد والوں کے استاد نے انہیں یہی سبق دیا تھا کہ تم کبھی الیکشن جیت نہیں سکتے۔ اب یہ وقت ہے اور ہم اپ ور طرح سے تمہاری امداد کریں گے۔ آپ ملک میں بد امنی پھیلائیں، پاکستانی شہریوں کو پریشان کریں اور پاکستان پیپلز پارٹی سے حکومت کو چھین لیں۔ جس طریقے سے قومی اتحاد نے اپنے ملک میں قتل و غارت اور لوٹ مار شروع کی، کوئی محب وطن اس فعل کو مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن انہوں نے ملک میں یہ طریقہ اختیار کیا۔

جناب والا! جس وقت قومی اتحاد والے پاکستان پیپلز پارٹی پر یہ الزام لگا رہے تھے کہ ہمارے ساتھ دھاندلی ہوئی ہے تو اس وقت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اتحاد والوں کو یہ مشورہ دیا، بلکہ یہ کہا کہ آپ میرے ساتھ مل کر بیٹھیں اور مذاکرات کریں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ مسئلہ بیٹھ کر حل کر لیتے ہیں۔ چونکہ حزب اختلاف کو یہ سبق ملا تھا کہ بھٹو کے ساتھ بات نہیں کرنی، اگر آپ نے بات کی تو حکومت نہیں مل سکے گی، اس لیے آپ ضد پر اڑے رہیں۔ انہوں نے اپنے ملک کی معیشت کو تباہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے بعد بار بار جناب قائد عوام نے حزب اختلاف کو مذاکرات کی دعوت دی۔ ہر بار انہوں نے اس بات کو ٹھکرا دیا۔ لیکن اب دیکھ لیں کہ مسئلہ سلجھا ہے تو مذاکرات کے ذریعے سلجھا ہے۔ اگر یہی مذاکرات 7، 8، 9 مارچ کے بعد کسی دن ہو جاتے، قومی اتحاد اس وقت رضا مند ہو جاتا تو ہم اتنے بھاری نقصان سے بچ جاتے۔ اب بھی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حزب اختلاف کو یہ توفیق دی کہ وہ مذاکرات کے ذریعے اپنے مسائل سلجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ خداوند کریم ان مذاکرات کو کامیاب کرے۔

جناب والا ! ایک خبر بڑی دلچسپ ہے جو میں نے ''نوائے وقت'' میں پڑھی ہے اس میں قومی اتحاد کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ سوائے بھٹو کے کسی سے بات نہیں کریں گے ۔ اللہ کی شان دیکھیئے ، وہی حزب اختلاف جو آج سے چند دن قبل بھٹو صاحب سے بات کرنا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر اپنے مسائل حل کرنا گوارا نہیں کرتی تھی ، وہ آج بھٹو کے علاوہ کسی سے بات کرنے پر رضامند نہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! میں اپنے حلقے کے کچھ مسائل پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ میرا حلقہ کھاریاں ہے جو ایک پسماندہ علاقہ ہے ۔ وہاں کے زیادہ آدمی فوج میں بھرتی ہو کر ملکی دفاع کا اہم کردار ادا کر رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ وہاں جو زمیندار ہیں ، وہ 2 ایکڑ ، 5 ایکڑ، 10 ایکڑ زمین کے مالک ہیں ۔ ہمارے ہاں کوئی بڑا زمیندار نہیں ۔ ہماری عوامی حکومت نے کھاریاں کے حلقے میں سڑکیں بھی بنائی ہیں ، ہسپتال بھی بنے ہیں اور میرے حلقے میں پچھلے تین چار سال میں سات آٹھ گاؤں میں بجلی بھی مہیا کی ہے ۔

اس کے علاوہ میں یہ گذارش کرنی چاہتا ہوں کہ میرے علاقے میں ، جو زیادہ تر دیہی کے علاقے پر مشتمل ہے ، آمد و رفت کے کوئی ذرائع نہیں ۔ وہاں سڑکیں بہت کم ہیں ۔ وہاں ایک سڑک لالہ موسیٰ تا دلانوالہ 8 میل لمبی ہے ۔ تین میل سولنگ ہو چکی ہے ۔ اس سڑک کے لیے مزید رقم دی جائے ۔ دوسری سڑک لالہ موسیٰ سے مونالوالی ہے ۔ یہ بڑی اہم سڑک ہے ۔ اس کے لیے بھی فنڈز درکار ہیں ۔ ایک اور سڑک جو سندھاریہ سے پیٹھا رائے بہادر جاتی ہے ، اس پر تین میل سولنگ ہو چکی ہے ۔ اس کے لیے فنڈ درکار ہیں ۔ مہربانی کرکے ان سڑکوں کے لیے فنڈز مہیا کیے جائیں ۔ میرے علاقے کے دیہات میں کوئی ہیلتھ سنٹر نہیں ۔ ایک دیہہ ہے جس کا نام ملکہ ہے ۔ آج سے تین چار سال پہلے وہاں ایک ہیلتھ سنٹر منظور ہوا تھا ۔ گاؤں والوں کو کہا گیا کہ اس کے لیے زمین مہیا کرو ۔ جب زمین مہیا کرو گے تو ہیلتھ سنٹر تعمیر ہو جائے گا ۔ تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے ۔ گاؤں والوں نے 5 ایکڑ زمین تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے

خرید کی ۔ لیکن ان کی بدقسمتی دیکھیے کہ جب ہسپتال بننے کی باری آئی تو وہی ہسپتال جناب بریگیڈیر صاحب داد صاحب نے جو اس وقت وزیر صحت تھے ، اپنے موضع پنجن میں تعمیر کرانا شروع کر دیا ۔

جناب والا ! میں یہ نہیں کہتا کہ پنجن میں ہسپتال نہیں ہونا چاہیے، وہاں بھی ضرورت ہے ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جہاں زیادہ ضرورت ہے وہاں پہلے بنایا جائے اور جب زیادہ ضرورت کی جگہوں پر ہسپتال بن جائیں تو اس کے بعد پنجن میں بھی بن جائے ۔ یہ پنجن پائی وے کے کنارے پر واقع ہے ۔ کھاریاں سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے اور کھاریاں چھاؤنی سے تین میل ہے ۔ کھاریاں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہونے کی وجہ سے وہاں تحصیل ہسپتال ہے ۔ چھاؤنی میں سی ۔ ایم ۔ ایچ ہے ۔ اسی طرح پنجن سے پانچ میل کے فاصلے پر لالہ موسیٰ ہے جہاں ہسپتال ہے ۔ پنجن میں رہنے والے ان ہسپتالوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ، جب کہ ملکہ کھاریاں سے تقریباً 8 میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ وہاں کوئی سڑک نہیں اور وہاں کم از کم تیس گاؤں اس ہسپتال سے مستفید ہو سکتے ہیں ۔ میری گزارش یہ ہے کہ چونکہ ملکہ والوں نے زمین بھی خریدی ہوئی ہے اس لیے وہاں ہسپتال بنایا جائے ۔ میں اپنے علاقے کے لیے فی الحال صرف دو سکولوں کے لیے کہوں گا کہ ان کا درجہ بڑھایا جائے ۔ ایک دینا چک مڈل سکول ہے اس کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے اور دوسرا موضع شاہنا میر مڈل گرلز سکول ہے اس کا درجہ بھی بڑھایا جائے ۔ ان دونوں سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا جائے ۔ جناب والا ! کھاریاں تحصیل ہیڈ کوارٹر اور سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر بھی ہے ۔ لیکن آج تک وہاں نہ کوئی لڑکوں کا کالج ہے اور نہ ہی لڑکیوں کا ۔ ضلع گجرات کے تین سب ڈویژن ہیں ۔ گجرات ، منڈی بہاؤالدین اور کھاریاں ۔ گجرات میں لڑکوں کا کالج ہے ۔ منڈی بہاؤالدین میں حکومت نے لڑکوں کا کالج تعمیر کر دیا ہے ۔ اب صرف کھاریاں رہ گیا ہے جہاں لڑکوں کا اور نہ ہی لڑکیوں کا کالج ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال چونکہ زیادہ ضرورت لڑکیوں کے کالج کی ہے ، اس لیے کھاریاں کے لیے ایک گرلز کالج منظور فرمایا جائے ۔

اس کے علاوہ سب سے زیادہ اہم بات جو میں کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ میرے علاقے میں پینے کے پانی کی قلت اور تکلیف ہے۔ آج جب کہ چاند پر پہنچنے کی باتیں پرانی ہو گئی ہیں، میرے علاقے میں اب بھی کچھ دیہات ایسے ہیں جہاں میری مائیں اور بہنیں ڈیڑھ دو میل جا کر گھڑے بھر کر اور سر پر رکھ کر لاتی ہیں۔ ایک صبح جاتی ہے اور دوسری شام کو پچھلے پہر جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس روز وہ اور کوئی کام نہیں کر سکتیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ دو میل سے پانی بھر کر لانا اس زمانے میں جب کہ سائنسی اور دوسری ترقی دنیا میں ہر جگہ ہو رہی ہے، یہ کتنا تکلیف دہ کام ہے۔ مہربانی کرکے کھاریاں کے علاقے کے لیے سب سے زیادہ پینے کے پانی کے پروگراموں پر توجہ دی جائے۔

جناب والا! اس سے پہلے میرے شہر میں دو باؤ واٹر سپلائی سکیم کے لیے کوشش کی جا چکی ہے۔ لیکن چونکہ وہاں زیر زمین پانی زیادہ نہیں اس لیے ٹیوب ویل واٹر سپلائی سکیم کامیاب نہ ہو سکی۔ کھاریاں سے تقریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر کھاریاں چھاؤنی ہے۔ وہاں بھی ان کو پانی دستیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ چھاؤنی کی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے محکمہ دفاع نے چار میل دور موضع گلیانہ میں ٹیوب ویل نصب کیے ہیں اور وہاں سے چھاؤنی کو پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ کھاریاں چھاؤنی تقریباً 1960ء میں تعمیر ہوئی تھی اور اب ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ پانی زیادہ عرصہ نہ چل سکے گا اور پانچ یا چھ سالوں کے بعد چھاؤنی کے لیے پانی پورا نہ ہو سکے گا۔ اس لیے انہوں نے ایک اور جگہ موضع گنجا میں کچھ ٹیوب ویل لگائے ہیں۔ لیکن وہاں سے بھی صحیح طور پر پانی میسر نہیں ہو رہا۔ اس سلسلے میں میں ایک تجویز دینی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کھاریاں سے تقریباً سات آٹھ میل کے فاصلے پر نہر اپر جہلم ہے۔ وہاں جگو ہیڈ سے لفٹ کے ذریعے کھاریاں چھاؤنی نہر تعمیر کی جائے جو کھاریاں شہر اور کھاریاں چھاؤنی کے شمال کی طرف سے ہو کر گزرتی ہوئی دریائے چناب میں آ گرے۔ اس طرح کھاریاں چھاؤنی اور شہر کے لیے

پینے کا پانی مل سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ اس نہر سے تحصیل کھاریاں اور تحصیل گجرات کا بارانی علاقہ بھی سیراب ہو سکتا ہے ۔ اس سے بیرسٹ علاقے میں خوش گوار تبدیلی آ جائے گی ۔

جناب والا ! آخر میں میں موجودہ حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر جناب وزیر خزانہ کو دوبارہ مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : حافظ علی اسد اللہ فاضل رکن موجود نہیں ۔ پروفیسر نذیر احمد ۔

پروفیسر نذیر احمد : جناب سپیکر ! سب سے پہلے تو میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ پنجاب کو اس بجٹ کے پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور خصوصی طور پر اس لیے کہ امسال میزانیہ میں جو strategy اپنائی گئی ہے وہ consolidation اور recovery کی strategy ہے نہ کہ وسعت کی ، نہ کہ extension کی ۔

جناب والا ! اس بجٹ کے پس منظر کا اگر میں 1970ء کے اس بجٹ کے ساتھ موازنہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں غلط نہ کہتا ہوں گا ۔ کیونکہ درمیانی عرصے میں جتنے مخالف اور مشکل حالات میں پاکستان اور خاص طور پر پنجاب کی معیشت کو عوامی حکومت نے جس انداز سے بچانے کی کوشش کی ہے اور جس انداز سے معاشی عمل کو تیز کرنے کی کوشش کی ، بنیادی اصلاحات کی گئیں اور معاشی وسعت کے لیے کوششیں کی گئیں اور جس انداز میں 77-1976ء کے میزانیے کے بعد یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ 78-1977ء کا بجٹ پنجاب کی معیشت میں ، ملک کی معیشت میں ایک اہم موڑ ثابت ہوگا ۔ لیکن بدقسمتی سے حالات سماوی و دنیاوی کے باعث ملک ایک عجیب موڑ پر آن کھڑا ہوا ۔ 77-1976ء کے بجٹ میں جس انداز سے ملک کو ، پنجاب کو ایک معاشی موڑ پر کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی تھی ، خریف کی فصل سیلاب سے تباہ ہوئی ، چالیس فی صد خریف کی فصل تباہ ہو گئی ، 450 کروڑ روپے کا نقصان ہو گیا اور جس انداز سے ہمارے پنجاب کی معیشت نے اس دھچکے کو بھی سنبھالا دیا ، اسے بھی

برداشت کیا ۔ لیکن اس کے بعد ان لوگوں نے سیاسی طور پر حالات پیدا کیے جو اس ملک کو تعمیراتی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے دیکھنا نہ چاہتے تھے ۔ اور سب سے زیادہ تو یہ کہ پاکستان اور خاص طور پر پنجاب معاشی صورت حال میں جس انداز سے آگے جا رہا تھا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایجی ٹیشن، جسے میں تحریک نہیں کہوں گا ، یہ ایجی ٹیشن ، یہ فساد صرف اور صرف پاکستان میں ، پنجاب میں جمہوریت کے خلاف ہی نہ صرف ایک سازش تھی بلکہ ملک کو تخریب کی طرف لے جانے کے لیے بھی ایک بہت بڑا قدم تھا ۔

جناب والا ! جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے آج سے کچھ دن پہلے ایک بڑے مزے کی بات کہی تھی اور وہ یہ کہ ہمارے حزب اختلاف کے دوست ، پی این ۔ اے کی لیڈر شپ تخریب پر فخر کرتی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے جو یہ کام کر دکھایا ہے ، جس کی اب وہ تاریخ رقم کرنا چاہتے ہیں ، انھیں اس پر فخر ہے ۔ اس کے لیے انھیں ایک میڈل ملنا چاہئے ۔

جناب والا ! ایک شہری جس کا مکان اس کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھا ، کل میری اس سے بات ہوئی ۔ ایک شہری جس کے سامنے اس کے ہمسائے کو چھریوں سے مار دیا گیا ۔ وہ کہنے لگا کہ میری ایک تجویز ہے ۔ آپ اسمبلی میں اس چیز پر توجہ دیجیے گا ۔ اور وہ تجویز میں اس شہری کی حیثیت سے اس کی طرف سے آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں ۔ اس شہری نے کہا کہ پی ۔ این ۔ اے والوں کو بجائے "ہل" کے "گدھ" (vulture) کا نشان اپنانا چاہیے ، کیونکہ گدھ تخریب کا نشان ہوتا ہے اور یہی ایک نشان انھیں suit کرتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تخریب پر وہ فخر کرتے ہیں ، اگر تخریب ہی کی سیاست میں یہ بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور تخریب کاری کر کے وہ اس ملک کی کوئی خدمت کر رہے ہیں تو صاحب یہ بجٹ میں consolidation اور recovery کے لیے کوشش کی گئی ہے ، جس میں ان بستیاں آباد کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ پیسے اب بھی رکھ گئے ہیں ، جس

میں زرعی ترقی کے لیے آج بھی پیسے رکھے گئے ہیں، باوجودیکہ ان لوگوں کے ہاتھوں تباہی ہوئی جو تعمیر کے دعویٰ کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ یہاں انہوں نے اپنے کردار کو پھر ثابت کر دیا ہے۔ اہل نظر تو نئی بستیاں آباد کرنا چاہتے ہیں، اہل نظر تو بستیاں نئی آباد کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن یہ تخریب کے دعویٰ دار، یہ تخریب کے ساتھی، انہیں اپنا کام کرنے دیجیے۔ پاکستان کی تعمیر ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت کی جب کہ کچھ نہ تھا۔ اس وقت بھی ملک کو ایک ایسی معاشی لائن پر لگا دیا گیا تھا۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ ہر اس زمین میں، ہر اس دنیا میں جہاں مظلوم لوگ بستے ہیں، وہاں تیسری دنیا کے مظلوم لوگوں کے لیے ذوالفقار علی بھٹو نے آواز اٹھائی۔ ذوالفقار علی بھٹو ان کے دوست ثابت ہوئے۔ وہاں بھی تعمیر کی، یہاں بھی تعمیر کی اور تعمیر پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت کی قسمت میں ہے، نہ صرف پاکستان میں تباہی کو ختم کر کے وہ تعمیر کی طرف لے جائیں گے۔ ہاں، تخریبی قوتیں رہتی ہیں۔

جناب والا! انسان مر جایا کرتا ہے۔ لیکن تخریب کا ماویٰ، تخریب کا سرپرست، میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا، کہیں میرے دوست یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے ان کو وہ نام دیا ہے۔ لیکن تخریب کا سرپرست جسے آسمان سے پھینکا گیا تھا، وہ زندہ ہے۔ تخریب تو اپنے مقام پر موجود رہتی ہے۔ تخریب اپنا کام کرتی چلی جاتی ہے ہاں، پر تعمیر میں مضمر خرابی ہے۔ لیکن خرابی میں بھی وہ تعمیر ہوتی رہے گی۔ وہ تعمیر ہم کرتے رہیں گے۔ اک عرض تمنا ہم کرتے رہیں گے۔ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے manifestation ہے اور غالباً یہی انداز ہے جس میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے۔

جناب والا! میں زیادہ تفصیل میں تو جانا نہیں چاہتا۔ لیکن اس strategy کی بنیاد پر دو باتوں کے لیے جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آخری بات جو میں جناب والا کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس بجٹ میں سب سے خوبصورت بات یہ

ہے کہ اگر گزشتہ حکومتوں کی طرح ایک منفی انداز اپنایا جاتا ، deficit financing کی جاتی اور ڈویلپمنٹ کے tempo کو مصنوعی طور پر جاری رکھنے کے لیے deficit financing کی جاتی تو کیا ہوتا ؟ ہم یہ یہاں کھڑے ہو کر کہہ سکتے کہ ہم نے صاحب ! ایک بڑا متوازن بجٹ پیش کر دیا ہے ۔ ہم نے خسارہ نہیں دکھایا ۔ لیکن نہیں ۔ حقیقت پسندی پر مبنی اس بجٹ میں ترقی کے tempo کو جو کچھ ہم نے ، ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے اس ملک میں کیا ہے ، اسے consolidate کرنے کے لیے ، اس کی بنیاد کو استوار کرنے کے لیے ، معیشت کے کمزور کونوں کو کسنے کے لیے یہ وقت استعمال کیا گیا ہے اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ انشاء اللہ بغیر ان ترقیاتی منصوبوں کو starve کیے ان تمام منصوبوں ، ان تمام چیزوں کے لیے پیسے دیے جائیں گے ۔ کیونکہ تعمیر ہمارا کام ہے ۔ ہمیں اس ملک کی تعمیر کرنی ہے ۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ ہم تعمیر میں کام کرنے والے ہیں ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لیے

جناب والا ! ہمارے یہ دوست ، دیوار کو گرانے والے نہیں جانتے کہ جب کچے مکانوں کی دیواریں گر جاتی ہیں تو اس میں راستے بنانے کے لیے بڑے لوگ آ جایا کرتے ہیں ۔ آج تو یہ نہیں مانتے ۔ ایک غیر مسلم کا بھیجا ہوا ڈرافٹ وصول کرنے کے بعد بھی یہ کہتے ہیں کہ غیر مسلموں نے مدرسوں کے لیے پیسے بھیجے ہیں ۔ ایک عجیب جھوٹ کے انداز میں ۔ یہ نہیں جانتے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت آ گیا ہے کہ ہم سب مل کر اس انداز میں کام کریں ، تعمیری انداز میں کام کریں ، اپنی man power کو اچھے انداز میں کام کرنے پر لگائیں ۔ بجٹ کو اس انداز سے ترتیب دیا جائے کہ مین پاور بے کار نہ رہے ۔ ٹیکسوں کے ذریعے پیسہ جمع کیا جاتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ مین پاور کو استعمال کیا جائے تاکہ بے روزگاری کا خاتمہ ہو سکے اور جو آدمی اس ملک میں کام کرنا چاہتا ہے اس کو

کام پر لگانا چاہیے ۔ میں کہتا ہوں یہ انداز جو کئی ممالک میں اپنایا گیا ہے کافی کامیاب رہا ہے اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا ہے ۔ ذوالفقار علی بھٹو بھی یہی کرنا چاہتا ہے ۔ لیکن تخریبی طاقتیں تو راستے میں موجود ہوں گی ۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہم نے اپنے راستے کا تعین کر لیا ہے اس پر ہمیں تیزی سے کام کرنا چاہیے ۔ تخریبی قوتیں تو اپنا کام کرتی رہیں گی ۔ یہی میں گزارش کرنا چاہتا ہوں اور جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ مقامی مسائل پر تو میں ڈاکٹر صاحب سے ہر وقت بات کر سکتا ہوں اور میں اپنے دوستوں سے بھی یہ بات کر سکتا ہوں کہ ہم ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں تمام مسائل حل کر سکتے ہیں ۔ میں گزارش کروں گا کہ جس طرح ہم نے راولپنڈی کے دوسرے پروگرام اور کام پایۂ تکمیل تک پہنچائے ہیں اسی طرح ہم دوسرے ترقیاتی پروگرام بھی مل جل کر حل کر لیں گے بہت بہت شکریہ ۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : سید امیر حسین شاہ ، مخدوم شمس الدین گیلانی (فاضل اراکین ایوان میں موجود نہ تھے) ۔ چودھری امان اللہ خان ۔

چودھری امان اللہ خان : جناب سپیکر ! وطن عزیز کو جن مسائل کا سامنا ہے اور پچھلے چند سالوں سے جن مشکلات اور بحرانوں سے گزر رہا ہے ، اس افراتفری کے دور میں ، میں یہ خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ ایک ایسا متوازن بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ یہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اس ملک کو اس بحران سے نکالا ہے اور ان کی ولولہ انگیز قیادت میں ملک دوبارہ مستقبل کی طرف رواں دواں ہے ۔ جناب والا ! اس سیاسی بحران سے ہماری معیشت بھی متاثر ہوئی ہے ۔ میں وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ان حالات میں بھی بہتر اور حقیقت پسندانہ بجٹ پیش کیا ہے ، کیونکہ اس سے عام آدمی پر کم سے کم بوجھ پڑا ہے ۔

جناب والا ! اب میں اپنے حلقہ نیابت کے چند مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ میرا حلقہ جو تحصیل نارووال اور پسرور پر مشتمل ہے

دیہاتوں پر مشتمل ہے اور یہ جموں اور کشمیر کے ساتھ ملحق ہیں ۔ وہ لوگ مظلوم ہیں ، اس لیے میں ان کے مسائل آپ کی خدمت میں پیش کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہوں وہ لوگ دو بار ظلم کا شکار ہو چکے ہیں ۔ ایک دفعہ 1965ء کی جنگ میں اور دوسری دفعہ 1971ء کی جنگ میں ہمارے ہمسائے ہندوستان کے ناپاک عزائم کا شکار ہو چکے ہیں اور دو مرتبہ انہیں روند کر رکھ دیا گیا ۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے عزم کے ساتھ دوبارہ زندگی شروع کر دی اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان کے مسائل کی طرف پچھلے دور میں کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ ان کے چیدہ چیدہ مسائل میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ پہلے میں تحصیل پسرور کے حلقہ ظفر وال کی طرف آتا ہوں کہ وہاں دستکاری کے مرکز کے لیے قرضے کی سہولت بہم پہنچائی جائے ۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ گاؤں کے اکثر لوگ قالین بافی کا کام کرتے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس کام میں مدد دیتے ہیں ۔ کچھ عرصہ ان کو مفت کام کرنا پڑتا ہے اور جب وہ کام سیکھ جاتے ہیں تو ان کو تھوڑے سے پیسوں پر ملازم رکھ لیا جاتا ہے ۔ قالین بنوانے میں انہیں بھی دور دراز علاقوں سے مال لانا پڑتا ہے ۔ اگر وہاں کوئی مرکز قائم ہو جائے تو اس سے قالین بنانے والوں کو بھی دور نہیں جانا پڑے گا اور جو بچے وہاں کام کرتے ہیں انہیں بھی تربیت حاصل کر کے اپنی روزی کمانے میں سہولت میسر ہو جائے گی ۔ اس طرح یہ مقامی صنعت قائم ہونے سے ایک تو وہاں کے لوگوں کو روزگار میسر آئے گا اور دوسری طرف ملک کو زرمبادلہ بھی میسر آئے گا ۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ تحصیل پسرور کے حلقہ میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے ، کیونکہ وہاں کے لوگوں کو روزگار کے لیے سیالکوٹ جانا پڑتا ہے اور وہ کوئی ہنر مند مزدور نہیں ۔ اس سے ایک تو وہ ہنر مند ہو جائیں گے اور دوسری طرف وہاں انہیں ملازمت کے مواقع میسر آئیں گے ۔ اگر انسٹی ٹیوٹ قائم ہو جائے تو انہیں بہتر سہولتیں میسر آئیں گی اور وہ ملک کے لیے زر مبادلہ بھی مہیا کر سکیں گے ۔

جناب والا ! اب میں زراعت کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں جن لوگوں کے پاس زمین ہے وہ بہت تھوڑی تھوڑی ہے اور وہاں پر ٹیوب ویل کے لیے سبسڈی حاصل کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے ۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ حد ملکیت 25 ایکڑ سے کم کر کے ساڑھے بارہ ایکڑ کردی جائے تاکہ اس رعایت سے لوگ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں ۔ ایک سبسڈی کے لیے چار پانچ آدمی مل کر درخواست دیتے ہیں ، کیونکہ اگر زمین کم ہو تو سبسڈی نہیں ملتی ۔ چند ایک درخواستیں ، میں نے ایسی بھی دیکھی ہیں کہ اتنے آدمیوں کے ملنے کے باوجود بھی ان کا رقبہ پورا نہیں ہو سکا ۔ دو چار کنال پھر بھی کم رہ گئی اور وہ سبسڈی سے فائدہ حاصل نہ کر سکے ۔ اس لیے حد ملکیت 25 ایکڑ کی بجائے ساڑھے بارہ ایکڑ کردی جائے ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ درخواست دہندہ کو جو ساڑھے بارہ ہزار کی رقم ملتی ہے اس سے تو کوئی اچھا انجن بھی نہیں خریدا جا سکتا ۔ اس رقم کو بھی بڑھا کر بیس ہزار کردیا جائے تاکہ لوگ سبسڈی کا صحیح فائدہ اٹھا سکیں ۔

اب میں اپنے حلقہ کے تعلیمی مسائل کا ذکر کروں گا ۔ تین سو دیہاتوں میں صرف دو ہائی سکول ہیں ۔ ایک ظفر وال میں اور دوسرا تحصیل پسرور میں ان دونوں کے درمیان فاصلہ ایک ہے اور یہ سال کے اکثر حصوں میں ، گرمیوں میں بھی اور سردیوں میں بھی جاری رہتا ہے ۔ بارشوں میں تو اور بھی مشکل پیش آتی ہے ۔ اگر ہائی سکول سینٹر سبز پیر موڑ کے مقام پر قائم کیا جائے تو لوگوں کا مسئلہ حل ہو سکتا ۔ تین سکول ایسے ہیں جہاں اس وقت مڈل تک تعلیم دی جا رہی ہے ۔ اگر ان کو ہائی کا درجہ دیا جائے تو تعلیم کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے ۔ ظفر وال میں جو ہائی سکول موجود ہے ، جب ملک معراج خالد صاحب وزیر اعلیٰ تھے اور وہ ظفر وال تشریف لائے ، تو انہوں نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس کو کالج بنا دیا جائے گا ۔ اس کے بعد موجودہ وزیر اعلیٰ جناب صادق حسین قریشی صاحب بھی تشریف لے گئے تھے ۔ انہوں نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ میں کالج کے

قیام کے متعلق غور کروں گا ۔ لیکن آج تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی اس کو کالج بنانے کے لیے کوئی گرانٹ عنایت کی گئی ہے ۔ یہ لوگوں کا دیرینہ مطالبہ ہے اور ظفر وال کا ہائی سکول بھی اس قابل ہے کہ اگر اس کو آج ہی کالج میں تبدیل کردیا جائے ۔ تو وہاں کے لڑکوں کے بیٹھنے اور کلاسیں جاری رکھنے کی گنجائش موجود ہے ۔

جناب والا ! ایک مسئلہ ۵ مرلہ سکیم کا ہے ۔ اس میں غیر کاشتکار لوگوں کو ۵ مرلے زمین ملتی ہے ۔ لیکن ایک گھر میں ایک آدمی ، جو غیر کاشتکار ہے ، اس کے اگر چار پانچ لڑکے ہیں ، تو ان کا والد چونکہ زندہ ہوتا ہے تو صرف والد کو ۵ مرلے دیے جاتے ہیں اور دوسروں کو مد نظر نہیں رکھا جاتا ۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کو مد نظر رکھا جائے اور فیملی کی صورت میں انہیں بھی پلاٹ الاٹ کیے جائیں ۔

مسٹر سپیکر : چودھری بدر الدین ۔

چودھری بدر الدین : جناب سپیکر ! میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ کو اس اسمبلی کا پہلا اور شاید آخری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ ڈاکٹر صاحب پہلی اسمبلیوں میں بھی بجٹ پیش کرتے رہے ہیں اور ان میں بھی مبارک سلامت کے کلمات کہے گئے ہوں گے ۔ لیکن موجودہ بجٹ بہت اہم ہے کیوں کہ لوگ یہ سوچتے تھے کہ اب خزانے میں پیسے نہیں ۔ پی ۔ این ۔ اے والے کہتے تھے کہ ہم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی ، اس لیے یہ اسمبلیاں بجٹ نہیں بنا سکتیں ۔ اس لحاظ سے بھی میں جناب ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ان نا مساعد حالات میں ایسا بجٹ دیا ہے جو کہ غریبوں کی فلاح و بہبود میں اپنا کردار ادا کرتا ہے ۔ جناب والا ! یہ بجٹ بھی پہلے بجٹوں کی طرح یقیناً قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایت کے مطابق غریب عوام سے کئے گئے وعدوں کی تکمیل کا ذریعہ ہوگا ۔

جناب والا ! اسی بجٹ میں کچی آبادی کے مکینوں کے لیے زر کثیر رکھا گیا ہے ۔ پہلی بار اتنی بڑی تعداد میں کچی آبادی کے مکینوں کے لیے ، ان

کے گھروں کو بسانے کے لیے اتنی رقم رکھی گئی ہے۔ یہ بجٹ اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ حکومت ہر صورت میں غریبوں کی فلاح و بہبود چاہتی ہے اور غریبوں کو اونچا کرنا چاہتی ہے۔ اس بجٹ سے پہلے جو اس ملک کے حالات تھے وہ ان لوگوں کے پیدا کئے ہوئے تھے جو کہ چور دروازے سے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ جنہوں نے انتخابات میں کہا تھا کہ الیکشن کے نتائج خواہ کچھ بھی ہوں۔ 7 مارچ کو اقتدار ہمارے پاس ہوگا۔ یہ بات انہوں نے کہی جو کہ جمہوریت کا دعویٰ کرتے تھے۔ وہ ملک میں جمہوری نظام لانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر نتائج ہمارے برخلاف ہوں گے تو ہم انہیں تسلیم نہیں کریں گے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے کارکنوں نے اپنے قائد کے حکم کو بجا لاتے ہوئے کامیابی کے باوجود اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا اور وہ یہ سمجھتے رہے ہیں کہ شاید ہم لوگ دب گئے ہیں۔ انہوں نے اس ملک میں ایک طوفان بدتمیزی شروع کر دیا انہوں نے غریبوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم غریبوں کی لاشوں کو زینہ بنا کر اقتدار کی کرسی پر چھا جائیں گے اور اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ جب میرے قائد نے انہیں مذاکرات کے لیے پکارا تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم کسی صورت میں بھی اس پر تیار نہیں ہیں، جب تک آپ ہماری پیشگی شرائط قبول نہیں کرتے ہیں۔ میرے قائد نے عوام کی طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے جب ریفرنڈم کا اعلان کرایا اور عوام نے اس فیصلے کو سراہا تو وہ لوگ بھاگے بھاگے گئے کہ ہماری کوئی پیشگی شرط نہیں، ہم مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ مذاکرات میں آپ کیوں دیر کر رہے ہیں؟ فوراً مذاکرات کرو، ہم ابھی تیار ہیں۔ کوئی شرط تسلیم نہیں کی گئی۔ بعد میں وہ لوگ مذاکرات کی نیت سے بھاگے۔ جناب والا! یہ دراصل وہ لوگ ہیں جو چور دروازے سے اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ عوام کی طاقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ ان سامراجی طاقتوں کا دباؤ تسلیم کرتے ہیں اور ان لوگوں کے کہنے پر انہوں نے اس ملک میں طوفان بد تمیزی کھڑا کیا۔

جناب والا! کچی آبادیوں کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے، یقیناً اس کا کچھ حصہ لائل پور کی کچی آبادیوں پر بھی خرچ ہوگا۔ میرے حلقہ انتخابات میں بہت بڑی کچی آبادی موجود ہے۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 1970ء کے انتخابات میں ان سے وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو پکے مکانات مہیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قائد عوام کی ہدایت پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے اور بہت سے پکے مکانات بن گئے ہیں، اور ان لوگوں کو وہاں پر جلد ہی بسا دیا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو جس جگہ سے دوسری جگہ بسایا جا رہا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے۔ اس جگہ کی اہمیت کاروباری نقطہ نظر سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اور اس کی قیمت مارکیٹ ویلیو سے کم نہیں۔ لیکن اگر وہاں کچی آبادیوں کا ایک ٹرسٹ قائم کر دیا جائے اور جس جگہ سے انہیں دوسری جگہ پر بھیجا جا رہا ہے اس جگہ کو نیلام عام کے ذریعے سے فروخت کیا جائے تو جو رقم اس سے حاصل ہوگی، میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی صورت میں بھی اس رقم سے کم ہو گی جو کہ ان کو بسانے پر خرچ کی جا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر یہ طریقہ رائج کیا جائے تو ان بے چارے کچی آبادیوں کے مکینوں پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا اور بغیر کسی تکلیف کے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب والا! سابقہ بارشوں میں لائل پور کا یہ حشر ہوا کہ لائل پور کو جانے کے لیے کوئی بھی سڑک سالم موجود نہ تھی۔ کوئی راستہ صحیح سلامت نہ تھا۔ یہاں تک کہ لائل پور کا ہوائی اڈا بھی سیم کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور ابھی تک اس کے نکاس کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ جب ہم اس بجٹ پر غور کرتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ لائل پور کے شہر کو اس بجٹ میں سیم سے بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ رقم دی جانی ضروری ہے۔ بارشوں کا دور پھر آنے والا ہے۔ ابھی تک ان راستوں کی بحالی نہیں ہو سکی۔ اگر بارشیں اس دفعہ معمول سے زیادہ ہوئیں تو پھر لائل پور میں آنے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ آپ کی وساطت سے میں

وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ وہ اس مسئلے پر اپنی خصوصی توجہ فرمائیں۔

جناب والا! تعلیم کے شعبہ میں اچھی خاصی رقم دی گئی ہے۔ لائل پور کو صنعتی لحاظ سے پاکستان کا مانچسٹر کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ لائل پور تعلیم کا گہوارہ ہے تو بے جا نہ ہو گا۔ لائل پور میں پاکستان کی نہیں، بلکہ ایشیا کی سب سے بڑی زرعی یونیورسٹی ہے۔ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے بہت سے طلبہ وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور وہاں بہت سے تعلیمی ادارے ہیں۔ 1970ء کے انتخابات میں جب قائد عوام لائل پور تشریف لائے تو انہوں نے وہاں انجینئرنگ یونیورسٹی اور میڈیکل کالج قائم کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ میڈیکل کے سلسلے میں ان کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ لیکن یہ لائل پور کا بدنصیب میڈیکل کالج ہے جس کی نہ کوئی بلڈنگ ہے اور نہ کوئی ہوسٹل اور نہ ہسپتال۔ پنجاب میڈیکل کالج کے طالب علم آج بھی درختوں کے سائے میں بیٹھ کر علم حاصل کرتے ہیں۔ انہیں ہوسٹل کی سہولتیں بھی میسر نہیں۔ پھر انہیں اپنی تعلیم کے سلسلے میں ہسپتال جانے کے لیے میلوں سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ان کا بہت سا قیمتی وقت آنے جانے میں صرف ہو جاتا ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ درخواست کروں گا کہ اس مسئلے کو اولیت دیں اور پنجاب میڈیکل کالج کے طلبہ کی پریشانیوں کو دور کیا جائے۔

جناب والا! میں لائلپور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کی بات کر رہا تھا۔ لائلپور بہت بڑا صنعتی شہر ہے اور اس شہر کی ملوں اور صنعتی اداروں کو ہمیشہ ہنر مند کاریگروں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اگر لائلپور انجینئرنگ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آ جائے تو ہنر مند کاریگروں کا یہ مسئلہ بھی بخوبی حل ہو سکتا ہے اور لائلپور کے عوام سے قائد عوام کا وعدہ بھی پورا ہو سکتا ہے۔ چونکہ سرگودھا ڈویژن میں ایک انجینئرنگ یونیورسٹی کی بات چل رہی ہے، میں اس سلسلے میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ یونیورسٹی لائلپور میں قائم کر دی جائے۔

جناب والا! ستم ظریفی یہ ہے کہ لائل پور میں لائل پور گورنمنٹ کالج فار وومن کا مسئلہ کئی سالوں سے التوا میں پڑا ہوا ہے۔ بچیوں کا یہ ادارہ ایک ایسی جگہ بنا ہوا ہے کہ ہماری بہنوں کو وہاں جانے کے لیے سخت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ شہر کا گنجان آباد علاقہ ہے اور پھر ٹرکوں کا اڈہ بھی اسی شہر میں ہے اس طرح انہیں سکول آنے جانے میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں دو تجاویز زیر غور تھیں۔ ایک تو یہ تھی کہ گورنمنٹ کالج فار بوائز کی بلڈنگ میں اسے منتقل کر دیا جائے اور بوائز کے لیے ایک نیا کالج تعمیر کیا جائے۔ اس کے مقابلے میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ گورنمنٹ کالج فار وومن کو ایک بلڈنگ مہیا کی جائے۔ اس سلسلہ میں جو جگہ گورنمنٹ کالج فار وومن کے لیے تجویز ہوئی ہے وہ شہر کے ایک کونے میں ہے جہاں بچیوں کا جانا ایک دشوار مسئلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں وزیر موصوف سے ہمدردانہ اپیل کروں گا کہ وہ اس مسئلے پر اپنے نقطہ نظر کو تبدیل کریں اور بچیوں کے کالج کے لیے شہر کے کونے کی بجائے شہر کے مرکز میں جگہ دی جائے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں۔ اسی طرح لائل پور میں گورنمنٹ Comprehensive ہائی سکول کے مسئلے پر آج تک توجہ نہیں دی گئی۔ چونکہ یہ سکول بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے میں درخواست کروں گا کہ اس کے بجٹ پر نظر ثانی کر کے اس میں اضافہ کیا جائے۔

جناب والا! لائل پور شہر میں کچی آبادیوں کی بہت سی سکیمیں بنائی گئیں جن میں چک نمبر 213 کی کالونی، ذوالفقار علی کالونی، بھی شامل ہے۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ وہاں ابھی تک کوئی تعلیمی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔ جب کچی آبادی کے مکین وہاں جائیں گے تو ان کے بچے اور بچیاں تعلیم کے زیور سے محروم رہیں گے۔ میں درخواست کروں گا کہ اس مسئلے پر خاص توجہ دی جائے اور وہاں تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔

جناب والا! میں آپ سے چند منٹوں کی مزید اجازت چاہوں گا کیونکہ صبح کے اجلاس میں تو یہ روایت رہی ہے کہ جتنے بھی فاضل ممبران

نے تفصیل کے ساتھ بات کرنی چاہی تھی تو سپیکر صاحب نے ان پر مہربانی فرما کر انہیں اجازت دے دی تھی ۔ میں بھی آپ سے درخواست کروں گا کہ اس معاملے میں آپ بھی تھوڑا سا رویہ نرم رکھیں، کیونکہ فاضل ممبران اس اسمبلی کا وقت فضول ضائع نہیں کرنا چاہتے ، بلکہ اپنے اپنے مسائل پر بات کرنا چاہتے ہیں ۔ میں جناب والا ! سے درخواست کروں گا کہ مجھے چند منٹوں کی اور اجازت فرمائیں ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔

چودھری بدرالدین : جناب والا ! میرا حلقہ نیابت لائل پور شہر کا سب سے پسماندہ علاقہ ہے ۔ اس حلقے کے لوگ شہر میں رہنے کے باوجود پینے کے پانی سے محروم ہیں ۔ برکت پور ، یاسین آباد ، وارث پورہ اور آبادی فتح دین ایسے علاقے ہیں جن میں پینے کے پانی کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں بھی متعلقہ وزیر سے پرزور اپیل کروں گا کہ اس کی طرف توجہ فرمائیں ۔ اسی طرح سے میرے حلقہ نیابت میں ، جو کہ مقبول روڈ کا علاقہ ہے ، فیکٹریاں اور دوسرے کارخانے موجود ہیں جن کا تیزابی پانی روزانہ لوگوں کے گھروں میں گھسا رہتا ہے ، جس کی وجہ سے مکانات مسلسل گر رہے ہیں ۔ کافی عرصہ سے وہاں سیوریج سکیم زیر تکمیل ہے ۔ معلوم نہیں کہ کیوں اس مسئلے پر توجہ نہیں کی جاتی ۔ اب جب کہ بارشوں کا موسم آنے والا ہے ، پانی اب بھی لوگوں کے گھروں میں کھڑا ہے ۔ اگر دو چار بارشیں ہوگئیں تو لوگ وہاں پر گھر جائیں گے ۔ دریا کے نزدیک رہنے والے لوگ تو سیلاب سے آشنا ہیں ۔ لیکن میرے علاقے کے مکین تو سیلاب سے آشنا بھی نہیں ۔ اس طرح وہ مشکلات سے دو چار ہو جائیں گے ۔ میں درخواست کروں گا کہ اس مسئلے پر جلد غور کیا جائے ۔

جناب والا ! آمد و رفت کے مسئلے پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسے بھی ترجیح دی جائے ۔ سڑکیں اور گلیاں بنائی جائیں ۔ میرا حلقہ ایک ایسا علاقہ ہے کہ جہاں میونسپل کارپوریشن نے سٹریٹ لائٹوں پر بھی کوئی رقم خرچ نہیں کی ، بلکہ سٹریٹ لائٹنگ کا رجحان تو ہمیشہ کاروباری حلقوں

اور بڑی بڑی کالونیوں میں رہا ہے - ہم بڑی لائنوں کا مطالبہ تو نہیں کرتے اور نہ ہی مرکزی لائنوں کا مطالبہ کرتے ہیں - ہم تو صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہاں پر روشنی کا معقول انتظام کر دیا جائے - شکریہ -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : حافظ علی اسد اللہ -

حافظ علی اسد اللہ : نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمo اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیمo

جناب سپیکر ! میں نے اس سے پہلے پانچ سالانہ اور ضمنی بجٹوں پر مختلف حالات میں تقاریر کی ہیں اور ان کا تجزیہ بھی کرتا رہا ہوں - ان بجٹوں میں جو رقوم مختص کی گئی تھیں ان سے پنجاب ، ہمارے علاقے اور ضلع کے عوام مستفید بھی ہوتے رہے ہیں - لیکن موجودہ حالات میں اب جو بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ خسارے کا بجٹ ہے - اس میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تاہم میں انہیں مبارکباد بھی نہیں دے سکتا - کیونکہ میرا دل کانپ جاتا ہے - پھر بھی ان نامساعد حالات میں مختلف مدوں میں مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے on going سکیموں کو جاری رکھنے اور ان پر اخراجات کے لیے جو رقوم رکھی گئی ہیں وہ موجودہ حالات میں کافی ہیں -

جناب والا ! اگر اس بجٹ کے پس منظر میں جائیں تو میرا خیال ہے کہ یہ تضیع اوقات کے مترادف ہوگا - میرے بہت سے معزز ممبران ان حالات پر سیر حاصل تبصرہ کر چکے ہیں جن میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے - برصغیر ہند و پاکستان کی سیاست میں قیام پاکستان سے پہلے جن لوگوں کو اس ملک پر غلبہ حاصل رہا ، جن لوگوں نے ہر دور میں استحصالی قوتوں کا ساتھ دیا وہ آپ سب پر عیاں ہیں - غیر ملکی استعمار کے اقتدار کے تحفظ کے لیے جاگیرداروں اور رجعت پسند ملاؤں کا ایک طبقہ معرض وجود میں آیا جب کہ ہر دور میں ہندوستانی قوم کو آزاد کرانے کے لیے ہندوستان کو

دارالسلام بنانے کے متعلق فتوے دے رہا تھا اور اسی طرح پیروں کا ایک گروہ بھی اس ملک میں موجود تھا جو ہندوستان کے سپاہیوں کو [redacted] غیر ملکی استعمار کے لیے باہر جا کر لڑنے کے حق میں فتوے دیتا تھا۔

(اس مرحلہ پر مسٹر چیئرمین مسٹر سیمسن سنوبا کومی صدارت پر متمکن ہوئے)

اسی طرح جاگیرداروں اور راجوں مہاراجوں کا ایک ٹولہ بھی معرض وجود میں لایا گیا جو انگریزی دور اقتدار کے تحفظ کے لیے نئے نئے حربے استعمال کرتا رہا۔ قیام پاکستان کی جد و جہد سے پہلے حریت کے پروانوں اور آزادی کے شیدائیوں نے جو بھی آزادی کی تحریک چلائی، جو بھی سوشل تحریک چلائی اس میں برصغیر پاک و ہند کے رجعت پسند گروہ نے مذہب کی آڑ لے کر اس تحریک کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد سر سید احمد خان نے تعلیمی لحاظ سے مسلمانوں کو غیر ملکی تسلط سے نجات دلانے کے لیے علی گڑھ کی تحریک کی بنیاد رکھی تو اس پر کفر کا فتویٰ ان رجعت پسند طاقتوں نے لگایا اور اسی طرح اسماعیل شہید نے جنگ آزادی لڑی تو رجعت پسند ملاؤں نے ان پر وہابیت کا فتویٰ صادر کر کے انہیں شہید کروایا۔ قائد اعظم نے پاکستان کی تحریک چلائی تو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ قائد اعظم کو بھی ان رجعت پسند ملاؤں نے کافر اعظم کہہ کر مسلمانوں کی تعمیر و ترقی کا راستہ روکنا چاہا۔ علامہ اقبال نے جب یہ نعرہ بلند کیا کہ۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

تو ان رجعت پسند ملاؤں نے ان پر بھی کفر کے فتوے لگائے۔ اس غیر ملکی استعمار کے آثار کو مٹانے اور پاکستان کی تخلیق کا مقصد حاصل کرنے کے لیے قائد اعظم اور علامہ اقبال کے تخیلات، تفکرات اور تصورات کے مطابق پاکستان کو مضبوط مستحکم اور خوشحال بنانے کے لیے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے تحریک چلائی انہوں نے آمریت کے خلاف تحریک چلائی۔ انہوں

نے بیک وقت ، وقت کے نمرودوں ، ہامانوں قارونوں ، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے ٹکر لی ۔ رجعت پسند ملاؤں نے اس پر کفر کے فتوے صادر کیے ۔

جناب والا ! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں ہر دور میں ایک گروہ یا ایک طبقہ ایسا موجود رہا ہے جو اسلام کے نام پر سرمایہ داروں کا ساتھ دیتا رہا ہے ۔ اور ملک کی ترقی کے لیے کام کرنے والوں کا راستہ روکنے کی کوشش کرتا رہا ہے ۔ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک سے غلامی کے اثرات کو مٹانے ، غریبوں کی بالا دستی قائم کرنے مزدوروں کی خوشحالی اور جاگیرداروں کی بالا دستی ختم کرنے کے لئے تحریک چلائی ۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی کو اقتدار ملا تو اس وقت بھی ان لوگوں کی طرف سے طرح طرح کی روکاٹیں ڈالی گئیں ۔ آج بھی جب پاکستان شاہراہ ترقی پر گامزن ہے ۔ تو یہ گروہ مختلف بیرونی طاقتوں کا آلہ کار بن کر پاکستان کی ترقی کی راہیں روکنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ ایک بار ہم اسی گروہ سے ٹکرا چکے ہیں اور دوسری بار پھر میدان میں ہم آنے والے ہیں کیونکہ یہ میدانوں کی جنگ ہے ۔ اسمبلی ہال میں تو ہم ہر قسم کی تقریریں کر سکتے ہیں ۔ لیکن باہر فیلڈ میں اپنے اپنے حلقوں میں کام کرکے غیر جانبدار الیکشن لڑ کر اس اسمبلی میں آئے ہیں ۔ اس پر ہمیں فخر ہے ۔ چند لوگ جنہوں نے الیکشن میں دھاندلیاں کیں الیکشن کمشن نے ان دھاندلیوں کو ثابت بھی کیا ۔ وہ لوگ قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں ۔ خواہ ان کا تعلق قومی اتحاد سے ہو خواہ پاکستان پیپلز پارٹی سے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک شاہراہ ترقی پر گامزن ہو اور رجعت پسند طاقتوں کو سازشوں کا جال پھیلانے کا موقع نہ مل سکے تو آئندہ اس کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے ۔ جن لوگوں کی دھاندلیاں ثابت ہو چکی ہیں ان کی جائیدادیں نیلام کرکے جو قوم کو اربوں روپے کا نقصان ہوا ہے اس کا کچھ حصہ پورا ہونا چاہئے ۔ اور آئندہ الیکشن میں حصہ لینے کی ان پر پابندی عائد کی جانی چاہئے تبھی اس ملک میں خوشگوار سیاسی فضا قائم کی جا سکتی ہے ۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے میں کہہ چکا ہوں ہم نے بڑی اچھی فضا میں الیکشن لڑے ۔ ان لوگوں نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی ۔ ان لوگوں نے ہمیں پیغامات دیے کہ ہم آپ کا گھیراؤ کرنا چاہتے ہیں ۔ میں اور میرے ساتھیوں نے بہاول پور میں رجعت پسند ملاؤں کا مقابلہ کیا ۔ رجعت پسند طاقتوں کا مقابلہ کیا ۔ ہم نے انہیں کہا کہ اگر چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر آپ ہمارا گھیراؤ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہم اپنی اسمبلیوں کی سیٹیں چھوڑ دیں گے ۔ ہم عوام کی قوت کے بل بوتے پر ممبر بنے ہیں ۔ اگر آپ کے ساتھ کرائے کے لوگ موجود ہیں تو ہمارے ساتھ عوام کا جم غفیر بھی موجود ہے ۔ بہر حال خدا کا فضل ہے کہ کسی کی ہم سے ٹکرانے کی جرأت نہیں ہوئی ۔ آئندہ الیکشن ہو رہا ہے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم میدانوں کھیتوں دیہاتوں اور شہروں میں ملک کے تقدس ، اس کے وقار میں اضافہ کرنے ، اس کی ترقی ، استحکام ، اس میں غیر انقلابی رجعت پسند طاقتوں کی سرگرمیوں کو کچلنے اور اس کو بین الاقوامی سازشوں سے بچانے کے لیے ایک بار غیر جانبدار اور منصفانہ انتخاب لڑ کر اس اسمبلی میں انشاءاللہ پہنچیں گے پاکستان پیپلز پارٹی بڑے کروفر کے ساتھ موجودہ اسمبلی میں آئے گی اور برسراقتدار رہے گی ۔ رجعت پسند طبقہ میں ملا بھی شامل ہے اور سرمایہ دار بھی ۔ ان تمام طاقتوں کو شکست دے کر غریب عوام مزدوروں اور اس ملک کے 85 فی صد غریب کاشتکاروں کی خدمت کے لیے ہم پھر سامنے آئیں گے ۔

جناب والا ! جیسا کہ اس بجٹ سے ظاہر ہے یہ خسارے کا بجٹ ہے ۔ پچھلے سال شدید بارشوں اور سیلابوں کی وجہ سے نقصانات ہوئے مہم انتخابات کے سلسلے میں زائد المیزان مصارف ، شراب اور جوئے پر پابندی کی وجہ سے ٹیکسز میں کمی ہو گئی ۔ بجلی کے ٹیکس وصول نہ ہو سکے ۔ ان کے علاوہ انتشار پسند طاقتوں نے یہاں انتشار پھیلانے کی کوشش کی کئی غریب کاریاں اور توڑ پھوڑ کی گئی اور جلاؤ گھیراؤ کی تحریک چلائی گئی اس کی وجہ سے بھی ملک کو نقصان پہنچا اس لیے یہ خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ۔ جنوری 1977ء کو وزیر اعظم پاکستان قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے ایک مربع یعنی 25 ایکڑ نہری اور 50 ایکڑ بارانی زمین ہاریوں

مالیہ معاف کیا اس کی وجہ سے بھی موجودہ بجٹ میں کچھ کمی واقع ہوئی ۔ لیکن یہ مالیہ کی معافی کا اعلان ایک انقلابی اعلان تھا جس سے کاشتکاروں کو فائدہ پہنچا اور وہ ملک کی ترقی کے لیے انقلابی راستہ اختیار کر کے شب و روز اپنے کام میں لگ گئے ۔

جناب والا! پانچ مرلہ سکیم کو کامیاب بنانے کے لیے بجٹ میں تو کافی رقم رکھی گئی ہے ۔ لیکن عام طور پر دیہات میں دیکھیں تو فارموں کی کمی رہتی ہے ۔ ہمارے علاقے میں اکثر دیہات میں سرکاری زمین پڑی ہے۔ یہ فارم وافر مقدار میں مہیا ہونے چاہئیں ۔ پانچ مرلہ دیہاتی سکیم کو فوری طور پر دو تین ماہ کے اندر ختم ہونا چاہیے تاکہ لوگ آباد ہو سکیں ۔

جناب والا ! تعلیم اور صحت کے لیے بجٹ میں کافی رقم رکھی گئی ہے ۔ تعلیم اور اسی طرح صحت پر بھی گزشتہ پانچ سالوں میں کافی خرچ ہوا ۔ ہیلتھ سنٹر کھولے گئے ہیں ۔ سکول کھولے گئے ہیں ۔ میرے علاقے میں بھی نئے سکول کھولے گئے ہیں ۔ بہت بلڈنگز بنائی گئی ہیں ۔ لیکن پھر بھی میرے علاقے میں سکولوں کی ضرورت باقی رہتی ہے ۔ چک 433 میں گرلز مڈل سکول ہے ۔ اس وقت 433 میں عوام کو بہت تکلیف ہے دس دس میل تک کوئی ہائی سکول نہیں ۔ وہاں ایک گرلز ہائی سکول کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح فتح 95 میں مڈل سکول ہے جو تحصیل چشتیاں میں بہت عرصہ سے چل رہا ہے ۔ دس دس میل تک کوئی ہائی سکول نہیں اس کا درجہ ہائی سکول تک بڑھانے کی ضرورت ہے ۔ میرے دیہی علاقے میں سب سے اہم جگہ ڈھاران والا ہے ۔ یہ ایک چھوٹا سا بنگلہ تھا ۔ لیکن عوامی حکومت کے دور میں وہ ایک قصبہ بنا اور وہاں مربوط دیہی ترقیاتی مرکز قائم ہوا ۔ نئی غلہ منڈی بھی بنی ۔ وہاں پندرہ میل سے بجلی پہنچ گئی ہے ۔ ٹیلی فون پہنچا ۔ واٹر سپلائی کی منصوبہ بندی پہلے حکومت نے وہاں منظور کی ۔ ایک پل بھی چھ لاکھ کے خرچہ سے تعمیر کیا گیا ۔ اسی طرح بہت سی سکیمیں بروئے کار لائی گئیں ۔ لیکن ایک ہیلتھ سنٹر کی وہاں سخت ضرورت ہے ۔ گذشتہ پانچ سال سے میں بارہا مطالبہ کرتا رہا ہوں ۔ لیکن

اس پر موجودہ حکومت توجہ نہیں دے سکی - شاید یہ اپنی مجبوری کے تحت ایسا نہیں کر سکی - بہر حال اگر اس بجٹ میں نہ ہو تو مجھے امید ہے کہ آئندہ بجٹ میں اس کے متعلق خیال رکھا جائے گا - وہاں کے عوام کی یہ اہم ضرورت ہے کہ انہیں ایک ہیلتھ سنٹر دیا جائے -

زراعت کے میدان میں حکومت نے کافی کام کیا ہے - اس کی ترقی کے لئے ادویات ، کھاد کی فراہمی اور تقاوی قرضے مہیا کرنا یہ سب کچھ کیا گیا ہے - اس ضمن میں حکومت نے پانچ سالہ سکیم کے تحت اور اس سے پہلے دس سالہ سکیم کے تحت لوگوں کو رقبے الاٹ کئے - میں حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ پانچ سالہ اور دس سالہ سکیم کے تحت جو رقبے دئیے گئے ہیں ان پر لوگوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں - اس میں اگر زرعی اصلاحات کی حد کے اندر ملکیتی رقبہ اور پٹے کا رقبہ ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان رقبوں پر لکھوکھا روپیہ خرچ کیا گیا ہے - بعض جگہ زیر زمین پانی کڑوا ہے اور بارانی رقبے پر کاشت کی گئی ہے - اور بعض جگہ اگر زیر زمین پانی میٹھا ہے تو اس رقبے پر کافی خرچ اور محنت کرکے لوگوں نے اس رقبے کو آباد کیا ہے اور بعض جگہ غریب لوگ اپنی مجبوریوں کے تحت آباد نہیں کر سکتے اگر انہیں مالکانہ حقوق دئیے جائیں اور ساتھ ہی انہیں قرضے کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں تو وہ اس رقبے کو تھوڑی سی تھوڑی مدت میں آباد کر سکتے ہیں اور ملک کی پیداوار پر بھی خوشگوار اثرات مرتب ہو سکتے ہیں - اسی طرح ماضی میں ٹیوب ویل سکیم کے تحت لوگوں کو رقبے دیئے گئے تھے - تو میں یہ کہوں گا کہ زراعت کو بھی صنعت کی حیثیت حاصل ہے اور بعض لوگ اس شعبے میں پیسہ لگانا چاہتے ہیں - چھوٹے زمینداروں اور کاشتکاروں کے لیے آدھ آدھ مربع ، ایک ایک مربع زمین ہی چاہ سکیم کے تحت دی جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے - لیکن 5 مربعے پر وسیع کاشت کے لیے جو لوگ سرمایہ لگانا چاہیں ان کے لیے بھی سابقہ سکیم کو جاری رکھا جائے تاکہ یہ رقبہ زیادہ سے زیادہ اور تھوڑی سی تھوڑی مدت میں آباد ہو کر ملک کی زرعی ترقی کے لیے ممد و معاون ثابت ہو سکے - اسی طرح جہاں زیر زمین پانی میٹھا ہے - وہاں

بجلی کا جال بچھایا گیا ہے - میں نے عوامی حکومت ، اپنے عوامی نمائندوں اور تمام ضلع کے لوگوں کے تعاون سے اپنے حلقے اور ضلع کے لیے 65 لاکھ روپے کا ایک بجلی کا منصوبہ منظور کرایا ہے جو کہ زیر زمین میٹھے پانی والے زرعی علاقوں کے لیے مخصوص ہے - کھمبے لگ رہے ہیں اور بجلی پہنچائی جا رہی ہے - اسی طرح کے منصوبے بہاول پور ڈویژن اور پنجاب کے ان تمام علاقوں کے لیے جہاں زیر زمین پانی میٹھا ہے بڑھایا جائے اور لوگوں کو ٹیوب ویل کے کنکشن دئیے جائیں - سبسڈی جو سات ہزار روپے ہے - اسے بڑھا کر 25 ہزار تک کر دیا جائے - جہاں بجلی کی لائنیں بچھائی گئی ہیں وہاں جو ڈیزل ٹیوب ویل کی ہم سبسڈی دیتے ہیں اس کا سلسلہ بے شک ختم کر دیا جائے اور رقم کو بھی اس میں شامل کرکے 25 ہزار تک بڑھا دیا جائے کیونکہ بجلی کے ٹیوب ویل لگانے کے لیے سات ہزار روپے کی سبسڈی ناکافی ہے - وہ اس وقت لگائی گئی تھی جب کہ میٹیریل سستا تھا - لیکن اب ان چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں - اسی طرح ہمارے علاقے میں کمانڈ اور ان کمانڈ رقبے کا بھی چکر ہے - ان ان کمانڈڈ رقبے کو کمانڈ کرانے کے لیے پہلے ایس ای تک جانا پڑتا تھا - لیکن موجودہ عوامی حکومت کے دور میں ایک سابقہ وزیر آبپاشی نے (پتا نہیں کسی کے مشورہ کے ساتھ یا ویسے ہی ان کے ذہن میں کوئی بات آئی) یہ سکیم جاری کر دی کہ اب رقبے کو کمانڈ کرنے کے لیے وزیر آبپاشی تک آنا پڑتا ہے - پہلے تو لوگوں کا کام ایس ای تک ہو جایا کرتا تھا - لیکن اب وزیر آبپاشی کچھ محکمہ نہر اور کچھ دوسرے محکموں کے افسران پر مشتمل غالباً ایک کمیٹی ہے میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ سابقہ طریقہ کار کو بحال کیا جائے اور ان کمانڈڈ رقبے کو کمانڈ کرنے کے لئے ایس ای محکمہ انہار تک ہی محدود رکھا جائے -

جناب والا ! ضلع بہاولنگر میں سیم اور تھور کے متعلق میرے ساتھی بہت کچھ کہہ چکے ہیں اور حکومت مختلف سکیموں پر عمل درآمد کے لئے کوشش بھی کر رہی ہے اور روپیہ بھی صرف کر رہی ہے - سروے بھی

ہو چکا ہے۔ سیم اور تھور کی وجہ سے گذشتہ سال کی شدید بارشوں کے باعث چشتیاں، بہاولنگر، منچن آباد اور ہارون آباد کے علاقوں میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ اور اس سلسلے میں انسدادی تدابیر پر بہت تیزی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت نے on going schemes کو جاری رکھنے اور سڑکوں کے لئے بہت سا پیسہ رکھا ہے۔ اب ہمارے علاقے میں بخشن خان تا ڈاران والا، بخشن خان ستاریاں روڈ، ڈارانوالہ تا بیم والا، یہ سڑکیں زیر تکمیل ہیں۔ ان کو مزید رقم دی جائے تاکہ یہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں مکمل ہو سکے اور ڈارانوالی کی غلہ منڈی کامیاب ہو سکے۔ ڈارانوالی کی نئی غلہ منڈی کو کامیاب کرنے کے لیے وہاں جننگ فیکٹری کی ضرورت ہے۔ پنجاب کے مختلف حصوں میں بعض جننگ فیکٹریاں بے کار پڑی ہیں لہذا وہاں سے اٹھا کر ڈارانوالی میں ایک جننگ فیکٹری قائم کی جائے۔ ڈارانوالی میں قالین سازی کا ایک مرکز قائم کرنے کی ضرورت ہے جو کہ میرے علاقے کا ایک اہم ترین سنٹر ہے۔ ڈارانوالہ سب تحصیل ہے وہاں تھانہ بھی ہے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی سکول اور غلہ منڈی ہے۔ لیکن وہاں لوگوں کو رہائش کے سلسلے میں بہت تکلیف کا سامنا ہے۔ اس لیے وہاں کم آمدنی والے لوگوں کے لیے ہیں ایکڑ پر مشتمل سکیم منظور کی جائے تاکہ مکانات کے سلسلے میں لوگوں کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

Mr. Chairman : The hon'ble member may kindly conclude his speech, because there are fourteen speakers on the list.

حافظ علی اسد اللہ : جناب والا! میں صرف دو منٹ مزید لوں گا۔ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب والا! ہمارے ہاں چشتیاں میں ایک شوگر مل ہے۔ وہاں زمینداروں کو اس سال بہت دقت کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ ان کا گنا نہیں اٹھایا گیا۔ اس لیے شوگر مل کے مالکان کو آئندہ کے لیے اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ شوگر مل کے ایریا میں جتنا گنا ہو اسے اٹھانے کے

پابند ہوں - ہمارے ہاں ابھی تک گنا سڑ رہا ہے۔ آئندہ اگر مل مالک اس طرح کرے اور زمینداروں کا نقصان ہو تو شوگر کین ایکٹ کے تحت اس کی ذمہ داری مل مالک پر ڈالی جائے۔ بخشن خان تا دلابڈھیرا ہمیں ایک سڑک دی جائے۔ کیونکہ اس سلسلے میں رقم پڑی ہوئی ہے۔

جناب والا ! میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ گو صبح کے مقررین کو کافی وقت دیا گیا ہے۔ میری کافی باتیں رہ گئی ہیں۔ لیکن میں اپنے دوسرے ساتھیوں کا وقت نہیں لینا چاہتا۔ بہر حال میں ایک منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔

جناب والا ! ہمارے ملک کی ترقی، خوشحالی اور استحکام کے لیے ماضی اور حال میں ہمارے ملک کی خواتین نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مستقبل میں بھی ان سے یہی امید ہے۔ ملک کی آزادی کے لیے بھی انہوں نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے بھی ہمارے ملک اور صوبہ پنجاب کی خواتین نے انقلابی کردار ادا کیا ہے لہذا میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

مسٹر چیرمین : مسٹر خالد الطاف لطیفی۔

مسٹر خالد الطاف لطیفی : جناب سپیکر ! میزانیہ زیر بحث کے خالق کو میں ہدیہ تحسین و تہنیت پیش کرتا ہوں یہ بجٹ شفق رنگ بھی ہے اور لہو رنگ بھی۔ شفق رنگ اس لئے کہ اس میں پرولتاری طبقے کو جو کہ down trodden طبقہ ہے جس کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا سہانی صبح کی نوید دی گئی ہے وہ یوں کہ 21 کروڑ روپے کی خطیر رقم اس بجٹ میں کچی آبادیوں کے مکینوں کے لیے مختص شدہ ہے۔ یہ خطیر رقم لاہور کے سربفلک اور پرشکوہ ایوانوں کے مکینوں کا منہ چڑا رہی ہے۔ تعلیم، صحت اور پانچ سالہ سکیم کے لیے وافر رقومات عوامی حکومت کی عوام دوستی اور فلاحی ریاست کی تشکیل کے عزم کا بترین ثبوت ہیں۔ عالی جاہ ! یہ بجٹ لہو رنگ اس لیے ہے کہ اس کی تیاری سے قبل پنجاب کی مقدس دھرتی پر جو خونی واقعات ظہور پذیر

ہوئے ان کا اعادہ کرنا اس معزز ایوان کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا لیکن اس کے بغیر رہا بھی نہیں جا سکتا ۔ اس موقع پر مجھے پنجاب کی دھرتی کی ایک بیٹی امرتا پریتم یاد آ رہی ہے جس نے 1947ء کے خون آشام واقعات سے متاثر ہو کر وارث شاہ کی روح کو خطاب کرکے یہ چیخ و پکار کی تھی ۔

اٹھ دردمنداں دیا در دیا اٹھ تک اپنی پنجاب
آج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب

عالی جاہ ! اس سلسلے میں میں صرف اپنے حلقہ نیابت کے بد قسمت شہر ڈسکہ کے واقعات مختصراً بیان کروں گا ۔ حضور والا ! 22 اپریل کا دن ڈسکہ شہر پر قیامت برپا کر گیا ۔ ڈسکہ شہر کے معصوم اور بے گناہ پیپلز پارٹی کے ورکرز جن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ بے قصور تھے اور انہوں نے غریبوں کی سربلندی کے لیے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کا ساتھ دیا تھا ۔ جن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اس ملک کے غریب عوام کو باوقار اور با اختیار دیکھنا چاہتے تھے ، انہیں ڈسکہ کی پولیس کے سامنے اس طرح ذبح کیا گیا کہ انسانیت دیکھتی رہ گئی ۔ وہ چیخ و پکار کرتے رہے ۔ لیکن کوئی مدد کو آگے نہ بڑھا ۔ پولیس انتظامیہ ساکت کھڑی رہی ۔ عالی جاہ ! میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کے سامنے یہ اندوہ ناک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک ورکر پر ہر طرف سے یلغار ہوئی ۔ اس نے ڈی ایس ۔ پی ڈسکہ کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھ کر اسے دردمندانہ لہجے میں اس کے قدموں پر گر کر التجا کی کہ خدارا ! ان سفاکوں سے مجھے بچاؤ ۔ ڈی ۔ ایس ۔ پی نے اسے لہو کو مار کر ان ظالموں کی صفوں میں دھکیل دیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اسے بری طرح ذبح کر دیا گیا ۔ عالی جاہ ! میں اکیلا اس کا ماتم کناں رہ گیا ۔ اس الم ناک واقعہ کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی ڈسکہ کے ورکرز کو سہارا دینے والا کوئی نہ تھا ۔ چنانچہ ہم نے ضلع کے صدر خورشید جیسے ، جنرل سیکرٹری ذوالفقار علی بخاری اور مرد آہن چودھری انور عزیز اور رانا شوکت محمود

کے ہمراہ وہاں جا کر جلوس کا انتظام کیا اور ورکروں کو بھی تسلی و تشفی دی اور انہیں آمادہ پیکار کیا - میں صرف انہیں خراج تحسین پیش کر سکتا ہوں - میں آرزو مند تھا کہ یہ معزز ایوان ان کے لیے فاتحہ خوانی میں شامل ہو - وہ آج صبح ہو گئی ہے - میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ ان کے مکانات جلا دیے گئے ہیں - ان کی روزی کا ذریعہ کوئی نہیں - ان کی دکانیں نذر آتش کردی گئی ہیں - میں حکومت سے درد مندانہ اپیل کرتا ہوں کہ انہیں جلد از جلد معاوضہ دیا جائے - یہ بھی استدعا کروں گا کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب جتنی جلدی ممکن ہو سکے ڈسکہ جا کر فاتحہ خوانی کریں اور ان کے عزا و اقربا سے بھی ملیں - انہوں نے جن اصولوں کے لیے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کیں ، پاکستان پیپلز پارٹی انہی اصولوں کا نام ہے - پاکستان پیپلز پارٹی ایک آدرش ہے ، ایک فلسفہ ہے - بے شک ہمارے ساتھی چلے گئے - لیکن ہم اس آدرش اور فلسفے پر عمل کرتے رہیں گے - جو قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے دیا ہے -

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

یہ سحر ضرور پیدا ہوگی - پاکستان پیپلز پارٹی کے جیالے ایک نئے عزم سے پائندہ و تابندہ نکلیں گے - انہوں نے اس مقصد کے لیے جانیں قربان کر دیں کہ اور کچھ رہے نہ رہے - ان کا کچھ بچے نہ بچے - لیکن بھٹو کا نام زندہ رہے پاکستان پیپلز پارٹی کا نام زندہ رہے ، غریب سر بلند رہیں اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کی رہنمائی کرتا رہے اور اس بات کے مصداق :

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

حالی جاہ ! موجودہ بجٹ میں صرف مراعات یافتہ طبقے پر ٹیکس لگائے گئے ہیں - یہ امر کسی بھی حکومت اور پارٹی کے لیے باعث افتخار ہے -

جناب والا ! اس معزز ایوان میں لاہور کو خوبصورت تر بنانے کے سلسلے میں کافی لے دے ہو چکی ہے - ویسے تو خاک وطن کا ہر ذرہ دیوتا ہے لیکن لاہور اسلامی وراثت کا حامل ہے ، مغلوں کے پر شکوہ دور کا امین ہے - یہاں شاعر مشرق کی ابدی خواب گاہ ہے اور حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ جیسی پاک ہستی آرام فرما ہے - اس کے علاوہ شہر لاہور کو 1965ء میں یہ فخر حاصل ہوا کہ کفر و باطل کی چلی آویزش لاہور کے دروازوں پر ہوئی جس میں اسلام کے مجاہدوں نے ثابت کر دیا کہ جب بھی حق و باطل کی آویزش ہو ، جب بھی حق و باطل کا میدان کار زار گرم ہوگا تو تیرہ میل تیرہ سو میل بن جایا کرتے ہیں - جیسا کہ اہل لاہور نے دیکھا - اس لیے ہم لاہور پر کروڑوں اربوں روپے صرف کریں گے اور انشاء اللہ اس کو ہم عروس البلاد بنا کر رکھ دیں گے -

جناب والا ! اب میں اپنے حلقے کے مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں - اگرچہ مجھے پتہ ہے کہ وسائل کم ہیں -

لیکن اک عرض تمنا ہے ، سو ہم کرتے رہیں گے

موجودہ حکومت نے تعمیر و ترقی سے اس ملک کی کایا پلٹ دی ہے اور خاص طور پر دیہاتوں کی جو face lifting کی ہے ، مجھے اس سے انکار نہیں لیکن اس کے باوجود چونکہ حکومت فیاض ہے ، اس لیے ہم کچھ نہ کچھ مانگتے ہی رہیں گے - اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ اگرچہ یہ ان شہیدوں کا خون بہا نہیں ہوگا - کیونکہ ان کی جانیں بہت قیمتی تھیں - لیکن پھر بھی ڈسکہ شہر کے لیے جو چند ضروری اور chronic باتیں ہیں ، جن کے لیے مدت سے ہم آرزو مند ہیں اور مطالبات کرتے رہے ہیں ان کے لیے میں عرض کروں گا کہ ڈسکہ میں لڑکیوں کا کالج نہیں ہے ڈسکہ سٹی کے اردگرد آلہ سے دس میل تک قوم کی بیٹیاں بسوں پر دھکے کھا کر کالج میں پڑھنے کے لیے سیالکوٹ جاتی ہیں - اس لیے ڈسکہ میں لڑکیوں کا ایک کالج قائم کیا جائے - اس کے علاوہ ڈسکہ میں ہاؤسنگ سکیم کا اجرا کیا جائے - مکانات کی

وہاں کافی قلت ہے ۔ اس غرض کے لیے چالیس ایکڑ اراضی ملحقہ گاؤں سندران والہ میں حاصل کی گئی ہے ۔ لیکن وہاں کے زمینداروں نے پچھلے دنوں جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش ہو کر گزارش کی تھی اور وہ درست بات تھی کہ وہ چالیس ایکڑ زمین شاید پچاس یا ساٹھ مالکان اراضی سے حاصل کی گئی تھی ۔ وہ تمام چھوٹے مالکان ہیں ۔ اس لیے وہ زمین واگزار کر دی جائے ۔ اس کی بجائے ڈسکہ شہر کے وسط میں چوبیس پچیس ایکڑ اراضی خالی پڑی ہے ۔ فوج والے اب اس کا استعمال ترک کر چکے ہیں ۔ وہ زمین آسانی سے حاصل کی جا سکتی ہے ۔ میری استدعا ہے کہ ہاؤسنگ سکیم میں ڈسکہ کے وکلا کا وافر حصہ رکھا جائے ۔ جہاں تک ڈسکہ کے وکلا کے مسائل کا تعلق ہے ، ڈسکہ بار روم کی عمارت بہت پرانی ہے ۔ جیسا کہ اس معزز ایوان کو معلوم ہے ، وہاں سے سر ظفر اللہ خان جیسے Legal Luminary پیدا ہوئے ہیں ۔ اس بار روم کی توسیع کی جائے ۔ ڈسکہ میں ایڈیشنل سیشن جج کی تقرری عمل میں لائی جائے ۔ وکلا کو جوڈیشل اور سیمی جوڈیشل آسامیوں پر تعینات کیا جائے اور کمپنیوں میں انہیں لیگل ایڈوائز شپ دی جائے ۔

عالی جاہ ! میں یہ مطالبہ بھی کروں گا کہ شفع کے دعویٰ میں ، جو میرے مشاہدے اور تجربے کے مطابق اس تحصیل میں عام ہیں ، کورٹ فیس بہت زیادہ ہے جس کا عام زمیندار متحمل نہیں ہو سکتا ۔ اس کورٹ فیس کو سابقہ شرح پر بحال کر دیا جائے یعنی مالیے کے دس گنا پر شفع کے دعویٰ پر کورٹ فیس لگانے کے لیے قانون بنایا جائے ۔ عالی جاہ ! یہ معاملہ وفاقی حکومت سے سفارش کرنے کا ہے ۔ ڈسکہ میں مدت سے ریلوے لائن کا تقاضا کیا جاتا رہا ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ڈسکہ سرور گوجرانوالہ کے لیے ریلوے لائن کی سفارش وفاقی حکومت سے کی جائے ۔ ڈسکہ میں ، جو اس علاقے میں بہت بڑا شہر ہے ، صرف دو ہائی سکول ہیں ۔ ڈسکہ میں ایک نیا ہائی سکول دیا جائے یا وسائل کی کمی کے پیش نظر موجودہ ہائی سکول کو ڈبل شفٹ سسٹم کر دیا جائے ۔ ڈسکہ شہر میں سول انڈسٹریز کارپوریشن کا قیام عمل میں لایا جائے ۔ اس تحصیل میں وافر مقدار میں دھان کی کاشت ہے

ہوتی ہے اور وہاں بڑی آسانی سے گنہ فیکٹری یا کسی دیگر صنعت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے بھی میں سفارش کروں گا۔

عالی جاہ! تحصیل ڈسکہ میں چند گاؤں ایسے ہیں جہاں سکول تو ہیں۔ لیکن ان سکولوں پر چھتیں نہیں یا سرے سے سکول ہی نہیں۔ ان میں موضع بھانو پنڈی میں بچوں کا سکول نہیں اور بچیاں لوگوں کے گھروں میں پڑھتی ہیں۔ ان مواضعات یعنی چک بیگ، پرسیاں، پونکانوالہ اور راجہ کھان میں سکول بھی کھولے جائیں اور بجلی بھی مہیا کی جائے۔ کلوٹیاں روڈ کو پختہ کیا جائے، ڈسکہ وڈالہ روڈ کی تکمیل کی جائے، ڈسکہ نوزیر آباد روڈ، جو زیر تعمیر ہے اور بمبانوالہ تک مکمل ہے۔ یہ عوامی حکومت کا ایک بہت بڑا اور منفرد کارنامہ ہے جس کا اس علاقے کے لوگ آباؤ اجداد سے تقاضا کرتے چلے آ رہے تھے۔ اس سڑک کی تعمیر کی رفتار بمبانوالہ تا سڑک سندھا نوالہ سست ہے۔ اس سڑک کو جلد تعمیر کیا جائے۔ موضع لدھے بہت بڑا قصبہ ہے۔ لیکن اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ وہاں سڑک فراہم کی جائے۔ سڑک آدم کے تا موترہ جس پر قصبہ جام کے واقع ہے کی توسیع و مرمت کی جائے اور اسے مزید بہتر بنایا جائے۔ سندھانوالہ بھانگٹ روڈ پر سولنگ کی جائے۔ جو سڑک گوجرانوالہ تا پاڈے والا بنی ہے اسے مترانوالی، گوجرہ اور بیگو والہ تک وسیع کیا جائے۔ کلو والی روڈ تحصیل سیالکوٹ اور ڈسکہ کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ سڑک دونوں تحصیلوں کے مقاصد پورے کرتی ہے جس سے سیالکوٹ کا شہر ملتا ہے۔ اس سڑک کے بارے میں مجھے پطرس بخاری مرحوم کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ بڈھا راوی کسی زمانے میں بہا کرتا تھا۔ لیکن اب لہنے کا شغل فرماتا ہے۔ اس سڑک کا بھی بالکل یہی حال ہے کہ کسی زمانے میں، شاید مغلوں کے زمانے میں، وہ سڑک ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب وہ برائے نام ہے۔ اس سڑک کو بھی بحال کیا جا سکتا ہے۔

Mr. Chairman: There shall now be a break of 15 minutes for prayers and the Assembly shall meet again at 7.30 P.M. The honourable member will resume his speech.

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد ساڑھے سات بجے مسٹر ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے) -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : مسٹر خالد الطاف لطیفی -

مسٹر خالد الطاف لطیفی : حضور والا ! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ ڈسکہ روڈ ، جس کو شاہراہ کشمیر بھی کہا جاتا ہے ، اس کی مرمت اور توسیع کا کام جاری ہے - بتایا دو میل ہے - مہربانی کرکے اس کی توسیع اور مرمت کردی جائے - علاقہ بیلا تھانہ سمبڑیال کا ایک مشہور علاقہ ہے - اس میں زیر تعمیر جیٹھی کے کٹیالہ روڈ اور جیٹھی کے ماجرہ روڈ کی سولنگ کی جائے - یونین کونسل گوبند کے حلقے میں دو دیہات ٹھکر کے ، گوبند کے ہیں جن میں سکولوں کی عمارتیں شکستہ ہیں - ان کی مرمت کی جائے - جامکے چیمہ کے ملحقہ دیہات میں جن کو کمیٹی میں شامل کرکے ٹیکس نافذ کر دیا گیا ہے , ٹیکس ختم کردیا جائے -

جناب والا ! پانچ سالہ سکیم حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے - لیکن ہماری تفصیل میں اس پر مکمل عمل درآمد نہیں ہو رہا .اس سلسلے میں مناسب اقدام کریں - موجودہ حکومت نے زمینداروں کو فیاضانہ قرضے دیے ہیں - یہ قرضے زرعی بنکوں کے ذریعے دیے گئے ہیں - ان قرضوں کے حصول کے نظام کو بہتر بنایا جائے تاکہ اس میں پٹواریوں اور بنک والوں کی رشوت ختم ہو - اس کے ساتھ ہی ٹیوب ویل کی سب سڈی کے طریقے کو درست کریں - جناب والا ! سیمنٹ کی کمی کے پیش نظر لوگوں کو پریشانی ہے - سیمنٹ کے حصول کا موجودہ طریقہ یہ ہے کہ رجسٹریشن جاری کریں - یہ بالکل غلط ہے - اس کو یک سر تبدیل کیا جائے - سمبڑیال ایک بہت بڑا قصبہ ہے - وہاں ایک عرصے سے ڈسپنسری میں ڈاکٹر نہیں - وہاں ڈاکٹر تعینات کیا جائے - کوٹلی نوناں ایک موضع ہے - وہاں گرلز سکول کی چار دیواری نہیں - اس کا بندو بست کریں اور وہاں ایک ڈسپنسری کا قیام بہت ضروری ہے ایک موضع بھوپال والا ہے - اس قصبے میں ہائی سکول کی مرمت اور توسیع کی جائے - آدم کے چیمہ میں لڑکیوں کا ہائی سکول نہیں - مڈل سکول

ہے ۔ اس کو ہائی سکول بنایا جائے اور پرائمری سکول کی عمارت توسیع طلب اور مرمت طلب ہے ۔ اس کا بندوبست کریں آدم کے چیمہ ڈسکہ کے بعد دوسرا اہم قصبہ ہے ۔ جامکے قصبہ کے قریب سے سوئی گیس کی پائپ لائن گزر رہی ہے ۔ قصبہ والوں نے درخواستیں دی ہوئی ہیں انہیں جلد از جلد سوئی گیس فراہم کریں ۔ ڈسکہ جامکے میں ، منڈی مویشیاں ہے ۔ اگر وہاں صحیح طریقے سے نیلام کیا جائے تو اس سے اتنی آمدنی ہوسکتی ہے کہ ملحقہ دیہات سے ٹیکس بھی ختم کئے جا سکتے ہیں اور کمیٹی کو وافر آمدنی بھی ہوسکتی ہے ۔ مزید برآں جامکے چیمہ ہسپتال میں پانچ سال سے ڈاکٹر نہیں ۔ وہاں ڈاکٹر کی تعیناتی کریں ۔

عالی جاہ ! تحصیل ڈسکہ دو چار دفعہ فلڈ کا شکار ہو چکی ہے ۔ وہاں دو نالے ہیں جو کہ ہر سال تباہی مچاتے ہیں ۔ نالہ ایک اور ڈیک ۔ ان نالوں کی چوڑائی کو اگر گہرا کر دیا جائے تو بہت سا خرچ ، جو کہ سیلاب کے سلسلے میں ہوتا ہے ، وہ کم ہوگا ۔ نہر اپر چناب ، ی ۔ آر ۔ بی ، وغیرہ پر inlets جلد از جلد بنائیں تاکہ ڈسکہ شہر کو فلڈ سے بچایا جائے ۔

جناب والا ! سیالکوٹ شہر مفکر مشرق اور قوم کے مسیحا کا شہر ہے ۔ اس میں جلد از جلد ایک میڈیکل کالج کھولا جائے تاکہ اس ضلع کے لوگ جو کہ literaoy میں بہت آگے ہیں وہ قابل ڈاکٹر بھی بن سکتے ہیں ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اس بجٹ میں ان نامساعد حالات میں دوسروں کو تو رقومات دی گئی ہیں ۔ لیکن سیالکوٹ کے سلسلے میں :

تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے

مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر صاحب سیالکوٹ کے ساقی ہیں ، اور بہترین ساقی ہیں ۔ عالی جاہ ! میں یہ گزارش کروں گا :

قافلہ لٹ گیا کارواں لٹ گیا

لیکن میں دست بدعا ہوں کہ چاہے ہم اور ہمارے بھائی اپنی جانوں کا ضیاع کر بیٹھیں ، بلکہ کئی ہمارے بھائی شہید ہوگئے اور ان کی شہادت اس بات

کی شاہد ہے کہ چناب اور راوی کی رعنائیاں سلامت رہیں اور قافلے دل ہراں سلامت رہیں ، رانجھے کی بستی کے نغمے جو کہ پنجاب کا سرمایہ ہیں سلامت رہیں اپنوں کے نقش کف پا سلامت رہیں اور پنجاب کی سوہنی دھرتی پر امن ، چین ، آشتی اور سکھ کی بنسی بجتی رہے - ہمارا کیا ہے ؟ اس ہاؤس میں آج ہیں کل نہیں - لیکن جناب :

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

ایسا اجالا ہوگا کہ :

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اور پھر اس نئے ولولے سے الیکشن کے بعد انشاءاللہ پاکستان پیپلز پارٹی اس ہاؤس میں بیٹھے گی - ہم برسراقتدار آئیں گے اور یقیناً آئیں گے :

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

جناب سپیکر ! میں آپ کا تہ دل سے انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہم نو وارد ممبران اسمبلی کی حوصلہ افزائی کی ہے اور نہایت تحمل اور صبر سے ہمیں اس ہاؤس کو conduct کیا -

جناب والا ! ایک بات میں بھول گیا تھا وہ یہ کہ ڈسکہ میں جہاں پاکستان پیپلز پارٹی کے پانچ وفا شعار ورکر شہید ہوئے ہیں , ان کے ساتھ پی - این - اے کا ایک ورکر رمضان نامی بھی شہید ہوا ہے - میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اسے بھی معاوضہ دیا جائے - کیونکہ وہ بھی ایک غریب ماں کی آنکھوں کا تارا تھا اور غریب باپ کا بیٹا تھا - شاید اسے ورغلایا گیا تھا - میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ڈسکہ کے واقعات کی تحقیق کرائی جائے - بہتر تو یہ ہے کہ ان واقعات کی جوڈیشل انکوائری کرائی جائے تاکہ قصور وار کو قرار واقعی سزا دی جائے - شکریہ -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : مسٹر تاج محمد بھٹی -

مسٹر تاج محمد بھٹی : جناب سپیکر ! کوئی بھی حکومت اپنے ملک کے مالی وسائل اور مصائب سے بالا تر ہو کر سالانہ میزانیہ پیش نہیں کر سکتی ۔ پاکستان کے جو مسائل اور حالات دنیا کے تمام ممالک کے مسائل اور حالات سے مختلف ہیں ۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جس کے وجود اور سالمیت کو مسلسل خطرہ لاحق ہو ۔ دنیا کے ممالک کے نقشے پر پاکستان واحد ملک ہے جس کی سالمیت کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے ۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ برصغیر کی تقسیم کو ہندوؤں نے آج تک تسلیم نہیں کیا ۔ اس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ پاکستان کے اندر اور باہر سے پاکستان دشمن طاقتوں کو تلاش کیا اور ان کے ساتھ اشتراک عمل کر کے پاکستان کو ختم کیا جائے ۔

جناب والا ! اس ضمن میں 1965ء میں پاکستان پر حملہ ہوا ۔ اس کے بعد 1970ء کے الیکشن میں شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکات کی صورت میں پاکستان کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ۔ قائد عوام نے پاکستان کے خلاف بہت بڑی سازش کو ختم کیا ۔ آپ جانتے ہیں کہ مشرقی پاکستان پر بیرونی جارحیت ہوئی اور اس کو بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا گیا ۔ پھر الیکشنوں کے بعد پی ۔ این ۔ اے کی موجودہ تحریک کے ذریعے پاکستان کی سالمیت ختم کرنے کی کوشش کی گئی ۔ پیپلز پارٹی کے ادنیٰ رکن کی حیثیت سے میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں کہ یہ تینوں تاریخی واقعات ایسے ہیں جن میں پاکستان کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ۔ لیکن ہمارے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو بچایا ایک دیانتدار مورخ آئے گا اور وہ لکھے گا کہ قائد اعظم نے پاکستان کو بنایا اور قائد عوام نے پاکستان کو بچایا ۔

جناب والا ! یہ مختصر حالات میں نے اس لیے عرض کئے ہیں کہ وہ ملک جس کا سر فہرست مسئلہ اپنی سالمیت اور وجود کو برقرار رکھنا ہو ، اس ملک کے باشندوں کے لیے جو میزانیے پیش کئے جاتے ہیں ، ان کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے ۔ جن کٹھن حالات میں اور حالیہ تحریک کے دوران اور جس

تحریک نے پاکستان کی معیشت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے ، اس کے پیش نظر موجودہ بجٹ سے اچھا بجٹ پیش نہ کیا جا سکتا تھا ۔ یہ ایک حقیقت پسندانہ بات ہے ۔ اس بجٹ کا خوش گوار اور قابل تعریف پہلو یہ ہے کہ ایسے حالات کے تحت روز مرہ کی عام اشیا پر ٹیکس لگایا جا سکتا تھا جس کا اثر براہ راست عوام پر پڑ سکتا تھا ۔ لیکن اسے avoid کیا گیا ہے ۔ عام لوگوں کی غربت کا خیال رکھ کر ان طبقات پر ٹیکس لگائے گئے ہیں جو ان کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں ۔ علاوہ ازیں اس بجٹ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے بنیادی اغراض و مقاصد کو نظر انداز نہیں کیا گیا ، بلکہ ان پر عمل کیا گیا ہے ۔

جناب والا ! یہ حقیقت ہے کہ اسلام جس کے ہم داعی ہیں اس میں خود اقتصادی کا نظام رائج ہے اور ہماری پارٹی کے اندر بھی خود اقتصادی کا نظام رائج ہے ۔ اس لیے اگر میں موجودہ بجٹ کے بعض پہلوؤں پر اظہار خیال کروں تو اس کو تنقید نہ سمجھا جائے ۔ بلکہ یہ تجاویز ہیں جو اس بجٹ کے مقاصد کو پورا کرنے میں کارآمد ثابت ہوں گی ۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ سہواً (دیدہ دانستہ نہیں) اس بجٹ میں علاقائی ترقی کا توازن برقرار نہیں ۔ بجٹ کے مطالعے سے یہ دیکھا گیا ہے کہ لاہور کی سیوریج سکیم کے لیے 15 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ ہمارا ضلع وہاڑی ملتان کا بارڈر ایریا ہونے کی وجہ سے ترقی نہیں کر سکا اور قائد عوام نے اس کو محض اس لیے ضلع بنایا تھا کہ اس کی ترقی ہو سکے ۔ اس معزز ایوان میں لاہور کی خوبصورتی پر بہت بحث ہوئی ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے یہ عرض کرتا ہوں کہ لاہور کو خداوند تعالیٰ نے حسین اور خوبصورت بنا دیا ہے ۔ اب آپ اس کو خوبصورتی میں اور کیا اضافہ کریں گے ؟ لاہور سیوریج سکیم کے لیے جو 15 کروڑ روپے دیے گئے ہیں اگر وہ پندرہ کروڑ روپے ہمارے بد صورت اور بد شکل ضلع وہاڑی کو دے دیئے جاتے تو یہ دنیا کا خوبصورت ترین ضلع بن سکتا تھا ۔

جناب والا ! اب میں مقامی مسائل کی طرف آتا ہوں ۔ بورے والا کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے ۔ وہاں ٹیکسٹائل مل اور ریلوے سٹیشن

ہے - پنجاب کی بہت اچھی منڈی ہے - 1958ء میں وہاں کے لوگوں نے یہ ضرورت محسوس کی تھی کہ وہاں سیوریج سسٹم ہونا چاہیے - لوگوں نے اس کے لیے بہت کوشش کی اور 66-1965ء کے ترقیاتی بجٹ میں کچھ رقم اس مقصد کے لیے مختص بھی کی گئی - اس کے بعد پتا نہیں کہ آیا یہ سکیم ختم کر دی گئی ہے - اب 1977ء ہے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ سیوریج سکیم کی وہاں کتنی اشد ضرورت ہو سکتی ہے اس کے علاوہ بورے والا کی ایک لاکھ کی آبادی میں چالیس ہزار کے قریب لوگ اصل شہر میں اور 60 ہزار کے قریب اضافی بستیوں میں رہتے ہیں وہاں پر واٹر سپلائی کا ہرگز کوئی انتظام نہیں - علاوہ ازیں ضلع وہاڑی بننے سے پہلے بورے والا ایک سب تحصیل تھی - جولائی 1976ء سے بورے والا سب ڈویژن کے لیول پر کام کر رہا ہے - اس عوامی دور میں اس کے ارد گرد کے علاقوں پر نظر دوڑائی جائے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہاں پانچ سال کے اس دور میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے - ان علاقوں میں سے میں ایک مثال وہاڑی کی دیتا ہوں کہ وہاں ترقی ہوئی ہے - یہ بورے والا کی بد قسمتی ہے کہ اس علاقے کے مسائل کو نہ اٹھایا گیا ، یا کسی نہ کسی طرح سے یہ نظر انداز ہوتے رہے ہیں - اس عوامی دور میں جب کہ تمام ملک نے ترقی کی ہے اگر اس کی طرف بھی کوئی نظر ہو جاتی تو یقیناً بورے والا کا مسئلہ حل ہو سکتا تھا - جناب والا ! وہاں پر سب - ڈویژنل کورٹس نہیں - برآمدوں میں کورٹس لگائی جاتی ہیں - ہائی کورٹ نے کہا ہے کہ وہاں سول جج جا سکتا ہے بشرطیکہ وہاں ریذیڈنس کا انتظام ہو - چونکہ کوئی مکان نہیں مل رہا اس لیے وہاں سول جج صاحب ابھی تک تشریف فرما نہیں ہوئے - کورٹس کی کنسٹرکشن کی تو بات ہی کیا ہے ؟ میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق کی توجہ اس اشد ضرورت کی طرف مبذول کراتا ہوں اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ سب ڈویژنل کورٹس کی تعمیر کے لیے جس حد تک ممکن ہو کچھ نہ کچھ رقم دی جائے -

اس کے علاوہ اس عوامی دور میں قائد عوام کے وعدے کے مطابق بوریوالا شہر میں لڑکیوں کے لئے انٹر کالج منظور ہو چکا ہے - لیکن

عمارت نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کلاسز کا آج تک اجرا نہیں ہو سکا۔ اس لئے میں وزیر موصوف سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ یہ بچیوں کا کام ہے۔ اس مقصد کے لیے قائد عوام کے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ اگر عمارت نہ ہوئی تو کلاسز کا اجرا نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا مناسب انتظام کیا جائے۔

جناب والا ! بورے والا کا ہسپتال بیس پچیس بستروں پر مشتمل ہے اس کو ابھی تک provincialize نہیں کیا گیا۔ تحصیل لیول کے تمام ہسپتالوں کو پروونشلائز کیا جا چکا ہے جو ہسپتال پروونشلائز ہو جاتا ہے اس میں اسی بستروں تک توسیع ہو جاتی ہے۔ ایک لاکھ کی آبادی کے شہر کے لیے قانون کے دائرے کے اندر حق بھی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر متعلقہ سے اپیل کروں گا کہ جس قدر جلد ہو سکے بورے والا کے ہسپتال کو پروونشلائز کیا جائے اور اس کی رولز کے مطابق توسیع فرمائی جائے۔

جناب والا ! اس کے علاوہ بورے والا مزدوروں کا شہر ہے۔ صنعتی شہر ہے لیکن یہاں آج تک پیپلز کالونی کی سکیم رائج نہیں۔ چھ سو احاطوں کی ایک سکیم زیر عمل ہے۔ اس کا سروے ہو چکا ہے۔ جب کچی آبادیوں کو ایسی پیپلز کالونیوں کے لیے لاہور ملتان سیالکوٹ اور لائل پور وغیرہ شہروں کے نام لیے جاتے ہیں تو بورے والا صنعتی شہر ہے وہ بھی اسی مد اور اسی زمرے میں آتا ہے اس لئے بورے والا کو بھی یاد کیا جائے۔ یہاں پر کم از کم چار پانچ ہزار مربعے کے احاطے پر پیپلز کالونی تعمیر کرائی جائے۔

جناب والا ! بورے والے کے ارد گرد جو دیہی مسائل ہیں اب میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کروں گا۔ ایک سڑک ملتان روڈ سے چوڑیانوالی جھال تک براستہ چک 505 اور 457 جاتی ہے ان لوگوں کا یہ تیس سال پرانا مطالبہ ہے وہ لوگ وہاں سے اپنی اجناس وغیرہ بھی سڑک کی وجہ سے نہیں لے جا سکتے۔ یہ سڑک پچھلے سال شروع ہوئی تھی جس پر کسی وجہ سے

کام ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ تعمیر نہیں ہو رہی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس سڑک کے لیے کچھ نہ کچھ رقم مہیا کی جائے۔

جناب والا! اس کے علاوہ اس علاقے کا ایک نہایت ہی اہم مسئلہ یہ ہے۔ کہ وہاں ایک سکھ بیاس جو گزرتی ہے۔ وہاں اس کو ایک راجباہ 3 مائنر آر کالتا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ جب وہاں راجباہ کی تعمیر ہوئی تو اس کا سائفن بنتا تاکہ سکھ بیاس میں جو سیلاب آتے ہیں اور سیم کا پانی آتا ہے وہ اپنی قدرتی گزر گاہ سے گزر سکتا۔ لیکن چونکہ وہاں پانی held up ہو جاتا ہے اور دریا کی قدرتی گزر گاہ ختم ہو چکی ہے اس لئے سیم اور سیلاب کا پانی held up ہونے کی وجہ سے ارد گرد کے تمام گاؤں کو (کم از کم ان گاؤں کی تعداد 22 ہے) اس نے کئی سالوں سے زیر آب کر رکھا ہے اور ہزاروں ایکڑ اراضی تباہ ہو چکی ہے۔ یہ مسئلہ 1958ء سے پہلے اسمبلی میں ڈسکس ہوتا رہا ہے۔ اس کا ذکر ریکارڈ پر موجود ہے۔ 23 سال سے یعنی 1954ء سے سیلاب آ رہے ہیں اور ہزاروں ایکڑ اراضی تباہ ہو چکی ہے۔ لیکن آج تک عرض و درخواست کرنے کے باوجود ان علاقوں کے لوگوں کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر: مسٹر محمد نواز۔

مسٹر تاج محمد بھٹی: ایک منٹ جناب۔ جناب والا! چک نمبر 539 میں 1910 سے پہلے کا ایک مڈل سکول چل رہا ہے۔ بورے والا شہر میں لڑکوں کو داخلہ نہیں ملتا۔ وہاں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ چک 539 میں جو مڈل سکول ہے اس کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے۔ باقی بورے والا کے علاقے کے بجلی وغیرہ کے مسائل کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

منیر ظفر اللہ خان بھروانہ: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اگر کوئی قانونی پیچ نہ ہو تو شام کا اجلاس جناب کے کمرے میں یا سینئر منسٹر صاحب کے کمرے میں ہو جاتا کرے تو میرے خیال میں زیادہ اچھا رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سپیکر ہو، سینئر منسٹر ہو اور ایک مقرر ہو۔ اگر اس میں کوئی پیچ نہ ہو تو وہیں شام کا اجلاس

ہو جایا کرے ۔ یہاں اجلاس بند کر دیں ۔ اس میں کوئی وزیر صاحب دلچسپی نہیں لیتے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : منسٹر صاحب ہیں یا نہیں ، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔ البتہ کورم کے متعلق آپ پوائنٹ آؤٹ کر سکتے ہیں ۔

So I give floor to Mr. Muhammad Nawaz

وزیر خزانہ : جناب والا! میں عرض کروں گا کہ اس ہاؤس میں آج جو اس وقت حاضری ہے حقیقت میں یہ بہت بہتر ہے ۔ اس سے بھی کم لوگ پچھلی اسمبلی کے دوران بیٹھے رہتے تھے ۔ میں نے ہاؤس آف کامنز میں دیکھا ہے کہ وہاں سات سات چھ چھ آدمی سارے ہاؤس میں ہوتے ہیں ۔ ایک دن ایسے بھی ہوا کہ گورنمنٹ بنچز پر ایک آدمی بھی نہ بیٹھا ہوا تھا اور اپوزیشن والے جا کر بیٹھ گئے جس کو پارلیمانی زبان میں squatting کہتے ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ بجٹ کے لحاظ سے یہ کافی تعداد ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : مسٹر محمد نواز بوسال ۔

(50)

مسٹر محمد نواز (گجرات ۔ 12) : بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب سپیکر ! میں وزیر خزانہ کو ان کے ذوق شاعری پر داد دیتا ہوں اور انہوں نے جو ان نامساعد حالات میں بجٹ پیش کیا ہے اس پر ان کو مبارک باد بھی دیتا ہوں ۔

جناب والا ! دوسری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک ترقیاتی پروگراموں کا تعلق ہے وہاں دیہات کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے ۔ بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ اس ملک کی 80 فی صد آبادی دیہات پر مشتمل ہے وہاں ترقیاتی پروگرام میں دیہات کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے ۔ اب جو اس قسم کے پروگرام ہیں یعنی تعلیم کا مسئلہ ہے ۔ سڑکوں کا مسئلہ ہے کوئی اور ترقیاتی مسئلہ ہے اس میں دیہات کا ذکر تک نہیں کیا جاتا ۔ اس بات کا میں ان سے شکوہ بھی کرتا ہوں کہ کم از کم دیہاتی لوگوں کا بھی خیال رکھا کریں ۔

جناب والا ! اب میں اپنی تحصیل پھالیہ کے مسائل کے متعلق عرض کروں گا۔ ہماری تحصیل پانچ چھ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے اور پیداوار کے لحاظ سے تقریباً سارے پنجاب میں سب سے اول ہے۔ بے شک کاغذات کی پڑتال کر کے دیکھ لیں۔ مالیے اور پیداوار کے لحاظ سے یہ تحصیل منڈی بہاؤ الدین میں سب سے اول آتی ہے۔ لیکن جب کہیں ترقیاتی پروگرام آتے ہیں اور سڑکوں کا مسئلہ آتا ہے، ہماری تحصیل کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ خاص طور پر بارہ ہزار ایکڑ پر مشتمل رقبہ سیم زدہ ہے۔ اس کے متعلق موجودہ مالی بجٹ میں کوئی رقم نہیں رکھی گئی تاکہ اس کا کوئی سد باب، اور اس علاقے کی کوئی فلاح و بہبود اور زمین کی کوئی درستگی ہو سکے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا، سیم کا مسئلہ تحصیل پھالیہ کا بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہے۔ وہاں چھوٹے زمیندار ہیں۔ اتنے بڑے زمیندار نہیں بعض زمیندار ایسے بھی ہیں جن کا تمام رقبہ سیم کی زد میں آتا ہے۔ تمام کا تمام رقبہ سیم زدہ ہے۔ ان کا ذریعہ معاش محض زمینداری ہے۔ میں وزیر خزانہ کی توجہ اس مسئلے کی طرف دلاؤں گا کہ ضرور کچھ نہ کچھ بجٹ میں سے کمی بیشی کر کے تحصیل پھالیہ کے سیم زدہ علاقہ کے لیے کرنا چاہیے۔

جناب والا ! وزیر خزانہ نے تعلیم کے لیے ~~185 کروڑ 44 لاکھ روپے~~ کی رقم رکھی ہے۔ یہ بڑی رقم ہے۔ تعلیم کے مسئلہ پر اس سال بجٹ میں ایک مثالی رقم رکھی گئی ہے۔ مگر اس کے متعلق میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ تحصیل پھالیہ کی چھ لاکھ آبادی کے لیے کوئی ڈگری کالج نہیں۔ چالیس میل کی حد کے اندر دوسری جگہ پر ڈگری کالج ہے۔ وہاں ہائی سکولوں کی تعداد بہت کم ہے۔ میرے خیال میں اس ضخیم بجٹ میں ہماری تحصیل کے لیے کوئی نیا سکول منظور نہیں کیا گیا۔ اس میں 500 پرائمری سکولوں کا اور پھر 9 انٹر میڈیٹ کالج بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر تحصیل پھالیہ میں کوئی پتہ نہیں کہ کوئی نیا سکول کوئی انٹر کالج یا کوئی ہائی سکول بنائیں گے۔ خاص طور پر میرے حلقہ میں دو لاکھ کی آبادی میں

صرف دو ہائی سکول موجود ہیں ~~ایک چھانوال میں اور ایک پنڈی دادن~~ ہیں - باقی تمام کے تمام علاقے میں کوئی ہائی سکول موجود نہیں - میں نے وزیر تعلیم صاحب سے گزارش کی تھی کہ ہم اپنی مدد آپ کے تحت ایک سکول کی عمارت بھی بنائیں گے اور زمین بھی دیتے ہیں - کم از کم دو ماسٹر ہمیں عنایت کیے جائیں تاکہ وہاں کے غریب عوام ہائی کلاسز تک تعلیم حاصل کرسکیں - مگر انہوں نے اس پر مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا ہے - وزیر خزانہ کو اس بات کا کچھ نہ کچھ نوٹس لینا چاہیے کہ اتنی بڑی رقم میں سے تمام تحصیلوں اور اضلاع کو برابر کا حصہ ملنا چاہیے - یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بعض تحصیلیں تیس برس پہلے کی طرح بالکل ناخواندہ رہیں اور بعض جگہ دس دس بیس بیس انٹر میڈیٹ کالج بنا دیے جائیں - اس میں ہمارا بھی حق ہے - ہم نے بھی عوام سے وعدے کیے تھے کہ ہم آپ کی تکالیف وہاں جا کر پیش کریں گے - مگر اس بجٹ میں ہمیں بالکل فراموش کردیا گیا ہے - تحصیل پھالیہ میں انٹر میڈیٹ کالج کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ہائی سکول اور مڈل سکول بنانے کے سلسلے میں کوئی عملی قدم اٹھایا گیا ہے - (4)

جناب والا ! ~~150 کروڑ~~ 40 لاکھ روپے کی رقم کوئی معمولی رقم نہیں - کم از کم ہمارے مڈل سکولوں ہی کو اپ گریڈ کیا جائے - ہم اپنی مدد آپ کے تحت کچھ نہ کچھ کرتے ہیں - ہم صرف یہ نہیں کہتے کہ تمام بوجھ حکومت پر ڈال دیا جائے - 6 لاکھ کی آبادی میں دو ہائی سکول اور ایک ڈگری کالج بالکل ناکافی اور ضروریات کے مطابق نہیں - وزیر تعلیم ہمارے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں - لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ اس وقت ایوان میں موجود نہیں - انہیں کچھ نہ کچھ ناخواندہ لوگوں کا خیال ضرور کرنا چاہیے تاکہ تعلیم کے سلسلے میں ایک دو ہائی سکول یا انٹر کالج ان کی یادگار میں بن جائیں - (5)

اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ پانچ مرلہ سکیم کے لیے اچھی خاصی رقم رکھی گئی ہے جو کہ تقریباً 21 کروڑ روپے ہے اس میں زیادہ حق کچی آبادیوں کو دیا گیا ہے یہ ایک اچھا اقدام ہے مگر اس میں دیہات کے لوگوں کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ دیہات میں بہت زیادہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس پانچ مرلہ پلاٹ نہیں اتنی رقم میں سے حکومت کو چاہیے کہ دیہاتی لوگوں کو پانچ مرلہ سکیم کے تحت کچھ نہ کچھ پلاٹ خرید کر دے اور ان کی حق رسی فرمائی جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس مشکل وقت میں ہمارا اور قائد عوام کا ساتھ دیا اور انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ بھی دیں گے۔ اگر ان غریب لوگوں کی اب بھی حق رسی نہ کی گئی تو پھر جو وعدے ہم کرتے رہے ہیں کتنی دیر اور کرتے رہیں گے۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اس پانچ مرلہ سکیم میں کچی آبادیوں کے مکینوں کے علاوہ ان دیہات کا خیال بھی ضرور رکھنا چاہیے۔

اب میں سڑکوں کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ سڑکوں کی تعمیر کے لیے 36 کروڑ 38 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں یہ بہت زیادہ رقم ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دوسری سڑکیں نہیں بننی چاہئیں مگر میں اپنے حلقے اور تحصیل کی بات کرتا ہوں۔ کہ ہماری تحصیل میں جو سڑک گجرات سے سرگودھا جاتی ہے اس کی حالت منڈی بہاولدین سے لے کر پیلہ فقیریاں تک ناگفتہ بہ ہے وہ ایک عوامی سڑک ہے۔ وہ کسی ایک تحصیل یا ضلع کی سڑک نہیں۔ بلکہ لاہور سے لے کر سرگودھا تک کے لوگ اسی راہ پر جاتے ہیں۔ پنڈی سے سرگودھا تک کے درمیانی راستے کی حالت بالکل خراب ہے۔ وہاں سے لوگوں کا گزرنا بھی مشکل ہے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس سڑک کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور سڑک روڑکا سے بھابڑہ تک ہے۔ اس کو بھی اس بجٹ میں شامل کیا جائے۔ یہ ایک ایسی سڑک ہے جو دس میل کے ٹکڑے پر گجرات سرگودھا اور سرگودھا سے گوجرانوالہ تین اضلاع کو ملاتی ہے اس سڑک کے ذریعے تینوں اضلاع کا آپس میں رابطہ ہے۔ پنڈی بھٹیاں سے لے کر کالو والا پتن کے راستے

کوٹ مومن اور چوکی بھاگٹانوالہ تک بالکل یہی سڑک موجود ہے۔ کوٹ مومن سے بھابڑہ تک یہ سڑک ہے۔ اگر بھابڑہ سے گوجرہ تک یہ سڑک منظور فرمائی جائے تو ان تینوں اضلاع کے عوام کا فائدہ ہے۔ صرف ہماری تحصیل ہی نہیں بلکہ اور اضلاع بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ سڑکوں کے لحاظ سے ہماری تحصیل تقریباً صوبہ پنجاب میں سب سے پسماندہ ہے۔ بدقسمتی یہ رہی ہے کہ جب بھی کوئی ترقیاتی منصوبہ بنا پہلے تو وہ گجرات میں ہی بن گیا اور گجرات سے حصہ نہ ملا۔ اگر کوئی ملا بھی تو وہ صرف گجرات تک ہی ختم ہو گیا۔ ہماری تحصیل میں صرف ایک سڑک بنی تھی جو کہ سمہ کلاواں روڈ کہلاتی ہے صدیوں کے بعد وہ ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ لیکن اس کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ وہ بھی ادھوری رہ گئی ہے اور قابل سفر نہیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں دیہی مراکز میں ہسپتالوں کے متعلق عرض کروں گا۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر: چوہدری صاحب آپ نے کافی وقت لے لیا ہے۔

مسٹر چھ نواز: جناب والا! میری تحصیل بہت پسماندہ ہے اور اس کے بہت زیادہ مسائل ہیں اس لیے صرف پانچ منٹ اور عنایت فرما دیں۔

جناب والا! محکمہ صحت میں ہسپتالوں کے متعلق 16 کروڑ 87 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں فرمایا گیا ہے کہ اس میں 37 نئے دیہی مراکز تعمیر کئے جائیں گے۔ 175 نئے یونٹ بنائے جائیں گے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس میں تحصیل پھالیہ کے لیے بھی کوئی نیا یونٹ یا دیہی مرکز بنانا مقصود ہے؟ ہمارے چالیس میل میں واقع دیہات کے اندر دو سول ہسپتال موجود ہیں اور جو تیس میل کا علاقہ ہے۔ وہاں اگر غریب عوام بیمار ہو جائیں تو ان کو منڈی بہاؤالدین یا پھالیہ تک پہنچنے کے لئے نہ ہی کوئی سڑک ہے اور نہ ہی کوئی ٹرانسپورٹ کا انتظام ہے اور وہ بے چارے گھروں میں ہی موت تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہسپتالوں تک پہنچنا ہی ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ وہاں کوئی دیہی

مراکز نہیں صرف ایک دو ڈسپنسریاں ہیں مگر میانہ گوندل اور قادرآباد کی ڈسپنسریوں میں ڈاکٹر موجود نہیں یہ جو اتنی رقم رکھی گئی ہے - اس میں کم از کم دیہات کے لوگوں اور خاص طور پر ہماری تحصیل کا کچھ نہ کچھ تو حصہ یا حق ہے - مالیہ کے لحاظ سے دیکھ لیں تو ہم سب سے پیش پیش ہیں - مگر جہاں تک ترقیاتی کام کا تعلق ہے ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : چوہدری صاحب ! آپ باقی مسائل لکھ کر متعلقہ وزیر کو بھیج دیں -

مسٹر چھ نواز : صرف ایک دو مسئلے رہ گئے ہیں وہ عرض کروں گا - جناب والا ! جہاں تک بجلی کا تعلق ہے ترقیاتی پروگرام کے لیے 14 کروڑ 1 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے مگر میرے تمام حلقہ نیابت میں صرف دو یا چار گاؤں میں بجلی ہے - باقی تمام گاؤں بجلی سے محروم ہیں موجودہ زمانے کے حالات کے مطابق بجلی ایک عام ضرورت بن چکی ہے - کوئی امیر ہو یا غریب موجودہ حالات میں بجلی کے بغیر اس کا گزر مشکل ہے - اس لئے اس ضمن میں ہم پر بھی مہربانی فرمائی جائے -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : چوہدری صاحب ! آپ نے پندرہ منٹ لے لیے ہیں -

چھ مسٹر نواز : جناب والا ! دو پوائنٹ رہ گئے ہیں - صرف دو منٹ اور دے دیں

مسٹر ڈپٹی سپیکر : چوہدری صاحب ! اس طرح نہیں ہو سکتا - میرے پاس ابھی بہت نام ہیں آپ لکھ کر متعلقہ وزیر کو بھیج دیں -

مسٹر چھ نواز : صرف دو منٹ اور دے دیں کیونکہ ایک دو نکات رہ گئے ہیں جو کہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں -

جناب والا ! کوجرہ میں غلہ منڈی ہونی چاہیے - یہ موضع پکی سڑک پر موجود ہے اور اچھا خاصا قصبہ ہے - غلہ منڈی بہاؤالدین کے بغیر اور کوئی غلہ منڈی نہیں ہمارے علاقے کے جتنے زمیندار ہیں ان کی اجناس غلہ منڈی میں لانے سے پہلے ہی راستے میں خراب ہو جاتی ہیں اس لیے میں

یہ گزارش کروں گا کہ وہاں غلہ منڈی کا ضرور بندوبست کیا جائے۔ ٹیوب ویلوں کے ناقص انتظام سے زمیندار طبقہ بہت نالاں ہے۔ کم از کم اپنے اعلیٰ افسران کو ہدایت تو کریں کہ جو ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں ان کا تو کچھ نہ کچھ انتظام ہونا چاہیے تاکہ غریب زمیندار اپنی فصلیں وقت پر کاشت کر سکیں لیکن موقع پر ٹیوب ویل بند کر دیئے جاتے ہیں لہذا ان کا کچھ نہ کچھ حل ہونا چاہیے۔ کیونکہ غریب زمیندار اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اب یہاں کوئی امیر زمیندار نہیں سب غریب زمیندار ہیں۔ اگر زمیندار کو اس طرح نیست و نابود کر دیا گیا تو یہ ملک خوراک کے معاملے میں کبھی بھی خود کفیل نہیں ہو سکے گا۔

اب میں معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ آخر میں میری وزیر تعلیم سے گذارش ہے۔ کہ وہ ہمارے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس وقت ایوان میں موجود نہیں۔ تاہم میری گزارشات ان تک پہنچ جائیں کہ کچھ نہ کچھ ہمیں ملنا چاہیے۔ ہماری بھی داد رسی ہونی چاہیے۔ ہمیں بالکل فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس ملک میں رہتے ہیں اور انشاء اللہ اس ملک کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : شیخ اشفاق احمد۔

شیخ اشفاق احمد : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ان مشکل حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے جن کا ذکر ایوان میں میرے دوستوں نے کیا ہے انہوں نے یہ بھی گلہ کیا ہے کہ ان قوتوں نے پاکستان کو تباہی کے کنارے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ گلہ جائز نہ تھا، کیونکہ جن قوتوں نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کیا ہے، ان کا ماضی اور حال یہ بتاتا ہے کہ وہ اس کے سوا کوئی اور کردار ادا نہیں کر سکتیں۔ ان میں وہ لوگ شامل تھے جو قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ جنہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے بانی پاکستان کی مخالفت کی تھی ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں

جنہوں نے استحصالی نظام کو 25 سال تک قائم رکھا ۔ وہ موجودہ نظام کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں ؟ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بیرونی طاقت کے اشارے پر پاکستان کو کبھی خوش حال اور ترقی سے ہم کنار ہوتے نہیں دیکھ سکتیں ۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ جو کردار انہوں نے ادا کیا ہے وہ ان کی سرشت میں تھا ۔ یہ کردار انہیں ادا کرنا ہی تھا ۔ استحصالی نظام دم توڑ رہا تھا ۔ پاکستان پیپلز پارٹی اس نظام کے لیے موت تھی ۔ یہ ان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے ۔ وہ نظام پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی حکومت بدلنا چاہتی ہے ۔ اس لیے انہوں نے اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی تاکہ دوبارہ استحصالی ظالمانہ نظام کو بحال کرائیں ۔ لیکن جس طرح پاکستان کے غریب عوام ، مزدوروں ، کسانوں ، دانشوروں اور طالب علموں نے اس نظام کو 1970ء میں ٹھوکر ماری اور 1977ء میں ختم کرنے کی کوشش کی ، میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ بھی جب ان قوتوں کا مقابلہ غریب عوام ، کسانوں اور مزدوروں سے ہوگا تو وہ ان قوتوں کو شکست فاش دیں گے اور اس نظام کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں گے ۔

جناب والا ! میں وزیر خزانہ کو اس لحاظ سے بھی مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ کی تیاری میں پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس بجٹ میں ان عوام کے مفادات کو بھی پیش نظر رکھا جن کی پیپلز پارٹی نمائندگی کرتی ہے ۔ 5 مرلہ سکیم اور کچی آبادیوں کے لیے مذکورہ مشکل حالات کے باوجود کافی رقم رکھی گئی ہے ۔

جناب والا ! میں یہاں یہ بھی عرض کروں گا کہ عوامی حکومت نے اپنے پانچ سالہ دور میں بے شمار انقلابی اصلاحات کی ہیں ۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ بیوروکریسی نے ان کے نفاذ میں ایسی خرابیاں پیدا کی ہیں کہ ان سے وہ اثرات مرتب نہ ہو سکے ، جو ہونے چاہییں تھے ۔ 5 مرلہ سکیم کے متعلق عرض کروں گا کہ ان عوام کے لیے ، جن کے پاس گھر نہ تھے ، پچھلے 25 سال میں کسی حکومت نے توجہ نہیں کی ۔ یہ اسی حکومت کا کام ہے

اور یہ کریڈٹ بھی اسی کو جاتا ہے کہ اس نے اس قسم کی سکیم تیار کی ۔ لیکن یہ سکیم بھی/بیورو کریسی کی نااہلی کی وجہ سے وہ اثرات مرتب نہ کر سکی جو ہونے چاہئیں تھے ۔ اس سکیم کے سلسلے میں بورڈ آف ریونیو نے جو نوٹیفکیشن جاری کیا اس میں یہ درج ہے/کہ اگر کسی گاؤں میں سنٹرل یا پروونشل گورنمنٹ کا رقبہ ہو یا شاملات دیہہ ہوں تو وہ زمین لی جا سکتی ہے ۔ ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم رقبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا ۔ ایسی/زمین لی جائے جو بنجر اور جو قابل کشت نہ ہو ۔

جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ اس نوٹفکیشن کی وجہ سے اس سکیم کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے ۔ میں/اپنے حلقہ شرق پور کا ذکر کرتا ہوں ۔ اکثر گاؤں میں سرکاری رقبہ موجود نہیں ۔ اگر سرکاری رقبہ موجود ہے تو وہ گھروں یا جوہڑ کی شکل میں ہے ۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جو/گاؤں میں کام کرتے ہیں وہ گاؤں سے دور نہیں رہ سکتے ۔ چنانچہ ایسے رقبوں کی بجائے ان رقبوں کو اس سکیم میں شامل کیا جائے جو گاؤں سے نزدیک ہوں ۔ ہماری تحصیل میں اکثر/ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم اراضی کے مالک ہیں اور اکثر مواضعات میں اس سکیم کے لیے زمینیں حاصل نہیں کی جا سکتیں ۔ میں وزیر مال سے گذارش کروں گا کہ اس نوٹفیکیشن کو دوبارہ/جاری کریں اور اس میں لچک پیدا کی جائے ۔ اگر زمین گاؤں کے نزدیک ہے ، چاہے وہ سرکاری ہے یا دوسری ، تو اس کو ترجیح دی جائے ۔ اگر کوئی رقبہ نہ مل سکے تو پھر/دور کا رقبہ دیا جائے ۔ اگر ساڑھے بارہ ایکڑ کسی گاؤں میں نہ ہو تو جس کا مالک کوئی نہ ہو وہ لیا جائے ۔ نوٹفیکیشن میں یہ ترمیم کردی جائے جو سب سے بڑا/مالک ہے اس کی زمین حاصل کرلی جائے ۔ اگر یہ ترمیم نہ کی گئی تو ہماری تحصیل میں اس سکیم پر عمل نہیں ہو سکے گا اور بے گھر لوگوں کے لیے اس سکیم/سے شرق پور محروم ہو جائے گا ۔

جناب والا ! اسی سلسلے میں implementation کا ذکر کرتا ہوں ۔ یہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہاں مزارعین کی بیدخلی کا ذکر کردوں ۔ عوامی

حکومت نے مزارعین کے تحفظ کے لیے بڑے بڑے قوانین بنائے، لیکن جب implementation کا وقت آتا ہے تو زمیندار اور راستے اختیار کرکے بے دخلی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ میں گذارش کروں گا کہ مزارع صرف اسی صورت میں بے دخل ہو سکتا ہے جب وہ بٹائی نہ دے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ مالک پٹواری سے مل کر خسرہ گرداوری میں اپنے نام پر کاشت کرا لیتا ہے۔ با اثر لوگ اس قسم کے راستے اختیار کرتے ہیں وزیر مالی اس طرف توجہ دیں اور اس قانون میں ترمیم کریں۔ جب یہ خسرہ گرداوری تبدیل کرانی ہو تو وہ کم از کم کلکٹر کی منظوری سے ہو تاکہ ان لوگوں نے جو بیدخلی کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے اس کا تدارک ہو سکے۔

جناب والا۔ اس تمہید کے بعد میں اپنے حلقے کے مسائل کی طرف آتا ہوں۔ میرا حلقہ نیابت تحصیل شیخوپورہ ہی ہے اور شرق پور کی جب تحصیل تھی۔ میرے حلقے میں کوئی پکی سڑک نہیں۔ وہاں چھوٹے چھوٹے مالکان اراضی ہیں۔ وہ اپنی فصلوں کو شہر میں نہیں لا سکتے۔ کیونکہ کوئی راستہ نہیں۔ اس طرح جو کچھ وہ فصلوں کی صورت میں پیدا کرتے ہیں اس کو ہیڈ کوارٹر تک پہنچانے میں بڑی سخت دقت ہوتی ہے۔ اس کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ صرف 4 میل کی سڑک ہے، وہ بنا دی جائے۔ اس پر پچاس ساٹھ گاؤں لنک ہوتے ہیں۔ یہ ان کا دیرینہ مطالبہ ہے جس کو جلد از جلد پورا کیا جائے۔ صرف چار پانچ میل کا ٹکڑا ہے جس سے 60 گاؤں کے لوگوں کو ان کی روزمرہ کی چیزیں لے جانے اور خاص طور پر کاروبار کرنے اور سبزیاں جو وہ کاشت کرتے ہیں، کو ضلعی ہیڈ کوارٹر تک لے جانے میں سہولت ملے گی۔

جناب والا! دوسرا اہم مسئلہ سیلاب کا ہے۔ سب تحصیل شرق پور کے اکثر گاؤں سیلاب کی زد میں آ جاتے ہیں۔ ان میں کئی گاؤں ایسے ہیں جو بالکل ڈوب جاتے ہیں۔ اور ان کی تمام فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ان مواضعات میں تین چار گاؤں ہیں جن کے نام میں وزیر مال کو آپ کی وساطت سے بتاؤں گا جو بالکل ڈوب جاتے ہیں ان مواضعات کے لوگوں کو کسی متبادل

جگہ زمین دے دی جائے تاکہ وہ اپنی زندگی کے باقی دن اچھی طرح گزار سکیں ۔ جناب والا ! سیلاب کے سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ وہاں پہلے بند بنائے جاتے ہیں ان پر لکھوکھا روپے خرچ ہوتے ہیں ۔ پھر ان بندوں کی حفاظت کے لیے ٹی بنائی جاتی ہیں اور ان پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں پھر ان ٹی کے حفاظت کے لیے سپر لگائے جاتے ہیں ان پر بھی کافی روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ کوئی ایسی سکیم بن سکے جس سے دریا کا وہ 6/5 میل حصہ جو تحصیل فیروز والا اور شرق پور کے درمیان ہے اگر اس کی کسی طرح کھدائی ممکن ہو تو اس کو بھی زیر غور لایا جائے تاکہ یہ روز روز کا خرچ بچ جائے اور اس علاقے میں سیلاب کے سد باب کے لیے مستقل انتظامات بھی ہو سکیں ۔

جناب والا ! اس وقت شرق پور 25/30 ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے وہاں پر رہائش کا مسئلہ انتہائی پیچیدہ ہے اور لوگوں کو رہائش کے لیے کوئی جگہ نہیں ملتی ۔ میں وزیر ہاؤسنگ سے یہ استدعا کروں گا کہ ہاؤسنگ سکیموں میں شرق پور کے لیے بھی کوئی سکیم رکھی جائے ۔ جناب والا ! شرق پور میں واٹر ورکس کی سکیم کو بنے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے اور بجلی کے کنکشن کی درخواست دیئے ہوئے بھی ایک سال ہو گیا ہے ۔ لیکن آج تک کنکشن نہیں ملا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پٹرول پمپ کا ڈیزل انجن چل رہا ہے جو صرف ہنگامی حالات کے لیے ہوتا ہے ۔ میں وزیر متعلقہ سے گزارش کروں گا کہ شرق پور والوں کی اس جائز تکلیف کا ازالہ کیا جائے ۔

جناب والا ! اگر کسی وقت جناب کو جڑانوالہ روڈ سے شرق پور جانے کا اتفاق ہوا ہو تو جناب نے دیکھا ہوگا کہ وہاں ٹرانسپورٹ کا نہایت ناقص انتظام ہے ۔ لوگ بسوں کی چھتوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور اندر جگہ نہیں ہوتی ۔ میں وزیر ٹرانسپورٹ سے استدعا کروں گا کہ وہاں اومنی بس کا معقول انتظام فرمائیں ۔ انہوں نے ہمیں 10 بسیں دی تھیں ۔ لیکن ان میں سے صرف تین روٹ پر چل رہی ہیں اور باقی سات نہیں چل رہیں ۔ میں ان سے استدعا کروں گا کہ ان تمام بسوں کو اچھی حالت میں چلایا جائے ۔ تاکہ ان لوگوں کا یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے ۔

جناب والا ! میں نے اے ڈی پی کی ساری سکیمیں دیکھی ہیں - ان میں شرق پور کا ذکر صرف ایک جگہ آیا ہے اور وہ شرق پور شیخوپورہ روڈ ہے یہ سڑک تین سالوں سے زیر تعمیر ہے اور اس بار بھی اس کے لیے اتنی رقم نہیں رکھی گئی کہ وہ سڑک مکمل ہو سکے - میں وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ وہ اس سڑک کے لیے مطلوبہ رقم فراہم کریں تاکہ یہ پرانا مسئلہ حل ہو جائے - جب وہ لوگ بذریعہ بس لاہور جاتے ہیں تو انہیں کم از کم 40 میل سفر کرنا پڑتا ہے اس سڑک کے بننے سے ان کا 20 میل کا سفر بچ جائے گا - لہذا میں گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں بھی توجہ فرمائیں اب تھوڑی سی رقم اور مطلوب ہے - اگر وہ مہیا ہو سکے تو یہ مسئلہ اس سال ہی حل ہو سکتا ہے -

جناب والا ! شرق پور کے ہسپتال کا منصوبہ تین سالوں سے منظور ہو چکا ہے - لیکن آج تک اس بارے میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی - وہاں کے شہریوں نے وہاں پانچ ایکڑ زمین کا انتظام کیا ہوا ہے - لیکن آج تک اس سکیم پر عمل درآمد نہیں ہوا - میں وزیر متعلقہ سے استدعا کروں گا کہ شرق پور کے ہسپتال کی سکیم پر عمل کرانے کے لیے اپنے اختیارات کو استعمال کریں -

جناب والا ! آخر میں میں ایک سکول کا ذکر کروں گا - ہمارے موضع بھکی میں 1935ء سے مڈل سکول ہے لیکن 1935ء سے لے کر آج تک یہ ہائی سکول نہ ہو سکا - وہاں 5 ہزار کی آبادی ہے لیکن 40 سالوں سے وہ سکول مڈل تو ہے لیکن ہائی نہ ہو سکا - یہ وہاں کے عوام کا بڑا دیرینہ مطالبہ ہے اور انہیں واقعی جائز تکلیف ہے - انہیں اپنے بچوں کو ہائی سکول کے لیے شیخوپورہ بھیجنا پڑتا ہے - میں وزیر موصوف سے کہوں گا کہ اس طرف توجہ فرمائیں اور اس سکول کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے - شرق پور میں ایک گرلز کالج کی بھی انتہائی ضرورت ہے کیونکہ اس کے قریب قریب جتنے بھی بڑے بڑے گاؤں ہیں ان میں سے کئی میں ہائی سکول ہیں اور لڑکیوں کے بھی ہیں - اس لیے

وہاں کالج کا ہونا نہایت ضروری ہے - میں استدعا کروں گا کہ اگر ممکن ہو تو اس سکیم پر بھی عمل کیا جائے -

جناب والا ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ گزارشات پیش کرنے کا موقع دیا -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : مسٹر بشیر الدین سالار !

مسٹر بشیر الدین سالار : جناب سپیکر ! کافی دنوں سے بجٹ کے حسن و قبح پر بحث ہو رہی ہے - یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ہمارے معزز ارکان بجٹ کی کمزوریاں بیان کر رہے ہیں انہیں بجٹ کی خوبیاں بھی واضح کرنی چاہئیں تاہم میرا خیال ہے کہ اگر سرسری نظر سے جائزہ لیا جائے تو انسانی کام میں کوئی نہ کوئی کمزوری رہ ہی جاتی ہے - تاہم مجموعی طور پر جتنی محنت اور جتنی عرق ریزی سے یہ بجٹ تیار کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان نامساعد اور نا موافق حالات کے پیش نظر میں اسے دیکھا جائے تو ہم اس بجٹ کی تعریف کرنے پر مجبور ہیں - میں سمجھوں گا کہ بجٹ کا معاملہ پورا نہ ہوگا جب تک اس کے ساتھ ایک بات کا لحاظ نہ رکھا جائے عام طور پر لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ بجٹ میں ان کی فلاح کے لیے کتنی رقم رکھی گئی ہے - بلکہ وہ عام طور پر بجٹ کی خوبی کا اندازہ اس امر سے لگاتے ہیں کہ ان کی فلاح کے لیے ان کے علاقے میں کس قدر کام ہوا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ کی افادیت دوبالا ہو جاتی ہے اگر ہم یہ دیکھیں کہ کتنی رقوم ہماری فلاح کے لیے رکھی گئی ہیں - بجٹ تو آمد و خرچ کا ایک میزانیہ ہے اور اس کا دارو مدار عام طور پر آمدنی پر ہوتا ہے - جتنی آمدنی ہوتی ہے ہم اتنا ہی خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آمدنی کے معاملے میں ہم اپنی پوری توجہ ان بدعنوانیوں کی طرف صرف کریں جو یہ خرچ حاصل کرنے کے لیے ہمارا محکمانہ عملہ کرتا ہے - ان بدعنوانیوں کا جائزہ لیں جو بجٹ کے لیے رکاوٹ پیدا کرتی ہیں - مثال کے طور پر میں کہتا ہوں کہ بجٹ کا ایک اچھا خاصا بڑا حصہ آمدنی ٹیکس ہوتا ہے جو ہم 12 ہزار روپیہ سے زیادہ آمدنی

والوں سے وصول کرتے ہیں عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ شہروں میں اگر 20 دکاندار یا 20 کاروباری لوگ یا 20 ملازمین اس حیثیت کے مالک ہیں جن سے یہ ٹیکس وصول کیا جا سکتا ہے تو صرف 10 سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی ان کے اپنے بنائے ہوئے تخمینوں کی بنا پر اور دس کو صرف دھمکیاں دے کر ٹال کر، کچھ وصول کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اگرچہ کچھ لاینحل سا نظر آتا ہے کیونکہ ہر نئی حکومتوں نے اس زہریلے درخت کو ہر اس ملک میں لگایا تھا جو اس کی نو آبادیات میں شامل تھا۔ اس کی جڑیں خاصی گہری ہیں۔ لیکن ہمیں کہنا چاہئے کہ بعض مکمل متوجہ بدعنوانیوں کا کچھ نہ کچھ تدارک ہو جائے اور ایک انصاف پسند کو اپنے لوگوں پر مشتمل مجلس کی دیانت پر بھی کوئی شبہ نہ ہو۔ اس بات کے لیے مقرر کیا جائے کہ وہ اپنے ضلع کی کارگزاری کو چیک کرے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ کے کھاتے کو ہوا کرانے کے لیے، مزید ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی اور چھان بین کے بعد واقعی ٹیکس کا حصہ ہم اپنی صحیح توجہ اور کارکردگی کے لیے وصول کر سکتے ہیں۔ اگر بجٹ زیادہ بڑھایا جائے تو ظاہر ہے کہ بجٹ کے لیے گنجائش نکل آتی ہے کہ اپنے چار ترقیاتی کاموں پر صرف نہیں کیا جائے۔ یہ کھاتے کے بجٹ پر ہمارے سامنے نہ آئیں۔ اس طرح یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب ہم بجٹ کی رقم مختلف منصوبوں میں لگاتے ہیں تو ایک منصوبہ اگر پچیس ہزار سے تکمیل پذیر ہو سکتا ہے تو اس پر عام طور پر پچاس ہزار لگتے ہیں۔ یہ تمام خرچ بدعنوانیوں کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے جن کی طرف اب تک ہم نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اگر یہ دور ہو جائے تو پھر منصوبے بھی کم رقم میں تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ اب مثال کے طور پر ہم ایک سڑک کا ٹھیکہ دیتے ہیں تو ٹھیکیدار اندازہ لگاتے وقت اتنی رقم کہتا ہے کہ اس پر اتنا صحیح خرچ آئے گا، اتنا میرا منافع اور اتنا تو کرپشن کا کمیشن۔ اگر اس میں سے کمیشن نکال دی جائے تو یقینی بات ہے کہ وہ اپنے بجٹ میں کمی کرنے کے لیے تیار ہوگا۔ الغرض ہر شعبۂ زندگی میں جو فساد اور

بدعنوانیاں بھی ہیں ، ان کی طرف اگر ہم خاص توجہ دیں تو ہمارے اچھے خاصے مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔

اس بجٹ پر گفتگو کے بعد اب میں نظام تعلیم کے متعلق نہایت مختصراً کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس ملک میں فنی تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے ، نصاب تعلیم کے یا نظام تعلیم کے نتیجے میں ، جو کچھ بھی آپ کہیے ، ہوتا یہ ہے ، ہم پی ۔ ٹی ۔ سی کھیپوں کی کھیپیں تیار کر لیتے ہیں ، ایم ۔ اے ، بی ۔ اے حضرات سینکڑوں کی تعداد میں بےروزگاری کے چکر میں مارے مارے پھرتے ہیں حالانکہ اگر اس میں بنیادی تبدیلی کی جائے اور فنی تعلیم لازمی قرار دی جائے ، اور میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ پی ۔ ٹی ۔ سی کی بجائے بڑھئی اگر تربیت دی جائے تو تعلیم مکمل کرنے کے بعد چھ مہینوں کے پیچھے پیچھے نہیں پھرے گا اور نہ ہی وہ دفتر روزگار کے چکر کاٹے گا ۔ بہرحال اسے حوصلہ ہوگا کہ اگر اسے ملازمت نہ بھی مل سکی تو وہ اپنا کام کر سکتا ہے ۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے وہ شیکسپیر کی تحریروں کے اقتباسات از بر کرکے اپنی قابلیت کا رعب جمانے کے علاوہ قوم کو اور کوئی فائدہ نہیں دیتا ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ فنی تعلیم کو ملک میں انتہائی ضروری ، بلکہ تعلیم کا لازمہ قرار دیا جائے تو پھر تعلیم کے بعد مصیبت ان بےروزگاروں پر تو ہوتی ہی ہے ، لیکن حکومت پر بھی مصیبت آتی ہے اور تقاضا ہوتا ہے کہ بےروزگاری کو دور کرے ۔ اب ایک بی ۔ اے پاس گنڈیریاں نہیں بیچ سکتا ۔ وہ اس میں شرم محسوس کرتا ہے ۔ کوئی ہاتھ کا کام نہیں کرتا محنت کی عظمت کو نہیں پہچانتا ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت پر بار بن جاتا ہے ۔ تو اس صورت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم فنی تعلیم کو لازمی قرار دیں ۔ میں زیادہ وقت نہیں لیتا ۔ انتہائی اختصار کے ساتھ میں نے اپنا مطلب بیان کیا ہے ۔

اب میں اپنے علاقے کے کچھ مسائل بیان کرنا چاہتا ہوں ۔ تقریباً سو مربع میل کا دیہاتی علاقہ میرے حلقہ نیابت میں ہے *وہاں دھرامہ اور

ٹمینہ کی زرخیز زمینوں پر پچھلے سال سے دریا کا حملہ ہے ، کٹاؤ بڑی تیزی سے کر رہا ہے ۔ جب اس میں طغیانی آتی ہے تو اس کا پانی سارے علاقے کو زیر آب کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ سیم اور تھور بڑی تیزی سے راہ پا رہے ہیں ۔ سنا ہے کہ وہاں اس کا انتظام کرنے ، اسے روکنے کے لیے سپر (spur) کی تعمیر کے لیے پچھلے سال پچاس لاکھ روپے منظور کیے گئے تھے ۔ لیکن اب تک کوئی قابل ذکر کام وہاں نہیں ہوا ۔ سیم اور تھور کی زد میں یہ زمین دھرابے سے لے کر جام پور تک چلی گئی ہے ۔ اگر اس کا علاج فوری طور پر نہ کیا گیا تو وہ نہایت زرخیز علاقہ سیم اور تھور کی نذر ہو جائے گا اور زیر آب آنے کے بعد دلدل کی شکل اختیار کر لے گا اور یہ بڑا ہی نقصان دہ ہوگا ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر (spur) سپر قائم کرنے کے لیے پچاس لاکھ روپے کی منظوری کی اطلاع درست ہے تو وہ کام جلد از جلد ہونا چاہیے ۔ سیم اور تھور کے علاقے میں کچھ ٹیوب ویل منظور ہوئے تھے ۔ لیکن ان پر بھی اتنی سست رفتاری سے عمل ہو رہا ہے کہ وہ سیم اور تھور کی تیزی کو روکنے میں کوئی کامیاب نہیں ہوئے ۔ دوسرے ٹمینہ ایک قصبہ ہے اور اس میں ہزاروں کی آبادی ہے ۔ ڈیرہ غازی خان اور ٹمینہ تک اگر سڑک کو درست کر دیا جائے تو یہ سات میل کا فاصلہ ہوتا ہے ۔ لیکن اب وہاں پہنچنے کے لیے بیس میل کا سفر طے کرنا پڑتا ہے اور وہ بھی بڑی مشکل سے کچی سڑکوں کے ذریعے ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ٹمینہ سے ڈیرہ غازی خان تک سڑک کی تعمیر ہو ۔

جہاں تک بجلی کا سوال ہے ، چار میل پختہ سڑک پر جو ڈیرہ غازی خان سے ملتان روڈ کو جاتی ہے ، بجلی موجود ہے ۔ اگر اسے چھ میل اور آگے پہنچایا جائے تو اس سے اچھے خاصے علاقے میں ٹیوب ویلوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے ، وہ بجلی سے چلنے لگتے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ نہر شوربہ اور انک نمبر ایک کے درمیان کا علاقہ خصوصیت سے آپ کی توجہ کا محتاج ہے ۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں دریا ہر سال چھلک پڑتا ہے اور یہ علاقہ زیر آب آ جاتا ہے ۔ اس کے بعد مڈل سکول کو پاکی کا اور گراز پرائمری سکول کو

مڈل کا درجہ دیا جائے۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔ یہ کم سے کم مطالبات ہیں جو میں نے دیکھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ شکریہ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک سیف اللہ خان۔

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے جناب ڈاکٹر عبدالخالق وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مشکل دور میں جب کہ ملک کو کئی تکالیف کا سامنا ہے، اور خاص طور پر برسات کا نقصان، سیلاب کا نقصان، ہیضہ کی بیماری، قومی افتاد کی بیماری (نعرہ ہائے تحسین) ان سب بیماریوں کے باوجود انہوں نے اتنا معقول اور متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ میں انہیں دوبارہ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب والا ! ان سب بیماریوں نے مل کر ملک کو پھر اس سٹیج پر لا کھڑا کیا ہے جن حالات میں 1970.7ء میں جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے اس ملک کی قیادت کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور ان کی ہمت سے اس وقت بھی ملک نے جس قدر ترقی کی ہے، وہ دنیا سے چھپی ہوئی نہیں اور آج بھی مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ، اللہ کی مہربانی سے اور ان کی ہمت سے یہ دوبارہ بہت جلد اتنی ہی ترقی کریں گے، بلکہ یہ جو ایک کمی پڑی ہے اور یہ جو ایک نقصان ہوا ہے، اس کی بہت جلد تلافی ہو جائے گی اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ ملک ترقی کرے گا اور اس سے زیادہ ترقی کرے گا۔

جناب والا ! میں یہ عرض کر دوں کہ اس ملک میں جناب قائد عوام نے پہلے بھی جو کچھ کیا وہ سب غریب کی طاقت سے اور غریب کی امداد سے کیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ملک غریب کے سر پر چل رہا ہے۔ سرمایہ دار اس کو توڑنا چاہتا ہے، سرمایہ دار اس ملک کا دشمن ہے اور غریب کا یہ ملک ہے اور غریب ہی اس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ اب بھی غریبوں نے اس الیکشن میں ثابت کر دیا ہے کہ خواہ ہمارے حریف نام نہاد اتحادی کہلاتے ہیں وہ آپس میں بھی متحد نہیں۔ بہرحال وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ دوبارہ الیکشن ہونے پر وہ کامیاب ہوں گے۔ میں کہتا

ہوں کہ چھ دفعہ الیکشن ہو جائیں تو بھی یہ لوگ جیت نہیں سکتے - جیت غریب کی ہوگی اور ذوالفقار علی بھٹو کی ہوگی ، کیونکہ وہ غریب کا نمائندہ ہے اور اللہ تعالیٰ بھی غریب کی امداد کرتا ہے -

جناب والا ! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا - میں پنجاب کے ایک پسماندہ ضلع کی پسماندہ تحصیل چشتیاں کا نمائندہ ہوں - پسماندہ تو میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس کی عمر بھی پچاس سال سے کم ہے اور وہ نوآبادی ہے اور وہ سب نوآبادیوں سے بعد میں آباد ہوئی ہے ابھی تک غریب کسانوں میں جو ایک ایک دو دو مربع اراضی دی گئی تھی انہوں نے ان کی ملکیت کی قسطیں بھی پوری نہیں کیں - اس لئے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ سب سے پسماندہ اور غریب ہے - جناب والا ! تھل آج تک آباد تو ہو نہیں سکا - لیکن سڑکوں کا جال پہلے بچھا دیا گیا ہے اور بعد میں وہاں بلڈوزر لگا کر لوگوں کو زمین حکومت نے نرم کرکے دی ہے - اتنی سہولیات کے باوجود بھی تھل آج تک اتنا آباد نہیں ہوا جتنا ان لوگوں نے ہلوں کی جوڑی سے آباد کیا ہے - وہاں سب سے بڑی تکلیف سڑکوں کی ہے ایک اور تکلیف بھی پچھلے سال برسات میں آئی ہے کہ سیم شروع ہوگئی - تحصیل منچن آباد میں 21 انچ بارش لگاتار ہوئی ہے - اس کا پانی بغیر کسی منصوبے کے نکالا گیا اور وہ پانی بہاولنگر شہر کی طرف چل پڑا کیونکہ ڈھلوان اس طرف تھی - شہر کو فوج کی مدد سے بچا لیا گیا اور اس پانی کو آگے پاس کر دیا گیا - ہمارے انجینیرز کو یہ سوچ نہیں آئی کہ آگے بھی دنیا آباد ہے اور اسی ملک کے باشندے ہیں - اس کے دائیں طرف چار پانچ میل کے فاصلے پر دریا بہہ رہا ہے اگر وہ ایک طرف سے ریلوے لائن کاٹ کر دریا میں پانی ڈال دیتے تو اتنے علاقے کی تباہی نہ ہوتی - انہوں نے پہلے دو تحصیلیں تباہ کر لیں اور پھر ریلوے لائن اور پختہ سڑک کاٹ کر دریا میں پانی ڈالا تاکہ چشتیاں شہر بچایا جا سکے - پھر برسات کا موسم آ رہا ہے اس لئے پانی کی نکاسی کا انتظام صحیح ہونا چاہیے - ریلوے لائن کے نیچے پل موجود ہیں - صرف منصوبہ بندی کی ضرورت ہے - ان پلوں کے ذریعے اگر

پانی دریا میں ڈال دیا جائے تو لوگوں کو تکلیف نہیں ہوگی - اور عوامی چک بچ جائیں گے -

جناب والا! جہاں تک سڑکوں کا تعلق ہے، ریلوے لائن اور سڑکیں اکٹھی اکٹھی چل رہی ہیں کیونکہ بہاول پور ڈویژن اور خاص طور پر بہاولنگر ضلع کی ٹریفک ہی کچھ اس طرح سے ہے - دریا کے کنارے پر پرانی آبادی ہے اور پرانی آبادی کی جہاں حد ہوتی ہے وہاں پر ریلوے لائن اور پختہ سڑک ہے اور اس سے دوسری طرف نئی آبادی ہے - ریلوے لائن نئی آبادی اور پختہ سڑک کے درمیان واقع ہے اس پانی سے سیم پیدا ہو گئی ہے جو کہ تقریباً دو سے تین میل تک چوڑی strip ہے - یہ بہاولنگر سے چشتیاں تک لگا تار ہے - اور اب پورے علاقے کے عوام اپنے ٹریکٹر اور ٹرکوں کو ایکر شوگر مل تک پہنچنے کے لیے strip نہیں پار کر سکتے کیونکہ وہاں پختہ سڑک موجود نہیں - اس سے عوام کو تکلیف ہو رہی ہے - وہاں پانی کا لیول ایک انچ سے لے کر پانچ فٹ تک ہو گیا ہے - وہاں جو ٹرک یا ٹرالی آتی ہے وہ دو تین میل کے ٹکڑے میں پھنس جاتی ہے - میں یہ استدعا کروں گا کہ اسے بنوایا جائے - میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بجٹ میں گنجائش نہیں اور حالات بھی اچھے نہیں مگر مجبوری والی چند سڑکیں تین تین میل کے ٹکڑے ہیں وہ لازمی اور فوراً بنوانے چاہئیں تاکہ لوگ اپنی گذرگاہ جاری رکھ سکیں - ان سڑکوں کے نام بھی میں عرض کر دیتا ہوں - چک عبداللہ تا پل نہر گجانی ساڑھے تین میل کا ٹکڑا ہے - ساڑی شوق شاہ سے نوگجانی روڈ کی توسیع صرف ڈیڑھ میل کا ٹکڑا ہے اور چک چوپہ روڈ ایک منظور شدہ ہے - اسے چھ میل کی بجائے صرف ایک میل بنا دیا جائے تو پانچ میل کی بچت ہو سکتی ہے - کیونکہ اس سے پچھلی طرف سے ایک سڑک منظور ہوئی ہے جس کی تعمیر شروع ہو گئی ہے جو کہ پرانی شاہی سڑک کہلاتی ہے - اس شاہی سڑک سے یہ چک ٹوپہ گاؤں ایک میل دور ہے - چنانچہ بجائے چھ میل سڑک بنانے کے ایک میل سڑک بنا دی جائے تو مسئلہ کسی حد تک حل ہو جائے گا - اور منظور شدہ سڑک کہیں اور استعمال ہو جائے گی ایک سڑک تخت محل سے

قاسم گاہ تک ہے قاسم کا تھانہ بھی ہے مسجد بھی ہے اور مڈل سکول بھی ہے۔ تخت محل سے قاسم تک سڑک زیر تعمیر ہے۔ مٹی پڑی ہوئی ہے۔ پلیاں بنی ہوئی ہیں اور سب تباہ ہو رہی ہیں۔ جتنا خرچ ہو چکا ہے وہ سب ضائع ہو رہا ہے۔ مہربانی کر کے اسے جلد از جلد پختہ کیا جائے۔ ایک اور سڑک ریلوے سٹیشن صادق پور سے چک 95 تک ہے اس میں بھی درمیان میں سیم والا مسئلہ درپیش ہے۔ ویسے وہاں پر آوبر سے سیم نہیں اور واٹر لیول ایک دو انچ تک پہنچ گیا ہے۔ اس لئے وہاں سے کوئی ہیوی ٹریفک نہیں گذر سکتی وہ بھی تین چار میل کا ٹکڑا ہے ٹوٹل جو میں نے عرض کیا ہے بارہ میل بھی نہیں بنتا۔ انہیں مہربانی کر کے جلد از جلد بنایا جائے اس سے لاکھوں کی آبادی کو فائدہ ہوگا۔ اور وہ لوگ مصیبت سے بچ جائیں گے۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں عرض کروں گا کہ جو سرکاری مطالبہ لگتا ہے۔ یہ ڈھال باچھ جو ہوتی ہے۔ اس میں یہ علاقہ پہلے بہاول پور سٹیٹ کا تھا۔ بہاول پور سٹیٹ مغربی پاکستان میں شامل ہو گئی۔ ویسٹ پاکستان اور پنجاب کے تمام قانون وہاں لاگو ہو گئے۔ بہاول پور سٹیٹ کے تمام قانون وہاں ختم ہو گئے۔ مگر آج تک وہ ڈھال باچھ جو بہاول پور سٹیٹ کے وقت کے لگے ہوئے تھے ختم نہیں کیے گئے جو پنجاب کے ساتھ ہیں وہ تو ہمیں لگا دیئے گئے مگر بہاول پور سٹیٹ والے ٹیکس ختم نہیں ہوئے جیسے ایک ترقی فنڈ ہے ایک مرکز فنڈ ہے ایک مہاجر فنڈ ہے۔ کچھ اور بھی ہیں جن کے نام مجھے نہیں آتے۔ جناب قائد عوام سے بہاول پور کی ملاقات میں یہ دو تین مسئلے میں نے پیش کئے تھے انہوں نے حکم دیا تھا کہ اس کی فوراً درستگی کی جائے۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت حنیف رامے صاحب چیف منسٹر تھے اور دیہات کے مسئلے پر ان کی جان نکل جاتی تھی۔ کیونکہ وہ ذہنی طور پر دیہاتوں کے خلاف تھے۔ جناب والا! ڈھال باچھوں کی درستگی کا انتظام فوراً کیا جائے کیونکہ یہ قانون کے بھی خلاف ہے۔ اب جبکہ ریاست صوبہ پنجاب کا ایک حصہ بن چکی ہے تو پنجاب کے ٹیکس تو لگ رہے ہیں یہ فالتو ٹیکس کیوں لگ رہے ہیں؟

جناب والا ! اس کے علاوہ نہری پانی اور آبیانے کا مسئلہ ہے - بہاول پور سٹیٹ کے پنجاب میں شامل ہونے سے پہلے نواب آف بہاول پور کی حکومت پبلک کو دینے کے بعد درمیان میں کچھ عرصہ کے لیے بھٹو صاحب کا راج تھا - وہ تھے مخدوم زادہ سید حسن محمود صاحب - اس بھٹو صاحب کی حکومت میں انہیں اور خرچہ تو نہ ملا - رحیم یار خان میں ان کے باپ کی جاگیر تھی - اس کو تو وہ نہ چھوڑ سکتے تھے - بہاول پور میں ان کے چچا تایا کی زمین تھی - - - -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک صاحب ! پورے نو بج چکے ہیں - آپ کے لیے ہاؤس کا وقت بڑھانا پڑے گا - آپ تقریر ختم کریں -

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! وقت بڑھا دیں ، آپ کی مہربانی ہوگی - میں کافی دنوں سے انتظار کر رہا ہوں - باتیں بڑی ضروری ہیں - وہاں کوئی جاتا نہیں -

Mr. Deputy Speaker : So I extend the time for five minutes

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! میں نے تو کمیٹی بھی نہیں باندھی اور ڈائرکٹ تقریر شروع کر دی ہے - اس لیے کہ آپ وقت بڑھانے میں ذرا alergic ہیں -

جناب والا ! تو اس بھٹو صاحب کی حکومت میں وہ اور تو کسی کو نہ چھوڑ سکتے تھے - بہاول نگر جو کہ ایک غریب ضلع تھا ، انہوں نے کہا کہ اسے رگڑا لگا دو - اس میں ایک بہت بڑا جنگل چولستان کا ہے - انہوں نے وہاں سے دو نہریں extra نکال دیں - ہماری ساری زمین جو کہ آباد کاروں نے خریدی تھی اور آباد کاری کی conditions کے مطابق ہمیں جتنا پانی آباد کاری کے لیے ملنا تھا - اس میں سے کاٹ کر آبادی کے موگھے چھوٹے کر کے دو مائنر اور نکال دیے اور نیلام کے ذریعے کئی کروڑ روپے کی زمین فروخت کر دی - انہوں نے اس سے عیاشی کی ، خوب کھیل کھیلے اور ضلع بہاول نگر کا بیڑا غرق کر دیا - اب پوزیشن یہ ہے کہ ہمارا پانی کا

حق ساڑھے چار کیوسک per thousand acres ہے۔ رحیم یار خان اور بہاول پور میں بھی یہی ہے۔ بہاول نگر میں گھٹاتے گھٹاتے اب اس کو اڑھائی کیوسک per thousand acres کر دیا گیا۔ مہربانی کر کے پانی کی درستی کرائیں یہ اشد ضروری ہے، کیونکہ ہم بھی دوسرے بھائیوں کے برابر ہوں۔ انہوں نے بھی زمین آباد کاری کے لیے خریدی ہے اور ہم نے بھی آباد کاری کے لیے خریدی ہے۔ جو ان کے وسائل ہیں وہی ہمارے وسائل ہیں۔ ہمارے اور ان کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ ہمارے کیوں کم ہوں۔

جناب والا! آبیانے کا فلیٹ ریٹ مقرر کر دیا گیا ہے۔ جہاں پانی اڑھائی کیوسک per thousand acres ہے۔ اس کا بھی آبیانہ وہی ہے اور جہاں پانی ساڑھے چار کیوسک per thousand acres ہے وہاں پر بھی وہی ہے۔ منٹگمری اور ملتان میں ساڑھے چھ کیوسک per thousand acres ہے۔ اس کا بھی آبیانہ وہی ہے۔ سرگودھا اور لائل پور میں مختلف ہے وہاں تو فی صد ہے۔ وہاں پر بھی وہی ریٹ ہے۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ گورنمنٹ زمینداروں کو پانی بیچتی ہے۔ جتنا پانی بیچتے ہیں۔ اس کی قیمت لے لیں۔ یہ فلیٹ ریٹ ختم کریں، یہ فلیٹ ریٹ والا آبیانہ سراسر ظلم ہے۔ ہماری شاہی نہریں جتنے دن چلتی ہیں، میں نے calculation کرائی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں۔ مہربانی کر کے calculation کرائی جائے۔ پانچ سال کی فگرز لی جائیں۔ جتنے دن سال میں شاہی نہر چلتی ہے، perennial canal (مستقل نہر) اس سے پچیس تیس دن کم چلتی ہے۔ سال میں شاہی نہر دو سو پچاس دن چلتی ہے اور مستقل نہر دو سو یا دو سو دس دن چلتی ہے۔ مستقل والوں سے ہمارا آبیانہ ڈبل ہے۔ یا تو پھر ان کا بھی ڈبل لگائیں یا پھر کچھ کریں۔۔۔۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا ٹائم ختم ہو رہا ہے۔ میں سے پہلے بھی پانچ منٹ بڑھا دیے۔ اب اور نہیں بڑھا سکتا کیونکہ ہاؤس کو اٹھنے والا ہے اور اپنی ڈیوٹی دینی ہے۔

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! صرف پانچ منٹ مزید دے دیں - میں جلدی جلدی ختم کر رہا ہوں -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : پانچ منٹ نہیں - اگر کوئی ایسی بات ہے تو آپ لکھ کر منسٹر صاحب کو دے دیں اس میں کوئی حرج نہیں -

ملک سیف اللہ خان : یا مجھے صبح کا وقت دے دیں اور اب ہاؤس ملتوی کر دیں -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : میں صبح کا وقت نہیں دے سکتا - آپ نے بیس منٹ تقریر کر لی ہے - یہ بڑی زیادتی ہوگی کہ اب بھی آپ تقریر کریں اور صبح پھر آپ اور وقت لے لیں -

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! میرے علاقہ کے مسائل ہیں - اگر یہاں نہ عرض کروں تو کہاں کروں - وہاں نہ کوئی دورے پر جاتا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی جا کر دیکھتا ہے -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! آپ انہیں assurance دیں - یہ آپ کو لکھ کر پہنچا دیں گے اور ان کے علاقے کے مسائل پر آپ توجہ دیں گے -

وزیر خزانہ : ٹھیک ہے جی -

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! اس وقت آپ جلدی میں ہیں - مجھے صبح کا وقت دے دیں -

Mr. Deputy Speaker : I extend the House for another five minutes. I hope you will try to conclude your speaoh.

ملک سیف اللہ خان : I will try my best, Sir

بجلی کا مسئلہ ہے - Village electrification میں کسی بھی گاؤں کو بجلی نہیں ملی - اب نئے بجٹ میں ، جہاں جہاں سے لائنیں گزر رہی ہیں اگر وہاں پر گنجائش نہیں تو کم از کم ایک ایک ٹرانسفارمر دے دیں - آٹھ دس گاؤں ہیں جن کے گھر سے لائن گزر رہی ہے - ان کو بجلی دے دیں تحصیل بہاول نگر میں چک آٹھ گجانی ہے - چولی والا ہے -

جناب والا ! اس کے علاوہ پانی کا مسئلہ ہے ۔ قبرستان طور پر گورنمنٹ نے چند واٹر سپلائی سکیم بنائی تھیں ، تو وہ پبلک ہیلتھ والوں کے پاس پڑی ہیں ۔ ان کو حکم دیں ، ان کے لیے امداد دیں اور ان کو چالو کریں باقی پختہ ڈگیوں کے لیے فنڈز دیں ۔ ان کے پانی کے وسائل نہیں ۔

جناب والا ! محکمہ صحت کے بارے میں کچھ عرض کروں گا ۔ بہاول پور سٹیٹ کے وقت سے چشتیاں میں ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایک میڈیکل آفیسر ایک اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر اور ایک لیڈی ڈاکٹر ہوتے تھے ۔ اب وہاں دو ہیلتھ سینٹر اور بن گئے ہیں ، دادان والا میں ہسپتال بن گئے ہیں مگر سارے بغیر ڈاکٹر کے پڑے ہوئے ہیں ۔ صرف تحصیل ہیڈ کوارٹر پر ایک میڈیکل آفیسر ہے ۔ ایک اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر اور ایک لیڈی ڈاکٹر بھی وہاں پہنچ گئی ہے ۔ پوری تحصیل میں صرف ایک ڈاکٹر کام کر رہا ہے ۔ چک خاص کجانی اور شہر فرید کے رورل ہیلتھ سینٹر چھ چھ سال سے بنے ہوئے ہیں ۔ لیکن وہاں ایک ڈاکٹر نہیں لگایا گیا ۔ وہاں ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر تعینات کریں ۔

اس کے بعد سیم اور تھور کا مسئلہ ہے ۔ وہاں سیم اور تھور شروع ہو چکی ہے ۔ ابھی تک بہت تھوڑا علاقہ اس کی زد میں ہے ۔ تھوڑے سے خرچ سے سیم نالیاں بن سکتی ہیں ۔ دریا قریب ہے ۔ چھ سات میل کے اندر چند ایک سیم نالے بنائے جائیں تو کنٹرول ہو سکتا ہے ۔ بجائے اس کے کہ پورا علاقہ سیم کی زد میں آ جائے اور اس کے بعد سکارپ اور پلاننگ آئے ۔ اس کا فوری انتظام کیا جائے ۔

سب سے ضروری مسئلہ پانچ سالہ سکیم کا ہے ۔ اس میں بہت سی رقم رکھی گئی ہے ۔ میں شکر گزار ہوں اور غریبوں کی طرف سے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ لیکن جن چکوک یا دیہات کی تجویز ہوتی ہے ، جہاں پر سرکاری جگہ نہیں ۔ جو تجویز ایکوائر کرنے کے لیے ہوتی ہے تو ایکوائر کرنے کا کیس بنتا ہے ۔ غریبوں کو تاریخیں بھگتنی پڑتی ہیں ، ڈی ۔ سی صاحب کے دفتر میں چھ چھ ماہ تک خراب ہونا پڑتا ہے ۔ اس کے بعد

کوئی اعتراض ہو جاتا ہے ۔ مہربانی کر کے اس کا ایسا انتظام کریں کہ ہماری سفارش پر فوراً دے دیں جو وہاں سے عملہ ان کا تجویز کرتا ہے وہ ایکوائر کرنے میں دیر نہ لگائیں ۔

اس کے بعد مسئلہ زرعی انکم ٹیکس کا ہے ۔ اب میں یہ گزارش کروں گا کہ گورنمنٹ جو انکم ٹیکس لگا رہی ہے ۔ سرمایہ داری بدستور ہمارے سر پر سوار ہے ۔ اس کے خلاف ہمیں جنگ کرنا ہوگی ۔ مگر لفظ جاگیرداری اب ویسے رہ گیا ہے ۔ جس طرح مہاجر آئے اور آباد ہوگئے ، مگر انہیں 30 سال کے بعد بھی مہاجر کہا جاتا ہے ۔ اب جاگیرداری کی بھی وہی پوزیشن ہوگئی ہے ، کیوں کہ جاگیریں تو ختم ہو گئی ہیں ۔ دو شاندار زرعی اصلاحات ہوئیں ایک متوسط طبقہ ملک میں پیدا ہوا ۔ بڑے جاگیردار ختم ہوگئے ۔ اب لکیر پیٹنے کے لیے جاگیرداری کہہ کر اپنی پارٹی میں تفرقہ ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ زرعی انکم ٹیکس کاشتکار کی سہولت کے لیے لگایا جا رہا ہے ۔ مگر پٹواری سے چھڑا کر انکم ٹیکس آفیسر کے پلے باندھا جا رہا ہے ۔ اس کا کوئی معقول انتظام کیا جائے ۔ پٹواری اور عملہ مال تو ویسے ہی رہے گا ۔ وہ تو eliminate نہیں ہو رہے اور انکم ٹیکس extra بڑھ جائیں گے ۔ جتنا ٹیکس لگے گا ۔ اتنا اس کی وصولی پر خرچ ہو جائے گا ۔ اسے revise کیا جائے ۔

اب میں وہاں کے تعلیم کے مسئلے پر کچھ عرض کروں گا ۔ چشتیاں تحصیل کی تین لاکھ کی آبادی ہے لڑکیوں کا اس میں صرف ایک ڈگری کالج اور ایک ہائی سکول ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ اسے ڈگری کالج یا فوری طور پر انٹر کالج کا درجہ دیا جائے ، کیونکہ تین لاکھ کی آبادی میں لڑکیوں کا صرف ایک کالج ہے ۔ اس کے علاوہ ۔ وہاں پر چند ایک سکولز ہیں جن میں سے ایک جودھیکا کا مڈل سکول ہے ، ایک قاسم کا مڈل سکول ہے ، ایک مدرسہ مڈل سکول ہے اور ایک میاراں شریف پرائمری سکول ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہیں up grade کیا جائے ۔

جناب والا ! بورے والا سے چیچہ وطنی کو ملانے کے لیے ریلوے لائن بن رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : یہ موضوع مرکزی حکومت سے متعلق ہے ۔ اس کو چھیڑنے سے کیا فائدہ ؟

ملک سبط اللہ خان : جناب والا ! اس میں صرف اتنی recommendation کرنی ہے کہ پختہ سڑک بنی ہوئی ہے ۔ ریلوے لائن کے ساتھ ٹریفک گزرنے کے لیے پل بنایا جائے ۔ یہ چھوٹا پل نہ ہو ، بلکہ گاڑیوں کا پل بنایا جائے ، کیونکہ وہاں کافی ٹریفک ہے ۔ پختہ سڑک پہلے ہی دونوں طرف بنی ہوئی ہے ۔

Mr. Deputy Speaker : Please resume your seat.

Now the House is adjourned for tomorrow to meet again 8.30 A.M.

(اسمبلی کا اجلاس 23 جون 1977 بروز جمعرات ساڑھے آٹھ بجے صبح تک کے لیے ملتوی ہو گیا) ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

جمعرات ۔ 23 جون 1977ء

(پنجشنبہ ۔ 5 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور گرمی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ○

پارہ ۸ ۔ س ۷ ۔ رکوع ۱۴ ۔ آیات ۵۴ تا ۵۶

بلاشبہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مدت میں پیدا کیا پھر عرش پر متمکن ہوا وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اس نے سورج و چاند اور ستارے پیدا کئے سب کے سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں جان لو کہ سب مخلوق بھی اس کی ہے اور حکم بھی اس کا ہے اللہ رب العلمین بڑی برکت والا ہے۔

لوگو! اپنے پروردگار سے عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔ بلاشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ اور ملک میں اصلاح (و امن) کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے دعائیں مانگتے رہنا اس میں شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے۔

پنجاب کا میزانیہ برائے 78-1977ء

(بحیثیت مجموعی میزانیہ پر عام بحث) (جاری)

مسٹر سپیکر : میزانیہ برائے سال 78-1977ء پر عام بحث جاری رہے گی ۔ ملک حاکمین خان ۔

ملک حاکمین خان : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! گزشتہ چند ماہ کی احتجاجی سیاست نے ملک کی معیشت کو تباہ و برباد کیا ۔ کارخانہ داروں اور بڑے بڑے جاگیرداروں نے کھل کر ان لوگوں کا ساتھ دیا جو اس ملک میں تخریب کاری اور دوسری سماج دشمن کارروائیاں کرتے رہے ۔ یہ اس لیے ہوا کہ پیپلز پارٹی اور اس کی حکومت نے ملک میں مزدوروں ، کسانوں اور کاشتکاروں کے لیے اصلاحات نافذ کیں ۔ یہ انتقامی کارروائی انہوں نے اس لیے کی کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس ملک میں مزدور اور کسان کو بھی جینے کا حق ملے ۔ وہ اپنا وقت آزادی سے گزارے ۔ وہ گلیوں اور ان سڑکوں تک جا پہنچے جو شاید انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہوں گی اور انہیں وہاں سے گھن محسوس ہوتی ہوگی ۔ اس طرح انہوں نے اس حکومت کی نافذ کردہ اصلاحات کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ۔ جناب والا ! ان حالات کے باوجود ہماری حکومت نے اور جناب وزیر خزانہ نے یہ بجٹ پیش کیا ہے حالانکہ خدشہ تھا کہ اربوں روپے کے نقصان اور خسارے کو پورا کرنے کے لیے بہت ٹیکس لگائے جائیں گے ۔ ہمیں ڈر تھا کہ عام آدمی بھی اس کی زد میں آ جائے گا اور غریب آدمی بھی اس کی زد میں آ جائے گا اور مہنگائی میں اضافہ ہوگا ۔ اس حقیقت پسندانہ بجٹ پیش کرنے پر میں جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ! آپ جانتے ہیں اور میں نے کل بھی ذکر کیا تھا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ، یہ اختلافات تو اس وقت شروع ہوئے جب جناب بھٹو نے کسانوں اور مزدوروں کے لیے اصلاحات نافذ کیں ۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ملک میں مزدور اور کسان عزت کی زندگی گزاریں اور ان کو جینے کا حق دیا جائے ۔ یہ تمام باتیں ان لوگوں کی پیدا کردہ تھیں جو نہیں چاہتے

تھے کہ عام آدمی کو خوشحالی سے جینے کا حق ملے ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ پیپلز پارٹی کی مقبولیت کم ہو رہی ہے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیوں پیپلز پارٹی اور اس کی حکومت سے نفرت کی جائے ۔ اس نے کون سا ظلم کیا ؟ اس معاشرے کی اکثریت دیہات میں بستی ہے جو خاموش عوام ہیں ۔ ہم نے ان کی خدمت کی ۔ مزدوروں کی خدمت کی ۔ وہ لوگ پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت کی مخالفت کیوں کریں گے ؟ یہ درست بات نہیں ، اس میں کوئی حقیقت نہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ خاموش اکثریت ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہے ۔ انہوں نے پہلے بھی جناب بھٹو کا ساتھ دیا اور اب بھی ثابت کیا کہ ایک بھی کسان کا بیٹا اس تحریک میں شامل نہ ہوا ۔ اگر چند سامراجی اور شہر پسندوں نے اس میں حصہ لیا ہے تو وہ ایک منظم طریقے سے لیا ہے ۔ "ان کا یہ پروگرام تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ عام آدمی کو جینے کا حق دیا جائے ، سفید پوش کو ، مزارع کو ، کاشتکار کو" اور مزدور کو جینے کا حق دیا جائے ۔ انہوں نے ہمیشہ مزدوروں اور کاشتکاروں کو ان کے حق سے محروم رکھا ہے ۔ انہوں نے ان اصلاحات کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ۔ میں ان کی ایک بات ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ انہیں کسی حد تک کام یابی ضرور ہوئی کہ انہوں نے ان سامراجیوں کو ہماری پارٹی میں بھیجا جو چاہتے تھے کہ پیپلز پارٹی میں آ کر ایسے حالات پیدا کریں جیسے ہماری طرف ایک مثل مشہور ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سوار گرے تو ایک مزا اور جب گھوڑا گرے تو دو مزے ۔ اسی طرح ان کا پروگرام یہ تھا کہ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت کامیاب رہی تو وہ کہیں گے کہ انہوں نے آ کر پیپلز پارٹی اور اس کی حکومت کو کامیاب کرایا لیکن اگر خدا نخواستہ اس حکومت کو کوئی نقصان پہنچا تو وہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے یہ تاثر دیں گے کہ انہوں نے آ کر اس پارٹی کو نقصان پہنچایا ، اس کو ختم کیا ۔ یہ ان کی چال تھی ۔ ہمارے پاس اس کی زندہ مثالیں ہیں ۔ بحران آیا تو ان موقع پرستوں ، خود غرض اور غلط سیاست دانوں نے پارٹی سے کنارہ

کشی اختیار کی ، وہ بھگوڑے بنے ، وہ بزدل سیاست دان ہم سے بھاگے - تو ایسے حالات میں ان لوگوں کی کامیابی ہوئی - دوسری طرف ان لوگوں نے پارٹی میں ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جن میں پارٹی کے پرانے دوست ، جنہوں نے شروع سے پارٹی کے ساتھ تعاون کیا ، ان کے اور پارٹی کی قیادت کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوں - بہر حال میں ان دوستوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو صبح کے بھولے شام کو گھر آ جائیں - ان میں سے کوئی بھولا ہوا نہیں - آج میں نے اخبارات میں بھی پڑھا کہ ڈاکٹر غلام حسین نے ایک پریس نوٹ جاری کیا کہ ہم ان دوستوں کو دعوت دیتے ہیں جو ہم سے روٹھ گئے تھے ، جو خفا ہوگئے تھے ، جو غلط فہمی کا شکار ہوگئے تھے - ہم ان کو دعوت دیتے ہیں - اس لیے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان دوستوں کو مبارک باد پیش کروں جو ہم سے دور ہوگئے تھے اور اب پھر ہمارے ساتھ آ ملے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم مل جل کر کام کریں گے ، پارٹی کو مضبوط کریں گے اور اس کی خوشحالی کے لیے آگے ہی آگے بڑھتے جائیں گے -

جناب والا ! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس ملک کی قیادت نے اس ملک کے لیے کیا کچھ نہیں کیا - اس ملک کی خوشحالی اور ترقی کے لیے اور محنت کشوں کے لیے کیا کچھ نہیں کیا ؟ - یہ سب کے سامنے ہے - جناب والا ! وہ کون سا جرم ہے جس کی سزا وہ ہمیں دینا چاہتے ہیں ؟ - کیا مزدوروں کو اور کسانوں کو جینے کا حق نہیں ملا ؟ - کیا ملک کا کھویا ہوا وقار واپس نہیں ملا ؟ - کیا ذوالفقار علی بھٹو نے تیسری دنیا کے مظلوموں کی آواز بلند نہیں کی ؟ اس کو اس لیے سزا دیتے ہو کہ اس نے اس ملک کی خوشحالی کے لیے ملک کے بیرونی اور اندرونی دشمنوں کے مقابلے کے لیے دن رات محنت کی اور 24 گھنٹوں میں 22/22 گھنٹے کام کر کے ، اپنی خوبصورت جوانی کو بڑھاپے میں تبدیل کردیا - اس جرم کی سزا دیتے ہو ؟ جناب والا ! یہ چیزیں آپ کے سامنے ہیں - میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر پاکستان کو ضرورت ہے تو ذوالفقار علی بھٹو

کی ضرورت ہے اور ذوالفقار علی بھٹو اس ملک کے عظیم راہنما ہیں جنہوں نے اس ملک کی خدمت کی ہے ، اس ملک کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کیا ہے -

جہاں تک میرے ضلع کا تعلق ہے وہ ایک پس ماندہ اور بارانی ضلع ہے - انگریز کے دور سے لے کر ہماری حکومت کے آنے تک اس ضلع کو پس ماندہ رکھا گیا - اس ضلع کی ترقی کے لیے کسی نے کچھ نہ کیا - اس حکومت نے ، جس کا میں شکر گزار ہوں ، اپنے وسائل کے مطابق اس ضلع کی ترقی کے لیے جتنی رقوم دیں ، بہت سے فنڈز دیے اور وہاں کافی ترقی بھی ہوئی - لیکن یہ ضلع اتنا پس ماندہ ہے کہ میں جناب وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ اس کے لیے خصوصی گرانٹ عنایت فرمائیں - کیونکہ ہمارا ضلع معدنیات سے مالا مال ہے - ہمارے ضلع میں گیس ہے ، تیل ہے ، مینگانیز ہے ، فائر کلے ہے ، ریت ہے ، بجری ، کوئلہ اور دوسری معدنیات ہیں - ہمارے ضلع سے صوبائی اور وفاقی حکومت کروڑوں روپے رائلٹی وصول کر رہی ہے ، اس لیے ہمیں حق ہے کہ ہمیں مزید خصوصی فنڈز عنایت کیے جائیں - جہاں تک ترقیاتی پروگراموں کا تعلق ہے ہمارے ضلع میں کافی گاؤں ایسے ہیں جہاں نہ کوئی سڑک ہے اور نہ بجلی - ہمیں ان کی ضرورت ہے - اس لیے میں چند گاؤں کے نام لینا ضروری سمجھتا ہوں خاص کر سو جھنڈا ہوالا جہاں دشوار گزار راستے کی وجہ سے کوئی دوست نہیں جا سکتا - وہاں صرف کچا پہاڑی راستہ ہے - نہ وہاں کوئی سکول ہے نہ کوئی ہسپتال ہے - اس لیے وہاں پر پوری توجہ دی جانی چاہیے - وہاں بجلی کی بھی ضرورت ہے اور سڑک کی بھی - جہاں بجلی ہے وہاں اس کا نظام درہم برہم ہے ، وولٹیج کی کمی ہے - میری درخواست ہے کہ جناب وزیر خزانہ وفاقی حکومت سے رابطہ قائم کریں کیونکہ وہاں 4/4 اور 6/6 گھنٹے بجلی نہیں آتی - وولٹیج کی کمی کی وجہ سے اگر کسی کے پاس ایر کنڈیشنر ہو تو وہ جل جاتا ہے - موٹریں بھی جل جاتی ہیں - وہاں بجلی کا بندوبست ہو تو ٹیوب ویل لگ سکتے ہیں ، ہماری زمینوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہم لوگ زراعت میں ترقی کر سکتے

ہیں ۔ جناب والا ! اسی طرح سڑکیں ہیں ۔ رومیاں سے ، کوٹ نواب خان سے ، چھوئی سے ، مونگی والی سے ، خودہ فرشین سے ، بربار سے ، دکھنہ سے ، ڈھیر جابا سے ، بروٹھہ ، گولڑہ سے ، اس طرح سوجھنڈا سے پنڈی گھیب روڈ تک رابطہ سڑک ۔ حاجی شاہ سے براستہ رومیاں ، دکھنیر پنڈی گھیب روڈ تک رابطہ سڑک ، جی ۔ ٹی روڈ سے براستہ خودہ ، دورداد بولیانوالی تک رابطہ سڑک ، جی ٹی روڈ سے خالق داد تک براستہ اسلام گڑھ رابطہ سڑک ، جابہ سے براستہ ڈھیر ، بروٹھہ ، پنڈی گھیب روڈ تک لنک روڈ ، ڈھیری لگال ، ڈھیری گوٹ ، ڈھیری جوبان سے براستہ مونگی والی لنک روڈ ، کوہلیا سے براستہ جلو ، جی ٹی روڈ تک لنک روڈ ، بھونی گاڑ ، بھلڑ جوگی ، پوڑ میالہ ، بھینڈیاں ، بغاپر ، بائی ، سلطان پور ، سبز پیر ، پنڈ میری ، پیر مند والہ ، میاں آباد ، جھوج ، کامرہ ' (تھانہ حسن ابدال) کامرہ کلاں ، کامر خورد ، گولڑہ ۔ اس طرح جناب والا ! مرزا کی بیس ، پچیس ، تیس لاکھ کی آبادی ہے ۔ وہاں ہائی سکول کا ہونا ضروری ہے ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ اور بھی ہمارے مسائل ہیں لیکن میں فوری طور پر اس پر توجہ دلانی چاہتا ہوں ۔

جناب والا ! جہاں تک ہماری حکومت کا تعلق ہے ، ہماری پارٹی ، ہمارے قائد کا تعلق ہے ، ہمارے قائد اس ملک میں وہ نظام لانا چاہتے ہیں جس میں عام آدمی کی زندگی خوشحال ہو اور ہمارے قائد اس ملک میں ، اس معاشرے میں کسانوں کو ، مزدوروں کو وہ مقام دلانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی گلی سے کسی کسان یا مزدور کا بیٹا گزرے ، کسی گلی سے ، انارکلی سے ، اکبری منڈی سے ، تو وہاں بیٹھے ہوئے ارد گرد کے کاروباری حضرات اس کے احترام میں کھڑے ہو جائیں کہ کسان کا بیٹا اس گلی سے گزر رہا ہے ۔ جناب والا ! ہماری پارٹی کا یہی منشور ہے ، یہی پروگرام ہے کہ ہم عام آدمی کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں ۔ جناب والا ! ان باتوں کے ساتھ میں شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : حاجی محمد سیف اللہ خان ، رحیم یار خان !

حاجی محمد سیف اللہ خان :

تجھے کیا بتاؤں میں ہم نشیں میرے غم کا قصہ طویل ہے
میرے گھر کی لٹ گئی آبرو ، ہوا غیر جب سے دخیل ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! آداب محفل سمجھیں یا دستور زمانہ ، سب سے پہلے میں اس بجٹ کی خوبیوں یا برائیوں سے بالاتر ہو کر جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے انتہائی نامساعد پرآشوب اور بحرانی دور میں خلاف توقع اس صوبے کو متوازن بجٹ دیا ۔ ہر شخص کو یہ ڈر تھا کہ جن حالات سے یہ صوبہ گزر رہا ہے ، جو بحران بالخصوص اس صوبے میں واقع ہوا ہے ، اس کے پیش نظر توقع تھی کہ اس صوبے میں شاید بہت بڑے ٹیکسوں کی بھرمار ہو ۔ جناب وزیر خزانہ نے ، جو ڈاکٹر بھی ہیں ، نبض شناسی سے کام لیتے ہوئے صوبے کو مزید ٹیکسوں سے دو چار نہیں کیا ۔ جناب والا ! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ایک بہت بڑے بحران سے گزر رہے ہیں ۔ گزرے ہی نہیں بلکہ گزر رہے ہیں ۔ وہ بحران کیوں آیا ؟ اس ضمن میں میں بیانگ دہل کہتا ہوں کہ جتنا اسلام کے سلسلے میں ، اسلام کی خدمت کے سلسلے میں کام اس موجودہ دور میں قائد عوام کی قیادت میں ، پیپلز پارٹی کی حکومت میں اس خطہ پاک میں ہوا ہے ، شاید 1947ء سے لے کر اب تک اتنا کام کسی دور میں ، کسی حکومت نے نہیں کیا (نعرہ ہائے تحسین) ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 1970ء میں جس وقت انتخابات لڑے گئے تھے تو وہ انتخابات خالصتاً معاشی نقطہ نگاہ سے لڑے گئے تھے ، چاہے وہ مغربی پاکستان میں ہوں یا مشرقی پاکستان میں ۔ مغربی پاکستان میں اس معاشی نظام کو روٹی ، کپڑے اور مکان کا نعرہ دیا گیا اور اسی معاشی نظام کو مشرقی پاکستان میں چھ نکاتی پروگرام کے طور پر پیش کیا گیا ۔ مگر ہم نے دیکھا کہ وہ خطہ پاکستان جسے ہم نے صرف اور صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا ، جسے بناتے وقت ہم نے یہ نعرہ بلند کیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ،

لا الہ الا اللہ ۔ اس میں اگر ہم کسی اور نظام کی ، کسی اور نعرے کی بات کریں گے ، کسی اور نعرے سے انتخابات لڑیں گے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا جو ہم نے 1971ء میں دیکھا کہ پاکستان دو لخت ہوگیا ۔ یہ بہت بڑا خطرناک تجربہ تھا ۔ یہ ایک بڑی تلخ حقیقت تھی جسے سب سے پہلے میں سمجھتا ہوں کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے بھانپا ۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ملک دو ٹکڑے ہو چکا ہے ، ایک حصہ ہم نے ضائع کردیا ہے تو انھوں نے اس حقیقت کو پیش نظر رکھا کہ جب تک ہم صرف اور صرف اسلام کو نہیں اپنائیں گے جب تک ہم صرف اور صرف اسلام کی خدمت نہیں کریں گے ، جب تک ہم صرف اور صرف اسلام کو اس خطے میں رائج نہیں کریں گے ، اس وقت تک ہماری بقا خطرے میں رہے گی اور نتیجہ یہ نہ ہو کہ پہلے ہم نے ایک بازو کٹوایا تھا ، مزید بازو پھر اسی بنا پر کٹنے نہ لگ جائیں ۔ یہی وجہ تھی کہ اقتدار میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو انھوں نے کیا ۔ وہ یہی کیا کہ اسلامی برادری کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کیے ۔ عربوں کے ساتھ انھوں نے بھائی چارہ قائم کیا ۔ وہ عرب جو ہمیں اپنا بھائی نہیں سمجھا کرتے تھے ، جو ہندوستان کو ہم سے زیادہ عزیز تصور کیا کرتے تھے ، جو نہرو کو سید والسلام کا خطاب دیا کرتے تھے ، ان عربوں کو اپنایا ان عربوں کا اعتماد حاصل کیا ۔ اسی ایوان میں ہم نے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کی اور عالم اسلام کو ایک لڑی میں پرویا ۔ صرف اس حد تک نہیں ۔

جناب والا ! بلکہ انھوں نے معاشرے کے اندر اسلامی ترجیحات کو عام کیا اسلامی اقدار کو فروغ دینے کی کوشش کی سیرت کانفرنسیں منعقد کرائیں اور یہی نہیں بلکہ آتے ہی کیونکہ اس وقت تک اسلامی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کی طرف رغبت نہ بڑھے اسلام کی محبت نہ بڑھے ، آتے ہی انھوں نے حج پالیسی عام کر دی حج تک اکتفا نہیں کیا بلکہ تقریباً پانچ لاکھ آدمی ہر سال حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے لگے تاکہ اسلامی معاشرہ قائم ہو اس لئے کہ فضا سازگار ہو اور پھر اس حد تک وہ سعادتیں اس

قوم کو نصیب کرائیں وہ سعادتیں اس قوم کو میسر آئیں کہ امامین حرمین ، جن کے پیچھے ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب ہوتا ہے اور ہم سے ہزاروں نہیں کروڑوں غریب اس سعادت سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں اور ان کی صورت دیکھنے کے لیے ترستے تھے وہ اس خطہ پاک میں آ کر امامت کر رہے ہیں جگہ جگہ پھر رہے ہیں اور لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں ۔ کیا اس سے اسلامی معاشرہ ہموار نہیں ہوتا ؟ کیا اس سے اسلامی معاشرہ استوار نہیں ہوا ؟ اور پھر اس سلسلے میں اس ملک میں اس صوبے میں اس خطے میں ایک بہت بڑا ناسور تھا ' مرزائیت کا ناسور جسے آج تک کسی حکومت کسی لیڈر اور کسی قیادت کو حل کرنے کی جرأت نہ ہوئی سب ڈرتے تھے کہ حل کریں گے ۔ تو امریکہ ناراض ہوگا ۔ جس طرح کہ ہوا ہے ۔ ڈرتے تھے کہ حل کریں گے تو روس ناراض ہوگا ڈرتے تھے کہ ان کے آباؤ اجداد برطانیہ والے ناراض ہو جائیں گے ۔ تحریک ختم نبوت پہلی بار اس خطہ میں نہیں اٹھی بلکہ اس سے کہیں زیادہ زوردار طریقہ سے 1953ء میں بھی اٹھی تھی مگر ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی ہوتے رہے ۔ مسجد وزیر خان میں گولیوں کے اب بھی نشانات موجود ہیں ۔ مارشل لاء سے بھی مرزائیت کا مسئلہ حل نہ ہو سکا تھا ۔ ہاں مسلمان ضرور تباہ ہوئے تھے ۔ اب یہ مسئلہ اگر حل کیا تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کس نے کیا ؟ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کیا ۔ کس حکومت نے کیا ؟ پیپلز پارٹی کی حکومت نے کیا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) آج جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہر گلی میں ہر کوچے میں ہر فرقہ میں ہر شہر میں نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگ رہا ہے تو یہ کس کی وجہ سے ہے ؟ یہ کریڈٹ بھی ہمیں کو جاتا ہے یہ فضا کس نے پیدا کی ؟ یہ فضا ہم نے پیدا کی ۔ لیکن اتنا کام کرنے کے باوجود اتنی اسلامی خدمات کے باوجود پچھلے الیکشن میں ہماری پارٹی پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور ان دین کے ٹھیکیداروں نے ہمیں نشانہ بنا کر تمام تر کریڈٹ خود حاصل کر لیا ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں یہ نہ کرنا چاہیے تھا ۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ انہوں نے فائدہ اٹھایا ۔ کس

چیز ہے ؟ ہماری غلطیوں سے - ہم نے کام تو اسلام کے لیے کئے ، فضا تو اسلام کے لیے پیدا کی ، خدمت اسلام کی کی ، انہیں ایوانوں میں کھل کر بحث ہوتی رہی ، ''قل العفو'' پر بحث ہوتی رہی مگر قائد عوام کے چند نادان دوستوں نے ان کی اسلامی خدمات کو سوشلزم کا نام دیکر ملیا میٹ کر دیا - میں کہتا ہوں وہ قائد عوام کے نادان دوست تھے جو اسلام کے ساتھ کوئی ازم لگاتے رہے - حالانکہ اسلام کے ساتھ کوئی ازم لگ نہیں سکتا - (نعرہ ہائے تحسین) وہ اسلام کی یا پارٹی کی خدمت نہیں کر رہے ، وہ قائد عوام کے ساتھی نہیں میں کہتا ہوں سب سے بڑا تضاد ان لوگوں نے پارٹی میں اور باہر بھی پیدا کیا مگر اب قائد عوام کے یہ نادان دوست چھٹ چکے ہیں - اب یہ لوگ پارٹی سے باہر جا چکے ہیں جو یہاں بڑی دھواں دھار تقریریں کیا کرتے تھے ، جو ''قل العفو'' کی تاویلیں اس طرح سے کیا کرتے تھے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے فرمودات کی بنی اسرائیل کیا کرتے تھے - حکم ہوا کہ شکار مت کیا کرو ، انہوں نے کیا کیا ؟ ایک دن پہلے گڑھے بنا لیا کرتے تھے اور پانی ان میں چھوڑ دیا کرتے تھے - جس دن شکار ممنوع ہوا کرتا تھا وہ ساری مچھلیاں اتفاق سے ان گڑھوں میں آ جایا کرتی تھیں - تو وہ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پانی کا رخ گڑھوں کی طرف کر دیا کرتے تھے - اور وہ مچھلیاں ان گڑھوں میں بند ہو جایا کرتی تھیں دوسرے دن وہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے تو اس دن شکار نہیں کیا - جناب والا ! یہ تاویلیں رب کو پسند نہیں - غلط چیزوں کی وجہ سے قوم پر عذاب نازل ہوا اور ان غلط تاویلوں کی وجہ سے ہم پر یہ سیاسی بحران نازل ہوا ہے - جناب والا ! مجھے افسوس ہے کہ اس بحران کے باوجود کچھ نادان دوست سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کا نام لے رہے ہیں - جناب والا ! میں مساوات کا قائل ہوں اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ جس نظام کے ساتھ ازم لگے گا وہ ایک الگ نظام ہوگا ، وہ دین کا نظام نہ ہوگا - مارکس ازم دنیا کا پیدا کردہ نظام ہے - سوشلزم دنیاوی نظام ہے -

جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ اسلام کے ساتھ کوئی ازم لگ نہیں سکتا - جتنے بھی مذاہب ہیں ان کے ساتھ کوئی ازم نہیں لگ سکتا -

مجھے بتائیں کیا اسلام مساوات کا سبق نہیں دیتا ؟ ۔ اسلام کیا سبق دیتا ہے ؟ اسلام مساوات کا سبق دیتا ہے اور بڑا اچھا سبق دیتا ہے ۔ سوشلزم چھیننے کا سبق دیتا ہے ۔ اسلام ایک جذبہ پیدا کرتا ہے ۔ حضرت عمرؓ کے دور میں مدینہ کے اندر قحط پیدا ہوگیا ۔ غلہ کی قلت پیدا ہوگئی ۔ مسلمان بھوکوں مرنے لگے ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلایا اور کہا کہ لوگ بھوکے ہیں ۔ آپ مدینے کے لوگوں کو غلہ دے دیں اور جتنے پیسے چاہیں لے لیں ۔ حضرت عثمانؓ کے پاس غلہ کافی موجود تھا مگر بڑی سے بڑی رقم کے باوجود حضرت عثمانؓ نے غلہ دینے سے انکار کردیا ۔ حضرت عمر فاروقؓ کے لیے ایک عجیب کنفیوژن تھی ، وہ ساری رات سوئے نہیں اور سوچنے لگے یہ کیا ہوگیا ہے ؟ ساری رات کروٹیں بدلتے رہے اور اس حد تک الفاظ کہہ گئے کہ عثمانؓ تمہیں ماں نہ جنتی کہ آج مسلمان بھوکے مر رہے ہیں اور تم غلہ نہیں دے رہے ۔ ساری رات کروٹیں بدلتے رہے ۔ صبح ہوئی حضرت عمر فاروقؓ مدینہ گئے تو دیکھا کہ مدینہ کا ہر شخص خوش و خرم نظر آ رہا ہے ، پریشانی کے کوئی آثار نہیں ۔ لوگ خوشحال نظر آ رہے تھے ۔ کسی کے چہرے پر غم اور بھوک کے آثار نہ تھے ۔ لوگوں کے چہروں پر رونق نظر آ رہی تھی ۔ پوچھا ، آدھی رات کو کیا بات ہوئی ہے ؟ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے غلہ مفت تقسیم کردیا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوا بھیجا اور پوچھا کہ رات تو تم غلہ دے نہیں رہے تھے حالانکہ میں تمہیں زیادہ سے زیادہ پیسہ دے رہا تھا اب تم نے تمام غلہ مفت تقسیم کردیا ہے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟ حضرت عثمانؓ فرمانے لگے جو قیمت تم دینا چاہتے تھے وہ بہت کم ہے اور جس قیمت پر میں نے غلہ دیا ہے اس کی قیمت کوئی ادا نہیں کرسکتا ۔ تو جناب والا ! اسلام تو یہ کہتا ہے ۔ اسلام میں تو یہ جذبہ ہے ۔ اسلام کو آپ آزما کر دیکھیں تو سہی ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور میں یہ بھی یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر اسلام نافذ ہوا تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو سے نافذ ہوگا ۔ قائد عوام ہی نافذ کریں گے ۔ (نعرہ ہائے تحسین ۔) بشرطیکہ قائد عوام کو ان

نادان دوستوں سے چھٹکارا حاصل ہوگیا ۔ اگر ان سے نجات نہ مل سکی تو تمام کارگزاری اور تمام خدمات رائیگاں جائیں گی ۔ اس کے بعد جناب والا ! اب میں تھوڑا سا بجٹ پر آتا ہوں ۔ میں زیادہ وقت لینے کی کوشش نہیں کروں گا ۔ جناب والا ! کی مہربانی کا میں ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا پہلے ہی انہوں نے مجھے کافی وقت دیا ہے ۔

جناب والا ! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ موجودہ بجٹ موجودہ حالات کا متوازن بجٹ ہے ۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بہت سے کاموں کی ضرورت تھی اور ضرورت ہے اور اس کے لیے بہت سے سرمائے کی بھی ضرورت ہے ۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ضروریات اتنی ہیں کہ اس بجٹ سے پوری نہیں ہو سکتیں بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اس میں شائبہ تک نہیں مگر جن حالات اور مجبوری میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ اس کے پیش نظر میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک متوازن بجٹ ہے اور اس سے زیادہ اچھا بجٹ ان حالات میں نہیں پیش کیا جا سکتا تھا ۔ اس لیے میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ میں اس پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جتنا پیسہ ہم نے مختص کیا ہے ۔ جتنا پیسہ ہم نے بجٹ میں رکھا ہے اس کو ضرور صحیح مصرف میں لانا چاہیے ۔ ہر حکومت کوشش کرتی ہے اور اس حکومت نے بھی کوشش کی ہے بلکہ پہلے بھی موجودہ حکومت ایسا کرتی رہی ہے کہ سب سے زیادہ رقم تعلیم کی مد میں رکھی جائے اور اس بجٹ میں زیادہ پیسہ تعلیم کی مد میں رکھا گیا ہے ۔ لیکن جوں جوں تعلیم کے بجٹ بڑھتے رہے توں توں تعلیم کا معیار ختم ہوتا گیا اور کبھی کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی کہ آیا زیادہ ضرورت تعلیم کا معیار بلند کرنے کی ہے ، زیادہ ضرورت تعلیم کا معیار بہتر بنانے کی ہے یا زیادہ سکول کھولنے اور زیادہ استاد بھرتی کرنے یا کارگزاری دکھانے کی ہے ۔ اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے اور آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ایک ارب 19 کروڑ روپے کے تعلیم کے بجٹ میں زیادہ زور ٹیکنیکل ایجوکیشن پر دیا گیا ہے ۔

جناب والا ! ہم نے اب کلرک نہیں بھرتی کرنے ، ان کے لیے کوئی گنجائش نہیں - ہمیں آفیسر نہیں چاہئیں ، وہ پہلے ہی بہت زیادہ ہیں - ہمیں دستکار کی ضرورت ہے ، ہمیں ٹیکنیکل ایجوکیشن کی طرف توجہ دینی چاہئے اور جس مد پر زیادہ توجہ دینی چاہیے اس کے لیے صرف 2 کروڑ 77 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے - اس کے لیے ایک ارب 19 کروڑ روپے کے بجٹ میں سے تھوڑی سی رقم دی گئی ہے - جناب والا ! ابھی ابھی میں سعودی عرب سے ہو کر آیا ہوں - میں نے وہاں پر دیکھا ہے کہ معمولی ویلڈر جو ایک ماہ کا کورس یہاں سے ویلڈنگ کا کر کے جاتے ہیں وہ دو دو ہزار ریال یعنی 6 , 6 ہزار روپیہ ماہوار کماتے ہیں جو ہمارے ملک کا کوئی بڑے سے بڑا عہدہ دار نہیں لیتا - جناب والا ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت زیادہ مین پاور دی ہے - ان کو ہمیں ٹیکنیکل ایجوکیشن دینی چاہیے - اس کے مقابلہ میں میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے انجینئر اور دوسرے لوگ ایم - اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لیے ہوئے ہمارے ہی لوگ پھر رہے تھے ، ان کو کوئی ملازمت نہ مل رہی تھی اور چھوٹے چھوٹے ٹیکنیکل لوگوں کو ڈائرکٹ ملازمت مل جاتی ہے اور وہ انتہائی خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں - اس لیے جناب والا ! میں گزارش کروں گا کہ تعلیم کے سلسلے میں سب سے زیادہ توجہ ٹیکنیکل ایجوکیشن پر ہونی چاہیے تاکہ ہم قوم کی صحیح خدمت کر سکیں - اس کے علاوہ جناب والا ! خوراک کے سلسلہ میں میں یہ گزارش کروں گا کہ صرف بجٹ گھٹا دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا - بجٹ کا صحیح استعمال امر کی اصل کامیابی ہے - میں بار بار چیختا رہا ، 4 , 5 سال اپوزیشن میں رہا تو اس طرف توجہ دلاتا رہا - آج پھر اس طرف توجہ دلاؤں گا کہ کہیں آپ نے دیکھا کہ پینڈنگ چارجز بجٹ میں آپ کتنے رکھ رہے ہیں ، یہ بھی کبھی آپ نے محسوس کیا ہے ؟ جناب والا ! آپ آڑھتی سے پوچھیں کہ اگر 8 آنے من اس کا خرچہ آ جائے تو اس کی چیخ نکل جاتی ہے کہ مجھے کیا ملا مجھے کیا ملے گا ، میں کیا کماؤں گا ؟ آٹھ آنے من خرچہ آ گیا اور آپ 8.81 روپے فی من

ہینڈلنگ چارجز اس میں دے رہے ہیں۔ جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں ہم گزارش کریں گے کہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو معمولی نہ سمجھیں، ان پر کڑی نگرانی کرائیں، ان پر تحقیق کرائیں کہ اصل خرچ کیا ہے۔ کتنا خرچ آ سکتا ہے؟ تا کہ اس سے جو بچت ہو وہ ہمارے ڈیویلپمنٹ منصوبوں کے کام آئے۔ اس کے علاوہ جناب والا! پیپلز ورکس پروگرام پر ہم کثیر رقم خرچ کر رہے ہیں، اس مد پر ہر سال تقریباً 15 کروڑ روپے allocate ہوتے ہیں۔ گو اس سال بجٹ میں کمی کی وجہ سے تھوڑی رقم رکھی گئی ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ اس پروگرام سے ہمیں وہ فائدہ حاصل نہیں ہوا جو کہ ہونا چاہیے تھا۔ ایک سال میں پندرہ پندرہ کروڑ روپے لگائے گئے مگر ہمیں حاصل کچھ نہ ہو سکا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس کا صحیح فائدہ حاصل نہیں کر سکے کیونکہ اس کو implement کرنے کی بنیادی ایجنسیاں ہمارے پاس موجود نہیں۔

جناب والا! جب تک یہاں لوکل گورنمنٹ کا نظام نہ ہوگا، جب تک آپ کے پاس بنیادی ذرائع نہ ہوں گے، جب تک پروگرام کے نفاذ کے لیے ادارے آپ کے پاس نہ ہوں گے وہ رقم ضائع ہوتی رہے گی اور اس کا وہ فائدہ جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ مقصد جس کے لیے یہ پروویژن رکھی گئی ہے وہ ہم حاصل نہ کر سکیں گے۔ یقین جانیں اگر یہ نظام ہمارے پاس ہوتا، وہ پروجیکشن اگر ہمارے پاس ہوتی! ہماری کار گزاریوں پر اگر نچلے لیول پر پروجیکشن ہوتی تو آج اپوزیشن کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ دیہات کے لوگوں کے پاس جا سکتے بلکہ وہی ادارے ہمارے سب سے بڑے معاون اور مددگار اور تحفظ کرنے والے ہوتے۔

مسٹر سپیکر: حاجی صاحب! یہ رقم غالباً surrender ہو جاتی ہے۔

حاجی محمد سیف اللہ خان: ہوتی ہے۔ جناب والا! پچھلے سال کی بابت میں بتا دوں کہ 16 کروڑ روپے رکھے گئے تھے ان میں سے صرف 12 کروڑ 78 لاکھ روپے خرچ ہوئے اور تقریباً سوا دو کروڑ روپے جس کی 14.80 percentage بنتی ہے۔ خرچ نہ ہو سکے اور وہ surrender ہو گئے

جو خرچ ہوا وہ بھی صحیح نہ تھا کیونکہ ایجنسیاں نہ تھیں تو بقیہ بجٹ بھی خرچ نہ ہو سکا ۔ یہ بیاری تعلیم اور صحت کے محکموں میں ہے ۔ اب جناب والا ! میں انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ پر آتا ہوں ۔ انڈسٹری کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ نے بہت کچھ کیا ہے جتنی صنعتیں اس دور میں لگی ہیں ۔ اتنی شاید کسی دور میں نہ لگی ہوں گی ۔ اس دور میں صنعتوں پر جتنی توجہ دی گئی کسی حکومت کے دور میں نہیں دی گئی ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ باوجود پیسے خرچ کرنے کے کار گزاری نہیں بڑھ سکی اور عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ۔ اگر اس کا مصرف صحیح نہ ہو تو انڈسٹری لگے تو کیسے ؟ جب فیاضی کرنے پر آئے تو ایک ایک میل میں 4, 4 ملیں ۔ ہم چیختے رہے 4 سال تک کہ بہاول پور ڈویژن پسماندہ ہے ۔ اور جب جناب والا ! توجہ ہونے لگی تو ڈویژن حذف ہوا اور صرف بہاول پور باد رہا ۔ میں نے جناب چیف منسٹر کو موقع دکھایا جب وہ پیپلز ٹیکسٹائیل ملز کا افتتاح کرنے بہاول پور گئے تھے تو میں نے ان کو دکھایا کہ حضور گنتی کریں ایک میل میں چار ملیں کپڑے کی اس ایریا میں لگا دی گئی ہیں جہاں پر کپاس کا ایک دانہ پیدا نہیں ہوتا ۔ لیاقت پور جو کہ اسی ڈویژن کا ایک علاقہ ہے اس کو ایک مل بھی نہ ملی ۔ جو کپاس growing area ہے ۔ اور جو نہایت پسماندہ ہے جو سیم کا شکار ہے اور جو تباہ و برباد ہے اس کو ایک مل بھی نہ مل سکی اور اگر دینے پر آ جائیں تو ایک ایک میل میں چار چار ملیں اکٹھی دے دیں جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ صنعتی پروگرام بناتے وقت اس بات پر خصوصی توجہ دیں اور زیادہ سے زیادہ صنعتیں پسماندہ علاقوں کو دیں وہاں پر لیبر کا مسئلہ نہیں ہوگا وہاں کے لوگ خوش حال ہوں گے اور ترقیاتی سکیمیں صحیح معنوں میں implement ہونگی ۔ دفاع کے نقطہ نظر سے انڈسٹری کی congestion بہتر ثابت نہیں ہو سکتی ۔ ان کو جتنی پھیلائیں گے وہ اتنی مفید رہے گی ۔ میں یہ توقع رکھوں گا کہ صنعتوں کے قیام کے وقت آپ پسماندہ علاقوں بالخصوص لیاقت پور کو یاد رکھیں صادق آباد سے لے کر بہاول پور تک ہر سٹیشن پر صنعتیں قائم ہیں ۔

ملیں لگ چکی ہیں صرف اباقت پور کا خطہ محروم ہے جو سیم کی زد میں آ چکا ہے جہاں کے لوگ بھوکے مر رہے ہیں ۔ جہاں روزگار کے ذرائع مفقود ہو چکے ہیں ۔ جہاں بڑے اچھے اچھے لوگوں کی زمینیں سیم میں آ جانے کی وجہ سے خراب ہو گئی ہیں ۔ جناب والا ! میں موقع پر دکھا سکتا ہوں کہ وہ بچارے ٹوکریاں اٹھا کر روزی کما رہے ہیں ۔ اور اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتا ۔ وہ کہہ کہہ کر چیخ چیخ کر رہ گئے ہیں ، تھک گئے ہیں خدا کرے کہ کسی وقت تو کسی کو رحم آئے گا ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! ہر سال بہت بڑی فیاضی ہوتی ہے ۔ ہر سال میں دیکھتا ہوں کہ واٹر سپلائی اور drainage کے لئے بہت بڑی رقم allocate کر دی جاتی ہے ۔ اس میں رورل (rural) واٹر سپلائی بھی ہوتی ہے ۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ وہ دیہات جہاں پینے کا پانی میٹھا ہے ۔ وہاں پر بجائے واٹر سپلائی سکیم implement کرنے کے پہلے ڈرینج سکیم implement کریں ان کو sanitation مہیا کریں ۔ لیکن ہو کیا رہا ہے جناب والا ! ڈرینج اور واٹر سپلائی لازم ملزوم ہیں ۔ آپ کسی ایریا میں واٹر سپلائی سکیم دے دیں ۔ اور ڈرینج وہاں پر نہ ہو تو سوائے اس کے کہ وہاں پر بیماری کا ذخیرہ کھڑا کر دیں یا پانی کے جوہڑ بن جائیں وہ لوگ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے ۔ آپ کو کوستے رہیں گے اور بیماریوں کا شکار ہوتے رہیں گے ۔ بہتر یہ ہے کہ اگر پیسہ ہے تو آپ وہاں پر واٹر سپلائی کے ساتھ ساتھ ڈرینج کا انتظام بھی کریں کیونکہ واٹر سپلائی کے لیے ڈرینج بہت ہی ضروری ہے ۔ اور اگر پیسہ نہیں تو بھی آپ سب سے پہلے وہاں پر ڈرینج سکیم implement کریں کیونکہ یہ صحت اور صفائی کے لئے بہت ضروری ہے ۔ وہاں پر پانی میٹھا ہے اور mostly آپ کی واٹر سپلائی سکیمیں وہیں پر implement ہوتی ہیں جہاں پانی میٹھا ہو ۔ وہاں پر گھر میں اس کی چاہت ہے ہر گھر میں نلکا ہے ہر گھر میں کنواں ہے ۔ وہاں پر آپ کا 10, 8, 6 لاکھ روپے کا منصوبہ کھڑا ہو جاتا ہے اور پانی کے جوہڑ وہاں پر جا کر دیکھ لیں ۔ جو کہ وہاں پر کھڑے ہیں ۔ مکان crack ہو گئے ہیں leak ہو گئے ہیں اور

وہ لوگ بجائے دعا دینے کے آپ کو بد دعا دے رہے ہیں۔ اس کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اگر منصوبہ بندی کے تحت آپ وہاں پر خرچ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑی افادیت ہوگی۔ اس کے علاوہ جناب والا! ٹیوب ویل کی سبسڈی کے باوجود ہر سال کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود غریبوں کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔ میرے تجربے میں ہے کہ اکثر یہ subsidy ان لوگوں کے پاس چلی جاتی ہے جن کے پہلے ٹیوب ویل لگے ہوئے ہوں، وہ علیحدہ رپورٹ دے کر پیسے بٹور لیتے ہیں اور یہ subsidy تمام بڑے لوگ لے جاتے ہیں۔ جناب والا! غریب تو ٹیوب ویل لگانے کی استعداد ہی نہیں رکھتا، ٹیوب ویل تو بیس ہزار یا تیس ہزار روپے میں لگتا ہے، وہ بیچارے اتنے روپے کہاں سے لائیں؟ اس لیے جناب والا! میں کہوں گا کہ اس قسم کی سکیموں پر نظر ثانی کریں اور جو آپ کے پیسے ضائع جا رہے ہیں ان کا تحفظ کریں۔ فنڈ allocate کرنے کی بجائے اس کا تحفظ زیادہ قومی خدمت ہے۔ بجائے اس کے کہ آگے دوڑ پیچھے چوڑ۔ جناب والا! پیسے دیئے جائیں مگر استعداد نہ دیکھیں اور صحیح معنوں میں اس پر خرچ نہ کریں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

جناب والا! ٹرانسپورٹ اور کمونیکیشن کے بجٹ میں اس سال بہت بڑی کمی کر دی گئی ہے حالانکہ یہ بہت ہی اہم ضرورت ہے اور بالخصوص ٹرانسپورٹ کے بارے میں میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے اس مسئلے پر انتہائی کوشش کی، انتہائی توجہ دی مگر ہماری ٹرانسپورٹ ہمیشہ خسارے میں رہی اور کمونیکیشن کا تو اللہ ہی حافظ ہے کہ باوجود کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کے ابھی تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔ ہمیں چاہیئے کہ ان مسائل کے حل کے لیے جن سے عوام کا براہ راست تعلق ہے، روز مرہ کا تعلق ہے، آپس میں بیٹھ کر اچھے طریقے سے ایک کمیٹی بنائیں، چاہے یہ کمیٹی اس ایوان کے ممبران کی ہو یا ماہرین کی یہ اچھے آدمیوں کی ہونی چاہیئے۔ جناب والا! آپ لاہور کو ہی لے لیجئے۔ لاہور کے متعلق ہر روز editorials آتے ہیں اور یہی حال ساری جگہوں پر ہے۔ آپ یہاں پر

پرائیویٹ بسوں کی اجازت دیں اور ٹیکسیوں کے بارے میں آپ وہ پالیسیز اختیار کریں جو دوسرے اچھے اچھے ملکوں میں ہیں ۔ جناب والا ! یہاں پر تو یہ ہے کہ ٹیکسی اگر ایک آدمی کرا لیتا ہے تو وہ اکیلا ہی بیٹھتا ہے اور کسی دوسرے کو بیٹھنے نہیں دیتا ۔ میں ابھی ابھی تہران سے ہو کر آیا ہوں وہاں پر ایک آدمی خالی ٹیکسی نہیں لے سکتا ۔ اگر آپ بیٹھتے ہیں تو آپ اپنی منزل بتا دیں ۔ اس منزل کے راستے کی جو سواریاں ہوں گی وہ اٹھاتا جائے گا ۔ جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ اس طرح بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں ۔ یہ تو جناب والا ! میں نے ایک مثال دی ہے ۔ آپ اگر ان منصوبوں پر توجہ دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم ان مسئلوں پر بہت جلد قابو پا سکتے ہیں ۔

جناب والا ! مالیہ کا نیا نظام ابھی ابھی ہم نے رائج کیا ہے اور ہم زرعی انکم ٹیکس کا تجربہ کر رہے ہیں ۔ جناب والا ! میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ اگر چاول کی ملیں لی جائیں تو میں کہوں کہ یہ بھی بہت اچھا قدم ہے اور اگر واپس کی جائیں تو میں کہوں کہ یہ بھی بہت اچھا قدم ہے ۔ جناب والا ! حقیقت پسندی سے کام لیں ۔ ہم قائد عوام کی صحیح خدمت صرف اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ ہم انہیں صحیح مشورے دیں ۔ میں آپ کو یقین سے کہہ رہا ہوں کہ موجودہ مالیہ کا نظام آپ کے لیے بہت بڑا بحران پیدا کر دے گا ۔ یہ نظام عوام کو راس نہیں آئے گا ۔ جناب والا ! مجھے پتا ہے کہ یہ نظام آپ نیک نیتی سے رائج کر رہے ہیں ۔ آپ اپنے طور پر عوام کا فائدہ سمجھتے ہوئے ان کی بہتری اور سہولت کے لیے یہ نظام رائج کر رہے ہیں ۔ آپ تجربہ کر لیجئے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۔ مگر جناب والا ! اس میں دو چیزوں کو مد نظر رکھیے ، ایک تو یہ کہ آپ مالیہ کی recovery کے اختیارات انکم ٹیکس افسر کو دے رہے ہیں ۔ یہ آپ کے لیے مضر ثابت ہوگا اس سے آپ کو مالی خسارہ ہوگا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) کیونکہ زرعی انکم ٹیکس کی وصولی کے اختیارات انکم ٹیکس افسروں کو دینے سے یہ سٹیل سب جیکٹ

(subject) بن جائے گا اور سنٹرل سب جیکٹ بن جانے سے سارے ملک کی آبادی کے لحاظ سے اس میں سے صرف اسی فی صد سارے پنجاب کو حصہ ملے گا ۔ آپ بیشک اس نظام کو چلائیں ۔ اس کا تجربہ کریں مگر اپنے ریونیو افسروں کے تحت اپنی ہی ایجنسیوں کی معرفت اس کی وصولی کرائیں تاکہ جتنا بھی مالیہ وصول ہو وہ سو فیصد کا سو فیصد پنجاب کے خزانے میں جائے اور سنٹرل سب جیکٹ نہ بنے ۔

مسٹر سپیکر : لیکن حاجی صاحب ! اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ انکم ٹیکس ایکٹ میں نہ آئے ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : جی ہاں ۔

مسٹر سپیکر : لیکن آپ کا استدلال تو یہ ہے کہ اس کو انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت لیں ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : نہیں جناب والا ! ویسے پہلے اس صوبہ میں زرعی انکم ٹیکس ہے ۔

مسٹر سپیکر : زرعی انکم ٹیکس الگ چیز ہے ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : جی ہاں ۔ اس کا نام بھی ایگریکلچرل انکم ٹیکس ہے ۔

مسٹر سپیکر : اب چونکہ یہ انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت ہوگا ۔ اس لیے آپ کا مطلب ہے کہ یہ سب جیکٹ سنٹرل نہ بن جائے اور صوبے کا ہی رہے ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : جی ہاں جناب والا ! اور ہماری اپنی ہی ایجنسیاں اسے وصول کریں اور وصولی کا نظام اس طرح سے بنائیں کہ بحران پیدا نہ ہو اور سہولت زیادہ سے زیادہ ہو ۔ اگر آپ نے اس سلسلے میں گائیڈنس لینی ہو تو ٹیکسیشن کمیٹی سے لیں ۔ جناب والا ! اس کمیٹی کی رپورٹ 73-72ء میں پیش کی گئی تھی اور میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا ہے ۔ اس کا منافع ایک انڈیکس پوائنٹ کے بیسز پر قائم کریں ۔ اس میں انہوں نے میرے خیال میں ڈیڑھ روپے فی پوائنٹ رکھا ہے ۔ جناب والا ! ٹیکسیشن

کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ یہ انکم نہ ہوگا بلکہ منافع ہوگا اور جتنا بھی اس پر منافع ہوگا اس کے حساب سے انکم ٹیکس عائد ہوگا تاکہ اس کو قابل قبول بنانے کے لیے آپ کو بار بار ترمیم نہ کرنی پڑے اور ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے جیسے ہم پہلے اٹھا چکے ہیں۔ کرتے تو ہم نیک نیتی سے ہیں، کرتے تو ہم اچھے کام ہیں مگر تجربے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مضر ثابت ہوئے ہیں۔ پھر اس کو واپس لیتے ہیں۔ گو غلطی کا اعتراف ہی اچھی عادت ہے مگر جناب والا! سب سے اچھی عادت تو یہ ہے کہ بہت کم غلطیاں سرزد ہوں۔

جناب والا! اب میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب کی توجہ ایک ایسی بستی کی جانب مبذول کراؤں گا جس کا نام لیاقت پور ہے، جس میں ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ جو وعدے وہاں پر کر آئے تھے وہ بھی بھول گئے ہیں اور جو توجہ انہیں اس علاقے کی جانب کرنی چاہئے تھی وہ بھی انہیں یاد نہ رہی۔ جناب والا! لیاقت پور میں ایک عباسیہ کالونی ہے جو 1953ء میں قائم کی گئی تھی اور جس سے کروڑ ہا روپے رقبے کی فروخت کے سلسلے میں گورنمنٹ وصول کر چکی ہے۔ مگر جناب والا! کیفیت یہ ہے کہ وہاں کے لوگ پینے کے پانی کو ترس رہے ہیں۔ جناب والا! میں یہ موقع پر دکھانے کو تیار ہوں۔ خدا کی قسم، اس سے بڑی قسم مسلمان کے لیے اور کوئی نہیں، وہاں کتا اور انسان ایک ہی جوہڑ سے پانی پی رہے ہیں۔ ہم اگر اس علاقے میں حکومت کی کارگزاریاں بتائیں، ہم اگر اس علاقے میں جا کر بتائیں کہ ہم نے عوام کے لیے یہ کیا ہے تو وہ لوگ کیا تاثر لیں گے؟ جناب والا! یہ بات ایک بار نہیں بار بار اس ایوان کے ریکارڈ پر آئی ہے۔ جس علاقے میں 1953ء سے کالونی قائم ہے یہ تیس میل کا ایریا ہے مگر جناب والا! وہاں ٹرانسپورٹ کی کوئی facility نہیں۔ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو خدا قسم گڈے پر بھی وہ مریض ہسپتال تک نہیں پہنچ سکتا۔ پینے کا پانی نہیں، ٹرانسپورٹ کی facility نہیں، سڑک کا نام و نشان نہیں۔ آپ ان لوگوں کے کام تو

جا کر دیکھیں ۔ جناب والا ! میں ان جیالے آبادکاروں کو سلام پیش کرتا ہوں ، انھوں نے ریت کے ٹیلوں کو کیسے آباد کیا ہے ۔ اب بھی کروڑ ہا روپے کی زمین وہاں پر پڑی ہے اور کروڑ ہا روپے کی زمین آپ فروخت بھی کر چکے ہیں ۔ تو جناب والا ! میں گزارش کروں گا کہ وسائل کی کمی سے بالا تر ہو کر ، اپنی بچتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ، اپنے محفوظ ذخیروں سے اس بستی پر ، اس عباسیہ کالونی پر توجہ دیں ۔ اگر جناب والا ! اس سلسلہ میں سنٹر سے بھی قرض لینا پڑے تو لیں تاکہ پینے کا پانی میسر ہو سکے اور پھر یہ چیز ایسی نہیں کہ آج اس کا ذکر ہو رہا ہے ۔ جناب والا ! مجھے یاد ہے کہ جب 1974ء میں جناب قائد عوام لیاقت پور تشریف لائے تھے تو انھیں اس بستی کے بارے میں بتایا گیا تھا اور انھوں نے خصوصی طور پر نوٹ کروایا تھا اور خصوصی طور پر آرڈر دیا تھا کہ اس علاقے کو آپ top-priority دیں ، اس علاقے کی فوری ڈویلپمنٹ کریں مگر بدقسمتی سے قائد عوام کے لکھے پر بھی کسی نے کوئی توجہ نہیں دی اور آج تک ایک پائی بھی وہاں پر خرچ نہیں ہوئی ۔

جناب والا ! تحصیل ہسپتال لیاقت پور سب ڈویژن کا ہسپتال ہے ۔ یہاں پر پورے پانچ ماہ سے کوئی میڈیکل افسر نہیں ۔ سنٹرل ہسپتال میں بھی میڈیکل افسر تعینات نہیں اور بار بار کہنے کے باوجود میڈیکل افسر وہاں پر نہیں جا رہا ۔ جناب والا ! میں اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ اس کی ترقی ، ادویات کی کمی اور میڈیکل افسر کی تعیناتی پر فوری توجہ دیں ۔ حکومت ازراہ کرم نوازی اور ازراہ فیاضی چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام عمل میں لائی ۔ 1974ء میں یہ ایکٹ پاس ہوا مگر اب تک اس پر implementation نہیں ہو سکی اور جب ایک دو بار توجہ دلائی گئی تو کہتے ہیں کہ پیسہ نہیں ہے ۔ میں آپ کو بتاؤں کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں صرف سات ارب کی زمین ہے ۔ اس سے آپ کو سات ارب روپیہ حاصل ہو سکتا ہے ۔ آپ سکیم کو implement کریں تو پھر دیکھیں کہ آپ کے بجٹ کی کیا پوزیشن ہوتی ہے اور آپ کے پاس کتنا پیسہ آتا ہے ؟

میں استدعا کروں گا کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا کروڑ ہا ایکڑ رقبہ جو بہت جلد آباد ہونے والا ہے تربیلا ڈیم کے پانی سے اور جس میں نہریں کھودی جا چکی ہیں ، اس سکیم کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے تا کہ وہاں کے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں ۔ جناب والا ! آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ موسم دن بدن تبدیل ہو رہے ہیں ۔ ایک وقت تھا جب ان علاقوں میں کپاس کی کاشت کے لیے موزوں ترین موسم ہوا کرتے تھے اور ہماری بہاولپور ڈویژن ، جہاں پر کئی کئی سال ہم بارشوں سے محروم رہتے تھے ، نماز استسقا پڑھتے تھے تب کہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی تھی لیکن آج یہ کیفیت ہے کہ پورے آٹھ نو روز سے متواتر ضلع رحیم یار خان میں بارش ہو رہی ہے ۔ تین تین بار ہم کپاس کی کاشت کر چکے ہیں لیکن وہ ضائع ہو جاتی ہے ۔ آج موسم سوائے گنے کی کاشت کے ہمارے کسان کو کسی قابل نہیں چھوڑتا ۔ گنے کی کیفیت یہ ہے کہ ہر سال تحصیل لیاقت پور اور تحصیل خان پور کا کروڑوں من گنا ، جناب والا ! میں مبالغے کے بغیر کہہ رہا ہوں کہ لاکھوں نہیں کروڑوں من گنا جلا دیا جاتا ہے اس لیے کہ وہاں پر شوگر مل نہیں ہے ۔ صرف ایک شوگر مل ہے جس کی capacity بہت تھوڑی ہے ہم بار بار چیخ چیخ کر تھک گئے ہیں کہ عباسیہ کالونی سوائے گنے کے اور کچھ پیدا نہیں کر سکتی اور عباسیہ کالونی کا گنا ہر سال جل جاتا ہے ۔ خدا کے لیے لیاقت پور میں ایک شوگر مل قائم کر دیں تا کہ وہ لوگ سمجھیں کہ اس حکومت سے ہم نے بھی فائدہ اٹھایا ہے ۔ ہم نے بھی اس ترقی سے کوئی فائدہ حاصل کیا ہے ۔ میں گزارش کروں گا کہ لیاقت پور میں شوگر مل کی فوری تنصیب کرائی جائے جس سے ملکی فائدہ بھی ہوگا ، گنا بھی ضائع ہونے سے بچ جائے گا ، کھانڈ میں بھی ہم خود کفیل ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ علاقہ بھی ترقی کر جائے گا ۔ یہ انتہائی سیم زدہ علاقہ ہے جہاں گنے کے علاوہ کچھ پیدا نہیں ہوتا ۔ جناب والا ! آپ اندازہ لگائیں کہ اس ترقی کے دور میں جہاں سکیلوں کی بھر مار ہے ، پینشنیں تک بڑھا دی گئی ہیں ، تنخواہوں میں بے پناہ اضافہ

کر دیا گیا ہے وہاں ایک ایسا طبقہ ہے جس کی طرف آج تک توجہ نہیں دی گئی۔ یہ وہ طبقہ ہے جو نمبرداروں کے پاس سرکاری چوکیدار ہوتے ہیں اور ان چوکیداروں کو صرف چالیس روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ یہ مشاہرہ نہیں تنخواہ ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب! آپ کے صوبے میں ایک طبقہ ایسا بھی جسے اب بھی چالیس روپے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ میں استدعا کروں گا کہ وہ چوکیدار جو آپ کے لیے سارا دن مالیہ وصول کرتے ہیں، جو آپ کے لیے بہت بڑی helping agencies ہیں ان پر توجہ دیں۔ وہ کوئی سکیل نہیں مانگتے مثلاً ایک دو تین چار پانچ یا چھ۔ ہم انہیں اور زیادہ نہیں دے سکتے تو کم از کم موجودہ دور کے مطابق ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ ہی کر دیں تو وہ خوشی سے گزارہ کر سکیں گے۔

مسٹر سپیکر: حاجی صاحب! میرے خیال میں مالیئے کے ختم ہونے کے بعد اب ان کی تنخواہ بھی مخدوش ہو گئی ہے۔

حاجی محمد سیف اللہ خان: جناب والا! میرا خیال ہے کہ ابھی نمبرداری سسٹم موجود ہے اور اس کو ختم کرنے کی فی الحال کوئی تجویز نہیں ہے کیونکہ بہت جلد ہم واپس لوٹیں گے۔ انشاءاللہ العزیز۔ جناب والا! اس کے ساتھ میں ایک اور گزارش بھی کروں گا اور بہت ضروری گزارش کروں گا اور جناب والا کے توسط سے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی توجہ مبذول کراؤں گا، جناب کو یاد ہوگا کہ 1973ء کے سیلاب میں خان پور کا شہر انٹرنیشنل شہر کے طور پر مشہور ہوا۔ اس شہر کو دیکھنے کے لیے امریکہ تک کے لوگ آئے کہ جس کے مکینوں کے گھروں کے روشندانوں سے پانی نکل رہا تھا اور میں اگر کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ غیر ملکی امداد کا 90 فیصد حصہ صرف خان پور کے نام پر ہمیں ملا۔ مگر خان پور کے لوگوں کو جن کا سارا شہر washaway ہو گیا، جن کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، ان کو مکانوں کی تعمیر کے لیے قرضے دئے گئے اور آج جا کر دیکھیں کہ وہ خان پور کا ہرا بھرا اور آباد شہر اس وقت تک آباد نہیں ہو سکا اور کھنڈروں کی شکل میں پڑا ہوا ہے کیونکہ وہ لوگ اس گرانی کے دور

میں چار چار ہزار اور maximum limit پانچ ہزار روپے سے مکان نہیں بنا سکے ۔ شہر کے اندر وہ جھونپڑے بنا کر اپنا گزارہ کر رہے ہیں ۔ اور آپ نے فیاضی کے طور پر ہمارے کسانوں کا مالیہ تو معاف کر دیا جس کے لیے وہ آپ کے انتہائی ممنون ہیں لیکن ایک ایسا شہر جو totally washaway ہوگیا تھا جسے تمام دنیا نے دیکھا جس کی خستہ حالی دنیا کے ٹیلیویژن پر دکھائی گئی ۔ اس شہر خان پور کے لوگوں کو جو قرضہ دیا گیا ہے وہ اگر معاف کر دیں تو میں سمجھتا ہوں یہ آپ کا بہت بڑا نیک کام ہوگا ۔ احسان نہیں بلکہ فرض اور نیک کام ہوگا ان لوگوں کا حق ہے کہ انہیں یہ قرضے معاف کر دیئے جائیں ۔

جناب والا ! لیاقت پور سے ساٹھ میل رحیم یار خان کی طرف اور ساٹھ میل بہاولپور کی طرف کوئی انٹر گرلز کالج نہیں ہے ۔ لیاقت پور ایک سنٹرل حیثیت رکھتا ہے ۔ میں استدعا کروں گا کہ آپ کے پاس جب بھی نئے انٹرگرلز کالج کھولنے کی سکیم ہو یا کھولنا چاہیں تو اس میں لیاقت پور کو فراموش نہ کیا جائے اور وہاں پر ایک انٹر گرلز کالج دیا جائے ۔ جناب والا ! اس کے ساتھ ساتھ تحصیل لیاقت پور کا ایک بہت اچھا قصبہ فیروزہ ہے جو اس وقت جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے ، جس کی اردگرد سیم کا پانی کھڑا ہے ۔ اس قصبے کے لوگوں کو طبی امداد کی کوئی سہولت حاصل نہیں ہے ۔ اس علاقے کے قریب بیس میل کے فاصلے تک کوئی ہسپتال نہیں ہے اور وہ لوگ اکثر بیماریوں کا شکار رہتے ہیں ۔ ان لوگوں نے باوجود اس غربت کے حکومت کے کہنے پر پانچ ایکڑ زمین ہیلتھ سنٹر کے لیے گورنمنٹ کے نام منتقل کر دی مگر افسوس کہ ان کے حصہ میں ہیلتھ سنٹر ابھی تک نہیں آ سکا لیکن زمین حکومت کے نام ضرور منتقل ہو چکی ہے ۔ میں استدعا کروں گا کہ وہاں ہیلتھ سنٹر کھولیں یا اس کے متبادل جو بھی تجاویز آپ کے پاس ہوں ان میں سے ترجیح اس جزیرہ نما قصبہ فیروزہ کو دی جائے جس کی زمین بھی آپ کے نام منتقل ہو چکی ہے تاکہ وہاں ہیلتھ سنٹر قائم ہو سکے ۔ جناب والا ! میں انتہائی شکر گزار ہوں اور اپنے

علاقے کے عوام کی طرف سے اپنی حکومت کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری بد قسمتی کو محسوس کرتے ہوئے اور سیم کی روز افزوں ترقی کو محسوس کرتے ہوئے سکارپ ۔ 6 کا منصوبہ تحصیل لیاقت پور میں جاری کیا جو under implementation ہے ۔ ٹیوب ویل نصب ہو رہے ہیں ۔ مگر جناب والا ! ہمیں یہ معلوم کرکے افسوس ہوا ہے کہ یہ منصوبہ جو پنج ند سے شروع ہو کر صادق آباد تک جانا تھا ، جس سے اس علاقہ میں تمام کی تمام سیم eliminate کرنا تھا ، وہ ایک phase کے بعد ختم کیا جا رہا ہے ۔ اگر یہ سلسلہ بند کیا گیا تو یقین جانیں کہ بقیہ حصہ جو بچ جائے گا پھر وہ پیچھے کی طرف revert ہوگا اور آپ کا یہ سب کیا کرایا بھی ختم ہو جائے گا اور وہ سیم ختم کرنے کا جو منصوبہ ہے اس سے آپ ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں گے ۔ میں گزارش کروں گا کہ سکارپ ۔ 6 جس طرح منظور ہوا ہے اور جتنے phases میں منظور ہوا ہے اس کو جاری رکھا جائے تا کہ سیم کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے ۔

جناب والا ! اس کے علاوہ میں یہ گزارش کروں گا کہ تحصیل لیاقت پور میں سڑکوں کی بے پناہ کمی ہے ۔ ڈگری کالج بنا دیا گیا ہے جس کے لیے میں انتہائی ممنون ہوں اور عوام کی طرف سے حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) مگر اس میں جناب والا ! آج تک سائنس لیبارٹری اور پروفیسرز کی کمی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ میں گزارش کروں گا کہ عمارت بھی اس وقت بہت تھوڑی ہے لہذا اس کی طرف بھی توجہ دی جائے اور اس کی تمام ضروریات میں سے جتنی زیادہ سے زیادہ آپ پوری کر سکتے ہیں وہ ضرور پوری فرمائی جائیں ۔

جناب والا ! میں آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ مجھے اس امر پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آپ شہروں کی ترقی کریں ۔ آپ بےشک شہروں کی ترقی کریں ۔ آپ بے شک لاہور کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنائیں ۔ اس سے ہمیں خوشی ہوتی ہے کیونکہ لاہور ہمارا دل ہے ، لاہور ہمارا ہے ۔ لاہور کی ترقی ہماری ترقی ہے اور وہ ہماری ترقی کا آئینہ دار ہے ۔ مگر اس

کے ساتھ ساتھ میں عرض کروں گا جہاں آپ ڈویلپمنٹ اتھارٹیز بنائیں وہاں پھر ان پر چیک بھی پورے طور پر رکھیں تاکہ ترقی ایک systematic طریقے پر ہو ، ایسی ترقی نہ ہو کہ ایک فوارہ جناب والا ! نہر کے اوپر چھ بار بنا اور چھ بار ٹوٹا ۔ وہ پیسہ کس کا ضائع ہوا ؟ ایک دفعہ بنائیں ، ایک دفعہ پیسہ خرچ کریں اور خوبصورت بنائیں ۔ صحیح مصرف کریں صحیح پیسہ لگے اور اس کے ساتھ ساتھ دیہات کو بھی یاد رکھیں ۔ وہ لوگ آپ کی فورس ہیں اور آپ کی حکومت دیہاتیوں پر منحصر ہے ۔ آپ کو تائید بھی دیہاتیوں سے ملتی ہے ۔ میں تو یہ کہوں گا کہ شہروں میں ہنگاموں کے سوا کچھ نہیں ، آپ کو شہروں سے کسی قسم کی امداد نہیں ملتی ۔ آپ تو شہریوں میں گھرے ہوئے ہیں ، ان سے آپ نکل نہیں سکتے ۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ ان لوگوں کی طرف زیادہ توجہ دیں ، ان دیہاتیوں کی ترقی کی طرف زیادہ توجہ دیں ۔ ان مزدوروں کی ترقی کی طرف زیادہ توجہ دیں ۔ دیہاتی علاقے آپ کے ساتھ ہیں ۔ وہ آپ کی قوت ہیں ۔ حضور والا ! انہی کی وجہ سے ہم ان ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ میں استدعا کروں گا کہ ان کی ترقی کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے تاکہ وہ قائد عوام کی زیادہ خدمت کر سکیں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : سید افتخار علی بخاری ۔

Syed Iftkhar Ali Bokhari (Jhang) : Mr. Speaker Sir, I would like to thank you for giving me an opportunity to express my views on budget today. Dr. Abdul Khaliq, the Finance Minister, has presented a very balanced and sound budget. Budget making is a difficult task under the best of conditions. It becomes more difficult when the conditions are not normal and are unsettled. So, while reviewing the economy of our own province and for that matter the economy of the country, it is necessary to have a look at the economy of the world. During the last four years the economy of the world has been in turmoil. The mighty

economic powers like America and Britain have faced the recession. This recession started in 1973 when the Arab-Israel war took palce. Sir, it has been difficult for the economy of England to survive. If you have a look at the economy of Italy, at one stage it was a powerful nation of the world, now it is on the verge of collapse. So, what do we expect from the economy of Pakistan? It is a poor nation-a nation whose economy is linked with the economies of the great world powers. We are entirely dependent on agriculture. Agriculture has also been in bad shape during these few years. We have had poor cotton crops owing to heavy Monsoon and owing to the fact that the pest attacks have been too great We must provide new and better varieties of cotton in order to bring back the production to 4 million bales which used to be in late sixtees and early seventees. This year we have had poor yield-2.4 million bales. I think there is a potential for the cotton crop to improve. As I was discussing the after-effects of recession Sir, our industry has also suffered. The textile industry in this country is under tremendous pressure. Over 20% of it has closed down and the remaining industry is operating on day to day basis. Sir, if you have to make things normal in industry, especially in textile, some incentive must be given because that is the back-bone of our industrial economy. Sir, keeping true to the form of this House that every member says a few words about his own local problems, I would like to mention the difficulties of my own district.

Sir, I belong to Jhang which is 50 miles away from Lyallpur. It will not be wrong for me to say Sir, that it is fifty years behind from Lahore. Sir, my district has a tremendous potential. This is only in the last five years that industry has been introduced in the district and this industry is functioning reasonably well. A sugar mill which has been installed only two miles outside the city of Jhang has had an impact on the local economy of the district. I suggest that

more industries should be introduced in the district. I would like to thank the Finance Minister for having sanctioned the textile mill for Jhang. Sir, I hope that this textile mill is installed close to the city of Jhang because it will solve the chronic problem of unemployment of Jhang city. Then Sir, Jhang which has a population of two lacs does not have the basic facilities of natural gas. Small towns like Toba Tek Singh and Gojra which are twenty miles away have been supplied this natural gas for the last six/seven years. Sir, there is a demand from the people of Jhang district for the supply of natural gas and I would request the Government that this basic facility should be provided to the city of Jhang.

Sir, in the field of Education there is the problem of trained and educated young teachers. Only recently 1800 trained primary school teachers applied for the job of only nine seats which is only ½%. Now to have these educated trained people at your hand is not a very encouraging thing. These teachers must be given jobs and I suggest Sir, that in the district where we have single teacher schools these teachers can be possibly employed. Then there is the question of link roads-the means of communication. These means of communication must be improved and it will help in developing those areas which are backward in a backward district. Those which are inaccessible, can become accessible. The link roads are on the schemes but the pace of work on these link roads is very slow. One road is called Chund-Massan, a distance of 10 miles. Half of this road has been completed. I would request that the remaining half should also be completed immediately. Then there is another road called Jhang-Toba Tek Singh Road which connects Jhang-Gojra Road. The work on this has also started. The pace of work on this road should also imprave. Then there is another road which is not a link road. In fact it is a main

road which goes along the right-bank of river Jhelum through Atharan Hazari in Khoshab The distance is 70 miles. There is a gap of five miles on this road in Thal. It is creating problems for the traffic. . These five miles should also be completed at the earliest.

In the end I would like to congratulate the Finance Minister for having given a balanced budget under the most trying and exacting conditions. Thank you Sir.

مسٹر سپیکر : مسز طاہرہ یاسین -

مسز طاہرہ یاسین : جناب سپیکر ! آج اس معزز ایوان میں سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں - انہوں نے اس وقت نہایت نا مساعد حالات میں ایک اچھا بجٹ پیش کیا ہے - جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ان حالات میں ملکی معیشت کو کتنا نقصان پہنچا ہے - اس کے باوجود ہم لوگوں نے اس بجٹ کو سراہا ہے اور میں قائد عوام کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اتنے مشکل حالات کا مقابلہ کیا جب کہ ہماری ملکی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی گئی ہے - سب سے پہلے جناب والا ! انہوں نے 95 ہزار جنگی قیدی چھڑائے - اس وقت بھی انتشار پسندوں نے مخالفت کی اور پاکستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا - جب مشرقی پاکستان کا علاقہ ہم سے جدا ہوا تو یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات تھی اس کے باوجود انہوں نے پاکستان کے غریبوں کو چین سے بیٹھنے کی مہلت نہ دی - پھر قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے الیکشن کرائے - دھاندلیاں ان کی طرف سے کی گئیں لیکن انہوں نے الزامات ہم خواتین پر لگائے اور کہا کہ پیپلز پارٹی نے دھاندلی کی - میں یہ کہوں گی کہ بار بار ہمارے ملک میں انتشار پسند گڑ بڑ کر رہے ہیں اور کچھ حکومتیں ہم پر ظلم کرا رہی ہیں - خدا کے لیے ان حالات میں ہمیں سنبھل جانا چاہیئے - جب یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا - اب تو تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے - پاکستان میں اتنی

جنگیں ہوئیں لیکن اس عوامی دور میں جب سے جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی ہے۔ پاکستان جنگوں سے بچا تو انہوں نے پھر بھی ظلم کرکے اپنے ہی ملک میں گڑ بڑ کرائی۔ یہ بہت دکھ کی بات ہے۔ اب جو نئے انتخابات آ رہے ہیں ہمیں ان کے لیے متحد ہو جانا چاہیئے اور مل جل کر بھائیوں اور بہنوں کو اپنے ملک کے حالات سلجھانے چاہئیں۔ ہر وقت کی گڑ بڑ سے ملک کی معیشت کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور پاکستان نے جو ترقی کی ہے وہ ان حالات کی وجہ سے پیچھے چلی جائے گی۔ پھر بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ملک میں اسلامی اصلاحات کیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ تمام اسلامی ممالک کے ساتھ جو دوستانہ تعلقات قائم ہیں وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے بنائے تھے۔ ان تعلقات کی وجہ سے ان ممالک نے ہماری امداد کی اور اس مشکل وقت میں انہوں نے جو کچھ ذوالفقار علی بھٹو کے لئے اور پاکستان کے لیے کیا ہم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے اسلامی ممالک کے دورے سے ثابت ہو گیا کہ اب بھی ان کی ان ممالک میں کتنی وقعت ہے۔ انہوں نے اس ملک میں اسلامی اصلاحات نافذ کرکے انشاءاللہ اس ملک کو بچایا ہے۔ اور تمام برادر ممالک اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں پھر تیار ہو جانا چاہیئے کہ ہمارے ملک کو جو اسلامی جمہوریہ کا خطاب ملا ہے ہم ثابت کرکے دکھا دیں کہ ہم ایک ہیں اور کبھی ایسی سازشیں یہاں نہیں ہونے دیں گے جو سامراجی ہم پر مسلط کراتے ہیں۔

آخر میں میں وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ہر طریقے سے لائلپور کی امداد کی ہے۔ میں وزیر تعلیم سے بھی یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تعلیم کے سلسلے میں لائلپور کو بہت سی مشکلات ہیں۔ لائلپور ایک پسماندہ علاقہ ہے وہاں آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس لئے سکولوں میں کلاسوں کی بہت تکلیف ہے۔ وہاں پر چند سکول ہیں جن کی مہربانی فرما کر کلاسیں بڑھا دی جائیں۔ اگر ان سکولوں کی عمارات پر تھوڑا سا خرچ کرکے انہیں ڈبل شفٹ بنا دیا جائے تو بچوں کو آسانی سے تعلیم مل

سکتی ہے ۔ آبادی کے لحاظ سے لائلپور بہت بڑا شہر ہے اور اس کو پنجاب کا دل کہتے ہیں ۔ ملوں کے لحاظ سے بھی لائلپور بہت بڑا شہر ہے لیکن پسماندہ ہے ۔ وہاں کی آبادی بہت غریب ہے اور گلیوں ، نالیوں اور سڑکوں کا انتظام بھی ٹھیک نہیں ۔ کارپوریشن کے لحاظ سے اس وقت لائلپور شہر پنجاب میں دوسرے نمبر پر ہے لیکن وہاں اتنے اخراجات ہیں کہ سمجھ نہیں آتی کہ کارپوریشن کا بجٹ کہاں جاتا ہے ۔ اگر یہ چیزیں بر وقت ہو جائیں تو لائلپور ہر طریقے سے ٹھیک ہو سکتا ہے ۔ میں وزیر خزانہ سے یہ کہوں گی کہ جیسے بھی ہو ہماری ان تکالیف کو جلد از جلد حل کرائیں ۔ شکریہ

مسٹر سپیکر : سردار دوست محمد خان ۔

سردار دوست محمد خان : جناب سپیکر ! سب سے پہلے میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی بہتر صلاحیتوں سے یہ بجٹ پیش کیا ہے اور انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ! میں جس علاقے سے منتخب ہو کر آیا ہوں اس کے متعلق اس معزز ایوان کے معزز ارکان نے بہت کم سنا یا دیکھا ہوگا ۔ میں ڈیرہ غازی خان کے پہاڑی علاقے کا رہنے والا ہوں، یہ ضلع تمام صوبوں کے درمیان میں واقع ہے ۔ شمال میں سرحد ، جنوب میں سندھ ، مغرب میں بلوچستان اور ادھر پنجاب ہمارا آخری صوبہ ہے ۔ ہمارا یہ ضلع تین حصوں میں منقسم ہے ۔ ہمارے شمال جنوباً پہاڑ ہیں جو تیسرا حصہ ہیں ۔ پھر ان پہاڑوں کے نیچے جو علاقہ دریا کے ادھر ہے وہ میدانی علاقہ ہے ۔ یہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے نیچے والے حصے میں نہریں بھی ہیں اور سبزی بھی ہے اور لوگوں کی آبادی بھی ہے ۔ درمیانی علاقہ جو پہاڑوں کے دامن میں ہے وہاں پہاڑوں سے ندیاں آتی ہیں جن کو ہم نئی کہتے ہیں ۔ ان سے ہماری زمین سیراب ہوتی ہے ۔ میرا حلقہ تحصیل تونسہ کو ملا کر علاقے کے پہاڑوں کے شمالی حصہ پر مشتمل ہے ۔ ضروری ہے کہ میں سب سے پہلے اپنے علاقے کی نسبت کچھ عرض کروں ۔ جناب والا ! یہ پہاڑی علاقہ ہے جو تقسیم سے پہلے عملاً آزاد تھا وہاں لوگ سردار قابض تھے اور یہی لوگ وہاں کے قبائل کے مسائل حل کرتے تھے ۔ تقسیم

کے بعد قائد اعظم نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ یہ علاقہ عملاً آزاد ہے اس لیے وہاں ریفرنڈم کرایا جائے اور یہ ان لوگوں کی مرضی ہے کہ وہ بلوچستان کے ساتھ جائیں یا پنجاب میں جائیں۔ مجھے یاد ہے کہ 1949ء میں وہاں ریفرنڈم ہوا تھا۔ ان دنوں فرانسس مودی لاہور میں گورنر تھا۔ وہ ڈیرہ غازی خان آئے اور تمام قبائلی بلوچوں کو طلب کیا۔ تمام بلوچوں نے ریفرنڈم کے متعلق بالاتفاق یہ کہا کہ ہم پنجاب میں جائیں گے۔ ہمارا نظام جرگے کا ہے ہم قبائلی ہیں اور ہمارا دستور، زبان، طرز رہائش، معیشت، بین دین اور ہر قسم کے معاملات ان کے ساتھ ہیں اور میدان کے ساتھ ہمارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ نہ ہماری زبان میدان کے ساتھ ملتی ہے اور نہ ہی ہمارے دوسرے معاملات، نہ ہماری میدان کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے اور نہ کوئی آبادی۔ ہم پہاڑی لوگوں کا تعلق صرف بلوچستان کے ساتھ ہے۔ تو یہ طے ہوا کہ یہ لوگ جہاں چاہیں خوشی سے جائیں۔ بلوچستان بھی پاکستان ہے اور پنجاب بھی پاکستان ہے۔ لیکن حکومت پنجاب نے یہ دیکھا کہ یہ پہاڑی علاقہ بہت زرخیز ہے اور اس کو کسی صورت میں بلوچستان کے ساتھ نہ جانا چاہیئے۔ تو اس وقت کے کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور پولیٹیکل اسسٹنٹ صاحبان نے پوری کوشش کی اور کہا کہ ہم آپ کو یہ سہولت دیں گے وہ سہولت دیں گے، یہ کریں گے وہ کریں گے، لیکن ہم کسی طرح نہ مانتے تھے۔ تو پھر انہوں نے یہ تجویز نکالی کہ اس ضلع کے (9) تمنداروں کی رائے لی جائے۔ نو میں سے چھ تمنداروں نے ان افسران اور حکومت کی یقین دہانی پر پنجاب کے ساتھ الحاق پر رضا مندی ظاہر کی اور تین چار تمنداروں نے اس وقت رضا مندی ظاہر نہ کی۔ لیکن ہماری رائے یہ تھی کہ اگر ہمیں پنجاب میں شامل کر دیا جائے تو پنجاب بہت ترقی یافتہ اور فارورڈ ہے۔ بلوچستان ہمارے جیسا ہے، پھوکا ہے، غریب ہے۔ تو ہمارے مسائل بھی ایک جیسے حل ہوں گے۔ ہمارے تعلقات مری، بگٹی، کھیتران اور موسیٰ خیل قبائل کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے یقین دلایا کہ جو رواج، جو قانون، جو ضابطے مری، بگٹی میں ہوں گے تمہارے لیے بھی وہی ہوں گے

خیر ! ان چھ تمنداروں کے کہنے پر ہم پنجاب میں شامل ہو گئے اور 1950ء کے بعد ہم عملاً اس علاقے میں شامل ہو گئے ۔ فورٹ منرو ، جو ان قبائلی علاقوں کا صحت افزا مقام ہے ، وہاں ایک تقریب ہوئی اور وہاں ایک تختی بھی نصب کی گئی اور اس شمولیت کا اعلان بھی کر دیا گیا ۔ اس علاقے میں پاکستان کا جھنڈا بھی لہرا دیا گیا ۔ اس وقت یہ معاہدہ بھی ہوا تھا کہ اس قبائلی علاقے کے لیے پنجاب اسمبلی میں ایک سیٹ بھی بحال رکھی جائے گی جو 1921ء سے چلی آ رہی ہے گو ہماری آبادی تھوڑی تھی ۔ موجودہ وقت میں ہماری آبادی 64 ہزار درج ہے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ در حقیقت ایک لاکھ کے قریب ہوگی ۔ کیونکہ اس وقت لکھنے والے بے پرواہ ہوتے ہیں ، خانہ بدوش لوگ ہوتے ہیں جو پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں ، کوئی اتر آتے ہیں ۔ تو صحیح صورت میں مردم شماری نہیں ہوسکتی ۔ بہر حال اس وقت چونسٹھ ہزار آبادی درج ہوئی ہے ۔ سن اکیاون میں ہمارے الیکشن ہوئے ۔ اس وقت دولتانہ وزارت تھی اور ہم پہاڑی لوگوں نے اپنا آدمی کھڑا کیا ، کیونکہ ہماری سیٹ بالکل علیحدہ تھی ۔ مجھے یاد ہے ، اس وقت میں پہاڑی علاقے کا پولیس افسر تھا اس پولیس کا میں بعد میں ذکر کروں گا ۔ تو اسمبلی کے لیے ہم نے اپنا پہاڑی آدمی کھڑا کیا تاکہ جس طرح حکومت نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اسمبلی میں آپ کی علیحدہ سیٹ ہوگی ، تو ہم اپنا آدمی کامیاب کریں ۔

اس وقت دولتانہ وزارت تھی تو اس وزارت نے اپنی ٹکٹ ایک میدانی آدمی کو ، ایک پیر صاحب کو دی جو تونسہ کے رہنے والے ہیں ۔ وہ اس کی پارٹی میں شامل تھے ۔ ہم نے ان کا سختی سے مقابلہ کیا ۔ ہم نے انہیں کوئی ووٹ نہ دیا ۔ لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے ، جھرلو کام کر گیا جھرلو کے ذریعے ووٹ ڈالے گئے ۔ چنانچہ میں رہ گیا ۔ پیر صاحب منتخب ہوگئے ۔ پھر 58-1957ء میں ایوب خان کی حکومت آئی ۔ مارشل لا نافذ ہوگیا ۔ بی ۔ ڈی کا نظام نافذ ہوگیا ۔ پھر 65-1964ء میں یحییٰ خان کا دور آیا ۔ اس دور میں بالکل آزادانہ انتخابات ہوئے ۔ 1970ء کے الیکشن میں میں کھڑا ہوا تھا ۔ یہ عرض کرنا میں ضروری

سمجھتا ہوں کہ 1964.65ء میں سب سے پہلے پہاڑی علاقے میں ریونیو ایکٹ لاگو کیا گیا ۔ اس علاقے میں ٹوٹی پھوٹی پتھروں کی زمین ہے ، کوئی پیداوار نہیں ۔ پٹواریوں کے ذریعے ان کا بندوبست شروع ہوا تو لوگ پریشان ہو گئے کہ ہمارے ساتھ تو یہ وعدہ تھا کہ ہم آپ کو ترقی دیں گے اور ترقی دینے کے بعد جب آپ کا علاقہ پنجاب کی سطح پر آ جائے گا تو پھر آپ کے اوپر یہ تمام ایکٹ نافذ کریں گے ۔ لیکن درمیان میں ہمارے اوپر لینڈ ریونیو ایکٹ ، اسلحہ ایکٹ سب نافذ کر دیے گئے ۔ خیر ، وہ تو نافذ کر دیے گئے ، بلوچوں کو کوئی پتا نہ تھا کہ یہ نافذ ہیں ۔ لیکن عملاً سب سے پہلے ریونیو ایکٹ کے ذریعے پٹواری بھرتی کیے گئے اور پٹواریوں نے بندوبست شروع کیا ۔ اب اس پہاڑی علاقے میں زیادہ تر چار بڑی بڑی قومیں بستی ہیں ، قیصرانی ، بزدار ، لغاری اور گورچانی ۔ تھوڑی سی قوم کھوسہ بھی ہے ، باقی میدان میں رہتے ہیں ۔ تو لوگ پریشان ہوئے ۔ پٹواری آ گئے ۔ یہ ہے ، وہ ہے ۔ پٹواری ویسے بھی بدنام ہیں ، محکمہ بدنام ہے ۔ چنانچہ 1965-66ء میں ہمارے لوگوں نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ پٹواریوں کو بھگایا ، نائب تحصیل داروں کو بھگایا اور بڑی شدت کے ساتھ ، یہ لڑائی کی صورت اختیار کر گیا ۔ تونسہ سے غربی طرف تقریباً درہ کے اندر تین چار میل پر ایک مقام ہے ، کڑکی ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ایوان نے سنا ہوگا ، روڈو ہے ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں گیس نکلی ہوئی ہے ۔ تو اس مقام پر سب سے پہلے لڑائی شروع ہوئی ۔ ایوب خان کا دور تھا ، آمریت کا دور تھا ۔ رینجرز منگوائے گئے ۔ پنجاب کی پولیس منگوائی گئی ۔ صوبہ سرحد سے فرنٹیر کنسٹیبلری منگوائی گئی اور تقریباً دو سو بلوچ لیوی ، جو ڈیرہ غازی خان کے نظام کے لیے مقرر ہے ، وہ منگوائی گئی ۔ یہ ایک ہزار کا لشکر تھا ، جن کے پاس چھوٹی چھوٹی مارٹر توپیں تھیں ، گنیں تھیں ، رائفلیں تھیں ، بم تھے ۔ باضابطہ لڑائی شروع ہوئی ۔ بلوچ کیا کرتے تھے ؟ ٹوٹی پھوٹی بندوقیں تھیں ۔ حکومت کے ساتھ مقابلہ تھا ۔ چار پانچ روز کے بعد انہوں نے روڈو کا درہ چھوڑ دیا اور دو میل کے فاصلے پر چلے گئے ۔ وہاں اونچے

اونچے پہاڑ ہیں - بلوچ پہاڑوں پر چڑھ گئے - باضابطہ لڑائی شروع ہوگئی - تین دن تک لڑائی ہوتی رہی - تین بلوچ مارے گئے - چھ سات زخمی ہوئے - حکومت کی طرف سے خدا جانے ، چھ سات زخمی تو ہوئے ، اگر مرے ہیں تو ان کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی - پھر ہمارے کہنے پر سمجھانے پر بلوچوں سے یہ کہا گیا کہ حکومت کے ساتھ جھگڑا چھوڑ دیں - حکومت آپ کو یقین دلاتی ہے کہ آپ پر کوئی مالیہ نہیں ہوگا - بے بس ہوگئے - انھوں نے چھوڑ دیا انھوں نے بندوبست شروع کردیا اور ایک دو مہینے کے اندر ختم کردیا - کسی کی زمین کسی کو لگائی اور کسی کی زمین کسی کو - بہر حال انھوں نے اپنے کاغذات تکمیل کر لیے - سن اڑسٹھ میں بندوبست مکمل ہوگیا اور ستر کے انتخابات آ گئے - ان میں پہاڑی علاقے کی طرف سے مجھے کھڑا کیا گیا - لیکن کسی وجہ سے میں ہار گیا - عرض یہ ہے کہ 1974ء میں ہمارے وزیر اعظم جب ڈیرہ غازی خان تشریف لائے تو ہم نے استدعا کی کہ ہمارا علاقہ بہت پس ماندہ ہے ، مہربانی کر کے اسے ترقی دیں - وہ ڈیرہ غازی خان میں آئے - پھر فورٹ منرو آئے اور فورٹ منرو کو دیکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ اس پہاڑی علاقے کی ترقی کے لیے ایک ڈویلپمنٹ بورڈ قائم کیا جائے گا جو اس علاقے کے رہنے والے افراد پر مشتمل ہوگا ، جو اس علاقے میں خود کام کریں - باہر سے جو افسر آتے ہیں ، وہ تو کھاتے ہیں - کچھ نہیں بچتا - بہر حال لوگ خود اس کا انتظام کریں اور ان پر مشتمل یہ بورڈ قائم کیا جائے گا - اس دوران ہم نے یہ بھی استدعا کی کہ جب ہمارا علاقہ میدان میں شامل کر دیا گیا ہے تو سن 1921ء سے لے کر 1952ء تک جو پنجاب کا وعدہ تھا کہ ہماری سیٹ علیحدہ دی جائے گی ، جب وہ ملتان تشریف لائے تو میں نے انھیں وہاں عرض کی کہ مہربانی کر کے یہ وعدہ پورا کیا جائے اور ہمیں علاحدہ سیٹ دی جائے - پنجاب کے قوانین میں سے جو قانون بھی بکتی میں ہوگا وہی آپ کے ساتھ ہوگا - جو سلوک ان کے ساتھ ہوگا ، وہی سلوک آپ کے ساتھ ہوگا - اب بلوچستان میں مری بکتی کی ساٹھ ہزار آبادی پر ایک سیٹ رکھی ہوئی ہے اور صوبہ سرحد کی پچاس یا چالیس ہزار پر

ایک سیٹ رکھی ہوئی ہے - ہمارا جو تونسہ ہزار کی آبادی کا ریکارڈ ہے لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ ہماری آبادی ایک لاکھ سے کم نہیں اگر صحیح صورت میں مردم شماری ہو - تو انہوں نے ملتان میں یہ فرمایا کہ یہ میرا اختیار نہیں ، یہ الیکشن کمشنر کا اختیار ہے - آپ نے اپیل دائر کی ؟ میں نے کہا ، جی ہاں ، اپیل دائر کی ہے - اچھا آپ بھی کوشش کریں ، میں بھی آپ کی سیٹ کے لیے کوشش کروں گا - یہ وزیر اعظم کے الفاظ تھے - تو وزیر اعظم کے ان الفاظ سے ہم مطمئن ہوگئے کہ ہماری سیٹ ہوگئی - بڑی کوشش کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ہم ناکام ہی ہیں - پھر انہوں نے مہربانی کی - ایک حصہ تونسہ کا پہاڑی ہے اور ایک حصہ میدانی - پہاڑ کو اس سیٹ میں شامل کر کے مجھے سیٹ دی گئی - ہمارے پہاڑی ووٹ تھوک ہیں ، پرچون کے زیادہ نہیں - قبائلی بالکل جہاں جاتے ہیں ایک ہی جگہ جاتے ہیں - ان میں کوئی رخنہ نہیں ہوتا ، کوئی جھگڑا نہیں ہوتا - اگرچہ اتحادیوں کے زمانے میں کچھ ملا لوگوں نے واویلا کیا کہ اسلام ہے ، یہ ہے وہ ہے - تو پہاڑی لوگ بڑے مذہبی قسم کے لوگ ہیں - مذہب پر سختی سے پابند ہیں - بہر حال ہم لوگوں کے سمجھانے پر ملا لوگ کامیاب نہ ہوسکے - ہم نے پہاڑی علاقے میں اپنے ووٹ پورے لیے - تو بائیس ہزار ہمارے پہاڑی ووٹ ہیں اور ستر ہزار ہمارے میدان کے ہیں - ہمارے بائیس ہزار ووٹ جس پلے میں جا پڑیں وہ پلہ یقیناً زیادہ ہو جائے گا - ہماری سیٹ یقینی تھی ، اللہ کے حکم سے آ گئی - اب عرض یہ ہے کہ ہمارے علاقے کے حالات کیا ہیں - اب میں اس دور سے لوں گا جب انگریز کا زمانہ تھا - انگریز کے دور میں قبائلی علاقے کا نظم و نسق صرف ایک محکمہ چلاتا تھا جسے بارڈر ملٹری پولیس کہتے ہیں - اب بھی پولیس وہی ہے اور نظم و نسق بھی وہی چلاتی ہے - اس پولیس میں انہی وڈیروں اور سرداروں کے لڑکے بھرتی کیے جاتے ہیں جو اس علاقے کے لوگوں کو فائدہ دے سکیں یا نظام سنبھال سکیں یا مدد دے سکیں یہی نظام اس وقت تک جاری ہے - اس علاقے میں تفتیش کا کام بھی بارڈر ملٹری پولیس کرتی ہے ، پٹواریوں کی مدد بھی کرتی ہے - ہمارے

اس علاقے کا افسر اعلیٰ پولیٹکل اسسٹنٹ ہوتا ہے جو براہ راست ڈی سی کے ماتحت ہوتا ہے - ڈی سی - کمشنر کے ماتحت ہوتا ہے - تو ہمارا تمام کاروبار پولیٹکل اسسٹنٹ کے ماتحت ہوتا ہے اور کوئی ہمارے پاس محکمہ نہیں - وہی ہے بارڈر ملٹری پولیس - ہاں ، یونین کونسلوں کے بعد ہمیں زراعت کے ایک دو مقدم دیے گئے اور ہمارے پاس بھیڑ بکریاں ہیں ، ان کے علاج معالجے کے لیے وٹرنری اسسٹنٹ دیے - تو انہی کی مدد سے ہمارا کچھ نہ کچھ نظام چل رہا ہے - تو جناب ، ترقی کی یہ حالت ہے کہ اس علاقے میں ایک بھی سڑک نہیں - ہم وہی پرانا ، زمانہ سلف کا طریقہ استعمال کرتے ہیں - تونسہ سے پہاڑ کے اندر جب جاتے ہیں تو تقریباً تیس تیس ، چالیس چالیس ، پچاس پچاس ، سو سو میل تک پہاڑ جاتا ہے اور پہاڑ کے اندر آنے جانے کا ہمارے پاس واحد ذریعہ اونٹ یا گھوڑے ہیں - جب 74ء میں وزیر اعظم صاحب ڈیرہ غازی خان تشریف لائے تو ہم نے استدعا کی کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا ہوا ہے - ہم نے دیکھا ہے کہ آپ میدانی علاقے کو ترقی دے رہے ہیں - آپ نے اس میدانی علاقے کو ترقی دی ہے اور وہاں اچھے کام ہو رہے ہیں - ہم بھی آخر اس ملک کے رہنے والے ہیں - ہمارے ساتھ آپ کے اقرار نامے ہیں - خدا کے لیے یا تو ہمیں ترقی دیں یا ہمیں واپس بلوچستان میں پھینک دیں - تو اس وقت بھٹو صاحب نے پہاڑ کے لیے ایک سڑک چوکی والا تا باڑتھی منظور کی اور سات ہسپتال دیے کہ پہاڑی علاقے میں مختلف جگہوں پر سات ہسپتال ہوں گے اور یہ سڑک بھی آپ کی ہو گی - تو 1974-75ء میں ہماری صرف ساڑھے تین میل سڑک بنی - ساڑھے تین میل سڑک کے آگے 9 میل تک تو میدان ہے - تو 9 میل جب ہم اندر کو جائیں گے تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا ؟ - تو جناب والا ! اب تک یعنی 1977-78ء تک صرف وہی ساڑھے تین میل سڑک بنی ہے -

جناب والا ! ہمارا پہاڑ اس وقت بھوکا ہے وہاں کوئی ترقی کا کام نہیں ہوا ہاں ایک بات ضرور ہے کہ قائد اعظم صاحب نے ، جس وقت پاکستان بنا یہ اعلان کیا کہ اس علاقے میں زیادہ سے زیادہ سکول کھولے جائیں اور

جتنے سکول یہ لوگ مانگیں انہیں دے دیے جائیں کیونکہ یہ لوگ جاہل ہیں ، ان کے لیے تعلیم زیادہ عام ہونی چاہیے ۔ ان کی وجہ سے ہمارے علاقے میں سکول کافی ہیں اگرچہ وہاں عمارتیں نہیں مگر پھر بھی ہمارے بچے غاروں میں بیٹھ کر پڑھ لیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ۔ ایک ہائی سکول ہمارا 1952ء میں تھا ''ہارتی'' کا اور وہ ہمارا بہترین ہائی سکول ہے ۔ ہمارے اس سکول کے لڑکے بڑے قابل اور دماغ والے ہیں ۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جس طرح پنجاب کے بہت کم سکولوں کا نتیجہ سو فیصدی ہے ، ہمارے ''ہارتی'' ہائی سکول کا نتیجہ بھی سو فیصدی ہے اور سو فیصد بھی اس طرح کہ اکثر فرسٹ ڈویژن ، تھرڈ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اس وقت چار ہائی سکول ہیں ۔ فورٹ منرو کا تو میں ذکر ہی نہیں کرتا وہ حکومت کی جگہ ہے اور ایک صحت افزا مقام ہے ۔ کمشنر صاحبان اور ڈپٹی کمشنر صاحبان کا ہیڈ کوارٹر ہے ۔ اس کے علاوہ کھرڑ گلزار کا ایک ہائی سکول ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : سردار صاحب آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں ۔ ۔ ۔ ۔

سردار دوست محمد خان : تو جناب والا ! میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جب تک ہمیں سڑکیں نہ دی جائیں اور ہمارے درے نہ کھول دیے جائیں ہم کسی کام کے نہ رہ جائیں گے اور پہاڑوں کے اندر بحران پیدا ہو جائے گا ۔ بحران اس لیے کہ ہم بھوکے ہیں ، ہم پر کوئی رقم خرچ نہیں ہو رہی ، کوئی منصوبہ نہیں بنایا جا رہا ۔ یہ جو بحران ہم میدان میں دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے لیے کوئی بحران نہیں ۔ اس بحران کو تو ہم جانتے ہی ہیں ۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ ہمارا پہاڑ بہت زرخیز ہے ۔ ڈھوڈک کا تیل اور ڈھوڈک کی گیس اور اس کے علاوہ اور تمام معدنیات اور تیل کی قسمیں یہ سب چیزیں وہاں موجود ہیں ۔ جب تک ہمیں ترقی نہیں دی جائے گی ہم وہی پرانے زمانے کے لکیر کے فقیر رہ جائیں گے ۔ اب چونکہ مجھے وقت تھوڑا دیا گیا ہے ، میں پہاڑوں سے اتر کر نیچے میدانوں میں آتا

ہوں ۔ میں تحصیل تونسہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں ۔ یہاں صرف شہر میں بجلی ہے ۔ شہر سے باہر بجلی نہیں پہنچی ۔ تونسہ کے شمال میں پینے کے پانی کا یہ حال ہے کہ دس دس ، پندرہ پندرہ میل تک پینے کا پانی نہیں ۔ ایک سکیم بنائی گئی تھی جو بڑی جامع قسم کی تھی مگر خدا جانے یہ ایک سال میں ، دو سال میں ، تین سال میں ، کب تک مکمل ہوگی ۔ اس بات کا ہمیں کوئی علم نہیں ۔ تو جناب مہربانی کرکے ہمیں پینے کا پانی دیا جائے اور ہمارے مسائل حل کیے جائیں تاکہ ہم بھی انسانوں کی طرح رہ سکیں ۔

شب تاریک دین موج گرداب دین حائل
کی دانند حال ما سبک ساران ساحل را

مسٹر سپیکر : سید فیض مصطفیٰ گیلانی ۔

سید فیض مصطفیٰ گیلانی : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

جناب سپیکر : اس سے پہلے کہ میں بجٹ پر تقریر کروں ، میں جناب کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع بخشا کہ میں آج اپنے علاقے کے مسائل اس ایوان میں وزیر خزانہ کی خدمت پیش کروں اور خاص طور پر وزیر خزانہ کی خدمت میں استدعا کروں کہ ان پر غور کیا جائے ۔

جناب والا ! سب سے پہلے میں اپنے محبوب قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے شب و روز محنت اور لگن سے ملت اسلامیہ پاکستان کو دوام بخشا اور ساتھ ہی ان کی شب و روز کی کوشش سے عالم اسلام میں یگانگت ، اتحاد اور بھائی چارے کا نیا باب روشن ہوا ۔ جناب والا ! میں علامہ اقبال کا ایک شعر ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں :

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جناب والا ! یہ اس مرد مجاہد کا کام ہے جس نے مسلمانان عالم کو ایک جگہ اکٹھا کیا ، سوچ بخشی ، مسلمانان عالم میں یگانگت و بھائی چارہ پیدا کیا اور انہیں یہ درس دیا کہ سامراج کے خلاف کس طرح سے اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! انہوں نے

پاکستان کے مسلمانوں کے لیے وہ کام کیا جو ہم نے 1946ء میں عہد کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" اس ضمن میں میرے قائد نے شراب ، جوئے اور نائٹ کلب پر پابندی عائد کر کے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا ہے ۔ جناب والا ! نظام شریعت کے نفاذ کے سلسلہ میں انہوں نے اسلامی مشاورتی کونسل دی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ پاکستان میں قومی اتحاد ہی نہیں بلکہ ہم بھی اسلام کو دل و جان سے چاہتے ہیں اور اس کو رائج کرنا چاہتے ہیں ۔ جناب والا ! ہم بھی ملک میں نظام شریعت اور اسلام لانا چاہتے ہیں اور یہ اس امر کا بین ثبوت ہے ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ ایک چیز میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایشمی ری پراسیسنگ پلانٹ نصب کرنے کا جو وعدہ قوم سے کیا ، انہوں نے اپنے وعدہ کو نبھانے کے لیے پوری کوشش کی اور کر رہے ہیں ۔ ان کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے ، ان کے راستے میں دریا آئے وہ بھی پار کئے ۔ ان کے راستے میں سمندر آئے تو انہوں نے وہ بھی پار کئے ، وہ بھی عبور کئے ۔

اس کے بعد جناب والا ! اب میں موجودہ بجٹ پر بحث کے سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے بحرانی دور میں ، اس سماجی و معاشی بحران میں اس قسم کا منیرانیہ پیش کرنے پر میرے خیال میں جناب وزیر خزانہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ میں جناب وزیر خزانہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

اس کے بعد جناب والا ! میں اپنے علاقے کے چند مسائل جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ! میرا حلقہ انتخاب دو حصوں میں بٹا ہوا ہے ، ایک حصہ شہری ہے اور دوسرا حصہ دیہاتی ۔ دیہاتی حصے میں سب سے بڑا مسئلہ کچی آبادیوں کا ہے ۔ میرے خیال میں ملتان کی کچی آبادیوں کے مکین سب سے زیادہ میرے حلقہ میں آباد ہیں ۔ ان کی تکالیف جو میں نے پچھلے الیکشن میں دیکھیں وہ اس قدر زیادہ ہیں جو میں بیان نہیں کر سکتا ۔ قائد عوام کے حکم سے موجودہ بجٹ میں 21 کروڑ روپے کی خطیر

رقم کچی آبادیوں کے مکینوں کو آباد کرنے کے لیے رکھی گئی ہے۔ میں اس پر جناب وزیر خزانہ اور قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا شکرگزار ہوں ، اس کے علاوہ جناب والا ! ملتان میں آج سے چند سال پہلے ایک نئی غلہ منڈی سکیم رائج کی گئی تھی اور میں یہ کہوں گا کہ اس غلہ منڈی کو قائم ہوئے کم از کم تین چار سال ہو چکے ہیں ، لیکن شومئی قسمت آج تک اس غلہ منڈی کو آباد نہیں کیا گیا ۔ مجھے پتہ نہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟ ۔ جناب والا ! اس سکیم پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں اور وہ سکیم پایہ تکمیل کو پہنچی ہے لیکن غلہ کا کاروبار ابھی تک سابقہ جگہوں میں ہو رہا ہے ۔

جناب والا ! کاشتکار کے لیے اندرون شہر جانا نہایت ہی مشکل اور دقت طلب ہے ۔ وہاں پر ٹریفک کے حادثات اور دوسری باتیں بھی ہیں جو کہ رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں ، غریب کاشتکار وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ۔ جناب والا ! نئی غلہ منڈی کو فی الفور آباد کیا جائے اور پرانی جگہ پر کوئی متبادل مارکیٹ بنائی جائے ۔ جناب والا ! اڈہ لاریاں نزد ممتاز آباد ، جسے اڈہ چونگی نمبر 14 بھی کہا جاتا ہے ، ایک وسیع و عریض اڈہ ہے ۔ یہاں پر ٹریفک کے اکثر حادثات ہوتے رہتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں حکومت پنجاب اور ملتان کارپوریشن نے مل کر اڈہ کی جامع سکیم بنائی ہے جس پر عمل ہو چکا ہے ۔ نیا اڈہ تعمیر ہو کر بالکل تیار ہے ۔ جناب والا ! میں وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ اس پرانے اڈے کو نئے اڈے میں منتقل کیا جائے اور پرانے اڈہ کی جگہ پر ، جسے چونگی نمبر 14 کہا جاتا ہے ، ایک کلاتھ مارکیٹ بنائی جائے ۔ اس لیے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ کلاتھ مارکیٹ جو اس وقت اندرون شہر ہے جسے آپ اندھی کھوئی کہتے ہیں ، اسے وہاں سے چونگی اڈہ نمبر 14 پر بنایا جائے ۔ میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ اندھی کھوئی والی مارکیٹ متعدد بار آتشزدگی اور دوسری مصیبتوں کا شکار ہو چکی ہے ۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جب اس اڈے کو نئے اڈہ پر منتقل کیا جائے تو وہاں پر جو پلاٹ

ورکشاپوں اور دیگر سپیئر پارٹسی اور ٹائر اور بیٹری کے دکانداروں کے لیے رکھے گئے ہیں وہ براہ کرم ان کو الاٹ کر دے جائیں کیونکہ وہ تمام غریب لوگ ہیں اور نیلام عام کے ذریعہ سے وہ پلاٹ نہیں خرید سکتے۔ اس لیے میں جناب والا کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ اگر ان کو یہ پلاٹ الاٹ نہ کئے گئے تو ان لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ بجائے بذریعہ نیلام عام فروخت کرنے کے، ان پلاٹوں کو الاٹ کیا جائے۔ اس کے بعد جناب والا! کاٹن ٹریڈنگ کارپوریشن ہے۔ اس کی تمام فیکٹریاں بلکہ تقریباً 95 فیصد فیکٹریاں میرے حلقہ انتخاب میں ہیں۔ پچھلے دنوں کاٹن ٹریڈنگ کارپوریشن نے ہزاروں لوگوں کو بے روزگار کر کے ملازمت سے نکال دیا ہے۔

جناب والا! میں وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ استدعا کروں گا کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کریں اور ان ملازمین کو دوبارہ برسر روزگار لانے کی کوشش کی جائے۔ جناب والا! اس کے علاوہ ریلوے سٹیشن ملتان شہر، جو کہ میرے حلقہ انتخاب میں ہے، اس کے قریب ایک پل ہے جو غالباً اٹھارہ سو کچھ، سن عیسوی میں بنی تھی جسے تقریباً پون صدی ہو چکی ہے۔ اس وقت اس پل کی حالت یہ ہے کہ وہاں پر گڑھے پڑے ہوئے ہیں اور حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے جناب والا! میں وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ فوری طور پر اس کی مرمت کرائیں یا نئے پل تعمیر کرانے کے احکامات جاری کریں۔ جناب والا! آج سے چند سال قبل پنجاب کے مختلف اضلاع میں انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی گئی تھیں اور ان میں سے ایک ملتان میں بھی بنائی گئی تھی۔ وہ انڈسٹریل اسٹیٹ آج تک آباد نہیں ہوئی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس انڈسٹریل اسٹیٹ میں پلاٹوں کی قیمت اور گوجرانوالہ، سیالکوٹ اور دوسری جگہوں پر بنائی گئی انڈسٹریل اسٹیٹ کے پلاٹوں کی قیمت میں بڑا تفاوت ہے۔ اس لیے میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملہ کو اہمیت دیں اور اس تفاوت کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ایک مزید پوائنٹ جناب والا! یہ ہے کہ

نشتر میڈیکل کالج پاکستان کا عظیم ادارہ ہے لیکن وہاں پر آج کل سٹاف کی ، ایکوپمنٹ کی اور ادویات کی کمی ہے اور یہ ادارہ کس مپرسی کی حالت میں ہے ۔ میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ اور جناب وزیر صحت سے یہ عرض کروں گا کہ اس پر فوری توجہ دیں اور اس ادارہ کو انحطاط پذیر ہونے سے بچائیں ۔ اس کے قریب ایک ڈسٹرکٹ جیل ہے ۔ گزشتہ چند سالوں میں ایک سکیم بنائی گئی تھی کہ ڈسٹرکٹ جیل کو بند کر کے یہ زمین نشتر کالج کو دے دی جائے ۔ جناب والا! اس سکیم پر جلد از جلد عمل کیا جائے تاکہ یہ ادارہ مزید ترقی کے مواقع نہ کھو سکے ۔ ان گزارشات کے ساتھ میں جناب کی اجازت چاہوں گا ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر غلام فرید کاٹھیا ۔

مسٹر غلام فرید کاٹھیا (ساہیوال) : جناب سپیکر! میں جناب وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بحرانی دور میں خسارے کے بجٹ کو متوازن بنانے کی پوری کوشش کی ہے اور انہوں نے اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ یہ بھی کوشش کی ہے کہ اس بجٹ میں لگائے گئے ٹیکس کا بوجھ عوام کے ان طبقوں پر نہ پڑے جن کی بہبودی کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی حکومت میں آئی ہے ۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ بجٹ کی تیاری اس کے علاقہ ، صوبہ یا ملک کے اندرونی حالات کے مطابق ہوا کرتی ہے ۔ اگر حالات بہتر ہوتے ہیں تو بجٹ بھی بہتر تیار ہوتا ہے لیکن اگر حالات صحیح نہ ہوں تو نہایت ہی ذہین وزیر خزانہ اس قسم کا متوازن بجٹ پیش کر سکتے ہیں ۔ اور ڈانواڈول حالات میں یہ ممکن نہیں رہتا کہ بجٹ ٹھیک طور پر مرتب ہو سکے ۔ جناب والا جہاں تک حالات کا تعلق ہے میں یہ کہوں گا کہ حالات سے مراد نہ صرف سیاسی اور سماجی حالات ہیں بلکہ اس سے زیادہ معاشی اور اقتصادی حالات ہیں کسی بھی ملک کے اندر سیاسی اور سماجی حالات ہمیشہ اقتصادی حالات کے تابع ہوتے ہیں ۔ اگر کسی ملک کے اقتصادی حالات بہتر ہوں تو اس کے سیاسی اور سماجی حالات بھی بہتر ہوتے ہیں ۔ آپ دیکھ لیجئے کہ دنیا میں

کوئی بھی پسماندہ ترقی پذیر یا نو آزاد ملک ایسا نہیں جو اقتصادی لحاظ سے خود کفیل ہو ۔ پاکستان بھی ان میں سے ایک ہے اور صوبہ پنجاب بھی اسی ملک کا ایک صوبہ ہے ۔ جناب والا ! اس صورت میں میں یہ کہنے سے باز نہیں رہوں گا کہ ترقی پذیر ملکوں کی معیشت کسی نہ کسی سامراجی طاقت سے وابستہ ہے خواہ اس کا تعلق دنیائے اول سے ہے چاہے اس کا تعلق دنیائے دوئم سے ہے ۔ عالمی اقتصادی نظام اس قدر سخت ہے کہ جب تک کوئی ترقی پذیر ملک ، کوئی نو آزاد ملک ، کوئی پسماندہ ملک ، اس نظام کے تحت کسی نہ کسی سامراجی قوت کیساتھ منسلک نہ ہو تب تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کی زندگی اقتصادی طور پر غلامی کی زندگی ہوتی ہے ۔ جب بھی اس قسم کی اقتصادی غلامی میں پسا ہوا ملک ، کوئی ترقی پسند قوت اور کوئی قوم پرست قوت اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتی ہے ۔ تو وہ سامراجی قوت نہیں چاہتی کہ ایک ترقی پسند اور قوم پرست ملک اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے ۔ وہ نہ صرف اس پر اقتصادی حملہ کرتی ہے بلکہ سب سے پہلے اس کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کرتی ہے اور یہی کچھ ہمارے پاکستان کے اندر ہوا ۔

جناب والا ! ان حالات کے تحت ڈاکٹر صاحب نے یہ بجٹ پیش کیا ہے حاجی محمد سیف اللہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ ان حالات میں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ سڑکوں کی بھر مار ہوتی ، لیکن میں اپنے ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان حالات کے باوجود ، سامراجی سازش کے باوجود ، اقتصادی ترقی کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کے باوجود ، انہوں نے ایسا نہیں ہونے دیا اور اپنی تمام فراست ۔ سمجھ اور تدبر سے انہوں نے عوام کو ٹیکسوں کے بوجھ سے بچایا ۔ اس صورت میں جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر بہت زیادہ لوگ بھی مل بیٹھیں تو بھی اس سے زیادہ بہتر بجٹ نہیں بنا سکتے جو کہ ڈاکٹر صاحب نے اس ایوان میں پیش کیا ہے ۔

جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ سامراجی قوتیں ترقی پذیر ملک میں تمام پیداواری ذرائع اپنے ان حواریوں کے ہاتھ میں جمع کر دیتی

ہیں ۔ جو ان سامراجی طاقتوں کے پٹھو ہوتے ہیں اور قوم کی تقدیر اور قوم کی قسمت ان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور جب بھی کبھی کوئی counter تحریک چلی ہے اور جب بھی کبھی کوئی ترقی پسند قوت سامنے آئی ہے ۔ تو وہ ملک کے پیداواری ذرائع ان کے ہاتھ سے لے کر واپس اپنی قوم کے ہاتھ میں دے دیتی ہے ۔ جیسا کہ ہمارے ملک میں بھی ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا بحران پاکستان میں کبھی نہیں آئے گا ۔ جناب والا ! میرے بہت سے دوست ایسے ہونگے جو پہلے بھی اس اسمبلی میں آئے تھے اور آپ کو یاد ہو گا کہ جب قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے لوگوں کو روٹی ، کپڑا اور مکان کا نعرہ دیا اس وقت لوگ سب کچھ بھول گئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو ووٹ دیئے ۔ اس کا نتیجہ آپ نے دیکھا ۔ قائد عوام نے جو وعدے کئے وہ انہوں نے پورے ۔ کئے غریب لوگوں کا معیار بلند کرنے کے لئے اور ملک کو ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لیے کتنی ہی اصلاحات ہوئیں لیکن رجعت پسند طاقتوں نے رجعت پسند پٹھوؤں کے ذریعے ان نئی اصلاحات کو ختم کرنے کی کوشش کی ان تمام اصلاحات کو نہ صرف ختم کرنے کی کوشش کی بلکہ آئندہ کے لئے ترقی کی راہ پر چلنے کے لیے جتنی بھی اصلاحات کی جاتی تھیں ان کے راستہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کی ۔ جناب والا ! ان حالات میں پنجاب کا یہ بجٹ اس سے زیادہ بہتر نہیں ہو سکتا تھا خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو جاتا ۔ جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ اس ترقی کے راستہ کو روکنے کے لئے اور حکومت پر قبضہ جمانے کے لئے رجعت پسندوں نے ناکام حربے استعمال کئے ، قوم کی خودی کو بیچا ، اور اپنی اپنی خودی کو بیچا اور سامراج کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ۔

مسٹر سپیکر : کاٹھیا صاحب ! ایک منٹ تشریف رکھیئے ۔

میں ایوان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کروں گا کہ جن ممبران نے آج بولنے کی خواہش ظاہر کی ہے ان کی تعداد اس وقت چالیس ہے اور اس وقت سے لے کر ہمارے پاس 400 منٹ ہیں ۔ اگر ہم سوا نو بجے رات تک کام کریں

تو ہر سپیکر کے حصے میں دس منٹ آئیں گے ۔ کوشش یہ کیجئے گا کہ ہر ممبر ان دس منٹوں میں اپنی تقریر ختم کر لے ۔

رائے سخاوت علی خان : جناب سپیکر ! جب پچھلی دفعہ ہماری تعداد 186 تھی اس وقت اس بجٹ پر بحث کے لیے دن زیادہ ہوا کرتے تھے ، اب ہماری تعداد 257 کے قریب ہے تو کیوں نہ دو دن اور بڑھا لیں کیونکہ جناب والا ! یہ وقت بہت کم ہے ۔ اس سے تو ہمارے دل کے جذبات بھی پورے نہیں ہوں گے ۔

مسٹر سپیکر : عرض یہ ہے کہ اس وقت تو دو دن بڑھانے مشکل ہوں گے اس لیے کہ بجٹ کی مختلف سٹیجز ہوتی ہیں جن کے لیے وقت مقرر ہوتا ہے ۔ آج آپ اس پر عام بحث کریں گے ، اس کے بعد کل بھی عام بحث ہو گی ، اس کے بعد دو دن ڈیمانڈز فار گرانٹس (Demands for Grants) کے ہیں ۔ اس کے بعد فنانس بل آئے گا اگر آپ رات کے بارہ بجے تک بیٹھنا چاہیں تو مجھے اعتراض نہ ہوگا ۔

رائے سخاوت علی خان : پھر جناب جو یہ وقت کی کمی فرما رہے ہیں اور بیس سے دس منٹ کر رہے ہیں یہ میرے خیال میں مناسب نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر : میں عرض کروں کہ رات کے سوا نو بجے تک ہمارے پاس جو وقت ہے اس کے حساب سے دس منٹ ہی آتے ہیں ۔ اگر آپ اس سے زیادہ بیٹھنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔

مہر محمد ظفر اللہ بھروانہ : جناب سپیکر ۔ اپوزیشن کے تھوڑے سے ممبران ہیں ۔ اگر ان کے لیے دس منٹ کی بجائے زیادہ وقت کر دیا جائے تو مناسب ہو گا کیونکہ اصل مقصد ان کی تقاریر ہی سے پورا ہوتا ہے ۔ جناب والا ! میں جناب سے گزارش کروں گا کہ ہمارا وقت ذرا زیادہ کر دیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : مہر صاحب ! مجھے افسوس ہے کہ جس وقت آج کی نشست کی کارروائی ہم نے شروع کرنی تھی ۔ اس وقت اپوزیشن کی طرف سے بولنے والے کوئی صاحب بھی یہاں موجود نہ تھے جن کو وقت دیا جاتا ۔

ہوتا تو یہ چاہیے تھا کہ اپوزیشن کی طرف سے پہلے تقریر ہوتی اور میں منتظر تھا کہ آپ میں سے کوئی صاحب یہاں تشریف فرما ہوتے تو آپ کو پہلے موقع دیا جاتا ۔

میر محمد ظفر اللہ بھروانہ : جناب والا ! اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں ۔ آئندہ انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا ۔

مسٹر سپیکر : بہر حال میں اس بات کی کوشش کروں گا ۔

مرزا محمد اکرم بیگ : جناب ! میں بھی اس موقع پر موجود نہ تھا اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فاضل مقرر کے بعد مجھے موقع دیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : مرزا صاحب ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ نے پہلے دن اپنا نام دیا تھا لیکن جب وقت آیا تو آپ غیر حاضر تھے ۔ اس لیے آپ کو انتظار کرنا ہوگا ۔

ملک محمد ممتاز خان : جناب والا ! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جو نام آپ کے پاس اس وقت موجود ہیں ان کو ترتیب دے لیجئے ۔ میں نے پرسوں اپنا نام دیا تھا ، کل بھی میں نے سارا دن انتظار کیا اور آج بھی انتظار میں ہوں ۔

مسٹر سپیکر : مجھے آپ کے منتظر رہنے کا افسوس ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے پرسوں بھی خواہش ظاہر کی ، کل بھی خواہش ظاہر کی اس لیے آپ کو پلیٹا" فوقیت دی جائے گی لیکن میرے لیے دقت یہ ہے اور بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ جب میں کسی فاضل ممبر کو پکارتا ہوں تو وہ اپنی نشست پر موجود نہیں ہوتے ۔ اگر میں وقت مقرر کر دوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فاضل ممبران صاحب چلے جائیں گے اور صرف اپنے وقت پر تشریف لائیں گے ۔ پھر حاضری کم ہو جائے گی ۔ مسٹر غلام فرید کاٹھیا ۔

مسٹر غلام فرید کاٹھیا : جناب والا ! جن حالات میں بجٹ پیش کیا گیا اس کے متعلق میں صرف اتنا کہوں گا :

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

اس کے بعد جناب والا ! میں بجٹ پر آتا ہوں ۔ موجودہ بجٹ میں موجودہ حکومت نے زراعت کی طرف توجہ دی ہے ۔ اس مد میں جو رقم رکھی گئی ہے وہ اے ۔ ڈی ۔ پی کی ٹوٹل رقم کا تقریباً 20 فیصد ہے اور اس میں جو رقم 45 کروڑ 9 لاکھ روپے کی رکھی گئی ہے وہ سابقہ سال سے تقریباً 8 کروڑ 90 لاکھ روپے زیادہ ہے ۔ اس سلسلے میں میں چند باتیں عرض کروں گا جن پر حکومت پہلے ہی توجہ دے رہی ہے لیکن اس پر عملدرآمد کے سلسلے میں فیلڈ میں اس کے وہ نتائج حاصل نہیں ہوتے رہے جن کے لیے حکومت نے کوشش کی ہے ۔ جناب والا ! زراعت کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے اس کا استعمال کچھ اس طریقے پر ہوا ہے کہ اس رقم کے مطابق اس کے فوائد حاصل نہیں ہوئے ۔ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ اس سال جو گندم کا بیج مہیا کیا گیا وہ اس قدر ناقص تھا ، اگرچہ اس میں ارادہ اور نیت تو یہ تھی کہ پیداوار بڑھے گی ، لیکن اس کی پیداوار اس سال حسب منشا اور حسب توقع نہیں ہو سکی ۔ یکورہ قسم کی جو گندم درآمد کی گئی وہ بالکل ناکام ہوگئی اور اس طرح سے جو پیسہ اور جو زرمبادلہ اس مد میں خرچ کیا گیا تھا وہ میں سمجھتا ہوں ضائع گیا ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آج زراعت کے میدان میں پاکستان گندم کی صورت میں خوراک میں خود کفیل ہوگیا ہے ۔ اس خود کفالت کے لیے کتنی حکومتوں نے کام کیا ۔ کتنی حکومتوں نے زراعت کی ترقی کے لیے مدیں قائم کیں اور پیسہ خرچ کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہی حکومت ہے اور یہ اسی کا حصہ تھا کہ اس نے اپنے پانچ سالہ دور میں محنت کر کے گندم میں خود کفالت حاصل کرلی ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان جلد ہی انشاء اللہ تعالیٰ گندم برآمد کرنی شروع کردے گا ۔ اس کے باوجود جو نقصان ہمیں زراعت کے میدان میں ہوا ہے وہ کپاس میں ہوا ہے جو فارن ایکسچینج کمانے کا ایک ذریعہ ہے ۔

Mr. Speaker : Please try to conclude now.

مسٹر غلام فرید کالھیہ : بہت اچھا جناب ۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ کپاس کے سلسلے میں ہمیں کافی نقصان ہوا ہے ۔ وہ اس طرح کہ کھیتوں میں سپرے کیا جاتا ہے ۔ ایک کھیت کا مالک سپرے کرواتا ہے اور دوسرا مالک سپرے نہیں کرواتا ۔ تو صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کھیت کی ٹڈیاں یا تیلا اڑ کر دوسرے کھیت میں چلا جاتا ہے اور اس کی جتنی محنت ہوتی ہے وہ ضائع جاتی ہے ۔ میں جناب وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ سپرے کے بارے میں کوئی ایسی پالیسی بنائی جائے جس میں تمام علاقوں کے کھیتوں پر سپرے ہو ۔ جناب والا! اس کے بعد میں آخری بات کروں گا کہ صنعتی ترقی کے لیے ملک میں بڑی بڑی صنعتیں تو قائم کی گئی ہیں لیکن صنعتوں کے لیے جتنا پیسہ مختص کیا گیا ہے وہ کل 6 کروڑ 5 لاکھ ہے ۔ اس میں سے پنجاب سمال انڈسٹری کارپوریشن کو صرف 1 کروڑ 20 لاکھ روپے ملے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو صنعتی بنانے کے لیے، یہاں پر صنعتی انقلاب لانے کے لیے ضروری ہے کہ چھوٹی صنعتوں کو فروغ دیا جائے اور اس مد میں زیادہ سے زیادہ رقم رکھی جائے ۔ 6 کروڑ کی رقم میں سے کم از کم اڑھائی کروڑ روپیہ چھوٹی صنعتوں کی مد میں شامل کیا جانا چاہیے کیونکہ چھوٹی صنعتیں ہی ملک کے صنعتی انقلاب کو مکمل کر سکتی ہیں ۔

مسٹر سپیکر : ملک محمد ممتاز خان ۔

ملک محمد ممتاز خان : جناب سپیکر ۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے ملک جن حالات سے دوچار رہا ہے اس معزز ایوان میں اس پر سیر حاصل بحث ہوئی اور فاضل اراکین نے نہایت فاضلانہ انداز میں فصاحت اور بلاغت کے ساتھ ان حالات کی نشاندہی کی ۔ خود واجب الاحترام جناب وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کے آغاز میں جنابہ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا پر شعر پڑھ کر نہایت جامع انداز میں اس کی نشاندھی کردی ۔ ان حالات کے پیش نظر جناب والا! یہ بجٹ جس موجودہ شکل میں پیش کیا گیا ہے اس سے اچھا بجٹ پیش کرنا ممکن نہ تھا ۔ جناب والا! جس خوبصورتی سے

واجب الاحترام جناب وزیر خزانہ نے اس گلدستے کو سجایا ہے اور جس قرینے سے اس گلدستے میں ان پھولوں کو سجایا ہے ۔ اس کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ ، جو ایک اچھے ڈاکٹر ، ایک ماہر اقتصادیات اور منجھے ہوئے سیاستدان ہونے کے علاوہ ایک اچھے باغبان بھی ہیں ، میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے اس گلستان کو گل چینوں کی دسترس سے محفوظ رکھے ۔ جناب والا ! جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں اس بجٹ پر کافی بحث ہو چکی ہے ۔ اس لیے میں اس موضوع پر ایوان کا زیادہ وقت نہیں لونگا اور چند حقائق کی طرف اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کراؤں گا ۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر خزانہ کی توجہ خاص طور پر ان مسائل کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔

جناب والا ! رشوت ستانی کا مسئلہ اور کرپشن (corruption) کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر اس معزز ایوان میں ، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے ، ابھی تک کچھ نہیں کہا گیا ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے ۔ جب تک اس کی بیخ کنی نہ کی جائے گی چاہے آپ کتنی ہی رقوم ترقیاتی منصوبوں کے لیے مختص کر دیں تب تک ہمارے ملک کی کایا پلٹنا مشکل ہے ۔ اگر کسی ایک مسئلہ کی طرف توجہ دی جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ میں جو رقم مختلف ترقیاتی سکیموں کے لیے مختص کی گئی ہیں انہی رقوم سے ہمارے ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے ۔ اس ضمن میں میں اپنے ضلع کا ایک واقعہ جناب کے گوش گزار کروں گا کہ 1973ء اور 1976ء کے درمیان اس ضلع میں سیدہ عابدہ حسین کے ذمے ایک انکوائری لگائی گئی اور رورل ورکس پروگرام کا انہیں چیئرمین بنایا گیا ۔ اس وقت وہاں 65 لاکھ روپے کا ایک غبن تھا جس کی نشاندھی بیگم صاحبہ نے کی اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اس غبن کی انکوائری کریں ۔ جناب والا ! ستم ظریفی دیکھیے کہ اس 65 لاکھ روپے کا نہ کوئی حساب تھا ، نہ کوئی ایسی سکیم تھی جس میں وہ پیسہ دکھایا جاتا کہ اس طرح اس پیسے کا تصرف عمل میں لایا گیا ہے اور نہ ہی کسی

قسم کا کوئی ریکارڈ تھا ۔ محض یہ دکھا دیا گیا تھا کہ فلاں ایم ۔ این ۔ اے صاحب اور فلاں ایم ۔ پی ۔ اے صاحب نے اتنی رقوم وصول کی ہیں ۔ پانچ لاکھ روپیہ فلاں صاحب نے لیے ہیں ۔ فلاں صاحب نے فلاں سکیم کے لیے اتنے لاکھ روپیہ نکلوایا ہے ۔ تو جناب والا ! اتنی رقم کا ابھی تک کچھ نہیں بتایا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی کھوج لگایا گیا کہ وہ پیسہ کہاں خرچ ہوا ، کہاں غائب ہوا اور کون اس کو اپنے تصرف میں لایا ؟ ۔

جناب والا ! ان حالات میں میں یہ سمجھتا ہوں جتنی بھی ترقیاتی سکیمیں بنائی جائیں اور جتنا بھی پیسہ مختص کیا جائے گا وہ پیسہ قوم کا رائیگاں جاتا رہے گا ۔ پچھلے 5 سال کے عرصہ میں عوامی حکومت نے جس قدر رقوم ترقیاتی پروگراموں اور سکیموں کے لیے فراہم کی ہیں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ لیکن جناب والا عملی طور پر دیکھا جائے تو ان سے استفادہ حاصل نہیں کیا جا سکا اس لعنت کے ساتھ ساتھ یہ ٹھیکیداروں کا طبقہ جو ہے وہ ٹھیکے لیتے وقت بھی اور بولیاں دیتے وقت بھی اپنی رقوم میں وہ ترقیاتی رقوم حاصل کر لیتے ہیں اور ان کا 20 فیصد افسران کو دے دیتے ہیں اور باقی رقوم سے اپنا منافع کماتے ہیں ۔ جناب والا ! میں ایک گزارش کروں گا کہ اگر اس ٹھیکیداری سسٹم کو ختم کردیا جائے تو میرے خیال میں ملک آگے بڑھے گا وگرنہ آگے جانے کی بجائے پیچھے کو چلا جائے گا ۔ عوامی حکومت یہ کوشش کرتی ہے کہ قدم آگے بڑھے لیکن یہ طبقہ پیچھے لے جاتا ہے ۔ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ سڑک بننے کے 4 دن کے بعد پھر ٹوٹ جاتی ہے ۔ پھر دوبارہ خرچ کر کے بنائی جاتی ہے یا اس کو مرمت کیا جاتا ہے ۔ اس پر وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور روپیہ بھی ضائع ہوتا ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب والا ! اس طرح ہمارے قومی سرمایہ کا ضیاع ہو رہا ہے ۔ اس لیے اس کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیے ۔ جناب والا ! میں وزیر خزانہ کی توجہ 2 ترقیاتی سکیموں کی طرف دلاؤں گا ۔ خاص طور پر اینٹیں بچھانے کے متعلق یہاں جو رقم مخصوص کی گئی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سکیم بہت ناقص ہے ۔ اینٹیں بچھا دی جاتی ہیں تھوڑے دنوں کے بعد وہ ٹوٹ

جاتی ہیں یا لوگ اکھاڑ کر لے جاتے ہیں ۔ یہ قوم کے سرمائے کا ضیاع ہو رہا ہے ۔ پھر جناب والا ! ایک سڑک کا 3 میل کا ٹکڑا ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراؤنگا ۔ میں اس کا نام نہیں لونگا ۔ 3 میل پر سولنگ ہو چکی ہے لیکن حالت یہ ہے کہ لوگوں نے اینٹیں اکھاڑ کر اپنے مکانوں میں استعمال کر لی ہیں ۔ یہ مد آپ نے اس بجٹ میں بھی رکھی ہے اور اس میں رقم بھی رکھی گئی ہے لیکن کئی سکیمیں ایسی ہیں جو اس سے بھی زیادہ ضروری ہیں لیکن ان کو نظر انداز کردیا گیا ہے ۔ اس لیے وزیر خزانہ تھوڑی سی تکلیف کر کے یہ روپیہ کسی دوسری طرف خرچ کریں تاکہ ضروری سکیمیں بھی مکمل ہو جائیں اور قومی سرمائے کا ضیاع بھی نہ ہو ۔ اسی طرح کچھ رقوم ایسی سکیموں کے لیے مخصوص کی گئی ہیں جو جاری ہیں ، یہ بہت اچھی بات ہے ۔ لیکن جناب والا ! میں ایک سکیم کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤنگا اور میں حیران ہوں کہ اس کو آپ نے چالو سکیم میں کیوں نہیں رکھا ؟ اس سڑک کا 6 میل کا ٹکڑا آج سے 10 سال پہلے 1965ء میں مکمل ہوا تھا ۔ 4 میل کا ٹکڑا ابھی باقی ہے اس میں جو پیسہ سولنگ کے لیے مختص کیا گیا ہے ۔ یہ پیسہ کسی مزید اچھی سکیم کی طرف منتقل فرمایا جائے ۔ اس کے علاوہ ٹیوب ویل سکیم میں ڈیزل انجنوں کے لیے رقوم مخصوص کی گئی ہیں ۔ اس میں ترمیم کی جائے کہ جہاں بجلی میسر آ سکتی ہے وہاں ٹیوب ویل بجلی کے ہوں ۔ اس پر خرچ بھی بہت کم ہوتا ہے تو کیوں نہ وہاں بجلی کے ٹیوب ویل دیے جائیں ۔ آج کل 25 ہزار روپیہ ٹیوب ویل کی تنصیب پر خرچ ہوتا ہے ۔ آٹھ ہزار روپیہ کی سب سڈی پہلے ہی ہوتی ہے ۔

جناب والا ! میں اپنے ضلع کی مثال مختصراً عرض کروں گا ۔ ہمارا ضلع بہت پسماندہ ہے بلکہ میں اس طرح کہونگا کہ ہمارا ضلع جھنگ بہت ہی پسماندہ ہے یعنی دوسرے ضلعوں کے مقابلے میں پسماندہ ترین ہے ۔ میری یہ گذارش ہے کہ جو رقم جناب وزیر خزانہ نے پسماندہ اضلاع کے لیے اپنے بجٹ میں رکھی ہے اس میں سے کچھ پیسے بھی دی جائے ۔ اس کے ساتھ میں اپنی

تحصیل کی مثال مختصراً عرض کرونگا ۔ ہماری تحصیل چنیوٹ ہے اور سب تحصیل ربوہ ہے ۔ یہ ضلع سرگودھا کے لیے جزو لاینفک ہے ۔ اس لیے اگر اس سب تحصیل کو ضلع سرگودھا میں شامل کردیا جائے تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ جناب والا ! چنیوٹ کے قریب دریا پر بند تعمیر کیا جا رہا ہے ۔ 1975ء میں جناب قائد عوام وہاں تشریف لے گئے تھے تو ان کی خدمت میں تمام چنیوٹ کے باشندوں کی طرف سے گذارش کی گئی تھی کہ اس بند کی کوئی افادیت نہیں ، اس کو ختم کر دینا چاہیے لیکن نا معلوم وجوہات کی بنا پر اس کو مضبوط کیا جا رہا ہے بلکہ اس میں توسیع کی جا رہی ہے ۔ اندرون شہر آبادی 25 ہزار بنتی ہے ۔ اب اس کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے ۔ چناب کا بیڈ پہلے ہی ریت سے بھر چکا ہے اس لیے دریا کے کنارے پر پانی کے پھیلنے اور اس علاقے کے زیر آب آنے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے ۔

Mr. Speaker : Mian Javed Mumtaz Khan Daultana !

Mian Javed Mumtaz Khan Daultana : Mr. Speaker and the Hon'ble Members of the House, I would like to congratulate the Finance Minister for presenting this budget in the House. Sir, this budget could not be called an ideal budget under any circumstances but I would call it a great achievement under the existing circumstances that we have had in the country for the last three months which have gravely affected our country and economy. Sir, it was the long standing demand of people of Vehari that Vehari which was a part of Multan District should be given the status of a separate district. The Quaid-i-Awam, Mr. Zulfiqar Ali Bhutto very kindly accepted this long standing demand of the people of Vehari and declared Vehari a separate district. Mr. Speaker Sir, I think it is a great achievement on the part of Peoples Party Government. This step has very greatly improved upon the chances of development in our district Vehari which remained a neglected region of Multan District.

Now, it became possible that better developments could take place in our area. I would also submit that the people of Vehari don't have to go to Multan which is very far away but they could deal with their ordinary matters in Vehari which is quite nearer. Sir, this district remained under-developed and I am fully aware of its problems. I know the facts that Pakistan has comparatively limited resources because of the agitation etc etc. I know that there has been a lack of finance and it is not possible to look after all the development projects Sir, there are certain problems in our district which I would like to bring to your kind notice and would like to win your sympathy. Sir, in my constituency certain parts are facing certain problems to which I feel that due attention should be paid. First of all Sir, there is a question of "Pacca" road from Chak No. 537 to Khhar Canal. The people of that ilaqa with their own efforts made the Kacha road and in these efforts one person has died. I feel that at least their efforts should be recognized and some-thing should be done in this respect. Their second demand is that a middle school should be constructed in Diwan Sahib. I would like to mention that the population of Diwan Sahib and the area around it is about 15,000 at least.

میاں محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! معزز رکن لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔

مسٹر سپیکر : آپ تقریر پڑھ رہے ہیں یا پوائنٹس دیکھ رہے ہیں ؟

Mian Javed Mumtaz Khan Daultana : Sir, I am consulting the notes. These are the points.

Mr Speaker : Are you consulting the notes or you are reading the paper ?

Mian Javed Mumtaz Khan Daultana : No, Sir, I am just reading the points dealing with the basic problems of the area That is all.

Mr. Speaker : Yes, please continue.

Mian Javed Mumtaz Khan Daultana : Thirdly Sir, there is the problem of construction of a building for a high school in my village. The fact is that approval has already been given that the middle school should be upgraded to high school but so far no action has been taken in this regard Fourthly, a degree college for Vehari has been sanctioned but so far no action has been taken in that regard also. Fifthly Sir, supply of electricity to Chak No. 487 E D has been approved but no action has been taken so far. Sixthly, a dispensary in Chak No. 325-EB is very necessary. This chak has a large area and its population is not less than 50,000. So, a large number of people of this area will benefit from this dispensary. Seventhly, a pucca road should be made from Ratta Golari which is a strip of 14 miles. Eighthly, construction of a pucca road from chak No. 439-EB to 449-EB. I do realise the limited financial resources at the disposal of the government. I also do realise that it may not be possible for the government to do all these things very quickly but I feel that some attention should be paid to the basic demands of the people of that area. I am sure, thousands of people in my area would benefit from all this but, as I have already said, I am aware of the limited resources. However, I would submit that, as the Prime Minister has always stressed, there is great need of development in the rural and backward areas. I would feel most obliged if some-thing is done in this regard.

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا ! معزز ممبر تقریر پڑھ رہے ہیں جو کہ رولز کے خلاف ہے - انہیں ویسے تقریر کرنی چاہیے اور تقریر پڑھنا مناسب نہیں -

Mr. Speaker : The honourable member is consulting his notes. He is not reading the speech.

Mian Javed Mumtaz Khan Doultana : That's all Sir, I have nothing more to say.

مسٹر سپیکر : مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ !

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر ! پیشتر اس کے کہ میں میزانیہ پر کچھ عرض کروں ۔ میں آپ کی وساطت سے پریس والے حضرات سے یہ عرض کروں گا اور طریقہ بھی یہی ہے اصول بھی یہی ہے کہ جو کچھ اس معزز ایوان میں کوئی معزز ممبر کہے یا اپنے خیالات کا اظہار کرے ، چونکہ پریس والے صاحبان اوپر موجود ہوتے ہیں ، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور کانوں سے سن رہے ہوتے ہیں ۔ انہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ، لیکن وہ اس کا ذکر اتنا تو کم از کم کریں جس سے اندازہ ہو سکے کہ اس نے کیا کہا ہے ۔ صرف یہ کہہ دینا کہ فلاں فلاں ممبران نے بھی بجٹ پر بحث میں حصہ لیا ، مناسب نہیں ۔ لہذا میں جناب کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ معزز ممبران جو کچھ بھی کہیں پڑھنے والوں کو اس کا عندیہ معلوم ہو جائے ۔

سردار صغیر احمد : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! ہم پریس سے درخواست تو کر سکتے ہیں لیکن انہیں ہدایت نہیں دے سکتے کہ وہ یوں لکھیں یہ ان کی مرضی ہے لکھیں یا نہ لکھیں ۔

مسٹر سپیکر : سردار صاحب ! میں سمجھتا ہوں کہ ہم نہ تو پریس والوں کو کوئی حکم جاری کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہدایت دے سکتے ہیں ۔ پریس ہمیشہ تعاون کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے ۔ ہاں ! ہم مہر صاحب کی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایوان کی کارروائی کو زیادہ جگہ دی جائے اور یہ بات زیادہ مناسب ہے اس میں کوئی حرج نہیں ۔

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : : جناب سپیکر ! اس ایوان میں بہت سے معزز ممبران نے جناب وزیر خزانہ کو بے شمار مبارک بادیں پیش کی ہیں اور میرے خیال میں مزید مبارک پیش کرنے کی گنجائش نہیں ۔ میں افسوس

سے عرض کروں گا اور مجھے اس بات کا دکھ ہے کیونکہ میں نے وزیر خزانہ کے ساتھ پچھلا دور بھی گزارا ہے - وہ میرے مہربان دوست ہیں - اور میں ان کی قابلیت اور دیانتداری کا قائل ہوں - یہ اس امر کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کے دور میں 1972ء سے لے کر آج تک ایک وزیر کی حیثیت سے اسمبلی میں موجود ہیں اور یہی ان کی دیانتداری کی دلیل ہے - ورنہ ان سیٹوں پر میں نے بہت سی شکلیں بدلتی دیکھی ہیں اور تھوڑے سے عرصے میں بدلتی دیکھی ہیں لیکن مجھے خوشی ہے اور میری یہ دلی تمنا ہے کہ خدا کرے ہمارے ملک میں ایسے انسان پیدا ہوں جن کا دامن بے داغ ہو - جناب والا ! یہ کوئی ایسی بات نہیں ، ہر دور میں اور ہر قوم میں اچھے لوگ بھی آتے رہتے ہیں اور برے بھی آتے رہتے ہیں - جب تک اچھائی برائی پر غالب ہے برائی کا خاتمہ ہوتا رہے گا - افسوس اس بات کا ہے کہ اس دور میں ، پیپلز پارٹی کے دور میں اچھے آدمیوں کو بہت کم موقع ملا ہے اور برے آدمیوں کے متعلق میں مزید کچھ نہ کہوں گا - بہر حال برائی نے زیادہ جنم لیا ہے اور اچھے آدمیوں کو موقع نہیں ملا - جناب والا ! میزانیہ ترقی پذیر ملک کے عوام کے لئے خوشیوں اور امنگوں کا ایک گہوارا ہوتا ہے لیکن اس میزانیہ کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوا ہے کہ یہ اس قوم کے ساتھ ایک المیہ ہے ، ایک سانحہ ہے اور ایک دکھ بھری کہانی ہے جس کو دیکھ کر رونا آتا ہے کہ پنجاب جیسا صوبہ ، جو اس ملک کی سب سے زیادہ پیداوار ، سب سے زیادہ آمدن اور سب سے زیادہ آبادی والا صوبہ ہے اس کو ایسا میزانیہ دیا گیا ہے اور اس بدقسمت اسمبلی کے دور میں دیا گیا ہے جس کے لئے غالباً یہ پہلا اور آخری بجٹ ہے جو میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں ایک مثال ہے ایسا کمزور اور غیر متوازن بجٹ پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا -

جناب والا ! اس کی کیا وجوہات ہیں ؟ جو بھی سانحے یا المیے پیدا ہوتے ہیں - ان کی کچھ نہ کچھ وجوہات ہوتی ہیں - خاص طور پر جب کسی ملک میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہو جائے تو اس ملک میں لازماً معیشت

تباہ ہو کر رہ جاتی ہے ۔ یہی واقعہ ہمارے ساتھ گزرا ہے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ سیاسی استحکام قائم رکھنا کس کی ذمہ داری ہے ؟ جناب والا ! تاریخ شاہد ہے ۔ اور یہ ایک اصول ہے کہ ہر جمہوری ملک میں سیاسی استحکام قائم رکھنا اور ملک کی معیشت کو تباہی سے بچانا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے ۔ اگر موجودہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہی ۔ این ۔ اے کے خلاف یہ بات کہے کہ اس کی غلط کاریوں یا متشددانہ رویے کی وجہ سے بحران پیدا ہوا ہے ۔ تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا ۔ یہ صریحاً موجودہ حکومت کی غلط کاریوں کی وجہ سے ہوا ہے اور میں ان غلط کاریوں کی کچھ نہ کچھ نشان دہی بھی کرتا ہوں ۔ جناب والا ! جب سے پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی ہے ۔ اس وقت سے اس نے قوم کو یہ نعرہ دیا کہ ہم آپ کو روٹی ، کپڑا ، مکان ، انصاف تعلیم اور یہ سب چیزیں دیں گے ۔ لیکن اس کے عوض اس دور میں عوام کو جو کچھ ملا اس کے بارے میں میں کیا عرض کروں ۔ روٹی کپڑا اور مکان تو بن گئے لیکن مہنگائی ، بے حیائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوگیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قوم کے ذہن کو مفلوج کر دیا گیا ۔ مجھے اس کا بڑا دکھ ہے ۔ یہ سب کچھ موجودہ حکومت کی پیداوار ہے ۔ یہ حکومت غریبوں کی بہت ہمدرد تھی ۔ اس حکومت کو غریبوں نے ووٹ دیئے تھے لیکن جس طریقے سے اس حکومت نے اس کی بیوروکریسی نے غریبوں کو لوٹا وہ ایک دکھ بھری داستان ہے ۔ جناب والا ! میں آپ کے سامنے صحیح عرض کروں گا ۔ میرے مشاہدے کی باتیں ہیں ۔ پچھلے دور میں وزرا نے رشوت لینی شروع کر دی ، دولت اکٹھی کرنی شروع کر دی ، غریبوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت کے بھی کافی وزرا ہیں ، ان کی سابقہ پوزیشن کے مقابلے میں موجودہ پوزیشن دیکھی جائے ۔ وہ اس وقت لاہور میں اتنی عالی شان کوٹھی بنائے بیٹھے ہیں کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں ۔ یہ لوگ اپنی حکومت اور اپنے لیڈر سے بے وفائی کرتے رہے ہیں ان کا کوئی حق نہ تھا ۔ یہ ہمیشہ پچھلی حکومتوں پر الزام لگاتے رہے ۔ کہ انہوں نے ایسا غلط کردار پیش کیا ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ پچھلی حکومتوں میں بھی نقص تھے لیکن وہ لوگ باکردار تھے ۔ ان کے کریکٹر تھے ۔

جناب والا ! جناب کے دور میں بھی جو حکومت گزری ہے - اس پر پیپلز پارٹی چاہے جس طرح کیچڑ اچھالے ، ان لوگوں کے کریکٹر پر کوئی الزام نہیں لگا سکتی - میں سمجھتا ہوں کہ مرحوم امیر محمد خان جیسا کریکٹر ہمارے ملک میں بہت کم لوگوں کا تھا - کم از کم کسی آدمی نے ان میں بددیانتی کی آج تک نشان دہی نہیں کی - لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ پچھلے دور میں وزرا صاحبان نے بے پناہ رشوت لی - معمولی معمولی کاموں پر ، تبادلوں پر رشوت لی - چھوٹی چھوٹی نوکریاں دلانے پر ، لائسنس دلانے پر رشوت لی - ان کے کارکنوں نے بھی ان کی تقلید کی جس وجہ سے اس پارٹی اور اس حکومت کو آج ایسا دن دیکھنا پڑا کہ یہ اسمبلی آئی ہے اور اب جا رہی ہے - میں کم از کم اپنے ضلع کے پیپلز پارٹی کے ممبروں کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ جب الیکشن ہوئے تو وہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکتے تھے - پولیس بٹھائی گئی تھی - ایسا کیوں تھا ؟ ایسا اس لیے تھا کہ عوام ان کے خلاف تھے ، پارٹی کے خلاف تھے ، ان کی بدعنوانیوں کے خلاف تھے - جناب والا ! آپ یہی بجٹ لے لیں - یہ بجٹ کیا ہے ؟ اس صوبے میں جتنے ملازمین یا بیوروکریسی ہے ، یہ اس کی تنخواہوں کی ایک سٹیٹمنٹ ہے - جتنی آمد ہے اتنا ہی خرچ ہے - نہ کوئی نئی سکیم ہے ، نہ سڑک ہے ، نہ کوئی نیا کام ہے - یہ بجٹ صرف چند جاری سکیموں پر خرچ کیا گیا ہے اور کچھ بھی نہیں کیا گیا -

رانا محمد اظہر خان : پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر ! میں یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے اسمبلی میں انتخابی مہم شروع کر دی ہے - میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ قوم کو کوئی دکھ نہیں ہوا ، جاگیرداروں کو دکھ ہوا ہوگا - پیپلز پارٹی نے نچلے طبقوں کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور وہ اب بھی پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں - ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : لیکن آپ کی اطلاع کے لیے میں یہ عرض کر دوں گا کہ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہ تھا - پوائنٹ آف آرڈر وہ ہوتا ہے اگر آپ

کسی ایسی چیز کی نشان دہی کریں جس سے کارروائی میں کسی رول یا کسی قاعدے یا قانون کی کوئی خلاف ورزی ہو رہی ہو ۔ تشریف رکھیئے بھروانہ صاحب !

رانا محمد اظہر خان : معذرت چاہتا ہوں ۔

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! اس حکومت میں کئی اصلاحات ہوئیں ۔ تعلیمی اصلاحات ہوئیں ، زرعی اصلاحات ہوئیں ، قانونی اصلاحات ہوئیں ، مزدوروں کی اور صنعتی اصلاحات ہوئیں ۔ لیکن جناب والا ! آپ اس کا نتیجہ دیکھ لیں ۔ تعلیمی اصلاحات کیا ہوئیں کہ ہماری آنے والی نسلوں کو ایسا سبق دیا گیا ، انہیں ایسی تربیت دی گئی ، انہیں تعلیمی اصلاحات سے ایسا فائدہ پہنچایا گیا کہ اس وقت طالب علم کے ذہن میں نہ استاد کی حیا ہے اور نہ ہی چھوٹے بڑے کی تمیز ہے ۔ سکولوں میں اساتذہ کی بہتات ہے اور تعلیمی اصلاحات سے تعلیم یافتہ طبقے میں اتنی بےروزگاری پیدا ہوئی ہے کہ آج تک اتنی بےروزگاری کبھی نہیں دیکھی ۔ پھر مزید لطف کی بات یہ ہے کہ آئندہ سال یکم جولائی سے ہر قسم کی نئی تقرریوں اور ملازمتوں پر پابندی لگا دی گئی ہے ۔ کسی قوم میں بےروزگاری اور مہنگائی ایسی بڑی علامتیں ہیں کہ کوئی ملک ان خامیوں کو دور کئے بغیر ترقی نہیں کر سکتا ۔ جناب والا ! سیاست کوئی ایسی چیز نہیں کہ کوئی کتاب پڑھ لینے سے سیاست آ جائے ۔ یہ ایک تجربہ ہے اور خاص کر پنجاب جیسے صوبے میں ناتجربہ کار سیاست دان ملک کے لیے تباہی کا باعث بن سکتا ہے اور یہی کچھ ہوا ہے ۔ یہ بچوں کا کھیل بنی ہوئی ہے ۔ جس آدمی نے اچھا سوٹ پہن لیا ، اسے وزیر بنا دیا گیا ۔ جناب والا ! وزارت ایک بہت بڑا عہدہ ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں اس کے ماتحت بیوروکریسی میں پرانے گھاگ آدمی بیٹھے ہوتے ہیں ۔ جب تک تجربہ کار ، منجھا ہوا ، پڑھا لکھا اور سمجھنے والا آدمی ان کا نگران نہ ہو تب تک کام چل نہیں سکتا ۔ میں ایک چھوٹی سی وضاحت کرنی چاہتا ہوں ۔ میں نے پہلے بھی نام تو کسی کا نہیں لیا لیکن اس کابینہ میں جو سابق وزیر لیے گئے ہیں ۔ وہ وہی ہیں ۔ جنہوں نے کم از کم بددیانتی نہیں کی ۔

مسٹر سپیکر : لیکن کچھ وزرا ایسے بھی ہیں جو کہ سوٹ نہیں پہنتے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : یہ بھی بجا ہے ۔ جناب والا! میں نام لے کر عرض کروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : بہتر یہ ہوگا کہ آپ نام نہ لیں ۔

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : ٹھیک ہے ۔ میں نام نہ لوں گا ۔ اس کے بعد جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے صوبے میں دیہاتی لوگ بہت زیادہ ہیں ، 86 فیصد آبادی دیہاتیوں کی اور 15 فیصد آبادی شہریوں کی ہے ۔ جب تک یہ حکومت دیہات کی طرف توجہ نہیں دے گی یہ ملک ترقی نہ کر سکے گا ۔ جناب پچھلے سال بھی دیہات کو نظر انداز کیا گیا اور اس سال تو میرے خیال میں دیہات کو دیکھا ہی نہیں گیا ۔ جو بجٹ میں دکھائی گئی ہیں جس طرح کل میرے ایک فاضل دوست نے جو ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا تھا ۔ یہ محض دکھاوے کے لیے ہیں اور دیہاتیوں کے لیے بجٹ میں بالکل کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ۔ جناب والا ! اس وقت 1977ء میں نہ کوئی سڑک کا ذکر ہے اور نہ بجلی کا میں اپنے ضلع کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ ان سات سالوں میں میں یقین سے کہتا ہوں کہ صرف سات میل پختہ سڑک بنی ہے ۔ صرف مرمتیں کی گئی ہیں ان سڑکوں کی جو پچھلی بارشوں میں خراب ہوگئی تھیں ۔ اس کے علاوہ کوئی نئی سڑک نہیں بنائی گئی ۔ پچھلے تین سالوں میں صرف تین مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے اور پانچ پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا گیا ہے ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ زراعت کی ترقی ہے ؟ اسی طرح سے آپ دیکھیں کہ زراعت کی معیشت میں کپاس ایک ایسی جنس ہے جس سے ہم زرمبادلہ کماتے ہیں اور یہ ایک غلط پالیسی کا نتیجہ ہے کہ 1970ء میں چالیس لاکھ گانٹھیں پیدا ہوئیں اور آج سات سال کے بعد میرے علم کے مطابق صرف 29 لاکھ گانٹھیں پیدا ہوئیں ۔ اس کے بعد جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ الیکشن ایک ایسا سانحہ ہے جس کی سزا صرف ہم ہی نہیں بھگت

رہے بلکہ آئندہ 20 سال تک قوم اس کی سزا بھگتتی رہے گی - کیا ضرورت تھی ایسے الیکشن کروانے کی - کس نے کہا تھا کہ قوم کو ایسی مصیبت میں ڈال دیا جائے ؟ الیکشن ہوتا ہے - اور اس کے بعد قوم خوش ہوتی ہے مگر اس الیکشن میں اتنی دھاندلی کی گئی کہ قوم مایوس ہوگئی اور پورے ملک کی معیشت ہنگاموں کی وجہ سے مفلوج ہو کر رہ گئی - جناب والا ! اس حد تک دھاندلی کی گئی کہ قومی اسمبلی کے ممبران تو ایک طرف رہے جب ہم نے یعنی آزاد ممبران نے الیکشن میں حصہ لیا تو ہمیں بھی نہ بخشا گیا - ہمارے ساتھ بھی جتنی زیادتیاں ہو سکتی تھیں کی گئیں - تو اس طرح جو بھی کوئی پیپلز پارٹی کا امیدوار تھا خواہ صوبائی اسمبلی کا یا قومی اسمبلی کا ، اس نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح میں ممبر بن جاؤں - ہو سکتا ہے کہ اوپر سے ایسی کوئی ہدایت نہ ہو مگر خاص طور پر وزراء نے ایسی بد دیانتی کی اتنی دھاندلی ہوئی جس کی مثال میں آپ کو یہ دوں گا کہ سرگودھا کے ایک حلقہ میں 8 پولنگ سٹیشنوں پر پولنگ ہی نہیں ہوا - اتنی بڑی دھاندلی کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ ہم آئے ہیں اور اب واپس چلے جائیں گے - اسمبلیاں توڑ دی جائیں گی - اگر یہ چیز نہ ہوتی تو حکومت اور قوم کو یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا -

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں -

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! میں ایک گزارش ضرور کروں گا کہ اس معزز ایوان نے جس میں یہ بجٹ پیش کیا ہے ' ایسی قانون سازی کی ہے جو ایک مثال ہے اور آج تک قانون سازی کے کام میں ایسا نہیں ہوا - میں آپ کو اس کی مثال دیتا ہوں کہ صرف دو آدمیوں کی لیزیں (leases) کینسل کرنے کے لیے ایک قانون بنایا گیا ہے اور یہ سب کچھ صرف ایک ایم - این اے - صاحب کے کہنے پر کیا گیا ہے - میں جناب والا - عرض کروں گا کہ میرے فاضل وزیر قانون نے ایسی قانون سازی پیش کرکے نا انصافی کی ہے - حکومت کو چاہیئے تھا کہ ایسی بڑی بڑی لیزیں ختم کرتی جس سے لوگ کروڑوں روپے کما رہے ہیں - یہ تو چھوٹی

چھوٹی لیزیں تھیں میجر لیزیں جو کوئلے کی تھیں ان کو اس میں لانا چاہیے تھا ۔ اور انہیں ایسا قانون بنانا چاہیے تھا جس سے تمام لیزیں ختم ہو جاتیں۔ انہوں نے تو صرف دو آدمیوں کے لیے قانون بنایا ہے ۔ اس قانون میں بھی ترمیم کیا گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے 1965ء میں یہ لیزیں لیں اور پانچ سال کے بعد 1970ء میں مزید تیس سال کے لیے ان کو دے دی گئیں ۔ ایک ایم ۔ این ۔ اے صاحب نے ان کو کینسل کروا دیا اور صدر محترم نے پھر ان کو بحال کر دیا ۔ ہائی کورٹ میں چارہ جوئی کی گئی وہاں بھی اس ایم ۔ این اے کو ناکامی ہوئی اور اب اس ایوان میں یہ قانون بنایا گیا ہے جس سے وہ لیزیں کینسل ہو سکیں ۔

مسٹر برکت علی خیور : جناب والا ! یہ بجٹ پر تقریر ہو رہی ہے یا فاضل ممبر حکومت پر تنقید کر رہے ہیں ؟

مسٹر سپیکر : جی ہاں ! وہ بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں اور اس میں وہ حکومت کی کارگزاریوں پر بات کر سکتے ہیں ۔ بے شک قانون پاس ہو چکا ہے (نعرہ ہائے تحسین) ۔

میر محمد ظفر اللہ خان جمالی : جناب ! جس وقت یہ قانون سازی کی گئی تھی ۔ میں نے تو اس وقت بھی اس کی مخالفت کی تھی اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ ایسی قانون سازی کی جائے جس سے آنے والی اسمبلیاں فخر محسوس کریں ۔ (شکریہ) ۔

مسٹر سپیکر : مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی !

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی :

وہ گلہ وفا جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کرے صنم بھی ہلی ہلی

جناب سپیکر ! یہ بجٹ جو اس وقت ایوان میں زیر بحث ہے اس کی بہت سی تعریفیں ہو چکی ہیں اور مخالفت بھی ہو چکی ہے ۔ ہمارے محترم وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالغانی صاحب عالم فاضل انسان ہیں ہمیں ان پر بہت فخر ہے ۔ وہ ایک سلجھے ہوئے آدمی ہیں ۔ ہمیں عادت پڑ چکی ہے ۔ کہ ہم رواج کے

مطابق پہلے اپنا رونا روتے ہیں۔ پچھلے الیکشن میں کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ تر غلطیاں متحدہ محاذ کی طرف سے ہوئیں۔ میری اپنی آنکھوں کے سامنے ایک آدمی مارا گیا۔ میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں دوسروں کے حلقے کا مجھے علم نہیں کہ وہاں کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ مجھے جناب والا! آپ کی ذات پر بھی فخر ہے کہ ہمیں آپ جیسے پرانے تجربہ کار اور قابل شخص ملے ہیں۔ مگر ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ ہم آکر بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے گئے۔ (نعرہ ہائے تحسین) پتہ نہیں ہمارا کیا قصور تھا۔ پہلے تو ہم ان کی باتیں سنتے رہے کہ سات تاریخ کو الیکشن ہونے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ چھ تاریخ کو ہم اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ یہ کہتے رہے کہ ہم نے الیکشن جیت لیا ہے۔ سات تاریخ کی شام تک انہیں کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ تھا۔ رزلٹ سننے کے بعد یہ یک دم پلٹا کھا گئے اور گڑ بڑ شروع ہوگئی۔ 10 مارچ کو ہمارا انتخاب ہوا۔ ہمارا کوئی قصور نہ تھا انہوں نے ہی بائیکاٹ کیا تھا۔ اگر انہوں نے خود ہی بائیکاٹ کیا تھا تو اس کی سزا ہم 250 ممبران کو کیوں مل رہی ہے۔ ہمارا کیا قصور ہے۔ ہم نے کیا گناہ کیا ہے؟ مہربانی کر کے اس پر نظر ثانی کی جائے۔ سینٹر کے انتخابات دوبارہ ضرور ہونے چاہئیں۔ لیکن ہمارے الیکشن کیوں ہوں؟ یہاں تو بائیکاٹ انہوں نے خود کیا ہے۔۔۔۔۔۔

مسٹر سپیکر: مخدوم صاحب! آپ کی یہ اپیل قومی اتحاد سے ہے یا صرف حکومت سے ہے؟

مخدوم الملک پیر شمس الدین گیلانی: جناب والا! میری اپیل قومی اتحاد سے ہے۔ اس کے ایک سرکردہ ممبر مجھے مدینہ شریف میں ملے تھے اور ہم نے دعا بھی اکٹھے پڑھی تھی۔ میں انہیں اس جگہ کا واسطہ دیتا ہوں جہاں پر وہ مجھے ملے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ وہ ہے جس کی یہ تقلید کرتے ہیں۔ جناب والا! نظام مصطفیٰ کے لیے اگر ہم کمیٹیاں قائم کرتے ہیں تو یہ لوگ نا منظور کرتے ہیں:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اور جناب والا ! میں تو یہ کہوں گا کہ :

وہ دیار حسن کے راہنما وہ رواج و رسم کہ الاماں
وہی سر ہمیشہ قلم ہوئے جو جھکے سجود و نیاز میں

عالی جاہ ! مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ میں الیکشن میں کھڑا کیوں ہوا تھا اور اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ ہمارے ساتھ یہ ظلم ہونا ہے تو ہم تو اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہتے ۔ یہ زیادہ بہتر تھا بہ نسبت اس کے کہ ہماری عاقبت یہاں خوار ہوتی اور ہم صرف تین مہینوں کے لیے یہاں آتے ۔ اب ہم آدم علیہ السلام کی سنت ادا کر رہے ہیں ۔ شیطان نے انہیں بھی جنت سے نکالا تھا ۔ اب یہ لوگ ہمیں اسمبلی سے نکال رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر غلام اصغر دستی : جناب والا ! فاضل ممبر نے عاقبت خواری کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ یہ غیر پارلیمانی ہے ، اسے حذف ہونا چاہیے ۔

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی : جناب والا ! یہ میں اپنے بارے میں کہہ رہا ہوں ، دوسروں کے بارے میں نہ میں نے کبھی کہا ہے نہ کہتا ہوں ۔ میں اپنے آپ کے لیے جو چاہوں کہہ سکتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : مجھے امید ہے کہ اس تشریح کے بعد آپ اپنا اعتراض واپس لیں گے ۔

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی : بہر صورت جناب والا ! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ۔ ایمانداری سے کہہ رہا ہوں ۔ اچھا ، اب ان معاملات کو چھوڑتے ہوئے میں اپنے علاقائی مسائل کی طرف آتا ہوں ۔ جناب والا ! ایک شوگر مل احمد پور اور اوچ شریف کے درمیان لگ رہی ہے ۔ وہ مل ایسی جگہ پر لگ رہی ہے جہاں اس کا کوئی فائدہ نہ اوچ شریف کو ہے اور نہ ہی احمد پور کو ۔ پتہ نہیں اس جگہ کے لیے کوئی سفارش ہے ۔ میں 25 سال سے اس علاقے سے ممبر بنتا چلا آ رہا ہوں لیکن میری یہ بدقسمتی ہے کہ نہ میں کچھ اپنے لیے لے سکا ہوں اور نہ اوچ کے لیے کچھ لے سکا ہوں ۔ تہی دامن ہی رہا ہوں ۔

جناب والا ! بہر صورت میں عرض کروں گا کہ یہ ملی اوچ شریف کے قریب لگائی جائے۔ ریلوے لائن احمد پور سے ہیڈ پنجند تک کئی دفعہ سروے ہو چکا ہے ، کئی دفعہ انہوں نے دیکھا ہے۔ آج تک ریلوے لائن پوری نہیں ہوئی۔ ہائی سکول کے لیے میں نے زمین دی ہے ، کمیٹی اور سب تحصیل کے لیے زمین دی ہے۔ انٹر کالج کے لیے انہوں نے کہا تھا۔ میں نے پیش کش کی کہ میں مفت زمین دیتا ہوں آپ کالج بنائیں ، لیکن منظوری کے بعد پھر کالج غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں کیا وجہ ہے۔ 70،80 ہزار کی آبادی ہیڈ پنجند کے قریب ہے۔ وہاں پانی جب بھی آتا ہے تو رات کو آتا ہے اس کے خوف سے نیند نہیں آتی۔ پہلا جو طوفان آیا تھا اس کا پانی 20 ، 25 فٹ اونچا تھا۔ زمینیں جو کہ دریا کے قریب ہیں ان میں سے کچھ سیم زدہ ہو چکی ہیں ، کچھ پانی کی زد میں آ چکی ہیں اور ان کی حالت بری ہے زہرو موری کے قریب سرکار کی زمین موجود ہے۔ جن کی زمینیں سیم زدہ ہوگئی ہیں ان کو متبادل زمین مہیا کریں۔ یہ روہی علاقہ ہے انہیں وہاں زمینیں دی جا سکتی ہیں۔ پہلے جو زمین تقسیم ہوئی ہے وہ ایسے ہوئی ہے کہ نہ ایکڑ بندی ہے اور نہ ہی مربع بندی۔ وہاں پر جو زمین پہلے دی گئی ہے وہ ایکڑ بھی نہیں ہے اور مربع بھی نہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہاں انہوں نے تقسیم کیسے کی ، کیسے ایکڑ اور مربع بنایا ہے ؟ انہوں نے کرم فرمایا ہوگا ، 2 مربع کا ایک مربع ، دو ایکڑ کا ایک ایکڑ۔ یہ تقسیم نظریاتی طور پر ہوئی ہوگی۔ انہوں نے پیسے لے کر یہ زمین تقسیم کی ہے اور لاکھوں روپے کما کر کھا گئے ہیں وہ یہ کام ازسر نو کریں ، ایک کمیٹی بنائیں جو ایمانداری سے اس کام کا جائزہ لے۔ وہاں سیال انڈسٹری بھی کھولیں۔

جناب والا ! اوچ ایک بہت بڑا پرانا شہر ہے۔ ہمارا خیال تو یہ تھا کہ جیسے بہاولپور میں ایک یونیورسٹی قائم ہوئی ہے اسی طرح اس کی ایک شاخ اوچ شریف میں بھی ہوگی کیونکہ اوقاف کے وسائل بہت ہیں ، پیسے بہت ہیں لیکن پتا نہیں وہ پیسے مولوی کھا جاتے ہیں ، اوقاف کے مینیجر کھا جاتے ہیں یا عملہ کھا جاتا ہے۔ یہاں تک تو جناب والا ! میں نے بھی دیکھا ہے

کہ ہمارے علاقے میں ایک مینیجر صاحب تھے - اس کے پاس چابیاں تھیں اور وہ رات کو پیسے نکال لیتے تھے - ان کی شکایت ہوئی ، ان کو معطل کیا گیا - اس نے رٹ کی اور وہ واپس آ گیا - میں نے وزیر متعلقہ سے کہا کہ ایسے خراب آدمی کو ہم سے دور رکھیں - انہوں نے کہا کہ میں کیا کروں وہ عدالت عالیہ کے ذریعہ سے آئے ہیں - میں نے کہا عدالت کا احترام سر آنکھوں پر ، آپ ان کو باہر بٹھا دیں اور کہیں کہ جو لوگ میری ملاقات کو آئیں ان کے نام لکھتے رہیں - جناب والا ! ہمارے علاقائی مسائل بھی ہیں - اوچ شریف اتنا پرانا شہر ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :

اوچ است نیم مکہ اورا مدینہ دان
آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ مے کنند

یہ اوچ بہت پرانا شہر ہے - سکندر اعظم نے یہاں پر کئی پشتیاں باندھی تھیں - ہمارے اوچ شریف میں تمام اولیا کرام ، شش امامی آغا خان سے لے کر میرے خاندان سیدنا غوث الاعظم کے خاندان تک ، حضرت سید جلال الدینؒ ، حضرت مخدوم جہانیاں ، حضرت غوث الاعظم شاہ شمس اور تمام بزرگان دین کے مرقد ہیں - اس لیے اوچ کی مرکزی حیثیت کو بحال کیا جائے - ہم آخری تقریر کر رہے ہیں - شاید آئندہ ہم آئیں یا نہ آئیں ، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے - لاتصر کوالا بحبل اللہ - - - - - -

مسٹر سپیکر : پیر صاحب ! دنیا پر امید قائم است -

مخدوم الملک پیر شمس الدین گیلانی : جی ہاں جناب والا ! اللہ کرے آپ لوگ آ جائیں - میری تو واللہ یہ دعا ہے کہ آپ جو بہترین آدمی ہیں ، ڈاکٹر عبدالخالق صاحب ہیں ، خدا کرے کہ وہ آئیں ہم آئیں یا نہ آئیں ، ہمیں کوئی افسوس نہیں - آپ جیسے نیک لوگ اور شریف آدمی آئیں - بھروانہ صاحب نے سب کو ملا کر پیس ڈالا ہے - ہمارے ایسے وزیر بھی موجود ہیں جو خدا کی قسم تنخواہ نہیں لیتے ، اپنے گھر سے قرضہ منگوا کر کھا رہے ہیں - میں نام لوں گا تو کہیں گے خوشامد کرتا ہے - بہر صورت ہمارے

سامنے رئیس ۔ شبیر صاحب بیٹھے ہیں ۔ ہمارے گورنر صاحب ہیں ، ہمارے اور کئی اصحاب ہیں جنہوں نے تنخواہیں نہیں لی ہیں ، صرف ایک روپیہ تنخواہ لیتے ہیں اور ہم لوگ کیا دے سکتے ہیں ۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں 25 سال سے میں اسمبلی کا ممبر بنتا چلا آ رہا ہوں ۔ ایک آنہ بھی میں نے سفر خرچ وصول کیا ہو تو میں ساری عمر کے لیے سیاست سے ریٹائر ہو جاؤں گا لیکن جناب والا ! یہاں پر اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی ۔ یہ ٹھیک ہے کہ چند برے آدمیوں نے آ کر پلاوجہ پاکستان پیپلز پارٹی اور قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو بدنام کیا ہے ۔

جناب والا ! وہ دنیا کے بھوکے تھے ، ان کو پارٹی کی عزت مطلوب نہ تھی ۔ ان کو یہ پتہ نہ تھا کہ قائد نے کیا کیا قربانیاں دی ہیں ، ان کو قائد کا کوئی خیال نہ تھا ۔ پھر میں یہ الفاظ بھی بار بار سنتا ہوں کہ جاگیردار ، سرمایہ دار ۔ ارے بھائی ! جاگیردار کون رہا ، سرمایہ دار کون رہا ؟

کیا وقت سرمایہ داری گیا
تماشہ دکھا کر مداری گیا

یہ لوگ گزر چکے ہیں ، اب کوئی جاگیردار نہیں ، کوئی سرمایہ دار نہیں ۔ اب تو یہ حال ہے کہ :

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس وقت سب ہم لوگ ایک ہی صف میں کھڑے ہیں ۔ نہ کوئی مخدوم ہے اور نہ کوئی خادم ۔ خادم مخدوم ہے اور مخدوم خادم ۔ جناب والا ۔ جاگیرداری کے خاتمے کے لیے اصلاحات ہو چکی ہیں ۔ ان اصلاحات کے بعد اب کوئی جاگیردار نہیں رہا اور نہ کوئی سرمایہ دار رہا ہے ۔ اب آپ کس کا نام جاگیردار رکھیں گے ؟

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : چودھری محمد زمان !

چودھری فضل زمان : جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے بڑی محنت اور کوشش سے یہ بجٹ تیار کیا ہے۔ گو جناب والا ! یہ بجٹ ہماری امنگوں کے مطابق نہیں اور ہماری ضروریات بھی پوری نہیں کرتا لیکن انہوں نے محنت ضرور کی ہے۔

جناب ، معزز ارکان اسمبلی نے اس بجٹ پر کتنی اچھی اچھی تقریریں کیں اور کتنے اچھے اچھے الفاظ میں بجٹ کی تعریف کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب واقعی اس چیز کے مستحق ہیں۔ جناب والا ! بھروانہ صاحب نے بھی اس کے متعلق کچھ کہا ہے ، میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت سے اس کو تیار کیا ہے۔

جناب والا ۔ سب ڈویژن کھاریاں سے میں منتخب ہو کر آیا ہوں۔ میرے ڈسٹرکٹ گجرات کے لیے اس بجٹ میں کوئی رقم ترقیاتی سکیموں کے لیے مختص نہیں کی حالانکہ یہ بڑا ہی پسماندہ علاقہ ہے اور گجرات ڈسٹرکٹ میں کھاریاں تحصیل سب سے زیادہ پسماندہ ہے۔ وہاں پر اس قسم کے مواضع موجود ہیں ، جہاں پر آج کے زمانے میں بھی جیپ نہیں جا سکتی۔ وہاں پر دلدل کا ایک علاقہ ہے ، سڑکیں نہیں ، کوئی ہسپتال نہیں ، کوئی سکول نہیں ، یہ بہت ہی پسماندہ علاقہ ہے۔ جب سے یہ اسمبلیاں بنی ہیں اس علاقے کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔ جناب والا ! وہاں پر لالہ موسیٰ میونسپلٹی ہے۔ خوش قسمتی سے وہاں کا بجٹ بیس۔ پچیس لاکھ روپے کا ہے۔ وہاں پر ہسپتال بھی ہے ، وہاں ہیلتھ سنٹر بھی موجود ہے اور ضروریات زندگی بھی میسر ہیں لیکن بیس۔ تیس۔ چالیس میل کے ہمارے علاقہ میں نہ کوئی ڈسپنسری ہے نہ سکول اتنے اچھے ہیں۔ چند ایک بہترین ہائی سکول ہیں جو ندی نالوں کی وجہ سے کسی ایک تحصیل سے منسلک نہیں ہیں۔

جناب والا ! وہ تو ندی نالوں کا ایک علاقہ ہے جو پہاڑی کے دامن میں واقع ہے اور یہ ندی نالے ہر سال ہزاروں ایکڑ زمین کو بہا کر لے

جاتے ہیں ۔ ان کے ہیڈز کو اگر نیچا کیا جائے اور ان میں سے مٹی نکالی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے زمین کا کٹاؤ بھی درست ہو جائے گا اور وہاں کے لوگ سیلاب کے نقصان سے بھی بچ جائیں گے ۔ اس طرح سے ہماری معاشی حالت بھی درست ہو جائے گی ۔ جناب والا ! وہاں پر جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو تشریف لے گئے تھے اور انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہاں پر ایک ڈیم بنایا جائے گا جس سے تمام نالے ختم ہو جائیں گے ۔ جناب والا ! اس کی سکیم بنی ، اس کا سروے ہوا ، اس کے لیے رقم بھی مختص کی گئی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس وجہ سے کینسل کردی گئی ۔ ابھی تک اس کے متعلق علم نہیں ہوسکا اور وہ شروع نہیں ہوئی حالانکہ یہ اشد ضروری ہے ۔

جناب والا ! کوٹلہ ککرالی اتنا پسماندہ علاقہ ہے کہ بیس پچیس ہزار کی آبادی کے باوجود نہ وہاں پر لڑکوں کا سکول ہے نہ وہاں پر کوئی ہسپتال ہے ۔ اور نہ کوئی اور چیز ہے ۔ جناب والا ! امر عوامی حکومت کے دور میں ان غریبوں کے لیے کچھ کرنا چاہیے ۔ جناب والا ! ان کے ساتھ ہم نے وعدے کیے ہیں کہ آپ کو سکول دیں گے آپ کو سڑکیں دیں گے آپ کی ہر تکلیف دور کریں گے ۔ آپ کے جان و مال کی حفاظت کریں گے ۔ مگر جناب والا ! ان کے لیے ہم نے کچھ نہیں کیا ۔ تو میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس علاقہ کے لیے آج تک کوئی پیسہ بھی خرچ نہیں کیا گیا ۔ اس کے متعلق بھی کچھ سوچا جائے تاکہ وہ لوگ جو زندگی کی تمام ضروریات سے محروم ہیں ان کو بھی پتا چلے کہ ترقی یافتہ علاقے میں لوگ کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور پسماندہ علاقوں میں کیا حالت ہے ۔ جناب والا ! اس علاقے میں پانچ گاؤں کے علاوہ کسی اور گاؤں میں بجلی نہیں ۔ میری درخواست ہے کہ ان علاقوں کو بجلی دی جائے تاکہ ان کی ضروریات پوری ہو سکیں ۔

جناب والا ! وہاں پر ایک بھی سڑک پختہ نہیں ۔ ماسوائے بھمبر روڈ کے ۔ وہ سڑک گجرات سے بھمبر جاتی ہے وہ سڑک پختہ ہے ۔ مگر اس کی حالت

بھی ناقابل بیان ہے۔ جناب والا ! وہاں سڑکیں نہیں ہسپتال نہیں۔ جناب والا ! میری التجا ہے کہ تیس۔ چالیس ہزار کی آبادی کے قصبہ کوٹلہ ککرالی میں کم از کم ایک ہسپتال ضرور تعمیر کیا جائے۔ وہ لوگ زمین بھی اور نصف خرچ بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔

جناب والا ! لالہ موسیٰ میں میونسپلٹی ہے۔ دو سال سے ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر اس ہسپتال میں موجود نہیں۔ جناب والا ! لالہ موسیٰ میں ہیلتھ سنٹر موجود ہے مگر اس میں لیڈی ڈاکٹر آج تک تعینات نہیں کی گئی صرف ایک ڈاکٹر موجود ہے۔ جناب والا ! اس کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ جناب والا ! ان مدات میں رقمیں تو رکھی جاتی ہیں لیکن ان میں سے خرچ نہیں کی جاتیں۔

مسٹر سپیکر : کیا شروع ہی سے وہاں پر لیڈی ڈاکٹر تعینات نہیں ؟

چوہدری عبد زمان : جناب والا ! اس نے اب پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی لیڈی ڈاکٹر وہاں پر تعینات نہیں کی گئی۔ حالانکہ وہ پچاس ہزار کی آبادی کا ایک شہر ہے۔ اس کے ملحقہ گاؤں میں بھی کوئی ہسپتال نہیں اور نہ کوئی لیڈی ڈاکٹر ہے کہ وہ عورتوں کی دیکھ بھال کر سکے۔

جناب والا ! میرا علاقہ اتنا پسماندہ ہے کہ اگر میں اس کے مسائل بیان کرتا رہوں تو میں سمجھتا ہوں پھر بھی وہ پورے بیان نہ ہو سکیں گے۔ مثلاً بھمبر ایک گاؤں ہے وہاں سے لے کر لالہ موسیٰ تک جو آٹھ میل کا راستہ ہے وہاں پر دو ندی نالے ہیں۔ ان کو عبور کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ نہ ان کے لیے کوئی سڑک ہے نہ سکول اور نہ ہی کوئی ہسپتال۔ اگر کوئی آدمی اس قسم کے علاقے میں بیمار ہو جائے اور اس کو اٹھا کر لالہ موسیٰ یا گجرات یا کھاریاں میں لانا ہو تو تیس میل کے فاصلے تک وہ لوگ مریض کو کندھوں پر اٹھا کر لاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مریض راستے میں ہی دم توڑ جائے۔ جناب والا ! ان لوگوں کی اتنی دردناک حالت کے باوجود ان کی طرف آج تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ تو جناب والا !

میں گزارش کروں گا کہ اس حکومت کو ان کی طرف ضرور توجہ دینی چاہیئے -

جناب والا ! پہاڑوں کے دامن میں ہونے کی وجہ سے اس علاقے میں ندی نالے بہتے ہیں اور وہاں پر دلدلی زمین بھی موجود ہے - اس میں جنگلی جانور موجود ہیں اور ان زمینوں میں جب کاشت کی جاتی ہے تو وہ اس فصل کو بری طرح سے روندتے ہیں - وہ لوگ نہ دن کو آرام کر سکتے ہیں اور نہ رات کو اس کے متعلق میں نے اعلیٰ حکام کو کافی چٹھیاں لکھیں اور ان سے رابطہ بھی قائم کیا ، لاہور میں آ کر ان سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا کہ خدا را وہاں جائیں ، ان لوگوں کی جانوں کو خطرہ ہے ، جنگلی جانور گاؤں میں آ جاتے ہیں اور معلوم نہیں کتنے لوگوں کو انھوں نے نقصان پہنچایا ہے - مگر جناب والا ! اس کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں دی - میں نے منسٹر صاحب سے بھی عرض کی ہے - ان جانوروں کے لیے کئی ایسے ٹیکے ہیں کہ اگر کسی جنگلی جانور کو لگائے جائیں تو دوسرے جانوروں میں بیماری پھیل جاتی ہے جس سے وہ مر جاتے ہیں اور لوگوں کو اس سے نجات مل جاتی ہے - جناب والا ! ان چیزوں کی طرف خاص طور پر توجہ دی جانی چاہیئے کیونکہ ان غریب لوگوں نے ہمیں ووٹ دیے ہیں -

جناب والا ! شہروں کی خوبصورتی کے لیے کروڑوں اور اربوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں حالانکہ دیہاتی لوگ ہی ہمیں ووٹ دیتے ہیں اور اب بھی دیہاتی لوگ ہی ہمیں ووٹ دیں گے - یہ جو شہروں پر پیسے خرچ کئے جا رہے ہیں یہ ہمارے کام نہیں آئیں گے ، یہ تو صرف خوبصورتی کے لیے ہیں یہ کام پھر بھی ہو سکتے ہیں ، دو سال کے بعد بھی ہو سکتے ہیں اور یہ جو خوبصورتی پر خرچ کیا جا رہا ہے اگر وہ ان پسماندہ علاقوں میں ، ان دیہات میں خرچ کئے جاتے تو وہ لوگ آپ کی تعریف کرتے اور عوامی حکومت کی بھی تعریف کرتے -

جناب والا ! یہ بجٹ کوئی اتنا اچھا بجٹ نہیں - اس پر اگر مزید محنت کی جاتی اور کچھ مدات سے رقمیں نکال کر دیہات کے لیے مختص کی جاتیں

تو یہ ایک اچھا بجٹ بن سکتا تھا ۔ دیہاتی غریب عوام کے لیے اس بجٹ میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ امیر تو شہروں میں ہوتے ہیں ۔ جناب والا ! کوٹلہ اور لالہ موسیٰ کے نزدیک جتنے بھی دیہات ہیں وہاں پر کوئی فیکٹری نہیں ۔ حالانکہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے وعدہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو فیکٹری دی جائے گی لیکن ابھی تک پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں کاغذات میں پڑی ہے ۔

جناب والا ! میرے علاقے میں کم از کم ایک فیکٹری پرائیویٹ سیکٹر میں اگر نہ ہو سکے تو گورنمنٹ سیکٹر میں لگائیں ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ وہاں سڑکیں بھی بنائی جائیں ۔ دلاور پور سے لے کر کوٹلہ تک جو سڑک ہے وہ انتہائی ضروری ہے ۔ اس سڑک پر تیس چالیس گاؤں واقع ہیں اور یہ سڑک بھمبر روڈ کے ساتھ [illegible] ہے ۔ اسی طرح کوٹلہ میں ہسپتال کا اور کالج کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔ جناب والا ! اس کے بعد میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا ۔

مسٹر سپیکر : رائے سخاوت علی خان !

رائے سخاوت علی خان : جناب سپیکر ! 1977-78ء کا میزانیہ ایوان میں پیش ہے اور جن نامساعد اور کٹھن حالات میں جناب وزیر خزانہ نے یہ بجٹ پیش کیا ہے اس کے لیے وہ مدائح و ستائش کے مستحق ہیں ۔ قدرتی آفات مثلاً سیلاب ۔ بارش ۔ سیم وغیرہ کے علاوہ کپاس جیسی فصل بیماریوں کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو چکی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات سے بھی زیادہ قومی اتحاد نے اس ملک کی معیشت کو نقصان پہنچایا ہے اور کروڑوں روپے کی ملکیت کو ، سرکاری اور نجی املاک کو اسقدر نقصان پہنچا ہے کہ ہم برسوں اس نقصان کو پورا نہیں کر پائیں گے ۔ تاہم صبر و تحمل کے سوا ہمارے سامنے کچھ نہیں ہے ۔ حافظ ملت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اصلاحی ، انقلابی اور اسلامی اقدام کے پیش نظر شراب ، قمار بازی ، ریس اور نائٹ کلبوں پر پابندی لگائی جس سے ملک کو کروڑوں روپے کی آمدن سے محروم ہونا پڑا ہے ۔ مالیہ 25 ایکڑ سے 50 ایکڑ

تک معاف کر دینے سے بھی خزانے پر بوجھ پڑا ہے تاہم یہ بات خوش آئندہ ہے کہ 57 فیصد کاشتکاران کو اس سے فائدہ پہنچا ہے۔ 4 کروڑ 85 لاکھ روپے کے تقاوی قرضے سیلاب زدگان کو معاف کر دیئے گئے اور کھاد اور ٹریکٹر کے قرضوں کے لیے دو سال کی مہلت دی گئی۔ سیلاب سے کھڑی فصلوں کو نقصان پہنچا۔ بارشوں سے فصلات تباہ و برباد ہوئیں۔ سیم کی تباہ کاریوں سے بے گھر لوگوں کی آباد کاری کے لیے رقوم رکھی گئی ہیں۔ پانچ مرلہ اور عوامی فلیٹ سکیموں کے باوجود جناب وزیر خزانہ نے ایسا بجٹ پیش کیا ہے جو ہمیں مایوس نہیں کرتا اور اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ بجٹ افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لیے سبسڈی سکیم یا سبسڈی امداد میں تمام کے تمام اخراجات کے باوجود صرف 7 کروڑ 5 لاکھ روپے کے خسارے کا بجٹ ہے۔ ان حالات کے تحت میں تہہ دل سے جناب وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب والا! میں نے یہ گزارش کرنی ہے کہ ایک طرف تو کچی آبادیوں کے مکینوں کو پکی آبادیوں میں منتقل کرنے کے لیے بجٹ میں روپیہ رکھا گیا ہے اور دوسری جانب مجھے ان غریبوں کی طرف جناب وزیر خزانہ کی توجہ دلانا ہے کہ کچی آبادیوں کے مکین کم از کم کچے مکان تو رکھتے ہیں لیکن یہ لوگ کچے مکان بھی نہیں رکھتے بلکہ جھونپڑے رکھتے ہیں، وہ جھونپڑے جن پر وہ جھوڑی ڈالتے ہیں۔ کبھی وہ ہواؤں کا شکار ہو جاتے ہیں، کبھی وہ باد و باران کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! مجھے اس موقع پر حکومت کی توجہ جنگ آزادی کے اس عظیم ہیرو کی سرزمین کی جانب مبذول کرانا ہے کہ ان دیہاتی لوگوں پر حکومت کرم فرمائی کرے۔ جناب والا! 1857ء میں گوگیرہ جھامکا کے مقام پر جو جنگ آزادی لڑی گئی اس میں سامراجی انگریز نے زیادتی کر کے اس سرزمین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ حصہ تو ساہیوال کی تحصیل اوکاڑہ میں آتا ہے، کچھ حصہ شیخوپورہ کی تحصیل ننکانہ میں اور کچھ حصہ لائل پور کی تحصیل سمندری میں آتا ہے۔ یہ جتنا حصہ ہے ذرخیز ہے اور یہاں وسائل

بالکل محدود ہیں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو پسماندہ کہتے ہیں مثلاً جناب منظور احمد سوہل فرما رہے تھے کہ ان کی تحصیل پسماندہ ہے لیکن جب سکول اور سڑکیں گنوانے پر آئے تو معلوم ہوا کہ سڑکیں تو اچھی خاصی تعداد میں ہیں صرف مرمت طلب ہیں۔ میری صرف اتنی گزارش ہے کہ اس علاقے کو پسماندہ قرار دے کر اسے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے۔ جناب والا! لائل پور ٹاپ کلاس ضلع ہے۔ ایسے ہی ساہیوال کا ضلع ہے۔ شیخوپورہ بھی مونجی کی اچھی خاصی قیمت ہونے کی وجہ سے اچھے اضلاع میں آتا ہے۔ لیکن یہ تحصیلوں کے بچے ہوئے حصے جو اصل میں گوگیرہ سے تعلق رکھتے تھے اور ضلع کے کسی حصے سے کم نہیں یہ 1857ء سے اس وقت تک مار کھا رہے ہیں۔ ان کی آمدن اور مواصلات کا انتظام بالکل نہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے وقت میں صرف لائل پور سے ایک سڑک ستیانہ تا جھامبڑا بنائی گئی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ایک پل دریا پر ایسا بنایا جائے جو گوگیرہ اور جھامبڑا کو ملا دے۔ جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے، حکومت اخراجات کرنے پر آئی ہوئی ہے۔ جیسے راوی کے پل کے سامنے ایک بوسیدہ بارہ دری ہے، پرانی روایات کو قائم رکھنے کے لیے ہم اس پر کروڑوں روپے لگائیں گے۔ لیکن وہ حریت پسند جنہوں نے آزادی کے لیے جانیں دیں اور ہمیشہ کے لیے اپنی نسلوں کو برباد کر دیا، ان کے لیے حکومت ایک پل دریا پر تعمیر نہیں کر سکتی وہ برادریاں جو دریا کے کچھ ایک جانب اور کچھ دوسری جانب ہیں وہ ایک دوسرے سے ملنے سے بھی قاصر اور مجبور ہیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ میں یہ گزارش کروں گا کہ دریا کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے زمیندار کاشت کرتے ہیں۔ دریا کے پیٹ میں جھاڑیاں۔ بوٹے اور سرکنڈے پیدا ہو گئے ہیں۔ جہاں سوروں نے اپنی آماجگاہیں بنا لی ہیں۔ وہ لوگ جو بھی تھوڑی بہت کاشت کرتے ہیں وہ ان سوروں کی نذر ہو جاتی ہے۔

جناب والا! تین چار سال ہوئے ہاڑی پتن پر ایک پل بن رہا تھا لیکن زیادتی کی بات یہ ہے کہ جب وہ پایہ تکمیل تک پہنچنے کو آیا تو

کرین کے ذریعے اس کے دو سلیپر گرا دیئے گئے ۔ لیکن اخبار میں ٹھیکے دار نے یہ خبر دی کہ یہ سلیپر آندھی سے گر گئے ہیں ۔ میں گزارش کرتا ہوں معمولی سے تنکے یا سرکنڈے تو آندھی سے اڑ سکتے ہیں لیکن وہ تو سلیپر تھے ۔ وہ بہت بھاری تھے ۔ انہیں انسان بھی نہیں اٹھا سکتا ۔ وہ کرین کے ذریعے اٹھائے جاتے ہیں اور کرین کے ذریعے ہی نیچے اتارے جاتے ہیں ۔ یہ نا معلوم کتنے نقصان کا پیش خیمہ ہے ۔ اس لیے میں اس کیس کی تحقیقات کا مطالبہ کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : رائے صاحب ! تقریر ختم کرنے کی کوشش فرمائیں ۔

رائے سخاوت علی خان : جناب والا ! ایک درویش کا ذکر ہے ، اس نے مرید سے کہا کہ شیرینی تقسیم کرو ۔ مرید نے کہا رسولی تقسیم کروں یا خدائی ؟ درویش نے کہا "خدائی وٹ کر" تو مرید نے ساری شیرینی ایک ہی شخص کو دے دی ۔ جناب والا ! جہاں آپ نے اتنا کیا ہے وہاں ہمارے لیے بھی کچھ کریں اور اس درویش والی بات نہ کریں ۔ تلہ گنگ کی آبادی تقریباً 50 ہزار کی ہے ۔ وہ دریائے راوی کے کنارے پر ہے ۔ اس کے دیہات کی بھی بہت اہمیت ہے ۔ جیسے پنجاب کے اندر لاہور کی اہمیت ہے ۔ موجودہ بجٹ میں تاندلیانوالہ شہر کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی گئی جو آبادی کے لحاظ سے دوسرے قصبات کے مقابلہ میں بڑا ہے ۔ یہاں 2 کالج طلباء اور طالبات کے لیے بنائے جائیں ایک ایگرو ٹیکنیکل ہائی سکول قائم کیا جائے اور پرائمری سکولوں میں اضافہ کیا جائے ۔ پینے کے پانی کی ٹینکی 3 ماہ ہوئے مکمل ہو چکی ہے ۔ لیکن ٹینکی میں پانی نہیں آیا اس لیے اس ٹینکی سے آبادی کو پانی میسر نہیں آ رہا ۔ سیٹلائٹ ٹاؤن کی سکیم ایک سال سے منظور ہو چکی ہے لیکن پلاٹ تقسیم نہیں ہو رہے ۔ گزارش ہے کہ پلاٹ جلد تقسیم کئے جائیں ۔ تاندلیانوالہ کو ٹیوب ویل بھی دیئے جائیں ، مہر شاہانہ کو تحصیل کا درجہ دیا جائے ۔ مہر شاہانہ پر ایک پل ہے اگر اس کو مکمل کیا جائے تو ضلع ساہیوال کی سڑک پتن تک مکمل ہو جائے گی ۔ کیونکہ دوسری جانب سے بھی سڑک مکمل ہو کر مہر شاہانہ تک

آ چکی ہے - پتن پر اس پل کے ذریعے آمد و رفت میں سہولت ہو جائے گی - مہر شاہانہ میں پرائمری سکول کا اضافہ کیا جائے - اور چک نمبر 594 میں مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دیا جائے ایک سڑک کے متعلق میں 5 سال سے متواتر گزارش کر رہا ہوں - اس کی بڑی اہمیت ہے - یہ سڑک پل جان محمد سے ماڑی پتن تک بنائی جائے تاکہ اس سڑک کے کنارے بسنے والے گاؤں کے لوگوں کو مواصلات کی سہولتیں فراہم ہوں - یہاں پر جرائم بھی ہوتے ہیں - اس سڑک کے بننے سے جرائم کو کنٹرول کرنے میں مدد ملے گی -

مسٹر سپیکر : محمد شریف پیرزادہ !

محمد شریف پیرزادہ : جناب سپیکر ! زیر بحث بجٹ پر مجھ سے قبل فاضل ارکان نے بڑی عالمانہ اور فاضلانہ تقاریر کی ہیں اور بڑی قیمتی تجاویز بھی پیش کی ہیں - اب میں نہیں سمجھتا کہ کچھ کمی باقی رہ گئی ہو - بہر حال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا - میں یہ کوشش کروں گا کہ نہایت مختصر الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں - جناب والا ! زیر بحث بجٹ پر جب ہم اظہار خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان عوامل کو ، ان حقائق کو اور ان واقعات کو سامنے رکھنا ہوگا جو پچھلے سالوں میں رونما ہوئے - اس بجٹ کی تیاری امر دوران ہوئی جب یہ واقعات رونما ہو رہے تھے تو ہمیں اس دوران ملک کی معاشی اور اقتصادی حالت پر ایک نظر ڈالنا پڑے گی - جناب والا ! جب عوامی حکومت برسراقتدار آئی اور ہمارے عظیم قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو کچھ چیزیں ہمیں ورثہ میں ملیں - جناب والا ! آپ جانتے ہیں کہ اس وقت ملک کی کیا صورت تھی - ملک دو ٹکڑے ہو چکا تھا ، معیشت تباہ ہو چکی تھی ، اقتصادی حالت خراب تھی - جس شعبے میں بھی نظر ڈالیں اندھیرا ہی اندھیرا تھا - لیکن ہمارے عظیم قائد نے اپنی ذہانت سے ، اپنی فراست سے ، اپنی سیاست سے ، اپنے شعور سے ، اپنے تدبر سے اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ملک کی تعمیر نو کی -

جہاں اندرونی طور پر معاشی استحکام پیدا کیا اور اقتصادی حالت کو ٹھیک کیا وہاں بیرونی سطح پر بھی ملک کے وقار کو بلند کیا۔

جناب والا! ہر سال ایسے عوامل اور ایسے عناصر سر اٹھاتے رہے جنہوں نے پاکستان کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا اور جو ہمیشہ بیرونی عناصر اور سامراجی طاقتوں کے ایجنٹ اور آلہ کار بنے رہے۔ انہوں نے اشتعال انگیزی، تخریب کاری اور تشدد سے ملک کی معیشت کو تباہ کرنے اور ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی۔ جناب والا! خاص طور پر پچھلے ماہ کے دوران جو واقعات ہوئے ہیں ان میں حزب اختلاف، قومی اتحاد اور ان سیاسی جماعتوں نے جو پاکستان کے خلاف تھیں، جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی، جنہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کو کافر اعظم کہا تھا، جنہوں نے یہ کہا تھا کہ پاکستان نہیں بن رہا یہ کافرستان بن رہا ہے، جن جماعتوں نے اس وقت پاکستان کی مخالفت کی تھی، انہی 4 سیاسی جماعتوں نے 9 ستاروں کی شکل میں قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے پچھلے ماہ اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا جذباتی نعرہ لگا کر، اسلام کا جذباتی نعرہ لگا کر، خون کی ہولی کھیلی، تشدد کیا، ہنگامہ آرائی کی اور ملک کی اقتصادی حالت کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ آج جناب والا! حزب اختلاف کے ایک معزز رکن نے کہا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی اور اس کی وجہ سے ملک میں ہنگامہ آرائی ہوئی انہوں نے اس کا مورد الزام بھی ہم ہی کو ٹھہرایا ہے۔

جناب والا! وہ فاضل دوست اس وقت یہاں نہیں بیٹھے۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی حلقے میں چلیں۔ کسی گاؤں میں چلیں۔ یا کسی شہر کے 5۔ 10 محلوں میں چلیں وہ جو علاقہ بھی منتخب فرمائیں۔ میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے 80/75/70/65 فیصدی آبادی ایسی ہے جو یہ کہے گی کہ ہم نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیئے تھے، ہم نے تلوار کو ووٹ دیئے تھے اور ہم قائد عوام کی قیادت میں ان کی ذات میں اور ان کی شخصیت میں غیر متزلزل ایمان اور یقین رکھتے

ہیں ۔ جناب والا ! ہماری بد قسمتی یہ ہوئی کہ یہاں اربوں روپے کی املاک کو تباہ کیا گیا ، ملک کی معاشی حالت کو تباہ کیا گیا اور ملک کی اقتصادیات کو تباہ کیا گیا ۔ جناب والا ! یہ وہ عوامل ہیں جن کو بجٹ کے دوران سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ اگر ہم یہ باتیں سامنے رکھ کر بجٹ پر اظہار خیال نہ کریں گے تو یہ سراسر ناانصافی ہوگی ۔ میں وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے انتہائی نا مساعد ، کٹھن اور مشکل حالات میں ایک ایسا متوازن اور حقیقت پسندانہ بجٹ پیش کیا ۔ جس میں کوئی ایسا ٹیکس نہیں لگایا گیا جس کا بوجھ عوام پر پڑتا ہو ۔ جناب والا ! ہمیں پنجاب کے بجٹ کی تاریخ پر بھی نظر ڈالنی ہوگی ۔ آج سے 40 سال پہلے 38-1937ء میں جب اس وقت کے وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کیا تھا تو وہ 11 کروڑ روپے کا تھا ۔ آج 40 سالوں کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے کس صورت میں آمدنی اور اخراجات کے تخمینے میں ترقی کی ہے ۔ اگر اس وقت کے پنجاب کے رقبے اور آبادی اور آج کے رقبے اور آبادی کو مد نظر رکھا جائے تو جہاں 40 سالوں میں ہم نے سو گنا ترقی کی ۔ وہاں آبادی اور رقبے کے تناسب سے دیکھا جائے تو 150 گنا ترقی بنتی ہے ۔ ہمیں بجٹ کی ترتیب کے دوران یہ بات بھی مد نظر رکھنی ہوگی کہ کون کون سی ایسی مدیں ہیں جہاں سے ہمیں محاصل حاصل ہوتے ہیں ۔ ہمارے ذرائع آمدن کون کون سے ہیں ؟ آپ جانتے ہیں کہ اس ملک کی معیشت کا تمام تر دارو مدار زراعت پر ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اس وقت یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان سنہری اور نقرئی ریشے سے مالا مال ہے جس سے اس ملک کو اقتصادی استحکام ملے گا ۔ لیکن یہ امر انتہائی تشویش ناک ہے اور باعث تکلیف ہے کہ ہم نے ابھی تک کپاس کے میدان میں خود کفالت حاصل نہیں کی ۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ پچھلے سالوں میں موسم میں تبدیلی کی بنا پر اس فصل کو بے حد نقصان پہنچا ۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ اس ملک کے 50 لاکھ کاشتکاروں کی آمدن کپاس کی فصل سے وابستہ ہے ۔ آج یہ بھی

دیکھنا ہوگا کہ دوسرے ممالک مثلاً میکسیکو ، ٹرکی ، ایران وغیرہ کی آج کی پیداوار ہماری پیداوار سے تین گنا ہے - ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ہم آج تک کپاس کی فصل کو کیوں ترقی نہ دے سکے ؟ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ 72-1971ء میں تمام پاکستان کی کپاس کی پیداوار 40 لاکھ گانٹھ تھی - - - -

(اس مرحلہ پر مسٹر سپیکر منوھا بطور چیئرمین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

- - - - ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ اگر 72-1971ء میں ہم نے اتنی کپاس حاصل کی تھی تو آج کن عوامل اور کن عناصر کی بنا پر ہماری کپاس کی فصل اتنی نہ ہوئی ؟ یہ بات تشویش ناک ہے کہ 30 لاکھ گانٹھ کی بجائے ہمیں 77-1976ء میں صرف 15 لاکھ گانٹھ حاصل ہوئی - اس سلسلے میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ 72-1971ء میں ہم نے ایک ارب چار کروڑ روپے کا زر مبادلہ کمایا لیکن 77-1976ء میں زر مبادلہ تو درکنار ہمیں اپنی ٹیکسٹائل کی صنعت کو فروغ دینے کے لیے کپاس درآمد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی - میں ان عوامل کی طرف آنا چاہتا ہوں کہ کاشتکار کو کپاس کی پیداوار بڑھانے کے سلسلے میں کن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے - جناب والا ! تخمینے کی رو سے اس کی فی ایکڑ پیداوار 134 روپے بنتی ہے اور فی ایکڑ لاگت 134 روپے بنتی ہے اور اگر امریکن قسم کی کپاس کو لیا جائے تو پچھلے سال کے حساب سے لاگت 131 روپے بنتی ہے - اور چار روپے فی ایکڑ منافع بنتا ہے جو ایک کاشتکار کے لیے بہت تھوڑا ہے - اگر 77-1976ء کا تخمینہ سامنے رکھا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ اس وقت کے حساب سے فی ایکڑ لاگت 260 روپے بنتی ہے جب کہ اس کی قیمت فروخت 136 روپے تھی - ان حالات میں آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک کاشتکار کے لیے ایسی کیا ترغیب ہو سکتی ہے جس سے وہ اس فصل کی طرف توجہ دے - جناب والا ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیکسٹائل کی صنعت بحران کا شکار ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر ریٹ اس سے زیادہ نہیں بڑھا سکتے تو کم از کم

یہ تو ہونا چاہیے کہ ہم کاشتکاروں میں ایسا جذبہ ، ایسا ولولہ اور جوش پیدا کریں جس سے انہیں اس فصل کی طرف زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی ترغیب ملے ۔ جناب والا ! یہ کہا گیا کہ ہم نے کاشتکاروں کو اتنے کروڑ روپے کی کھاد ، اتنے کروڑ روپے کے بیج اور اتنے کروڑ روپے کی ادویات مہیا کیں ۔ ٹھیک ہے لیکن ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ کون سے عوامل ہیں اور وہ کون سے باتیں ہیں کہ اگر آج بھی آپ کسی ضلع میں چلے جائیں تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کہیں بھی حالات تسلی بخش نہیں ۔ میرا تعلق اس ضلع سے ہے جو زرعی اعتبار سے پاکستان کا نمبر ایک ضلع ہے میرا تعلق تحصیل دیپال پور سے ہے ۔ اگر آپ پچھلے سات آٹھ سالوں کے اعداد و شمار دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تحصیل دیپال پور پنجاب کی وہ واحد تحصیل ہے جہاں کپاس اور گندم کی پیداوار سب سے زیادہ ہوتی ۔ تو میں انتہائی وثوق سے یہ عرض کروں گا کہ آپ اس پر توجہ فرمائیں ۔ میں یہ کہوں گا کہ ہمارے وزیر زراعت کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عوامی حکومت نے جو چیزیں ان کاشتکاروں کو دینے کی کوشش کی ہے اور اس پر جو کروڑوں روپے کا سرمایہ لگایا ہے کیا یہ چیزیں ان تک پہنچتی بھی ہیں یا نہیں ؟ یہ اے ڈی بی والے سفید ہاتھی ، آپ ان کے ڈپوؤں پر جائیں تو آج بھی وہاں 557 کا بیج ، جو بہترین کوالٹی ہے ، پڑا ہے اور انہوں نے آج تک وہ بیج کاشتکاروں میں تقسیم نہیں کیا ۔ سی ٹی سی والے کہتے ہیں کہ وہ کھاد تقسیم کر رہے ہیں لیکن انہوں نے اس پر 12 فیصدی سود لگایا ہوا ہے ۔ وہ بھی کاشتکاروں کو نہیں پہنچتی ۔ ادویات کی پوزیشن یہ ہے کہ بارش کی وجہ سے فصلوں پر کیڑے مکوڑوں کا حملہ ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود سی ٹی سی والے کسی ضلع میں وہ ادویات نہیں دے رہے اور نہ ہی ان تک مشینیں پہنچی ہیں اور اگر پہنچی ہیں تو وہ دے نہیں رہے ۔ اس سلسلے میں ادویات کے ہوائی چھڑکاؤ کے متعلق بھی کچھ عرض کروں گا کہ یہ سرمائے کا ضیاع ہے ۔ اس سے کسی بڑے زمیندار کو تو فائدہ پہنچ سکتا ہے لیکن عام کاشتکار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ۔ اس

سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ اتنا نقصان ہوتا ہے کہ دیہات کے 70.80 فیصدی لوگ بھیڑ بکری اور مویشی پال کر گزارہ کرتے ہیں تو جناب والا ! اپریل سہرے سے انہیں جو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان دنوں میں چارہ نہ ملنے کی وجہ سے کچھ مویشی بھوکے مرتے ہیں یا اس سہرے شدہ چارے کو کھانے سے بے شمار قیمتی مویشی ہلاک ہو جاتے ہیں اگر اس سلسلے میں سبسڈائزڈ ریٹ پر اپریل سہرے کی دوائیاں کاشتکاروں میں تقسیم کی جائیں تو اس سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ جناب والا ! آپ جانتے ہیں کہ تعلیم کے شعبے میں عوامی حکومت نے بڑی توجہ دی۔ تعلیم کے شعبے میں عوامی حکومت نے جتنا کام کیا۔ اس سے پہلے تاریخ میں کسی حکومت نے اتنا کام نہیں کیا۔ پچھلے دنوں میں نے سنا کہ ہماری حکومت یہ سوچ رہی ہے کہ نجی اداروں کو، پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو دوبارہ اجازت دی جائے۔ جناب والا ! یہ بات بڑی حوصلہ افزا ہے۔ اگر یہ اجازت مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم تعلیم کے شعبے میں مزید ترقی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس میں دو باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ غیر ملکی مشنری تعلیمی ادارے جن کے بارے میں 1971-72 میں یہ کہا گیا تھا کہ دوسرے مرحلے میں انہیں بھی قومی تحویل میں لیا جائے گا یہ آج تک نہیں لیے گئے کسی بھی دباؤ کے تحت کسی بھی مصلحت کے تحت انہیں اب اجازت نہیں ملنی چاہیے کیونکہ بین الاقوامی اسلامی تعلیمی کانفرنس جو مکہ معظمہ میں منعقد ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ کسی اسلامی ملک میں اب غیر ملکی مشنری تعلیمی اداروں کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

مسٹر چیئرمین : مسٹر مختار احمد بھٹی !

چودھری مختار احمد بھٹی : نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سپیکر ! آپ سب جانتے ہیں بلکہ سارے زمانے پر آشکارا ہے کہ ہماری ملکی معیشت کی چادر کچھ اتنی ہے کہ اگر ہم اس سے اپنے پاؤں ڈھانپنا چاہتے ہیں تو ہمارا سر ننگا ہوتا ہے اور اگر ہم سر ڈھانپنے کی کوشش

کریں تو ہمارے پاؤں ننگے ہوتے ہیں اس پر طرہ کہ چند لیڈران گرامی قدر نے نظام مصطفیٰ کے متبرک نام پر اسے اور بھی تار تار کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اب اگر اسی موقع پر وزیر خزانہ نے ایک ایسا بجٹ پیش کیا ہے جس میں تھوڑا بہت خسارہ دکھایا گیا ہے اور پھر اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے کم سے کم ٹیکس لگانے کی بھی کوشش کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ ان کی ایک بہت اچھی تخلیق ہے اور میں انہیں اس پر دل کی گہرائیوں سے مبارک دیتا ہوں ۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلامی ضابطہ اخلاق میں یہ بات کہیں بھی تحریر نہیں اور ہم بحیثیت مسلمان یہ بات کبھی نہیں مانتے کہ اسلام نے یہ اجازت دے رکھی ہو کہ ہم غریبوں کے خون سے ہولی کھیلیں اور ملکی معیشت پر اتنی تباہ کن ضربیں لگائیں کہ اس کے بعد ہمارے پاس نہ کچھ کھانے کو رہے اور نہ کچھ پینے کو ۔ جناب والا ! انہی حالات کے پیش نظر میں یہ کہنے سے باز نہیں آؤں گا کہ آج جو لوگ اکٹھے ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ بجٹ میں خسارہ ہے معیشت کے ساتھ یہ ہوا ہے اور وہ ہوا ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہیں رستے سے ہٹا کر پیپلز پارٹی نے ملکی معیشت کو سنوارنے کی کوشش کی ۔ لیکن یہ صرف اپنی چودھراہٹیں قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ چاہتے ہیں کہ ملکی معیشت پر صرف اور صرف ان کا یا ان کے گنے چنے چند ساتھیوں کا ہولڈ رہے اور غریب اس ملک میں کبھی ترقی نہ کر سکیں ۔ حضور والا ! میں تو کسی حالت میں ان کی اس بات کی تائید کرنے کو تیار نہیں کیونکہ ہم صرف اور صرف غریبوں کے ووٹ سے منتخب ہو کر یہاں پہنچے ہیں اور میں اس بات پر بھی فخر کرتا ہوں کہ ہمیں صرف اور صرف غریبوں نے ووٹ دیئے ۔ کسی بھی رئیس یا سرمایہ دار نے ہمیں ووٹ نہیں دیے (نعرہ ہائے تحسین) ۔ اگر ہم یہاں غریبوں کے مسائل حل کرنے کی بجائے صرف اور صرف چند آدمیوں کے مسائل کو پیش نظر رکھیں گے تو میرے خیال میں ہم غریبوں کا حق نمائندگی ادا نہیں کریں گے بلکہ ان کے ساتھ غداری کریں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کا کوئی بھی رکن یہ نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے محسنوں ، غربا

اور مساکین کے ساتھ غداری کرے ۔ جناب والا ! اس کے بعد چونکہ میں بھی ایک ایسے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ جہاں پر آپ سمجھتے اور جانتے ہیں کہ مسائل ہی مسائل ہیں ان میں ایک مسئلہ تو بڑا ہے ۔ اس کے ہیرو کردار کو یا تو میں کسی دیو مالائی کہانی کا ڈراؤنا یا خوف ناک کردار کہہ سکتا ہوں یا پھر الفرڈ ہسکی کے وان کا مسپنس کردار کہہ سکتا ہوں ۔ حضور والا ! آج کل ڈرتا ہوں کچھ ، پھر کیف آج کل ۔ ۔ ۔

مسٹر چیئرمین : یہاں بات کرنے کی پوری آزادی ہے ۔

چودھری مختار احمد بھٹی : تھینک یو سر ۔ ہماری کچھ بد قسمتی ہے کہ ایس ۔ پی جہلم صاحب نے ہمارے علاقے کے ایک گاؤں میں زمین الاٹ کرا رکھی تھی بلکہ شاید انہوں نے وہ تین لاکھ میں خریدی تھی ۔ وہاں قضیے کے لیے دس بارہ گاؤں کو ڈسٹرب کیا جا رہا ہے ۔ جو وہاں کے مزارعین ہیں ان بیچارے غریبوں کی برادری دس بارہ گاؤں میں پھیلی ہوئی ہے ۔ ایک مزارع کو ڈسٹرب کرنے کے لیے تھانیدار کو حکم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں گاؤں والا جو ہے ۔ اسے پکڑو ، اسے مارو ۔ حضور والا ! جب میں وہاں ووٹ مانگنے گیا تھا ۔ کیونکہ یہ میرے ہی حلقے میں ہے ۔ میں جب وہاں ووٹ مانگنے گیا تب بھی ایک ورکر کو تھانے کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جا رہا تھا ۔ جب میں منتخب ہو کر حلقے میں نکلا پھر بھی مجھے وہی واقعہ نظر آیا ۔ آج بھی اگر میں جاؤں گا تو میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید وہی ہو کیونکہ اس میں کم از کم اٹھائیس مقدمات درج ہو چکے ہیں اور ان میں کم از کم سو آدمی ملوث کیے جا چکے ہیں ۔ میں معزز سینیٹر وزیر سے گزارش کروں گا کہ وہ اس کا کوئی نہ کوئی نوٹس لیں ۔ دوسری طرف جب وہ غریب مزارعین کوئی پرچہ دینا چاہتے ہیں تو ان کا پرچہ سرے سے ہوتا ہی نہیں ۔ وہاں ایک اے ۔ ایس ۔ آئی بھی جہلم سے بھیجا گیا ہے ۔ میرے خیال میں جب تک وہ موجود رہیں گے ایسا ہی ہوتا رہے گا ۔ میں گزارش کروں گا کہ اس کا کوئی نہ کوئی نوٹس لیا جائے ۔ اب جناب والا ! بجٹ میں دو یا تین مدات میں جو رقوم ہیں ان میں سے ہی

میں کچھ نہ کچھ مانگ سکتا ہوں ۔ جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ اے ۔ ڈی ۔ پی میں ہمارا بھی کچھ حق ہے ۔ جب سے پاکستان بنا ہے ہماری تحصیل میں بالکل کم سڑکیں بنی ہیں اور ایک سڑک اگر بنی ہے تو وہ بھی مرمت طلب ہے اور اس میں اتنی مرمت کی ضرورت ہے کہ شاید ایسے نیا بنانا پڑے ۔ حضور والا ! یہ ہے کوٹ نکا کی سڑک حافظ آباد سے ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت ایک سڑک بن رہی ہے تقریباً شاہ جمال تک اس کی گراؤنڈ لیولنگ مکمل ہو چکی ہے ۔ یہ ڈبلدار روڈ ہے ۔ یہ پنڈی بھٹیاں کو بھی ملاتی ہے اور اس سے پنڈی بھٹیاں تک مسافت بھی کم ہو جاتی ہے ۔ درمیان میں جو علاقہ ہے اس میں چالیس پچاس دیہات آتے ہیں یہ سڑک ان کے بالکل درمیان سے گزرتی ہے کوئی گاؤں بھی ایسا نہیں جو اس سے دور رہ جاتا ہو ۔ حضور والا ! ہمیں اس علاقے میں جانے کے لیے تکلیف ہوئی اور ہم نے وہاں میٹنگیں کیں ہم نے اس وقت مائیک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ اگر یہ سڑک نہ بنی تو ہم ممبر نہ رہیں گے ۔ حضور والا ! اس سڑک سے چالیس پچاس دیہات کو فائدہ ہوگا ایک سڑک سنوواں تارڑ سے سکھیرے والی گاؤں کو ملاتی ہے ۔ اس سے بھی کم از کم تیس دیہات کو فائدہ ہوتا ہے ۔ ایک اور سڑک خانقاہ ڈوگراں سے نوخیل آتی ہے ۔ اس پر بھی کم از کم پندرہ دیہات ہیں ۔ حضور والا ! یہ چھوٹی چھوٹی سڑکیں ہیں ۔ ان کے علاوہ حافظ آباد سے اجمیر والا روڈ ہے جو چلے شروع ہو چکی ہے لیکن پتہ نہیں اس کا کیا طریقہ ہے ۔ کہتے ہیں یہ سال میں دو میل بنتی ہے مگر جب دوسرا سال آتا ہے تو پچھلے دو میل بھی نہیں ہوتے ۔ حضور والا ! اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ سڑک بھی پانی وسے کو دے دی جائے تاکہ یہ ایک ہی سال میں مکمل ہو سکے ۔

مسٹر چیئرمین : آپ نے پنڈی بھٹیاں سانگلہ روڈ کا ذکر نہیں کیا ۔

مسٹر مختار احمد بھٹی : حضور والا ! یہ ہماری خوش قسمتی ہے ۔ آپ نے اس کا پہلے بھی کئی مرتبہ ذکر فرمایا ہے ۔ جس مسئلے پر میں اب بات کروں گا یہ میری خوش قسمتی ہے کہ یہ بھی آپ ہی کا شروع کردہ ہے ۔ حضور والا ! کوٹ مٹھا گاؤں جیسا کہ آپ کو بھی علم ہے پنڈی بھٹیاں

راجباہ پر واقع ہے۔ پنڈی بھٹیاں راجباہ نہ صرف کوٹ مٹھا کو بلکہ کم از کم پچیس تیس دیگر دیہات کو بھی پانی دیتا ہے۔ حضور والا! یہ یک فصلا پانی ہے اور اس راجباہ میں پمپ لگے ہوئے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ جو راجباہ شروع میں آتے ہیں وہ سارا پانی پمپ کر لیتے ہیں اور پچھلے بیس یا تیس دیہات کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ حضور والا! جب الیکشن کے زمانہ میں میں نے دورہ کیا تو تیس کے تیس دیہات کے لوگوں نے بھی کہا کہ سردار صاحب نے یہ کام شروع کروا رکھا ہے اب اس معاملے کو آپ حل کروائیں ہم پہلے بھی پارٹی کے لیے قربانی دیتے رہے ہیں اور اب بھی دیں گے۔ لیکن آپ ہمارا یہ مسئلہ حل کروا کر دیں۔ حضور والا! آپ کی کوششوں سے یہ مسئلہ ایکس۔ ای۔ این تک تو پہنچ چکا ہے لیکن آگے معلوم نہیں کیا ہو رہا ہے۔ اگر وزیر آب پاشی یہاں ہوتے تو میں ان سے یہ عرض کرتا۔ تین دفعہ میں بھی یہ درخواست لے کر ان کے پاس گیا پہلے تو وہ کہنے لگے "چھوڑ یار" تو جناب والا؟ تیسری بار میں حاضر ہوا تو انہوں نے یہ لکھا کہ "ایکس۔ ای۔ این۔ پلیز رپورٹ"۔ اب یہ پتہ نہیں کہ اس کی رپورٹ کب آئے گی اور کب پہنچے گی یا کیا ہوگا؟ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔

چیئرمین : آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں۔

مسٹر مختار احمد بھٹی : حضور والا! میرے علاقہ میں ایک موضع کانواں والی آتا ہے۔ کانواں والی کے بالکل ساتھ ایک ڈرین گزرتی ہے۔ حضور والا! ڈرین پر چونکہ کوئی پل نہیں اس لیے جب وہاں پانی آتا ہے یا بارشیں ہوتی ہیں تو گاؤں سیلاب میں پانچ پانچ چھ چھ فٹ تک گھر جاتا ہے تو میں نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ میں یہ پل آپ کو بنوا دوں گا۔ اب معلوم نہیں یہ وعدہ پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ بہر کیف میں حضور والا! آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ کم از کم اسے نوٹ فرما لیں اور اسے بنانے کی کوشش کی جائے۔

مسٹر چیئرمین : چوہدری محمد لطیف رندھاوا!

چوہدری محمد لطیف رندھاوا : جناب سپیکر ! آج سال رواں کا نصف گزر چکا ہے اور اس چھ ماہ میں ہم نے دیکھا کہ مکمل Division اس ملک میں ہو چکی ہے ۔ اس ملک میں دو صفیں بن چکی ہیں ۔ ایک صف جس کی قیادت جناب ذوالفقار علی بھٹو فرما رہے ہیں وہ صف پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا چاہتی ہے ۔ اسلامی کانفرنس کے ذریعے دنیائے اسلام میں احیائے اسلام کی تحریک جاری کرنا چاہتی ہے ۔ لیکن دوسری طرف بیرونی امداد سے ۔ ۔ ۔

ایک ممبر : جناب والا ! معزز ممبر لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں ۔

چوہدری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! میں پوائنٹ دیکھ رہا ہوں ۔ جناب والا ! ایک طرف وہ لوگ ہیں جو اس قلعہ کو بیرونی امداد سے مسمار کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف قائد عوام ہیں جو محکوم ملکوں افریقہ ، لاطینی امریکہ وغیرہ کے ملکوں کی قیادت کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ سب ایک طرف ہیں اور ان ملکوں میں سامراج کی لوٹ کھسوٹ ختم کرنے والے دوسری طرف کھڑے ہیں ۔ جناب والا ! جمہوریہ پاکستان کا تحفظ کرنے والے پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے والے ایک طرف ہیں اور پاکستان میں چار قومیتوں کا نعرہ لگانے والے دوسری طرف کھڑے ہیں ۔ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ایک طرف موجود ہیں ۔ جناب والا ! مسجدوں کا تقدس برقرار رکھنے والے مسجدوں کو دینی دنیاوی زندگی کا مرکز بنانے والے ایک طرف نظر آئیں گے ۔ اور ممبر رسول پر کھڑے ہو کر بھائی کو بھائی سے لڑانے والے دوسری طرف نظر آئیں گے ۔ جناب والا ! یہی وجہ ہے کہ تمام مسجدیں مسجد ضرار بن چکی ہیں ۔ جناب والا ! جمہوری روایات اور جمہوری اقدار کو قائم کرنے والے ، جمہوری اداروں کو استوار اور مضبوط کرنے والے ایک طرف ہیں اور جمہوری قدروں کو تباہ کرنے والے جمہوریت کا گلا گھونٹنے والے اور بیرونی سازش سے ان اداروں کو تہہ و بالا کرنے والے آپ کو دوسری طرف صاف نظر آئیں گے ۔ حضور والا ! معاشی مساوات ایثار اور مساوات محمدی کے علمبردار ایک طرف کھڑے ہیں اور عدم مساوات اور معاشرتی ناہمواری پیدا کرنے والے دوسری

طرف کھڑے ہیں ۔ اسی طرح سے کچی آبادیوں ، کسانوں ، مزدوروں اور غریبوں کے حقوق کے لیے لڑنے والے ایک طرف ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرنے والے دوسری طرف ہیں ۔ چند لوگوں کی خوشیوں کے لیے کروڑوں کو اداسی اور محرومی دینے والے ایک طرف ہیں اور وہ آپ کو صاف نظر آئیں گے ۔ محب الفقرا والغربا والمساکین کے مصداق رسالت مآب کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے آپ کو ایک طرف نظر آئیں گے اور انہی لوگوں کا استحصال کرنے والے اور ان ہی لوگوں کے خون سے ایوان بلند کرنے والے اور محلات بنانے والے ایک طرف نظر آئیں گے ۔ حضور ، آپ نے دیکھا کہ رزق حلال کمانے اور کھانے والے ہماری طرف ہیں اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والے ، چور بازاری اور منافع خوری کرنے والے ملاوٹ اور سمگلنگ کرنے والے ، آپ کو دوسری طرف نظر آئیں گے ۔ جناب والا ! محنت کش کسان ، مزدور ریڑی والوں چھابڑی والوں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے ملازمین کو ان کے حقوق اور مطالبات دلانے والے اور ان کو طاقت کا سر چشمہ سمجھنے والے ایک طرف ہیں اور سرمایہ داروں اور فرسودہ سرمایہ داری اور نو آبادیاتی نظام کو دوبارہ بحال کرنے والے ایک طرف کھڑے ہیں ۔ حضور والا ! عظمت آدم کے علمبردار ، انسانیت کی عزت بلند کرنے والے ایک طرف ہیں اور ان کی قیادت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کر رہے ہیں ۔ اس کی صحیح ترجمانی بہترین الفاظ میں احمد ندیم قاسمی نے فرمائی ہے ۔ کہ

داور محشر مجھے تیری قسم
عمر بھر میں نے عبادت کی ہے
تو میرا نامہ اعمال تو دیکھ
میں نے انساں سے محبت کی ہے

جناب والا ! انسان کی تذلیل کرنے والے دوسری طرف صاف نظر آتے ہیں ۔ ان ہی کے متعلق علامہ صاحب نے فرمایا تھا ۔

زیر گردوں آدم آدم را خورد
ملت بر ملت دیگر خورد

ایک اور جگہ کہتے ہیں ۔

خلق خدا کی یاد میں رند و فقیہ و پیر و میر
تیرے جہاں میں ہے عزیز گردش صبح و شام وہی

ہم نے مذاکرات کے لیے تاریخ کا اعلان کیا ۔ لیکن اپوزیشن والے اور پی این ۔ اے والے قائد عوام کا استعفیٰ اور زبردستی حکومت پر قبضہ کرنے کے سوا ۔ کوئی بات نہ کرتے تھے ۔ قائد عوام کی فراست اور جرأت اور عوام کی طاقت سے ان کو مجبور ہونا پڑا کہ غیر مشروط طور پر مذاکرات کے لئے تیار ہوں ۔ لیکن وہ باوجود شکست کے باہر جھنڈے لگا رہے ہیں ۔ دعوتیں کر رہے ہیں ، مٹھائیاں اور حلوے تقسیم ہو رہے ہیں اور قوالیاں ہو رہی ہیں ۔ ان کی مثال اس نمبردار کی سی ہے جس کی گھوڑی نے خچر نہ دیا تو آفیسر نے داڑھی سے پکڑ کر اس کی ایک سو بیٹھک نکلوائی ۔ جب دنیا کے سامنے اس نے بیٹھک نکالی تو اس نے کہا کہ صاحب تمہاری اور ہماری ہنستے کھیلتے گزر جائے گی ۔

جناب والا ! میں بجٹ پر چند منٹوں کے لیے عرض کروں گا ۔ جناب والا ! ہم اپنے منشور کے مطابق دیکھتے ہیں کہ اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کی خواہشات اور عوام کی امنگوں کا پورا خیال رکھا گیا ہے ۔ جناب والا ! بجٹ میں کچی آبادیوں کے لیے 21 کروڑ روپے ، 5 مرلہ سکیم کے لیے 3 کروڑ روپے اور ملک سے جہالت ختم کرنے کے لیے 135 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے اور جناب والا ! زرعی اصلاحات کی تکمیل کے لیے 20% رکھا گیا ہے ۔ ان حالات میں یہ بجٹ موزوں اور نہایت شاندار ہے اور میں جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے ان حالات میں بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور اور عوام کا خیال رکھا ہے ۔ جناب والا ! دو چھوٹی چیزوں کی طرف میں وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کراؤں گا ۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ حکومت 13.85 روپے فی من گندم میں سبسڈی دے رہی ہے ۔ اگر وہ اس طرف توجہ فرماتے تو اس گندم میں کچھ حصہ دیہات کا بھی ہوتا ۔ جناب والا ! دیہات میں نصف آبادی

بے مالک غیر کاشتکاروں کی ہے ۔ جن کو ٹوکن پر گندم کا کوٹہ ملتا ہے ۔ ہم نے مارچ میں الیکشن کے دوران دیکھا کہ لوگ آٹا آٹا پکارتے تھے اور ستمبر کے بعد اکثر مقامات پر گندم کے حصول میں عوام کو مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں ۔ جناب والا ! اگر ان کو ٹوکن کی بجائے اس گندم میں سے کچھ حصہ مل جاتا تو بہتر ہوتا ۔ میری تجویز یہ ہے کہ دیہات میں پیپلز سوسائٹیاں بنائی جائیں ۔ جناب والا ! قائد عوام نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں آڑھتی ، تاجر اور دکاندار جوابی انقلاب لانا چاہتے ہیں ۔ تو پھر جناب والا ! اس میں کیا قباحت ہے ، دیہات میں جو یونین کونسلوں کے دفاتر خالی پڑے ہیں ان میں یوٹلیٹی سٹورز کیوں نہیں کھولے جاتے اور کیوں غریب عوام کو، کاشتکاروں کو اور دیہات کے لوگوں کو ضروریات کی چیزیں ان سٹورز سے مہیا نہیں کی جاتیں ؟

مسٹر چیرمین : سید مقبول حسین شاہ ۔

سید مقبول حسین شاہ ! جناب سپیکر ، میرے خیال میں اس بجٹ پر ڈاکٹر صاحب کو اتنی مبارکباد دی گئی ہے کہ میرے خیال میں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ بہرحال میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کو ان نامساعد اور نا سازگار حالات میں ایک مناسب اور موزوں بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ لاہور کے بارے میں انہوں نے جس قدر فیاضی کا ثبوت دیا ہے ، وہ اپنی جگہ درست ہے لیکن میرے خیال میں دیہات کے ساتھ اس معاملے میں بے انصافی کا امکان ہے ۔ جناب والا ! ظاہر ہے کہ شہروں میں کارپوریشن اور میونسپل کمیٹیاں موجود ہیں اور ان کی آمدنی اس قدر ہوتی ہے کہ اگر اس پر مناسب قابو پایا جائے تو صوبائی بجٹ سے اس قدر کثیر رقم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ۔ اس کے ساتھ ہی جناب وزیر خزانہ کی عوام دوستی کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کے معاملے میں بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے جو لائق تحسین ہے ۔ میں ان موضوعات پر بھی کچھ عرض کروں گا میں مختصر ترین وقت میں یہ عرض کروں گا کہ پی این اے کی

سیاست جمہوریت سے متضاد ہے ۔ نمبر دو بجٹ اور دیہاتی ترقی ، اور نمبر تین اجتماعی اور انفرادی قوت کا دخل کسی مرکز کی تعمیر میں ۔

جناب والا ! اس وقت میرے معزز دوست ، حزب اختلاف کے ممبر مہر بھروانہ صاحب موجود نہیں ، میں ان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ان کا خیال ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے گزشتہ انتخابات میں دھاندلی کی ، یہ سوائے ایک ناکارہ الزام کے اور کچھ نہیں ۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ غریب عوام نے اس نظام کے بارے میں پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ نہیں دیا ۔ میرے خیال میں یہ واقعات سے ان کی بے خبری کا ثبوت ہے ۔ آج بھی انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے سابقہ دور کے وزرا کے بارے میں کچھ کہا ہے ، مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا ۔ کہ اگر ان وزرا میں سے بد نصیبی سے کچھ ایسے تھے جن سے کچھ لغزشیں ہوئیں تو ان کو پارٹی نے عوام کے سر پر مسلط نہیں رکھا ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا اور مجھے صدمے کے ساتھ اس ایوان میں یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ شاید انہوں نے اپنے معاشرے کی طرف توجہ نہیں دی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں کس قدر دیانتدار آدمی موجود ہیں ۔ تو بہر حال ، ساتھ ہی انہوں نے بیوروکریسی کے متعلق آج کہا ہے تو اس الزام کی تردید بھی اسی سے ہو جاتی ہے کہ بیوروکریسی کے لوگ اور وزراء کرام اسی معاشرہ سے آتے ہیں ، جس قدر دیانتداری اور پاکیزگی معاشرے میں ملے گی اسی قدر دیانتداری اور پاکیزگی زندگی کے ہر شعبے میں ملے گی ۔ ساتھ ہی میں یہ کہوں گا کہ گزشتہ تیس سالہ دور میں مجھے کوئی ایک مسلسل دور ایسا دکھلایا جائے جس میں ہم لوگوں کو دیانتداری کا دور دورہ نصیب ہوا ہو ۔

مسٹر چیئرمین : شاہ صاحب ۔ آپ اپنی تقریر مکمل کرنے کی کوشش کریں ۔

سید مقبول حسین شاہ : جناب والا ! میں مزید کہتا ہوں کہ میں پی این اے میں شامل کسی شخص کو پارٹی کا درجہ نہیں دے

سکتا ۔ میں ان کو نو (9) افراد کا الحاق کہتا ہوں ۔ جس وقت ان لوگوں نے اتحاد کا فیصلہ کیا تھا اسی وقت انہوں نے اپنی کمتری کا ثبوت دے دیا تھا ، کمتری کا ثبوت اس لحاظ سے کہ ان کے پاس کوئی ایسا لیڈر موجود نہیں جو ہماری پارٹی کے کسی ایک لیڈر کا مقابلہ کرسکے ۔ مجھے امید ہے کہ میں یہ بات واضح کرسکا ہوں کہ انہوں نے اپنے متحد ہونے سے ہی اپنی کمتری کا ثبوت دے دیا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کسی بہانے کی تلاش میں تھے اور انہوں نے دھاندلی کا الزام لگا کر ملک میں فسادات کرائے اور ملکی معیشت کے ساتھ وہ ہولی کھیلی جس کی مثال نہیں ملتی ۔ دوسری چیز جو میں عرض کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ اس ایوان کے اندر دیہات کی ترقی کے بارے میں واویلا سن چکے ہیں اور معزز ارکان بھی کئی بار اپنی تقریروں میں اس مسئلے پر اظہار رائے فرما چکے ہیں ۔ جو پالیسی اس وقت صوبائی لیول پر pursue کی جا رہی ہے میری ناقص رائے میں یہ ناکام ہو چکی ہے ۔ یہ پیپلز ورکس پروگرام ناکام ہو چکا ہے ، اب اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کئی ممالک کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے اپنے انداز میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور جو ترقی کے میدان میں ہم سے کئی گنا آگے نکل چکے ہیں ۔ تو جناب والا ! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ سارے کے سارے ترقی کے منصوبے لوکل باڈیز کے حوالے کئے جائیں اور زندگی کے بعض شعبوں میں دیہات کو خود مختاری دی جائے وہاں لوکل کونسلیں بنائی جائیں جیسے ماضی میں ہوتی تھیں ۔ امید ہے کہ ہمارے قائدین اس پر جلد ہی عمل فرمائیں گے ۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں ہمیں دیہات کی ترقی کی امید ہو سکتی ہے ۔

مسٹر چیئرمین : مسٹر عابد حسین بھٹی ۔

مسٹر عابد حسین بھٹی : جناب سپیکر ! جیسے فاضل ارکان نے اپنی تقریروں میں 78-1977ء کے بجٹ پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور اپنے اپنے علاقائی مسائل پیش کیے ہیں اسی طرح میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بھی موقع دیا ہے ۔ جناب والا ! میں بھی فاضل اراکین اسمبلی کی طرح

ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ نہایت ہی منجھے ہوئے، سلجھے ہوئے اور قابل شخص ہیں۔ میں ان کو یہ بجٹ پیش کرنے پر داد دیتا ہوں۔ انہوں نے اتنی کم آمدنی اور اتنے کم وسائل کے باوجود اس کو اس طرح مختلف مدوں میں تقسیم کر کے خاص کر اس بات کا خیال رکھا ہے کہ تعلیم کی مد میں یا ہیلتھ ورکس پروگرام کی مد میں یا صحت کی مد میں اور دوسری مختلف مدوں میں ان کی اہمیت کے لحاظ سے تقسیم کرتے ہوئے جس دانشمندی کا اظہار کیا ہے وہ بلا مبالغہ قابل تحسین اور قابل داد ہے۔

جناب والا! جو بجٹ ڈاکٹر صاحب نے موجودہ اسمبلی میں پیش کیا ہے یہ پہلا بجٹ نہیں جس پر اس قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ بجٹ بڑی مجبوریوں کے تحت پیش ہوا ہے اور یہی سیاسی اور معاشی حالات کا تقاضا تھا کہ اس طرح کا بجٹ پیش کیا جاتا۔ میرے خیال میں 1937ء سے لے کر آج تک جتنی بھی تقاریر اسمبلی میں ہوئی ہیں اگر ان کو پڑھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں ان ہی الفاظ کو دوہرایا گیا ہوگا۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ پاکستان کو معرض وجود میں آئے تیس سال کا عرصہ ہوگیا ہے، آئے دن مختلف مصیبتیں، مختلف بلائیں، مختلف حادثات اور مختلف واقعات اس کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ اس کی اکانومی کو بھی درست کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اول تو یہاں کبھی استحکام نہیں آیا اور جب کبھی استحکام آیا تو ہمارے اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے اس کو sabotage کرنے کی کوشش کی اور اس کی معیشت کی کمر توڑنے کی کوشش کی۔ 1947ء میں جب ہمارے مہاجرین بھائی لٹے پٹے پاکستان میں آئے تو ان کے مسائل کا انبار تھا۔ لیکن یہاں حکومتوں کے جھگڑے چل نکلے۔ 1952ء سے لے کر 1958ء تک آئے دن وزارتیں تبدیل ہوتی رہیں، آئے دن حکومتوں میں تبدیلی آتی رہی اور حکومتیں لوٹتی اور بنتی رہیں جس سے ملک میں استحکام پیدا نہ ہو سکا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر 1958ء میں مارشل لاء لگانا پڑا۔ لگانا کیا پڑا یہ نافذ کر دیا گیا اور پھر وہ دس سالہ ترقی کا دور شروع ہوگیا۔ ابھی

اس دور سے نکلے ہی تھے کہ ایوب خان کے مارشل لاء کا دور ہم پر ٹھونس دیا گیا ۔ پھر سخت مشکل سے اس سے چھٹکارا حاصل کیا گیا ۔ 1967ء میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے تحریک چلا کر اس ملک کے غریب اور کچلے ہوئے طبقات میں بیداری پیدا کرکے یہ شعور پیدا کیا کہ وہ اپنے حق کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس قدر اکثریت آج تک پاکستان میں کسی حکومت کو نہیں ملی جتنی 1970ء میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قائم کی ہوئی پاکستان پیپلز پارٹی کو ملی ۔ اسی طرح 1977ء میں بھی وہ کامیابی انہی کو نصیب ہوئی ۔ اس لیے میں یہ گزارش کیے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ اس کامیابی اور اس بیداری کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جب بھی ہم الیکشن کے لیے اپنے اپنے حلقوں میں جاتے ہیں تو ہمیں مسائل کے انبار پیش کیے جاتے ہیں ۔ اس ممبرز ہاؤس میں جب بھی کوئی حکومت بن کر آئی اور اراکین اسمبلی تشریف لائے تو وہ زیادہ تر دیہاتی علاقوں سے آئے اور جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے ۔ آبادی کا 85 فیصد دیہات میں آباد ہے اس لیے 85 فیصد دیہات سے ہی اراکین منتخب ہو کر آتے ہیں ۔ باوجود اس کے کہ ان کی اکثریت بھی ہوتی ہے اور ان کی حکومت بھی ہوتی ہے ۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک ہمارے دیہاتی مسائل کو حل کرنے کے لیے جو کوشش کی گئی ہے وہ بہت کم ہی نہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے ۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ شہروں اور دیہاتوں کی لڑائی شروع کرا دیں یا ایک مسئلہ کھڑا کر دیں ۔ کہ ہمیں شہریوں سے بجٹ چھین کر دیہات میں لے جانا چاہیے ہم ہرگز ایسا نہیں چاہتے ۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ معاشی لحاظ سے اپنے محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے اس بجٹ میں جو فنڈز کی تقسیم کی جاتی ہے ۔ اس میں دیہاتی آبادی کا لحاظ رکھا جانا نہایت ضروری ہے ۔ بجٹ کا زیادہ حصہ دیہاتی علاقوں میں صرف ہونا چاہیے اور ان لوگوں پر صرف ہونا چاہیے جو اس ملک کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں ۔ جو نہ صرف اپنے ملک کو غلہ میں خود کفیل بنانے میں دن رات کام کر رہے ہیں بلکہ ساری دنیا کو غلہ پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

ان کی دن رات کی ، چوبیس گھنٹوں کی محنت جس میں کوئی سکھ نہیں اور کوئی چین نہیں۔ اگر اس کے مقابلے میں ان کی محنت کے پھل کو دیکھا جائے تو ان کو کیا ملتا ہے ؟ ان کو ملتی ہے ایک لنگوٹی ، ٹوٹی ہوئی جوتی اور ننگا جسم ، رہنے سہنے کے لیے کچے جھونپڑے ۔ نہ بجلی نہ روشنی ، نہ صحت کے لیے کوئی ہسپتال ، نہ کوئی معقول قسم کا رہنے سہنے کا انتظام اور نہ پڑھنے لکھنے کے لیے سکولوں کا کوئی انتظام ۔ یہ ان کی کل کائنات ہے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان مجبور و مقہور لوگوں کو شہروں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اپنے مریضوں کو اپنے بچوں کو شہروں تک لانے کے لیے اور سودا سلف خریدنے کے لیے دیہات سے شہروں تک سڑکیں بھی میسر نہیں ہیں ۔

Mr. Chairman (Sardar Saghir Ahmad) : Please try to conclude now

مسٹر عابد حسین بھٹی : جناب والا ! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میری دو دن کے بعد باری آئی ہے ، لہذا مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دیا جائے ۔

مسٹر چیئرمین : فاضل اراکین کا وقت تقسیم شدہ ہے ۔ اگر آپ زیادہ وقت لیں گے تو وہ کسی دوسرے فاضل رکن کا وقت لیں گے ۔

مسٹر عابد حسین بھٹی : جناب والا ! میں اپنے موضوع سے ذرا دور چلا گیا ۔ اب میں اپنے علاقے کی طرف آتا ہوں ۔ میری گزارش جناب وزیر خزانہ سے ، اراکین اسمبلی سے اور جناب سپیکر سے یہی ہے کہ سب سے زیادہ توجہ دیہات کی طرف دی جائے ۔ ان کے لیے میرے پاس ایک تجویز ہے ۔ اگر آپ اس پر غور فرمائیں تو اس سے کافی حد تک ازالہ ہو سکتا ہے ۔ وہ تجویز یہ ہے کہ گورنمنٹ نے نیشنل کوآپریٹو فارمنگ سکیم قائم کی ہے ۔ اس سکیم کے تحت وقتی طور پر پنجاب میں پانچ فارمز بنائے جا رہے ہیں ۔ گیارہ فارمز پورے پاکستان میں اور ایک ایک فارم دوسرے صوبوں میں بنایا جا رہا ہے ۔ یہ ایک ایسی comprehensive سکیم ہے کہ اگر اس

پر عملدرآمد کیا جائے تو نہ کسی دیگر ادارے کی ، نہ کسی بی ڈی سسٹم کی اور نہ ہی کسی زرعی ادارے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے بشرطیکہ اس کو صحیح معنوں میں comprehensive بنایا جائے ۔ اس سکیم میں سو فیصد رضامندی لازمی ہے ۔ اس میں لیجسلیٹو ترمیم کی ضرورت ہے کیونکہ سو فیصد رضامندی کی شرط سے یہ کوآپریٹو فارمنگ سکیم قطعاً نہیں چل سکتی ۔ سو میں سے اگر ایک آدمی بھی انکار کر دے تو سارے کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے ۔ نیشنل کوآپریٹو فارمنگ سکیم کے تحت ایک تو ہم اشتمال اراضی کی لعنت سے بچ جائیں گے دوسرے زمینداروں کو ، غریب بے چارے کسانوں کو ، ناخواندہ اور ان پڑھ لوگوں کو پٹواری اور اشتمال کا عملہ لوٹ کر لے جاتا ہے اور زمین انہیں ایک قسم کی نئے سرے سے خریدنی پڑتی ہے ، اس کی بھی ضرورت نہ رہے گی ۔ میری تجویز یہ ہے کہ محکمہ اشتمال قطعی طور پر ختم کر دیا جائے ، کوآپریٹو فارمنگ سکیم لازمی نافذ کر دی جائے اور اس کے نفاذ کے لیے پانچ فیصد کی رضامندی ضروری قرار دی جائے ۔

مسٹر چیئرمین (سردار منیر احمد) : مسٹر سمسن منوہا !

مسٹر عابد حسین بھٹی : جناب والا ! صرف چند ایک علاقائی مسائل پیش کرنے کی اجازت دی جائے ۔

مسٹر چیئرمین : ایک منٹ میں اپنی تقریر مکمل کریں کیونکہ آپ نے پہلے ہی دو منٹ زائد لے لیے ہیں ۔

مسٹر عابد حسین بھٹی : بہت اچھا جناب ۔ جناب والا ! میں عرض کرتا ہوں کہ میں خانقاہ ڈوگراں کے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ اس میں سکولوں ، بجلی اور سڑکوں کی انتہائی کمی ہے ، خاص طور پر موضع جسران میں بجلی منظور ہونے کے باوجود نہیں لگ سکی ۔ اس کے علاوہ ٹرینوں کے سلسلے میں وفاقی حکومت کو لکھا جائے کہ ان کا ٹائم ٹیبل تبدیل کیا جائے کیونکہ منڈی ڈھاباں سنگھ اور بھالی کے کافی لوگ شہروں کو آتے ہیں ۔ خانقاہ ڈوگراں میں ہاؤسنگ سکیم بنائی جائے ۔ اس کے

علاوہ وہاں کالج قائم ہونا انتہائی ضروری ہے کیونکہ 35 میل کے ایریا میں کوئی کالج نہیں ہے ۔ تین سڑکوں کے متعلق عرض کروں گا ایک سجا سودا سے گجانہ تو دوسری تیڑکل سے خانقاہ ڈوگران اور تیسری خانقاہ ڈوگران سے اگلیاں والا ۔ یہ تین سڑکیں اس علاقے کے عوام کی فلاح کے لیے انتہائی ضروری ہیں ۔ ان کے بغیر ان لوگوں کی زندگی اجیرن ہو چکی ہے ۔ خانقاہ ڈوگران تا اگلیاں والا جو سڑک ہے اس پر 6 لاکھ روپیہ گرمیٹی ڈلوائی گئی ہے اور اس کا ٹھیکہ ایک ایسی فرم کو دیا گیا ہے جس کا نہ اس سے قبل کوئی وجود تھا اور نہ اس فرم نے پہلے کوئی ایسا ٹھیکہ لیا تھا ۔ لہذا اس کی تحقیق کروائی جائے کہ وہ فرم کب بنائی گئی ہے اور اس کو مخصوص طور پر یہ ٹھیکہ کیوں دیا گیا ہے ؟

مسٹر چیئرمین (سردار صغیر احمد) : مسٹر سیمسن منوھا ۔

مسٹر سیمسن منوھا : مسٹر چیئرمین میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا ۔ میں اس عوامی اور متوازن بجٹ کو اقلیتی نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہتا تھا اور بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن وقت کی تنگی ہے اس لیے میں کم سے کم بات کروں گا ۔

جناب والا ! آپ کے سامنے ایک عوامی اور متوازن بجٹ ہے ۔ اس زیر بحث بجٹ کو ہم مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ اس کے پس منظر کو مد نظر نہ رکھیں ۔ میں اس پس منظر پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس پس منظر ، اس کشت و خون ، اس ہنگامہ آرائی اور ان فسادات سے ، جن سے ملک اور عوام کو دو چار ہونا پڑا ، مسیحی اقلیت جدا نہ تھی اور اس کے نتائج سے مسیحی اقلیت بھی متاثر ہوئی ۔ میرے فاضل دوستوں نے اس معزز ایوان میں اس پس منظر کو اور ان تمام واقعات کو جو رونما ہوئے ہیں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ میں صرف یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ چند روز کے بعد فاضل اراکین اپنے اپنے حلقہ نیابت میں واپس چلے جائیں گے اور پھر ہم سب کو اس پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بہت بڑے چیلنج اور آئیڈیل کا مقابلہ کرنا ہے ۔ یہ

سب سے بڑا چیلنج ہے ، اس کا ہمیں مقابلہ کرنا ہوگا ۔ میں آپ سب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس طویل گفتگو کے بعد جو چار ایام سے ہو رہی ہے ، کیا ہم سب اس بڑے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں ؟ حضور والا ! جہاں تک 40 لاکھ مسیحیوں کا تعلق ہے میں اس ایوان میں آپ کی وساطت سے اپنے فاضل اراکین کو ، حکومت عالیہ کو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس آزمائش میں اور اس مقابلہ میں پنجاب کے 40 لاکھ مسیحیوں کو کبھی اپنے سے پیچھے نہ پائیں گے ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! گزشتہ تیس سالوں میں بہت سی حکومتیں آئیں اور اگر بنظر غائر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی اقلیت کے واسطے صرف ایک موسیٰ پیدا ہوا ہے جس نے مسیحی اقلیت کے حقوق کا تحفظ کیا ہے ، ان کو ہر طرح سے آزادی دی ہے ۔ اور ان کو ہر شہر میں برابر کے حقوق دئے ہیں ۔ وہ موسیٰ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ہے جو تیسری دنیا کا عظیم لیڈر ہے ۔ میں مسیحی اقلیت کی طرف سے ان تمام مراعات اور تحفظات کے واسطے آپ سب کا شکر گزار ہوں ۔ موجودہ عوامی اور متوازن بجٹ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا ۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پچھلی بارشوں اور سیلاب کے نقصانات کی مد پر جو خرچ ہوا ہے ، وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی تاریخی اصلاحات کے سلسلے میں جس قدر بجٹ کی آمدنی میں فرق پڑا ہے ، جوا اور شراب پر مکمل پابندی کی وجہ سے آمدنی میں جس قدر کمی واقع ہوئی ہے اس سے تقریباً 6 کروڑ 25 لاکھ روپے کا خسارہ سامنے آیا ہے ۔ اسی طرح کواس کی فصل میں تین کروڑ روپے کا خسارہ ہوا ۔ اس کے بعد سالیے اور آبیانے کی معافی سے حکومت کی آمدنی میں جو کمی واقع ہوئی اور پھر سیلاب زدگان کی امداد کے لیے بہت سی رقم خرچ کی گئی ۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن کے باوجود وزیر خزانہ نے عوامی اور متوازن بجٹ پیش کیا ہے جو قابل تعریف ہے اور وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ اسی طرح سے بجٹ میں شہروں کی خوبصورتی کے لیے اچھی خاصی تجاویز رکھی گئی ہیں اور ان کو

مکمل کرنے کے لیے کئی کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے ۔ اس بجٹ کا روح رواں وہ پروگرام ہے جس کے تحت لڑکوں کو 1982ء تک اور لڑکیوں کو 1987ء تک زیور تعلیم سے آراستہ کر دیا جائے گا ۔ یہ اس بجٹ کی سب سے بڑی خوبی ہے ۔ جناب عالی ! یہ عوامی بجٹ کے چند شاہکار اور کھلتی ہوئی کلیاں ہیں جو میں نے پیش کی ہیں ۔ اس کے لیے مسیحی اقلیت کی طرف سے میں وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اس کے بعد بجٹ میں صحت کا ذکر ہے ۔ اس مد میں کروڑوں روپے لگائے گئے ہیں لیکن میں آپ کی وساطت سے ان کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس مد میں ہیلتھ ایجوکیشن کا ذکر نہیں ہے ۔ ہیلتھ ایجوکیشن کی طرف بھی توجہ دی جائے ۔ اس سے بہت سی بیماریاں رک جاتی ہیں ۔ اس وقت لاہور میں صرف ایک ایسا ادارہ کام کر رہا ہے ، جس کو پنجاب ٹی بی ایسوسی ایشن کہتے ہیں ، جس نے اپنے ذمے ٹی بی کے غریب مریضوں کا مفت علاج کرنے کی ذمہ داری لی ہوئی ہے ۔ انھوں نے ہیلتھ ایجوکیشن کا ذمہ لیا ہوا ہے لیکن ان کے وسائل بہت کم ہیں جن سے یہ اخراجات پورے کر سکیں ۔ وہ پنجاب کی 6 ٹاؤن میں ہیلتھ ایجوکیشن کو رائج کرنا چاہتے ہیں ۔ اس کے واسطے تقریباً 30 لاکھ روپیہ درکار ہے ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا اور اس ضمن میں تین سال سے التجا کی جا رہی ہے کہ ہیلتھ ایجوکیشن کے سلسلے میں مراعات دی جائیں ۔ اس کے بعد جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ تھل میں مسیحی اقلیت کافی تعداد میں موجود ہے ۔ ان کے واسطے کسی Basic Health Unit کا کوئی بندوبست نہیں ہے ۔ وہاں ڈی ۔ ایچ ۔ او مظفر گڑھ کے ماتحت ڈسپنسری قائم کی جائے ۔ لاہور میں عالی جاہ ! لاکھ مسیحی موجود ہیں لیکن ہیلتھ کی سہولت سے محروم ہیں ۔ 16 سو ایکڑ سکیم میں لاہور کے مسیحیوں کو پلاٹ دئے جائیں ۔ اس کے علاوہ 6 مرلہ سکیم میں کچی آبادیوں کے مکینوں نے لاکھوں درخواستیں دی ہوئی ہیں ، ان پر غور کیا جائے ۔ آپ کے سامنے ایک فاضل مقرر نے کہا تھا کہ یہ بجٹ نہ صرف شفق رنگ ہے بلکہ لہو رنگ بھی ۔ میں یہ کہتا ہوں :-

اہل ایمان کو شفق رنگ دبا دیتی ہے
ہم نے ایمان پہ مرنے کی ادا دیکھی ہے

مسٹر چیئرمین : سید امیر حسین شاہ (جھنگ) !

سید امیر حسین شاہ : جناب سپیکر ! موجودہ بجٹ پر بڑی لمبی چوڑی تقاریر ہو چکی ہیں ، سرد گرم بحث بھی ہو چکی ہے ۔ میں وزیر خزانہ کو چند تجاویز پیش کروں گا اگر وہ ان پر غور فرمائیں تو میرے خیال میں اگلے سال کے ضمنی بجٹ کے لیے رقوم اس بجٹ میں سے لی جا سکتی ہیں ۔ جناب سپیکر ! پیش کردہ بجٹ میں 135 کروڑ 44 لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں ، اس میں 535 سکولوں کو ترجیح دی گئی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم بالغاں کے لیے بھی کثیر رقم رکھی گئی ہے ۔ دس ہزار تعلیم بالغاں کے مراکز کے لیے 46 لاکھ 15 ہزار روپے کی رقم خرچ ہوگی ۔ جناب والا ! جہاں تک تعلیم بالغاں کا تعلق ہے میں اس کی افادیت سے انکار نہیں کرتا لیکن جب سے تعلیم بالغاں شروع ہوئی ہے آج تک کوئی بھی بالغ آدمی اس تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہوا اور یہ تمام کی تمام رقم ضائع ہو رہی ہے ۔ یہ ملکی اور قومی خزانے پر بوجھ ہے ۔ اس رقم کو کسی اور مد پر خرچ کیا جائے ۔ جہاں تک تعلیم بالغاں کا تعلق ہے ۔ میرے خیال میں حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس ارض مقدس کا بچہ بچہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو ، وہ اقبال کے بچوں کو شاہین بنانا چاہتی ہے ۔ اس ضمن میں میں یہ عرض کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اساتذہ اپنی ذمہ داری کو پوری طرح نہیں سمجھتے اور وہ گھر بیٹھے تنخواہیں حاصل کر رہے ہیں ۔ یہ قومی خزانے پر بوجھ ہے ۔ اکثر پرائمری سکول دیہات میں ہیں اور پاکستان کی 80% آبادی دیہات پر مشتمل ہے ، وہاں سکولوں کی عمارات موجود نہیں اور بچے دھوپ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اگر کہیں خوش قسمتی سے عمارت بن بھی گئی تو وہاں استاد موجود نہ ہوں گے ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ وہ کوئی چیکنگ پارٹی بنائیں یا خود چیک کریں کہ جہاں جہاں استاد ہیں ، وہ صحیح کام بھی کرتے ہیں یا

نہیں یا جہاں سکول کی عمارت بنائی جا رہی ہے وہاں رقم صحیح طور پر لگائی جا رہی ہے یا نہیں ۔

جناب والا ! اس کے علاوہ محکمہ تعلیم کے تحت 19 انٹرمیڈیٹ کالجوں کی تعمیر کے لیے بھی رقم رکھی گئی ہے ۔ یہ بات واقعی قابل تحسین ہے لیکن اس سلسلے میں میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ اگر میری تجویز پر اتفاق کیا جائے تو 19 کی بجائے 20 کالج بن سکتے ہیں ۔ میرا علاقہ چنیوٹ ہے ۔ وہاں گورنمنٹ گرلز کالج کے لیے کوئی عمارت نہیں اور جہاں ایک پرانی عمارت میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں ۔ حکومت نے اس کالج کی عمارت کے لیے محکمہ اوقاف سے زمین الاٹ کرائی ہے جو لاہور روڈ پر چنیوٹ سے 6/5 میل کے فاصلے پر ہے ۔ وہاں پر بچیوں کے کالج کا ہونا ان کے لیے تکلیف دہ بھی ہوگا اور وہاں ان کی عزت بھی محفوظ نہیں رہ سکتی ۔ اس کے لیے میں نے پہلے بھی تجویز کیا تھا اور اب عرض کرتا ہوں کہ بڑی مدت ہوئی چنیوٹ کے مرکز میں ایک فضل الٰہی ہسپتال بنایا گیا تھا ۔ یہ اس وقت سے نامکمل پڑا ہے ۔ یہ بہترین عمارت ہے مگر اس وقت ناکارہ پڑی ہوئی ہے ، نہ وہاں ہسپتال ہی بنایا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی اور استعمال ہو رہا ہے ۔ فضل الٰہی صاحب وفات پا گئے ہیں اور ان کے کئی رشتہ دار کراچی میں رہتے ہیں جن کا کوئی پتا نہیں ۔ جب حکومت کو ذاتی ضرورت ہوتی ہے تو حکومت ہر کام کرتی ہے مثلاً جب مشرقی پاکستان سے بہاری مہاجر ہو کر آئے اس وقت حکومت نے اس عمارت کا قبضہ لے لیا تھا اور وہاں بہاری کیمپ بنایا تھا اور وہاں بہاری رہتے تھے ۔ پھر انہیں بہاری کالونی الاٹ ہو گئی ۔ اب یہ عمارت خالی پڑی ہے ۔ جب اعلیٰ حکام سے ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ٹرسٹ کی جگہ ہے ، اس پر قبضہ ناجائز ہوگا ۔ وہ عمارت ویسے ہی ضائع ہو رہی ہے ۔ اگر وہاں گورنمنٹ گرلز کالج کھول دیا جائے تو میرے خیال میں انٹر میڈیٹ کالج چنیوٹ کی عمارت کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ کسی دوسری جگہ استعمال ہو سکتی ہے ۔ اس طرح ان عمارات کی تعداد 19 کی بجائے 20 ہو سکتی ہے اور چنیوٹ کی بچیوں کو تعلیم کے لیے عمارت بھی

مل سکتی ہے جو بہترین جگہ ثابت ہوگی ، بجائے اس کے کہ لاہور روڈ پر چنیوٹ سے 6 میل دور ایک نئی عمارت بنائی جائے ۔ اس کے بعد محکمہ صحت کے لیے 16 کروڑ 37 لاکھ روپے کی رقم یقیناً قابل تحسین ہے ۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ محکمہ انسداد ملیریا اور اسی قسم کے دوسرے محکموں کو کافی رقم دی جاتی ہیں تاکہ وہ دیہات میں جائیں ۔ جہاں 80.85 فیصدی آبادی رہتی ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کر دوں ، اور کچھ اور معزز ممبران نے بھی اس کے متعلق کافی کچھ کہا ہے ، کہ دیہات میں نہ تو کبھی کوئی ڈاکٹر گیا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی دوائی ملی ہے ، جو دوائیاں ان کے لیے دی جاتی ہیں وہ ان کو بازار میں بیچ دیتے ہیں اور دیہاتیوں تک نہیں پہنچتیں ۔ تو کوئی چیکنگ پارٹی بنائی جائے یا وزیر صحت خود اس قسم کا بندوبست کریں کہ حکومت کی طرف سے غریب عوام کے لیے جو رقوم ان محکموں کو دی جاتی ہیں یا جو ادویات مفت تقسیم کرنے کے لیے دی جاتی ہیں وہ ان دیہات یا شہروں میں صحیح طور پر پہنچ جائیں ۔ میرے خیال میں اگر اس کا صحیح بندوبست ہو جائے تو ان غریب عوام کے ذاتی خرچ کے وجہ میں کافی کمی آ سکتی ہے اور ذہنی بوجھ بھی کم ہو سکتا ہے ۔ اگر خوش قسمتی سے کسی دیہہ میں کوئی ہسپتال ہے تو وہاں کسی ڈاکٹر کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر سرکاری ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر جاتا بھی ہے تو وہ پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دیتا ہے اور وہاں کے مریضوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا تو میری گزارش ہے کہ اگر اس رقم سے دیہات میں بھی ڈاکٹر بھیجے جائیں یا وہاں ہسپتال کھولے جائیں تو میرے خیال میں شہروں کی نسبت یہ زیادہ اچھا قدم ثابت ہوگا ۔ جناب سپیکر ! سڑکوں کی تعمیر کے لیے اس بار 36 کروڑ 36 لاکھ روپے سے بڑھا کر 39 کروڑ 22 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جس میں سے بڑی رقم کے لیے 32 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ اس سلسلے میں میں نے وزیر خزانہ کی خدمت میں پہلے بھی عرض کی ہے اور اب دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ :

ہم دعا لکھتے رہے وہ دعا پڑھتے رہے
ہمیں ایک نقطہ نے محرم سے مجرم کر دیا

جناب والا ! سڑکوں کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے یہ بڑی ایک قابل تحسین بات ہے ۔ ایک مثل مشہور ہے کہ اگر سمندر سے ایک چڑیا اپنی چونچ بھر لے تو کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ میرے خیال میں سڑکوں کے اس بجٹ سے ایک چڑیا چھوڑ تمام چڑیاں بھی اگر اپنی چونچیں بھر لیں تو کوئی فرق نہ پڑے گا ۔ میں نے صرف ایک سڑک کے لیے عرض کی تھی اور میرے خیال میں جناب وزیر متعلقہ نے بھی اپنی تقریر میں اس کا ذکر کیا تھا ۔ یہ سڑک 12 میل لمبی ہے ۔ اگر اس میں سے دو یا تین میل کا ٹکڑا بنا دیا جائے تو میرے خیال میں اس بجٹ میں کوئی فرق نہ پڑے گا ۔ اس ٹھیکیداری سسٹم میں جتنی دھاندلی ہوتی ہے اگر اس کو چیک کرتے اس میں سے صرف تین میل کے لیے رقم نکال لی جائے تو میرے علاقے کے عوام کو آمد و رفت کی سہولت فراہم ہو سکتی ہے اور ہم ایم پی ۔ اے اور ایم ۔ این ۔ اے بھی وہاں جا کر کہہ سکتے ہیں کہ قائد عوام اور عوامی حکومت نے آپ کے لیے 30/40 سالوں کے بعد ذرائع آمد و رفت کے لیے یہ کام کیا ہے ۔ اگر انہیں کوئی سکول نہ ملے یا کوئی ہسپتال نہ ملے تو وہ گذارہ کر لیں گے ، صرف یہ تین چار میل لمبا سڑک کا ٹکڑا ہے احمد نگر سے نہر لوئر جہلم تک ، اگر یہ بن جائے اور لنگر مخدوم یا مڈھ رانجھا تک نہ بھی بنے تو میرے علاقے کو کافی سہولت ہو جائے گی ۔ اس کے بعد وہ ہسپتال اور تعلیمی سہولت کے مطالبات سے بھی دست بردار ہو جائیں گے ۔ جناب والا ! میں ایک اور گزارش کروں گا کہ عموماً وہ اس وقت کام شروع کرتے ہیں جب سیلاب کا موسم ہوتا ہے ۔ مثلاً تحصیل چنیوٹ کے آس پاس سرگودھا لائلپور روڈ ہے ، چنیوٹ پنڈی بھٹیاں روڈ ہے ، ان پر اب کام شروع ہوا ہے جب کہ سیلاب کا موسم آ گیا ہے ۔ پتا نہیں وہ ایسے کیوں کرتے ہیں ۔ اب وہاں سڑکیں اور پلیاں بن رہی ہیں اور سیلاب کا موسم بھی قریب ہے ۔ جب سیلاب آ جائے گا تو جو آدھا کام ہوا ہوگا وہ بھی سیلاب کی نذر ہو جائے گا ۔ اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ کار بنایا جائے کہ یہ کام سیلاب سے پہلے ہی مکمل ہو جائیں تاکہ قومی سرمائے کی بچت ہو سکے ۔ ان کو یہ خیال بھی نہیں آتا

کہ جو رقم وہ ضائع کر رہے ہیں یہ کس کا نقصان ہوگا ۔ انہیں تو اپنی جیبیں بھرنے سے کام ہوتا ہے ۔ میرے خیال میں ایک لحاظ سے ان کا یہ طریقہ کار اچھا بھی ہے کیونکہ جتنی رقم ہوتی ہے اس میں سے وہ تھوڑی سے تھوڑی رقم خرچ کرتے ہیں اور سیلاب کے بعد وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اتنے لاکھ روپیہ خرچ کر دیا تھا اور یہ چیک بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ جناب سپیکر ! ایک اندازے کے مطابق سرکاری مصارف میں کمی کرنے کے بعد بھی 35 لاکھ روپے کا خسارہ ظاہر کیا گیا ہے ۔ اگر میری تجویز کے مطابق ان محکموں کی پڑتال کی جائے تو یہ خسارہ بھی پورا ہو جائے گا ۔

مسٹر چیئرمین : اب اجلاس ہذا کی کارروائی 5 بجے شام تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے ۔

شام کی نشست

(اس مرحلہ پر مسٹر سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مسٹر سپیکر : مرزا اکرم بیگ ۔

مرزا محمد اکرم بیگ (لاہور ۔ 14) : جناب سپیکر ! میں وزیر اعظم ۔ وزیر اعلیٰ تے وزیر خزانہ نوں وچ کے ایس گل دی مبارک باد دینا واں ، تے میں کوشش کیتی اے کہ مینوں پنجابی وچ مزید وڈے لفظ مل جاندے جدے نال میں جی بھر کے اپنا نوں مبارک آکھدا ۔

جناب والا ! میں پہلے تے ایہہ عرض کراں گا کہ ساڈے دیس دے اندر بیماریاں دا جیہڑا کافی حد تک واہدا ہویا اے اوس نوں روکن دی خاطر بجٹ دے وچوں جس حد تک ہو سکدا اے پیسہ دتا جاوے ۔ جیہڑیاں پسماندہ بستیاں نیں اونہاں وچ چھوٹے چھوٹے دواخانے دا وی کوئی انتظام نئیں ۔ اسیں پسماندہ لوکاں دے نمائندے ہاں تے پسماندہ لوکاں دے ول ساڈی توجہ پوری ہونی چاہی دی اے ۔ دوجی گل ایہہ وے کہ میرے حلقے دے اندر اک سید مٹھا بازار اے ۔ اوتھے اک سٹی مسلم لیگ ہائی سکول اے تے ایسے طرحاں اک سکول چوگ رنگ محل وچ وی اے ۔ اینہاں دووار سکولاں دا جتھوں تک تعلق اے اینہاں لئی خاص طور تے

ہوئے رکھے جان کیونکہ پہلے جس کلاس وچ 40 بچے پڑھدے سی ہن اوس کلاس وچ 152 بچے پڑھدے نیں۔ یقین جانو مرغیاں دے ایف وی ایس توں زیادہ گنجائش ہوندی اے مگر اینہاں بچیاں ایتی سانوں گل کردیاں شرم آندی اے کہ اسی اپنی ایس نسل لئی کوئی آسائش پیدا نئیں کر سکے۔ اساں در اصل سوشلزم دے نال توں 1970ء دے وچ الیکشن جتیا سی تے ایس حد تک جتیا سی کہ پچھلے 30 سال دے اندر کسے توں وی اپنی کامیابی نصیب نئیں سی ہوئی۔ اساں ایس پروگرام نوں نظر انداز کر دتا اے تے چور دروازے راہیں نام نہاد اسلام دا نال لین والے ساڈے وچ داخل ہوگئے نیں تے اونہاں نیں رجعت پسندان نوں پور طاقت بخشی اے۔ اگر اسیں سوشلزم دے نال تے اپنے عوام دے نال کیتے ہوئے وعدے دے مطابق پیچھے نہ ہٹ دے تے اج ساڈی منزل اگے ہوندی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہن وی ساری دنیا وچ رجعت پسندان دی شکست اونہاں دا مقدر بن گئی اے پر پاکستان وچ ساڈے وچوں ہی چور دروازیوں آن والے رجعت پسند اک دوست نیں ایہہ آکھیا کہ سامراج اک ایسا بھیڑیا اے جنہوں کچھ کھان توں نہ ملے تے او موقع پاندیاں ای اپنے ای ساتھی نوں کھا جاندا اے۔ گزارش اے اسیں جس اصول نوں لے کے 1970ء وچ اسمبلیاں وچ آئے ساں کہ اسیں پورے طور تے لوکاں نوں سوشلزم سمجھاواں گے، ہن سوشلزم دے نال توں ڈر پیدا کر دتا گیا اے کہ ایہہ لفظ اسلام وچ نئیں حالانکہ ڈاکٹر دا لفظ وی اسلام وچ نئیں۔ ایہہ سائنس اے۔ جس طرحاں دھپ۔ ہوا۔ پانی تے زمین ایہہ چاروں چیزاں انسان دے پیدا ہون توں وی پہلاں اللہ تعالیٰ نیں پیدا کیتیاں سن تے انہاں وچ مساوی حق رکھیا اے، اوس دا نال ہی سوشلزم اے۔ جس طرحاں میرے دوست نیں ایہہ پیپلز پارٹی دے دور تے اوہدے کیریکٹر تے وڈی تنقید کیتی اے۔ میں 1939ء وچ سیاست وچ آیا ساں جس ویلے وڈے وڈیرے تے جاگیردار سانوں کمی کمین کہندے سن۔ گھر وچ وی یتیمی نال وقت گزاریا۔ غیر

یو ۔ پی ۔ دی جیل ، دولتانے دی جیل ، پنجاب دی جیل ، سب وچوں گزر کے ایس سٹیج تے آیا ہاں ۔ ایسے طرحاں اگے اگے اسان استحصالی قوتاں نوں شکست دیتی اے ۔ میں دعوے نال کہندا ہاں کہ 38.37 سال دی میری سیاست اے ، میں اپنے آپ نوں پیاز پارٹی دے ورکر دی حیثیت نال پیش کیتا اے تے میں اپنے بچے کارپوریشن دے سکول وچ داخل کروائے ہوئے نین تاں جیہہ کوئی وی مینوں اے طعنہ نہ دے سکے کہ میں اپنے بچے کسے وڈے سکول وچ داخل کروا لے نیں تے ساڈے بچے دا کچھ نئیں کیتا ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! ایس دے باوجود پی ۔ این ۔ اے والیاں نے گھر گھر میرے بارے وچ الزام لگائے نیں کہ ایہدے کول کوئی ڈگری نئیں ، ایس دا کوئی علم نئیں حالانکہ میں اپنی کمائی دے وچوں لائبریریاں وی بنائیاں نیں تے علم نوں اگے ودھان لئی دھکا وی لگایا اے ۔ میں اپنے آپ نوں پیش کردا ہاں کہ اک سوتر بھر وی میرے او تے جے الزام ثابت ہو جاوے تے میں اونہاں دی ہر گل منان گا ، تے سیاست وی چھڈ دیاں گا ۔ میں ایہہ وی عرض کر دیاں کہ میں کسے وڈیرے دے گھر جانا بے عزتی سمجھدا ہاں مگر اک مزدور دے گھر جانا میں فخر سمجھدا ہاں ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! میری ایہہ عرض اے کہ او لوک جیڑے پارٹی وچ ٹکٹاں حاصل کرن لئی آئے نیں اونہاں نوں سوشلزم دا کی پتا اے ؟ اونہاں نوں تے اقتدار دی ضرورت اے بھاویں اوہ تارا سنگھ دا ای کیوں نہ ہووے ۔ اسان ایہہ جدو جہد پوری کرنے اے تے ایس ملک دے اندر 98 فیصد لوکاں نوں نمائندگی دلوانی اے ۔ میں تہاڈے سامنے کھڑا واں ۔ میں اپنے حلقے دا کوئی منڈا ملازم نیں کروا سکیا ۔ کسے دی کوئی خدمت نئیں کر سکیا ۔ ایسدی وجہ ایہہ وے کہ مینوں خوشامد کرن دا ول ہی نئیں آیا تے جیہڑی رسمی تعلیم میں حاصل کیتی اے اوہ میں حق سمجھناں کہ عوام دے حق دے واسطے سفارش دی ضرورت نئیں ہونی چائی دی کیونکہ سفارش اک لعنت

اے - لوگاں دے حق خود بخود انہاں نوں ملنے چائی دے نیں - انہاں گلاں دے نال نال میں ایہہ گل وی عرض کرانگا کہ اسان پوری جد و جہد کرنی اے اسمبلیاں دے وچ وی تے اسمبلیاں دے باہر وی - اسیں باہر رہن دے وی عادی ہاں تے میداناں وچ لڑن دے وی عادی ہاں , خواہ ریگستان ہووے خواہ پہاڑیاں ہوون اسیں اپنیاں کوششاں جاری رکھاں گے تے ایس عوام دی بالا دستی قائم کر کے رواں گے - اسلام علیکم -

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : چودھری محمد یعقوب علی خان -

چودھری محمد یعقوب علی خان : جناب سپیکر 1977ء کے شروع سے ہی پی - این - اے نے اس ملک میں دھونس اور دھاندلی شروع کر دی تھی - اگرچہ سابقہ اسمبلی اور پارلیمنٹ کی میعاد آئین کے مطابق 14 اگست 1977ء تک تھی لیکن اگر پارلیمنٹ چاہتی تو اس کو ایک سال کے لیے اور بڑھایا جا سکتا تھا - جب پی - این - اے اور اس کے نام نہاد لیڈروں نے الیکشن کا مطالبہ کیا تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قوم کے وسیع تر مفاد کی خاطر کئی مہینے پہلے یعنی 14 - اگست سے بھی پیشتر اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کو توڑ دیا اور جب الیکشن کا اعلان کیا تو اس وقت پی - این - اے کے نام نہاد لیڈروں نے دشنام طرازی اور گالی گلوچ شروع کردی - انہوں نے اپنے مقصد کے لیے مساجد اور تعلیمی درسگاہوں کو استعمال کرنا شروع کردیا ، یہاں تک کہ منبر رسول پر کھڑے ہو کر انہوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو اور اس کی حکومت کو گالی گلوچ شروع کردی -جناب ذوالفقار علی بھٹو نے نہایت خندہ پیشانی سے ان نامساعد حالات کا مقابلہ کیا اور وعدے کے مطابق الیکشن وقت پر کرایا - لیکن الیکشن سے پیشتر پی - این - اے نام کے نہاد لیڈروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر الیکشن کے نتائج ان کی مرضی کے خلاف ہوئے تو وہ ان نتائج کو نہیں مانیں گے - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا - جب سات مارچ کو پاکستان پیپلز پارٹی نے overwhelming majority حاصل کر لی اور بہت سی سیٹیں

جیت لیں یعنی تھری فورتھ سے بھی زیادہ سیٹیں حاصل کر لیں تو انھوں نے اپنے کہنے کے مطابق الیکشن کے نتائج سے روگردانی اور انحراف شروع کردیا اور دس تاریخ کو صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن ہونے والے تھے ان کا انھوں نے نتائج سے ڈرتے ہوئے بائیکاٹ کردیا حالانکہ ان کے امیدواروں نے بھی چوری چھپے ، ان نام نہاد لیڈروں سے ڈرتے ہوئے ، صوبائی اسمبلیوں کا الیکشن contest کیا اور جو آزاد امیدوار تھے انھوں نے تو الیکشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا قائد اس قدر پاپولر ہے اور اس کی جماعت اتنی ہردلعزیز ہے کہ ان کا کچھ نہ بن سکا ۔ اس کے بعد جب اسمبلیوں اور پارلیمنٹ نے کام شروع کیا اور جناب کو یاد ہے جب 9 تاریخ کو پنجاب اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا تو اسمبلی کے سامنے وہ لوگ جو اپنے آپ کو اسلام دوست ظاہر کرتے تھے اور پاکستان پیپلز پارٹی پر یہ الزام لگاتے تھے کہ اس نے عورتوں کی تنظیمیں بنا کر الیکشن میں اپنا مقصد حاصل کیا ہے ، وہی لوگ اپنی عورتوں کو اور کرائے کی عورتوں کو میدان میں اور سڑکوں پر لے آئے اور انھوں نے آ کر وہ کام کیے جن کا بیان کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے ۔ عورتوں اور بچوں نے وہ کام کیا جس کی کسی غنڈے سے بھی امید نہیں رکھی جا سکتی ۔ سات مارچ سے پیشتر الیکشن کے نتائج سے انحراف کا اعلان تو انھوں نے کر ہی دیا تھا ، جب اجلاس شروع ہوا تو مختلف مقامات پر جہاں پر ضروری تھا پولیس ، رینجرز ، ایف ایس ایف اور فوج کو متعین کیا گیا تو انھوں نے خودکار اسلحہ سے پولیس پر حملے کیے اور بڑے بڑے افسران کو اس حد تک مجروح کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔

جناب والا ! میں آپ کے سامنے قصور کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ وہاں دفعہ 144 کی خلاف ورزی ہو رہی تھی ۔ ایس ۔ پی صاحب فورس لے کر وہاں پہنچے تو مکانوں کی چھتوں پر پی ۔ این ۔ اے کے لیڈروں نے عورتوں کو متعین کیا ہوا تھا ۔ ان کے پاس روڑے ، اینٹوں اور پتھروں کے ٹکڑے اتنے تھے کہ انھوں نے خشت باری شروع کر دی ۔ ایس ۔ پی صاحب

موقعہ پر ہی شدید مجروح ہوئے اور ابھی تک وہ جنرل ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں ۔ انھوں نے یہی نہیں کیا بلکہ اسمبلی کے سامنے آ کر اس قسم کے غنڈہ ازم کا مظاہرہ کیا جس کو یاد کر کے انسان کو شرم آتی ہے ۔ کارخانوں میں اور کمرشل سنٹرز میں انھوں نے زبردستی غنڈہ ازم سے ہڑتالیں کروائیں ، کاروبار کو معطل کرایا ، ٹیکسز دینے سے لوگوں کو منع کیا ، ریلوں اور بسوں میں بلا ٹکٹ خود بھی سفر کیا اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ، جیسا کہ جناب کو یاد ہے کہ مسٹر حمزہ نے اپنے کئی سو ساتھیوں کے ہمراہ لاہور سے گوجرانوالہ تک بلا ٹکٹ سفر کیا تھا ۔ اس طرح دس کروڑ روپے سے زائد ٹیکسز کی وصولی جو گورنمنٹ کو ہوتی تھی ، اس کو انھوں نے بند کر دیا ۔ اس کے علاوہ لاء اینڈ آرڈر کے لیے جو ایجنسی قائم تھی اس کو مفلوج کر دیا گیا ، ملکی معیشت کو بالکل تباہ کر دیا گیا ، مساجد میں بے وقت انھوں نے اذانیں دینی شروع کرا دیں اور یہ کہا کہ اس آفت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے ہم ایسا کر رہے ہیں یعنی ہماری اس پاپولر حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے وہ مساجد میں اذانیں دیتے ہیں ۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ یہ اذانیں مولوی نہیں دیتے تھے بلکہ کرائے کے آدمی یہ کام سر انجام دیتے تھے اور اذان ختم ہونے کے بعد میں نے سنا کہ اسی سٹیج پر گانا نشر ہو رہا تھا ۔ یہ سب کچھ انھوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا ۔ وہ سامراجی طاقتیں جو پاکستان بننے کے حق میں نہ تھیں اور جب پاکستان بن گیا تو وہ اس کو قائم رکھنے کے حق میں نہ تھیں ، انھوں نے بے تحاشہ پیسہ ان نام نہاد لیڈروں کو دیا ۔ انھوں نے غنڈے اور کرائے کے ٹٹو لے کر حکومت کو مفلوج کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔

جناب والا ! جس وقت وزیر خزانہ 78-1977ء کا میزانیہ ترتیب دے رہے تھے اس وقت ملک کی معیشت تباہ ہو چکی تھی اور جو کچھ بھی انہیں بہتر نظر آیا اس کے مطابق انھوں نے میزانیے کو ترتیب دیا ۔ لوگ یہ خیال

کرتے تھے کہ بہت سے ٹیکسیز لگائے جائیں گے مگر جناب وزیر خزانہ نے جناب وزیر اعظم کی ہدایت کے مطابق کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا اور ایک متوازن بجٹ پیش کیا جس میں تقریباً 15 کروڑ روپے کا خسارہ تھا۔ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے اخراجات میں تین فیصد بچت تجویز کی گئی اور جو entertainment اور باقی ٹیکسیز تھے ان میں اضافہ کیا گیا۔ زمین کی سیل (sale) پر جو ڈیوٹی لی جاتی تھی اس میں اضافہ کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔ اس طریقے سے 7 کروڑ کچھ لاکھ روپے اکٹھے کرنے کے انتظامات اس بجٹ میں کیے گئے۔ جناب والا! میں وزیر خزانہ کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ زمین کی فروخت پر tax اور گاڑیوں کے ٹیکس کی شرح میں اضافہ کی بجائے بہتر یہ ہوگا کہ 24 کروڑ 25 لاکھ روپے کی جو سبسیڈیز آٹے پر دینی ہے وہ صرف غریب شہریوں کے لیے آٹے پر دی جائے اور سپریم کورٹ کے ججز، ہائی کورٹ کے ججز، وزیر اعلیٰ وزراء صاحبان۔ جاگیردار، سرمایہ دار اور کارخانہ دار اس رعایت میں شامل نہ کیے جائیں۔ یہ رعایت صرف غریب عوام، مزدور اور محنت کشوں کو دینی چاہیے۔ اس لیے مندرجہ بالا قسم کے امیروں سے اگر یہ رعایت واپس لے لی جائے تو میرے خیال میں 15 کروڑ اور چند لاکھ روپے کا جو خسارہ ہے وہ اس طرح بچ سکتا ہے اور قوم بھی نئے ٹیکس سے بچ سکتی ہے۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ دو کنال سے زائد رقبے کے بنگلے ملک میں بیشمار ہیں۔ اگر ان پر بھاری ٹیکس لگا دیے جائیں تو وہ امیر لوگ بآسانی یہ ٹیکس دے سکتے ہیں اور اس طرح بھی قوم فاضل ٹیکسوں سے بچ سکتی ہے۔

اب میں جناب والا! اپنے ضلع قصور اور تحصیل قصور، جو میرا حلقہ نیابت ہے، کی ضروریات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤنگا۔ پچھلے سال یکم جولائی سے قصور کو ضلع کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ یہ عوام کا ایک دیرینہ مطالبہ تھا۔ اگر میں کہوں کہ 1938ء سے یہ مسئلہ معرض التوا میں پڑا تھا تو بیجا نہ ہوگا۔ جناب وزیر اعظم نے صوبائی حکومت کو

سفارش کی اور قصور کو ضلع کا درجہ دے دیا گیا لیکن دفاتر کے لیے عمارات مہیا نہیں کی گئیں ۔ قصور ایک بارڈر کا ضلع ہے ، اس کے گیارہ تھانے ہیں ، 5 تھانے تحصیل چونیاں کے اور 6 تھانے تحصیل قصور کے ۔ تحصیل قصور کے 5 تھانے بارڈر کے تھانے ہیں اور چونیاں کے 5 تھانوں میں سے ایک تھانہ بارڈر کا تھانہ ہے ۔ قصور کے دو تھانوں ایک گنڈا سنگھ والا اور دوسرا صدر کا بیشتر حصہ تقسیم کے وقت ہندوستان میں چلا گیا تھا ، اس لیے ان تھانوں کی نئی حد بندی بے حد ضروری ہے ۔ اس کے علاوہ ضلعی ہسپتال کے لیے پچھلے سال وزیر خزانہ نے ایک معقول رقم رکھی تھی ۔ وزیر صحت موجود نہیں اس لیے میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ بد قسمتی سے آج تک اس ہسپتال کے لیے ایک سال گذرنے کے باوجود زمین کا تعین نہیں ہو سکا ۔ کئی جگہ زمینیں حاصل کی گئیں اور ایک جگہ زمین پسند کر کے اس کا نوٹیفیکیشن بھی کر دیا گیا لیکن زمین تجویز کرتے وقت عوامی نمائندوں سے مشورہ نہ کیا گیا ۔ میرے نوٹس میں آیا ہے اور ڈی سی نے بھی بتایا ہے کہ یہ زمین ہندوستان کے بارڈر کی طرف واقع ہے اور کھیم کرن سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ۔ کھیم کرن بارڈر کی جانب ہسپتال کے لیے جگہ کا انتخاب کسی صورت میں بھی جائز نہیں ۔ اس علاقے پر 1950ء ۔ 1965ء اور 1970ء میں ہندوستان نے پاکستان کے اوپر یلغار کی تھی تو اس علاقہ میں سے ایک قطعہ زمین کا ہسپتال کے منتخب کیا گیا ہے ۔ یہ زمین (shelling) کی رینج میں ہے ۔ اس ہسپتال پر ایک کروڑ 20 لاکھ روپے خرچ ہوں گے اور یہ تین سو بیڈز کا ہسپتال بننا ہے ۔ بد قسمتی سے اس کے لیے ایسی جگہ منتخب کی گئی ہے جو تینوں جنگوں میں ہندوستان کی شیلنگ کی رینج میں رہی ہے ۔ اس کے علاوہ ایک اور جگہ منتخب کی گئی لیکن بعد میں اس کو بھی چھوڑ دیا گیا ۔ اب یہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت استعمال ہو رہی ہے ۔

جناب والا ! اس ضمن میں وزیر خزانہ سے التماس ہے کہ قصور کی اہمیت کے پیش نظر وہاں ہسپتال کی فوری ضرورت ہے اور اس ہسپتال سے ایمرجنسی کے وقت فوج بھی استفادہ کر سکتی ہے اور پبلک بھی استفادہ کر

سکتی ہے ۔ اس لیے اس ہسپتال کی تعمیر کا کام جلد از جلد شروع کیا جائے جہاں تک میونسپلٹی قصور کا تعلق ہے ۔ یہ بارڈر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے ۔ تقسیم کے وقت بھی یہاں لوگ مکان نہیں بناتے تھے ۔ اور نہ ہی اب کوئی مکان بنانے میں دلچسپی رکھتا ہے ۔ اب ضلعی ہیڈ کوارٹر بن جانے کے بعد وہاں پولیس لائن کے لیے وسیع عمارت کی ضرورت ہے ۔ ڈسٹرکٹ کونسل کے لیے عمارت کی ضرورت ہے ۔ ڈی ۔ سی کے دفتر اور سول دفاتر کے لیے عمارات کی ضرورت ہے اور ملازمین کے لیے بھی مکانات کی ضرورت ہے ۔ کافی پیسہ مختص کرنے کے باوجود ماسوا ڈسٹرکٹ کونسل کی عمارت کے آج تک کوئی اور عمارت نہیں بنی ۔ ضلعی دفاتر شہر کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں ۔ لوگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بے حد تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اگرچہ کوئی نئی سکیم بروئے کار نہیں لائی جائے گی کیونکہ مالی مشکلات سد راہ ہیں لیکن وہ چالو منصوبے ہیں اور ان کے لیے رقم مختص ہو چکی ہے ۔ اس لیے میں وزیر خزانہ کی خدمت میں التماس کروں گا کہ وہاڑی اور قصور کے لیے یہ شرط لاگو نہ کی جائے بلکہ ان کی ضروریات کے پیش نظر وافر پیسہ مہیا کیا جائے تاکہ یہاں ہسپتال ، پولیس لائن ، کچہریاں اور باقی دفاتر بن سکیں ۔ ورنہ ان کو ضلع کا درجہ دینے کا مقصد فوت ہو جائے گا ۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جس وقت قصور ضلع بنا تھا اس وقت 50 ایکڑ زمین تحصیل ہیڈ کوارٹر میں رہائشی سکیم کے لیے رکھی گئی تھی ۔ لیکن وہ تکمیلی مراحل میں ہی رہی اور اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا ۔ اب جب کہ قصور ضلع بن گیا ہے اور ایک سال گزر گیا ہے انہوں نے اس 50 ایکڑ تحصیل ہیڈ کوارٹر کی ہاؤسنگ سکیم پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا ہے ۔ 2 ایکڑ رقبہ ہسپتال کے لیے مختص کیا گیا تھا ، اب اسے ہاؤسنگ سکیم میں شامل کر لیا گیا ہے میری التماس ہے کہ وہ رقبہ ہاؤسنگ کے لیے درکار نہیں تو وہ اس کی بجائے ہسپتال کے لیے موزوں ترین ہے ۔ اس لیے وہاں ہسپتال کی تعمیر شروع کر دینی چاہیے ۔ اس کے علاوہ قصور کو ضلع کا درجہ دینے

سے پہلے سڑکیں کم چوڑی تھیں ۔ اب بھی وہ ایسی حالت میں ہیں ۔ لاہور ٹیوز پور روڈ صرف 37.36 میل کا ٹکڑا ہے ۔ پچھلے سال سیلابی تباہی تلاطم اور بارشوں کی وجہ سے کئی مقامات پر شگاف پڑ گئے یہ شگاف دوبارہ بھی پڑ سکتے ہیں ۔ ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ ان کو ٹھیک کیا جائے اگر ان کو ٹھیک نہ کیا گیا تو ایسا موقع بھی آ سکتا ہے کہ پولیس پیدل اور ملٹری کی ضروریات معطل ہو کر رہ جائیں ۔ ہم نے تجویز پیش کی تھی کہ ان پر culverts بنا دیئے جائیں لیکن ہم چلاتے ہی رہے ۔ اب جب کہ پچھلے سال کا اختتام ہو رہا ہے ان پلیوں کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے شاید اس لیے کہ بارش کا موسم آنے والا ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہتے تھے وہ کر سکیں میری التجا ہے کہ وہ مقامات جہاں پانی نے سڑکوں کو توڑا تھا بڑی مشکل سے انہیں درست کیا گیا تھا ۔ اب انہوں نے اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے وہاں culverts بنانے کا کام شروع بھی کیا ہے انہیں کہا جائے کہ وہ بارش کے موسم سے پیشتر یہ 7-6 پلیاں مکمل کر لیں ورنہ بارش کے دنوں میں ان کی تکمیل ممکن نہ ہو گی اور یہ آنے والے وقت کے لئے میں سد راہ ہوں گی ۔ اس کے علاوہ قصور سے ایک رو بھی نالہ گزرتا ہے ۔ حکومت ہندوستان بارش کے دنوں میں اپنی نہروں کا وافر پانی بھی اس میں ڈال دیتی تھی پھر اس میں 70 ہزار کیوسک پانی چلتا تھا اور قصور اس کی زد میں آ جاتا تھا ۔ اس فالتو پانی کو upstream چلایا گیا جس سے قصور بچ گیا ۔ یہ پانی قصور سے بہاول پور تک کے تمام دیہات کو تنکے کی طرح بہا کر لے جاتا تھا ۔ لاکھوں ایکڑ زمین میں کھڑی فصلیں تباہ ہو جاتی تھیں ۔ اب اس کی زد میں ایک گاؤں کمال پورہ آیا ہے جس کا رقبہ پانچ ماہ زیر آب رہتا ہے ۔ تو حکومت کو چاہیے کہ ان لوگوں کے لیے متبادل مکان فراہم کرے جو نہایت کس مپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : تشریف رکھیں ۔ بیگم ذکیہ شاہ نواز !

Mrs. Zakia Shah Nawaz Khan Niazi : Sir, I feel privileged to be in a position to express my ideas with regard to the women of Pakistan in context with the budget allocation made for this purpose by the learned Minister for Finance. I expected that, due to financial difficulties, the requirements of women would be given second place but, having gone

through the budget, I realise that the requirements of women were given top priority by the Minister for Finance specially in the fields of education, social welfare and health. This is consistent with the noble and progressive thinking of the Prime Minister and the First Lady of Pakistan. I would like to say that the women in rural areas take very active part in the economic well-being of their families and their needs have been recognized by the Family Laws. The Prime Minister has also seen to it that the rights of women are safeguarded.

With regard to health I would say that, even in the present difficult circumstances, more dispensaries should be set up in the villages and more health centres should be provided in the rural areas. Especially, top priority should be given to the preventive medicines. I would submit that hospitals in the villages are very much neglected. The doctors don't go there and most of the lives in villages are taken away because of neglect. Therefore, more attention should be paid to the hospitals in rural areas.

On the social welfare side I would say that funds should be sufficiently utilized so that the under-developed women of rural areas can benefit. So far as education is concerned, I would like to congratulate the honourable Finance Minister for having given high priority to education especially the objective of universal education for girls as the year 1985. I suggest that mosques in the rural areas should be used for the education of girls. I would also suggest that there should be more centres provided in the rural areas for the training of women to do and learn needle work and stitch-craft so that the articles which they produce should be of good standard and can be exported. In this manner the women of rural areas would not only earn their livelihood but our country will also earn foreign exchange.

Sir I come from District Mianwali which is a very backward area and we are facing many many problems and

hardships there. If I were to mention all of them, there would be so many that it would not be possible to narrate them in this limited time at my disposal. I do realise the difficulties which the government is facing presently in financial matters as a result of the crisis through which our country has recently passed but I would only like to point out a very basic need of our area and that is drinking water. Most of the villages in our area don't have drinking water. In the area of Tehsil Isa khel, most of the women have to travel many many miles on foot to get drinking water for their homes and for their children. The water which they drink is not good because it remains lying in stagnant pools and is injurious to their health. By drinking this stale water they develop many diseases. I would very strongly stress upon the government and the Finance Minister to help us in over-coming this difficulty. I have not much to say but I would once again emphasize the need of good drinking water in my area and would request the government to give their special attention to the problem.

With regard to other problems, I think, the Prime Minister of Pakistan, the First Lady of Pakistan and the Government are well aware of them and are doing their best to solve these problems so that the women can play a good role towards the future and prosperity of Pakistan.

Thank you.

مسٹر سپیکر : مسٹر عبدالستار خان نیازی ۔

مسٹر عبدالستار خان نیازی : جناب سپیکر ! جن حالات میں یہ میزانیہ پیش کیا گیا ہے ۔ جس میں قتل و غارت لوٹ مار اور ہر قسم کا وہ حربہ اپوزیشن کی طرف سے استعمال کیا گیا جو ایک دشمن بھی کسی دوسرے ملک کے لوگوں پر استعمال نہیں کرتا ۔ جو حربہ انہوں نے اپنے شہریوں پر استعمال کیا ۔ اس سے ملک کی معیشت اور اقتصادیات کو کیا سے دو چار ہونا پڑا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میزانیہ مشکل حالات پر قابو پانے کی

ایک بھرپور کوشش ہے۔ جس کے لیے میں جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ لوگ جو اس عوام دشمن تحریک میں شامل تھے۔ انہوں نے پاکستان کی بھی مخالفت کی تھی۔ ان میں بیشتر افراد ایسے تھے جنہوں نے صرف پاکستان کی مخالفت ہی نہ کی تھی بلکہ قائد اعظم کو کافر اعظم بھی کہا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو پاکستان بننے سے پہلے ہندوستان میں تو ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بلند کیا کرتے تھے۔ لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو انہوں نے ایک اور نعرہ بلند کر دیا کہ مسلمان بھی مسلمان کا بھائی نہیں جو ایک پہلی مثال تھی۔ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کروایا گیا۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس تحریک میں پیش پیش تھے اور جنہوں نے اس وقت بھی پاکستان کی مخالفت کی تھی جب قائد عوام نے ایک منشور پیش کیا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر پیپلز پارٹی برسراقتدار آ گئی تو وہ قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نظام پیش کرے گی۔ جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہوگا۔ حالانکہ پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت نے جس طرح سے اسلام کی خدمت کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دور میں کسی بھی حکومت کو یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ اسلام کی اتنی خدمت کرتی۔ بلکہ اس سے پہلی حکومتوں نے حج پر بھی پابندی لگائی ہوئی تھی جو ہمارے مذہب کے پانچ ارکان میں سے ایک بنیادی رکن ہے۔ اور جس وقت پاکستان پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی اس وقت ملک کے خزانے کی حالت بہت ہی مخدوش تھی۔ اس وقت ملک کا خزانہ خالی تھا۔ حالانکہ پاکستان پیپلز پارٹی اگر یہ پابندی لگاتی تو وہ حق بجانب ہوتی کیونکہ اس وقت ہمارے پاس ملک میں نہ زرمبادلہ تھا اور نہ ہی ہمارے خزانے میں کوئی پیسہ تھا۔ لیکن اس سے پہلے کی حکومتوں نے یہ پابندی لگائی ہوئی تھی اور مقررہ کوٹہ ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ حاجی نہیں بھیجیں گے۔ اس سے زیادہ زرمبادلہ خرچ نہیں کریں گے۔ لیکن قائد عوام اور اس جماعت نے جس کے خلاف یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ یہ اسلام کی مخالفت کرے گی۔ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف

نظام لائے گی اس نے برسراقتدار آتے ہی ملک کے خزانے کا خیال نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اسلام کے بنیادی رکن کے لیے قائد عوام اور ان کی پارٹی کسی مسلمان کو نہیں روک سکتی ۔ بلکہ اجازت ہے جو صاحب استطاعت ہے جائے جس کا جی چاہے قبلہ کا طواف کرے ، جس کا جی چاہے روضہ رسولؐ کی زیارت کرے ۔ یہ اجازت پاکستان پیپلز پارٹی نے ہی دی تھی۔ اس کے علاوہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے ۔ اور قرآن پاک کو غلطیوں سے پاک کرنے کا مسئلہ ہے ۔ پریس والے جو پہلے احتیاط نہ کرتے تھے ان کے لیے سزا مقرر کی گی ۔ پھر جمعہ کی چھٹی اس قسم کے کئی مسائل اسلام کے بارے میں مختلف حکومتوں نے حل نہ کیے تھے پاکستان پیپلز پارٹی نے ہی اسلام کی خدمت کے لیے پہلے یہ قدم اٹھایا ۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی کے قائد نے یہ کہا کہ آؤ مل جل کر ہم اس ملک کے لیے نظام مصطفیٰ کا قانون بنا ئیں ۔ تو نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگانے والے ان لوگوں نے انکار کر دیا ۔ اصل میں مسئلہ یہ نہ تھا ۔ مسئلہ یہ تھا کہ قائد عوام پاکستان کو مستحکم کرنا چاہتے تھے ، استحکام بخشنا چاہتے تھے ۔ جس وقت بھی قائد اعظم ~~علیہ الرحمۃ~~ نے پاکستان بنانے کی کوشش کی اس وقت بھی انہی لوگوں نے قائد اعظم کی مخالفت کی تھی ۔ پھر اب جب کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ قائد عوام ہی قائد اعظم کے ایک اچھے جانشین ثابت ہو سکتے ہیں ۔ اور یہ پاکستان کو استحکام بخش سکتے ہیں تو انھوں نے قائد عوام کی بھی مخالفت شروع کر دی ۔ لیکن آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی نے "کل مسلم اخوۃ" کا عملی نمونہ پیش کیا ہے 1971ء سے پہلے پاکستان کے ایک وزیر اعظم کو تو قاہرہ کے ہوائی اڈہ پر اترنے کی اجازت نہ دی گئی تھی اور شام ، مصر اور دوسرے عرب ممالک ہمارے خلاف ووٹ دیا کرتے تھے یا غیر جانب دار ہو جاتے تھے ۔ لیکن آج جب گڑ بڑ یہاں ہوتی ہے ، تکلیف یہاں پر ہوتی ہے تو محسوس کویت والے ، ابوظہبی والے کر رہے ہیں ، سعودی عرب کے شاہ خالد کر رہے ہیں اور پھر یاسر عرفات کہتے ہیں کہ میں پاکستان کے لیے فنڈ اکٹھا کروں گا ۔ میں

تمام ملکوں کا دورہ کروں گا اور پاکستان کو فنڈ مہیا کروں گا - بہرحال ان حالات میں بھی پاکستان پیپلز پارٹی انشاء اللہ مشکلات پر قابو پائے گی اور اپنے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا -

جناب والا ! صوبہ پنجاب میں ترقیاتی پروگرام کے لیے دو ارب پچیس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں - اس میں سے بیشتر تعلیم اور زرعی شعبے پر خرچ کیے جائیں گے - ہر زندہ قوم تعلیم پر زیادہ خرچ کرتی ہے کیونکہ آنے والی نسلوں کے فکر و شعور کی نشو و نما تعلیم ہی کے ذریعے ہوتی ہے پاکستان پیپلز پارٹی نے ، وزیر خزانہ نے تعلیم کے لیے زیادہ رقم مختص کرکے ایک احسان کیا ہے - اس کے ساتھ ہی چونکہ ہماری 80 فی صد آبادی زراعت پیشہ ہے - زراعت کے لیے ہمارے وزیر خزانہ نے زیادہ رقم مختص کی ہے - یہ ایک بہترین خدمت ہے - کم آمدنی والے لوگوں کی رہائش کے لیے چودہ کروڑ روپے اور کچی آبادیوں کے لیے اکیس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں - یہ پاکستان پیپلز پارٹی کا اپنے منشور میں پیش کیا گیا ایک وعدہ تھا - منشور کو پورا کرنے کے لیے یہ ایک احسن قدم اٹھایا گیا ہے - جناب والا ! ٹیکس بھی بہت تھوڑے لگائے گئے ہیں جن سے عام آدمی پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا - عام آدمی کو یہ ٹیکس متاثر نہیں کریں گے جناب والا ! اس کے بعد میں اپنے ضلع میانوالی کے متعلق کچھ عرض کروں گا - ہمارا ضلع نہایت ہی پسماندہ ہے اور اس کی ترقیاتی سکیموں کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے - میں جناب وزیر خزانہ سے التماس کروں گا کہ تعلیمی ترقیاتی پروگرام میں چار مڈل سکولوں کی تعمیر کے لیے ایک لاکھ اسی ہزار روپے کی رقم رکھی گئی ہے جب کہ عیسیٰ خیل میں انٹرمیڈیٹ کالج کی بلڈنگ اشد ضروری ہے ، میانوالی کالج کی بلڈنگ نا مکمل ہے - پانی بالکل نہیں ہے اور حالیہ سیلابوں سے متاثرہ بیسیوں پرائمری اور مڈل سکول ایسے ہیں جن کی عمارات گر چکی ہیں اور ان کی تعمیر ضروری ہے - ایک لاکھ اسی ہزار روپے کی یہ رقم بہت ہی کم رکھی گئی

ہے ۔ مظفر پور مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دینا ہے ۔ اس کے لیے بھی جناب وزیر خزانہ سے التماس ہے کہ کچھ رقم رکھیں ۔ میانوالی میں پانچ مرلہ سکیم پر ابھی تک کوئی عمل درآمد نہیں ہوا ۔ اتنا عرصہ ہو چکا ہے ۔ باقی اضلاع میں تو پانچ مرلہ سکیم پر عمل درآمد ہو رہا ہے ۔ لیکن نہ جانے میانوالی میں پانچ مرلہ سکیم پر کب عمل درآمد ہوگا ۔ میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ وہ حکم صادر فرمائیں کہ میانوالی شہر میں بھی پانچ مرلہ سکیم پر جلد از جلد عمل درآمد ہونا چاہیے ۔ باقی میانوالی شہر بہت پسماندہ ہے ۔ اور وہاں بے روزگاری بے حد ہے ۔ وہاں سمال انڈسٹریز قائم ہو سکتی ہیں ۔ وہاں فائر کلے ، جپسم اور سلیکا سینڈ بیشتر مقدار میں پائی جاتی ہیں ۔ جو برتن سازی کے لیے ضروری چیزیں ہیں داؤد خیل ، موسیٰ خیل ، واربہ چراں ، چھدرو میانوالی میں اگر کارخانے قائم کیے جائیں تو میرے خیال میں بے روزگاری کو دور کرنے میں بہ مدد گار ثابت ہوں گے ۔ گتے اور رف کاغذ کے لیے وہاں کافی میٹریل موجود ہے ۔ سرکنڈا ، کائی وغیرہ پورے کچے کے علاقے میں کافی مقدار میں پائی جاتی ہے ۔ عیسیٰ خیل ، موثھ ، میانوالی ، کلور کوٹ ، دریا خان ، بھکر وغیرہ میں اگر گتہ سازی یا رف کاغذ کے کارخانے لگانے کے لیے امداد دی جائے یا جس طرح سمال انڈسٹریز کی سکیم میں پیسے رکھے جاتے ہیں ۔ ان میں سے وہاں کے لوگوں کو امداد دی جائے تو وہاں پر گتے اور رف کاغذ کے کارخانے چھوٹے چھوٹے پیمانے پر بھی لگ سکتے ہیں اور کچے کے علاقے کا خام میٹریل جو کہ باہر بھیجا جاتا ہے ، وہاں استعمال ہو سکتا ہے ۔ قالین سازی کے لیے بھی واں بھچراں ، موسیٰ خیل ، میانوالی ، موثھ ، عیسیٰ خیل ، منکیرہ ، حیدرآباد ، کلور کوٹ ، بھکر شہر میں کارخانے وغیرہ قائم کیے جا سکتے ہیں ۔ یا چھوٹی چھوٹی دستکاریوں کی وہاں ابتدا کی جا سکتی ہے ۔ اگر وہاں کے لوگوں کو حکومت امداد دے تو یہ بات بے روزگاری دور کرنے میں مد و معاون ثابت ہو سکتی ہے ۔ فوجی ٹیکسٹائل مل میانوالی شہر کے لیے منظور کی گئی تھی ۔ جناب قائد عوام

ذوالفقار علی بھٹو نے وہاں جا کر وعدہ کیا تھا ۔ لیکن ابھی تک وہاں مل کی بنیاد بھی نہیں رکھی گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ وہاں نہیں بن رہی ۔ میں التماس کروں گا کہ وہاں فوجی ٹیکسٹائل مل قائم کی جائے۔ جناب والا ! ایک وضاحت طلب مسئلہ ہے کہ سالانہ ترقیاتی سکیم میں صفحہ 282 پر رورل واٹر سپلائی کے لیے پچیس لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے ۔ میں جناب وزیر خزانہ سے تھوڑی سی وضاحت چاہتا ہوں کہ یہ پچیس لاکھ روپے کی رورل واٹر سپلائی کے لیے رقم قائد آباد کے مقام پر خرچ ہوگی لیکن یہ رقم میانوالی ضلع میں دکھائی گئی ہے حالانکہ قائد آباد میانوالی ضلع میں نہیں آتا ، یہ سرگودھا ضلع میں آتا ہے ۔ اگر وہ رقم ضلع میانوالی کے حصے میں ہے اور قائد آباد میں لگائی جا رہی ہے تو یہ ہمارے حق پر تقریباً ڈاکہ ہے ۔ بہرحال قائد آباد میں بھی پانی کی ضرورت ہے ۔ وہاں بھی خرچ ہونا چاہیے لیکن میانوالی میں بھی اس کی اشد ضرورت ہے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : خواجہ حسن عسکری ، (ساہیوال) !

خواجہ حسن عسکری : جناب سپیکر ! موجودہ بجٹ پر فاضل ارکان نے کافی روشنی ڈالی ہے ۔ لیکن گذشتہ دنوں اخبارات میں بھی آیا ہے کہ گزشتہ تین چار مہینوں میں ہنگاموں کی وجہ سے ملکی معیشت کو نہ صرف کروڑوں کا بلکہ اربوں روپے کا نقصان ہوا ہے ۔ ان حالات میں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اگر کچھ صاحبان اس کی تعریف نہیں کرنا چاہتے تو ان حالات کی روشنی میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بجٹ کسی طرح سے برا ہے ۔ جناب سپیکر ! پاکستان پیپلز پارٹی ایک انقلابی جماعت ہے ۔ اس کے چار نعرے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا بنیادی نعرہ یہ ہے ''سوشلزم ہماری معیشت ہے'' ۔ (نعرہ ہائے تحسین) باقی تین نعروں میں ہماری جماعت اور دوسری جماعتوں میں کوئی فرق نہیں ۔ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے مسلمان کو کافر کہے ، عوام کی طاقت پر سب کو یقین ہے اور جمہوریت پر بھی سب کو یقین ہے ۔ جناب سپیکر ! اس ملک میں 27 برس تک مغربی طرز

کی برطانوی جمہوریت رائج رہی لیکن اسلام کو اس وقت کبھی خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جس وقت سوشلسٹ معیشت کی بات ہوتی ہے اس وقت اسلام کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں اپنے بزرگوں کے خیالات کو دیکھنا پڑے گا۔ جب علامہ اقبال جمہوریت کے بارے میں یہ کہتے ہیں:

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

جناب سپیکر! جب اقبال یہ کہتا ہے کہ

ایک مرد فرنگی نے کیا راز یہ افشا
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

تو پھر جناب والا! ہم علامہ اقبال کے خیالات کی ترجمانی کا حق کیوں نہیں ادا کرتے؟ لیکن جناب والا! دیکھا یہ گیا ہے کہ جب کبھی سرمایہ داری اور جاگیرداری کو خطرہ پیدا ہوا ہمیشہ اسلام کا نعرہ سامنے لایا گیا۔ جناب سپیکر! گذشتہ چار مہینوں کے دوران نظام مصطفیٰ کی بات ہوئی اور بعض فاضل اراکین نے یہ بات جان بھی کی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون مسلمان ہے جو نظام مصطفیٰ سے انکاری ہے؟ لیکن دیکھنا یہ ہوگا کہ نظام مصطفیٰ در اصل کیا ہے۔ ہمارے ہاں بچہ جب چار سال کا ہوتا ہے تو اسے بادشاہوں کی کہانیاں پڑھائی جاتی ہیں۔ پیارے بچو! ایک تھا بادشاہ اور جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں بادشاہت کا تصور رہتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اسلام میں بادشاہت کا تصور ہے؟ بالکل نہیں۔ ہمیں وہ چیز سکھائی جاتی ہے جو دراصل ہمارا ورثہ نہیں ہے۔ جناب سپیکر! جب اکبر بادشاہ مرے تھے تو انہوں نے حرم میں پانچ ہزار عورتیں چھوڑی تھیں۔ جناب سپیکر! جب ہم دوسرے بادشاہوں کی عیاشیوں کی داستانیں پڑھتے ہیں تو ہم انہیں اپنا ترکہ اور اپنا

ورثہ نہیں کہہ سکتے بلکہ میں جب ہند و پاک کی تاریخ کی ورق گردانی کرتا ہوں تو مجھے ٹیپو سلطان شہید اور سراج الدولہ کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جس پر ہم فخر کر سکیں یا اپنا ورثہ کہہ سکیں جناب والا ! اسی طرح جب ملکوں میں انقلاب آیا کرتے ہیں اس سے پہلے ہمیشہ ذہنوں میں انقلاب آتے ہیں ، فکر میں انقلاب آتے ہیں ، پہلے فکر کی لڑائی ہوتی ہے ، پہلے ذہن کی لڑائی ہوتی ہے اسی طرح 1970ء کے الیکشن سے قبل ہوا تھا جب دو فریقوں نے کہا کہ اقبال یہ کہتا ہے ، دوسرے فریق نے کہا نہیں اقبال یہ کہتا ہے :

گیا دور سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا
گراں بار چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے ابلنے لگے

اقبال کی "الارض للہ" کی تشریح پڑھیں :

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کس نے دانوں سے بھری ہے خوشۂ گندم کی جیب

پھر خدایا یہ زمین تیری نہیں تیرے آباء کی نہیں ۔ جناب والا ! اسلام کی تعریف پڑھیں ، نظام مصطفیٰ کیا ہے ۔

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں سونا تھا نہ چاندی تھی

نظام مصطفیٰ کیا ہے ؟ کہ جب ابوذر غفاری کی آواز مکہ اور مدینہ کی گلیوں سے آتی تھی کہ اے لوگو ! یہ جو تم سونا اور چاندی جمع کرتے ہو یہ تم اپنے لیے دوزخ خریدتے ہو ۔ نظام مصطفیٰ کی بات کرنے والے نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگانے والے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ پیٹ پر پتھر باندھنا بھی حضورؐ کی سنت میں سے ایک سنت ہے ۔ لاکھوں روپیہ ، کروڑوں روپیہ ، جائیدادیں اور سرمایہ بنانے والے لوگ نظام مصطفیٰ کی بات کیسے کر سکتے ہیں ؟ جناب والا ! حاتم طائی کے قصے ہمارا سرمایہ نہیں بلکہ اسلام کے چوتھے

خلیفہؓ کی جب ہم یہ کہاوت پڑھتے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑا سخی وہ ہے جس کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو یہ اسلام کی صحیح روح ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں اختلاف ہے وہیں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد قائم ہے ، جس دن یہ اختلاف ختم ہو جائے گا اس دن یہ بنیاد ہل جائے گی۔ اس لیے ہمارا یہ نعرہ ہے کہ "سوشلزم ہماری معیشت ہے" ہم آج بھی اس پر قائم ہیں ، کل بھی اس پر قائم تھے اور یہ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کا ایک جزو لاینفک ہے ۔ جب تک پیپلز پارٹی قائم ہے ہم اس نعرے کو ببانگ دہل لگاتے رہیں گے اور اس سے انکاری نہیں ہوں گے ۔ (نعرہ ہائے تحسین۔) جناب والا ! جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس میں پہلے انکار ہے کہ نہیں کوئی معبود ۔ جیسے کہ غالب نے کہا :

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

لا الہ نہیں کوئی معبود ، پہلے انکار ہے الا اللہ سوائے اللہ کے ، اقرار بعد میں ہے ۔ جناب والا ! پہلے ہمیں انکار کرنا ہوگا ۔ وہ معاشرہ جو طبقات پر قائم ہو ۔

ہر احتیاج نے سو سو خدا کیے تخلیق
کسے کسے کوئی دنیا میں اپنا سلام کرے

جناب والا ! جتنے لوگوں نے اس دنیا میں خدائی کا دعویٰ کیا وہ سب امیر لوگ تھے غریب نہ تھے ۔ جناب والا ! جب نظام مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ گلبرگ کی 8 ایکڑ کی کوٹھی میں رہنے والا صحیح مسلمان ہے یا کچی بستی اور کچی جھونپڑی میں رہنے والا ؟ اتنا بڑا فرق ایک نظام کے اندر قائم نہیں رہ سکتا ۔ جناب والا ! جب ہم کلمے کی صحیح تشریح کریں گے تو پہلے ہمیں ان تمام خداؤں سے انکار کرنا پڑے گا ۔ اگر ہمیں آسمان کے خدا کو ماننا ہے تو پھر ہمیں زمین کے خداؤں کو ختم کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کا دین اسی دن زیادہ مضبوط ہوگا جس دن زمین کے خدا ختم ہوں گے ۔ جناب والا ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ

اسلام کے معاشی نظام میں نجی جائداد کا تصور سرے سے نہیں ہے - اگر نجی جائداد کا تصور ہوتا تو پھر ہمارے جتنے انبیاء کرام گزرے ہیں وہ بڑی بڑی جائدادیں چھوڑ کر جاتے - جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتے ہیں اس وقت ہم یہ بات مانتے ہیں کہ نبیوں کا ورثہ نہیں ہوا کرتا - تو پھر ہم اس سنت کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں ؟ جناب والا ! جب سوشلزم کی بات ہوتی ہے اس وقت بڑے بڑے فتوے صادر کیے جاتے ہیں ، کفر کی لڑائیاں لڑی جاتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کافر ہیں اور یہ غلط نظام لانا چاہتے ہیں -

جناب والا ! میں ان سے یہ گذارش کرنی چاہتا ہوں کہ سوشلزم کسی ملک کے داخلی حالات کے تحت اس ملک میں لایا جاتا ہے اور وہ دن خدا نہ کرے کہ پاکستان میں آئے کہ ہم اسلام کی نفی کر کے یہاں سوشلزم لائیں ، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس دن پاکستان میں سوشلزم آیا اسی دن پاکستان میں اسلام سب سے زیادہ مضبوط ہوگا - جب تک یہاں کے غریب عوام کو ہر چیز میں برابری نہیں ملتی ، تعلیم میں ، سرمایہ میں ، اس وقت تک یہاں صحیح اسلام نہیں آ سکتا - ہمارے تعلیمی نظام میں ایک طرف ایسے سکول موجود ہیں جہاں ایک پانچ سال کے بچے کی پہلی جماعت کی ماہوار فیس تین سو روپے ہے اور ایسے سکول بھی بیک وقت موجود ہیں جہاں بچوں کی ماہانہ فیس دو آنے ہے اور جہاں بچے کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کی سہولت نہیں ہے - اس غیر مساویانہ نظام میں جو بچے تعلیم حاصل کریں گے ان کا فرق آگے جا کر نمایاں صورت میں پیدا ہوگا - تو جناب والا ! میری تمام تر گزارش یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے انقلاب کا نعرہ لگایا تھا - قائد عوام کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی آج بھی قائم ہے اور قائم رہے گی - قائد عوام کی قیادت میں جس انقلاب کی ابتدا پاکستان پیپلز پارٹی نے کی ہے جب مستقبل کا مورخ پاکستان میں انقلاب کی تاریخ قلمبند کرے گا تو وہ قائد عوام کا نام سنہری الفاظ میں لکھے گا کہ یہ وہ آدمی تھا جس نے اس ملک میں انقلاب کی ابتدا کی - (نعرہ ہائے تحسین) -

جناب والا ! جہاں تک ضلع ساہیوال کے مسائل کا تعلق ہے میں اس سلسلہ میں زیادہ بات نہیں کروں گا کیونکہ جہاں جہاں بھی پاکستان کے اندر غریب لوگ موجود ہیں ان سب کے مسائل یکساں ہیں۔ میں اگر یہ کہوں کہ میرے علاقے میں یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ جناب والا ! سب کے مسائل یکساں ہیں۔ جو نظام اس وقت رائج ہے اور اس میں جو چیزیں ہمیں ملتی ہیں وہ بہت کم ہیں۔ ہم شہری لوگ اگر مل کر اس نظام کو لانے کی کوشش کریں جس میں تمام لوگوں کو یکساں حقوق ملیں تو پھر وہ نظام آ سکتا ہے۔ اس کے بعد جناب والا ! میں یہ کہوں گا کہ ساہیوال ایک بہت بڑا شہر ہے۔ اس میں سوئی گیس کی ضرورت ہے اور وہ لائن پور سے گزر رہی ہے جو کہ ساہیوال کے کافی نزدیک واقع ہے۔ اگر وہاں سے سوئی گیس ساہیوال لائی جائے تو اس سے 28 لاکھ کی آبادی فیض یاب ہو سکتی ہے۔ دوسرے معاملات تقریباً تمام اضلاع کے وہی ہیں جو ساہیوال کے ہیں، وہ حکومت کی نظروں میں ہیں، وہی بہتر سمجھ سکتے ہیں اور وہی اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ آخر میں جناب والا ! میں اس شعر پر ختم کروں گا :

دل کی خلش تو یاد رہے گی تمام عمر
دریائے غم کے پار اتر جائیں ہم تو کیا

مسٹر سپیکر : چودھری طارق اقبال جاوید !

چودھری طارق اقبال جاوید : جناب سپیکر ! ان مشکل حالات میں اور اس نازک موقع پر جتنے تدبر اور محنت سے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے یہ بجٹ پیش کیا ہے اس کی ہم تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ جناب والا ! بجٹ اس سے بہتر بھی ہو سکتا تھا اگر حالات بہتر ہوتے۔ لیکن جناب والا ! حالات کو کس نے خراب کیا ہے، حالات کو کس نے بگاڑا ہے۔ معیشت کو کس نے تباہ کیا ہے ؟ ان لوگوں نے معیشت کو تباہ کیا ہے۔ جنہیں پاکستان سے اور ان کے عوام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نظام مصطفیٰ کے یہ دعویدار اس وقت کہاں

تھے جب کراچی میں 9 آدمیوں کو زندہ جلایا گیا تھا ؟ وہ اس وقت کہاں تھے جب ایک ریڑھی والے کی لاش کو کھمبے سے لٹکا دیا گیا۔ ڈسکہ کے اس واقعہ کے وقت وہ کہاں تھے ؟ جیسا کہ کل ایک فاضل رکن نے یہ بتایا جناب والا ! نظام مصطفیٰ کے یہ دعویدار الزام ہم پر لگاتے ہیں۔ جناب سپیکر ! ہماری حالت تو یہ ہے کہ :

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب والا ! پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور نمائندوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور ہماری پائی کمانڈ نے ہمیں باز رکھا کہ آپ شہروں میں جلوس نہ نکالیں ، ڈسٹربنس پیدا نہ کریں ، ورنہ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ جناب والا ! پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ جو قوت ہے اگر ہماری پائی کمانڈ آج بھی اس قوت سے یہ کہہ دے کہ جاؤ گلبرگ اور ماڈل ٹاؤن کی عالیشان عمارات اور کوٹھیوں پر قبضہ کر لو تو ایک بھی کوٹھی اور اس کے رہنے والے ثابت نہیں رہیں گے۔ جناب والا ! میں یہ کہتا ہوں کہ غریب کی عزت کے ساتھ کھیلنے سے باز آ جاؤ۔ اگر پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے تو غریب ، اگر بارڈر پر خون دیتا ہے تو غریب ، پاکستان کی حفاظت کرتا ہے تو غریب اس لیے اگر اب بھی یہ لوگ غریب کی عزت کے ساتھ کھیلنے سے باز نہ آئے تو انشاءاللہ تعالیٰ جب انتخابات ہوں گے تو ہم ہمیشہ کے لیے ان کو اس مقام پر پہنچا دیں گے۔ جہاں سے یہ کبھی سیاست کا نام نہیں لیں گے۔ جناب والا ! پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے ایک آدمی نے یہ کہا ہے کہ ان پر الزام ہے اور ان کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے۔ جناب والا ! اسلام کی تاریخ میں ایسے واقعات ہوئے کہ نیزوں پر قرآن پاک رکھ کر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے رہے کہ یہ دھوکہ ہے ، یہ دھوکہ ہے لیکن قرآن کی وجہ سے مسلمان مار کھا گیا۔ جناب والا ! یہی صورت حال یہاں بھی پیدا کی گئی ہے۔ مسجدوں کو سیاسی اکھاڑہ بنا دیا گیا اور مسجد کے

تقدس کا خیال بھی نہیں رکھا گیا ۔ جناب والا ! اس ایوان میں موجود فاضل ممبران سے اور ان کی وساطت سے ملک اور قوم سے یہ کہوں گا کہ ان علمائے کرام سے کہیں کہ اگر مسجد کا انہوں نے احترام نہ کیا تو خدانخواستہ اگر کسی وقت یہاں فرقہ وارانہ صورت حال پیدا ہو گئی تو ملک کا کیا حشر ہوگا ؟ جناب والا ! ایک مسلمان کی حیثیت سے میں ان سے آپ کی وساطت سے یہ اپیل کروں گا کہ خدارا مسجد کے تقدس کا خیال رکھیں اور اپنے مقصد کے لیے ، اپنی کرسی کے لیے ، مسجد کے تقدس کو پامال نہ کریں ۔ آپ لوگوں نے اسلام کے بنیادی قوانین میں تبدیلی پیدا کر دی ہے ۔ جناب والا ! چیچہ وطنی میں پی این اے کے ایک لیڈر الیکشن کی تحریک کے دوران تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف اتحاد کے امیدوار کو ایک ووٹ دے گا تو اس کو ایک لاکھ سال کی نماز معاف ہو جائے گی ۔ جناب سپیکر ! قرآن کریم نزع کی حالت میں صرف نماز کی معافی دیتا ہے ، بیماری کی حالت میں بھی نماز اشاروں سے پڑھنی ضروری ہے لیکن وہ ایک پرچی سے ایک لاکھ سال کی نماز معاف کراتے ہیں ، سبحان اللہ ان کی شریعت خیر ، جناب والا ! میں بجٹ پر بات کر رہا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مشکل ترین حالات میں بہترین مساعی کی ہے لیکن اس میں جو بچت کی کوشش دکھائی گئی ہے جناب والا ! میں بجٹ پر تنقید نہیں کرتا بلکہ میں اپنی طرف سے کچھ تجاویز پیش کرتا ہوں جنہیں غالباً پاکستان کی ایڈمنسٹریشن میں ایک مخصوص طبقہ ''کار بد تو خود کرے ہے تہمت دھرے شیطان پر'' کے اصول کے تحت پالیسی اختیار کرکے خود کچھ ایسی صورت حال پیدا کر دیتا ہے کہ بالآخر اس کا الزام سیاستدانوں پر اور عوامی نمائندوں پر آ جاتا ہے ۔ جناب والا ! ڈیویلپمنٹ اتھارٹیز کا ایک رواج بن گیا ہے ۔ ملتان ڈیویلپمنٹ اتھارٹی ، لاہور ڈیویلپمنٹ اتھارٹی ، مری کہوٹہ ڈیویلپمنٹ اتھارٹی جناب والا ! گزشتہ کئی سالوں سے مری کہوٹہ ڈیویلپمنٹ اتھارٹی قائم ہے ، افسران موجود ہیں ۔ آسامیاں 19 ، 20 ، 21 گریڈ کی منظور شدہ ہیں لیکن

عملاً وہاں پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے ۔ جناب والا ! ان کی کارکردگی ملاحظہ فرمائیں کہ کس کس حیلے سے وہ ڈیویلپمنٹ کر رہے ہیں ۔ فرماتے ہیں :

Special repairs and improvements to the existing forest Building اس بلڈنگ میں کیا ہوگیا ہے مزید لکھتے ہیں کہ : special repairs and improvements of existing forest lodges.

یہ ایک نئی منطق پیسہ کھانے کی انہوں نے نکالی ہے ۔ ریسٹ ہاؤس کو ''لاج'' کا نام دے کر اس کی مرمت کے بہانے پیسہ ہڑپ کر رہے ہیں ۔ اس لفظی ہیرا پھیری سے پیسے ہڑپ کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد سپیشل رپیئر کا لفظ بھی انہوں نے جس طرح استعمال کیا ہے اسی طرح سے انہوں نے بڑی بے دردی سے رقم بھی استعمال کی ہے ۔

Special repairs to existing forest buildings in kahuta forest Division.

اس کے بعد وہاں پر کچھ سپیشل نرسری چل رہی ہیں اور 12 ویجی ٹیبل demonstration farms چل رہے ہیں ۔ لیکن زمین پر کوئی فارم موجود نہیں ، میرا تعلق کہوٹہ سے ہے ۔ ایک دلچسپ واقعہ میں جناب والا ! کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کروں گا کہ ایک موضع میزاں ہے ۔ وہاں پر ایک آدمی کا ذاتی باغ ہے ۔ اس نے 5 مربع فٹ زمین لے کر وہاں 10/4 قلمیں لگا کر ایک نرسری بنا دی ہے اور معلوم نہیں کہ اس کے لیے کتنے ہزار روپے اس نے چارج کر لیے ہیں ۔ اسی طریقہ سے جناب والا ! محکمہ جنگلات کی کارکردگی ہے کہ محکمہ جنگلات ایک سڑک موضع بنھیال کی طرف بنا رہا ہے ۔ الیکشن کے دوران میں وہاں گیا تو لوگ چیخ اٹھے اس کے بعد پھر میں وہاں گیا تو جب بھی لوگ چیخ اٹھے ۔ ابھی تک وہ سڑک ان سے مکمل نہیں ہو رہی ہے ۔ محکمہ جنگلات والے اپنے مطلب کے لیے وہ سڑک بنا رہے ہیں ۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ کو تو اپنا مطلب ہے ، کچھ عوام کے لیے بھی کرو ۔ جناب والا ! جنگلات کے محکمہ کے

پاس ایک گزارہ فنڈ ہوتا ہے جو کہ اس علاقے کی ڈیولپمنٹ پر خرچ ہوتا ہے - مگر یہ ریسٹ ہاؤس کی development پر خرچ کرتے ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ ریسٹ ہاؤسوں کی کیا development ہو سکتی ہے ؟ جناب والا ! جب ہم مری کہوٹہ سے نکل کر ورکس کونسل میں آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ کے لیے تو مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنا دی گئی ہے - آپ وہاں چلے جائیں - ورکس کونسل والے ادھر سے development کا پروگرام نہیں دیتے اور مری کہوٹہ development والے کہتے ہیں کہ ابھی تو ہمارا ڈائرکٹر جنرل نہیں آیا ہے - جناب والا ! 88 لاکھ روپے کا بجٹ ہے ، معلوم نہیں وہ روئے زمین پر کس جگہ خرچ ہوا ہے ، مجھے معلوم نہیں وہ بجٹ کہاں چلا گیا ؟

جناب والا ! اس کے بعد اس صوبہ میں ایک اور محکمہ ہے جو بڑا دل چسپ ہے - لوکل کونسل ، ڈسٹرکٹ کونسل ، مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام اور اس کے بعد ورکس کونسل - ان چاروں محکموں کا ایک ہی کام ہے اور وہ دیہی آبادی کی ڈویلپمنٹ ہے - جناب والا ! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہی کام جو اس سے پہلے ڈسٹرکٹ بورڈز کیا کرتے تھے اب اس کام کے لیے یہ محکمے آپ نے کیوں کھول دیے ہیں اور جو پرانا بی - ڈی نظام تھا اس کے تحت آپ نے اب اتنے افسر کیوں بھرتی کر دیے ہیں ؟ جناب والا ! اگر وقت ہوتا تو میں سوال کرتا کہ مجھے بتایا جائے کہ ورکس کونسل ، ڈسٹرکٹ کونسل ، لوکل گورنمنٹ اور آپ کے پاس یہ جو دوسری کونسلیں موجود ہیں ان کے عملے اور افسران کی تنخواہوں کے کتنے اخراجات ہیں اور ڈویلپمنٹ پر کتنے اخراجات ہوتے ہیں ، تو بات واضح ہو جاتی - محض جناب والا ! طریقہ کار ہی اختیار کیا جاتا ہے ایک اور محکمہ نکال دیا گیا ہے اس کے بعد افسران اپنی من مانی کرتے ہیں اور عوام پستے رہتے ہیں -

جناب والا ! اس کے بعد ایک اور محکمہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس ہے - اتفاق سے وزیر متعلقہ بھی موجود ہیں جناب والا ! اس گورنمنٹ ٹرانسپورٹ

سروس نے 4 مارچ 1977ء کو میرے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ جس دن پیپلز پارٹی کے زیر اہتمام کلر سیداں میں جلسہ عام تھا اسی دن پی ۔ این ۔ اے والوں نے چالیس پرائیوٹ بسوں کو engage کر کے اس روڈ پر ٹریفک معطل کردی ۔ جناب والا ! اس دن جی ۔ ٹی ۔ ایس کی ایک بس بھی نہ چلی حالانکہ وہاں پر وزراء کرام نے جانا تھا عوام نے جانا تھا ۔ اس صورتحال کے پیش نظر ہم نے ٹرک engage کیے ، ہم نے گاڑیاں engage کیں اور جی ۔ ٹی ۔ ایس والوں کو کہا کہ آپ کی جو بسیں شیڈول ہوئی ہیں وہ تو چلنی چاہئیں لیکن ان لوگوں کی وہاں پر ایک بھی بس نہ چل پائی ۔ جناب والا ! راولپنڈی سے کلر تک بیس میل کا فاصلہ ہے ، اکثر لوگ ملازم ہیں اور فوج میں ملازم ہیں ۔ ہر روز انہیں آنا ہوتا ہے لیکن صورتحال یہ ہے ، جس طرح کہ جناب وزیر متعلقہ نے اس دن بتایا ، ان کو بھی کاغذی ہیرا پھیری میں ان لوگوں نے ڈال دیا ۔ راولپنڈی والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس 271 بسیں ہیں ، ان میں سے 147 اون روڈز ہیں ۔ کیپٹن صاحب ! آپ ان سے یہ پوچھتے کہ 271 میں سے اگر 147 بسیں اون روڈز ہیں تو باقی ماندہ بسیں کتنے دن باہر رہیں گی اور کتنے دن اون روڈز نہ ہوں گی ؟ آپ بڑے افسروں کو ورکشاپوں میں بھیجتے ، میں دیکھتا کہ وہ بسیں کیسے نہ روڈ پر آئیں ۔ مجھے پتا ہے جب میں اپنے علاقے میں جاتا ہوں تو لوگ بسوں کے ساتھ لٹکتے ہوئے جاتے ہیں ۔ پی ۔ این ۔ اے والے ان سے کہتے ہیں کہ جاؤ ! بھٹو سے بسیں مانگ کر لاؤ ۔

جناب والا ! چار حادثے تو وہاں بسوں پر سے گر کر ہو چکے ہیں ۔ وہاں کے لیے آٹھ بسیں منظور ہیں مگر تین بسوں سے زیادہ وہاں پر بسیں نہیں چلیں ۔ جناب والا ! وہاں کے ایم ۔ این ۔ اے ، کرنل نجیب صاحب ، بھی چلاتے رہے ، ایم ۔ این ۔ اے نذر کیانی صاحب بھی چلاتے رہے ۔ مقصود صاحب ایم ۔ پی ۔ اے بھی چلاتے رہے ، کیپٹن صاحب سے میں نے درخواست کی اور انہوں نے ایک دفعہ ٹیلیفون بھی کیا مجھے معلوم نہیں کہ اس سے آگے کیا کارروائی ہوئی ۔ جناب والا !

اگر راولپنڈی کی ان 271 بسوں میں سے صرف 147 بسیں اون روٹز ہیں تو لاہور کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ جناب والا! میں حیران ہوں کہ جی۔ ٹی۔ ایس والے ہم عوام کی خون پسینے کی کمائی کھا گئے لیکن باوجود اس بات کے ابھی تک وہ باز نہیں آئے۔ جناب والا! میں ایک ذاتی واقعہ بتاتا ہوں کہ پچھلے سال دسمبر میں، مجھے تاریخ یاد نہیں، میں بس کے ذریعے باغبانی باغ جنرل بس سٹینڈ پر آیا تو وہاں جی۔ ٹی۔ ایس بس کے ٹائر بدلے جا رہے تھے۔ جناب والا! میں نے خود صبح سویرے متعلقہ اتھارٹی کو ٹیلیفون کیا تو مجھے جواب ملا کہ یہ ایک معمول کی بات ہے، آپ ہمارے معاملے میں مداخلت کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ اگر آپ کسی پارٹی کے اسسٹنٹ سیکرٹری یا جوائنٹ سیکرٹری ہیں تب بھی یہ آپ کا کام نہیں، یہ تو ہمارا کام ہے۔ جناب والا! میری گناہ گار آنکھوں نے یہ سب کچھ دیکھا کہ وہاں پر ٹائر بدلے جا رہے تھے۔ جناب والا! الیکشن کی مہم سے بس۔ پچیس دن پہلے کی بات ہے، جب میں پارٹی ٹکٹ لینے کے لیے آیا تو راستہ میں گجرات سے کچھ فاصلے پر ایک بس کے ٹائر اور دوسری چیزیں درختوں میں کھڑے ڈرائیور وغیرہ اتار رہے تھے۔ اگر وزیر موصوف مجھے کہیں تو میں کوشش کروں گا کہ اپنی ڈائری میں سے اس بس کا نمبر بھی بتا دوں جس بس کی چیزوں کی وہاں پر تبدیلی ہو رہی تھی۔ تو جناب والا! ان حالات میں کیسے بچت ہو سکتی ہے۔ جناب والا! پرائیویٹ بس والے تو انکم ٹیکس بھی دیتے ہیں۔

رانے سخاوت علی خان: جناب والا! ممکن ہے کہ ٹائر پنکچر ہو گیا ہو اور وہ ٹائر بدل رہے ہوں۔

چودھری طارق اقبال جاوید: جناب والا! اگر رات کو دو بجے ان کے ٹائر پنکچر ہو سکتے ہیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے اور یہی بات تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس صورتحال سے ٹائر پنکچر ہونے سے بسیں نہیں چلتی رہیں۔ میرے محترم دوست! یہ تو کروڑوں روپوں کا آپ کو نقصان ہے اور اس غریب ملک کے غریب عوام کا نقصان ہے۔ بسوں میں وہ لوگ تو نہیں جاتے جن کی کوٹھیاں ہیں اور جن کے پاس کاریں ہوتی ہیں۔

جناب والا ! اس کے بعد محکمہ تعلیم کی حالت کے متعلق میں عرض کروں گا ۔ بہت سے ارکان اسمبلی نے محکمہ تعلیم کی خبر لی ہے اس بجٹ میں سب سے زیادہ اس محکمہ کو دیا گیا ہے ۔ جناب وزیر خزانہ اس محکمہ کے انچارج بھی رہ چکے ہیں ۔ جناب والا ! اس محکمہ کی حالت تو میرے خیال میں ایک ہی صورت میں ٹھیک ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی خاص قسم کے فرشتے بھیج کر اس محکمہ کو ٹھیک کرے ۔ جناب والا ! راولپنڈی کے بعض کلرکوں کی کوٹھیاں اس وقت اسلام آباد میں بنی ہوئی ہیں جہاں سے وہ ہزاروں روپے کرایہ لے رہے ہیں ۔ راولپنڈی کے سکولوں کو ایک سال گرمیوں کی چھٹیوں میں پانچ لاکھ روپے کا فرنیچر دیا گیا اور جب چھٹیاں ختم ہوئیں تو وہ فرنیچر بھی ختم ہو چکا تھا اس لیے کہ اس کو دیمک کھا گئی تھی ۔ جناب والا ۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ ہوا کرتا تھا ۔ میرے خیال میں وزیر صحت اس وقت موجود نہیں ۔ بہرحال جناب والا ! مجھے توقع ہے کہ یہ بات آپ کی وساطت سے ان تک پہنچ جائے گی ۔ زچہ بچہ سنٹرز میں یونیسکو کے ذریعے کبھی دودھ ۔ گندم وغیرہ دی جاتی ہے لیکن جناب والا ! میں دعویٰ سے یہ کہتا ہوں کہ راولپنڈی ڈسٹرکٹ کے ایک سنٹر میں بھی نہ دودھ تقسیم ہوا ہے نہ کبھی اور نہ ہی گندم تقسیم ہوئی ہے ۔ پیپلز پارٹی کے ایک کارکن کو یہ فخر حاصل ہے کہ گزشتہ مہینے ایک ڈسپنسری سے پانچ توڑے دودھ کے سمگل ہوتے ہوئے اس نے پکڑوائے لیکن ابھی تک اس ڈسپنسری کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی ۔

جناب والا ! اسی طرح ملیریا ایریڈیکیشن کا محکمہ ہے ۔ اس کا کام ملیریا کو ختم کرنے کا ہے ۔ میری عمر تقریباً 35.32 سال ہے اور میں دیہہ کا رہنے والا ہوں ۔ شہر سے میرا تعلق رہتا ہے ۔ میں نے اپنی اس 33.32 سال کی عمر میں آج تک اپنے گاؤں میں کبھی مچھر ہوتے نہیں دیکھا ۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ محکمہ پاکستان کے کس کونے میں واقع ہے ؟ ۔

جناب والا ! ایک اور بڑا ہی دلچسپ محکمہ ہے ، اسے فشریز ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں اور ڈائرکٹر فشریز راولپنڈی میں تشریف فرما ہیں ۔ میرے پاس جہلم بھی ہے ۔ میں ، جناب والا ! ان سے سوال کرتا ہوں کہ جب جہلم میں مچھلیاں ہو سکتی ہیں ، کیمبلپور میں ہو سکتی ہیں تو کیا راولپنڈی کی ڈرین میں نہیں ہو سکتیں ؟ جو آپ ایک پونڈ کی مچھلی ڈالتے ہیں اور سال کے بعد پچاس پونڈز کی مچھلی نکال لیتے ہیں مجھے یہ تو بتائیے کہ اس پچاس پونڈز کی مچھلی کی قیمت کتنی ہے اور آپ لوگوں کی تنخواہیں کتنی ہیں ؟ جناب والا ! یہ کتنا بڑا قوم کو دھوکہ دیا گیا ہے ۔ جناب والا ! اس محکمہ کی تو ضرورت ہی نہیں ہے ، وہاں ایسے محکمہ کو کیوں رکھا جا رہا ہے ؟ اسی طرح چولستان کے ایک فاضل رکن نے کہا ہے کہ چولستان میں بھی فشریز ڈیپارٹمنٹ کھول دیا گیا ہے ، مجھے تو معلوم نہیں شاید وہاں پر بھی اس کی ضرورت ہو ۔

جناب والا ! اس کے بعد ہمارا بڑا ضروری مسئلہ یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ کونسل راولپنڈی نے گزشتہ دنوں آئٹم وائز 22 ٹیکس لگائے ہیں یعنی ہر چیز فروشوں پر آئٹم وائز فیس لگائی گئی ہے ۔ مثلاً اگر ایک دوکاندار دیہات میں سگریٹ رکھتا ہے تو 50 روپے اور سگریٹ کے ساتھ اگر اس کی دوکان پر گھی بھی ہے تو اس پر بھی 50 روپے ٹیکس ۔ اگر اس کے علاوہ سبزی رکھ لے تو اس پر بھی 50 روپے ٹیکس ۔ اسی طرح اگر ایک ہر چیز اور کریانہ فروش مختلف آئٹمز رکھتا ہے تو اس کو بیشمار فیس دینی پڑتی ہے ۔ یہ گزٹ نوٹیفیکیشن جاری ہوا ہے ، اس کے تحت راولپنڈی ضلع کونسل نے ٹیکس لگائے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ گاؤں کے دوکاندار جو کریانہ فروش ہوتے ہیں تو وہ بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں رکھتے ہیں ، سگریٹ رکھ لیتے ہیں ، سبزی بھی رکھ لیتے ہیں ۔

Mr. Speaker : Please conclude now.

چودھری طارق اقبال جاوید : جناب والا ! اس کے بعد واٹر سپلائی کلر سیدان ہے ۔ میرے خیال میں پہلے پانچ سال گزر گئے ، مزید پانچ سال

گزر گئے مگر وہ سکیم مکمل نہیں ہوئی جب کہ کلر میں ان دنوں اس قدر پانی کی قلت ہے کہ تین روپیہ فی ٹن پانی بک رہا ہے ۔ جناب والا ! اس کے بعد پانچ مرلہ سکیم ہے ۔ ابھی ابھی وزیر متعلقہ یہاں موجود تھے ۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پانچ مرلہ سکیم کے تحت کلر میں پلاٹ الاٹ ہوئے ۔ وہاں غریب لوگوں نے مکانات بنائے اور اب محکمہ پانی و بجلی کہتا ہے کہ آپ لوگ سڑک کے زیادہ قریب آ گئے ہیں اس لیے مکان اکھاڑ دیے جائیں گے ۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے یہی عرض کی ہے کہ غریب لوگوں کو پانچ مرلے بڑی مشکل سے ملے ہیں ۔ اگر مل گئے ہیں تو انہوں نے مکان بنا لیے ہیں ۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ، یہ تو پٹواری ۔ گرداور اور تحصیلدار کا قصور ہے ۔

مسٹر سپیکر : سید ثاقب حسین شاہ ۔

سید ثاقب حسین شاہ (سیالکوٹ ۔ 2) : جناب سپیکر ! پہلے تو میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ کو عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں ۔ ان نامساعد حالات میں جو غریب عوام کو ٹیکس سے مستثنیٰ کیا ہے یہ انہی کا کام ہے ورنہ ان حالات میں بہت پراپیگنڈ ہو رہا ہے کہ اب پنجاب پر ٹیکس لگیں گے ۔ غریب عوام کو پتا چل جائے گا کہ پنجاب میں ٹیکس کتنے لگے ہیں ۔ پیپلز پارٹی کو جو انہوں نے ووٹ دیا ہے ٹیکس لگنے کے بعد اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ پر ٹیکس کتنے لگائے گئے ہیں ، آپ اب کدھر جائیں گے ؟ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی سوچ سمجھ کے تحت ایسا بجٹ پیش کیا ہے کہ غریب عوام ٹیکس سے مستثنیٰ ہو گئے ہیں ۔ اس لیے بھی ڈاکٹر صاحب مبارک باد کے حقدار ہیں ۔

جناب والا ! ان حالات کی بات ہو رہی تھی جو آج کل تخریب کاروں نے پیدا کر دیے ہیں ۔ جو شخص بھی حق و انصاف پر مبنی نظام کو قائم کرنے کے لیے جدو جہد کرے اس کے راستے میں ایسے تخریب کار اور رجعت پسند ہمیشہ حائل ہوتے ہیں ۔ جب پاکستان بنا اور اس کے خالق

قائد اعظم نے ڈھاکہ میں تقریر کی اور کہا کہ میں اس ملک میں ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کو بیماریاں سمجھتا ہوں ، میں ان کو جڑ سے اکھاڑ باہر پھینکوں گا تو اس وقت بھی جب بعد میں وہ کراچی تشریف لائے اسی ذہن کے لوگوں نے ان سے سوال کرنے شروع کئے - بہر حال میں اس بات کو چھوڑتا ہوں . وقت بہت تھوڑا ہے - اس کے بعد جب انھوں نے حق و انصاف پر مبنی نظام کو قائم کرنے کے لیے منافع خوروں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف بات کی تو آج تک ہمیں ان کی موت کے اسباب تک معلوم نہیں ہو سکے - ہمیں تو یہ پتا چلا کہ ان کی لاش ایک ایمبولینس میں دو تین گھنٹے سڑک پر پڑی رہی - جناب والا ! اس وقت بھی یہی حالت تھی - اب بھی جو شخص حق و انصاف پر مبنی نظام قائم کرنے کے لیے جد و جہد کرے گا اس کے خلاف یہ رجعت پسند ، یہ استحصالی قوتیں تحریک شروع کریں گی -

سازش اہل چمن سے باغبان بدلا گیا
رفتہ رفتہ پھر نظام گلستان بدلا گیا

جناب والا ! ان کے بدلنے کے بعد وہ نظام بھی بدلا کیونکہ جو نظام وہ چاہتے تھے اس میں تبدیلی لانے کے لیے کچھ لوگ کوشش کر رہے تھے - وہ لوگ آخر آ گئے اور منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے - جو لوگ ان کے مخالف تھے ، جو ان کے مقصد کو صحیح نہیں سمجھتے تھے وہ آ گئے اور کئی سالوں تک اس نظام کو درہم برہم کرنے میں لگے رہے جو پروگرام قائد اعظم سے ادھورا رہ گیا تھا اس کو آگے چلانے کے لیے ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے نعرہ لگایا کہ وہ اس پروگرام کو ادھورا نہیں رہنے دیں گے - وہ عوام کے سامنے آئے اور عوام نے بھی ان کو لبیک کہا اور کہا کہ اگر آپ نے قائد اعظم کے پروگرام کو آگے چلانا ہے تو ہم پاکستان کے غریب عوام - محنت کش - مزارع اور مزدور سب آپ کے ساتھ ہیں - وہی قوتیں - وہی استحصالی قوتیں - وہی رجعت پسند لوگ جو اس وقت قائد اعظم کی مخالفت کرتے تھے وہ آگے آ کر مضبوط ہو گئے اور اس وقت ان لوگوں کی

صف میں جو لوگ کھڑے تھے آج سامنے مقابلہ میں وہی لوگ نظر آ رہے ہیں ۔ انہی لوگوں نے قائد اعظم کی مخالفت کی ۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی مخالفت کی ۔ ان کی مخالفت میں بھی مودودی نظر آتے تھے اور ان کی مخالفت میں بھی مودودی نظر آتے ہیں ۔ ان کی مخالفت میں بھی مفتی محمود نظر آتے تھے اور ان کی مخالفت میں بھی مفتی محمود نظر آتے ہیں ۔ قائد اعظم کی مخالفت میں نصراللہ نظر آتے تھے اور ان کی مخالفت میں بھی نصراللہ نظر آتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ قائد عوام اور قائد اعظم کا نظریہ یہی ہے کہ عوام کی خدمت کی جائے ۔ ان کی مخالفت بھی اس لیے کی گئی تھی کہ وہ عوام کی خدمت کرتے تھے اور یہ بھی عوام کی خدمت کریں گے اس لیے وہ مخالفت برائے مخالفت اب بھی کر رہے ہیں ۔ تو حضور والا ! اب یہ وقت آ گیا ہے کہ عوام بھی متحد ہیں ۔ قائد اعظم کو ظالموں نے اتنا وقت نہ دیا کہ وہ مزدور ۔ مزارع اور کسانوں کو متحد کر سکیں لیکن قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے عوام کو ، مزدوروں کو ، کسانوں کو اور مزارعوں کو اتنا متحد کر دیا ہے کہ اگر انہوں نے بری نظر سے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی طرف دیکھا تو عوام ان کی آنکھیں نکال کر باہر پھینک دیں گے ۔ جناب والا ! اب ہمارا مفاد اسی میں ہے ۔ پہلے تو ایک ہی طبقہ کے لوگ اس ہال میں تشریف لاتے تھے ۔ کوئی جاگیردار ہوتے تھے ، کوئی صنعتکار ہوتے تھے لیکن ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے ٹکٹیں دیتے وقت ایسا طریقہ اختیار کیا ہے ۔ جس کی وجہ سے اس ہاؤس میں مزدوروں کے نمائندے ۔ مزارعین کے نمائندے اور ہر طبقہ کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ اپنے اپنے طبقے کی نمائندگی کریں اور وہ کر رہے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : اب بیس منٹ کے لیے وقفہ برائے نماز ہوگا ۔ 7 بجکر 30 منٹ پر دوبارہ ہاؤس کی کارروائی شروع کی جائے گی ۔

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد زیر صدارت مسٹر ڈپٹی سپیکر اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی) ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : سید ثاقب حسین (سیالکوٹ) ۔

سید ثاقب حسین شاہ : جناب والا ! میں یہ بات کر رہا تھا کہ اس وقت ایوان میں مزدوروں کے نمائندے بھی ہیں ، کسانوں کے نمائندے بھی ہیں - اور مزاروں کے نمائندے بھی ہیں - ہم یہاں اپنے اپنے طبقے کی نمائندگی کر رہے ہیں اور یہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی دین ہے کہ انہوں نے ہر طبقے کو نمائندگی دی تاکہ کوئی طبقہ یہ نہ کہے کہ اسے نمائندگی سے محروم رکھا گیا ہے - پہلے تو ایک ہی شخص سب کی نمائندگی کرتا تھا ، وہ آ کر بیٹھ جاتا تھا - مزدوروں کی نمائندگی بھی وہی کرتا تھا ، مزارعوں کی نمائندگی بھی وہی کرتا تھا اور کسانوں کی نمائندگی بھی وہی کرتا تھا - لیکن یہ حق قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے دیا ہے کہ ہر طبقے کو یہ موقع فراہم کیا کہ جاؤ ، جا کر اسمبلی میں بیٹھو اور اپنے اپنے طبقوں کی نمائندگی کرو تاکہ کسی طبقے کا ہاؤس میں حق نہ مارا جائے - جناب والا ! آج یہ حالت ہے کہ ایوان کا کوئی بھی مقرر جب تقریر کرتا ہے تو اپنی تقریر کو زینت بخشنے کے لیے جب تک وہ غریب عوام کا ، مزدور ، کسان اور مزارع کا نام نہیں لیتا ، وہ سمجھتا ہے کہ اس کی تقریر نا مکمل ہے - یہ چیز بھی قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے دی ہے - غریب طبقہ زیادہ تر دیہات میں رہتا ہے اس لیے میں خاص طور پر دیہاتیوں کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ جس طریقے سے پیپلز پارٹی نے نمائندگی بانٹی ہے ، اگر الیکشن ہوا تو دیہاتی بتائیں گے کہ جیت کس کی ہے - پیپلز پارٹی کی اتنی اکثریت ہے کہ جب میں گاؤں میں جاتا ہوں تو وہ کہتے ہیں : "پنڈ وی اپنے نے سندھ وی اپنے"- اگر الیکشن ہوا تو ہم بتائیں گے - اب تو بد قسمتی سے کوئی ووٹ پی - این - اے کو مل بھی گیا ہے ، لیکن آئندہ الیکشن ہوا تو پی - این - اے دیکھے گی کہ دیہات سے اسے کوئی ووٹ نہیں ملے گا -

جناب والا ! میں ایک ظلم کی داستان سنانی چاہتا ہوں جو سیالکوٹ میں ہوئی - نظام مصطفیٰ کے دعویٰ داروں نے 22 تاریخ کو یہ ظلم کیا جب کہ ایک واقعہ ڈسکہ میں بھی ہوا - ایک جلوس کی قیادت کم از کم

ستر علما کر رہے تھے جن میں ایک حافظ عالم صاحب بھی ہیں - وہ پی - ایچ - ڈی کے ہیں - پہلے تو وہ ایک مسجد میں جو اوقاف نے لی تھی حکومت کے ملازم تھے - پہلے تو وہ انڈر گراؤنڈ کام کر رہے تھے - لیکن بعد میں انہوں نے جلوسوں کی قیادت بھی شروع کردی - ان کے لڑکے نے بھی اس جلوس کی قیادت کی اور ایک گھر میں داخل ہوگئے جس میں چودھری محمد حسین رہتے ہیں - ان کو اور ان کے دو جوان بیٹوں کو سامنے ہی قتل کیا - جب ان کے گھر میں داخل ہوئے تو کچھ علماء سب سے آگے تھے - جاتے ہی انہوں نے ایک بات کہی کہ پیپلز پارٹی کو ووٹ دو گے ؟ انہوں نے کہا کہ ہم پیپلز پارٹی کے ہیں اور پیپلز پارٹی کو ہی ووٹ دیں گے - لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان علماء نے ان پر اتنا ظلم کرنا ہے - کئی ساتھی اندر چلے گئے - ان کے ہاتھوں میں خنجر تھے - کچھ کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں - انہوں نے وار کرنے شروع کر دیے - اس کے ایک جوان لڑکے کو قتل کیا اور دوسرے نے بھاگ کر ساتھ ہی ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی - ایک شخص کنویں کے باہر کھڑا ہو کر یہ کہنے لگا کہ باہر آ جاؤ ، ہم آپ کو قتل نہیں کرتے اس نے کنویں میں سے آواز دی کہ میں آپ کو خدا اور رسول کا واسطہ دے کر کہتا ہوں ، اگر میں باہر آ گیا تو مجھے قتل نہ کرو گے - انہوں نے کہا کہ بالکل ، جو آپ نے واسطہ دیا ہے ، ہم بھی انہیں مانتے ہیں - آپ باہر آ جائیں ، ہم آپ کو قتل نہیں کرتے - لیکن جب وہ کنویں سے باہر آیا تو ان مولویوں نے کیونکہ جلوس میں تو اور لوگ بھی شامل تھے ، لیکن مولویوں کی اس جلوس میں اکثریت تھی ، کنویں سے باہر آتے ہی اسے قتل کر دیا - اس کے باپ چودھری محمد حسین نے قرآن ہاتھ میں لے کر قرآن کا واسطہ دیا - انہوں نے کہا کہ قرآن کا واسطہ دو ، یا کسی اور چیز کا ، ہم قتل کر کے چھوڑیں گے - انہوں نے دو جوان لڑکوں کو بھی قتل کیا اور چودھری محمد حسین کو بھی قتل کیا اس کی بیوی نے اپنے دونوں جوان بیٹوں کی بیویوں کے زیور اپنی جھولی میں ڈال کر انہیں کہا کہ یہ زیور لے لو اور میرے

بچوں کو چھوڑ دو ۔ انہوں نے زیور بھی لوٹ لیا اور اس کی بیوی کے سر سے چادر بھی چھین لی ۔ مولویوں نے ظلم پر ظلم کیا ۔ کیا یہ نظام مصطفیٰ ہے ، ؟ یہ نظام مصطفیٰ لانا چاہتے ہیں ؟ میرے خیال میں اتنی ظلم کی داستان پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی ۔ انہوں نے نظام مصطفیٰ لانا ہے یا ظلم کی کہانیاں بنانی ہیں یا ظلم کی ایسی داستانیں دہرانی ہیں جن سے نظام مصطفیٰ کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو ؟

جناب والا ! اب میں اپنے علاقے کے چند مسائل بتاتا ہوں ۔ میں اہل سیالکوٹ کا ایک مطالبہ آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں ۔ شاعر مشرق علامہ اقبال صاحب سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے ۔ ان کی پیدائش کے سلسلے میں ان کا سال منایا جا رہا ہے ۔ تو اس سلسلے میں جو کچھ بنتا ہے ۔ ان کے نام کا ، وہ سیالکوٹ میں بنایا جائے ۔ اہل سیالکوٹ کا یہ مطالبہ ہے کہ انجینئرنگ کالج ہو یا میڈیکل کالج ، ان میں سے ایک سیالکوٹ میں بنایا جائے ۔ سیالکوٹ کے ساتھ ایک علاقہ ہے جسے بھرڑی کا علاقہ کہا جاتا ہے ۔ اس میں کسی کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں ۔ مہربانی کر کے اس علاقے میں ٹربائنیں لگائی جائیں تاکہ وہ چھوٹے چھوٹے مزارع اور کسان اس پانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بال بچوں کی روزی کما سکیں ۔ الیکشن کے دنوں میں میں ایک گاؤں میں گیا جس کا نام کاغذوں میں تو کربلا ہے لیکن اسے کربلا کہتے ہیں ۔ وہ صرف اس لیے کہ اس علاقے میں پانی نہیں ملتا ۔ بھرڑی کے علاقہ میں ٹربائنوں کا بندوبست کر کے ، ان لوگوں کو فائدہ پہنچایا جائے ۔ بجٹ کے کسی دوسرے شعبے سے کوئی نہ کوئی گنجائش نکالی جا سکتی ہے ، اس لیے اس علاقہ میں ٹربائن لگانے کے لیے کچھ نہ کچھ رقم ضرور دی جائے ۔ دوسرا جناب ، اس علاقہ میں ایک نالہ ہے جس کا نام ''نالہ ایک'' ہے ۔ اس نالے میں پانی کافی ہوتا ہے ۔ سر دست اس نالے میں ٹربائن لگا دیے جائیں تاکہ اس علاقے کی زمین سیراب کرنے کا کوئی بندوبست ہو سکے ۔

جناب والا ! ایک سڑک ہے چکوال روڈ ، اس کے لیے بھٹو صاحب وعدہ بھی کر آئے تھے اور منظوری بھی دے آئے تھے ۔ وہ سڑک ابھی تک

نہیں بنی ۔ دوسری سڑک ہے گورداسپور روڈ ۔ وہ ایک ایسی سڑک ہے جسے آدھی تحصیل استعمال کرتی ہے ۔ وہ سڑک آج تک نہیں بن سکی ۔ اس سڑک کے بننے سے اس علاقے کے مسائل کافی حد تک حل ہو سکتے ہیں اور وہ مزدور جو شہر میں کام کرتے ہیں اور بچے جو پڑھنے جاتے ہیں وہ آسانی سے آ جا سکیں گے ۔ اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے علاقہ میں سیلاب بھی بہت آتا ہے ۔ پچھلے سیلاب کے دنوں میں جو قرضہ ملا تھا ، دوسرے سال پھر سیلاب آ جانے سے لوگوں کے مکان ختم ہوگئے جو اس قرضے سے بنائے تھے۔ مہربانی کر کے وہ قرضہ معاف کیا جائے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! نالہ ''ایک'' کے اوپر جودے والی ایک گاؤں ہے جو شہر کے بالکل قریب ہے ۔ نالہ ''ایک'' کی وجہ سے لوگوں کو آمدورفت کی کافی تکلیف ہے اور دو تین میل اوپر سے ہو کر آنا پڑتا ہے ۔ اگر اس پر پل بن جائے تو اس علاقہ کو کافی فائدہ ہو جائے گا ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ دو تین لنک روڈ ہیں ، ایک ظفر وال سے عمران والی تک اور دوسری ظفر وال سے بسے کناں تک ہے ۔ مہربانی کر کے ان کو بھی بجٹ میں شامل کیا جائے اور تیسری نواں پنڈ سے ہو کر پرتاں والی تک ایک لنک روڈ ہے جس پر کافی گاؤں آباد ہیں ۔ وہ سڑک اگر بن جائے تو لوگوں کو غلہ وغیرہ لانے کے لیے کافی سہولت حاصل ہو جائے گی ۔ وزیر مواصلات صاحب یہاں موجود نہیں ۔ ان سے یہ گزارش کرنی تھی کہ ایک سڑک جو ابھی ابھی بنی ہے جس کا ٹنڈر دس لاکھ روپے کا منظور تھا ۔ ایک مہینے کے بعد وہ اس قابل بھی نہیں رہی کہ اس پر چلا جائے۔ مہربانی فرما کر خاص طور پر اس سڑک کی رپورٹ مانگی جائے کہ وہ ایک مہینے میں کس طرح تباہ ہوگئی ہے ۔ ایک سڑک جو چھاؤنی کے بالکل قریب ہے وہ رجمنٹ بازار سے لے کر موضع گھوٹ تک ہے ۔ وزیر مواصلات جناب بریگیڈیر صاحب داد بھی وہاں جا کر اس کی منظوری دے آئے تھے مگر ابھی تک اس سڑک کا کچھ نہیں بنا ۔ دوسرا جناب والا ! زرعی اصلاحات سے جو زمینیں حاصل کی گئی ہیں وہ سیالکوٹ کے چھوٹے کاشت کاروں کو دی جائیں جنھوں نے زمینیں آباد

کرنے میں کافی دلچسپی لی ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ! ایک مطالبہ وہاں کے چھوٹے زمینداروں کا ہے کہ جو ٹریکٹر زرعی مقاصد کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں اگر وہ سارے زمین کی کاشت کے لیے دیے جائیں تو کچھ نہ کچھ ہمارے لوگوں کو بھی سہولت میسر آ جائے گی ۔ ٹریکٹر تو اس لیے دیے جاتے ہیں کہ زراعت میں ترقی ہو ۔ چھوٹے کاشت کاروں کے لیے مصیبت یہ ہے کہ اگر کوئی ٹریکٹر کا پرمٹ حاصل کرتا ہے تو وہ اسے اپنے ذاتی استعمال کے لیے شہر میں استعمال کرتا ہے اور اس کا اصل مقصد فوت ہو کر رہ جاتا ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک عبد اعظم خان !

ملک عبد اعظم خان : جناب سپیکر ! یہ ایک دستور ہے ، یہ ایک رسم ہے کہ جب بھی وزیر خزانہ بجٹ پیش کریں تو جہاں اس پر مبارک باد دی جاتی ہے وہاں اس پر تنقید بھی کی جاتی ہے اور جیسا کہ آج کے زمانے میں ، آج کے دور میں ، ہاتھیوں کی بات چلی ہے تو کچھ لوگوں نے جن کو میں بجا طور پر ہورس کے ہاتھی بھی کہہ سکتا ہوں اپنی ہی فوجوں کو روندا ہے ۔ ان کی تقریروں سے کچھ اس طرح واضح ہوا ہے کہ اس صوبے کا بلکہ اس ملک کا کوئی محکمہ بھی ٹھیک کام نہیں کر رہا ہے ۔ عیب جوئی کرنا اور تنقید کرنا بہت آسان کام ہے لیکن اس کے مقابلے میں تعریف کرنے کے لیے ہمت اور دیانت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں وہ تنقید کرتے ہیں وہاں خدارا ہم نے جو اچھے کام کیے ہیں ، جو اس حکومت نے اچھے کام کیے ہیں اگر وہ ان کی تعریف بھی کر لیتے تو کیا حرج تھا ۔ جناب والا ! یہ کہا گیا کہ یہ بجٹ جو وزیر خزانہ نے یہاں پیش کیا ہے ، یہ اس سے بہتر ہو سکتا تھا ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اٹلی کا ایک مشہور بت تراش تھا شائد اس کی بات پر انہوں نے یہ بات کی ہے ۔ مائیکل انجلو نے کہا تھا کہ پتھروں میں شکلیں پہلے سے موجود ہوتی ہیں میں تو صرف اس کے فاضل حصوں کو الگ کرتا ہوں ۔

جناب والا ! اسی طرح مسائل اور وسائل موجود ہوتے ہیں ، ان میں کانٹ چھانٹ اور ترتیب پیدا کر کے بجٹ پیش کیا جاتا ہے ۔ جناب والا !

جن حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا اور جو اس کا پس منظر ہے میں اس پر زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ۔ ان حالات میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے بجٹ پیش کیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی حالت کچھ اس طرح کی تھی کہ :

میں اپنی کشتی دل کو بچا تو لاؤں مگر
یہاں تو ڈوب رہا ہے تمام ساحل بھی

تو ان حالات میں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب بجا طور پر اس کے لیے مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ جناب والا ! ملک جس سیاسی بحران سے گزر رہا ہے وہ حالات آپ کے سامنے ہیں ۔ اس ملک میں اسلام اور جمہوریت کے نام پر جو خوف ناک کھیل کھیلا گیا اور جو ظلم و تشدد روا رکھا گیا اس کی مثال میں سمجھتا ہوں کہ بد ترین ادوار میں بھی کہیں نہیں ملتی ۔ جناب والا ! جیسا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا یہ منشور تھا اور ہم نے یہ کہا تھا کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے اس کے مقابلے میں مخالف جماعتیں جو جی میں آیا کہتی رہیں لیکن انھوں نے عمل سے یہ ثابت کیا کہ بربریت ان کی سیاست ہے ۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ طاقت کا سر چشمہ عوام ہیں لیکن انھوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ طاقت کا سر چشمہ ڈالر اور بیرونی کرنسی ہے ۔

جناب والا ! یہ سب کچھ انھوں نے جمہوریت کے نام پر کیا انھوں نے اچھے اچھے اداروں کو ، جو کہ ہمیشہ جمہوریت کے علمبردار رہے تھے ، سبق دیا ۔ انھوں نے جمہوریت کے نام پر جمہوریت کو کچلا جناب والا ! اس سلسلہ میں ، میں بار ایسوسی ایشنوں کا ذکر کروں گا ۔ انھوں نے جمہوریت کے نام پر کیا کیا ؟ تمام ممبران قومی اور صوبائی اسمبلی جن میں وزرا کرام بھی شامل ہیں ، مجھے آپ کا تو علم نہیں ، لیکن سپیکر صاحب کا علم ہے ، کہ ان سب کو ایک قرارداد کے ذریعہ سے ممبر نہیں رہنے دیا گیا ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : میری ممبر شپ بھی ختم کردی گئی ہے ۔

ملک محمد اعظم : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو جناب والا ! یہی حالت ہے ۔ لیکن اگر اچھی بار ایسوسی ایشنوں کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ اچھی بات نہیں ہو گی ۔ تمام صوبہ میں سب کچھ ہوا لیکن جوہر آباد کی بار ایسوسی ایشن ، اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہاں کے 90 وکلا میں سے 70 وکلا نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت کا یقین دلایا ہے اور جناب والا ! میرا یہ خیال ہے کہ میں پنجاب کا واحد ممبر ہوں اس صوبائی اسمبلی کا جو کہ ان کی جمہوریت پسندی سے محفوظ رہا ہوں ۔ جناب والا ! عوامی حکومت سے پہلے وسائل اور ترقی کا رخ زیادہ تر شہروں کی جانب رہا ہے ۔ اب بھی بجا طور پر کچھ دوستوں نے کہا ہے کہ شہروں کو زیادہ وقعت دی جا رہی ہے ۔ جناب والا ! جہاں تک اہمیت کا تعلق ہے ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شہروں کا بھی کچھ حق ہے ۔ لیکن ان دیہاتیوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے جنہوں نے ہمیشہ پاکستان کی سلامتی اور دفاع کے لیے قربانیاں دی ہیں ۔ جناب والا ! ایک دوست کہتے تھے کہ جہاں لاہور کو خوبصورت بنانے کے لیے اتنی رقم خرچ کی جا رہی ہے وہاں پر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اگر تقریب کاروں کا ایک جلوس بھی گزرا تو وہ اس ساری خوبصورتی کو ملیا میٹ کر دے گا ۔ جناب والا ! عوامی حکومت پہلے ہی دیہات پر کافی توجہ دے رہی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ مزید توجہ دیہات پر دی جائے ۔ اسی طرح سے جناب والا ! میں تعلیم اور سڑکوں کے بارے میں عرض کروں گا کہ زیادہ تر سڑکیں دیہات کو دیں ۔ تعلیم کے معاملے میں میری گزارش یہ ہے کہ دیہات میں سنگل ٹیچر سکیم وقت اور پیسے کا ضیاع ہے ۔ اگر ایک ٹیچر بیمار ہو جائے یا چھٹی پر چلا جائے تو سکول بند ہو جاتا ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ مرحلہ وار اگر سنگل ٹیچر کی بجائے وہاں پر دو دو اساتذہ تعینات کریں ، جیسے جیسے وسائل اجازت دیں ، تو پھر یہ بہت اچھا ہوگا ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! یہ خواتین کے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے کہ سوائے لاہور کے باقی تمام جگہوں پر ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر برائے خواتین ، مرد ہیں اور وہاں پر

جب خواتین کو تبادلہ اور دوسرے اہم امور کے سلسلہ میں جانا پڑتا ہے تو ان کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وہاں پر خواتین کا تقرر کیا جائے ۔

جناب والا ! اب میں اپنے حلقہ نیابت کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ تحصیل خوشاب باقی تین تحصیلوں سے مجموعی طور پر بڑی ہے ۔ جناب والا ! یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ سرگودھا کا نام آتے ہی اس کو بڑا ترقی یافتہ علاقہ سمجھا جاتا ہے ۔ جناب والا ! تحصیل خوشاب ایک بے حد پسماندہ تحصیل ہے ۔ جناب والا ! آپ کو اچھی طرح یاد ہے کہ یہ ایک پرانا مطالبہ ہے ، گزشتہ اسمبلی میں بھی میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی اور وہ متفقہ طور پر منظور ہوئی تھی کہ خوشاب کو ضلع کا درجہ دیا جائے ۔

رائے سخاوت علی خان : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! فاضل مقرر ہمیشہ خوشاب کا ذکر کرتے رہتے ہیں ، لیکن بعد میں کہیں گے کہ وہاں کا پانی کڑوا ہے ۔ کیا یہ بتائیں گے کہ خوشاب کے کیا معنی ہیں ؟

مسٹر ڈپٹی سپیکر : یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔

ملک محمد اعظم : ۔ ۔ ۔ ۔ جناب والا ! خوشاب کا معنی ہے اچھا پانی ۔ میں نے آگے یہی کہنا ہے ۔ شاید انہوں نے سنا ہوگا کہ بلوچستان میں ایک شہر ہے جس کا نام چمن ہے ۔ اگر آپ کو وہاں کبھی جانے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں پر کوئی ایک درخت بھی نہیں ۔ اسی طرح سے چوبرجی پر تین برجیوں کے باوجود اسے چوبرجی کہا جاتا ہے ۔ اسی طرح سے خوشاب کا معاملہ ہے ۔ وہاں پر پانی ملے یا نہ ملے یا کڑوا ملے ، نام اس کا خوشاب ہی رہے گا ۔ جناب والا ! خوشاب کے پہاڑی علاقہ میں ، دامن چاڑ میں پانی کی بہت زیادہ قلت ہے ۔ اگرچہ عوامی حکومت آنے کے بعد وہاں پر اس قسم کی سکیمیں بنا دی گئی ہیں جن کا کچھ عرصہ پہلے تصور بھی نہ کیا جاتا تھا لیکن جہاں پینے کے پانی کی کمی ہے وہاں پر زرعی زمینوں کی یہ حالت ہے کہ وہ سیم کی وجہ سے ڈوب رہی ہیں ۔ جناب والا ! میں نے گزشتہ دنوں یہ سوال دیا تھا اور وزیر آبپاشی نے

جواب بھی دیا تھا کہ ہم بہت جلد اس کی طرف توجہ دیں گے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا :

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

میں مرزا غالب سے معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ :

آگ ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

میں خاک کی بجائے آگ عرض کروں گا۔ کیونکہ وہاں پانی کی قلت ہے۔ جناب والا ! سیلاب کے معاملہ میں ڈاکٹر صاحب نے مہربانی کی اور جب سیلاب آیا تو وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے وہاں کی تباہ کاریاں دیکھیں۔ ان کی سفارشات بھی ہیں کہ وہاں بند بنائے جائیں۔ آخر میں ایک بات قائد آباد کے متعلق کہوں گا کہ ہماری احسان فراموشی کی مثال نہیں ملتی۔ بانی پاکستان کے نام پر سوائے قائد آباد کے اور کوئی شہر نہیں بسایا گیا ہے لیکن اس کا اس وقت برا حال ہے۔ اس پر خاص طور پر توجہ دیں۔ اگر کوئی گزرنے والا ہم سے پوچھ بیٹھے کہ یہ شہر کس کے نام پر آباد ہے تو کیا ہمیں شرمندگی اور ندامت نہ ہو گی ؟ جناب والا ! ایک نہر دریائے جہلم سے جلال پور کے مقام سے نکالی جا رہی ہے جو کہ تحصیل خوشاب کے کچھ حصے کو بھی سیراب کرے گی لیکن وہاں پر یہ تاثر عام ہے کہ اس نہر کا سروے غلط کیا گیا ہے۔ اگر جناب والا ! اس کا سروے درست کیا جائے تو اتنی ہی لاگت سے زیادہ سے زیادہ علاقہ سیراب کیا جا سکتا ہے۔

جناب والا ! میں شاید زیادہ وقت لے گیا ہوں مجھے اس کا احساس ہے اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : رانا اکرام ربانی !

رانا اکرام ربانی : جناب سپیکر ! صوبہ پنجاب کا جو میزانیہ ابھی مالی وزیر خزانہ نے اس ایوان کے سامنے پیش کیا ہے اس کے بارے میں کوئی بات کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ میزانیہ کن حالات میں پیش کیا گیا ہے اور کیا ایسے حالات میں اس سے بہتر بجٹ بھی صوبہ پنجاب کو

دیا جا سکتا تھا ؟ جناب والا ! پچھلے چند مہینوں میں ہماری قوم نے پاکستان کے سیاسی سٹیج پر ایک ڈرامہ دیکھا جس میں مفادات کا ٹکراؤ بھی تھا اور اس کے بعد مفادات کا سمجھوتہ ہونے پر جو کچھ ہم نے دیکھا وہ بھی ہمارے سامنے ہے ۔ جناب والا ! جس وقت پاکستان حاصل کیا گیا تھا تو شاید ہمارے بزرگوں کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس ملک میں ہم اپنی روایات کے مطابق جو ہمارا صحیح ورثہ ہے اس کے مطابق زندگی گزار سکیں گے ۔ لیکن جناب والا ! وقت گزرتا گیا اور پاکستان میں رہنے والے امیر ، امیر سے امیر تر ہوتے گئے اور غریب کی حالت دن بدن بدتر ہوتی گئی ۔ جناب والا ! جس وقت اس ملک کے غریب عوام نے یہ آواز سنی کہ دنیا میں ایک ایسا معاشی نظام بھی موجود ہے جس کے آنے پر اجارہ داریاں ختم ہو جائیں گی تو جناب والا ! اس نعرہ پر اس ملک کے غریب لوگوں نے لبیک کہا اور سوشلزم کے نعرے پر آپ نے دیکھا ، ہم نے دیکھا اور دنیا نے دیکھا کہ 1970ء میں اس ملک کے غریب عوام نے تمام دیگر نعروں کو نظر انداز کر دیا ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! اس کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ کہا گیا کہ اسلام خطرے میں پڑ گیا ہے ۔ تو اس کے متعلق میں نے عرض کیا ہے کہ ہم نے مفادات کا ٹکراؤ دیکھا جو غریب اور امیر کے مفادات کا ٹکراؤ تھا اور اس کے بعد جناب والا ! پاکستان کے وزیر اعظم نے دنیا میں یہ تصور پیش کیا کہ دنیا کی معیشت کسی کی اجارہ داری نہیں ہے اور تیسری دنیا کا تصور دنیا کے سامنے رکھا ۔ جناب والا ! یہ بات درست ہے کہ ایک غریب ملک کے وزیر اعظم کو یہ حق نہیں اور دنیا کے ہاتھی ایک غریب ملک کے وزیر اعظم کو یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ دنیا کا معاشی نظام بدلنے کی بات کرے ۔ تو جناب والا ! ہم نے پاکستان کے سرمایہ دار ۔ پاکستان کے جاگیردار ۔ پاکستان کے اجارہ دار ، جو دنیا میں آج بھی اجارہ داری برقرار رکھنا چاہتے ہیں ، ان کے مفادات کا سمجھوتہ بھی دیکھا ہے ۔

جناب والا ! اس کے بعد پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ ان مفادات کے سمجھوتے کے نتیجے میں ہوا لیکن میں اس مرحلے پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے بعض دوست اسلام کو اس ایوان میں اس انداز میں پیش کر رہے ہیں جیسے واقعی یہ ایک issue ہے جب کہ اصل مسئلہ اس ملک کے غریب عوام کی توجہ اصل مسئلے یعنی ان کی غربت سے ہٹا کر کسی اور طرف لگانے والی بات ہے ۔ تو جناب والا ! میں ان کی خدمت میں یہی عرض کروں گا کہ وہ ہماری گراؤنڈ نہیں ہے ، وہ ہماری وکٹ نہیں ہے ، آپ اگر ان کی وکٹ پر جا کر کھیلنے کی کوشش کریں تو ہمارے ہارنے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں ۔

جناب والا ! اس سیاسی صورت حال کے بارے میں ہمارے فاضل دوستوں نے بہت کچھ کہا ہے میں اس سلسلے میں مزید ان معروضات کے بعد کچھ نہیں کہنا چاہتا ۔ اس ایجی ٹیشن کے نتیجے میں مرکزی وزیر خزانہ نے قومی اسمبلی میں بتایا تھا کہ پندرہ ارب کا نقصان ہوا تھا ۔ تو جناب والا ! ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے محترم وزیر خزانہ نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس پر اگر میں ایک اور مبارکباد دے دوں جہاں اتنی اکٹھی ہوئی ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ واقعی اس کے مستحق ہیں ۔

اس کے بعد میں انہی دوستوں کی خدمت میں جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ واقعی اسلام خطرے میں ہے یہ عرض کروں گا کہ اس ایجی ٹیشن کو اگر ذرا غور سے دیکھیں تو اس میں ایک مخصوص طبقہ نظر آئے گا اور اس طبقے کے بارے میں جو صاحب کچھ جاننا چاہیں گے وہ بڑی آسانی سے اس بات کا اندازہ لگا سکیں گے کہ یہ وہ طبقہ ہے جس کو سوشلزم کے نعرے سے اپنی منافع خوری خطرے میں نظر آ رہی ہے ، اپنی بلیک مارکیٹنگ خطرے میں نظر آ رہی ہے اور ان کے چندے سے جو لوگ حلوہ کھاتے ہیں موج اڑاتے ہیں ، انہوں نے ہمارے ملک کے عام ذہن کو متاثر کرنے کے لیے "نظام مصطفیٰ" کا نعرہ دیا ہے جناب والا ! پچھلے دنوں کی بات ہے

کسی دوست نے اخبار میں چھپوایا کہ "نظام مصطفیٰ" کی بات کرنے والے اگر کردار مصطفیٰ کا مظاہرہ کریں تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس طرح سے منبر رسولؐ کا تقدس مجروح ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بدقسمتی ہمارے حصے میں آئی تھی کہ ہمارے ملک کے نام نہاد علماء نے اپنے مقصد کی خاطر پاکستان کے سرمایہ دار کے سرمایہ کو بچانے کی خاطر اور دنیا کے سرمایہ دار کے سرمایہ کے تحفظ کے لیے ہمارے محمد مصطفیٰؐ کے نام کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب والا! میں اس سے شرمندہ ہوں کہ یہ جو بدنامی کا داغ ہے یہ اس پاکستان کے حصے میں آیا۔ جناب والا! جس طرح یہاں کوئی غیر پارلیمانی بات کہہ دی جائے تو آپ فرمایا کرتے ہیں کہ اس کو حذف کر دیا جائے اسی طرح جناب والا! اگر یہ ممکن ہو تو میں آنے والے مقرروں سے یہ بات ضرور عرض کروں گا کہ اس نعرے کی وجہ سے اس ملک میں جو کچھ ہوا اور اس نعرے کی اصل حقیقت کو جتنا سیاہ کر دیا گیا ہے یہ مسلمانوں کے لیے باعث شرم ہے اس لیے اس کو پاکستان کے تاریخی باب سے حذف کر دیا جائے۔

اس کے بعد جناب والا! میں میزانیہ کے بارے میں کچھ عرض کروں گا کہ جو کچھ مختلف مدات میں مختص کیا گیا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جتنی سکیمیں بنائی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے عملی جامہ پہنایا جائے۔ میں محترم وزیر خزانہ کی خدمت میں ایک تجویز پیش کروں گا کہ اے۔ ڈی۔ پی بناتے وقت اگر صرف سیکشن افسروں کی بجائے متعلقہ علاقوں کے نمائندوں سے بھی مشورے کر لیے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ جناب والا! مختلف محکموں کے افسروں کے بارے میں یہاں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ وہ بڑی مختصر مدت کے لیے یہاں تشریف لاتے ہیں۔ ایک جگہ پر رہے اس کے بعد دوسری جگہ پر چلے گئے۔ لیکن جناب والا! ہر جگہ کے صحیح مسائل کے بارے میں اس علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ کہاں پر پیسے کا صحیح استعمال ہو سکتا ہے۔

جناب والا! میں اپنی تحصیل کے کچھ مسائل محترم وزیر خزانہ اور متعلقہ وزراء کی خدمت میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! پانچ مرلہ سکیم کے بارے میں ہم جو سب سے بڑی دقت محسوس کر رہے ہیں یہ ہے کہ وہاں مرکزی حکومت کے کچھ فارمز ہیں اور وہ زمینیں مرکزی حکومت کے پاس لیز ہیں۔ اس کے بارے میں وزیر اعظم کے دورہ سیلاب کے موقع پر 1974ء میں ایک تجویز پیش ہوئی تھی کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے درخواست کرے کہ یہ زمین پانچ مرلے سکیم کے لیے چاہیے، یہ لیز میں سے صوبائی حکومت کو دے دی جائے تاکہ ان لوگوں کو وہاں آباد کر دیا جائے۔ اسی چھاؤنی میں جناب پہلے ملٹری فارم تھے۔ تقریباً 15-20 دیہات وہاں سے اٹھائے گئے ہیں اور ان کو کوئی متبادل جگہ نہیں دی گئی۔ پچھلے دنوں ان کو آرڈر دیا گیا کہ آپ مظفر گڑھ چلے جائیں۔ آپ یقین کریں کہ سمجھ میں نہیں آتا جن لوگوں نے یہ زمین کاشت کے لیے تجویز کی ہے، وہ زراعت کا مطلب نہیں سمجھتے، وہ کاشت کا مطلب نہیں سمجھتے۔ پتا نہیں انہوں نے یہ کس لحاظ سے تجویز کی ہے۔ جناب والا! وہ پتھریلا علاقہ ہے اور تجویز کر دیا ہے کہ آپ یہاں کاشت کریں۔ اگر وزیر متعلقہ یہاں موجود ہوتے تو بہتر تھا۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں وہاں پر ایک سکیم ہے جہاں ایک نیشنل پارک بن گیا ہے۔ یہ 80 ہزار ایکڑ جگہ ہے جس میں سے 70 ہزار ایکڑ نیشنل پارک کے لیے تجویز کی گئی ہے۔ 10 ہزار ایکڑ زمین وہاں موجود ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو دس ہزار ایکڑ زمین ہے وہ ان مستحقین کو دے دی جائے جو ہزاروں لوگ اس بارش میں، دھوپ میں اور سردی میں درختوں کے نیچے پڑے رہتے ہیں۔

جناب والا! اس کے بعد میں وزیر مواصلات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ماڑی پتن پر پل زیر تعمیر ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی تعمیر میں تاخیر کی جا رہی ہے۔ پچھلے دنوں میں اتفاقیہ وہاں گیا۔ آج کل ہوا بہت تیز چلتی رہتی ہے اسی تیز ہوا سے فائدہ اٹھا کر ٹھیکیدار

جن میں ہزاروں من سریا پڑا ہوا تھا وہ اس آندھی کی وجہ سے دریا میں گر گئے۔

Mr. Deputy Speaker : Please conclude now.

مسٹر اکرام ربانی : جناب والا! اس قسم کی چیزیں میں وزیر مواصلات کے علم میں لانی چاہتا ہوں۔ کہ وہ ان کا سدباب کریں۔ اس کے بعد اوکاڑہ میں اوور ہیڈ برج ہے۔ پھر اوکاڑہ میں ایک شوگر مل ہے۔ ہمیں بتا دیا جاتا ہے کہ آپ کے لیے یہ تجاویز بنائی گئی ہیں لیکن ان پر کوئی عمل نہیں ہوتا۔ ہم اریگیشن منسٹر سے ملے۔ تحصیل اوکاڑہ میں ایک بہت بڑا ایریا سیم کی وجہ سے قابل کاشت نہیں ہے۔ وہاں ماضی میں جو لوگ بہت اچھے زمیندار تھے۔ وہ اب چھاؤنی میں زیر تعمیر عمارتوں میں روزانہ اجرت پر کام کرتے ہیں۔ پھر میں محکمہ تعلیم کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ بڑی دیر سے وہاں انٹرمیڈیٹ کالج کی تجویز تھی۔ اس کے بارے میں کچھ کیا جائے۔ پھر یہاں ایک بہت بڑا اہم مسئلہ ہے جو وزیر مواصلات کے فوری نوٹس میں آنا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ ماڑی پتن برج تک ایک approach road بنائی گئی ہے لیکن اس میں سے پانی کے گزرنے کے لیے کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا۔ روڈ تو صاف ہو گئی لیکن صاف ہونے سے پہلے وہ ہزاروں مویشیوں، ہزاروں ایکڑ اراضی اور ان لوگوں کو خراب کر گئی۔ ایسی غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ پیسے کا ضیاع ہوتا ہے۔

جناب والا! میرے ذمہ ایک اور کام بھی لگا ہے۔ میرے دوست سید مقبول حسین شاہ صاحب نے جس وقت تقریر کی تو وقت کی پابندی کا بہت شدت سے خیال رکھا گیا تھا۔ ان کے علاقے کے کچھ مسائل ہیں۔ یو۔ این۔ اے۔ ایل (L/ALU) اور یو۔ این۔ ایل (L/U) میں بننے کے پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : اس کے متعلق آپ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو لکھ کر دے دیں تو زیادہ بہتر ہے۔

مسٹر اکرام ربانی : بہتر - شکریہ -

چودھری نواب خان کاوڑ : (گجرات - 10) جناب والا ! وزیر خزانہ اس لیے قابل ستائش ہیں کہ انہوں نے مشکل حالات میں بہت کوشش کی کہ عوام کے ہر طبقے پر نئے ٹیکس کا بوجھ نہ پڑے - جن حالات کا ذکر تمام دوستوں نے سابقہ دنوں میں کیا اور قومی اتحاد کی وجہ سے ، ان کی ایجی ٹیشن کی وجہ سے جو نقصان ہوا اس کا بجٹ میں اکثر ذکر آیا ہے - ان حالات کی وجہ سے آمدنی نہیں بڑھی ، ملک کے حالات اچھے نہ رہے ، اس لیے بجٹ میں مناسب طریقے سے ڈویلپمنٹ کے لیے رقم مہیا نہیں کی جا سکی - اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ مولوی صاحبان کی یہ مدت سے ذہنیت ہے - ان کی عجیب و غریب حرکتیں ہیں - پہلے پہل مجھے اس پر فخر ہے - کہ جن لوگوں کی صف میں مولویوں نے ہمارے قائد عوام کو شامل کیا ہے وہ ہمارے لوگ تھے - وہ ہمارا سرمایہ ہیں - انہوں نے پہلا کافر سر سید احمد کو قرار دیا - دوسرے نمبر پر علامہ اقبال کو یہاں تک کہ ان کا حقہ پانی بند کیا گیا جب انہوں نے "شکوہ" کتاب لکھی تھی - اس کے بعد جناب سپیکر ! قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دیا - یہ تیسرے ہیں جن کو کافروں کی جماعت میں شامل کیا گیا - قائد عوام کی جماعت پیپلز پارٹی ہے موجودہ ایجی ٹیشن کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ اسلام اور کفر کی جنگ ہے - ہمارا جو قائد ہے یہ مولویوں کی نظر میں چوتھا کافر ہے - مجھے اس لسٹ میں اپنے قائد کا نام دیکھ کر فخر حاصل ہوتا ہے -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں مولوی کے سلسلے میں وضاحت کرلی جائے - مولوی دو قسم ہوتے ہیں - آپ کس مولوی کا ذکر کر رہے ہیں -

چودھری نواب خان کاوڑ : جناب والا ! میں مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے مولویوں کا ذکر نہیں کر رہا ہوں - میں مولانا حسین احمد مدنی کے ساتھیوں کا ذکر کر رہا ہوں - یہ مولوی جو آپ کے سامنے ہیں بالکل وہی مولوی ہیں - جمعہ ایک مقدس دن ہے - اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں

جمعہ کے متعلق فرمایا ہے "دوڑو عبادت کی طرف اپنے کاروبار کو چھوڑ کر" یہ حالت شہروں میں تھی دیہات میں ایسی نہیں تھی۔ اور نہ ہوگی۔ شہروں میں حالت یہ تھی۔ کہ جمعہ کے دن لوگ صبح سویرے اس کام پر شروع ہو جاتے۔ نماز جمعہ کے بعد یہ مولوی درود پڑھتے ہوئے اور ان کے چیلے جو ہیں وہ بھی درود پڑھتے ہوئے نکلتے تھے کہ کس گھر کو جلائیں گے۔ کس آدمی کو قتل کریں گے۔ اس کی وجہ سے لاہور اور کراچی میں لوگ جمعہ کانپتے ہوئے گزارتے تھے۔ جمعہ ایک خوفناک دن ہماری تاریخ میں بن گیا تھا۔ اور یہ اس ایجی ٹیشن کی وجہ سے بن گیا تھا۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس مقدس دن کو مقدس مسجد میں سیاست کا اکھاڑا بنایا گیا۔ جمعہ ایک مقدس دن ہے۔ جس کو سیاست کے لیے اور تشدد کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ شرم کی کوئی اور بات نہیں ہے۔

جناب والا! کیا دنیا ہم پر فخر کر سکتی ہے؟ علامہ اقبال نے انہی مولانا کے متعلق جو اس کیٹیگری میں آتے ہیں ایک رباعی لکھی ہے۔ رباعی تو مجھے یاد نہیں لیکن اس کا مدعا جو بانگ درا میں ہے مجھے یاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں تھا۔ ایک مولانا صاحب کو جنت کا ٹکٹ ملا تو میں نے عرض کی اے باری تعالیٰ تقصیر معاف، یہ کہ بالکل غلطی تو نہیں ہے کہ مولوی کو ٹکٹ جنت کا مل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نہیں بھائی، اس نے بڑے نیک کام کئے ہیں۔ بڑے وعظ کیے ہیں۔ عبادت کی ہے۔ یہ بڑا اچھا آدمی ہے اور اسے اس کے عمل کی وجہ سے جنت کا ٹکٹ ملا ہے۔ علامہ اقبال عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کیا وہاں کوئی مسجد ہے۔ کوئی مندر ہے۔ کوئی کافر ہے۔ کوئی مسلمان ہے۔ کوئی ہندو ہے کوئی عیسائی ہے یا کوئی سکھ موجود ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا! وہ تو امن کا گھر ہے۔ وہاں تو سلمہ موجود ہیں۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا باری تعالیٰ! یہ ایک دن بھی وہاں نہیں رہے گا۔ یہ تو کچھ لوگوں کو کافر کہتا ہے کچھ کو مسلمان کہتا ہے۔ وہ تو وہاں رہے گا جہاں کافر اور مسلمان دونوں موجود

ہوں - وہ شر کے بغیر ایک دن بھی جنت جیسی امن کی جگہ پر نہیں رہ سکتا اس کی فطرت پر علامہ اقبال نے یہ نظم لکھی ہے - "میں بھی تھا پاس جب حضرت ملاں کو ملا حکم بہشت" اور اس سے آگے یہ سب تشریح ہے - جو میں نے عرض کی ہے -

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہوتا ہے اس لیے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے -

چودھری نواب خان تارڑ : جناب والا ! ان لوگوں نے تو ان لوگوں کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے جو ہمارے بزرگ تھے - ہمارے اچھے لوگ تھے - جن کو ہم پاکستانی قوم کا معمار اور قائد اعظم اور علامہ اقبال کے فرمان کی حجت سمجھتے ہیں - اسی لیے میں نے ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں کے متعلق ان کا کیا خیال تھا اور ان کا اپنا کیا کردار تھا کہ جمعہ جیسے مقدس دن کو انہوں نے کس طرح پامال کیا اور کس طرح اس دن کو ایک یزیدی دن مقرر کردیا اور جمعہ کے دن کو محرم کی دسویں کا دن بنا دیا -

مسٹر ڈپٹی سپیکر : اب آپ اپنے حلقے کے مسائل کا ذکر کریں -

چودھری نواب خان تارڑ : جی ہاں - جناب والا ! اس کے بعد میں عرض کروں گا کہ پی ڈبلیو ڈی کو تعمیر و ترقی کے لیے کروڑوں روپے کی گرانٹ دی جاتی ہے - میرے خیال میں ان محکموں کو خزانے سے جو کروڑوں روپے کی رقم قوم دیتی ہے اور وزراء صاحبان کو ان محکموں کا سربراہ بنایا جاتا ہے تو یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ آیا وہ صحیح کام کر رہے ہیں یا نہیں جناب والا ! وزیر متعلقہ شائد تشریف لے گئے ہیں - میں آپ کو پی - ڈبلیو - ڈی کی ایک مثال پیش کرتا ہوں - میرا سوال ابھی اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہمارے ہاں ایک سیم نالے پر پل بنایا گیا - وہ نالہ بڑی اونچی جگہ پر ہے اور اس پل کو زمین کے برابر بنایا جانا تھا لیکن وہ بیس فٹ اونچا بنایا گیا - اس پل کا احاطہ تقریباً نصف میل میں آتا تھا - جب وہ بن چکا تو وہ ناقابل آمد و رفت تھا - لوگوں نے شکایت کی

اور اس پر بڑا شور شرابہ ہوا ۔ ایم ۔ این ۔ اے اور ایم ۔ پی ۔ اے صاحبان نے گورنمنٹ کو لکھا ۔ تقاریر ہوئیں ۔ وزراء موقع پر گئے اور حکم دیا گیا کہ اس پل کو گرا دیا جائے ۔ لہٰذا اس پل کو ، جو سات سال کے عرصہ میں بنایا گیا تھا ، تین سال کے عرصہ میں گرا دیا گیا اور تین سال کے عرصہ میں وہ پل دوبارہ بنایا گیا ۔ عجیب واقعہ ہے کہ میرے سوال کا جواب بھی پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی سے نہیں آیا اور وزیر صاحب بھی موجود نہیں ورنہ میں یہ بتا سکتا تھا کہ وہ کس طرح ہوا ۔

جناب والا ! وہ پل کہیں اور بنتا تھا نقشہ کسی اور جگہ کا تھا ۔ جہاں وہ پل بنایا جانا تھا وہاں وہ پل بالکل اسی طرح بنایا جانا چاہیے تھا جس طرح وہ پل یہاں بنایا گیا لیکن وہ بجائے اصل جگہ کے دوسری جگہ بنا دیا گیا ۔ ادھر جو پل بنایا گیا وہ اس نالے کے ڈیزائن کا پل تھا جو اس کے دو میل دوسری طرف بنا دیا گیا ۔ لیکن وہ بھی ناقابل آمد و رفت تھا اس لیے کہ وہ بالکل اسی طرح غلط تھا جس طرح اس نالے کا پل ہے ۔ تو اس غریب ملک کے قومی خزانے سے اتنے پیسے اور اتنا بجٹ یوں خرچ کیا جا رہا ہے اس محکمے پر ۔ خدا را ان کے جو وزیر ہیں وہ یہ خیال کریں کہ وہ کس طرح پیسے کو برباد کر رہے ہیں ۔ جناب والا ! میں اب محکمہ آبپاشی کے متعلق عرض کروں گا کہ اس میں ٹیوب ویلوں کا سہ طرفہ نظام تھا ۔ یہ جو سکارپ ایریا ہے یعنی سکارپ نمبر 2 تو اس میں سہ طرفہ نظام ہے ۔ اگر ٹیوب ویل خراب ہوتا ہے تو اس کا ٹرانسفارمر کوئی اور محکمہ ٹھیک کرتا ہے ۔ اس کی موٹر دوسرا محکمہ ٹھیک کرتا ہے اس کے کچھ پرزے تیسرا محکمہ ٹھیک کرتا ہے اور اس کے کچھ پرزے چوتھا محکمہ ٹھیک کرتا ہے اور وہ ایک سرگودھا میں ہے ۔ ایک گجرات میں ہے اور ایک منڈی بہاؤالدین میں ہے ۔ براہ مہربانی ان محکموں کو یکجا کیا جائے اور ایک ہی آدمی کے سپرد کیا جائے کہ وہ ٹیوب ویل جو خراب ہوں ان کو ٹھیک کرے ۔ جناب والا ! ایک مثال ایسی بھی ہے کہ ایک ٹیوب ویل جب سے سکیم شروع ہوئی ہے آج تک نہ چلا ہے نہ اس کے کھالے (نالے) بنے ہیں لیکن اس کا آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک غلام جعفر !

چودھری نواب خان تارڑ : جناب والا ! آپ کی مہربانی ہوگی اگر مجھے دو منٹ اور عنایت کر دیئے جائیں کیونکہ میں نے ابھی اپنے علاقے کا ذکر کرنا ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے ۔ دو منٹ آپ کو اور دیئے جاتے ہیں ۔

چودھری نواب خان تارڑ : جناب والا ! پھالیہ میں گنے کی فیکٹری لگائی جائے ۔ پھالیہ کو میونسپل کمیٹی کا درجہ دیا جائے اور ایک مجسٹریٹ وہاں مقرر کیا جائے ۔ پھالیہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے لہٰذا وہاں ایک لڑکیوں کا کالج بنایا جائے ۔ جناب والا ! کٹھالہ ملک والا روڈ ستر میل کی ایک دیہاتی سڑک ہے ۔ کم از کم اس پر دو کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں ۔ اب اگر اس پر میٹل نہ کیا جائے یا اس کو پکا نہ کیا جائے تو وہ دو کروڑ روپیہ بھی ضائع ہو جائے گا ۔ ہیلاں ٹلہ روڈ کو بھی پکا کیا جائے ۔ اس پر سولنگ لگی ہوئی ہے ۔ بارشوں کے پانی کی وجہ سے اس کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے ۔ ہمارے علاقے میں ایک موضع گجن ہے جس کے چاروں طرف پانی کھڑا ہے ۔ اگر اس میں سے سیم نالہ نکال کر ہڈی نالہ میں نہ ڈالا گیا تو وہ موضع جو کافی بڑا ہے اسے بہت زیادہ نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ وہاں کافی رقبہ ہے جس کو پانی کی وجہ سے نقصان پہنچے گا اور وہ ضائع ہو جائے گا ۔ جناب والا ! ایک اور پرانا نالہ ہے جو کہ متھنانوالی ، کوٹلی ، قاضی اور سرالہ وغیرہ کے قریب ہے اور وہ بن چکا ہے ۔ اگر اس کی بروقت مزید کھدائی نہ کی گئی تو وہ اور زیادہ نقصان کرے گا ۔ جناب والا ! ایک گزارش اور ہے کہ جو سیم نالے ہیں وہ گورنمنٹ کی زمین میں ہیں ۔ کیونکہ زمین کی ادائیگی گورنمنٹ نے کر دی ہوئی ہے اور جگہ کافی ہے اس لیے محکمہ زراعت کو اس کے متعلق کہا جائے کہ اس پر درخت لگائے ۔ ایسے بہت سے نالے ہیں جو غیر آباد پڑے ہوئے ہیں ۔

جناب والا ! اس کے علاوہ میں عدالتی نظام کے متعلق عرض کروں گا کیونکہ اس سے ہمارا کافی واسطہ رہتا ہے ۔ اگر ملزم کا ایک بار چالان

ہو جاتا ہے چاہے وہ بے گناہ بھی ہو تو گواہوں کی غیر حاضری اور ایسے کئی اور پیچیدہ مسائل ہیں جن کی وجہ سے ہمیں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انصاف جو سستا اور جلدی ہونا چاہیے وہ مہنگا بھی پڑتا ہے اور پھر ملتا بھی بڑی مشکل سے ہے۔ اس لیے اگر وزیر صاحب مہربانی کریں تو اس میں کچھ نہ کچھ ایسا ہو جائے کہ قانون شہادت کو بدلا جائے یا اس طرح کچھ کیا جائے کہ انصاف سستا اور بروقت مل سکے۔

جناب والا ! ایک گزارش اور کروں گا کہ ایوب ویل سکیم کے تحت لوگوں کو جو پلاٹ دیے گئے تھے انہوں نے بڑی محنت سے کچھ رقبے آباد کیے اور کچھ ابھی غیر آباد پڑے ہیں۔ براہ مہربانی وہ رقبے ان کی ملکیت قرار دیے جائیں اور جس طرح دوسرے لوگوں کو غیر آباد رہنے الاٹ کرتے رہے ہیں اور گورنمنٹ دیتی رہی ہے اسی طرح ان کو بھی اس میں شامل کیا جائے اور ان کو بھی حقوق ملکیت دیے جائیں۔ مہربانی۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک غلام جعفر !

مسٹر عاشق حسین : جناب سپیکر ! میں نے اپنا نام سوموار کا دیا ہوا ہے اور مجھے انتظار کرتے ہوئے تین روز ہوگئے ہیں یعنی منگل، بدھ اور جمعرات یہ تین دن گزر گئے ہیں لیکن میری باری نہیں آئی۔

ملک غلام جعفر : جناب سپیکر : یہ میرے قائد کی نظر کرم ہے کہ میں اور میرے طبقے کے دیگر ساتھی آج یہاں اس معزز ایوان میں موجود ہیں۔ جناب والا ! میں فاضل وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے انتہائی بمشکل اور کٹھن حالات میں بجٹ پیش کیا جناب والا ! شروع سال میں دو ماہ الیکشن میں لگ گئے۔ الیکشن کوئی معمولی چیز نہیں ہوتے۔ ان دو ماہ نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے فوراً بعد تخریب کاروں اور رجعت پسندوں نے مذہب کے نام پر ملک میں تخریب کاری اور دھاندلی کی۔ قتل و غارت کیا۔ جناب والا ! مساجد کی بے حرمتی کی گئی۔ میں ایک حدیث عرض کروں گا جناب رسالت مآب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی

شخص مسجد میں آ کر یہ پوچھے کہ میرا جانور گم ہوگیا ہے تو تم دعا کرو کہ وہ جانور اسے نہ ملے اس لیے کہ مساجد ان کاموں کے لیے نہیں بنائی گئیں بلکہ مساجد صرف عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں - تو جناب سپیکر! انہوں نے مساجد میں سیاست چلائی - انہوں نے نظام مصطفیٰ کے نام پر عوام کو دھوکہ دیا - یہ کونسا نظام مصطفیٰ چاہتے ہیں خلافت راشدہ والا ، الیکشن والا یا بالغ رائے دہی والا ؟ جناب والا ! اسلام میں نہ کوئی ایسا نظام ہے جو بالغ رائے دہی والا ہو بلکہ یہ ہے کہ بالغ رائے دہی کے ساتھ اسلام نافذ کیا جائے - جناب والا ! اسلام میں بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کے اندر جو اچھے لوگ ہوتے ہیں ان کو تلاش کیا جاتا ہے - ان کی مجلس شوریٰ قائم کی جاتی ہے - پھر خلیفۂ وقت کا انتخاب کیا جاتا ہے - یہ اسلام میں طریقہ ہے -

اب جناب والا ! میں اپنے حلقے کے مسائل بیان کروں گا - جن لوگوں نے ہمیں ووٹ دیے ہیں اور ووٹ دے کر ہمیں یہاں بھیجا ہے اگر ان کے مسائل نہ بیان کیے جائیں تو بڑی زیادتی ہوگی - جناب والا ! چاول پور میں سب تحصیل پزمان ہے - وہاں کسی زمانے میں ریلوے لائن تھی - لیکن جنگ عظیم دوم میں انگریزوں نے اس لائن کو اکھاڑ لیا تھا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے تھے - جب میرے قائد نے پزمان کا دورہ کیا اور وہاں کے عوام نے اس کے لیے اپیل کی تو قائد عوام نے حکم دیا کہ یہاں ریلوے لائن بچھا دی جائے - چنانچہ وہ ریلوے لائن بچھائی جا رہی ہے - کچھ لوگ وہاں آباد ہوگئے تھے اب ان کو ہٹایا جا رہا ہے - یہ میرے علاقہ کے عوام کا مطالبہ ہے کہ انہیں متبادل جگہ مہیا کی جائے - اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے قرضہ بھی دلوایا جائے تاکہ وہ دوسری جگہ آباد ہو سکیں - پزمان انتہائی ریگستانی علاقہ ہے - وہاں سڑکیں تو کیا کچے راستے بھی نہیں ہیں - یہاں تک کہ وہاں کوئی جیپ بھی نہیں جا سکتی وہاں جو پیداوار ہوتی ہے اس کو منڈی تک لانا انتہائی مشکل ہوتا ہے - جناب والا ! وہاں کچے راستے پر سولنگ کا انتظام کیا جائے - پینے کا پانی زہر

زمین نہیں ہے وہاں ڈگیاں اور کچے تالاب ہیں ۔ ان کو پختہ کیا جائے ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ بزمان میں ایک چنن پیر کا مزار ہے ۔ وہ بہت بڑی ہستی ہیں ۔ وہاں پورے دو ماہ میلہ لگتا ہے ۔ اور پورے ملک سے لوگ آتے ہیں ۔ بہاول پور سے لاکھوں کی تعداد میں عوام وہاں جاتے ہیں ۔ وہاں کوئی سڑک نہیں ہے ۔ وہاں راستے میں ایک نہر آتی ہے ۔ اس پر کوئی پل نہیں ہے ۔ اور خاص طور پر وہاں عورتیں بھی جاتی ہیں ۔ بچے بھی جاتے ہیں ۔ جب وہ نہر کو پار کرتے ہیں تو ان کے تمام کپڑے بھیگ جاتے ہیں وہاں پل اور سڑک کا انتظام کیا جائے ۔ اس کے بعد بہاول پور شہر کی طرف میں آؤں گا ۔ بہاول پور شہر میں ایک لیبر کالونی ہے اور ماڈل ٹاؤن بھی ہے ۔ اس کے بی بلاک میں سڑکیں 40 فٹ چوڑی رکھی گئی تھیں ۔ لیکن آج تک ان پر سولنگ تو کیا مٹی بھی نہیں ڈالی گئی ہے ۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو وہ پانی سے بھر جاتی ہیں ۔ اس لیے وہاں سولنگ لگا دی جائے ۔ بہاول پور شہر کے قریب ڈنگا بستی ہے ۔ جب بارش ہوتی ہے تو وہاں بھی پانی بھر جاتا ہے اور اس پانی کا نکاس کوئی نہیں ہے ۔ وہاں کوئی نالے نہیں ہیں ۔ جن سے پانی کا نکاس ہو سکے ۔ اس کے علاوہ گندے پانی کا تالاب بالکل شہر کے قریب ہے ۔ وہاں پر تمام شہر کا گندہ پانی جمع ہوتا ہے ۔ یہ پانی قریبی کھیتوں کو دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ وہاں نہری پانی بھی لگ سکتا ہے ۔ اس کے لیے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے کہ دریائے ستلج یہاں سے ڈیڑھ میل ہے ۔ اگر یہاں پائپ لائن بچھا دی جائے تو یہ گندہ پانی دریائے ستلج میں ڈالا جا سکتا ہے ۔ تو یہ پانی خشک کھیتوں میں لگ سکتا ہے وہاں پر اس گندے پانی کی وجہ سے بیشمار قسم کی بیماریاں پیدا ہونے کا احتمال ہے ۔ خاص طور پر بچھو وغیرہ ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ملک عاشق حسین !

مسٹر عاشق حسین : جناب سپیکر ! میں اس وقت ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو ایک متوازن میزانیہ پیش کرنے پر اس لیے مبارکباد پیش نہیں کرتا کہ انہوں نے 1977-78 کا میزانیہ اس وقت پیش کیا ہے ۔

جس وقت ملک میں ہنگامے تھے اور ملک ایک مشکل دور سے گزر رہا تھا ۔ ان حالات میں جب کہ فسادیوں اور سازشیوں نے ملک کو شدید بحران سے دوچار کر رکھا تھا ۔ ایک متوازن میزانیہ پیش کرنا ایک مشکل کام تھا ۔ ایسے حالات میں جب کہ ملک کو رواں مالی سال کے دوران شدید سیلابوں کی وجہ سے بہت نقصان ہو چکا تھا اور شدید بارشوں کی وجہ سے کپاس کی فصل بالکل تباہ ہو چکی تھی ۔ ڈاکٹر صاحب نے جو میزانیہ پیش کیا ہے ۔ اس میں تین کروڑ روپے کم موصول ہوئے ۔ ایسے حالات میں یہ میزانیہ پیش کیا گیا ہے جب کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے شراب اور قمار بازی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے ۔ جو ایک دیرینہ مطالبہ تھا ۔ جب سے پاکستان بنا تھا اس وقت سے تمام پاکستانیوں کی یہ دلی آرزو تھی کہ شراب اور قمار بازی کو ختم کیا جائے ۔ قائد عوام کی یہ مہربانی ہے یہ ان کی سیاسی بصیرت ہے ۔ ان کا یہ کارنامہ سنہری الفاظ میں لکھا جائے گا ۔ اس اعلان سے پاکستان میں ہمیشہ کے لیے شراب اور قمار بازی کو ختم کر دیا گیا ہے ۔ جناب والا! شراب اور قمار بازی سے کروڑوں روپیہ حکومت کو بطور ٹیکس وصول ہوتا تھا ۔ اس سے بھی یہ خسارہ ہوا ہے ۔ ان حالات میں جب سازشیوں اور فسادیوں کی وجہ سے ملک بحران سے دوچار ہے ۔ ایک اچھا میزانیہ پیش کرنا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اس لیے میں ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں ۔ اس لیے میں انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں ۔ جناب والا ! اپنے علاقے کے مسائل پیش کرنے بھی بہت ضروری ہیں میں ان کو مختصر طور پر بیان کر دیتا ہوں ۔ میرا حلقہ لیاقت پتوکی اور سرائے مغل پر مشتمل ہے ۔ پہلے یہ علاقہ لاہور سے منسلک تھا ۔ لیکن جب سے قصور ضلع بنا ہے اس وقت سے وہاں کے عوام خوش ہیں کیونکہ یہ ان کا دیرینہ مطالبہ تھا ۔ جناب والا ! جو سڑک قصور سے آتی ہے ۔ جب اس پر سے گزرتے ہیں تو یقین جانئے کہ 50 میل کی مسافت اتنی لمبی محسوس ہوتی ہے ۔ کہ بیان سے باہر ہے کیونکہ یہ سڑک بہت کم چوڑی ہے اور اس کو چوڑا کرنے کی ضرورت ہے ۔

جناب والا ! میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس میزانیہ میں اس سڑک کے لیے کوئی رقم نہیں رکھی گئی تو بھی اس پر دوبارہ غور کر کے پتوکی قصور روڈ کو چوڑا کرنے کے لیے فنڈز فراہم کیے جائیں تاکہ عوام کو سہولت پہنچ سکے۔ جناب والا ! پتوکی میں مدتوں سے کھارا پانی چل رہا ہے۔ کوئی پانچ چھ سال کا عرصہ ہوا وہاں واٹر سپلائی سکیم جاری کی گئی تھی جو بالکل ناکام ہو چکی ہے اور اب وہاں لوگوں کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں آ رہا۔ اس لیے اس مسئلہ پر بھی غور فرمایا جائے اور پانی کی کمی کو دور کیا جائے۔ میرے ان مطالبات کے علاوہ ایک اور امر قابل غور ہے جو میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ پیپلز ورکس پروگرام میں تعلیم بالغاں کے لیے فی مرکز 10 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ تقریباً 8 کروڑ روپیہ بنتا ہے۔ یہ بالکل حقیقت ہے کہ وہاں تعلیم بالغاں کا کوئی مرکز نہیں کھولا گیا اور یہ تمام کی تمام رقم اس کا انتظام چلانے والے خود کھا رہے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ اگر وزیر خزانہ صاحب مناسب سمجھیں تو جو رقم انہوں نے تعلیم بالغاں کے لیے رکھی ہے اسے اس مد سے ہٹا کر ملک کی کسی اور ترقی کی مد کے لیے، سڑکوں کے لیے خرچ کر لیں۔ یہ سکیم بے شک دیہی آبادی کے لیے اچھی تھی لیکن عملاً یہ ناکارہ اور ناکام ہو چکی ہے۔ جناب والا ! میں اپنے علاقے کی سڑکوں کے لیے نئے مطالبات بالکل نہیں کرتا لیکن جو سڑکیں وہاں پانچ سالوں سے شروع ہو چکی ہیں ان کے لیے میں وزیر خزانہ کی خدمت میں التماس کروں گا کہ ان سڑکوں کو مکمل کرنے کے لیے رقم فراہم کر دیں ورنہ وہ سڑکیں، جن کی سولنگ ہو چکی ہے، تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ ان کی سیٹلنگ کرنے کے لیے رقم فراہم کریں تاکہ وہ تباہی سے بچ سکیں اور حکومت کا جو پیسہ وہاں پہلے سے خرچ ہو چکا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے اور ان لوگوں کے ذرائع آمد و رفت بھی ختم نہ ہو جائیں۔ پتوکی میکا اور سرائے مغل میکا سڑکوں پر پلیوں کی تعمیر ہو چکی ہے اس لیے ان سڑکوں کی تکمیل کے لیے فنڈ ہمارے علاقے کے پیپلز ورکس پروگرام میں سے دیا جائے۔ جناب والا ! پتوکی ڈگری

کالج کے لیے 10 لاکھ روپے کی رقم پچھلے سال ملنے کا وعدہ ہوا تھا جو آج تک نہ مل سکی ۔ اس کالج کی حالت یہ ہے کہ وہاں کوئی عمارت نہیں اور لڑکے گرمیوں اور سردیوں میں وہاں کے لوگوں کے پاس جا کر فرنیچر لے کر دینے اور کمرے بنوانے کے لیے کہتے رہتے ہیں ۔ تو میں جناب وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم سے یہ عرض کروں گا کہ اس کالج کو گرانٹ فراہم کر کے اس کی عمارت بنوانے پر بھی غور فرمائیں ۔ جناب والا ! ہماری تحصیل چونیاں کی آبادی سوا چھ لاکھ کے قریب ہے جہاں کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ۔ میں وزیر صحت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اس تحصیل کے لیے ایک لیڈی ڈاکٹر دیں تا کہ ان لوگوں کی صحت کا مسئلہ حل ہو سکے ۔ شکریہ ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : چودھری محمد سعید (چونیاں) ، ڈاکٹر منظور حسین (مظفر گڑھ) ، شیخ محمد صادق (ملتان) ، خواجہ امتیاز احمد (بہاولنگر) ، محمود احمد گورایہ (شیخوپورہ) ، ملک شاہ محمد خان (ملتان) ، حاضر نہیں ۔ راجہ محمد افضل (راولپنڈی) !

راجہ محمد افضل : جناب سپیکر ! ہمارے دوست جناب وزیر خزانہ نے ان حالات میں جو بجٹ پیش کیا ہے وہ یقیناً قابل تعریف ہے اور جن مدات کو انہوں نے اس بجٹ میں لیا ہے خاص کر زراعت ، جو اس ملک کی معیشت کا اہم ستون ہے ، جس طرح انہوں نے زراعت کے لیے رقم رکھی ہے اور جس طرح اس عوامی حکومت نے پچھلے چار سالوں میں زراعت پر رقم خرچ کی ہے وہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی عظیم قیادت اور اونچی بصیرت کا نتیجہ ہے ۔ اس لیے کہ پہلی جنگ عظیم سے پہلے دنیا میں طاقت سونے اور چاندی کے پاس تھی ، پہلی جنگ عظیم کے بعد یہ طاقت تیل کے پاس آ گئی اور دس سالوں کے بعد یہ طاقت چاول ، گندم اور کپاس کے پاس آ گئی ہے ۔ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے زراعت کے لیے اس ملک میں مثالی کوشش کی اور انشاء اللہ دس سالوں کے بعد پاکستان زراعت کی سمت میں اور زراعت کے

سلسلے میں دنیا کا ایک عظیم ملک ہوگا جو اپنی مکمل پیداوار برآمد کرے گا ۔ اسی طرح مڈل ایسٹ اور دوسرے اسلامی ممالک کی جملہ اشیاء خوردنی کی بھی کفالت کرے گا اور اس طرح تیل کی دولت کا جو اثر اور جو ہتھیار ہے وہ صرف اسلامی دنیا استعمال کرے گی ۔

جناب والا ! اس کے ساتھ ساتھ قائد عوام نے غریبوں کے ساتھ جو مساوات کا وعدہ کیا تھا اس پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے پانچ سرلے اراضی پر اس غریب کو دی جو دوسرے لوگوں کے گھر میں رہتا تھا اور جسے زمیندار جب چاہتا کک مار کے گاؤں سے ، اپنی زمین سے نکال دیتا تھا ۔ ان لوگوں کو زمین دینا اسلامی مساوات کی طرف ایک مضبوط قدم ہے ۔ اسی طرح شہروں میں کچی آبادیوں کے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینا بھی قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا ایک عظیم کارنامہ ہے ۔ اب ایوان میں وہ دوست موجود نہیں جنہوں نے بڑی بڑی تقریریں کیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ جاگیردار ہیں حالانکہ پیپلز پارٹی کی نافذ کردہ اصلاحات کے بعد جاگیرداری قطعاً ختم ہو جانی چاہیے تھی ۔ لیکن ہوا یہ ہے کہ اگر ایک گھر میں دس افراد تھے اور ایک فرد کے پاس دس مربعے تھے تو ان کے پاس 40 مربعے ہوگئے اور اس طرح جاگیرداری ختم نہ ہوئی ۔ اس لیے اگر وہ لوگ اپنے آپ کو جاگیردار کہیں تو کہہ سکتے ہیں ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے ان دوستوں کو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی میں شامل ہونے سے پہلے اس کے بنیادی اصول بھی پڑھنے چاہئیں تھے اور ان پر عمل کرنا چاہیے تھا ۔ آج ہمارے دوست یہ کہہ رہے ہیں کہ اس ملک میں سوشلزم کا نام لینا ذوالفقار علی بھٹو سے دشمنی ہے ۔ میں یہ کہوں گا کہ آج اس ملک میں روس اور چین کے خلاف بات کرنا پاکستان کی جڑیں اکھاڑنا ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ جناب سپیکر ! اگر ایوب خان کی حکومت کی ۔ ۔ ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ایوان کا وقت پانچ منٹ کے لیے بڑھایا جاتا ہے ۔

مسٹر محمد افضل : اگر میری تقریر کل پر رکھ لیں تو میں ممنون ہوں گا ۔ اب کارروائی ختم کردیں ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : آپ پانچ منٹ میں ختم کر لیں ۔

مسٹر محمد افضل : تو میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ اس وقت اگر اس ملک میں ایوب خان کے دور کی طرح سوشلزم کے خلاف تقریریں کی گئیں ، یا وہ ممالک جن کا فاصلہ ہم سے 9 میل ہے ، یا جن کی شاہراہیں ہمارے عظیم پاکستان میں کھلتی ہیں ، ہماری اس عظیم قوم کے ساتھ جن کے برادرانہ اور مضبوط تعلقات ہیں ، اگر ان کے خلاف باتیں یہاں ہوتی رہیں تو یہ یقیناً پاکستان کی جڑیں اکھاڑنے کے مترادف ہوگا اور اس طرح ہم اس ملک کی خدمت نہیں کریں گے ۔ میں گزارش کروں گا کہ جس طرح قائد عوام نے اپنے منشور پر عمل کیا ، منشور کے اصولوں پر عمل کیا اس طرح دنیا کے کسی لیڈر نے عمل نہیں کیا ۔ جتنی اصلاحات قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس پانچ سالہ دور میں پاکستان میں کیں ۔ دنیا کے کسی سوشلسٹ یا مساوات پر یقین رکھنے والے لیڈر نے اتنی جلدی اتنی اصلاحات نہیں کیں ۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جو کارنامے اس تیزی سے کئے ہیں ، ان کی دنیا میں مثال نہیں ملتی ۔ پیپلز پارٹی کے لوگ اور پاکستان کے غریب انشاء اللہ ان کارناموں کو مستحکم کریں گے تاکہ پیپلز پارٹی ہمیشہ کے لیے رہے اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کا نام تاریخ میں ہمیشہ ایک انقلابی کے طور پر سنہری حروف میں لکھا رہے ۔

جناب سپیکر ! بجٹ چونکہ پاس ہو چکا ہے ، اس لیے مطالبے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ (قطع کلامیاں) ۔ پاس نہیں ہوا ، پیش ہو چکا ہے ۔ (Sorry) لیکن میرے خیال میں اس میں تبدیلی اب مشکل سے ہوگی ۔ مطالبے گنتا رہوں گا تو بات نہیں ہو سکے گی ۔ اتنا کہوں گا کہ قائد عوام نے پاکستان کے غریبوں سے انصاف کیا ہے ۔ قائد عوام نے پاکستان کے غریبوں کو تین ماہ کے بعد دوبارہ للکارا ہے ۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ پاکستان کے غریبوں کو بھی قائد عوام کی للکار پر لبیک کہنی چاہیے ۔ جو دوست غریبوں کا ساتھ چھوڑنا چاہتے ہیں ، ان کے لیے کھلی چھٹی ہے ۔ وہ چھوڑ جائیں ۔ جس طرح ہمارے قائد نے نیشنل اسمبلی میں کہا کہ مجھے سست اور کاہل ساتھیوں کی ضرورت نہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ، اگلے سیشن میں بھی پاکستان کے غریبوں کی مدد سے ، پاکستان کے مزدوروں کی مدد سے ، پاکستان کے کسانوں کی مدد سے ، ہر اس شخص کی مدد سے جو پاکستان میں صحیح معنوں میں ترقی چاہتا ہے اور قائد عوام

ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں اسلامی مساوات قائم کرنا اور جمہوریت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے ، ہم کامیاب ہوں گے وہ ہمارا ساتھ دیں گے ، وہ ان لوگوں کا ساتھ نہیں دیں گے ، جنہوں نے تین ماہ میں وہ کچھ کیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ انہوں نے اسلام کے نام پر بچوں کو ذبح کیا ، مسلمانوں کے جسموں کو جلایا ، غریبوں کے گھر جلائے ، اس سب سے بڑی اسلامی مملکت کو ، جسے ساری دنیا میں اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے ، کھوکھلا کرنے کی کوشش کی ۔ ہمارے محترم قائد حزب اختلاف یہ کہیں گے کہ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں ، لیکن مجھے یقین ہے کہ ہریجن کے ذریعے سے میری بات ان تک پہنچ جائے گی ۔ اگر انہوں نے پاکستان کی خدمت کرنی ہوتی ، اگر وہ جلوس نکالتے تو کم از کم توڑ پھوڑ نہ کرتے ، لوگوں کے گھروں کو آگ نہ لگاتے ، اس طرح قتل و غارت نہ کرتے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو جیسا انصاف پسند ، رحم دل لیڈر پاکستان کو نہیں ملے گا ۔

جناب سپیکر ! اگر عوام نے قائد عوام کو کھویا تو یہ ایک بہت بڑا المیہ ہو گا ۔ تو میں اتنی گزارش ضرور کروں گا جو اس بجٹ سے باہر ہے کیونکہ یہ عام بحث ہے ۔ جناب سپیکر ! پاکستان نے جو معاہدے اپنے ایک دوست نما دشمن ، یعنی امریکہ سے کر رکھے ہیں ، خدارا ان سے چھٹکارا حاصل کریں ۔ ان میں خاص طور پر پی ۔ ایل 480 ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں مداخلت ہوتی ہے ۔ ڈالر آتے ہیں ۔ دوسری طرف یہ نہیں سوچتے کہ پی ۔ ایل 480 میں اربوں روپے پاکستان میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اس کا حساب کوئی نہیں پوچھ سکتا ۔ ہماری حکومت نہیں پوچھ سکتی ۔ تو کیا ہماری حکومت ایک آزاد حکومت ہے یا کہ امریکہ کی ایک پنر سٹیٹ ہے ؟

جناب سپیکر : اگر پی ۔ ایل 480 ختم نہیں کیا جاتا تو پھر ہم کس طرح کہیں گے کہ یہاں ایک آزاد معاشرہ قائم کریں گے اور اسلامی دنیا کی قیادت کریں گے ؟ خدارا ملک کو بچانے کے لیے پی ۔ ایل 480 کو منسوخ کریں ۔ امریکہ سے جتنے فوجی معاہدے ہیں ، ان کو کینسل کریں ۔ بار بار امریکہ نے ہمیں دھوکہ دیا ہے ۔ امریکہ نے 1965ء میں ہمیں دھوکہ دیا ، 1971ء میں دھوکہ دیا اور اب بھی امریکہ نے پاکستان اور قائد عوام

ذوالفقار علی بھٹو ، دنیائے اسلام کے لیڈر ، کے خلاف ایک بد ترین سازش کی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی ۔ اس کے باوجود اگر ہم امریکہ کو اپنا دوست گردانتے ہیں تو یہ پاکستانی قوم کے ساتھ زیادتی ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : راجہ صاحب ! اب تشریف رکھیں ۔

مسٹر محمد افضل : میں جناب والا ! ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔ اگر اس ملک کو زندہ رکھنا ہے تو ہمیں ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ حاصل کرنا ہوگا ، ہمیں اس ملک سے تیل نکالنا ہوگا اور ہمیں کراچی کی سٹیل مل مکمل کرنی ہو گی ۔ جناب سپیکر ! بڑی طاقتیں ان چیزوں کی دشمن ہیں ۔ جیسے شیخ رشید صاحب نے ابھی بیان دیا ہے کہ پاکستان گندم کے معاملے میں خود کفیل ہوگیا ہے ، تو بڑی طاقتوں کو یہ بھی بڑی تکلیف ہے ۔ آخر میں میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر جناب وزیر خزانہ چاہتے تو اس سے اچھا بجٹ بھی پیش کر سکتے تھے لیکن اس کا اثر پاکستان کے غریبوں پر ہوتا ۔ اگر غریبوں پر ٹیکس لگائے جاتے اور اس کے ساتھ ترقیاتی کام کیے جاتے تو ترقیاتی کاموں کا پیسہ خورد برد ہوتا ، جس طرح ہوتا آیا ہے اور جس طرح نوکر شاہی نے فیملی پلاننگ کر کے پاکستان کو خراب کیا ہے ۔ جناب وزیر خزانہ نے ایک بہت اچھا بجٹ پیش کیا ہے جس میں غریبوں کو touch بھی نہیں کیا گیا اور اس طرح ایک متوازن بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ انشاء اللہ قائد عوام زندہ ہیں ، پیپلز پارٹی زندہ ہے ، بجٹ اور بھی پیش ہوتے رہیں گے اور ہم غریبوں کی خدمت کرتے رہیں گے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : رانا شبیر احمد خان ۔ چونکہ آج آپ نے اتنا انتظار کیا ہے ، تو کل آپ پہلے مقرر ہوں گے ۔

مسٹر شبیر احمد خان : بہت اچھا ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : ایوان کی کارروائی کل صبح ساڑھے آٹھ بجے تک ملتوی کی جاتی ہے ۔

(اسمبلی کا اجلاس 24 جون 1977ء بروز جمعۃالمبارک ساڑھے آٹھ بجے صبح تک کے لیے ملتوی ہوگیا) ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

جمعۃالمبارک ۔ 24 جون 1977ء

(جمعۃالمبارک ۔ 6 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ
السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ○ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ
فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ
عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

پ ۸ ——— س ۷ ——— رکوع ۱۱ ——— آیات ۴۰ تا ۴۲

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی "جھٹلایا" اور ان سے غرور و سرتابی کی ان کے لئے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ اس وقت تک بہشت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ نکل جائے۔ اور مجرموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ ایسے (منکرین حق) لوگوں کے لئے بچھونا بھی (آتش) جہنم کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی اسی کا ہوگا۔ اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لے آئے اور اچھے کام کرتے رہے تو ہم (اعمال کے سلسلے میں) کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں ایسے ہی لوگ اہل بہشت ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

پنجاب کا میزانیہ برائے 78-1977ء

(بحیثیت مجموعی میزانیہ پر عام بحث) (جاری)

مسٹر سپیکر : میزانیہ 78-1977 پر عام بحث جاری رہے گی - قائد حزب اختلاف -

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں کافی دنوں سے اس معزز ایوان میں معزز اراکین اسمبلی کی کارروائی اور کارگذاری کا مشاہدہ کر رہا ہوں - اس کے باوجود ایوان سے باہر رہ کر زمانہ حال کی بے راہروی سے دل برداشتہ ہو کر مجھے چند جھلکیاں نظر آئی ہیں - وہ قابل مواخذہ ہیں - قانون سازی میں اراکین اسمبلی کی عدم توجہی اور جب موقع ملا ممبر لگوانے کی رسم بھی عجیب ہے -

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا بات پہنچی تیری جوانی تک

بجٹ کے دوران میں یہ سمجھا کہ شاید کسی مبارک باد کی تقریب ہے - ماسوائے مبارک باد کے اور کوئی بات نہیں ہے - حالانکہ جناب وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران ابتدائی جملے بڑے دل خراش کہے تھے اور جناب رسالت مآب کی مثال دی تھی کہ ایک دن بھی خوشی محسوس نہیں ہوئی -

میرے محبوب یہاں اور بھی مسجود ہیں
جن کو ان گنت سجدے کیے جاتے ہیں

اور جب ہو جاتے ہیں ان میں انداز خدائی پیدا
میں نے دیکھا ہے وہ بت توڑ دیے جاتے ہیں

مجھے معزز ممبران پر حیرانی ہے جنھوں نے گوہر افشانیاں ، شعلہ بیانیاں اس انداز میں کیں کہ وہ ایک ماہر کا مجمع لگا - کہ جو اپنے تھیلے میں سے دوائیاں نکال کر خالی کر دیتا ہے اور تھوڑی دیر بعد یہ پتہ بھی نہیں چلتا - کہ ان ادویات کا اثر بھی ہوا ہے یا نہیں -

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مقرر حضرات نے سوائے مبارک اور سلامت کے اور کوئی بات نہ کی اور جناب وزیر خزانہ کی جھولی میں ان کی کوتاہیاں بھر دیں ۔ جو بجٹ سے صاف عیاں ہیں اس لیے کسی نے کہا ہے ۔ ''لو خود آپ اپنے جال میں صیاد آگیا'' ایک چیز سے انتہائی کوفت ہوئی ہے جو کچھ باتیں یہاں کی گئی ہیں اور جو کچھ یہاں دیکھنے میں آیا ہے وہ کچھ اور ہے ۔ جناب والا ! اس ایوان میں اگر کسی چیز پر زور دیا گیا ہے یا کسی چیز کی زیادہ پذیرائی ہوئی ہے وہ سوشلزم اور اسلام ہے ۔ اس ایوان میں دونوں طرف کے نظریات دیکھے گئے ہیں اسلام کی طرف ذرا کم اور سوشلزم کی طرف زیادہ ۔ میں ان صاحبان کی خدمت میں جو داعی سوشلزم ہیں عرض کروں گا کہ وہ رسالت مآب اور خلفائے راشدین کے دور کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور اس دور کو دیکھیں اور اس دور کو سمجھنے کی کوشش کریں ۔ خلفائے راشدین کے بعد اسلام شہنشاہیت کی گود میں چلا گیا اور اس پر شہنشاہیت کا لبادہ پڑ گیا اور جو کچھ شہنشاہوں کے دربار میں ہوتا تھا وہی کچھ ہوتا رہا ۔ اس کو اسلام کا نام دے دیا ۔ حالانکہ رسالت مآب کی زندگی کو ملاحظہ کرنے کے بعد صاف عیاں ہوتا ہے کہ جب تک رسالت مآب کا لباس بالکل ناقابل استعمال نہ ہو جاتا تھا اور اس پر اتنے پیوند نہ لگ جاتے تھے کہ کوئی خالی جگہ نظر نہیں آتی تھی ۔ تب تک وہ لباس تبدیل نہ کرتے تھے ۔ کیا کوئی سوشلزم کے نظام میں ایسا رہنما پیش کر سکتا ہے ۔ کیا سوشلزم کی تاریخ میں ایسے کوئی رہنما ہیں جو خود شہنشاہ ہو اور دنیاوی اختیارات اس کے پاس ہوں لیکن جسم پر پیوند لگے ہوں ۔ کرتے پر پیوند لگے ہوں شلوار میں پیوند ہوں ؟ کیا آپ مجھے اس قسم کی کوئی مثال پیش کرسکتے ہیں ؟ میرے خیال میں سوشلزم میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا رہنما ہے جس کی آپ مثال دے سکتے ہیں ۔ ایک چیز کو دیکھا جائے تو حیرانی ہوگی کہ انہوں نے اپنی لخت جگر کو اکلوتی بیٹی کو جسے خاتون جنت

تک کہا گیا ہے ۔ جس کو بتول لقب ملا اس کے جہیز میں کیا تھا ؟ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔

ایک معزز رکن : جناب قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ اکلوتی بیٹی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بھی بیٹیاں تھیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے میں اس میں الجھنا نہیں چاہتا اگر آپ اس کے لیے وقت نکال لیں تو میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ آپ کی اکلوتی بیٹی تھی (دوسری تین بیٹیاں تھیں وہ ٹھیک ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں) لیکن یہ ان کے پہلے شوہر سے تھیں ۔ جناب سپیکر ! رسالت مآب عربوں کے بادشاہ مانے جا چکے تھے کئی فتوحات کی جا چکی تھیں ۔ تو اس بیٹی کو رسول مقبولؐ نے جہیز میں کیا دیا ؟ ایک مصلیٰ ، ایک لوٹا اور ایک جوڑا کپڑوں کا اور پھر داماد کیا لے کر آیا ؟ انھوں نے اپنی زرہ بیچی اور کھجوروں کے چند دانے لے کر آئے اور وہ پیش کیے جو حاضر مہمانوں نے کھائے ۔ یہ تھی وہ شادی جو شہنشاہوں کے شہنشاہ نے اپنی لڑکی کی ۔ کیا سوشلزم میں کوئی ایسی مثال ہے ؟

جناب والا ! رسول اکرمؐ جس حجرے میں پیدا ہوئے تھے جس کا بہت بڑا مقام تھا ، حضورؐ کا جنازہ اسی حجرے سے اٹھایا گیا نہ کہ محلات سے ۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ حضورؐ کے سونے کے لیے ساری زندگی ایک بوریا رہا اور چار پائی بھی میسر نہ ہوئی اور نہ وہ چار پائی پر سوئے اور پھر مرنے کے بعد جو کچھ وہ چھوڑ گئے اس کی بھی دنیا گواہ ہے کہ اس وقت ان کے پاس کیا تھا ۔ اس کے بعد خلفاء کو دیکھیں جن کو ہم خلفائے راشدین کہتے ہیں ۔ حضرت علیؓ کے متعلق مشہور ہے ، اور مختلف روایات ہیں کہ انھوں نے ساری زندگی اور جتنی دیر وہ خلافت میں رہے اور اس کے بعد ، اپنے گزارے کے لیے صرف نو (9) من جو لیے ۔ میں آپ کو حضرت عمرؓ کے دور کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ انھیں کیوں خلیفہ راشد کہا گیا ۔ یہ بات آپ کو کسی بھی انسان میں نظر نہ آئے گی

کہ مال غنیمت آیا اور اس کی تقسیم ہوئی اور صبح جب حضرت عمرؓ ایک کرتا اور ایک پاجامہ پہن کر آئے تو ایک بدو نے کہا کہ جب ہم سب کے حصے میں ایک ایک کرتا اور پاجامہ نہیں آیا تو آپ کے حصے میں یہ کہاں سے آ گیا ؟ یہ تھا اسلام کا نظام - آج آپ اس کا مقابلہ کسی سوشلزم سے یا کسی لینن ازم سے اور سوشلزم کے جتنے بھی حکمران ہیں ان سے کر کے دیکھیں -

جناب والا ! اس وقت ایک خلیفہ نے اپنے گورنر کو یہ لکھا تھا کہ تم ایسی جگہ نہیں رہ سکتے جہاں ایک غریب آدمی نہ پہنچ سکے ، تم اس وقت تک نہیں سو سکتے جب تک تمہارے دائرہ اثر میں تمام افراد سکھ کی نیند نہیں سو جاتے ، تم اس وقت تک نہیں کھا سکتے جب تک شہر میں ایک آدمی بھی بھوکا ہو - پھر ان کے لباس کے متعلق یہ حکم تھا کہ تم وہی لباس پہن سکتے ہو جو لباس اس علاقہ کے غریب ترین انسان پہنیں ، اس سے زیادہ لباس فاخرہ تم نہیں پہن سکتے - یہ تھے وہ خلفائے راشدین اور یہ تھا وہ نظام مملکت - یہ ہے وہ نظام مصطفیٰ - یہ نظام مصطفیٰ نہ تھا جو آپ آج کل دیکھ رہے ہیں اور جو خلفائے راشدین کے بعد تمام شہنشاہوں نے آپ کے سامنے پیش کیا - مجھے یہ حیرانی ہوتی ہے کہ یہاں ابھی تک سوشلزم کے دعوے کیے جا رہے ہیں - میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جب کوئی صاحب ایم - پی - اے بنے تھے تو ایک سائیکل پر کچہری آیا جایا کرتے تھے اور آج وہ مرسیڈیز کار پر اڑتے ہیں - ان کی ذہنیت میں بھی کوئی ترقی نہیں ہوئی - کیا اس چیز کے باوجود بھی آپ سوشلسٹ بن سکتے ہیں ؟ آپ کا قدم نظام مصطفیٰ کی طرف اٹھ سکتا ہے ؟ مجھے جناب رسول اکرمؐ کا یہ واقعہ یاد ہے کہ آپ کے سامنے ایک شخص اپنے لڑکے کو لایا اور عرض کی کہ اسے گڑ کھانے کی عادت ہے ، اگر یہ گڑ کھائے گا تو مر جائے گا - حضورؐ نے فرمایا کہ اسے ایک ہفتے کے بعد لانا - وہ شخص اسے ایک ہفتے کے بعد لے کر آیا حضورؐ نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا کہ اب تم جا سکتے ہو - وہ شخص بولا کہ حضورؐ آپ نے تو

مجھے سات روز کے بعد لانے کو فرمایا تھا اور آج آپ نے صرف دعا کردی ہے - حضورؐ نے فرمایا کسی وقت میں خود بھی گڑ کھا لیا کرتا ہوں اور اس روز بھی میں نے گڑ کھایا تھا - کیونکہ میں نے دعا کرنی تھی تو میں نے سات روز خود گڑ نہ کھایا تاکہ میری دعا کو قبولیت حاصل ہو - یہ ہے نظام مصطفیٰ - آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ نعرہ سوشلزم کا ہے اور رہائش خدا جانے کس ڈھنگ کی ہے -

جناب والا ! اس ایوان کو یاد ہے اور پاکستان کے ہر باشندے کو علم ہے کہ 1970ء کے الیکشن میں جناب بھٹو کس طرح کامیاب ہوئے کہ لاہور شہر ، لائلپور ، سرگودھا ، ملتان وغیرہ میں ایک سیٹ بھی حزب اختلاف والے نہ لے سکے - لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں اور آج 1977ء اس بات کا گواہ ہے کہ ان شہروں میں جہاں پہلے جناب بھٹو کا طوطی بولتا تھا ، اب وہاں پر ان کے خلاف اتنی بڑی نفرت کا اظہار کیا گیا کہ الامین - یہ کیوں ہوا - اس کی کیا وجہ ہے ؟ اس کی وجہ جو میں سمجھا ہوں یہ ہے کہ ان کے رفقا کار کی اور ان کی غلط پالیسیوں نے عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کردی ہے - اس کی سب سے بڑی وجہ ان کے رفقا کار کی دو عملی ہے - وہ زبان سے کچھ کہتے ہیں اور کردار سے کچھ اور کرتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو ان سے نفرت ہوگئی ہے -

اب میں بجٹ کے متعلق کچھ عرض کروں گا - جناب والا ! یہ بجٹ جس انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ انداز تو قابل داد ہے لیکن بجٹ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایک متوازن بجٹ ہے ، میں اس سے اختلاف کرتا ہوں - میں اس کو متوازن بجٹ اس وقت کہہ سکتا تھا جب کہ ضمنی بجٹ میں 100 کروڑ روپے کی رقم کا مزید خرچ نہ دکھایا جاتا - جناب والا ! میں اس بجٹ میں یہ بات دیکھ کر حیران ہوں 59-1958ء میں اس صوبے کا بجٹ تین کروڑ ، 26 لاکھ ، 98 ہزار 880 روپے جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات پر مشتمل تھا - اس کے بعد 62-1961ء میں جب یہاں ون یونٹ تھا جب تمام مغربی پاکستان کا ایک ہی صوبہ تھا ، اس وقت جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات چار کروڑ ، 15 لاکھ 10 ہزار ایک سو روپے تھے -

جناب والا ! 1967-68ء میں یہ بجٹ بڑھ کر سات کروڑ ستائیس لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو پر پہنچ گیا اور پھر 1972-73ء میں جس وقت موجودہ حکومت نے چارج سنبھالا اور اسمبلیوں نے بجٹ پاس کیا تو اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن کا خرچ 7 کروڑ 50 لاکھ 18 ہزار ایک سو تھا۔ لیکن آج 1977-78ء میں ملاحظہ ہو۔ آپ حیران ہوں گے کہ اب ون بوٹ ہے نہ کچھ اور چیز۔ اب کیا ہے ؟ اب بجٹ میں جنرل ایڈمنسٹریشن کا خرچ اکیس کروڑ دو لاکھ انتالیس ہزار تین سو روپے پر پہنچ چکا ہے۔ اس جنرل ایڈمنسٹریشن کی حالت کیا ہے ؟ رشوت کا بازار گرم ہے۔ اقربا پروری انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ تساہل کی مثال ہی نہیں ملتی ہے اور پھر فرائض میں کوتاہی کے متعلق کیا کہا جائے ؟ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ جب جنرل ایڈمنسٹریشن پر تین گنا خرچ بڑھا دیا گیا ہے تو پھر ان چیزوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے جیسے بجٹ گھٹا دیا ہے۔ جناب والا ! سوشلزم کے دعویٰ اور سوشلسٹ حکومت کے افسران کی یہ حالت ہے۔ جناب والا ! میں جناب کو ایک عرض کروں۔ حضرت علیؓ کے دور میں ان کے ایک رشتہ دار اور گورنر ان کے پاس آئے اور ان سے یہ استدعا کی کہ آپ میرے ہاں کھانا کھائیں۔ وہ کھانا کھانے کے لیے گئے۔ جب کھانا کھا چکے تو انہوں نے کہا ، عقیل ! تم نے یہ کھانا کس سلسلے میں دیا ہے ؟ وہ فرمانے لگے۔

جناب والا ! جتنا آپ ملازمت کا مجھے معاوضہ دیتے ہیں۔ وہ اس قدر کم ہے کہ میں میری بیوی اور بچے اس میں گزارا نہیں کر سکتے۔ تو جناب نے فرمایا کہ جو رقم تم نے میرے کھانے پر لگائی ہے یہ کہاں سے آئی ؟ تو انہوں نے یہ فرمایا کہ جناب والا ! میں دو پیسے سے یہ بچا رہا تھا اور بچا بچا کر میں نے اتنا اکٹھا کیا جو میں آپ کو کھلا سکا۔ جناب نے اس وقت یہ آرڈر دیے کہ اس قدر اس کی تنخواہ میں سے گھٹا دیا جائے کیونکہ اس کے بغیر بھی وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! یہ ہے نظام مصطفیٰ۔ نظام مصطفیٰ میں گورنرز کے یہ اختیارات اور اخراجات نہیں ہوا کرتے تھے جیسے آج کل ہیں۔ اس وقت کے حکام کو

صرف اتنا معاوضہ دیا جاتا تھا کہ جس سے وہ گزر اوقات کر سکیں ۔ ان کے پاس اتنی لمبی لمبی کاریں ، اتنی شاندار کوٹھیاں ، اتنے بیویاں نہیں ہوا کرتے تھے ۔ آج کل آپ دیکھ لیں ۔ کہ کون سا افسر ہے ۔ جس کی بیوی کی کلبرگ میں کوٹھی نہیں ۔ کون سا افسر ہے جس کی اولاد کے پاس مختلف مقامات پر جاگیریں نہیں ؟ کون سا افسر یا عہدیدار ہے جس کا بنک بیلنس بیرون ممالک میں نہیں ۔ عالی جاہ ! یہ سوشلزم کا دھوکہ ہے ؟ یہ حکومت سوشلزم لائے گی ؟ یہ لوگ اپنے آپ کو سوشلسٹ قرار دیتے ہیں ۔

مرزا محمد اکرم بیگ : (پنجابی) جناب والا ! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے سوشلزم کو روکا ، سوشلزم کے کاز میں نہیں گئی ۔ یہ سوشلزم کی توہین ہے ۔ اگر حکومت سوشلزم کی پرورش کرتی تو استحصالی قوتیں ختم ہو جاتیں ۔

مسٹر سپیکر : مرزا صاحب ، اس ایوان کے کچھ آداب ہیں ۔ اگر آپ کسی وقت اپنی باری پر تقریر فرما رہے ہوں ۔ یا آپ کو کارروائی کے متعلق کوئی اعتراض ہو تو پوائنٹ آف آرڈر اٹھا سکتے ہیں ۔ کسی ممبر کی تقریر کے دوران اس کی جوابی تقریر کرنا نامناسب ہے اور قواعد اس کی اجازت نہیں دیتے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! کے توسط سے فاضل ممبر ۔

مسٹر سپیکر : آپ ان کا جواب نہ دیجیے ۔ اپنی تقریر جاری رکھیے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : بہت اچھا ۔ جناب والا ! اس کے بعد میں مالیہ اراضی کی مد کے بارے میں عرض کروں گا ۔ بڑے فخر سے اور تالیوں کی گونج میں اس ایوان میں مالیہ اراضی کو ختم کر دیا گیا ۔ مالیہ اراضی کیا تھا ؟ ایک ایکڑ پر صرف تین سے پانچ روپے مالیہ تھا ۔ زمیندار کا بوجھ اس قدر ہلکا کیا گیا ہے اور تین سے پانچ روپے فی ایکڑ مالیہ کی اسے رعایت دے دی گئی ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ٹیکس اس قدر بڑھا دیے گئے ہیں ، یا اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ ان کا بوجھ شاید ہی کوئی برداشت کر سکے ۔ اس ایوان میں یہ مژدہ سنایا گیا تھا کہ زرعی انکم ٹیکس لاگو کر دیا

گیا ہے اور اس کے ساتھ مالیہ اراضی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ کلام پاک کا یہ فرمان سنایا گیا۔ یعنی وہ انسانوں کے سر سے ایک بوجھل وزن اتار پھینکے گا جس کے نیچے وہ دبے پڑے تھے اور ان زنجیروں کو توڑ ڈالے گا جن میں وہ جکڑے چلے آ رہے تھے۔ جناب والا! یہ کلام پاک کا فرمان ہے۔ اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ اور نہ ہی ہم کر سکتے ہیں۔ لیکن جناب والا کے توسط میں یہ چیز لاؤں گا کہ جس بوجھ کو اتارا گیا جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، تین سے پانچ روپے فی ایکڑ مالیہ ہے۔ اگر دیکھا جائے تو جس کے پاس پچیس ایکڑ رقبہ ہے۔ اس کا اگر زیادہ سے زیادہ حساب کیا جائے تو اس کا پچیس ایکڑ پر سے 125 روپے کا بوجھ ہٹا دیا گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! چونکہ یہ ایک پریسیڈنٹ ہے کہ جن مدات پر کٹ موشنز آتی ہیں۔ انہیں چھوڑ کر قائد حزب اختلاف باقی مدات پر بحث کرتے ہیں۔ نظم و نسق اور مالیہ اراضی پر انہوں نے کٹ موشنز دی ہیں۔ میں نے ابھی ابتدا پڑھا ہے اور اس میں ان کی بھی بہتری ہے کیونکہ ایک سالم دن ان پر بولنے کے لئے ہوگا۔ تو اب یہ کسی اور مد پر تفصیل کے ساتھ ذکر کر سکتے ہیں۔ پریسیڈنٹ بھی یہ ہے کہ جن مدات پر کٹ موشنز کے دوران بحث کرنا مقصود ہو۔ انہیں چھوڑ دو، کیونکہ وقت کی لمیٹیشن ہوتی ہے۔ تو یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر تھا۔

مسٹر سپیکر: عام طور پر پارلیمانی طریقہ تو وہی ہے جو آپ فرما رہے ہیں۔ عام طور پر جن گرانٹس کے متعلق کٹ موشنز دی جاتی ہیں ان پر بحث اسی روز کی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک موقع فراہم ہو جاتا ہے۔ لیکن عام بحث میں قاعدے کی رو سے انہیں منع نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس کو زیر بحث نہ لائیں۔ لیکن مناسب یہ ہوتا ہے اور عام طور پر طریق کار یہی ہے کہ جن مدات پر بحث کرنے کا موقع پھر بھی میسر آ سکے ان پر عام بحث نہیں کی جاتی۔ لیکن بہرحال یہ ان کی صوابدید پر ہے۔ اگر وہ ایک چیز کو دو

دفعہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں تو بھی لا سکتے ہیں ۔ آج انہیں منع نہیں کیا جا سکتا ۔ البتہ جس روز یہ جنرل ایڈ سنسٹریشن پر بحث کریں گے تو اور کوئی چیز زیر بحث نہیں لائی جا سکے گی ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ 97 فی صد آبادی کو اس مالیے سے چھوٹ دی گئی ہے جو زیادہ سے زیادہ فی کس 125 روپے بنتا ہے ۔ لیکن عالی جاہ ! اس زرعی انکم ٹیکس کا تین فی صد کاشتکاروں پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے ، وہ پندرہ کروڑ روپے ہے ۔ پہلے جو مالیہ کاشتکاروں سے وصول کیا جاتا تھا ، اس کی کل رقم پانچ کروڑ کے لگ بھگ تھی ۔ لیکن اب تین فی صد کاشتکاروں سے وہ رقم پندرہ کروڑ وصول کی جائے گی ۔ ایوان خود دیکھ سکتا ہے کہ بوجھ اٹھایا گیا ہے ، ہٹایا گیا ہے یا تین فی صد طبقے پر اتنا زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ۔

اب جناب والا زراعت کی مد میں 30 کروڑ روپے کے لگ بھگ رکھے گئے ہیں ۔ میں حیران ہوں کہ دیہاتوں کے لیے کچھ نہیں کیا گیا اسی ایوان میں جب سے فاضل ممبران نے بھی یہی رونا رویا ہے اور اس زراعت کی مد کے علاوہ کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ۔

جناب والا ! پیپلز ورکس پروگرام ایک محکمہ ہے جس کا تعلق دیہات سے ہے اس کے لیے 10 کروڑ 82 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں ۔ اس کے علاوہ دو اور محکمے ہیں لوکل سیلف گورنمنٹ اور لوکل باڈیز عالی جاہ ! اس ایوان کے معزز ارکان نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ اس محکمہ کو ختم کر دیا جائے میں تو یہ کہوں گا کہ ایک محکمہ کے اندر جو کام ہو سکتا تھا وہ تین محکموں میں ہو رہا ہے ۔ معلوم نہیں ایک محکمہ کیوں نہیں ہے جب کہ ان تمام کا کام کم و بیش ایک ہی ہے ۔ ہم نے شروع شروع میں دیکھا اب تو آٹھ دس سال ہو چکے ہیں کہ ڈسٹرکٹ کونسل کا محکمہ ختم ہو گیا مگر اس کا عملہ اب بھی باقی ہے ۔ جناب والا ! اس وقت ڈسٹرکٹ کونسل ایک فعال ادارہ ہوتا تھا اور مقامی مسائل ، مقامی طور پر کافی حد

تک حل ہو جاتے تھے۔ مگر اب لوگوں کا دباؤ صوبائی سطح پر منتقل ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہاں اب بات سننے والا کوئی ہے نہیں اور آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ اکثر وزراء یہاں اجلاس سے غیر حاضر رہتے ہیں کیونکہ لوگ اب ان کے پاس یہاں ملنے کے لیے آتے ہیں اور وہ اپنا کام احسن طریقہ سے سر انجام نہیں دے سکتے اور اب ان محکموں کے انچارج ڈسٹرکٹ کے ڈپٹی کمشنر بنا دیے گئے ہیں۔ جناب والا! ان کے پاس تو پہلے ہی کئی محکمے ہیں اور اپنا کام بھی ہوتا ہے اس لیے وہاں کے لوگوں کو تسلی اور تشفی حاصل نہیں ہوتی۔ تو اس لیے میں جناب والا! یہ عرض کروں گا کہ لوکل باڈیز کا نظام قائم کرنے کے لیے کوشش کریں۔

اس کے علاوہ میں محکمہ ملیریا ایریڈیکشن کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ایک محکمہ ہے مگر حقیقت میں تین محکمے بنا دیے گئے ہیں۔ کل پرسوں بھی جہلم سے ممبران نے اس کے متعلق عرض کیا تھا کہ اس محکمہ کو بھی ختم کر دیا جائے میں اس کی مکمل تائید کرتا ہوں اس محکمے سے کوئی شخص خوش نہیں ہے اور کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خدا جانے یہ کہاں سپرے کرتے ہیں کہاں مچھر مارتے ہیں۔ میں اپنے ضلع کے متعلق عرض کرتا ہوں جھنگ کے متعلق میں بات کرتا ہوں وہاں اگر کوئی ایک دفعہ آ جاتا ہے۔ تو غالباً اس کی یہ دعا ہوتی ہے کہ دوبارہ میں اس علاقہ میں واپس نہ آؤں۔ جناب والا! اس حد تک مچھر موجود ہے۔ ان محکموں کی کارگزاری کی یہ حالت ہے تو جناب والا! ایسے محکموں کی پھر کیا ضرورت ہے؟ اس طرح محکمہ پاپولیشن پلاننگ ہے۔ سب کا یہی حال ہے اس کو رکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ ایک سفید ہاتھی سنٹے تھے جو پہلے پنجاب میں تھا اور اب سنا ہے کہ مرکز میں چلا گیا ہے۔ یہ محکمہ روڈ ٹرانسپورٹ ہے۔

مسٹر سپیکر: روڈ ٹرانسپورٹ کا محکمہ مرکز میں تو نہیں ہے۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اب انہوں نے ایک اربن ٹرانسپورٹ کارپوریشن بنائی ہے جو مرکزی حکومت کے ماتحت ہے۔ جناب والا ! اس ٹرانسپورٹ میں آج تک کوئی منافع نہیں ہوا اور اس کے متعلق کوئی جھوٹی خبر گپ شپ تک نہیں سنی کہ اس محکمہ کو کبھی کوئی بچت ہوئی ہو۔ بجٹ میں روڈ ٹرانسپورٹ کے لیے 26 لاکھ مختص کیے گئے ہیں یہ رقم اس لیے کم مختص کی گئی ہے شائد مرکز کے پاس زیادہ تر انتظام آ گیا ہے اور اب یہ رشتہ مرکزی حکومت کے ساتھ قائم ہوگیا ہے۔ مگر اب بھی عالی جاہ ! اس محکمہ کے لیے 26 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں کسی ضلع میں کسی ہیڈ کوارٹر میں ہم نے یہ نہیں سنا یا دیکھا کہ بسیں خراب ہو کر نہ کھڑی ہوں اور پھر نہ ان کو کوئی چلانے والا ہے اور نہ ہی کوئی ہلانے والا ہے۔ نہ یہ ہلتی ہیں نہ یہ چلتی ہیں۔ سڑکوں پر تو آپ آئے دن دیکھتے ہی رہتے ہیں کہ بسیں کھڑی ہوتی ہیں۔ آمدنی اس کی ہوتی نہیں ہے نہ جانے یہ رقم کہاں چلی جاتی ہے۔ یہ محکمہ اتنا بدنام ہوگیا ہے کہ جب کوئی فراڈ ہوتا ہے تو اسی محکمہ میں ہوتا ہے اسی کا نام سرفہرست ہوتا ہے اور میں حیران ہوں کہ اس کے لیے پچیس فیصد ٹیکس تجویز کیا گیا ہے۔ جناب والا ! اگر اس کے لیے پہلا ٹیکس ناکافی تھا تو وزیر موصوف کو بتانا چاہیے تھا کہ اس محکمے نے کیا خدمات عوام کے لیے سر انجام دی ہیں اور اب اس پر مزید ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے ؟ خدا جانے اس محکمہ میں کیا ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں وہ کون آدمی تھا جس نے یہ تجاویز پیش کی تھی کہ اس محکمے کو حکومت کے زیر انتظام کر دیا جائے ؟ جناب والا ! غالباً ایوب خان کے دور کی بات ہے کہ کوئی آدمی جب پرمٹ حاصل کر لیتا تھا تو یہ مشہور تھا کہ دوسرے سال وہ شخص ایک لئی بس خرید لیتا تھا۔ جناب والا ! ایک طرف تو پرائیوٹ سیکٹر میں اتنا بڑا منافع حاصل ہوتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ یہ محکمہ نقصان میں جا رہا ہے اور عوام کو سہولیات بھی میسر نہیں ہیں۔ خدا جانے اس محکمہ کو ہماری حکومت کے پاس جانے کے بعد کیا ہوا ہے ؟

جناب والا ! اب یہ ٹرانسپورٹ کے متعلق چیخ رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اس کو بالکل ہی ختم کر دیں ، چونکہ وہ اتنا ٹیکس برداشت نہیں کر سکتے ہیں ، اور ان کی آمدنی اتنی نہیں ہوگی جتنی گورنمنٹ کو ہوگی۔ اس لیے یہ ٹیکس معاف کریں ، جناب والا ! میں نے اس محکمے کے ٹائروں اور انجنوں کے متعلق ایک معتبر ذریعہ سے یہ بھی سنا ہے کہ مکمل انجن کے انجن ایک گاڑی سے نکال کر دوسری گاڑی میں رکھ دیتے ہیں اور وہاں پرانا انجن رکھ دیتے ہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پوچھنے والا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے جب میں نے پچھلے دنوں سنا کہ ہمارے وزیر خزانہ نے گزشتہ دنوں سرگودھا میں چھاپے مارے اور انہوں نے ایک جگہ پر تین چار ہزار جعلی ٹکٹیں پکڑی ہیں ، اس محکمہ کی جو ٹکٹیں چھپتی ہیں وہ بڑی موٹی ہوتی ہیں ، وہ چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور اس پر اور کچھ نہیں لکھنا پڑتا ہے۔ وہ جعلی ان کو ملی ہیں کوئی نہیں پوچھتا ہے۔ تو ایسے ہاتھوں سے ہمیں خسارہ ہوا ہے۔

اس کے بعد ہیلتھ کے متعلق عرض کر چکا ہوں لیکن تھوڑا سا مزید عرض کروں گا ہیلتھ کے لیے ہمارے بجٹ میں 1639.69 لاکھ روپے رکھے گئے۔ اگر ان کا بغور مطالعہ کریں تو دیہاتیوں کے لیے جو کہ 80 فیصدی ہیں لیکن وزیر خزانہ نے میری فگرز کو غلط قرار دیا تھا ان کے اندازہ کے مطابق 65 فیصدی آبادی ہے۔ تو جناب والا ! 65 فیصدی کے لیے محکمہ ہیلتھ نے کوئی حصہ نہیں دیا ہے۔ کوئی فنڈ نہیں دیا ہے۔ اس 65 فیصدی آبادی کے لیے کتنے ہسپتال ہیں کتنے ڈاکٹر ہیں ، اور ان ڈاکٹروں کے پاس کتنی ادویات اور اشیاء ہیں ، اگر یہ ایوان ایک کمیٹی مقرر کر دے اور وہ کمیٹی اس کی پڑتال کرے تو تمام حالات اس ایوان کے سامنے آ جائیں گے۔ کہ محکمے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے ؟۔ میرا حلقہ انتخاب ایک لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ جس میں صرف ایک ہسپتال ہے اور اس ایک ہسپتال میں صرف ایک ایل۔ ایس۔ ایم۔ ایف ریٹائرڈ ڈاکٹر دوبارہ تعینات ہے اور اس کے علاوہ تین چار ڈسپنسریاں ہیں جن میں صرف ڈسپنسر ہی تعینات ہیں ،

عالی جاہ ! آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ ایک ڈیڑھ لاکھ کی آبادی کے لیے ان کو دینے کے لیے محکمہ صحت کے پاس یہی کچھ ہے اور اسی اوسط سے جناب والا ! آپ دیکھ لیں کہ دیہات میں محکمہ صحت کس حد تک اپنے فرائض انجام دیتا ہے ۔

جناب والا ! آخر میں جناب کے توسل سے اپنے علاقہ کی ضروریات پر عرض کروں گا کہ وہاں پر صرف ایک ہائی سکول لڑکیوں کے لیے ہے ۔ ہائی تو ہائی سکول رہ گیا ایک مڈل سکول ہے اور ڈیڑھ لاکھ کی آبادی کے لیے تین ہائی سکول مردوں کے لیے ہیں ۔ وہاں دو پختہ سڑکیں آج سے دس سال پہلے بھوانا خیر والا روڈ اور متھروما علی پور روڈ اور اس 10 سال کی کارگزاریوں میں ان سڑکوں میں سے ابھی تک کافی حصہ کی تکمیل نہیں ہو سکی ہے ۔ ان کی کل لمبائی 15 ، 16 میل تھی ۔ لیکن ابھی تک 6 ، 7 میل بقایا ہے ۔ اس کے بعد میرے علاقہ میں سیم اور تھور کی کوئی کمی نہیں ہے ۔ اس علاقہ میں 1969ء میں ایک ڈرین پر کام ہوا اور 1973ء میں یہ مکمل ہوئی اور 1973ء سے لے کر 1977ء تک اس ڈرین کو کھولا نہیں گیا ۔ تاکہ پانی جا سکے ۔ جناب والا ! فاضل وزیر آبپاشی موجود نہیں ہیں اس کی تباہ کاریاں میں نے ان کو دکھائی تھیں اور موقع پر ان کو لے گیا تھا کہ یہ اس کی تباہ کاریاں دیکھ لیں ، اور محکمہ آبپاشی نے یقین دلایا تھا کہ دس بارہ دن کے اندر اندر یہ تمام ڈرینیں کھول دیے جائیں گے اور ابھی تک یہ نہیں کھولے گئے ہیں ۔

جناب والا ! میرے نواحی شہر چنیوٹ میں ایک ہسپتال تھا وہاں 60 ، 70 ہزار کی آبادی ہے وہاں صرف ایک سول ہسپتال ہے ۔ جو کہ گر چکا ہے ۔ اس کی جگہ پر ایک فضل الٰہی ٹرسٹ ہسپتال بنایا گیا جسے وقف کر دیا گیا اور یہ گورنمنٹ کو پیش کر دیا گیا اور اس نے یہ لے لیا ۔ لیکن آج تک اس ہسپتال کی وہ چھتیں جو کہ گر گئی ہیں بوسیدہ ہو چکی ہیں انہیں ٹھیک نہیں کیا گیا ہے ڈاکٹر صاحب موجود ہیں ۔ میں جناب کے توسل سے انہیں عرض کروں گا کہ اس ہسپتال کو فضل الٰہی ٹرسٹ ہسپتال میں

منتقل کرنے کی مہربانی فرمائیں وہ ہسپتال بالکل خالی ہے ۔ بلڈنگ ہی بلڈنگ ہے ۔ نہ اس میں کوئی ڈاکٹر ہے نہ کوئی چیز ہے ۔

مسٹر سپیکر : تقریر ختم فرمائیے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! آخر میں صرف اسی شعر پر اپنی تقریر ختم کروں گا کہ ۔

اب تو معبود حقیقی سے بھی ڈر لگتا ہے
میں نے ان گنت خداؤں کی پرستش کی ہے

سید مسعود زاہدی : جناب والا ! میں آپ کے توسل سے عرض کروں ۔

مسٹر سپیکر : آپ نے تقریر کرنی ہے ۔ ؟

سید مسعود زاہدی : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جناب والا ! میں صرف اپنی اطلاع اور اس معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا معزز قائد حزب اختلاف کو یہ حق بھی پہنچتا ہے کہ وہ اسلامی تاریخ کے حقائق کو بھی مسخ کر کے اس ایوان کے سامنے پیش کریں ۔ جو چند واقعات نہایت اہمیت کے حامل ہیں ان کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ غالباً یہ ان کی کم آگاہی کی وجہ سے ہے ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بے حد اختصار کے ساتھ پیش کروں ۔

مسٹر سپیکر : کل کٹ موشن پر بحث ہو گی ۔ آپ کو موقعہ دیا جائے گا ۔ اگر آپ جوابی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو کل یا پرسوں اس کے متعلق تقریر کریں ، اس کے متعلق آپ کو بھی موقع دوں گا ۔ آج اس ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں کہ اس وقت جو ممبران آج بولنا چاہتے ہیں اور میرے پاس جو فہرست ہے وہ 32 اصحاب پر مشتمل ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس وقت ہمارے پاس ساڑھے تین گھنٹے ہیں ، ساڑھے نو سے ساڑھے بارہ ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 180 منٹ اور ہر ممبر کے حصہ میں صرف 6 منٹ آئیں گے ۔ کیونکہ بعد دوپہر کی نشست میں فاضل وزیر خزانہ جواب دیں گے وہ تو قبل دوپہر بولنا چاہتے تھے مگر میں نے عرض کیا کہ بہت سے فاضل ممبران بولنا چاہتے ہیں ۔ اس لیے وہ بعد دوپہر تقریر فرمائیں ہماری دوسری نشست

میں ، اب ساڑھے بارہ بجے تک کی کارروائی میں ہر ممبر کے لیے 8 منٹ ہیں ۔ اس میں کوشش کریں کہ اپنی تقریر ختم کر دیں ۔ میں ایک دفعہ پھر وہ لسٹ پڑھ دوں جن کے نام موجود ہیں تاکہ وہ مزید تذبذب میں نہ پڑیں ، میاں مصطفیٰ ظفر قریشی ۔ چوہدری محمد اقبال گجرات ۔ مس زاہدہ عبداللہ ۔ مسٹر محمود الحسن ڈار ۔ سردار مظہر علی خان لاہور ۔ ملک طارق مسلم (رحیم یار خان) میاں عبدالرؤف (بہاولنگر) چودھری محمد شریف (رحیم یار خان) سردار نوازش علی پاشا ۔ (ملتان) ۔ حاجی محمد شفیق (گوجرانوالہ) ۔ ملک شہباز خان ۔ (جہلم) ۔ مسٹر محمد حنیف نارو (رحیم یار خان) ۔ محمد رفیع چودھری (مظفر گڑھ) ۔ حاجی محمد افضل (گوجرانوالا) ۔ کنور محمد یاسین خان (ملتان) ۔ قاضی محمد اسمعیل جاوید (وہاڑی) ۔ ڈاکٹر سید جواد حسین رضوی (گجرات) ۔ مسٹر خالد مظہر (راولپنڈی) ۔ مسٹر منظور احمد واجد (گجرات) ۔ ملک تاج محمد اعوان (میانوالی) ۔ چودھری محمد کریم بھٹی (سیالکوٹ) ۔ سیٹھ سورتہ رام ۔ چودھری نذیر احمد (لائلپور) ۔ سید افتخار حسین شاہ (ساہیوال) ۔ ریاض احمد وڑائچ (گجرات) ۔ چودھری انوارالحق ۔ شبیر احمد خان (لاہور) ۔ حاجی نذر حسین صوفی (ملتان) ۔ کرنل محمد اسلم خان نیازی لیکن یہ پہلے موقع لے چکے ہیں اور ملک شاہ دین (سیالکوٹ) ۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! نے جو رولنگ دی ہے میں اس پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ! پہلے مقرروں کو مناسب وقت دیا جاتا رہا ہے اور اب جو وقت کی تقسیم ہوئی وہ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی غیر مناسب ہے ، چھ منٹ میں تو آدمی کوئی بات بھی نہیں کر سکتا اور جناب والا ! یہ بڑا ہی اہم بجٹ سیشن ہے تو میری استدعا ہے کہ ہم سے یہ ناانصافی نہ کی جائے اور جناب کے توسل سے وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ بیشک ایک دن یا آدھے دن کے لیے اس کو extend کر لیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔ لیکن جناب والا ! اس پر سیر حاصل بحث ہونی انتہائی ضروری ہے اور جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ میں اس میں کافی دوستوں کی نمائندگی کر رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : سردار صاحب ! میں پوزیشن عرض کر دوں میں نے اس لیے یہ معاملہ ایوان میں پیش کیا ہے تاکہ اس کے متعلق ہر ممبر صاحب کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس کٹ موشنوں کے لیے دو دن باقی ہیں اس میں تعلیم بھی زیر بحث آئے گی۔ عام نظم و نسق بھی زیر بحث آئے گا اگر کوئی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر چھ منٹ میں ختم نہیں کر سکتے تو کل پرسوں کے لیے ہمارے پاس وقت ہوگا اس میں آپ بیشک تقریر فرما لیں۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! کٹ موشن پر تقریر کرنے کا میں اپنا رائٹ fore go کرتا ہوں اگر جناب والا ! میرا وقت بڑھا دیں۔

مسٹر سپیکر : میں تو آج سے کل پر لے جا رہا ہوں اور آپ کل سے آج پر آنا چاہتے ہیں۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! میں cut motions پر اپنا رائٹ forego کرتا ہوں لیکن جناب والا ! مجھے بات کرنے کی اجازت تو دیجئے۔ یہ فائنڈ پہلا یا آخری بجٹ سیشن ہو تو اس لیے ممبر بات کرنے کا مناسب موقع ملنا چاہیے۔

کرنل محمد اسلم خان نیازی : جناب والا ! ضمنی بجٹ پر میں نے تو چند ایک الفاظ پیش خدمت کئے تھے اور اصل مسائل اور اصل باتیں تو میں نے اپنی سپیچ کے لیے محفوظ رکھ لی تھیں اس لیے جناب والا ! میں جناب سے درخواست کروں گا کہ آپ بیشک مجھے چھ منٹ نہ دیں پانچ منٹ ہی دے دیں انشاء اللہ پانچ ہی منٹوں میں میں اپنے مسائل پیش کر دوں گا۔

بھٹک رہے ہیں اندھیرے میں کاروان حیات
کوئی بتائے کب ہوگی شب غم کی سحر یارو

مسٹر سپیکر : نیازی صاحب ! آپ کے شعر کے عوض آپ کا بھی نام درج کر لیا گیا ہے۔

فاضل وزیر خزانہ نے ایوان کے ممبران کے جذبات کے پیش نظر یہ تجویز پیش کی ہے کہ بجائے ساڑھے پانچ بجے کے وہ اپنی تقریر اس وقت کریں گے جب اس ایوان کے تمام ممبران بول چکیں۔ اس لیے ہماری دوسری نشست ساڑھے پانچ بجے شروع ہوگی اور جب تمام ممبران بول چکیں گے اس کے بعد خواہ کتنی بھی دیر ہو فاضل وزیر خزانہ اپنی جوابی تقریر فرمائیں گے اس لیے میرا خیال ہے کہ ہم تمام ممبران کو صحیح اور مناسب وقت دے سکیں گے۔ شبیر احمد خان۔

شبیر احمد خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر ! معزز وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کے آغاز میں فیل اور اصحاب الفیل کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور والا 570ء میں ابراھا نے اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ پانچ ہزار کا لشکر لے کر خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو اس کے ساتھ نو ہاتھی بھی تھے۔ جناب والا ! اس وقت ان نو فیل اور اصحاب الفیل کے ناپاک عزائم کو اللہ تعالیٰ نے ابابیل کا لشکر بھیج کر خاک میں ملا دیا تھا۔ لیکن آج بھی بیرون ملک ہاتھیوں کی تعداد کم اور اندرونی ملک ہاتھیوں کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے۔ ان ہاتھیوں کے گروہ نے اس ملک کو جس موڑ پر لا کر کھڑا کیا ہے وہ ایک ایسا نازک مرحلہ ہے جس پر دنیا کی تمام اقوام نے جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے ہمنوا ہو کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ پاکستان کو قائم رہنا چاہیے اور انشاء اللہ تعالیٰ مستحکم اور مضبوط ہی رہے گا خصوصاً عرب مسلمان ممالک نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ قابل تعریف اور قابل تحسین ہیں۔

جناب والا ! بجٹ پر بحث کے دوران خاص طور پر اسلام اور سوشلزم کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ حضور والا ! پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور میں صرف سوشلزم کا لفظ مخدوش اور معدوم ہے یہ سراسر زیادتی ہے کہ پیپلز پارٹی کے منشور اور پیپلز پارٹی کے قائد اور پیپلز پارٹی کے ماننے والوں کو سوشلزم کا داعی قرار دیا جاتا ہے۔ پیپلز پارٹی کے منشور میں سب سے پہلی بات اگر ہے تو یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اگر اس سے باہر کوئی بات ہے تو ہر بات اسلام کے تابع ہے

حتیٰ کہ سوشلزم کو بھی اسلام کے تابع کیا گیا ہے اور اسلامی سوشلزم کا لفظ درج کیا گیا ہے ۔ جناب والا ! جب ہم اسلامی سوشلزم کا نام لیتے ہیں تو اس سے ہماری مراد اسلامی مساوات ہے یا مساوات محمدی ہوتی ہے ۔ اگر کوئی دوست اسلامی سوشلزم کے لفظ سے یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک میں روس کا سوشلزم ۔ چین کا سوشلزم ۔ لینن ۔ ماؤ یا کسی اور مفکر کا سوشلزم آ سکتا ہے تو وہ اس کی بھول ہے ۔ یہاں اگر سوشلزم آئے گا تو صرف اور صرف وہ سوشلزم آئے گا جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے نبی کے دین کے تابع ہوگا جس کو ہم اسلامی سوشلزم کا نام دیتے ہیں ۔ اسی طرح میں ان دوستوں کی خدمت میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کر دینی چاہتا ہوں جو اسلام کا کا سہارا لے کر سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام کو رواج دینا چاہتے ہیں اور اس کو قائم رکھنا چاہتے ہیں ۔ جو ہاتھیوں اور ہاتھیوں والوں کا ساتھ دینا چاہتے ہیں یہاں یہ نظام نہیں چل سکتا ہے ۔ ایک طرف دولت کے انبار لگتے ہیں اور دوسری طرف غریب عوام بھوک سے بلبلاتے رہے ہیں ۔ کپڑوں کے بغیر ۔ اپنی بنیادی ضروریات کے بغیر بلکتے رہے ہیں ۔

جناب والا ! اگر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے غریبوں کا نام لے کر غریبوں میں اتحاد پیدا کیا ہے ۔ محنت کش عوام کو متحد کیا ہے ۔ ان کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کیا ہے تو انہوں نے اسلام کی خدمت کی ہے پاکستان کی خدمت کی ہے ۔ مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور اس سے بڑی عالم اسلام کی خدمت کی ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی سربلندی کے لیے کام کیا ہے ۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جو تحریک کچھ دن پہلے چلی اور اصحاب فیل کی سازشوں کے نتیجہ میں پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے چلائی گئی وہ جناب بھٹو کے خلاف نفرت کا اظہار تھا ۔ جناب والا ! وہ جناب بھٹو کے خلاف نفرت کا اظہار نہیں تھا بلکہ جناب بھٹو کے نعرے کے خلاف نفرت کا اظہار تھا جس کے ذریعہ انہوں نے غریب کو زبان دی جس کے ذریعہ انہوں نے غربت کے خلاف ۔ جھگی نشینوں اور کچی آبادی والوں کے حق میں نعرہ لگایا ۔ ان کے حق میں قانون بنائے ۔ ان کے حق میں اصلاحات نافذ کیں ۔ ان کو لھیوں

والوں ۔ محلات والوں ۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں نے جناب بھٹو کی اصلاحات کے خلاف سازش کی کہ اگر یہ اصلاحات نافذ ہوتی رہیں تو غریبوں کا بول بالا ہوگا ۔ محنت کشوں کا بول بالا ہوگا ۔ وہ برملا کہتے تھے سودے بازی کرنی چاہیے ۔ مزدوروں کو کارخانے سے نکالنے کی اجازت دے دی جائے ۔ زمینوں سے مزارعین کو بے دخل کرنے کی اجازت دی جائے ۔ اگر جناب والا ! یہ سودا ہو جاتا تو بھٹو کے خلاف نفرت کا اظہار نہ ہوتا ۔ تحریک نہ چلتی اور کوئی بھی نقصان نہ ہوتا ۔ چونکہ جناب بھٹو ایک با اصول سیاستدان نہیں اور مدبر واقع ہوئے ہیں ۔ اس لیے انہوں نے سودے بازی نہیں کی ۔ ان کا مرنا ان کا جینا ان کا ہر کام غریبوں کی سلامتی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہے ۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ پاکستان کے 70 فیصد غریب اور محنت کش طبقے جو ہیں وہ جناب بھٹو کے ساتھی ہیں ۔ جناب بھٹو ان کی دھڑکن ہیں اس لیے یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ پاکستان کے عوام جناب بھٹو سے نفرت کرتے ہیں ۔ پاکستان کے عوام یا وہ حصہ بھٹو صاحب سے نفرت کرتا ہے جن کے مفادات جناب بھٹو کی اصلاحات اور جناب بھٹو کی پالیسی سے ٹکراتا ہے ۔

جناب والا ! قائد حزب اختلاف کی طرف سے اور حزب اختلاف کے دوسرے ممبران کی طرف سے بہت کچھ کہا گیا ہے ۔ صرف مبارک باد اور سلامتی کی بات کی گئی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مبارک باد کسی ذات کو نہیں دی جا رہی ہے ۔ مبارک باد صرف ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ کو نہیں دی جا رہی ہے بلکہ مبارک باد اس سوچ اور اس فکر کو دی جا رہی ہے جس کی وجہ سے غریب عوام کے مفادات کو بجٹ میں تحفظ دیا گیا ہے اور ٹیکس لگاتے وقت یہ خیال رکھا گیا ہے کہ اس ٹیکس کی زد میں کون سے طبقات آئیں گے اور کون سے طبقات اس سے محفوظ رہیں گے ۔ اگر بجٹ کو ملاحظہ فرمائیں اور بجٹ میں جو ٹیکس تجویز کیے گئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں تو اس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ یہ حکومت کس کے حقوق کو تحفظ دینا چاہتی ہے ۔ نظام کو کس طرح چلانا چاہتی ہے اور کن لوگوں پر

ٹیکس لگانا چاہتی ہے ۔ صاف عیاں ہے کہ پورے بجٹ میں کوئی بھی ٹیکس کوئی بھی تجویز ایسی نہیں جو 70 فیصد غریب عوام کے مفادات سے ٹکراتی ہو ۔ اس لیے اگر مبارک باد دی گئی ہے تو عوامی نمائندگان ہونے کی حیثیت سے عوامی نمائندوں نے اس معزز ایوان کے معزز اراکین نے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی ذات کو مبارک باد نہیں دی بلکہ ان کی اس سوچ اور فکر کو مبارک باد دی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے بجٹ میں تجویز کرتے وقت ٹیکس لگاتے وقت غریب عوام کے تحفظات کا خیال رکھا ہے ۔

جناب والا ! ہمارے ایک فاضل رکن نے کل جوش میں یہ فرمایا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا اور اناج کھانے کو میسر نہیں تھا تو حضرت عثمان غنیؓ نے ذخیرہ اندوزی کی ہوئی تھی ۔ جب حضرت عثمان غنیؓ سے غلہ مانگا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا ۔ جناب والا ! تاریخ کے حقائق کو مسخ کرکے پیش کیا گیا ہے اور عثمان غنیؓ کی شان میں توہین کی گئی ہے ۔ ان پر الزام اور بہتان لگایا گیا ہے ۔ حضرت عثمان غنیؓ ذخیرہ اندوزی کے قائل نہیں تھے ۔ اسلام میں ذخیرہ اندوزی کی کوئی گنجائش نہیں تھی ۔ اسلام میں ذخیرہ اندوزی حرام قرار دی گئی ہے اس لیے یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدین نے جو اس وقت کو خلیفہ نہیں تھے لیکن ایک بہت بزرگ اور عظیم تر مسلمان تھے ، وہ ذخیرہ اندوزی نہیں کر سکتے تھے ۔ حقیقت یہ تھی قحط پڑا ہوا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے تجارت کے سلسلے میں باہر سے غلہ منگوایا تھا ۔ اسی روز ان کے غلے کے اونٹ مدینہ میں آئے اور حضرت عمرؓ نے بجائے اس کے کہ اس غلہ کو مارکیٹ میں بیچتے عوام کے مفاد کے لیے ۔ مدینے کے عوام کے مفاد کے لیے اور مسلمانوں کے مفاد کے لیے خریدنا چاہا ۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے دنیا کے سودے کی بجائے عاقبت کے سودے کو ترجیح دی پیسہ لینے کی بجائے وہ غلہ مفت تقسیم کر دیا گیا ۔ اگر آج نام نہاد اسلام کے دعوے داروں میں وہ جذبات موجود ہیں ۔ اگر آج بھی یہ مسلمان اسلام کے نام نہاد ٹھیکے دار اسی جذبہ سے کام لیکر اپنی تجوریاں کھول دیتے ہیں ۔

مسلمانوں کے مفاد کے لیے اپنی تجوریاں بھرنے کی بجائے غریب عوام کی خدمت کے لیے سرمائے کو ، دولت کو ، جاگیر کو ، زمینوں کو بروئے کار لانا چاہتے ہیں تو نہ اسلام سے کوئی نفرت کرے گا نہ سوشلزم کا نام لے گا ۔ نہ کسی ازم کی ضرورت پڑے گی ۔ ہم یہی مانتے ہیں ۔ ہم یہی جانتے ہیں کہ خالق حقیقی سے زیادہ اچھا نظام مخلوق کو کوئی نہیں دے سکتا ۔ اگر دنیا میں کوئی نظام ہے تو وہ اس سے کم تر ہے اور وہ ثانوی درجہ رکھتا ہے ۔ اس لیے ہم نے اگر اسلامی سوشلزم کا لفظ رکھا ہے تو سوشلزم کو اسلام کے تابع رکھ کر قرآن کے تابع رکھ کر خدا اور اس کے رسول کے تابع رکھ کر یہ سب کچھ کیا ہے ۔

جناب والا ! میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارک باد پیش کروں گا ۔ ہدیہ تبریک پیش کروں گا ۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ ہیں بلکہ اس لیے پیش کروں گا کہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے پیپلز پارٹی کے منشور پر گامزن رہتے ہوئے اس ملک کی ضروریات کے پیش نظر ایک ایسا بجٹ پیش کیا جس میں کوئی بھی ٹیکس غریب عوام پر لاگو نہیں ہوتا ۔ غریب عوام اس سے متاثر نہیں ہوتے ۔

جناب والا ! میں اب اپنے علاقے کے مسائل کی بات کروں گا ۔ میں صرف ایک مسئلہ کے متعلق بات کروں گا ۔ مسائل تو بہت زیادہ ہیں لیکن ایک مسئلہ ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ پچھلے سیلاب کے بعد سیلاب زدگان کی امداد کے لیے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے ذریعہ قرضوں کی تقسیم کا اعلان کیا گیا ۔ قرضے تقسیم کئے گئے اور ان پر عمل ہوا لیکن ہمارے ضلع میں ان قرضہ جات کی تقسیم میں بے ضابطگیوں ، بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کا ارتکاب کیا گیا اور وہ رقوم حق داروں کی بجائے ڈسٹریبیوشن اتھارٹی نے اپنے چہیتے لوگوں کو یا ایسے لوگوں کو تقسیم کر دیں جو پھر پھر کر ڈسٹریبیوشن اتھارٹی کی جیب میں آ جاتی ۔ اس کے لیے میں گزارش کروں گا کہ اس کی انکوائری ہونی چاہئے کیونکہ جو حق دار تھے اور محروم رہ گئے تھے اس طرح ان کی حوصلہ افزائی ہو سکے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : ملک عبدالقیوم ۔

وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (ملک عبدالقیوم) : جناب والا ! میں بجٹ کے اعداد و شمار میں الجھنے کی بجائے اس بجٹ میں جو فلاسفی ہے اس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ حضور والا ! پاکستان پیپلز پارٹی جب سے برسراقتدار آئی اور ہم نے جو بھی اصلاحات کیں اگر ان سب کو یکجا کرکے ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو آپ کو ایک اصول واضح طور پر نظر آئے گا ۔ وہ اصول یہ ہے کہ جن کے پاس زائد از ضرورت دولت ہے ان سے چھینو اور جن کے پاس ضرورت کے مطابق نہیں ہے انہیں دو ۔ یہ بجٹ بھی اسی پالیسی کی عکاسی کرتا ہے ۔ حضور والا ! بجٹ میں گو بہت کم ٹیکسیشن ہوئی لیکن جتنی بھی ہوئی ان لوگوں پر ہوئی جو اس کی اہلیت رکھتے تھے یا اہل ثروت تھے اور ہم نے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے بھی محروم طبقات کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کیں ۔ ہم نے کچی آبادیوں کے مکینوں کے لیے اس بجٹ میں ایک خاصی رقم رکھی ۔ کم آمدنی والے لوگوں کے لیے رہائشی سکیمیں بنانے کے لیے ہم نے بہت رقم اس بجٹ میں رکھی ۔ لیکن ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ ہم غریبوں کے لیے اس سال وہ کچھ نہ کر سکے جس کی ہمیں خواہش تھی اور ہم عوامی نمائندگان ہونے کی حیثیت سے عوام کے سامنے جواب دہ ہیں ۔

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے چاہتا ہوں کہ ان غریبوں تک ، ان مزدوروں تک ان کسانوں تک اپنی مجبوریاں جو ہمیں درپیش تھیں وہ پہنچاؤں اور انہیں بتاؤں کہ یہاں تک تو ہم آپ کی خدمت کر سکے اس سے زیادہ آگے چلنا چاہتے تھے لیکن اس میں کیا دشواریاں پیش آئیں ۔ حضور والا ! گزشتہ چند ماہ کے واقعات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں ۔ ان پر کافی بحث ہو چکی ہے لیکن اس کا بھی ہمیں انتظار ہے جو توجہ طلب ہے ۔ جناب والا ! جب پاکستان پیپلز پارٹی کو تشکیل دیا گیا تو ہمارے پاس ایک واضح اقتصادی اور سماجی پروگرام تھا جسے ہم نے 1970ء کے انتخابات میں اپنے منشور کی شکل میں پاکستان کے عوام کے سامنے پیش کیا ۔ عوام نے اس کی بھرپور

تائید کی اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ہم برسراقتدار آئے - برسراقتدار آنے کے بعد ہم نے اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا - ہم نے اپنے منشور میں واضح طور پر کہا تھا کہ ہم جاگیرداری نظام کو سرمایہ داری نظام کو اجارہ داریوں کو ختم کریں گے - سرداریوں کو ختم کریں گے اور استحصال سے پاک معاشرہ قائم کریں گے - ہم نے اصلاحات کیں - ہم نے زرعی اصلاحات کے ذریعے لاکھوں ایکڑ اراضی جاگیرداروں سے چھینی لیکن سندھ کے ہاریوں میں اور پنجاب کے مزارعوں میں تقسیم کی - ہم نے بڑی بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لیا - ہم نے بنکوں ، انشورنس کمپنیوں اور کارخانوں کو قومی ملکیت میں لیا - ہم نے مزدوروں کی بھلائی کے کام کیے - ہم نے کسانوں کی بھلائی کے لیے کام کیے - محنت کشوں کے مفادات کو عزیز رکھا لامحالہ ان اصلاحات سے جاگیردار متاثر ہوئے تھے جن کی جاگیریں چھینیں - وہ سرمایہ دار تھے جن کے کارخانے چھینے اور وہ سردار تھے جن کی سرداریاں ختم کیں -

رائے سخاوت علی خان : پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا ! میرے دوست فرما رہے ہیں کہ ہم نے ان سے چھینیں - ہم نے قانون کے تحت ان سے یہ چیزیں لی ہیں چھینی نہیں ہیں -

مسٹر سپیکر : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے -

وزیر ہاؤسنگ و اربکل پلاننگ (ملک عبدالقیوم) : حضور والا ! جو لوگ ان اصلاحات سے متاثر ہوئے اور جن کے مفادات کو زد پہنچی وہ ہم سے ناراض ہیں - وہ ہم سے نالاں ہیں اور پھر جیسے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کی جغرافیائی حدود میں غریبوں ، مزدوروں ، کسانوں اور محنت کشوں کو اکٹھا کیا ، محروموں ، محکوموں اور مظلوموں کو اکٹھا کیا اور ان کے حقوق کی جنگ لڑی - انہیں بیداری کا احساس دیا ، ان میں شعور پیدا کیا اور کامیابی کے ساتھ غریبوں ، کسانوں مزدوروں کی طاقت کو اکٹھا کر کے اس نے سامراجی بتوں کو پاش پاش کیا - تو پاکستان میں اس کامیاب تجربے کے بعد جناب ذوالفقار

علی بھٹو نے عالمی سطح پر اور بین الاقوامی سطح پر چھوٹی غریب پسماندہ قوموں کو اکٹھا کرنا چاہا۔ ان کے حقوق کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ تیسری دنیا کی کانفرنس بلانے کی تجویز پیش کی اور ایک ایسا عادلانہ، مساویانہ اقتصادی نظام کا قیام تجویز کیا جو لوگ اس سے خائف تھے وہ بھی ہم سے ناراض ہوئے۔ انہیں بھی فکر پڑی کیونکہ پہلے بھی پاکستان کے اندر ہم نے کس طرح سامراجی ذہنیتوں کو ضرب کاری لگائی۔ جب ہم نے بین الاقوامی سامراجی طاقتوں کو نشانہ بنانا چاہا تو لہجتاً ملک کے اندر کی سامراجی ذہنیتوں اور ملک کے باہر سامراجی ذہنیتیں اکٹھی ہوئیں اور انہوں نے منصوبہ بنایا کہ اس ذوالفقار علی بھٹو کو ہر صورت میں اقتدار سے محروم کرو۔

حضور والا! اس ملک میں نو جماعتی اتحاد ہوا۔ وہ جماعتیں جن کی کوئی قدر مشترک نہیں تھی۔ جو کبھی بھی اس سے پہلے اکٹھے نہیں ہوئے تھے انہیں اکٹھا کیا گیا۔ انہیں سرمایہ فراہم کیا گیا۔ انہیں کاٹیڈ لائن دی گئی۔ انہیں پروگرام بتایا گیا اور یہاں پاکستان قومی اتحاد کے لوگوں نے دو نعروں پر انتخاب میں حصہ لیا۔ ایک تو یہ کہ وہ جمہوریت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ اسلامی نظام یہاں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ حضور والا! ان لوگوں کے منہ سے جمہوریت کی بات کچھ زیب نہیں دیتی۔ لوگوں کو اس کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ بھی جمہوریت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے حضور والا! جب تک معاشی، اقتصادی اور سماجی انصاف نہ ہو تب تک جمہوریت کہاں سے آئے گی؟ اس وقت تک جمہوریت کا تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک آپ اس عدم مساوات کو ختم نہیں کرتے۔ حضور والا! ان لوگوں نے اس ملک میں جمہوریت کا نام تو لیا۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کی وکالت تو کرتے رہے اور سرمایہ دار کو قائم رکھنے کے لیے وکالت کرتے رہے مگر انہوں نے اجارہ داریوں کے خلاف کبھی بات نہیں کی کیونکہ یہ طبقات کو قائم رکھنا

چاہتے تھے - اونچ نیچ کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور ہر قسم کے استحصال روا رکھنا چاہتے تھے اور ساتھ جمہوریت کی بات بھی کرتے تھے -

حضور والا ! جمہوریت آزادی رائے ہے آزادی ، تحریر و تقریر ہے - سوچ کی آزادی ، فکر کی آزادی اور عمل کی آزادی لیکن جاگیرداری نظام میں جہاں ایک جاگیردار کے ہزاروں مزارعین ہوں تو اس کی سوچ اپنی ہوگی اس کی فکر اپنی ہوگی وہ اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکے گا - اور حضور والا ! یہ کبھی ممکن نہ تھا - جاگیرداری نظام کے چنگل میں جو لوگ جکڑے ہوئے ہیں یہ ان سے پوچھیں - یہ لوگ جاگیر داری اور سرمایہ داری نظام کی موجودگی میں انتخابات کی پرچی اپنی مرضی سے نہیں ڈال سکتے تھے وہ اپنی ضمیر کے دل کی آواز کے مطابق کام نہیں کر سکتے تھے - اگر اس نے یا کسی مزارع نے جاگیر دار کی مرضی کے بغیر ووٹ دے دیا اگر اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا گھر جلا دیا جاتا تھا مزارع تو جاگیر دار کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا - جاگیرداری نظام میں مزارع کی کوئی وقعت نہیں تھی کیا وہ ووٹ دے سکا تھا ؟ اس کی مرضی کے بغیر یا کوئی سیٹھ کی مرضی کے بغیر کیا کوئی مزدور کوئی کام کر سکتا تھا ؟ - مزدور سیٹھ کی مرضی کے بغیر فیکٹری میں کام کر سکتا تھا ؟ جب تک سیٹھ کی مزدور نے خوشامد کی وہ ملازمت پر قائم رہا جب اس نے سیٹھ کی مرضی کے بغیر کام کیا ملازمت سے برخاست کر دیا گیا - اس کی ملازمت کا کوئی تحفظ نہیں تھا وہ مشین کا ملازم نہیں تھا وہ صرف اور صرف سیٹھ کی مرضی کا ملازم تھا - اگر سیٹھ کی خوشامد کی اس کی من مانی کی اس کی ملازمت برقرار وگرنہ اس کی ملازمت کو خطرہ - ایسے حالات میں بڑا مشکل تھا ؟ جب جمہوری روایات قائم کی جاتی ہیں - تو اس کے بارہ میں بار بار سوچا جاتا ہے - سرداری نظام کے متعلق بلوچستان میں لوگوں سے پوچھو - نعوذ باللہ - کہتے تھے خدا کا حکم بعد میں سردار کا حکم پہلے - ہم لوگوں نے عوام کی خدمت کی ہے عوام کو سیاسی شعور دیا ہے انہیں سیاسی طور پر بیدار کیا ہے تب ہی آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری ختم -

حضور والا ! انہوں نے جمہوریت کے ساتھ اسلام کا نعرہ دیا ۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ جب سے پاکستان بنا ہے مختلف سیاسی جماعتیں اسلام کے مقدس نام کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتی رہتی ہیں ۔ انہوں نے اب بھی وہی حربہ استعمال کرنا چاہا ۔ لیکن جب لوگوں نے نو جماعتی تشکیل کا جائزہ لیا اس میں ایسی پارٹی بھی تھی جس کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا ۔ اسی اتحاد کی ایک رکن بیگم نسیم ولی خان ہے ۔ جنہیں لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں ۔ ان کے نظریات ان کے افکار کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں ۔ ان کے منشور میں آج بھی لا دینی نظام کی بات سیکولر سٹیٹ کی بات لکھی ہوئی ہے ۔ جب یہ نو جماعتی اتحاد کہتے ہیں کہ ہم اسلام کا نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ چیز لوگ جان گئے ہیں کہ یہ بھی اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہیں ۔ اگر اسلام نافذ کرنے میں سنجیدہ ہوتے تو بیگم نسیم ولی خان کو اس اتحاد سے مستعفی ہو جانا چاہیے تھا ۔ لیکن پاکستان قومی اتحاد کی یہ چال نہ چلی اور لوگوں کو قائل کرنے میں ناکام رہے ۔ کہ وہ اسلام کا نظام یہاں نافذ کریں گے جمہوریت کی باتیں کرنے والوں کا ایک بیان مجھے یاد آ گیا ۔ 7 مارچ کے نتائج چاہے کچھ بھی ہوں ہم اقتدار پر قبضہ کر لیں گے ۔ یہ بیان جمہوریت کی دھجیاں اڑانے کے مترادف تھا ۔ کہ نتائج کچھ بھی ہوں ہم اقتدار پر قبضہ کر لیں گے ۔ یہ 7 کروڑ عوام کی توہین ہے میں یہ کہوں گا کہ لوگوں نے ان کے کردار کو دیکھا ان کی باتوں کو دیکھا ان کے جذبات کو دیکھا ۔ اس کے بعد انہوں نے بھی عوام نے قائد عوام کے کردار کو دیکھا اس کی خدمات کو دیکھا اس کے عمل کو دیکھا تب ہی لوگوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے حق میں فیصلہ دیا ۔ اور پیپلز پارٹی واضح اکثریت کے ساتھ جیتی ۔ جب انہوں نے 7 مارچ کے نتائج سنے تو یہ بوکھلا گئے ۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا ان کے ساتھ کیا ہوا وہ تو بڑی بڑی سڑکوں پر پھرتے تھے اور وہ بڑی بڑی عمارتوں پر قومی اتحاد کے پرچم لہراتے تھے ۔ اس لیے وہ خوش تھے کہ تمام عوام ہمارے ساتھ ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان چوڑی سڑکوں کے

ساتھ کچھ کچی سڑکیں ، کچی گلیاں بھی ہوتی ہیں - جہاں غریب بستے ہیں - یہ لوگ ان کی نظروں میں نہیں تھے وہ ان کی حیثیت کو نہیں سمجھتے تھے- لیکن ان کی حیثیت مسلمہ تھی - وہ تو اکبری منڈی اور اعظم کلاتھ مارکیٹ کو جانتے تھے - لیکن ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ کلاتھ مارکیٹ میں ایک دوکاندار کے 8 میلز میں بھی ہوتے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک آڑھتی کے پانڈی بھی ہوتے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک ہوٹل میں 20/15 بیرے بھی ہوتے ہیں - گلبرگ کی کوٹھیوں میں بھی ہمارے ووٹر ہیں ان کی ایک کوٹھی میں 10 ملازم بھی ہیں وہاں مالک اور اس کی بیگم رہتے ہیں لیکن یہ دس نوکر کس کے ووٹر ہیں ؟ -

چودھری محمد کریم بھٹی : جناب سپیکر ! میں یہ عرض کروں گا کہ 1970ء میں جاوید اقبال گلبرگ سے کھڑا ہوا تھا - لیکن اہل گلبرگ نے بھٹو صاحب کو کامیاب کیا تھا نہ جاوید اقبال کو -

وزیر ہاوسنگ و فزیکل پلاننگ : جناب والا ! میں معذرت چاہتا ہوں کہ میرے ایک فاضل رکن کی دل آزاری ہوئی ہے لیکن ان کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ جب ہم بات کرتے ہیں تو ہم پوری کلاس کی بات کرتے ہیں ہر کلاس میں چند ایک لوگ ہمیشہ مستثنیٰ ہوتے ہیں - یہ بڑی کوٹھیاں اور یہ بڑی کاریں یہ بڑے بڑے بنگلے یہ ہمارے ساتھی نہیں ہوسکتے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے - گذشتہ انتخاب میں پاکستان کی تمام اقلیتوں نے اور خواتین نے بھاری تعداد میں پیپلز پارٹی کو ووٹ دیے تھے - کیونکہ پیپلز پارٹی نے خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا تھا - لیکن جو مخالف تھے ان کے نزدیک خواتین کی حیثیت بڑے باورچی سے زیادہ نہیں ہے - لیکن پیپلز پارٹی نے انہیں نوکریاں دیں - وائس چانسلر بنایا - ملازمتوں میں ان کو تحفظ دیا اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا - اس لیے انہوں نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیے - جب پاکستان پیپلز پارٹی نے بھاری اکثریت حاصل کرلی اور شام کو الیکشن کے نتائج آنے شروع ہوگئے تو 8 تاریخ کو یہ تمام بوکھلا گئے اور انہوں نے ہنگامے شروع کردیے اور

یہ ہنگامے ایک جگہ نہیں بلکہ پورے پاکستان میں شروع ہوئے ہڑتالیں شروع ہوگئیں ان میں آتشیں اسلحہ کا استعمال ہوا اور وہ جدید ترین اسلحہ تھا یہ ایک دن میں تمام اسلحہ کہاں سے آگیا ؟ یہ آتش گیر مادہ کہاں سے آیا یہ ایک دن کی پیداوار نہیں ہے یہ ایک سازش کے تحت ہوا ۔

حضور والا ! ایک لمحہ کے لیے تسلیم بھی کیا جائے کہ انہیں 7 مارچ کے انتخابات سے شکایت پیدا ہوئی تھی تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ 7 مارچ کی درمیانی رات کو یہ تمام جدید قسم کا آتش گیر مادہ اور اسلحہ کہاں سے آیا ہے ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام پہلے ہی میسر تھا ۔ یہ پہلے ہی تیار تھا ۔ وہ جانتے تھے کہ وہ الیکشن نہیں جیت سکتے ۔ انہوں نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت یہ بات کی ۔ انہوں نے ملک کی اقتصادیات کو تباہ کیا ۔ معیشت کو تباہ کیا ہنگامہ آرائی کرائی اور انہوں نے اس کے باوجود یہ نعرہ لگایا کہ ہم 1970ء کی قیمتیں بحال کریں گے ۔ ہنگامے کرائے گئے جھگڑے کرائے ۔ کہیں ریل کا پہیہ جام کرایا ۔

حضور والا ! ان تمام چیزوں سے تو مہنگائی بڑھتی ہے ۔ اس سے غریب لوگوں کے مسائل اور مشکلات میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ ان بلوؤں کو روکنے کے لیے اور لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے قانون کو نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو یہاں کرفیو نافذ کرنا پڑا ۔ اس کرفیو میں کس کا نقصان تھا ، کرفیو میں زیادہ سے زیادہ نقصان اٹھانے والا کون تھا ؟ یہ وہ تھا جو دن کو کماتا تھا اور رات کو کھاتا تھا ، اس سے قبل ہاتھ پر بیٹھ کر چھابڑی لگانے والا ، رہڑی والا ، تانگہ چلانے والا ، بسوں کے اڈوں پر مال لادنے والا ، اینٹیں اور گارا اٹھانے والا اور رات کو بال بچوں کا پیٹ پالنے والا ، متاثر ہوا اور ان کی ان حرکات کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی اور پھر جناب والا ! جب یہ لوگ ہنگامے کر رہے تھے ، جب تشدد ہو رہا تھا اور جب ملک کی معیشت اور اقتصادیات تباہ ہو رہی تھیں تو وزیر اعظم پاکستان نے بے شمار دفعہ انہیں مذاکرات کی دعوت دی کہ آؤ ہم سے بات کرو اور ہمیں بتاؤ کیا تکلیف ہے ، کیا شکایت ہے ؟

اگر سیاسی اختلافات ہیں تو اس کا سیاسی حل تلاش کیا جا سکتا ہے ، لیکن ان لوگوں نے مذاکرات کی دعوت کو ٹھکرایا اور جب یہ لوگ بار بار مذاکرات کی دعوت کو ٹھکرا رہے تھے تو لوگوں کو بڑا عجیب محسوس ہو رہا تھا کیونکہ یہ نو جماعتی لیڈر لوگوں سے چھپے ہوئے نہ تھے ، وہ پہلے بھی لوگوں کے سامنے تھے اور عوام ان میں سے ایک ایک کو جانتے تھے کہ یہ نو لیڈر وہی ہیں کہ اگر ذوالفقار علی بھٹو ایک چٹکی پر بلاتا تھا تو یہ نو کے نو لیڈر بھاگتے ہوئے آیا کرتے تھے ۔ آج کس طاقت نے انہیں روک رکھا ہے ، کون انہیں مذاکرات کی دعوت قبول کرنے سے منع کر رہا رہے ؟ ۔ لوگوں کو شک ہوا کہ اب یہ لوگ کچھ بدلے بدلے سے دکھائی دیتے ہیں ۔ اب ان کی باگ ڈور شاید ان کے اپنے ہاتھ میں نہیں رہی ۔ ان کی باگ ڈور کہیں اور ہے اور وہیں سے ان کو روکا جا رہا ہے ۔ لیکن آخر کار انہیں عوامی دباؤ قبول کرنا پڑا اور آج وہ مذاکرات کی میز پر ہیں ۔ خدا کرے کہ اس سے اچھے نتائج برآمد ہوں ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ان کو مذاکرات میں جانے سے بہت عرصے تک روکا گیا اور انہیں ہدایات کیسے ملتی تھیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ ان ہنگاموں کے دوران وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو لاہور تشریف لائے اور گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے کہا کہ جہاں تک نظام مصطفیٰ کا تعلق ہے ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ۔ ہم نے اس کی ضمانت آئین میں دی ہوئی ہے ، ہم نظام مصطفیٰ رائج کرنا چاہتے ہیں ۔ انہوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق قوانین مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور کہا ۔ کہ آج سے شراب بند ، جوا بند ، نائٹ کلبوں پر پابندی ۔ یہ تمام اقدامات جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کیے ۔ رات کے آٹھ بجے کی خبروں میں جب ریڈیو پاکستان سے یہ اعلان کیا جاتا ہے تو اسی شام جس روز گورنمنٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس ہوئی ، سوا آٹھ بجے بی بی سی کی طرف سے کیا کہا جاتا ہے کہ توقع ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو ، وزیر اعظم پاکستان

نے جو نئے اقدامات کا اعلان کیا ہے قومی اتحاد کے لیڈر اسے مسترد کردیں گے ، اب 15 منٹوں کے بعد قومی اتحاد کے کسی لیڈر سے مشورہ کیے بغیر ، کسی کے تاثرات لیے بغیر اور کسی سے پوچھے بغیر انہیں یہ توقع ہوگئی - دراصل یہ توقع نہ تھی ، یہ ایک ہدایت تھی کہ ان نئے اقدامات کو بھی مسترد کردو اور ان اقدامات کو مت مانو - اپنی ان باتوں سے وہ عوام میں مکمل طور پر ننگے ہوچکے ہیں - پھر لطف کی بات یہ ہے کہ نظام مصطفیٰ کا مطالبہ تسلیم کیا گیا اور ان اقدامات کا اعلان کیا گیا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی جب دوسرے روز جماعت اسلامی کے ایک بانی لیڈر نے ، یہ بیان دیا کہ نظام مصطفیٰ کا کوئی مطالبہ نہ تھا اور نہ ہی یہ بنیادی مقصد تھا ، بنیادی مقصد تو انتخابات ہیں - اس سے میں بڑا پریشان ہوا کہ جس شخص نے سالہا سال نظام مصطفیٰ کی بات کی ہے آج جب نظام مصطفیٰ کے رائج کرنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اصل مقصد نہیں ہے - اس کے بعد مذاکرات کے لیے 32 مطالبات پیش کر دیے جاتے ہیں جس میں طول و عرض کی ہر بات شامل ہے - آزاد کشمیر سے لے کر بلوچستان اور سرحد تک ہر بات اس میں شامل ہے ، لیکن ان 32 مطالبات میں نظام مصطفیٰ کا مطالبہ شامل نہیں - جس دن سے ہم نے کہا کہ ہم نظام مصطفیٰ رائج کرنا چاہتے ہیں اسی دن سے آج تک کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں انہوں نظام مصطفیٰ کا مطالبہ کبھی نہیں دہرایا - ہم تو سچ مچ نظام مصطفیٰ لا رہے ہیں لیکن یہ نظام انہیں پسند نہیں - اسی لیے انہوں نے اب اس مطالبے کے متعلق بات کرنی چھوڑ دی ہے -

حضور والا ! دوبارہ انتخابات کرانے کا اعلان ہو چکا تو بجائے اس کے کہ یہ لوگ کسی خوش فہمی میں رہیں ، میں آپ کی وساطت سے انہیں یہ کہوں گا کہ آپ آج ووٹر گن لیں - میں نے پہلے بھی نشان دہی کی تھی - اور انتخابات کے نتیجے کا اندازہ کرنا کوئی مشکل بات نہیں - محلوں اور بنگلوں کو گنو ، کاروں اور کوٹھیوں کو گنو ، جھونپڑیوں کو گنو ، کھوکھوں کو گنو ، رہڑیوں کو گنو ، زمین پر پیدل چلنے والوں کو

گنو ، فٹ پاتھ پر سونے والوں کو گنو ، جب یہ گنتی کرو گے تو خودبخود اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ کل بھی بھٹو جیتا تھا اور آج بھی بھٹو جیتے گا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ حضور والا! کچھ لوگ ہم سے ناراض ہیں ، ملک سے باہر تو شاید ناراض نہ ہوں گے اس لیے کہ ہم نے اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کی ۔ کچھ لوگ نہ چاہتے تھے ، کچھ طاقتیں نہ چاہتی تھیں ۔ ہم نے عالم اسلام کو متحد کیا اور پورے دباؤ کے باوجود ہم پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کا تصور نیا نہ تھا ۔ یہ پرانا تصور تھا ، یہ خواب علامہ اقبال کا تھا اور تعبیر ذوالفقار علی بھٹو بن گیا ۔ اسلامی کانفرنس ہوئی ۔ پھر تیسری دنیا کی کانفرنس کی تجویز پیش کی گئی ۔ پھر ان ممالک نے اس بات کو سراہا اور جیسے کہ تجربہ ہو چکا تھا ہم نے باوجود دباؤ کے اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کی ۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اگر اس طریقے سے ذوالفقار علی بھٹو کو کہا جائے کہ مجوزہ کانفرنس کو چھوڑ دیں تو ذوالفقار علی بھٹو یقیناً اس بات کو نہ مانے گا ۔ تو پھر ایک ہی طریقہ تھا کہ بھٹو کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں اتنا الجھا دو کہ باہر توجہ نہ کر سکے ۔ ان لوگوں کو تیسری دنیا کی کانفرنس سے بھی ناراضگی تھی ۔ ان لوگوں کو اس بات کی بھی ناراضگی تھی کہ ہم نے اسرائیل کے خلاف اور عربوں کی حمایت میں جو اعلان کیا تھا وہ زبانی نہ تھا ۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے پہلی بار یہ کہا کہ ہم اسرائیل کے خلاف ہیں اور عربوں کے ساتھ ہیں ، صرف زبانی طور پر نہیں ، ہم انھیں فوجی امداد دیں گے ، ہم انھیں فنی اور ہر قسم کی امداد دیں گے یہ بات انھیں ناگوار گزری ۔ جب ذوالفقار علی بھٹو یہ کہتا ہے کہ پاکستان کا سپاہی عالم اسلام کا سپاہی ہے ۔ جب ری پروسسنگ پلانٹ کے بارے میں ہم پر دباؤ ڈالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس سودے کو منسوخ کرو تو پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستان کی وزارت خارجہ یہ اعلان کرتی ہے کہ پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے اور دنیا کی کسی طاقت کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ہمارے اندورنی معاملات میں مداخلت کرے ۔

یہ اعلان انہیں برا لگتا ہے اور اس کے بعد پھر ذوالفقار علی بھٹو کی اس انتخابی مہم کا آخری جلسہ ناصر باغ لاہور جو یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہے بھی آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں ۔ اس میں لاکھوں لوگ تھے ۔ ذوالفقار علی بھٹو نے انہیں مخاطب کر کے کہا ، مزدورو ، کسانو ، غریبو ، میں تمہاری تابع داری کروں گا ، تمہاری نوکری کروں گا ، تمہاری غلامی کر سکتا ہوں اور بڑی طاقتوں کی غلامی نہیں کر سکتا ۔ اس سے بھی لوگوں کو تکلیف ہوئی ۔ لوگوں نے اس پر برا منایا ۔ انہوں نے جو کچھ بھی برا منایا ، ہمیں اس کی کچھ پرواہ نہیں ۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جو کچھ کیا ، وہ ملکی مفاد میں تھا ۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ قومی غیرت کا تقاضا تھا اور ذوالفقار علی بھٹو کی پارلیمنٹ کی تقریر جس میں انہوں نے بین الاقوامی سازش کا انکشاف کیا ، صرف ہمارے لیے نہیں ، آنے والی نسلوں کے لیے بھی مشعل راہ بنے گی ۔ ذوالفقار علی بھٹو کی وہ تقریر دنیا بھر کی غریب ، پسماندہ اور مظلوم قوموں کو جرأت کا پیغام دے گی اور انہیں متحد کرے گی ۔ حضور والا ! میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے لوگ غریب ضرور ہیں ۔ لیکن با عزت اور با غیرت ہیں اور عزت اور غیرت سے جینا جانتے ہیں اور انہیں ایک با عزت اور با غیرت لیڈر کی ضرورت ہے اور وہ یقیناً پاکستان کو دنیا کی قوموں میں ایک ممتاز مقام دلانے کے لیے ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت کرتے رہیں گے ۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ تحسین) ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر مصطفیٰ ظفر قریشی ۔

میاں مصطفیٰ ظفر قریشی : جناب سپیکر ! موجودہ جنتا ہماری مجبوریوں کی عکاسی کرتا ہے ۔ اچھا کہنا تو اسے کسی حالت میں بھی درست نہیں ۔ لیکن بہرحال اس سے بہتر ہو بھی نہیں سکتا تھا ۔ اس لیے اس صورت میں ، ہمیں یہ قبول کرنا پڑا ۔ اس کی بھی چند مجبوریاں ہیں ۔ جناب سپیکر ! ایک بات جو متواتر اس معزز ایوان میں دہرائی جا رہی ہے اور جو تکلیف دہ بھی ہے کیونکہ اس سے حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا ۔ وہ زرعی انکم ٹیکس ہے ۔ زرعی انکم ٹیکس لگا دیا گیا ہے ۔ جس کو شاید ہمیں ،

جس کو سیکنڈ تھاٹ (second thought) کہتے ہیں ، دینی پڑے گی اور اس کے بعد شاید اسے واپس لینا پڑے ، کیونکہ زمیندار بے چارہ آج تک پٹواریوں کے ہاتھوں اتنی مار کھاتا رہا ہے جس نے اس کو اتنا کھاتے کھتونیوں کے چکر میں رکھا ہے جس کا ہر حکومت کو بھی علم ہے اور حکومتوں نے اس ضمن میں کوشش کی لیکن اس کے باوجود زمیندار ، کاشت کار کو پٹواری کے ظلم سے نجات نہ دلا سکیں ۔ جناب والا ! یہ چیز کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ آپ کسی نائب تحصیل دار کو دیکھ لیں ، اس کے پاس فرسٹ کلاس ٹیوٹا لیٹیسٹ (latest) ماڈل ہوگی ۔ ہاں یہ اس کے نام نہیں ہوگی ۔ بیوی کے نام ، سسر کے نام یا باپ کے نام ہوگی ۔ وہ ٹیوٹا کہاں سے آتی ہے ؟ جناب سپیکر ! یہ زمیندار کے خون سے آتی ہے ۔ اب اسی طرح انکم ٹیکس کے عملے کی چھانٹی ہوگی ۔ ان پڑھ زمیندار کسی صورت میں اپنا حساب کتاب مینٹین (maintain) نہیں کر سکتا ۔ یہ اس کے بس کی بات نہیں ۔ یہ ہم دیکھتے ہیں ، اور محسوس بھی کرتے ہیں ۔ آپ میں سے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ میں کہتا ہوں ، 99 فیصد تحصیلدار اور مال کا عملہ کورپشن (corruption) نہیں کرتا ؟ اس لیے کہ اس کا بس زمیندار کے ساتھ ہے ۔ تاجر پیشہ لوگوں نے تو ہر چیز کو فیل کر دیا ہے اور سیکنڈ تھاٹ دینے کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ یہ بھی واپس کرو اور وہ بھی واپس کرو اور مجبور کر دیا ہے کیونکہ یہ ہم سے غلطی ہوئی ہے ۔ ان کے پاس وسائل ہیں ، ان کے پاس طریقے ہیں کیونکہ یہ پڑھے لکھے لوگ ہیں ۔ انکم ٹیکس کے عملے کے لیے انہوں نے علیحدہ ملازمین رکھے ہوئے ہیں جو یہ تمام چیزیں درست کرتے ہیں ۔ اس زرعی انکم ٹیکس سے حکومت کو بالکل کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا ۔ بلکہ انکم ٹیکس والے خود کھا جائیں گے ۔ جس طرح پٹواری خود تو رقم لے لیتا ہے ، لیکن گورنمنٹ کے لیے مالیہ ، آبیانہ زیادہ نہیں لگاتا ۔ میں یہ آپ سے بالکل درست کہہ رہا ہوں ۔ وہ اپنے لیے پیسے لے لیتا ہے ۔ جناب سپیکر ! اگر زمیندار پر کوئی ٹیکس لگانا مقصود ہو تو اس کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے ۔ اس انکم ٹیکس کے پیسے حکومت کو نہیں ملیں گے ، انکم ٹیکس والے کھا جائیں گے ۔

چودھری محمد لطیف زلدھاوا : پوائنٹ آف آرڈر ، جو بات پاس ہو چکی ہے ، اور جس پر یہ بول بھی چکے ہیں اور ایوان میں بحث بھی ہو چکی ہے ، کیا فاضل ممبر اس پر خیال آرائی کرسکتے ہیں ؟ جب کہ وہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ہی کامیاب ہوئے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ، جہاں تک کسی پارٹی کے ٹکٹ پر ریٹرن (return) ہونے کا تعلق ہے اس سے ایوان کے قواعد و ضوابط کا کوئی تعلق یا رابطہ نہیں ۔ جہاں تک آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر کا تعلق ہے کہ چونکہ اس معاملے پر پہلے بحث ہو چکی ہے اور دوبارہ اس معاملے پر بحث نہ ہو ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بجٹ پر عام بحث ہے ۔ اس لیے اس پر بھی بحث کی جا سکتی ہے ۔ فرمائیے ۔

میاں مصطفیٰ ظفر قریشی : جناب والا ! میں تو چین اور روس کی بھی باتیں کر سکتا ہوں ۔ دن تھوڑے ہیں ۔ معزز ممبر جب تک سیکھیں گے ، اتنی دیر تک واپس چلے جائیں گے ۔ جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا ، کسی بھی بڑے (دو سو یا چار سو مربعے والے) زمیندار نے آج تک اپنی زمین میں ایک ایکڑ کا بھی اضافہ نہیں کیا اور نہ کر سکا ۔ میں اس کی چند مثالیں دے سکتا ہوں ۔ اس کے مقابلے میں ریگل کا پان فروش لکھ پتی بن سکتا ہے ۔ ایک معمولی میڈیکل سٹور کا مالک دوا ساز کمپنی بنا سکتا ہے ، ایک الیکٹریشن پنکھا کمپنی کا مالک بن سکتا ہے ۔ میں کہتا ہوں وہ لوگ قابل فخر ہیں ۔ اس میں کوئی حرج نہیں اگر وہ جائز کمائی سے یہ سب کچھ کرتے ہیں ۔ لیکن دکھ کی بات یہ ہے ، کہ لاہور کا ایک چھابڑی فروش دو مربعے والے زمیندار سے زیادہ آمدنی کما سکتا ہے ۔ یہ تاثر کہ زمیندار بہت کما رہا ہے ، بہت کھا رہا ہے ، درست نہیں ۔ جناب سپیکر ! بہت درد کی بات ہے ۔ میرے ایک دوست نے اس دن یہاں کھڑے ہو کر کہا اور اپنی بہنوں سے معذرت بھی کی کہ اس بازار میں زمیندار خرچ کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ! میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے کچھ تجربہ نہیں ۔ میں کبھی وہاں نہیں گیا ۔ پتا نہیں کہ معزز ممبر کا ذاتی مشاہدہ ہے یا کسی قسم کی اطلاع ہے ، میں نہیں کہہ سکتا ۔ بہر حال ، میں نہیں کہتا کہ سب زمیندار فرشتے ہوتے ہیں ۔ اچھے برے لوگ ہر طبقے میں ہوتے ہیں ۔ یہ مصالحے میں لہسن کون ملاتا ہے ، پیراماؤنٹ سین میں چاک پاؤڈر کون ملاتا ہے ۔ لائف سیونگ ڈرگز میں انسانی زندگی سے کون کھیلتا ہے ؟ یہ زمیندار نہیں ہوتا ۔ ہاں ! اگر یہ دیکھا جائے کہ غنڈے کس معاشرے میں زیادہ ہیں تو جناب والا ! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ شہروں میں زیادہ ہیں ۔ (نعرہ تحسین) ۔ جناب سپیکر ! یہ بہت افسوس ناک ہے کہ ہم طبقاتی باتیں کریں اگر یہ بات نہ ہو چکی ہوتی تو میں بھی یہ موضوع نہ چھیڑتا ۔ لیکن اس بات کا مجھے فخر ہے کہ میری کاشت کار برادری نے ، میرے زمیندار بھائیوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ پاکستان کی بقا کے لیے ، اسلامی نظام کے لیے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو جیسی شخصیت پاکستان میں اور کوئی نہیں ہے ۔ اب پاکستان کا قیام اور ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت بھی دو مختلف چیزیں نہیں رہیں ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان اس صورت میں ہے ، جب ذوالفقار علی بھٹو ہے ۔ (نعرہ تحسین) اور انشاء اللہ ، ہمارے قائد نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اسلامی نظام ، نظام مصطفیٰ رائج کرنا ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ، وہ دن دور نہیں ۔ میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب سے استدعا کروں گا کہ اسی ایوان میں ایک ریزولیوشن دیں اور ہمارے قائد کو مبارک باد دیں کہ انہوں نے فوری طور پر ریس ، جوئے اور شراب پر مکمل پابندی عاید کی ہے ۔ اب جناب والا ! اگر نظام مصطفیٰ کے لیے کچھ دیر ہے ، تو وہ اپوزیشن کی طرف سے ہے ، ہماری طرف سے نہیں ۔ (نعرہ تحسین) ۔

اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جو اسلامی نظام دے ، اس کے منہ پر ڈاڑھی ہو ۔ کیونکہ جناب سپیکر ! آپ جانتے ہیں کہ پہلے بھی جس آدمی نے پاکستان بنایا تھا جس میں ہم اب یہ بحث کر سکتے ہیں کہ یہاں اسلامی

حکومت قائم ہونی چاہیے وہ بھی اسی طرح شکل و صورت کا آدمی تھا۔ لیکن اس وقت کے علمائے کرام کا یہ نظریہ تھا کہ اب جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض ہم اس ملک کے دعویدار ہیں تو انہوں نے چلے یہ کہا تھا کہ ہم اللہ کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اس لیے جناب والا! مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرے قائد اور ہماری پارٹی نے ایسا کوئی غلط کام نہیں کیا جس پر ہمیں پشیمانی ہو اور یہ بھی انشاء اللہ ایسا کوئی کام کرے گی۔ چند لوگ بہت نظریاتی بننے کی کوشش کرتے تھے جب ان کو یہاں موقع دیا گیا تو وہ بڑی شان و شوکت اور بڑے ٹھاٹھ سے یہاں بیٹھا کرتے تھے انہوں نے دونوں باتوں سے مال بنایا۔ لیکن جب میرے قائد کے نوٹس میں یہ بات آئی تو یہ نظریاتی ساتھی پارٹی چھوڑ کر رخصت ہو گئے اور اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پی۔ این۔ اے میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اب کچھ لوگ اسلام کی بڑی باتیں کر رہے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے قائد نے اسلام کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے اور انہوں نے یہ بات ثابت کر دی ہے اور میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے چند ساتھیوں نے غلط نام دے کر میرے قائد کی کوششوں اور کارناموں کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی اور میں یہ کہوں گا کہ یہ لوگ قائد عوام کے ساتھی نہیں ہیں بلکہ یہ قائد عوام کے لاولد دوست ہیں اور کچھ ان میں سے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور کچھ لوگ جانے والے ہیں۔

مسٹر سپیکر: آپ اپنی تقریر ختم کرنے کی کوشش کریں۔

مسٹر مصطفیٰ ظفر قریشی: جناب والا! میں نے ابھی تو شروع کیا ہے اور ابھی اپنے حلقہ کے مسائل بھی بیان نہیں کیے۔

مسٹر سپیکر: آپ ذرا جلدی کریں ٹائم تھوڑا ہے۔

مسٹر مصطفیٰ ظفر قریشی: تو جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اس بجٹ میں تناسب کے لحاظ سے دیہات کے لوگوں کو کچھ نہیں دیا گیا دیہاتوں میں 85 فیصد آبادی ہے اور شہروں میں صرف 15 فیصد آبادی

ہے ۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا دیہاتی علاقوں میں کتنا فرق ہے شہر کے لوگوں کو کافی سہولیات میسر ہیں ۔ تعلیم کے میدان میں آپ دیکھ لیں ہلڈلک میں دیکھ لیں ۔ ڈپوؤں کے کوٹے میں دیکھ لیں غرضیکہ کسی چیز میں بھی دیہات کے لوگوں کو خاطر خواہ سہولتیں میسر نہیں ہیں ۔ دیہات کے لوگ بیچارے اپنی گندم 35 روپے من یا 36 روپے من بیچ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں اور باقی کا کام بھی اس گندم سے کرتے ہیں کیونکہ ان بیچاروں کا روپیہ بھی گندم ہے اور اسی کے زریعے وہ پیسے کا کام لیتے ہیں ۔ اس کے بعد جب ان کے پاس گندم ختم ہو جائے تو اپنے ذاتی استعمال کے لیے کھانے پینے کے لیے بھی انہیں گندم بازار سے مہنگے داموں خریدنا پڑتی ہے ۔ کیونکہ ڈپوؤں پر کوٹہ بہت کم ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ڈپو کی سہولیات بھی صرف شہری علاقوں میں میسر ہیں دیہاتیوں کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ چینی کے لیے بھی ترستے ہیں حالانکہ ان کا بھی دل کرتا ہے مگر جناب والا ! نا انصافی دیہات والوں سے کب تک ہوگی ؟

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ پیپلز پارٹی کے دور میں قائد عوام کی قیادت میں لاہور میں رہائش کے لیے فلیٹ بنائے گئے ہیں ۔ بہت اچھی بات ہے یہ ایک اچھی سکیم ہے مگر اسے دیہات میں بھی شروع کیا جائے شہروں تک محدود نہ رکھا جائے ۔ بیچارے دیہات کے لوگ جو دوسروں کے رحم و کرم پر رہتے ہیں انہیں بھی یہ سہولیات بہم پہنچائی جائیں ۔

جناب والا ! اس کے بعد میں اپنے ضلع مظفر گڑھ کی بات کرتا ہوں وہاں زرعی بنک ہے جو اپنے لیے تو شائد بہت کچھ کر رہا ہوگا مگر کاشت کاروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۔ پاکستان بننے کے بعد ہمیں ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ملک سے ہندو چلے گئے جو اس ملک کی تمام معیشت پر قبضہ کیے ہوئے تھے ۔ مگر جناب والا ! یہ زرعی بنک بھی ہمارے لیے ہندو سے کسی بھی صورت میں کم نہیں ہے ۔ یہ بنک بھی اسی کی طرز پر کام کر رہا ہے او زمینداروں کی کوئی خدمت سر انجام نہیں دے رہا ۔ یہی حال

ہسپتالوں کا ہے اب میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے لسپسری کے لیے یہ شرط لگا دی ہے کہ 5 ایکڑ زمین مہیا کی جائے یہ جناب والا ! بالکل اس طرح ہے کہ نہ 9 من تیل ہوگا اور نہ ہی رادھا ناچے گی ۔ آپ جناب والا ! خود ہی سوچیں کہ 5 ایکڑ زمین کون دے گا ۔؟ وہی دے سکتا ہے جو امیر آدمی ہو اور وہ لوگ تو دیہاتوں میں رہتے نہیں ہیں وہ تو شہروں میں رہتے ہیں انہیں تو دقت نہیں ہوتی ہے 40 کنال زمین کون دے سکتا ہے ؟ ۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ گورنمنٹ کو چاہیے کہ اس پر نظر ثانی کرے اور حکومت کو زمین خود مہیا کرنی چاہیے ۔ مظفر گڑھ کے متعلق میں عرض کروں کہ یہ بہت پسماندہ ضلع ہے ۔ یہاں بڑی غریبی رہی ہے بے شک وزیر اعلیٰ بھی یہاں کا رہا ہو یا کوئی اور رہا ہو بس نام یہیں کا رہتا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مظفر گڑھ پسماندہ ہونے کے ساتھ ساتھ کلیدی آسامیوں پر بھی وہاں کا کوئی فرد نہیں ہے جو بجٹ تیار کرتے ہیں یا رقم مختص کرتے ہیں تو یہ صرف کاغذی ہوتا ہے کیونکہ وہاں کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوتا پچھلے سال بھی وہاں کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوا اور اس سال بھی مجھے کوئی امید نہیں ہے ۔ تو جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ وہاں کے مسائل حل کرنا بہت ضروری ہیں اور ان کو حل کرنے کی آپ پوری کوشش کریں ۔ مثال کے طور پر مخالف جماعتیں ان کو مذہب کا چکر دے سکتی ہیں کیونکہ وہاں پر تعلیم نہیں ہے ۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ خان گڑھ رولاں والی اور کینجھر میں فوری طور پر کالجز قائم کیے جائیں ۔

جناب والا ! ایک اور بات جو میں عرض کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مظفر گڑھ میں پنجاب کے پانچ دریا اور چھٹا سندھ ان چھ دریاؤں کا سنگھم مظفر گڑھ ہے ۔ سیلاب کے دنوں میں طوفان نوح کا سا سماں ہوتا ہے ۔ آبپاشی کے لیے پانی نہیں ملتا کیونکہ نہریں اس قسم کی ہیں کہ باقی اضلاع میں تو پانی چلا جاتا ہے ۔ لیکن جب سیلاب آتا ہے تو سب سے زیادہ جانی نقصان مظفر گڑھ کو ہوتا ہے ۔ جناب والا ! مسائل تو بہت زیادہ ہیں

مگر میں اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے کی کوشش کروں گا۔ ایک رولانی والی کانکا بند میں جو ابھی مکمل نہیں ہو پایا تھا کہ دوسری طرف سے جہاں یہ ختم ہوتا ہے فلڈ اندر آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دریا خان گڑھ بند کو بھی کاٹ رہا ہے جس کے لیے میں نے ذاتی طور پر بھی وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کی تھی اگر اس کا بندوبست نہ کیا گیا تو ایک دم کروڑوں اربوں روپے کا مالی نقصان اور زبردست جانی نقصان ہوگا۔

مسٹر سپیکر: آپ اب تشریف رکھیں۔

مسٹر مصطفیٰ نظر قریشی: جناب والا! میں ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ تو اس کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ دیہاتوں میں ابھی سے سیلاب کے لیے انتظامات کیے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کو جن کا نقصان ہوا ہے معاوضہ بھی دیا جائے۔ جناب سپیکر ایک بہت اہم بات عرض کرنی تھی وہ یہ ہے کہ مظفر گڑھ میں آمد و رفت کے وسائل بالکل نہیں ہیں سڑکیں بالکل نہیں، ہسپتال اور سکول نہیں نا معلوم کس طرح سے لوگ گزارہ کر رہے ہیں۔ ماؤں کے سامنے بچے دم توڑ دیتے ہیں کئی کئی میل ان عورتوں کو پیدل کچی سڑکوں پر سفر کرنا پڑتا ہے اور پھر کہیں وہ لوگ پکی سڑک پر پہنچ پاتے ہیں۔ اس لیے براہ کرم یہاں پکی سڑک بنانے کے لیے رقم بجٹ میں مختص فرمائی جائے تاکہ یہ لوگ اس مصیبت سے نجات پا سکیں۔ شکریہ۔

چودھری محمد اقبال گجر: (گجرات) جناب سپیکر! میں جناب وزیر خزانہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیں تقریر کے لیے وقت دیا ہے۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ ہم ڈی۔ اے۔ پی کے بغیر اس اجلاس کو جاری رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ مہربانی فرما کر ہمارے جذبات سنیں، ہمیں وقت دیں اور ہماری تکالیف دور کریں۔ اس کے بعد میں یہ کہوں گا جناب وزیر خزانہ کو مبارک باد دیتے ہوئے تو کافی دن گزر گئے ہیں۔ اگر میں ان کو مبارک باد نہ بھی دوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے یہ میرے دل میں ان کی بے حد عزت ہے۔ ان کی شرافت، اور ذہانت کا میں بے حد

احترام کرتا ہوں ۔ مگر میں ان کو اس بجٹ کی مبارک باد اس لیے پیش نہیں کرتا ہوں کہ انھوں نے غریب عوام پر جو ٹیکس لگائے ہیں ، جب تک ان ٹیکسوں کو واپس نہیں لیں گے ۔ اس وقت تک میں ان کو مبارک باد نہیں دوں گا ۔

جناب والا ! میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ وقت کے مطابق نہایت ایمانداری سے پارٹی اور حکومت کو یہ مشورہ دیا جائے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب ہمارا الیکشن دس تاریخ کو ختم ہوا تو جناب پرائم منسٹر نے پرائم منسٹر ہاؤس میں 20 تاریخ کو ایک میٹنگ بلائی تھی حالانکہ تو جناب والا 7 تاریخ کے بعد ہی بدل گئے تھے ۔ 20 تاریخ کو انھوں نے راولپنڈی میں تمام ایم ۔ پی ۔ اے ، ایم ۔ این ۔ اے صاحبان ، صدر اور سیکرٹریوں کی ایک میٹنگ بلائی تھی ۔ اس میں میں نے بڑے واشگاف الفاظ میں نے عرض کیا تھا حضور والا ! آپ الیکشن دوبارہ کروائیں ، ہماری پارٹی اور حکومت کا وقار اسی میں ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہم پہلے سے زیادہ کامیابی لے کر آئیں گے اور آپ الیکشن ضرور کروائیں ، اس کے بعد دوسرے روز بی بی سی نے اپنی خبروں میں کہہ دیا تھا کہ پارٹی کے کسی ایک نمائندے نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ پارٹی الیکشن کے لیے تیار ہے اور اگر الیکشن کرائے جائیں تو پارٹی بھاری اکثریت سے جیتے گی ۔ مگر افسوس کہ اس وقت اعلان نہ کیا گیا ۔ بہر حال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا ۔ اس کے بعد 9 اپریل کو پرائم منسٹر صاحب نے گورنمنٹ ہاؤس میں ایک میٹنگ بلائی ، وہاں بھی میں نے بڑے زور سے کہا تھا ۔ بلکہ التجا کی تھی کہ آپ آرڈیننس کے ذریعہ سے اسلامی قانون نافذ کریں ، جب تک اسلامی قانون نافذ نہیں ہوگا ۔ یہ ملک نہیں بچ سکتا ہے ۔ یہ جو آگ پھیلی ہوئی ہے اور یہ اب شہروں سے آگے دیہات کی طرف جا رہی ہے ۔ پاکستان کے عوام یہ خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں یہ ملک اسلام کے نام پر ملا تھا لیکن 30 سال تک اس ملک میں اسلامی قانون کسی نے نافذ نہیں کیا ہے ۔ اپوزیشن نے اسلام کے نام پر عوام کا ذہن بدل دیا ہے اور وہ اب جہاد پر اتر آئے

ہیں ، وہ قربانیاں دے رہے ہیں ، آپ قائد عوام ہیں ، عوام کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے ، آپ مہربانی کر کے اسلامی قانون نافذ کریں ، عوام خوش ہو جائیں گے اور یہ بیٹھ جائیں گے اس کے بعد آپ اپوزیشن سے نپٹ سکیں گے ۔ خیر بجائے 9 تاریخ کے یہ اعلان 16 تاریخ کو ہوا ۔ مگر اس کی صحیح وضاحت نہ کی گئی اس لیے یہ اعلان اتنا اثر انداز نہ ہوا ۔

آج میں وزیر خزانہ صاحب کو یہ عرض کروں گا کہ جناب والا ! الیکشن سر پر ہے ۔ یہ اجلاس پہلا بھی ہے اور آخری بھی ۔ ان حالات میں جب کہ پچھلے 3 ، 4 ماہ سے کوئی کاروبار نہیں ہے ۔ لوگ بالکل پریشان ہیں ، مالی حالت بہت خراب ہے ۔ اس لیے پیشہ وارانہ ٹیکس لگانا درست نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پیشہ ور لوگوں کی اکثریت پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتی ہے ۔ اس وقت ان پر ٹیکس لگانا نا مناسب ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! رجسٹریشن پر فیس ڈبل سے بھی زیادہ کر دی گئی ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی سراسر زیادتی ہے اکثر زمیندار کوئی اور کاروبار نہیں جانتے جو بھی چار پیسے کماتا ہے وہ اس سے تھوڑی بہت زمین خرید لیتا ہے اور اس پر رجسٹریشن کے اتنے اخراجات زمیندار برداشت نہیں کر سکتا ہے ۔ ان حالات میں رجسٹریشن کی فیس بڑھانا مناسب نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! تیسری مد سینما کی ہے ۔ سینماؤں پر ٹیکس اتنا زیادہ ہے ۔ یہ سینما دیکھنے والے لوگ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے غریب عوام ہیں ۔

جناب والا ! لوئر کلاس میں تو سیٹوں کی تعداد ہی 50 ، 50 تک ہے ۔ اس کے علاوہ فرسٹ کلاس ، گیلری یا جتنی کلاسیں ہیں ، عوام ان ہی میں بیٹھتے ہیں ، ان تفریح کے لیے صرف سینما ہی ہے ۔ وہ نہ تو اتنے امیر ہیں اور نہ ہی سرمایہ دار ہیں کہ وہ یورپ ، فرانس اور لندن جائیں سیر کریں ، تفریح کریں ، ان کی تفریح کا سامان یہی سینما گھر ہیں ، اور سینما پر اس قدر ٹیکس لگانا عوام پر بوجھ ڈالنا ہے ۔ وقت کی نزاکت یہ نہیں ہے کہ ان پر بوجھ ڈالا جائے ، میں عرض کروں گا کہ مہربانی کر کے عوام

پر لگے ہوئے ٹیکس واپس لے لیں جب وقت آئے گا پھر لگا لینا ، اس وقت یہ واپس لے لیں اس کے بعد جناب والا ! یہ پنجاب اسمبلی کا پہلا اور آخری اجلاس ہے ایسا کیوں ہوا ۔ ؟ میرا خیال ہے کہ اس میں حزب اختلاف کا اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا کہ ہماری پارٹی کے ارکان کا اس میں ہاتھ ہے ۔ جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں ناجائز ذرائع استعمال کر کے اور الیکشن کے دوران بلا وجہ دھاندلی سے کام لے کر حکومت کے لیے اور پارٹی کے لیے بدنامی کا باعث بنے ہیں ، اگر وہ الیکشن کے دوران ایسے حربے استعمال نہ کرتے تو بھی پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی ، اور دوبارہ الیکشن کرانے کی نوبت نہ آتی ۔ جناب والا ! میرے خیال میں اس تمام تر خرابی کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے ۔

کنور محمد یاسین : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! فاضل ممبر لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں ، جو کہ قواعد کی خلاف ورزی ہے ۔

مسٹر سپیکر : انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر میں یہ کہا ہے ۔ کہ آپ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں ۔

چودھری محمد اقبال گجر : لو جناب والا ! یہ کاپی میں ایک طرف رکھ دیتا ہوں میں نے پوائنٹ لکھے ہوئے تھے اب زبانی عرض کروں گا ۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو آدمی حکومت میں تھے اور جو اقتدار میں تھے انہوں نے بغیر پارٹی کے مشورے کے اور بغیر قائد عوام کی اجازت کے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے پارٹی اور جماعت کو بدنام کیا ہے ۔ جناب والا ! وہ بہت تھوڑی سی سیٹیں تھیں اگر وہ اتنا ظلم نہ کرتے تو ہماری پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی اور آج یہ نوبت نہ آتی ، اس لیے اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ پارٹی کو ایسے لوگوں سے پاک کرنا چاہیے اور آئندہ الیکشن میں ایسے لوگوں کو ہرگز ہرگز ٹکٹ نہیں ملنے چاہئیں ایسے لوگوں کو پارٹی سے بالکل نکال دینا چاہیے ۔ پارٹی کی اسی میں عزت ہے پھر دیکھیں کہ پارٹی کتنی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! میں پریس کی وساطت سے حزب اختلاف

کو بھی یہ عرض کروں گا کہ ان کے بعض ارکان نے بھی کراچی اور حیدر آباد میں الیکشن کے دوران اور الیکشن کے دن جو ظلم ڈھائے ہیں ، ان کی مثال ،ارلیمنٹ کے وقت انڈیا میں تو مل سکتی ہے یہاں نہیں ملتی ہے اور جو کچھ ناروا سلوک انہوں نے عورتوں ، بچوں اور ملازموں پر کیا ہے وہ میری زبان زیب نہیں دیتی ہے کہ میں ان کو بیان کروں اس لیے میں پریس کی وساطت سے حزب اختلاف کو عرض کروں گا کہ ان کو بھی ایسے آدمیوں کو ٹکٹ نہیں دینے چاہئیں ، خدا کرے کہ آئندہ الیکشن پر امن طریقہ سے انجام پذیر ہو اور اس الیکشن کے بعد یہ رواج ، یہ ظلم ، یہ دھاندلی ، جو اس ملک میں تباہی کا سلسلہ ہے خدا کرے وہ نہ ہو اور اس سے ملک کو نجات حاصل ہو - - - - -

مسٹر محمد اصغر دستی : جناب والا ! یہ پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ نہیں ہے یہ بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں ۔

چودھری محمد اقبال گجر : میں سب کچھ کہہ سکتا ہوں اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ زمیندار کے خلاف جو زہر اگلے گئے ہیں یہ پارٹی کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں - - - - -

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب جہاں تک پارٹی کا تعلق ہے کہ پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو یا نہ ہو ، اس ایوان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے - پارٹی کے معاملات کو آپ زیر بحث نہ لائیں ، البتہ آپ اپنا اظہار خیال کریں -

چودھری محمد اقبال گجر : جی ہاں جناب والا ! میں ان لوگوں سے یہ التجا کروں گا کہ آپ کاشتکار کو ، زمیندار کو قریب سے دیکھیں ، آپ نے وہ فلمیں تو دیکھی ہیں جن میں ایک زمیندار اور ایک جاگیردار والی بات ہے یہ سب بزنس کی باتیں ہیں ، آپ اس کو قریب سے دیکھیں ، آپ اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اگر آپ اسے قریب سے دیکھیں گے تو آپ سمجھیں گے کہ یہ ملک اور قوم کی خدمت کرتے ہیں ، یہ مئی اور جون کی گرمیوں میں دن کے وقت کام کرتے ہیں ، اور سردیوں کی راتوں

کو کام کرتے ہیں اور ملک کے لیے غلہ اگاتے ہیں، آپ ان لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھیں، جن کے پاس محل جیسی عمارتیں ضروری نہیں ہے۔ جن کے پاس سڑکیں نہیں ہیں، سکول نہیں ہیں، ہسپتال نہیں ہیں، آپ ان کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں، اس بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اس ملک میں تین چار دفعہ زرعی اصلاحات ہو چکی ہیں، اب کوئی بڑا زمیندار جاگیردار نہیں ہے۔ اب سب چھ ہزار ہونٹ کے مالک ہیں، اب زیادہ سے زیادہ چار مربع کا کوئی زمیندار ہے جو مالک ہے اور خود کاشت کرتا ہے تمام زمیندار خود کاشت کرتے ہیں، کوئی بڑا زمیندار نہیں ہے زمینداروں کے خلاف نفرت نہیں کرنی چاہیے ان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ کی سیاست ایک زمیندار کی پیداوار ہے۔ یہ ایک زمیندار کی پیداوار کی بدولت ان اسمبلیوں میں آئے ہیں۔۔۔۔

حافظ علی اسد اللہ : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب یہ جو غیر زمیندار لوگ اس ایوان میں آئے ہیں فاضل ممبر ان کی تذلیل کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

Mr. Speaker : Please resume your.....Yes Ch. Sahib.

چودھری محمد اقبال گجر : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ہم ان کے بھائی ہیں اور ہم ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہمیں ان سے کبھی بھی نفرت نہیں ہے۔ جناب والا! میں آپ کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں گا کہ آپ کلپرک دیکھ لیں وہاں سرمایہ داروں کی کوٹھیاں ہیں آپ شادمان کو دیکھ لیں وہاں زمینداروں کی کوٹھیاں ہیں۔ آپ زمیندار کو سرمایہ دار سمجھتے ہیں۔ جناب والا! میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سرمایہ دار تو انگلینڈ میں۔ یورپ میں بھی نہیں ہیں زمین کے متعلق تو آپ کہتے ہیں کہ زمین خدا کی ہے تو کیا یہ فیکٹریاں یا دوکانیں یا ملیں یا کوٹھیاں خدا کی خدائی سے باہر ہیں؟۔

(بعرہ بانٹے تھیں)

جناب والا! میں تو ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ ہماری اپنی کلاس میں دو ٹکڑے پیدا ہو جائیں میں تو بزنس مین کو اور غیر زراعت پیشہ

کو سر پر بٹھاتا ہوں وہ تو میرے بھائی ہیں اور میں ان کی عزت کرتا ہوں میں آپ لوگوں سے یہ معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ زمیندار بھی آپ کے بھائی ہیں یہ تو پیشے مختلف ہیں یہ روٹی کمانے کے ذرائع مختلف ہیں کوئی ملازمت کرکے روزی کماتا ہے کوئی بزنس کرکے روٹی کماتا ہے کوئی زمیندارہ کرکے روٹی کماتا ہے کوئی بھی زمیندار ظالم نہیں ہے۔ جناب والا ! زمیندار کو اگر آپ قریب سے دیکھیں تو اس سے قائل ہو جائیں گے ممکن ہے کوئی ایسا کمینہ ہو اور وہ تو ہر طبقہ میں ہو سکتا ہے زمینداروں میں اکثریت شریف لوگوں کی ہے۔

اس کے علاوہ جناب والا ! چونکہ وقت کم ہے اب میں اپنے حلقہ نیابت کی تکالیف اور مطالبات پیش کروں گا ویسے تو اس ایوان میں جو صاحب بھی اٹھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ میرا علاقہ بہت پسماندہ ہے۔ میرے علاقے کو کوئی امداد نہیں ملی میں تو حیران ہوں کہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جناب مجھے مدد ملی ہے اور میرے علاقے میں ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اگر انہیں امداد نہیں ملی تو وہ پیسے کہاں گئے ؟ میں تو وزیر خزانہ صاحب سے عرض کروں گا اور حکومت سے اپیل کروں گا کہ پنجاب مٹھی بھر صوبہ ہے اور آپ پنجاب میں دورہ کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کون کون سے علاقے پسماندہ ہیں اور کون کون سے ایسے علاقے ہیں جہاں ڈویلپمنٹس کی ضرورت ہے تو آپ ان کو امداد دیں۔ میں اپنے علاقے کے متعلق عرض کروں گا۔ میرا علاقہ سرائے عالمگیر ہے اور منگلا سے ملک وال تک میرا علاقہ ہے اور میں یہ دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقے میں کوئی بھی پختہ سڑک نہیں ہے۔ سرائے عالمگیر کی ایک پٹڑی پختہ تھی۔ جب رسول پاور بنایا گیا تو اس وقت محکمہ آبپاشی نے بنائی تھی اس لیے یہ معلوم نہیں کہ وہ سڑک محکمہ آبپاشی کی ہے یا وہ سڑک ہی۔ اینڈ آر کی ہے اور کون اس کا مالک ہے اس کی کوئی مرمت نہیں کرتا کوئی اس کا خیال نہیں کرتا اس پر صرف گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بس چلتی ہے اور کوئی پرائیویٹ بس نہیں

چلتی ہے ہی کسی دوسرے کو کوئی پرسٹ ملتا ہے اور لوگوں کو بڑی تکالیف ہیں۔

جناب والا ! سرائے عالمگیر کے اکثر لوگ فوجی ہیں اور باہر ملازم ہیں اور اپنے ملک سے باہر جا کر یورپ میں مزدوری کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم لندن سے تو بڑی آسانی سے اور بڑے آرام سے اور تھوڑے وقت میں پاکستان پہنچ جاتے ہیں لیکن جب سرائے عالمگیر سے اپنے گھر پہنچتے ہیں تو ہمارا بہت وقت ضائع ہوتا ہے اور ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جناب والا ! یہ حقیقت ہے کہ وہاں پر کوئی سڑک نہیں ہے وہاں پر صرف ایک سڑک سرائے عالمگیر سے رسول تک تھی اور وہ بادشاہ عالمگیر کے زمانے میں بنی تھی اور اس کے نام پر اس کا نام ہے لیکن اس سڑک کو آج تک پختہ نہیں کیا گیا وہاں پر برساتی نالے بھی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر متعلقہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس سڑک پر خاص توجہ فرمائی جائے اور اس سڑک کو پختہ کیا جائے کیونکہ وہاں سے ملک وال تک کوئی سڑک نہیں ہے۔ ملک وال تک سڑک منظور شدہ ہے تھوڑا بہت کام بھی شروع ہوا تھا پھر وہ رقم روک لی گئی اور کام بند ہوگیا۔ اس علاقہ کے لیے کوئی سڑک نہیں ہے اور لوگوں کے لیے آمد و رفت کے ذرائع نہیں اس لیے جناب والا ! ان لوگوں کے لیے سڑک ضرور بنائی جانی چاہیے۔

اس کے بعد جناب والا ! میں یہ عرض بھی کروں گا کہ میرا حلقہ اتنا بنجر ہے اور اتنا سیلابی ہے کہ وہاں لوگوں کے لیے نوکری بھی پیدا نہیں ہوتا محکمہ نوکری کے ڈپو وہاں شہر میں تو ہیں لیکن لوگوں کو ڈپوؤں سے راشن نہیں ملتا ، پچھلے دور میں ڈاکٹر غلام حسین صاحب نے اور جہلم کے دوسرے نمائندوں نے کوشش کر کے جہلم کا راشن ڈپو کرا لیا تھا۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ میرے علاقے کا راشن ڈپو کیا جائے تا کہ ان کو صحیح طور پر راشن مل سکے۔ وہاں غریب لوگ فوج میں ملازم ہیں اور اس طرح سے وہ ملک کی خدمت کر رہے ہیں اور ان کو پیسوں سے راشن

نہیں ملتا جب کہ اس ایوان میں فاضل وزراء اور اراکین کہتے ہیں کہ ملک خود کفیل ہوگیا ہے ۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ راشن سسٹم کو ختم کر دیا جائے اور چینی اور آٹا عام ہونا چاہیے ۔

دوسرے جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا کہ نہر ابر جہلم پر ایک فاضل ممبر نے ایریگیشن کی لفٹ کی منظوری لی تھی اور لفٹ ایریگیشن سے انہوں نے دو ۔ چار انجن تو لگا لیے اور وہ نہر سے پانی تو کم کرتے ہیں اور انہوں نے وہ علاقہ سر سبز بنا لیا ہے وہاں ان کو گندم بھی ملتی ہے وہاں کی آبادی بہترین آبادی ہے وہاں کے لوگ بیحد مشکور ہیں پہاڑی علاقہ ہے اگر براہ مہربانی آپ ان کو بھی اجازت دے دیں وہ بھی قیمت دیں گے وہ مالیہ دیں گے اور وہ اس سے خود کفیل ہو سکتے ہیں اور اپنے کھانے کے لیے غلہ پیدا کر سکتے ہیں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! میں تعلیم کے متعلق عرض کروں گا میرے اس علاقہ میں صرف ایک ہائی سکول ہے ۔ باقی میرے تمام حلقہ لیاقت میں کوئی ہائی سکول نہیں ہے ۔ میں درخواست کروں گا کہ ایک ہائی سکول حسن شاہ میں اور ایک ہائی سکول مولک میں منظور کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! یہ آپ کے گھر کا معاملہ ہے آپ وزیر صاحب سے بات کر لیجئے ۔ اب آپ تشریف رکھیے ۔

چودھری ہدایاں گجر : جناب والا ! ایک ہسپتال بھی آلہ میں منظور ہو جائے تو میں وزیر صاحب کا بیحد مشکور ہوں گا ۔

مسٹر سپیکر : میں زاہدہ عبداللہ ۔

میں زاہدہ عبداللہ : بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔

جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں ۔ جناب سپیکر ! موجودہ بجٹ عوامی امنگوں کا آئینہ دار ہے اس بجٹ کا مقصد سیاسی مشکلات اور سیاسی ہنگامہ آرائی سے جو حالات پیدا ہوگئے ہیں ان پر قابو پا کر ملک کو دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہے ۔

جناب والا ! اس ملک کو جس حالت میں پاکستان پیپلز پارٹی نے سنبھالا اس سے آپ سب اچھی طرح واقف ہیں۔ جناب سپیکر ! ملک دو ٹکڑے ہو چکا تھا اس کی معیشت تباہ ہو چکی تھی عوام کے دل امنگوں سے خالی ہو چکے تھے ایسے وقت میں جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اورنگی بیوی ایا کی بتوار شہادتی اور پاکستان کے چند نادانوں نے غیر ملکی سامراج کے ہاتھوں کھلونا بن کر اپنے ملک کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ جناب سپیکر ! اس اڑھائی۔ تین۔ ماہ کی تخریب کاری کے نتیجے میں پاکستان کو دس ارب روپے کا نقصان ہوا۔ میں اس سلسلہ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ :

اے سازشی لٹیرو دیکھیں گے ہم بھی آخر
کب تک چلاؤ گے تم یہ ڈالروں کا جادو

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم سامراجیوں کی آنکھیں نکال دیں گے
بھٹو کے ساتھ ہیں چودہ کروڑ بازو

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ خواتین کو اتنی نمائندگی نہیں دی گئی جتنی کہ ان کا حق ہے اور جناب والا ! آبادی کا جو حصہ خواتین پر مشتمل ہے وہ مردوں کے برابر درجہ رکھتی ہیں اگر ان کی بھی مناسب رہنمائی اور تربیت کی جائے تو یہ مردوں کی طرح ہر وہ کام کر سکتی ہیں جو ایک مرد کر سکتا ہے۔ بیرونی ممالک میں خواتین کو صنعت کے محکمے میں ٹیکسٹائل کی صنعت میں۔ ٹیلیفون اور تار کے محکموں میں اولیت دی جاتی ہے اگر جناب والا ! پاکستان میں خواتین کو ٹیلیفون اور تار کے محکموں میں اور ٹیکسٹائل کی صنعت میں اولیت دی جائے تو وہ مردوں سے بہتر اپنی خدمات سر انجام دے سکتی ہیں۔

جناب والا ! موجودہ بجٹ میں تعلیمی شعبے پر سب سے زیادہ رقم مختص کی گئی ہے۔ جناب والا ! یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی ہے اس سے

ہماری حکومت کا مقصد یہ ہے کہ تعلیم کو عام کیا جائے ناخواندگی کو ختم کیا جائے۔ جناب سپیکر! میرے حلقہ نیابت کے تقریباً وہی مسائل ہیں جو دوسرے اضلاع کے لوگوں کے ہیں۔ میں تو صرف اتنا عرض کروں گی کہ میرے حلقہ نیابت کے جتنے بھی مسائل ہیں ان کو اس طریقے سے حل کیا جائے کہ ان کے اثرات دور رس ہوں اور مثبت اور دیرپا ہوں۔

ان مسائل کو آپ ہم سے بہتر طور پر جان سکتے ہیں اور ان کو حل کیا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرنی چاہتی ہوں کہ فوری حل طلب مسئلہ ہمارے ڈگری کالج جہلم کا ہے۔ وہاں ایک اکنامکس کی پروفیسر ہے جس سے طالبات اور اساتذہ کو بہت پریشانی ہے۔ اگر اکنامکس کی ایک اور معلمہ کی تقرری کے فوری احکامات جاری فرمائے جائیں تو میں ان کی بہت مشکور ہوں گی۔ اس کے علاوہ جہلم میں ایک deaf and dumb کا سکول ہے۔ وہاں تقریباً تین استاد ہیں جن میں ایک ووکیشنل کا ہے باقی دو اور پڑھانے والے ہیں۔ وہ سکول مڈل تک ہے۔ اگر اس کا سٹاف پورا کیا جائے تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔

جناب والا! ہمارے جہلم شہر میں ایک اور سکول ہے۔ نیشنلائز ہونے کے بعد اس کا معیار گرتا ہی جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گی کہ وزیر تعلیم اس مسئلہ کو فوری طور پر حل کریں۔ میں نے ان کی خدمت میں یہ مسئلہ لکھ کر بھی پیش کر دیا ہے نیشنلائز ہونے کے بعد اس سکول سے فرنیچر غائب ہوا پھر پنکھے غائب ہوئے پھر یہاں تک کہ سکول کے ٹیچرز بھی ٹرانسفر کیے جا رہے ہیں۔ اب میٹرک تک وہ سکول ہے اس میں ہیڈ مسٹرس سمیت صرف پانچ استانیاں ہیں اور بچوں کی تعداد اب صرف 70 یا 80 کے قریب رہ گئی ہے۔ اس سکول کا معیار کم ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں میں بھی بد دلی پیدا ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ ایک اور سکول ہے ایک سڑک چھوڑ کر وہ سکول صرف پرائمری ہے۔ وہاں صرف تین کمرے ہیں اور

کلاسز سات ہیں ۔ سات اساتذہ ہیں ۔ وہاں کے بچوں کی حالت اتنی خراب ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتے ۔ ایک ایک کمرے میں دو دو کلاسیں پڑھائی جا رہی ہیں ۔ میری رائے یہ ہے کہ اس پرائمری سکول کو ہائی سکول میں ٹرانسفر کر دیا جائے تا کہ یہ مسئلہ حل ہو سکے ۔

جناب سپیکر ! اب میں حزب اختلاف کے اپنے بھائیوں سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں موجودہ میزانیہ پر بحث کے دوران حزب اختلاف نے تعریفی نکتہ چینی کا انداز اختیار کیے رکھا جو کسی طور پر بھی مناسب نہیں تھا ۔ میں یہ سمجھتی ہوں ایک جمہوری معاشرہ میں حزب اختلاف کا اور حزب اقتدار دونوں کا ہونا ضروری ہے ۔ ضروری نہیں بلکہ بہت ضروری ہے لیکن جس انداز کو انہوں نے اپنا لیا ہے حزب اختلاف کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ تعمیری تنقید کے ساتھ ساتھ تعمیری تجاویز بھی پیش کریں یہ نہیں کہ حکومت کی ہر اچھی تجویز پر تنقید برائے تنقید کے فارمولے پر عمل کریں ۔ میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گی کہ ملکی حالات جس رخ پر جا رہے ہیں اس کے پیش نظر تعاون کی فضا پیدا کرنے کی بہت ضرورت ہے ۔

جناب والا ! ہم پر اور ہماری پارٹی پر جو کیچڑ اچھالا گیا ہے میرے جذبات تو اس وقت یہ تھے کہ ظفر اللہ بھروانہ صاحب کی تقریر کے فوراً بعد تقریر کرتی لیکن اس وقت میں نے اس لیے تقریر نہیں کی ہو سکتا ہے کہ میں ان کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھوں ۔ جناب والا ! بھروانہ صاحب نے کل اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی نے بے حیائی پھیلا دی ہے ۔ اگر بھروانہ صاحب یہاں موجودہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتی پیپلز پارٹی نے کہاں بے حیائی پھیلائی ہے ؟ ۔ کیا وہ ان بے حیائیوں کی نقاب کشائی فرمائیں گے ؟ ۔ جناب والا ! ہمارے قائد نے تو ریس ۔ جوئے اور نائٹ کلبوں پر پابندی عائد کر دی ہے جو کہ بے حیائیوں کا مرکز تھے پھر انہوں نے کس بات کے متعلق یہ کہا کہ پیپلز پارٹی نے بے حیائی پھیلائی ہے ؟ حالانکہ سردار زادہ ظفر عباس صاحب نے فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی کے قائد وہ قائد ہیں جس کو تیسری دنیا کے ممالک اپنا لیڈر تصور کرتے ہیں ۔ شاید میرے فاضل

بھائی نے خواتین کی آزادی کو بے حیائی کا نام دے دیا ہے ۔ یہ تو ہمارے قائد کا احسان عظیم ہے کہ چودہ سو سال پہلے جو ہمارے مذہب نے ہمیں حقوق دیے تھے وہ ہمیں واپس لوٹا دیے انہی جیسے مردوں نے ہمارا استحصال کیا تھا اس استحصال سے بچنے کے لیے ہمارے قائد عوام نے ہمیں سیاسی شعور اور معاشی شعور بخشا ہے اور ہمیں ان کے روبرو لا کھڑا کیا ہے شاید وہ اس سے خوف زدہ ہو کر اس نیکی کو برائی کے نام سے موسوم کر رہے ہیں ۔

جناب والا ! میں وزیر قانون کی خدمت میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہوں گی کہ خواتین کا ایک دیرینہ مطالبہ ہے کہ خلع حاصل کرنے کے لیے خواتین کے لیے جو خصوصی عدالتیں قائم کی جانی تھیں وہ ابھی تک قائم نہیں کی گئیں ۔ ہفتہ خواتین کے موقعہ پر جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ خواتین کے لیے خلع حاصل کرنے کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی اور ان میں خواتین مجسٹریٹ کا تقرر کیا جائے گا ابھی تک کوئی تقرر نہیں کیا گیا ۔ یہ بات شاید میں نہ کہتی لیکن ایک روز لابی سے میں گزر رہی تھی ایک فاضل ممبر جن کا نام تو مجھے یاد نہیں بہر حال وہ خود جان جائیں گے فرما رہے تھے کہ مردوں کو چار چار شادیاں کرنی چاہئیں ۔ یہ سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا کہ پیپلز پارٹی کا ایک آدمی اپنے ہی منشور کی اتنی بڑی خلاف ورزی کرے گا اور ہمیں باقاعدہ کہہ رہے تھے کہ بیوہ خواتین کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا ۔ اس لیے مردوں کو دوسری شادی کر لینی چاہیے ۔ تیسری شادی یا چوتھی شادی کر لینی چاہیے ۔ اگر اس آدمی نے ایک شادی کی ہوئی ہے تو ٹھیک ہے اگر اس نے دوسری ۔ تیسری یا چوتھی شادی کرنی ہے تو براہ مہربانی اس بیوقوف خاتون کو میرے پاس بھیج دیں ۔ میں اس کو چیلنج کرتی ہوں اگر وہ دو گھنٹے میرے پاس آئے تو میں اس کا ایسا برین واش کروں گی کہ وہ دوبارہ اس کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرے گی ۔ جناب والا ! مردوں کو یہ حق دے دیا گیا کہ جب جی چاہے طلاق دے دیں لیکن عورت کو یہ حق کسی نے نہیں دیا تھا ۔ ہمارے قائد نے ہمیں یہ حق دیا ہے

کہ ہم خلع حاصل کر سکتی ہیں۔ اگر کوئی مرد خواتین کو ناپسند ہوں تو خواتین بھی خلع حاصل کر سکتی ہیں۔

مسٹر سپیکر: آپ نے جو تجویز فرمائی ہے آپ کا خیال یہ ہے کہ جو عدالتیں قائم ہوں ان میں خواتین کے لیے جو مجسٹریٹ ہوں وہ خواتین ہوں۔

مس زاہدہ عبداللہ: جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے جب پنتہ خواتین منایا گیا تھا اس وقت یہ کہا تھا۔

مسٹر سپیکر: خلع کے لیے تو سول جج ہوں گے۔

مس زاہدہ عبداللہ: جی ہاں۔ انہوں نے یہی فرمایا تھا کہ عدالتیں قائم کی جائیں گی لیکن ابھی تک قائم نہیں کی گئیں حالانکہ یہ بات 8 اکتوبر 1976 کی ہے اور اب 1977 آ گیا ہے۔ بہر حال میں اتنا عرض کروں گی کہ ہمیں محنت کر کے قومی وسائل میں اضافہ کرنا چاہیے اور ہم ملک کی ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ آخر میں عرض کروں گی کہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے وہ عوامی بجٹ ہے اور عوامی امنگوں کا آئینہ دار ہے۔ شکریہ۔

مسٹر سپیکر: مسٹر محمود الحسن ڈار۔

مسٹر محمود الحسن ڈار: جناب سپیکر! میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دراصل اس مبارکباد کے مستحق ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو ہیں۔ اس لیے کہ یہ قائد عوام کے معتمد ساتھی اور ذہین ساتھی ہیں جنہوں نے اس بحرانی حالت میں یہ بجٹ پیش کیا۔ لیکن جنہوں نے اس ملک میں بحرانی حالت قائم کی یہ وہ طاقتیں ہیں جو تحریک پاکستان کی مخالف تھیں۔ جنہوں نے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو کافر اعظم کہا۔ یہ طاقتیں رجعت پسند اور سامراجی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں۔ یہ انگریز کے پٹھو ہیں جو انہیں شکلوں میں وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان میں آئے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ غریب اور مل کے مزدور

ساتھیوں نے اس وقت بھی قائد اعظم کا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان میں انہوں نے جانی و مالی قربانیاں دیں اور شہادت کے رتبے حاصل کئے ۔ اس وقت بھی غریب اور مل کے مزدوروں کی تعداد زیادہ تھی ۔ جناب والا ! آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت نہ یہاں کوئی سرمایہدار ہے ، نہ کوئی جاگیردار ہے اور اس وقت جو علماء کرام ہیں اور جو بڑے بڑے اتحادی بنے بیٹھے ہیں ان کے کسی خاندان کو وہاں پر آپ نے قتل ہوتے نہیں دیکھا ہوگا ۔ اب ان پاکستان کے ٹھیکے داروں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے بھی پاکستان کی تحریک میں حصہ لیا ۔ قائد اعظم نے تحریک پاکستان میں لا الہ الا اللہ کے نام پر مسلمانوں کو اکٹھا کیا تو اس وقت یہ کہاں تھے ؟ وہاں پر اسلام کہاں تھا ؟ ان کو وہاں لا الہ الا اللہ کا پتہ نہیں تھا ؟ اس وقت انہوں نے کیوں مخالفت کی ؟ جناب والا ! انہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا ۔ قائد اعظم جو مسلمانوں کے لئے اتنی بڑی مملکت کا قیام عمل میں لانے کی کوششیں کر رہے تھے ۔ انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ پاکستان قائم ہو چکا ہے تو یہ بھی وہاں سے ہجرت کرکے یہاں آ گئے ۔ اس لئے آئے کہ وہی سازش کریں جو تحریک پاکستان کے وقت کی گئی تھی یعنی یہ تو پاکستان کے نظریے کو مانتے ہی نہیں ۔ انہوں نے اس ملک میں غنڈہ گردی ، دھاندلی اور سازشیں کرنے کے لیے یہاں قیام کیا تاکہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ۔ انہی کی سازش کی وجہ سے وطن عزیز پاکستان کے دو ٹکڑے ہوئے ہیں ۔

جناب والا ! آپ کو علم ہوگا کہ قائد اعظم رحمۃاللہ علیہ اور شہید ملت خان لیاقت علی خان کے بعد اس ملک میں کیا کیا حربے استعمال کئے گئے ۔ یہاں ملک کے جو مخالفین تھے انہوں نے یہاں پرانی سازشوں کے طریقے سے حکمرانی کی ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ پاکستان کا بد ترین دن تھا جب یہاں پر ڈاکٹر خان کو وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان بنایا گیا تھا ۔ جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ وہی پرانے ممالک ، جن امریکہ

اور یہی سامراجی طاقت اس وقت بھی یہاں ہمارے ملک میں سازشیں کر رہے تھے اور جب کبھی بھی یہاں پر وزیر اعظم بنتا تو وہ امریکہ سے نامزد ہوتا تھا۔

جناب والا! آپ کو علم ہوگا کہ محمد علی بوگرہ صاحب کہاں سے آئے تھے؟ وہ وہاں امریکہ میں تھے اور وہاں سے وزیر اعظم نامزد کرکے یہاں پاکستان میں بھیجے گئے تھے۔ جب 1967ء میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی تو سرمایہ دار، جاگیردار اور ان کے پٹھوؤں نے سازشیں شروع کر دیں۔ معاف کرنا کہ یہ سب سرمایہ دار اور جاگیردار ایک جیسے ہیں۔ کچھ ہمارے ساتھی بھی ہیں جو ہمارے اس منشور پر اتفاق کرتے ہیں اور ہمارے قائد کا ساتھ دیتے ہیں۔ میں ان پٹھوؤں کی بات کر رہا ہوں جنہوں نے یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو کر وہاں پر حکمرانی کی اور انگریز کا ساتھ دیا۔ جنہوں نے قائد اعظم کی اور 1970ء میں ہماری مخالفت کی، قائد عوام کی مخالفت کی۔ لیکن اب جب انہوں نے دیکھا کہ غریبوں نے قیام پاکستان میں قربانیاں دیں اب یہ عوامی حکومت قائم ہونے کے لیے غریب پھر قائد عوام کے ساتھ ہیں۔ مل کے مزدور ساتھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں تو پھر سازشیں کرنے کے لئے نو طبقات اکٹھے ہوئے ہیں۔ نو اتحادی اکٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ وہ لکھتو ہیں جن کے متعلق میں عرض کر دوں کہ اسلام کے اندر مولوی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ قرآن کو دیکھ لیں۔ کہیں آپ کو مولوی کا تصور نہیں ملے گا۔ مولوی لکھتو ہیں۔ آپ انبیاء علیہ السلام کو دیکھ لیں۔ آپ عالم دین کو دیکھ لیں کہ وہ محنت مشقت کرکے اسلام کی خدمت کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے گھروں میں بیٹھ کر لاکھوں اور کروڑوں روپے کی جائیداد حکومت سے لے لی۔ یہاں ان سرمایہ دار اور جاگیردار نے بلیک کے پیسے سے بڑے بڑے موٹے پیٹ بنا لیے ان کو کیا پتہ کہ اسلام کی خدمت کیسے کی جاتی ہے؟ یہ ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والے اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ یہ اسلام کا نام برائے نام لیتے ہیں۔ دراصل یہ چاہتے ہیں

کہ جیسے انہوں نے انگریزوں سے لوٹ کھسوٹ کی ۔ انہوں نے سرمایہدار اور جاگیردار سے لوٹ کھسوٹ کی اسی طرح یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں بھی لوٹ کھسوٹ کو جاری رکھیں ۔ انشاءاللہ ہمارے قائد عوام ان کی لوٹ کھسوٹ کو کبھی نہیں چلنے دیں گے ۔

جناب والا ! ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں اب تین طبقوں کی جنگ ہے ۔ ایک غریب مل کا مزدور ساتھی ، دوسرا طبقہ سرمایہ دار اور جاگیر دار کا اور تیسرا ان نکھٹو مولویوں کا ، یہ یہاں پر ایک فائدہ یہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ سرمایہدار اور جاگیردار جو غریبوں کا خون چوستا ہے انہوں نے جو جائیدادیں اور دولت اکٹھی کی ہوئی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ذرا نجات حاصل کرنے کے لئے ان مولویوں کو نذرانہ پیش کریں کیونکہ انہوں نے جو بلیک مارکیٹ میں اور عوامی صحت کے ساتھ کھیلتے ہوئے غلے اور مختلف اشیاء میں ملاوٹ کرکے پیسہ اکٹھا کیا ہوا ہے اس کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ یہ ہماری نجات ہے کہ مولویوں کی خدمت کے لیے وہاں حاضر ہوں اور وہ جو لوٹا ہوا مال ہے اس کا کچھ حصہ ان کے نذرانہ کرکے ان سے دعا کرائیں کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ وقتی طور پر ان کو ریلیف مل جاتا ہے لیکن یہ ان کی بھول ہے ۔ وہ مولوی صاحب جو ان سے نذرانہ حاصل کرکے ان کے گھروں میں جاکر دعا مانگتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کیا ہے آپ کی آمدنی اور بڑھ جائے گی ۔ اب جب ہمارے قائد عوام نے ان کی انڈسٹریز نیشنلائز کیں اور ان کی جاگیریں قومی ملکیت میں لے کر غریبوں میں تقسیم کیں تو انہوں نے دیکھا کہ اب ہمارے لئے تو وہ مقام دن بدن تنگ ہو رہا ہے ۔ ہم اس کے متعلق کیا کریں ۔ انہوں نے انہی مولویوں سے پھر ساز باز کی ۔ انہوں نے کہا کہ آؤ اب ایک ہی حربہ ہے کہ ہم اسلام کے نام پر کوئی نہ کوئی تحریک چلائیں ۔ اور تحریک چلانے کے لیے انہوں نے نظام مصطفیٰ کا نام لیا ۔ اور نظام مصطفیٰ کے نام پر ان کو جب قائد عوام نے پکارا کہ آؤ میں

نظام مصطفیٰ چلتا ہوں اور جو سیکرٹریٹ کے اندر اندر اس کو فائنل کرتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ بات کرو۔ تو انہوں نے کہا نہیں۔ ہم تو علیحدہ نظام مصطفیٰ بنائیں گے۔ ہم تمہارا نظام مصطفیٰ نہیں بنانا چاہتے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ اس میں گنجائش ہو کہ سرمایہ دار سب سے بڑا سرمایہ دار بنتا جائے۔ جاگیردار سب سے بڑا جاگیردار بنتا جائے۔ اس کی جو جاگیریں قومی ملکیت میں لی ہوئی ہیں ان کو واپس کر دیں۔ جب قائد عوام نے یہ کہا کہ میں یہ نیشنلائزیشن واپس نہیں کروں گا تو انہوں نے کہا کہ بھائی اب تو ضد پر کھڑے ہو جاؤ اور یہاں پر ایسی سازش کرو کہ ملک کی معیشت تباہ ہو جائے۔

جناب والا! آپ نے دیکھا کہ تین سال کے اندر انہوں نے نہ صرف معیشت کو تباہ کیا بلکہ ہمارے جو بڑے بڑے ضروری معاملات کے مسائل تھے وہ تمام کے تمام معرض التوا میں پڑ گئے اور آج یہ حالت ہے کہ ہم اپنے علاقے کی نہر بھی بنا سکتے ہیں نہ سڑک بنا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ انہی کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے معیشت کو تباہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عوام جو پہلے غریب تھے آج بھی غریب ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ الیکشن کا وقت آ رہا ہے۔ ہمارے لائق لیڈر ہیں اور وہ مجبور ہیں کہ اپنا رکھنے کے لئے جو اپنی خواہشات کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ آؤ میں الیکشن ہی تو کرا لیتا ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ انہوں نے یہ کہا کہ وہاں پر بنیادی اصولوں پر اتفاق کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہم یہاں آ کر کبھی جلسے جلوس نہیں کریں گے نہ تم جلسے اور جلوس نکالو اور نہ ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو سب چلے انہوں نے جو چلے آ کر کیا اور وعدے کی خلاف ورزی کی وہ یہ تھی کہ انہوں نے یہاں لاہور میں آ کر جلوس نکالا اور جلسے شروع کر دیے۔ ابھی تو وہاں پر دستخط ہی نہیں ہوئے۔ لیکن انہوں نے بینر اور جھنڈے لگا دیے۔ اس لیے کہ ان کی نیت صاف نہیں ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم threat کر کے قائد عوام کو مجبور کریں گے کہ وہ ہمارے بنیادی اصولوں کو مانیں۔ تو انہوں نے کہا کہ

یہ بات نہیں ہوگی - ہماری قوم ان کو کسی طرح نہیں مانے گی - مل کے غریب مزدور ہمیشہ قائد عوام کے ساتھ ہیں - پہلے بھی تھے آج بھی ہیں - آئندہ بھی قائد عوام کا ساتھ دیں گے - ان کو علم ہے - اب وہ مختلف حربے اختیار کریں یہ امریکہ سے ڈالر لے آئیں لیکن ان کے یہ ڈالر یہاں پر نہیں چلیں گے - غریب اب بھی پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں - کوئی غریب پاکستان پیپلز پارٹی سے باہر نہیں ہے اور کسی غریب نے پیپلز پارٹی کو نہیں چھوڑا چھوڑا تو ان لوگوں نے جو سرمایہدار اور جاگیردار تھے - ان لوگوں نے چھوڑا جو امریکہ کے پٹھو تھے - جو ہماری جماعت میں تھے خواہ وہ قومی اسمبلی کے ممبر ہیں خواہ وہ صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں آپ ان کو دیکھ لیں - یہ جاگیردار اور سرمایہدار ہیں - غریب ان میں سے کوئی نہیں گیا - تو یہ لوگ ہمیشہ پاکستان کو نہ ماننے والے ہیں اور پاکستان میں ہمیشہ مخالفین کا ساتھ دیتے ہیں - اگر یہ ہماری جماعت میں آئے تھے تو وقتی طور پر آئے تھے - انہوں نے سمجھا کہ یہاں پر ہمیں تحفظ مل جائے گا - ہماری جاگیریں محفوظ ہوں گی - ہماری انڈسٹریز کو تحفظ مل جائے گا اور ہم ان کو بچا لیں گے - وہ ہم نے دیکھا کہ پہلے سے قائد نے سب سے پہلے جو جاگیریں لیں اور جو انڈسٹریز لیں ان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے فراکین بھی تھے - سندھ میں جا کر دیکھیں قائد عوام نے اور ہماری ٹیچر سپیکر صاحبہ قومی اسمبلی آف پاکستان بیگم اشرف عباسی نے تمام جاگیریں دے دیں - تمام انڈسٹریز دے دیں - سب سے پہلے انہوں نے اپنے کنبہ کے سرمایہدار ، جاگیردار افراد کو لیا - شیخ رشید صاحب نے جا کر جھانسے مارے اور ان کا ریکارڈ طلب کیا - دیر ، سوات اور بلوچستان کی تمام جاگیریں لے لیں - یہ ایک سازش ہے - اس لیے یہ ہماری پارٹی میں نہ چل سکے -

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں -

میاں محمود الحسن ڈار : جناب والا ! میں اپنے مسائل پر آتا ہوں - اور میونسپل کمیٹی ایک بحران کا شکار ہے - وہاں کے لوگوں نے

سرمایہ داروں اور بلیک مارکیٹ کرنے والوں نے قائد عوام کی مخالفت کی۔ کیونکہ قائد عوام نے غریب مزدور، کسان کو یکجا کرنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ ہماری سپرنسپل کمپنی کی آمدن کم ہو گئی ہے۔ وہ اس طرح سے کہ سرمایہ داروں نے مال منگوانا بند کر دیا ہے۔ اور ہماری بڑی آمدن محصول چونگی کی ہے۔ میں وزیر خزانہ سے التماس کرتا ہوں کہ تین کروڑ پچانوے لاکھ روپے کی رقم جو ایل۔ ڈی۔ اے کے لیے مختص کی گئی ہے اس میں سے ایک کروڑ کی گرانٹ ہمیں دے دیں۔ کیونکہ 3 کروڑ 95 لاکھ روپیہ بہت زیادہ ہے۔ اور یہ تمام رقم یکمشت خرچ نہیں ہوگی۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک کروڑ روپیہ یہ ہمیں دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ جب ان کو ضرورت ہوگی تو ہم یہ ایک کروڑ روپیہ واپس کر دیں گے۔ کیونکہ ہمارا سب سے اہم مسئلہ سیوریج۔ واٹر سپلائی کا ہے اس کے ساتھ میں عملہ صفائی کے متعلق عرض کروں گا کیونکہ وہاں صفائی کی بہت بری حالت ہے۔ اگر آپ تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر دیکھیں تو مختلف جگہوں پر کوڑا کرکٹ ملے گا۔ کیونکہ عملہ صفائی کی تعداد وہی ہے جو پاکستان بننے سے پہلے تھی۔ اس لیے میں عرض کروں گا۔ کہ یہ باتیں ہم نے اپنی میٹنگوں میں لکھ کر پنجاب گورنمنٹ کو بھیجی ہیں۔ لیکن پتہ لگا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے ban لگا رکھا ہے۔ اور نئی بھرتی نہیں کرنے دیتی۔ میں التجا کروں گا وہ ban کو اٹھا لیں۔ تاکہ ہم عملہ صفائی بھرتی کر سکیں۔ واٹر سپلائی کی سکیم چل رہی ہے۔ ایشین بینک سے قرضہ حاصل کرنے کے لیے 68 کروڑ روپیہ کی سکیم تیار کی ہے۔ جھنگ رکھ براچ سے ہم نے پائپ لائن شہر تک لے جانی ہے۔ ایشین بینک والوں نے اس کا سروے کیا ہے۔ تو انہوں نے اس کا اندازہ 98 کروڑ روپیہ لگایا ہے۔ ہمیں اب 3 کروڑ روپیہ چاہیے۔ اگر ایشین بینک والوں سے کہا جائے کہ اس کو 68 کروڑ میں کرو تو وہ پھر اس کارروائی کو کرنے کے لیے کم از کم ایک سال لگا دیں گے۔ اس لیے گزارش ہے کہ یہ 3 کروڑ روپے کی رقم فراہم کی جائے۔ دوسرے برادر محترم میں آپ کی توجہ ایک اور اس

کی طرف مبذول کراتی کہ ایک [illegible] بیماری۔ سوسائٹی، کھیل کود کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ کیونکہ پنجاب گورنمنٹ نے اس پر ban لگایا ہوا ہے۔ پلیگ بیماری ہے۔ [illegible] میں یہ طریقہ نہیں اجازت دیتے۔ لیٹر گٹ ہسپتال ایک چھوٹا سا ہسپتال ہے۔ جہاں مریض زیادہ ہوتے ہیں اور جگہ کم ہے۔ وہاں پر ایک [illegible] پلیگ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ کینسر ایک موذی بیماری ہے اور اس کے مریضوں کو لاہور آنا پڑتا ہے لاہور میں ابھی وارڈ کم ہیں۔ مریضوں کو سخت پریشانی ہے۔ اس لیے ہاسپٹل میں توسیع کی جائے۔ وہاں ایک [illegible] سرجن کی بھی اجازت دی جائے۔ میڈیکل کالج امرتسر جو مسلمانوں کے لیے [illegible] فرض کروں گا۔ طالب علموں کے لیے جو ہوسٹل ہے اس کی بلڈنگ بہت پرانی ہو چکی ہے لہٰذا بلڈنگ بنانے کا انتظام فرمایا جائے تاکہ طالب علم آرام سے پڑھائی جاری رکھ سکیں۔ آخر میں قبرستان کی جگہ کے لیے معروض کروں گا۔ [illegible] صاحب نے [illegible] ہوں کہ وہاں قبرستان کی اجازت [illegible] دی۔ لڑکیوں کے کالج کے لیے جگہ تجویز ہوئی ہے [illegible] اس لیے اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔

معزز سپیکر: سردار مظہر علی خان۔

سردار مظہر علی خان: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنی وابستگی جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو جن کی استقامت اور ان کی بلند حوصلگی پر داد دیتا ہوں۔ [illegible] کے کام [illegible] تھا [illegible] دیکھا کہ [illegible] اس کے لیے [illegible] کرتا ہوں۔ جناب والا! جہاں تک [illegible] کے بجٹ کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں [illegible] ہے جیسا کہ [illegible] میں بیشتر لوگوں کی رائے ہے کہ یہ ترقیاتی، جامع، اور متوازن بجٹ ہے۔ آپ جانتے ہیں اکثر اوقات [illegible] جامد ہو جاتا ہے تو [illegible] کتنے بڑے [illegible] کی نشاندہی کی [illegible] اکثر اوقات [illegible] روشنی ڈالوں

جناب والا ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں ۔ ہمارے اس ملک میں اور تیسری دنیا کے بیشتر پسماندہ ملکوں پر سامراجی تسلط رہا ہے ۔ انہوں نے یہاں پر ایک ریاستی نظام قائم کیا ہوا تھا ۔ وہ حکمران تھے ۔ جب افرو ایشیا (Afro-Asia) ممالک میں آزادی کی تحریکیں اٹھیں تو ریاستی تسلط ختم ہونا شروع ہوا ۔ جناب والا ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں مغربی سامراج اس معاملے کو بڑے سائنسی انداز سے سوچتا تھا ۔ لہذا انہوں نے فوری طور پر اور اقتصادی طور پر جو پسماندہ ممالک تھے ان کی معیشت پر قبضہ کر لیا ۔ آپ جانتے ہیں پاکستان کی تاریخ میں وہ سب سے بڑا بدقسمت دن تھا ۔ جب ہم نے 1954ء میں امریکہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ۔ اس قوم کے ساتھ سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ اس نے امریکی سامراج کی امداد کو قبول کیا میں سمجھتا ہوں ۔ یہ وہ زہر قاتل تھا ۔ جو زہر آج تک ایجاد نہیں ہوا تھا ۔ جناب ! یہ وہ زہر قاتل ہے ۔ یہ وہ مارفیا ہے جس کو حاصل کر کے وہ تمام عمر اس پر تکیہ کرتا ہے اور کبھی اس کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکتا ۔ میرے وہ دوست جو دیہات سے تشریف لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مہاجن کا سود کتنا خطرناک ہوتا تھا ۔ اصل زر تو کیا تمام زندگی نسل در نسل سود ہی نہ اترتا تھا لیکن امریکی امداد سے بڑا دھوکہ آج تک اس دنیا میں کوئی ایجاد نہیں ہوا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ جناب والا ! میں امریکی امداد کے دھوکے کی مثالیں دینا چاہتا ہوں ۔ آپ کو اس پورے کرۂ ارض پر کوئی ملک ایسا نہ ملے گا جس نے امریکی امداد سے ترقی کی ہو سوائے جاپان کے جس کی ایک مثال ہے ۔ یہ ایک الگ مضمون ہے اور میں اس وقت اس پر زیادہ بات نہیں کرنی چاہتا ۔ صرف دو لفظوں میں یہ عرض کروں گا کہ جاپان اپنے دفاع پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتا اور اس کو اس کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ۔ میری بہنیں جاتی ہیں امریکن باپ اور جاپانی مائیں جن سے بے شمار لاوارث بچے وہاں جنم لے رہے ہیں ۔ لیکن پھر بھی وہاں پر جو ترقی پسند قوتیں ہیں وہاں کے طالب علم مزدور اور دوسرے طبقے بڑی شدت سے امریکی مداخلت کی مخالفت کر

رہے ہیں ۔ دوسرا کوئی کیس اس روئے زمین پر نہیں جس نے امریکی امداد پر اپنے ملک کی ترقی کی ہو اور عوام کو خوش حال بنایا ہو ۔ وہ جو امداد دیتے ہیں وہ آپ کے عوام کی خوش حالی کے لیے نہیں دیتے وہ آپ کے ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے امداد نہیں دیتے وہ یہ امداد اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے دیتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جب امریکہ کی امداد آئی اور یہاں امریکہ کا عمل دخل شروع ہوا تو انہوں نے ہمارے ملک میں بنیادی صنعتیں نہ لگنے دیں جن سے ملک کی قسمت بدلتی ہے ۔ جناب والا ! آپ اس بات کے شاہد ہیں ، میرے دوست اس بات کے شاہد ہیں کہ اس زمانے میں کٹھ پتلی حکومتیں ہوا کرتی تھیں جو سامراج کے ہٹھوڑن سے دوہری تنخواہیں لیتی تھیں ۔ وہ حکومت پاکستان سے بھی تنخواہیں لیتے تھے اور امریکی سامراج سے بھی تنخواہیں لیتے تھے ۔ وہ اسمبلیوں میں کھڑے ہو کر برملا یہ بات کہتے تھے کہ یہاں پر سٹیل مل کا لگنا امریکی مفادات کے خلاف ہے اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ یہاں کوئی سٹیل مل لگے ۔ آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ جب مغربی جرمنی دوسری جنگ عظیم میں تباہ ہوا تو سب سے پہلے ان لوگوں نے وہاں سٹیل کی صنعت قائم کی باقی جتنی بھی صنعتیں ہیں وہ سٹیل سے ہی چلتی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تک اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے جب تک آپ اس ملک میں یہ بنیادی صنعت نہ لگائیں ۔

جناب والا ! جب قائد یہاں بنیادی صنعتیں لگانے کی بات کرتا ہے جب وہ یہاں تیل تلاش کرتا ہے تو وہ بہت پہلے ایک کتاب لکھتا ہے Myth of Independence اور اس میں بہت پہلے کہتا ہے کہ یہ ایک myth ہے ، یہ حقیقت نہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ تم آزاد نہیں ، تم معاشی چنگل میں گرفتار ہو ۔ جب تک تم اس سامراجی اور معاشی چنگل سے نہ نکلو گے تم آزاد کہلانے کے مستحق نہیں ۔ وہ یہ بات کہتا ہے کہ تیسری دنیا کے پسماندہ ممالک کو یہ ممالک صرف اپنے خام مال کی منڈی کے طور پر استعمال کر رہے ، اس سے زیادہ وہ تمہیں کوئی حقوق نہیں دینا چاہتے ویسے وہ بڑے

حقوق کی بات کرتے ہیں - کبھی وہ آزادی ، جمہوریت کے نام پر پسماندہ اور غریب ممالک میں مداخلت کرتے ہیں اور وہ جمہوریت فوجی ڈکٹیٹر شپ کے ذریعے لاتے ہیں اور آج انہوں نے ایک بڑا خوب صورت نعرہ ایجاد کیا ہے - آج وہ حقوق انسانی کی بات کرتے ہیں - میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم ویت نام میں انسانی حقوق دینے گئے تھے ، کیا کمبوڈیا میں تم نے انسانی حقوق دیے ہیں ، تم نے اپنے دور میں حبشیوں کو کتنے انسانی حقوق دیے ؟ تم انسانی حقوق کی بات کرتے ہو - کیا تم ویت نام میں انسانی حقوق دینے گئے تھے ؟ - تمہیں یہ بات کرتے ہوئے شرم محسوس کرنی چاہیے - مجھے اپنے قائد پر فخر ہے کہ یہ واحد شخص ہے جس نے تیسری دنیا میں برملا اس سامراج سے ٹکر لی ہے ، جس نے برملا اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ''اے سفید ہاتھی ! میں تمہیں اس ملک میں ہرگز مداخلت نہ کرنے دوں گا'' - لیکن بڑے دکھ کی بات ہے کہ آج اس ملک میں ایئر مارشل کاؤنگ پیدا ہو رہے ہیں اور ایئر مارشل کاؤنگ بننے کی کوشش ہو رہی ہے - آج اس ملک میں تھیو بننے کی کوشش ہو رہی ہے - ان کو شرم آنی چاہیے - ان کی بے غیرتی اتنی مسلمہ ہو چکی ہے کہ میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن انہیں ایک بات ضرور کہوں گا کہ وہ جمی کارٹر کی جتنی تعریفیں پبلک میں کرتے ہیں ، وہ کاؤنگ اور تھیو کا حشر دیکھ لیں اور انہیں کاؤنگ اور تھیو کا یہ حشر بھولنا نہ چاہیے - (نعرہ ہائے تحسین) - جناب والا ! یہ لڑائی ہے جس پر میرے دوستوں نے روشنی ڈالی - یہ لڑائی اتنی سادہ اور آسان نہیں - ہم اس کی simplification نہیں کر سکتے - اس کے لیے ہمیں یہ پس منظر سمجھنا ضروری ہے - قائد جب جمہوریت کی یا ورلڈ پروسیسنگ پلانٹ کی بات کرتا ہے تو Myth of Independence کی بات یاد رکھنی چاہیے - وہ اس ملک کو آزاد بنانا چاہتا ہے - وہ چاہتا ہے کہ یہ ملک سامراجی چنگل سے آزاد جائے ، یہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے ، اس ملک میں شہری آزادیاں ہوں ، یہ ملک ترقی کرے اور جب تک بنیادی صنعتیں لگ جائیں یہ ملک ترقی نہیں کر سکتا - یہ ایک فیصلہ

شدہ بات ہے - جب وہ یہ بات کرتا ہے تو یہاں کا صنعت کار ، یہاں کا تاجر پیشہ طبقہ اور یہاں کی evil gentry سب اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اس کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں - وہ سامراجی ایجنٹ اس لیے اس کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ شخص اس ملک کی قیادت پر فائز رہا تو اس ملک میں صدیوں سے جو فرسودہ نظام چل رہا ہے ، جس کا گٹھ جوڑ بین الاقوامی سامراج سے ہے ، وہ اس سسٹم کو تہس نہس کر دے گا ، وہ ایک نیا سسٹم لائے گا جس کی بنیاد حق و انصاف پر ہوگی اور یہ چیز انہیں قابل قبول نہیں - یہ صریح تضاد ہے جس کے لیے لڑائی ہو رہی ہے ، نظام مصطفیٰ اور ایسی بے شمار دوسری باتیں صرف hoodwink کرنے کے لیے ہیں - یہ کوئی ایسی باتیں نہیں - یہ ایسی باتیں ہیں جیسے کوئی ہوٹیں اپنی فیکٹری کے مالک کو 32 مطالبات دے دے ، اسی طرح ان کے مطالبات میں نظام مصطفیٰ کا کہیں ذکر نہیں ، نظام مصطفیٰ سے کون مخلص ہو سکتا ہے ؟ - کیا ولی خان مخلص ہو سکتے ہیں ؟ کیا شیر باز خان مزاری مخلص ہو سکتے ہیں ؟ ، میں نام نہیں لینا چاہتا جن کو شاید نظام مصطفیٰ کے معنی بھی نہیں آتے وہ نظام مصطفیٰ سے مخلص ہو سکتے ہیں ؟ - اس ملک کا تاجر پیشہ طبقہ ، صنعت کار طبقہ اور دوسرے رجعت پسند عناصر جو یہاں آپ کے خلاف سامراج کا تمام کردار ادا کرتے ہیں ، وہ آپ کے خلاف ہیں - میرے دوستوں نے کہا کہ ان کو گائڈ لائن کون دیتا ہے - میں کہتا ہوں کہ ان کی گائیڈ لائن کل بھی باہر تھی اور آج بھی باہر ہے - یہ بات انہیں سمجھنی چاہیے - یہ کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں کہ انہیں ہمیشہ لائن باہر سے آئی - لیکن آج ہمیں بھی اپنا محاسبہ کرنا چاہیے ، ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں دیکھنا چاہیے -

مسٹر سپیکر : سردار صاحب ! آپ بجٹ کے متعلق کچھ فرمائیں ، وقت تو ختم ہو چکا ہے - میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ قومی اسمبلی نہیں ، یہ صوبائی اسمبلی ہے اور خارجہ پالیسی پر بحث ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے ۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! میں مختصراً کرتا ہوں ۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ :

اتنے ناداں تو نہ تھے جان سے گزرنے والے
ناصحو ، پند گرو راہ گزر کو تو دیکھو

میں جس کلاس کا ذکر کر رہا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ میرے تمام بھائی اس کو سمجھتے ہیں ۔ ہمیں اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہیے ۔ اس سے پہلے کہ دوسرے ہم پر انگلی اٹھائیں ہمیں خود اپنا محاسبہ کرنا چاہیے ۔ میں درخواست کروں گا کہ ہمیں زندگی کے بارے میں ، سیاست کے بارے میں ، جمہوریت کے بارے میں ، سوشلزم کے بارے میں ، اسلام کے بارے میں احتراز کرنا چاہیے ۔ ہمارے اندر ایک یکسوئی ہونی چاہیے اور ہماری سوچ میں ایک جہتی ہونی چاہیے ۔ لیکن ایسے بھی دوست ہیں جو اس ایوان میں سوشلزم کی مخالفت کرتے ہیں ۔ انہیں خیال ہونا چاہیے ، انہیں سوچنا چاہیے کہ وہ ایک پروگرام کے تحت پیپلز پارٹی میں آئے ہیں ۔ وہ چار اصولوں کو مان کر پیپلز پارٹی میں آئے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) ۔ میں اپنے پیپلز پارٹی کے بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ پیپلز پارٹی کی بنیادی دستاویز ضرور پڑھیں ۔ وہ 1970ء میں لکھا گیا تھا یا 1969ء یا 1968ء میں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس وقت کے حالات سے اتنی زیادہ منطبق نہ ہوتی تھی جتنی کہ آج ہمارے حالات پر منطبق ہوتی ہے ۔ اس کو ضرور پڑھیے ۔ خدا کے لیے پڑھیے آپ دیکھیں گے کہ آج جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان پر زیادہ منطبق ہوتی ہے ۔ اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے ۔ اس سے ہمیں سیکھنا چاہیے ۔ وقت کی قلت کے پیش نظر اس سے زیادہ میں کچھ نہیں عرض کر سکتا ۔

لیکن آخر میں چند ایک تجاویز میں جناب وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا ، جس میں پہلی تجویز ویلتھ ٹیکس کے سلسلے میں ہے ۔ آمدنی پر ٹیکس کی شرح کو متوازی رکھنے کے ساتھ ساتھ دولت پر مزید ٹیکس عائد کیا جائے ۔ میں ڈاکٹر صاحب کو اس بات پر صرف رسماً نہیں ، دلی طور پر محسوس کرتے ہوئے مبارک باد دیتا ہوں کہ

انھوں نے جتنے بھی ٹیکس لگائے ہیں وہ اس طبقے پر لگائے ہیں جو بآسانی دے سکتا ہے اور اسے دینے چاہئیں - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے ہاتھ کچھ ہلکا رکھا ہے - میں چاہتا ہوں کہ ذرا زیادہ سختی سے ان کی گردن پکڑیں - مزید ٹیکس عائد کرنے کے ساتھ وصولی پر خاص توجہ دینی ضروری ہے ٹیکس تو آپ لگا دیتے ہیں لیکن آپ کو حاصل نہیں ہوتے - وہ ٹیکس دیتے نہیں - بچ جاتے ہیں - انھوں نے جسم پر کوئی ایسا تیل لگایا ہوا ہے کہ جب آپ ہاتھ ڈالتے ہیں تو وہ ہاتھ سے پھسل جاتے ہیں - کوئی ایسا طریق کار سوچئیے کہ یہ آپ کے ہاتھوں سے بچ نہ سکیں - بے شمار liabilities ہیں جو حکومت کو ادا نہیں کی جاتیں -

جناب والا ! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ زرعی انکم ٹیکس کا میں خیر مقدم کرتا ہوں لیکن جو فلیٹ ریٹ لگایا ہے مجھے اس پر اعتراض ہے - مہربانی کرکے زیادہ آمدنی پر تدریجی ٹیکس لگایا جائے proprotionate ٹیکس لگایا جائے - جتنی جس کی آمدنی ہو اتنا زیادہ اس پر ٹیکس لگے یہ نہایت ضروری ہے اور میرے دوستوں نے یہاں باتیں کیں کہ جناب وہ ان پڑھ ہوتے ہیں - میں کہتا ہوں یہ حکومت کر سکتے ہیں -

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! اس کے متعلق میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ چونکہ بہت سے ممبر صاحبان نے اس کے متعلق اظہار رائے کیا ہے - گو آپ کا یہ سبجیکٹ نہیں ہے - لیکن ممبران کی تسلی کے لیے اور اس کی clarification کے لیے ضرور کچھ فرمایئے گا -

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! میری تیسری درخواست یہ ہے کہ سرکاری اخراجات پر تین فیصد کمی کی گئی ہے ، یہ بڑا اچھا اور خوش آیند قدم ہے - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ گنجائش تھی تو کمی کی گئی ہے - اس میں اور بھی گنجائشیں ہیں - ہائی جنٹری ہمارے ملک کا بیشتر سرمایہ آپس میں بانٹ لیتی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ بے شمار گنجائش ہے اور اس سلسلے میں میری دو ایک تجاویز ہیں کہ سرکاری ٹرانسپورٹ کے ناجائز استعمال کا انسداد کیا جائے - وہ نہ صرف یہ کہ سرکاری کاموں میں

استعمال ہوتی ہے ، بلکہ بیوی بچوں سالوں ، بہنوئیوں اور سارے رشتہ داروں کے لیے استعمال ہوتی ہے - ان کو کھلی چھٹی ہے - اس مد میں بڑی رقم مختص کی گئی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت رقم ہے - اسے کم ہونا چاہیے - دوسرے یہ کہ آسائشوں پر ناجائز سرکاری اخراجات کی اتنی بھرمار ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا - پھر کہتے ہیں کہ دوہری شخصیت اور دوہرا پن ہے - اکانومی ختم ہونے والی ہے - کسی سرکاری افسر کے دفتر میں جائیے تو ایسا لگے گا کہ واشنگٹن میں امریکہ کے ڈی سی کا دفتر ہے یا آپ نیویارک کے کسی دفتر میں چلے گئے ہیں - میری التجا ہے کہ آسائشوں پر زبردست کٹ لگایا جائے اور جیسے ہمارے ملکی حالات ہیں ، جیسے ہم لوگ ہیں ، اس کے مطابق ہمیں رہنا سیکھنا چاہیے - اگر ہمیں پاکستان میں زندہ رہنا ہے - اگر ہمیں اس دنیا میں زندہ رہنا ہے تو ہمیں اپنے ذرائع کے مطابق رہنا سیکھنا چاہیے - کاش ، 1970 میں بھٹو صاحب یہ کہتے کہ میں ملیشیا پہنتا ہوں اور تمہیں کھدر پہناؤں گا - کیونکہ قوم اس سے زیادہ afford نہیں کر سکتی - لیکن یہ نہ ہوا اور جناب والا ! ٹریولنگ الاؤنس کی مد میں تین تین ایر کنڈیشنڈ ٹکٹیں دینے کا رواج ہے ، اور اس دور میں میٹنگیں اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ سوائے میٹنگوں کے شاید کچھ ہوتا ہی نہیں - ہر روز اسلام آباد میٹنگ ہے ، کراچی میٹنگ ہے - تین تین ٹکٹیں دی جا رہی ہیں اور ہوائی جہاز سے آنے جانے کے اخراجات برداشت کر رہے ہیں - یہ بھی ہمیں سمجھنا چاہیے - ہم ایک غریب ملک ہیں - غریب ملک کے باشندے ہیں اور یہ پبلک سرونٹس ہیں اور انہیں پبلک سرونٹس کی طرح رہنا چاہیے - انہیں مثال بن کر رہنا چاہیے - ہمیں بھی مثال بن کر رہنا چاہیے - سب سے پہلے سیاسی کارکنوں کو ، سیاست دانوں کو اپنی مثال پیش کرنی چاہیے - میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے ہمارا محاسبہ ہونا چاہیے اور پھر ان لوگوں کا ہونا چاہیے - لیکن ہونا ضرور چاہیے - we must live according to our resources. جناب والا ! میری چوتھی درخواست یہ ہے کہ سرکاری اخراجات کی بے قاعدگیوں کی روک تھام کی جائے - ٹھیکیداری کے غلط نظام

نظام کو ختم کیا جائے۔ ٹھیکیداری وہ نظام ہے جس میں سو روپے کی چیز حکومت کو دو سو روپے میں پڑتی ہے۔ پچاس بلکہ سو فیصد درمیانے لوگ کھا پی جاتے ہیں۔ یہ فرسودہ سلسلہ بھی مدتوں سے چلا آ رہا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے، سوچنا چاہیے۔ تا کہ ملکی سرمائے کا ضیاع نہ ہو سکے۔ تو اس بارے میں میں توجہ دلاؤں گا کہ اس پر غور فرمایا جائے۔

مسٹر سپیکر: حاجی محمد افضل، گوجرانوالہ۔

سردار مظہر علی خان: سر، میں نے اپنے علاقے کی کوئی بات نہیں کی۔ مجھے صرف ایک بات اور کرنی ہے۔

مسٹر سپیکر: میں آپ کو دس منٹ کی بجائے بیس منٹ دے چکا ہوں۔

سردار مظہر علی خان: اگر آپ کی اجازت ہو تو صرف آخری بات کرنی ہے۔ میں معافی کا خواستگار ہوں کہ میں نے شاید زیادہ وقت لے لیا ہے۔ میری آخری تجویز سے حکومت کی خلوص نیت کا بھی پتا چل جائے گا۔ ایل۔ ڈی۔ اے نے ابھی حال ہی میں ماڈل ٹاؤن میں ساڑھے چھ سو ایکڑ زمین لی ہے۔ ہمارے کچھ دوستوں نے جو بادشاہ سے زیادہ وفادار ہیں، ایل۔ ڈی۔ اے کی بڑی تعریف کی ہے۔ بہرحال وہ ایک دوسرا سبجیکٹ ہے۔ بہرحال ساڑھے چھ سو ایکڑ زمین لی ہے تا کہ ایک کنال، دو کنال کے پلاٹ بنائے جائیں اور انہیں بیوروکریسی کے کل پرزوں میں ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این۔ اے صاحبان میں سیاسی رشوت کے طور پر دیے جائیں، اور چند لوگوں کو خوش کیا جائے۔ میری تجویز ہے کہ سکیمیں بہت بن چکی ہیں۔ فیصل کالونی بن چکی ہے، گلبرگ بن گئی ہے۔ امیروں کی بے شمار سکیمیں بن گئی ہیں۔ انہیں آپ کی سکیموں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ وہ اپنی سکیمیں خود بنا سکتے ہیں۔ لیکن اس ساڑھے چھ سو ایکڑ زمین کے متعلق میری جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں درخواست ہے اور جناب چیف منسٹر صاحبہ کی خدمت میں میں یہ درخواست پیش کر چکا ہوں اور اس ضمن میں جتنے بھی میرے لاہور کے ممبران

ساتھی ہیں ، سب نے میری حمایت کی تھی ۔ اگر میں نہایت ہی محتاط اندازہ لگاؤں تو یہ عرض کروں گا کہ کچی آبادیوں کے کم از کم بیس ہزار خاندان اس ساڑھے چھ سو ایکڑ میں آپ آباد کر سکتے ہیں ۔ یہاں پر آپ کو ایسے ترقیاتی کاموں پر بھی خرچ نہیں کرنا پڑے گا ۔ جو آپ کسی دوسری جگہ کے لیے خرچ کریں گے ۔ وہاں بجلی ہے ، پانی ہے ، سڑکیں ہیں ، سب کچھ ہے ۔ سوئی گیس بھی ہے ۔ تو بجائے اس کے کہ آپ ان پر نئی تجاویز کریں اور نئی سکیمیں بنائیں ۔ آپ کے پاس سکیم کے لیے زمین موجود ہے ، میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ ہاوسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے محکمے کو بجائے پلاٹ بانٹنے کے (کیونکہ پلاٹ بانٹنے کا تجربہ اتنا کامیاب نہیں رہا) اس لیے آپ سستے اور کم قیمت کواوٹر بنائیں ، یہ چار یا پانچ مرلے پر ہوں یا جیسے آپ مناسب سمجھیں ۔ یہ میری نہایت درد مندی سے درخواست ہے اور اس سے آپ کے خلوص کا بھی پتا چل جائے گا ۔ کہ آپ کچی آبادیوں کے مسائل حل کرنے میں کتنا اخلاص رکھتے ہیں اور اس میں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ بیس ہزار خاندان کو ، افراد کو نہیں ، خاندان کو آباد کر سکتے ہیں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : حاجی محمد افضل ، گوجرانوالہ ۔

ملک محمد افضل حاجی : بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ سب سے پہلے تو ڈاکٹر عبدالخالق وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت ناموزوں حالات میں بھی ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے اور انہوں نے ہماری پارٹی کے منشور میں جو چیز ہے ، اس پر زیادہ توجہ دی ہے اور تعلیم کی مد میں جو انسان کو انسانیت سکھاتی ہے ، سب سے زیادہ رقم رکھی ہے ۔ تو ان حالات میں جب کہ مخالف پارٹیوں نے ایسے حالات خراب کر دیے تھے کہ کوئی آدمی بھی یہ نہ سمجھ سکتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے انہوں نے ان حالات میں ایسا بجٹ پیش کیا جس پر یہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ لیکن ان تو پارٹیوں کو میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ ایک الیکشن لڑ چکے ہیں اور ایک اور ہوگا اور انہوں نے

اپنے دل میں یہ سمجھ لیا ہے کہ اب ہم الیکشن جیت جائیں گے لیکن اسلام کا نام انہوں نے اس طرح بدنام کیا کہ نام تو اسلام کا لیتے رہے لیکن جب اسلام کی کوئی بات آئی تو پھر اسلام آباد کی بات کرنے لگتے ۔ لیکن جناب والا ! میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ ایک دفعہ کیا سو دفعہ بھی الیکشن لڑیں تو قائد عوام کو بالکل اسی طرح ووٹ ملیں گے جیسے کہ پہلے ملتے رہے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں یہ نہیں سمجھتا کہ اسلام میں ایسی چیزیں ہوں کون کہتا ہے کہ جلوس نکالو اور ملکی معیشت کو خراب کرو ، یا غریب کارکنوں کے مکان جلا دو یا ان کی دکانیں جلا دو ، جب وہ جلوس نکالتے تھے دکانیں بند ہو جاتی تھیں اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ شائد یہ ہماری محبت میں ایسا کرتے ہیں لیکن یہ غلط فہمی تھی بلکہ وہ لوگ تو ان کی غنڈہ گردی سے ڈرتے ہوئے دکانیں بند کرتے تھے ویسے نہیں کرتے تھے ۔

جناب والا ! مجھے تجربہ ہے میں ایک بس پر آ رہا تھا کسی نے کہا کہ جلوس آ رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ ساری سواریاں اتر جائیں تا کہ ہم گاڑی واپس لے جائیں ۔ ڈرائیور نے یہ کہا کہ دیکھو یہ بدمعاشوں اور غنڈوں کا جلوس ہے یا شریفوں کا جلوس ہے ۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ پیپلز پارٹی کا جلوس دکھائی دے رہا ہے تو ڈرائیور نے کہا کوئی بات نہیں آپ بیٹھے رہیں میں جلوس میں سے گاڑی لے جاؤں گا ۔ یہ ہوتا تھا جب لوگ دکانیں بند کرتے تھے کام بند کرتے تھے تو یہ لوگ سمجھتے تھے شائد ہمارے لیے بند کرتے ہیں حالانکہ وہ ڈرتے ہوئے دکانیں بند کرتے تھے اور یہ لوگ جو ظلم کرتے تھے اگر اس کا ذکر کیا جائے تو خون کے آنسو آ جائیں ۔ کہ کس طرح انہوں نے جلتی ہوئی بھٹیوں میں انسانوں کو ڈالا ، چار سال کے بچوں کو دو دو منزلوں سے کس طرح پھینکا ۔ کیا یہ اسلام کی بات ہے ؟ ایسی باتیں کرتے ہوئے اسلام والوں کو تو شرم آتی ہے ۔ یہ اسلام کی باتیں کرتے ہیں اسلام تو یہ تھا کہ ایک صحابی حضورؐ کے پاس آیا اور وہ بڑا خوش تھا حضورؐ نے فرمایا

اے بندے تم اتنے خوش کیوں ہو ؟ اس نے کہا کہ میں نے آج اپنی تمام دولت و مال خدا کے نام پر لٹا دی ہے اور انہوں نے کہا کہ میں یہ سمجھا تھا کہ شائد تم نے آج دو مسلمانوں کی صلح کرا دی ہے - یعنی اتنی دولت اور مال لٹانا بھی دو مسلمانوں کی صلح کروانے سے کم تھا - تو میں آج یہ کہتا ہوں کہ قائد عوام نے ساری دنیا کے مسلمانوں کی یہاں پر صلح کروائی تھی میں اسی شہر لاہور کی آپ کو مثال دیتا ہوں کہ یہاں پر ساری دنیا کے مسلمانوں کی صلح کروائی تھی - اس بنیہ وہی بات ہے کہ :

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اسلام تو اس کو کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اور علامہ اقبال کے خواب کو پورا کرکے دکھایا گیا - یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم انتخاب جیت جائیں گے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ انتخاب جیتنے کی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ انتخاب جیت سکتے ہیں یہ اس یکدم ہی آ کر ان کو انتخاب جتوا سکتا ہے - جناب والا ! ایک بڑی حکومت نے ان کو اپنا ایجنٹ بنایا ہے اور یہ لوگ ایجنٹی کر رہے ہیں ان کو غیرت آنی چاہیے کہ بی بی سی جس نے ہمیشہ مخالفانہ انداز اپنایا ہے اور یہودیوں کی مدد کرتا ہے اور پاکستان کی مخالفت کرتا ہے یہ لوگ بی بی سی زندہ باد کہتے ہیں - ان کو شرم آنی چاہیے کس طرح یہ بی بی سی کو زندہ باد کہہ رہے ہیں اور یہ اسی سے گائیڈ لائن لیتے تھے ان کے پاس اپنا ذہن نہیں تھا - اسی کے کہنے کے مطابق کرتے وہ ان کو ہدایات دیتے تھے - پیپر جام کرنے کے متعلق جس طرح قائد عوام نے کہا تھا کہ یہ تحریکیں باہر کی تحریکیں ہیں ان تحریکوں کا یہاں پر کوئی رواج نہیں ہے - اب قائد عوام نے اسلام کے متعلق کچھ اصلاحات کی ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا یہ کوئی اسلام ہے ؟ - ان کا اگر ماضی دیکھا جائے تو کسی کا بھی ماضی ایسا نہیں ہے جس نے پاکستان کی خدمت کی ہو یا پاکستان کی

تحریک کی حمایت کی ہو ۔ قائد اعظم کا بھی انہوں نے ساتھ نہیں دیا اور پاکستان کا بھی ساتھ نہیں دیا شاید انہوں نے ایسا کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں جنہوں نے یہاں جنم لیا ہے پاکستان کو بچانے کے لیے پوری قربانیاں دیں گے اور اگر خدانخواستہ ایسا وقت آیا تو ہم اپنی گردنیں بھی کٹوا دیں گے اور اپنے خون کا آخری قطرہ بھی یہاں قربان کر دیں گے اور ان کے خوابوں کی تعبیر نہیں ہونے دیں گے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان قائم و دائم رہے گا ۔ اسی پارٹی کے ایک بڑے مجاہد ہیں جو اسلام کے بڑے ٹھیکیدار بنتے ہیں جو لوگ آزادی کشمیر کے لیے لڑ رہے تھے یہ لوگ ان کے لیے کہہ رہے تھے کہ یہ حرام موت مر رہے ہیں ۔ وہ لوگ جو دکان لوٹتے ہوئے جلوس نکالتے ہوئے ہنگامے کرتے ہوئے مر جاتے ہیں ان کو شہید کہتے ہیں اور بی بی سی کی وہ اتنی عزت کرتے تھے کہ جب نماز کی نیت کر لی ہوتی تھی اور بی بی سی کا ٹائم ہوگیا ہوتا تو یہ لوگ نیت توڑ لیتے تھے اور کان لگا کر اس طرح سے سننا شروع کرتے تھے جیسے کوئی خدا کی آواز آ رہی ہے ۔ وہ اسی کو اپنا دین اور اس کو اپنا خدا سمجھتے تھے اور جب وہ سنتے تھے کہ فلاں آدمی مرگیا ہے یا قتل ہوگیا ہے تو وہ بڑے خوش ہوتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہماری تحریک کامیاب ہوگئی ہے ۔ یہ پتہ نہیں ہے کہ یہ غنڈہ گردی ہو رہی ہے ۔

اس کے بعد جناب والا ! میں اپنے علاقہ کے مسائل بیان کروں گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے آج تک کوئی عوامی نمائندہ ہمارے علاقے کا نہیں آیا تھا اور ہمارے علاقے کو پہلی حکومتوں نے بھی نظرانداز کیا اور اب عوامی حکومت بھی اسے نظرانداز کر رہی ہے ۔ ہماری میونسپل کمیٹی کی حالت بڑی خراب ہے میری بات سمجھ میں نہیں آتی ہیلتھ ورکس پروگرام میں بڑی بڑی میونسپل کمیٹیوں کو تو پیسے دیے جاتے تھے چھوٹی میونسپل کمیٹیوں کے لیے رقم نہیں رکھی جاتی ۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہمیں وہاں سے معقول کمیشن نہیں ملے گا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ان

میونسپل کمیٹیوں کا خاص خیال رکھا جائے کیونکہ ان کی آمدنی محدود ہے ورنہ یہ بند ہو جائیں گی ۔ باقی کچھ اضافی بستیاں بھی اس میں شامل ہوگئی ہیں جو توحید پورہ برکت پورہ اور تاج پورہ ہیں ۔ ان کی نالیاں بھی کچی ہیں گلیاں بھی کچی ہیں ان کی امداد ضرور ہونی چاہیے ۔ جناب والا ! یہ قصبہ بڑا قصبہ ہے اس میں ایک ڈسپنسری پچاس سال یا سو سال پہلے کی بنی ہوئی ہے اور اس کی دو لاکھ کی آبادی کے لیے ایک ڈسپنسری ہے اس میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہے اور دوائیوں کے لیے جو ان کو امداد ملتی ہے وہاں کی ضروریات کے مطابق میرے خیال میں ایک مہینے کے لیے بھی نہیں ہوتی ۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہاں ایک ہیلتھ سنٹر بنایا جائے لیکن اس کے ساتھ ہمیں ایک یہ مصیبت نہ ڈال دیں کہ ہیلتھ سینٹر قائم کرنے کے لیے پانچ ایکڑ زمین مہیا کی جائے اس کے لیے آپ سے یہ عرض کروں گا کہ وہاں کے جو بڑے زمیندار ہیں ان کو تو نہ ہسپتال کی ضرورت ہے اور نہ ہی ڈسپنسری کی ضرورت ہے ان کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہیلتھ سنٹر کے لیے زمینیں دیں ۔ یہ ہیلتھ سنٹر پہلے بھی منظور ہوا تھا مگر زمین کی وجہ سے رہ گیا تھا ۔ جناب والا ! اتنی بڑی آبادی کے لیے ایک لڑکیوں اور ایک لڑکوں کا کالج ہونا چاہیے ۔ اس کے علاوہ وہاں گورنمنٹ کی بس کا کوئی انتظام نہیں ہے اور آمد و رفت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ راہ والی سے ایک سیم نالہ شروع ہوتا ہے اور وہ حافظ آباد تک پہنچتا ہے 30 میل کا فاصلہ ہے ۔ میرے خیال میں اب اس کی کھدائی بھی ہو چکی ہوگی اور وہ روپیہ ضائع بھی ہو چکا ہوگا ۔ آٹھ سات سال سے اس سے کوئی کھدائی نہیں ہوئی جب بھی وہ بھر جاتا ہے تو ساری فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے ۔

مسٹر سپیکر : حاجی صاحب آپ تشریف رکھیں ۔

حاجی عبد الفضل : جناب والا ! ایک دو پوائنٹ رہ گئے ہیں ۔ ہمارے گاؤں میں 10 سال سے ایک پرائمری سکول بنا ہوا ہے ۔ وہ سیم زدہ علاقہ میں ہے ۔ وہاں پر کوئی درخت اور کوئی کمرہ نہیں ہے ۔ وہاں پر 100

لڑکے پڑھتے ہیں ، ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے ۔ مور چک میں ایک سکول ہے ۔ وہاں پر چھتیں خراب ہیں ، ہو سکتا ہے چھتیں گر جائیں جب رپورٹ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ چلے ڈسٹرکٹ انجینئر کو ڈھونڈو لیکن اس کا پتا نہیں چلتا ہے ۔ اسی طرح سے زبردست نقصان پہنچ رہا ہے ۔ مہربانی کر کے اس کا بندوبست کریں ۔ شکریہ ۔

راجہ امتیاز احمد : جناب سپیکر ! میں جناب وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بہترین بجٹ پیش کیا ہے ۔ جناب والا ! ہم لوگ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اس ملک کو اپنی دانشمندانہ پالیسیوں سے بچا لیا ہے ۔ وقت تھوڑا ہے اور باتیں کافی ہیں ۔ میری عرض ہے کہ لاہور کو خوبصورت بنانے کے لیے اتنا پیسہ دیا جا رہا ہے ۔ پچھلی دفعہ یہ تجربہ ہوا ہے کہ الیکشن کے دوران ایسے لگتا تھا کہ جیسے اتحاد والوں نے میونسپل کارپوریشن کو ٹھیکہ دے دیا ہو ۔ کہ جہاں جہاں سے جلوس نکلے وہاں پر پتھر سپلائی کریں ، تا کہ وہی پتھر پولیس کے خلاف اور پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف استعمال ہو سکیں ۔ جناب والا ! یہ الیکشن 78-1977ء کا ہے ۔ میرے خیال میں یہ رقم بجائے اس چیز کے کہ اس شہر پر خرچ کریں یہ کچی آبادی والوں کو منتقل کر دیں جو اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں ، اب میں تعلیم پر آتا ہوں ۔ جناب والا ! تعلیم اشد ضروری ہے ۔ موجودہ حکومت کی پالیسی ہے کہ تعلیم اور سڑکوں پر زیادہ سے زیادہ پیسے خرچ کر رہی ہے ۔ لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ سڑکیں اور بند ہمیشہ سیلاب کی نظر ہو جاتے ہیں ، لیکن تعلیم پر اتنے پیسے خرچ کرنے کے باوجود وہ نتائج برآمد نہیں ہو سکتے جو ہونے چاہئیں ۔

جناب والا ! تعلیم وہ ذریعہ ہے جس سے کہ ملک کے فلاسفر ، تھنکر ، مفکر ، اچھے لیڈر ، سائنس دان اور سپورٹس مین پیدا ہوتے ہیں ، لیکن جناب والا ! ہماری تعلیم پر کوئی نگرانی نہیں ہے ۔ سکول ایسے ہیں ، نہ وہاں پر ماسٹر ہیں اور نہ ہی طالب علم ، اس لیے جناب والا ! میری وزیر

تعلیم سے یہ درخواست ہے کہ وہ چوری چھپے چھاپے ماریں ، تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ کام صحیح ہو رہا ہے یا غلط ۔ جناب والا ! تعلیم کا طریقہ اسی طرح سے درست ہو سکتا ہے ۔ اگر اسی طرح سے بے دریغ پیسے خرچ ہوتے رہے اور وہ کلرکوں کے ساتھ مل کر 50 فیصدی کھاتے رہے ۔ تو ہمیں تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ہے ۔ اس لیے جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم پرانے زمانے میں بغیر کسی بجلی اور پنکھے کے اور بغیر کسی مراعات کے ، درختوں کے سائے کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے رہتے تھے اور اب بڑے عہدوں پر فائز ہو کر ہم نے قوم اور ملک کی خدمت کی ہے ۔ آج جناب والا ! ہمارے پاس وسائل اور رقم کم ہے ۔ لیکن ہم ماڈرن اور الٹرا ماڈرن قسم کی عمارات پر اتنا پیسہ خرچ کر رہے ہیں یہ درست نہیں ہے ۔ ہمارے پاس ایسی عمارات موجود ہیں جو بہت کم خرچہ سے بنتی ہیں ، جیسا کہ ہمارے علاقہ میں کچی اور پکی اینٹیں ملا کر بلڈنگ بناتے ہیں ، وہ بلڈنگز بھی ایسی ہیں جو 50 ، 60 سال بدستور کھڑی ہیں ، اور ان کی بجائے آپ کی موجودہ لینٹر والی بلڈنگ ایک دو سال میں کریک ہو جاتی ہیں ، ان میں شگاف پڑ جاتا ہے ۔ بہانہ یہ بن جاتا ہے کہ سیلاب آ گیا تھا ، بارش آ گئی تھی ۔

جناب والا ! ہم کیوں نہ وسائل کم ہونے کی وجہ سے اسی پرانے طریقہ سے عمارات بنائیں ۔ کیونکہ اگر کنکریٹ سے ایک سکول پکا بنتا ہے ۔ تو اتنی ہی رقم سے 4،5 سکول بن سکتے ہیں ، اس لیے جناب والا ! یہ طریقہ کار بدلنا چاہیے ۔ اس کے علاوہ ٹھیکیداری نظام پر بہت باتیں ہوئی ہیں ، میں آپ کو بتاؤں کہ وہ گرانٹ سے تقریباً 50 ، 60 فیصدی ہضم کر جاتے ہیں ، ان کو ہٹا کر ان کی بجائے ایس ای اور انجینئر جو دفتروں میں بیٹھے ہیں اور ان پر خرچ بھی بہت ہوتا ہے ان کو اس محکمہ میں بھرتی کریں اور ان کی نگرانی وزیر صاحبان کریں ، اس طریقہ سے بہتر کام ہو سکتا ہے ۔ ٹھیکیدار کمشن لے کر اپنا منافع لیتا ہے اور اس میں سے 60 فیصدی ہضم کر جاتا ہے ۔ آپ صرف 40 فیصدی پر ملازم رکھیں اور اس طرح سے کام بھی اچھا

ہوگا اور بہت کافی ہوگی ۔ یہ تو اس باورچی کی مثال ہوگی ۔ کہ جیسے آپ باورچی رکھیں اور اسے یہ کہیں کہ جناب آپ کا جی چاہے جو کھانا ہمیں خود پکا کر دیں اور جی میں آئے تو ہمیں کھانا بازار سے خرید کرکے دے دیں ، بالکل اسی طرح سے ہم نے ان کو کام پر رکھا ہوا ہے بجائے اس کے کہ وہ موقعہ پر جا کر کام دیکھیں وہ دفتروں میں بیٹھے رہتے ہیں ۔ ایک چیف انجینئر ہے ۔ اس کے نیچے ایس ای ہے ایکس ۔ ای ۔ این ہیں ، ایس ۔ ڈی ۔ او اوور سیئر اور ورک چارج مین کتنے آدمی ہیں اتنا وسیع و عریض محکمہ ہے لیکن موقعہ پر کوئی نگرانی نہیں کرتا ہے ۔ وہ تمام سامان اٹھا کر ٹھیکیدار کو دے دیتے ہیں ، اور کہہ دیتے ہیں کہ آپ یہ کام ختم کریں ، آخری دن کمشن لے کر چیک کرکے بل دے دیں گے اور پھر ان کا حساب ٹھیک ہو جائے گا ۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ ٹھیکیداری نظام کو ختم کیا جائے ۔

ہمارے علاقہ کے مسائل میں سیم کا مسئلہ بھی ہے ۔ پہلے بھی اس کا بند و بست کیا گیا تھا ۔ جناب والا ! سیم کا ایک محکمہ ہے ۔ کروڑوں روپے خرچ کرکے سیم نالے بنائے گئے ۔ جس کا یہ فائدہ ہوا ۔ کہ جس علاقہ میں سیم نہ تھی وہاں بھی سیم نالوں کی وجہ سے سیم آ گیا ہے ۔ سیم نالے صاف نہیں ہوتے ہیں ، پچھلے سال میں نے بہاولنگر کے متعلق کہا تھا کہ یہ 60 ، 70 ہزار کی آبادی کا ایک شہر ہے ۔ اس پر اتنا زبردست خطرہ لاحق ہوا ہے کہ جس کا اندازہ نہیں ہے ۔ وہ سیم نالہ کا تمام پانی ، تمام سیم اور باوش کا پانی مل کر شہر کی طرف چلا گیا ۔ کیوں کہ شہر کی طرف اس کا بہاؤ ہے بڑی مشکل سے شہر کو بچایا گیا ۔ شہر تو بچ گیا ۔ لیکن آس پاس کے 20 ، 25 گاؤں تباہ و برباد ہوگئے ہیں ، وہاں کئی سال تک آبادی نہیں ہو سکتی ہے ۔ اس لیے کلر والا اور کڑوا پانی زمین میں داخل ہوا اس میں زیادہ نمکیات پیدا ہوئیں اور نقصان ہوا ۔ اس لیے عرض یہ ہے کہ وہ سکیمیں جو سیم کے لیے استعمال ہو رہی ہیں مہربانی کر کے ان کی صفائی کا

بندوبست کریں اس کام کو جلد از جلد کریں کیوں کہ بارشوں اور سیلاب کا موسم ہے کہیں پھر مصیبت ہمارے سر پر نہ آ پڑے ۔

اس کے بعد جناب والا ! ہمارا مسئلہ پل بھوکان کا ہے بے شک جناب والا ! ہم پنجاب میں ہیں لیکن ہم اپنے آپ کو ریاستی سمجھتے ہیں ۔ پنجاب اور ریاست کو ملانے کے لیے یہ پل بہت ضروری ہے جب تک یہ پل نہیں بنے گا تب تک ہم اپنے آپ کو ریاستی ہی سمجھتے رہیں گے تو اس لیے درخواست ہے کہ اس پل کو تعمیر کیا جائے تا کہ ہم پنجاب میں صحیح طریقے سے شامل ہو سکیں ۔

جناب والا ! قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ریل لنک دیں گے اس پر ابھی تک کوئی عمل نہیں ہوا ۔ میں درخواست کروں گا کہ مرکزی حکومت سے درخواست کی جائے کہ وہ ہمیں جلد از جلد ریل کی سہولت مہیا کریں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! ہماری اسی ہزار کی آبادی میں صرف ایک گرلز ہائی سکول ہے جس میں چار ۔ چار ۔ سیکشن ہیں ، تین سیکشن باہر بیٹھتے ہیں ، ایک سیکشن کمرہ میں بیٹھتا ہے وہاں پر ایک مڈل سکول ہے جس میں عمارت بھی موجود ہے ۔ آپ کی وساطت سے میں وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ اس کو اپ ۔ گریڈ کر دیا جائے کیونکہ تھوڑا سا سٹاف دینے سے وہ ہائی سکول بن جائے گا اور لوگوں کو بڑی سہولت ہوگی ۔

اس کے بعد سڑکوں کا مسئلہ ہے ہمارے بہاولنگر سے نادر شاہ تک سڑک بہت ضروری ہے یہاں کوئی سڑک نہیں بنی ہے ۔ مخدوم کوٹ اور غوث فیروزہ والی کی بھی سڑک بنائی جائے ، ٹوبہ بلوچاں اور بہاولنگر تا جلال پور تک بھی بنائی جائے ۔ یہ جناب والا ! وہی سڑک ہے جو نواب صاحب کے زمانے میں چل رہی تھی اگر اس سڑک کو بنا دیا جائے تو میرے خیال میں ان سڑکوں کی ضرورت نہیں رہتی اور جناب والا ! قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا ڈائریکٹیو بھی ہے لیکن اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا ۔

مسٹر سپیکر : میاں عبدالرؤف بہاولنگر ۔

میاں عبدالرؤف (بہاولنگر) : جناب سپیکر ! آج بجٹ کا چوتھا دن ہے ۔ اور غالباً یہ آخری دن ہوگا تو میں عرض کروں گا 1977.78 کا میزانیہ جو ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا ہے اپنی نوعیت کا خاص ہے ۔ اور اس میں نا مساعد حالات کے باوجود انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ اس کو متوازن بجٹ بنایا جائے اور وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں ۔ اس بات پر میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں اور ساتھ ہی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس میں ایک ٹیکس پیشہ وارانہ لوگوں پر لگایا ہے اگر اس ٹیکس کو exclude کر دیں یا یہ معاف کر دیں تو بہت بہتر ہوگا ۔ کیونکہ یہ ٹیکس ان غریب عوام پر پڑتا ہے ۔ جو ہر روز پیسے پیسے اور ٹکے ٹکے کی محنت کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں اور ایسی ٹیکسیشن سے ان لوگوں کی دل جوئی نہیں ہوتی بلکہ دل آزاری ہوتی ہے ۔ اور محرومی کا شکار تو پہلے ہی ہو جاتے ہیں کیونکہ جب سے پاکستان پیپلز پارٹی میں انہوں نے قدم رکھا ہے اور اس کا ساتھ دیا ہے وہ بڑے جاگیرداروں ، سرمایہداروں اور چوہدریوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں اور پھر اوپر سے جب سے حکومت کا انہوں نے ساتھ دیا ۔

مسٹر سپیکر : میاں صاحب ! پروفیشنل ٹیکس یہ وہ نہیں ہے جو غالباً ڈسٹرکٹ کونسلیں ۔ ڈسٹرکٹ بورڈز وغیرہ لگاتے تھے ۔

میاں عبدالرؤف : یہ تو جناب والا ! اچھا ہوا کہ اس بات کی olarification ہوگئی ۔

بہرحال جب بھی بجٹ بنتا ہے اس پر پوری قوم کی نگاہیں ہوتی ہیں ۔ اور جو بھی حالات ہوں وہ اثر انداز ہوتے ہیں اگر اچھے حالات ہوں ۔ تو ان حالات میں بجٹ کا بھی اچھا اثر ہوتا ہے ۔ اگر برے حالات ہوں ۔ تو ان حالات کا اثر پڑنے سے بجٹ پر کافی اثر پڑتا ہے ۔ آپ دیکھ لیں کہ جب سے یہ پارٹی برسراقتدار آئی ہے ۔ حالات کچھ دگرگوں رہے ہیں ۔ جناب بھٹو کو جب حکومت منتقل کی گئی تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حکومت نہیں

منتقل کی گئی بلکہ مسائل اور پریشانیاں منتقل کی گئیں ۔ آپ جانتے ہیں کہ اس ملک کا ایک بڑا حصہ کٹ جانے سے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ فوجی جو ہندوستان کی قید میں تھے اس کی وجہ سے جو ملک میں افراتفری تھی ۔ اس نے ملک میں لا محدود مسائل پیدا کر دیے تھے جیسا کہ لامحدود مسائل تھے اس کے ساتھ محدود وسائل میں بجٹ تیار کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے ۔ اور اپوزیشن کی بنچوں سے ہمیشہ یہ واویلا ہوتا رہا ہے کہ بجٹ ترقی پسندانہ نہیں ہے ۔ بجٹ میں بہت سی چیزیں رکھی جانی چاہییں تھیں ۔ لیکن جب ٹیکس کی بات آتی ہے کہ ٹیکس کس سے وصول کیا جانا چاہیے ؟ جو دے سکتے ہوں جو ادا کر سکتے ہوں ۔ جو ملک و قوم کی خدمت میں حصہ لے سکتے ہوں جب جناب والا ! ان پر ٹیکس کی بات کی جاتی ہے تو پھر یہ واویلا اور شور ہونے لگ جاتا ہے کہ ان لوگوں کو پیسا جارہا ہے ، ان لوگوں پر زیادتیاں کی جا رہی ہیں ، ان لوگوں کی آمدنیاں محدود ہو گئی ہیں ان لوگوں کے پاس زمینیں نہیں رہیں گی ان لوگوں کے پاس بڑے بڑے کارخانے نہیں رہیں گے ۔ جناب والا ! میں یہ بات کرتا ہوں کہ اگر کارخانے نہیں رہیں گے ۔ تو وہ کس کے کام آئیں گے ؟ وہ بھی عوام کے کام آئیں گے ، ان سے اگر خزانے میں پیسہ آتا ہے ۔ تو وہ بھی عوام پر خرچ ہوتا ہے تو اس کے ملک و قوم پر خرچ ہونے سے آپ کو کیوں پریشانی ہو جاتی ہے ؟ جناب والا ! یہ ایک وطیرہ بن چکا ہے کہ اپوزیشن ہمیشہ واویلا کرتی ہے اور ہمیشہ تنقیدی نظر سے دیکھتی ہے اگر تعمیری نظر سے دیکھے تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ وہ خود نہ بتائے کہ ٹیکس کی فلاں جگہ پر بیشی کی جائے کبھی انہوں نے بیشی کے لیے نہیں کہا ہمیشہ وہ یہی کہتے چلے آتے ہیں کہ کمی کر دی جائے کمی کر دی جائے ۔ لیکن جناب والا ! اتنی کمی کرنے کے بعد آپ حقیقت پسندانہ بجٹ کہاں سے لائیں گے ؟ جو بھی وزیر خزانہ ہوگا چاہے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب ہی کیوں نہ ہوں وہ اپنے گھر سے تو نہیں لائیں گے جو بھی حکومت آتی ہے اس کا وزیر خزانہ عوام کے پیسے کو عوام پر ہی خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سے تمام طبقوں کو مساوی طریقے پر حقوق ملنے

چاہیں ۔ لیکن اس صورت کو پیدا کرنے کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور پیسہ عوام کے ان طبقوں سے آتا ہے جو طبقات اسے دے سکتے ہوں ۔ جو طبقات اس میں حصہ لے سکتے ہوں اور یہ وہی طبقات ہوتے ہیں جو قوم اور ملک کی خدمت میں آگے ہونے چاہیں لیکن ہمارے ملک میں وہ پیچھے کی طرف جاتے ہیں ۔ تو جناب والا ! میں ان حالات کے بارے میں عرض کروں گا کہ پچھلے تین ماہ سے کیا حالات تھے ۔ الیکشن ہوا الیکشن کا بوجھ ملک و قوم پر پڑا ۔ لیکن اس کے باوجود اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے آگ اور خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی یہ کن کے خلاف تھی ؟ یہ عوام کے خلاف تھی ۔ اور وہ کون تھے ؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ووٹ کو ان کے خلاف استعمال کیا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اگر انہوں نے ان کی منشا کے خلاف ووٹ استعمال کیا تھا تو یہ کونسی قیامت آ گئی ؟ اگر ایک جگہ پر دھاندلی ہوئی دو جگہ پر دھاندلی ہوئی یا ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ جگہوں پر دھاندلی ہوئی ہو تو جناب والا ! اس کے لیے آئین میں پروویژن موجود ہے کہ اس دھاندلی کا ازالہ ہو سکے اس کا دوبارہ الیکشن ہو سکے اس کو سزا کے طور پر نااہل کر دیا جائے ۔ لیکن جناب والا ! بعض لوگوں نے tempo کو اتنا اونچا کر دیا کہ بھائی بھائی کے خلاف ہو گیا اور مزارع مالک کے خلاف ہو گیا اور دست و گریبان ہونے لگا اور اس شہر لاہور میں آپ نے دیکھا کہ ہر روز شام کو دھوئیں کے بادل اٹھتے تھے کبھی کوئی بنک جل رہا ہوتا تھا کبھی کوئی سینما جل رہا ہوتا تھا ۔ جناب والا ! یہ کس کی املاک تھی ۔ کیا یہ غیر ملکی لوگوں کی املاک تھی اور کیا ملک کے دشمنوں کی املاک تھی ؟ نہیں یہ اس ملک کے لوگوں کی املاک تھی اور یہ اس ملک کے کام آ رہی تھی ۔ لیکن جناب والا ! اپوزیشن کے کسی بھی ممبر نے کاش اس وقت کوئی بیان دیا ہوتا کہ یہ غلط ہو رہا ہے ۔ جو کہتے ہیں کہ ہم اسلام کے بڑے دعویدار ہیں ۔ ہم جمہوریت کے بڑے دعویدار ہیں ۔

جناب والا ! میں عرض کروں کہ نہ دنیا کی کسی جمہوریت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ قومی املاک کو جلاؤ اور نہ ہی اسلام میں لکھا

ہوا ہے کہ اپنے بھائیوں کے گلے پر چھری چلاؤ ، اپنے بھائی کو قتل کرو قوم کی املاک کو ضائع کرو ۔ یہ چیز اسلام میں کسی جگہ پر درج نہیں ہے اور دنیا کا کوئی بھی ضابطہ اخلاق آپ بتائیں جس میں یہ درج ہو کہ بے گناہ لوگوں کو مارا جائے اور بنکوں کو آگ لگائی جائے اور مکینوں کا پانی بند کیا جائے ان پر تشدد کیا جائے ۔ لیکن جناب والا ! یہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے ۔ اپوزیشن کے کسی لیڈر کو آج تک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس نے کہا ہو کہ یہ برا ہوتا رہا ہے حالانکہ یہ ان کے اشارے پر ہوتا رہا ہے ۔ اگرچہ میرے دوستوں نے بیان کیا ہے کہ ان کو باہر سے یہ ہدایات آتی رہیں یہ ٹھیک ہے کہ ان کو باہر سے ہدایات آتی تھیں ۔ پیسہ بھی آتا تھا اور باہر سے ان کو اسلحہ بھی مل رہا تھا ۔ لیکن جناب والا ! یہ کس کے خلاف استعمال ہو رہا تھا ؟ جناب والا ! یہ تو اپنے ہی ملک کے ان غریب اور نہتے لوگوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا تھا تاکہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں کہ ہمارے حق میں ووٹ دیں ۔ اور حکومت کو بتائیں کہ یہ لوگ ہمارے خلاف ہیں اور ہم ان کو ووٹ نہیں دیتے ۔ لیکن جناب والا ! میں آج بھی یہ اعلان کرتا ہوں ۔ اور کل کی بات ہے کہ ایک اخبار میں خبر آئی تھی کہ غریب عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہیں اور ان کا ساتھ دیں گے اور ان کے ساتھ رہیں گے اور آئندہ الیکشن میں یہ بتا دیں گے ۔ کہ وہ آج بھی ساتھ ہیں اور کل بھی ہونگے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے اپنے فاضل اراکین اسمبلی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس جمہوری ملک کو جمہوری ہی رکھنا ہے ۔ اور یہ الیکشن ہونگے اور الیکشن ہوتے رہیں گے لیکن ہر الیکشن کے بعد اگر آپ نے یہی کرنا ہے اگر آپ ہار جائیں تو آپ کہیں کہ ہم اس کو نہیں مانتے تو پھر کونسا قانون لائیں گے جبکہ اس آئین میں پروویژن موجود ہو کہ جو الیکشن دھاندلی کے ساتھ ہوا ہو اور جس علاقے میں دھاندلی ہوئی ہو تو وہاں پر دوبارہ الیکشن کرا لیں ۔

جناب والا ! میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں جس حلقہ نیابت سے منتخب ہوا ہوں وہاں ملک قاسم میرے مقابلہ میں کھڑے تھے اور وہ اپوزیشن کے نامور لیڈر ہیں انہوں نے وہاں پر بیٹھ کر دو سو آدمیوں کی موجودگی میں یہ مانا ہے کہ عوام نے ہمیں ووٹ نہیں دیئے ۔ عوام نے ہمارے جلسوں میں شرکت کی عوام نے ہماری تقریریں سنیں ۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے ہمیں ووٹ نہیں دیئے ووٹ تو پیپلز پارٹی کو دیئے ہیں ۔ تو جناب والا ! دو سو آدمیوں کی موجودگی اس وقت اس کے اپنے پیروکار بھی موجود تھے اور ہمارے لوگ بھی موجود تھے انہوں نے یہ بات تسلیم کی تھی لیکن جب وہاں سے لاہور آئے تو انہوں نے فرمایا کہ سخت دھاندلیاں ہوئی ہیں ۔ اور ٹیکنیکل قسم کی دھاندلیاں ہوئی ہیں ۔ ارے بھائی کسی جگہ کا تو نام لو کسی سٹیشن کا تو نام لو جہاں پر دھاندلی ہوئی ہے اور اس کا دوسرے الیکشنوں سے مقابلہ کرو لیکن ایسا نہیں ہوا ۔ پھر جناب والا ! ایک اور بات میرے دوستوں نے کہی ہے کہ یہ تین چیزیں تھیں جو باہر سے آئی تھیں یہ ایک پروگرام تھا جو باہر سے آیا تھا یہ پروگرام پاکستان کو بنانے کے لیے نہیں ۔ پاکستان کو مضبوط کرنے کے لیے نہیں بلکہ پاکستان کو تباہ برباد کرنے کے لیے تھا اور اس تباہی و بربادی کے اگر کوئی ذمہ دار ہوں گے تو وہ لوگ ہوں گے جو اس تحریک کی پشت پناہی کر رہے ہیں جو اس تحریک کو چلا رہے ہیں ۔ خیر یہ تو ان حالات کی بات تھی ۔ ایسے حالات میں ملک میں ترقی پسندانہ بجٹ کی توقع نہیں رکھنی چاہیے لیکن اس کو ایک متوازن کر دینا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس کا سہرا ہمارے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق کے سر ہے ۔

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن کے لیڈر کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہوں نے ایک بات کہی ہے ۔ کہ 1971-72 میں جو بجٹ پیش ہوا تھا ۔ اس میں ایجوکیشن پر غالباً 6 کروڑ 7 لاکھ خرچ ہوا تھا ۔ لیکن اب بڑھ گیا ہے ۔ ٹھیک ہے اس وقت کا بجٹ بھی کیا تھا ۔ میں آپ کو چند مدات پیش کرتا ہوں اس سے آپ اندازہ لگائیں ۔ اگر

ایڈمنسٹریشن پر اس وقت زیادہ خرچ ہوا ہے تو اس وقت ایڈمنسٹریشن میں اضافہ بھی تو ہوا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری مدات میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ سب سے پہلے میں ایجوکیشن کو لیتا ہوں۔ 1971-72ء میں 6 کروڑ 97 لاکھ تھا اب 135 کروڑ ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں۔ اس کی ڈویلپمنٹ 15 کروڑ 76 لاکھ کی ہے اگر اتنا بڑا چیٹ ایجوکیشن کا بنایا ہوگا تو اس میں اضافہ بھی ہوا ہوگا۔ اس کا سٹاف بھی بھرتی کیا ہوگا۔ سکول بھی کھولے ہوں گے۔ اس پر خرچ کیوں نہیں ہونا تھا۔ خرچ ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح سے ایریگیشن کی مد ہے۔ اس میں 3 کروڑ 59 لاکھ 1971-72ء میں تھے اور اس وقت 36 کروڑ 11 لاکھ 90 ہزار ہے۔ آپ موازنہ کرتے چلے جائیں۔ پھر اس میں یہ بات کہی گئی ہے۔ کہ جو غریب عوام دیہات میں بستے ہیں اس پر بالکل توجہ نہیں دی گئی اس پر حکومت کو چاہیے کہ زیادہ توجہ دے۔ یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ توجہ دینی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ آپ دیکھیں کہ جب لوگ اپنے آپ کو اس وقت اپوزیشن کا لیڈر کہلاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ جمہوریت کا دھوکہ بھی کرتے ہیں اور ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم عوام کے ٹھیکے دار ہیں اس وقت کیوں نہیں توجہ دی گئی؟ اس وقت ان کو کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ اس میں کتنا فرق پڑ گیا ہے۔ اگر آپ تناسب نکالیں تو اس سے 30 فیصد کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ایگریکلچرل۔ ایجوکیشن اور ایریگیشن کے ڈیپارٹمنٹ کا تعلق دیہات سے ہے۔ دیہات میں زیادہ سکول تو کھولے گئے ہیں۔ دیہات میں یہ سب کچھ ہوا ہے۔ ایریگیشن میں 3 کروڑ 50 لاکھ تھا اور اس وقت 36 کروڑ 11 لاکھ ہے یہ بھی بہت فرق ہوگا۔ یہ سارے کا سارا دیہات میں جاتا ہے کیونکہ جو ایریگیشن سسٹم کا تعلق دیہات سے ہے اس کی امداد دیہات کی طرف جاتی ہے۔ ٹرانسپورٹ کی بڑی کمی تھی تو اس وقت رسل و رسائل کے لیے صرف 6 کروڑ 97 لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا اس وقت 45 کروڑ 66 لاکھ رکھا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے ہاؤسنگ سکیم کے لیے 3 کروڑ 20 لاکھ روپیہ تھا اس سال وہ بھی 10 کروڑ 11 لاکھ ہو گیا ہے۔

یہ وہ مدات ہیں جو میں نے نوٹ کی ہیں ۔ آپ اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنے گنا یہ بجٹ بڑھ گیا ہے ۔ اس وقت ڈویلپمنٹ پر کل بجٹ 33 کروڑ 73 لاکھ کا تھا اب 225 کروڑ ہے اگر ڈویلپمنٹ میں اسی طرح سے بتدریج خرچ ہوتا چلا گیا تو لازمی امر ہے ایڈمنسٹریشن میں بھی اضافہ ہوگا اور اس کے اخراجات بھی بڑھیں گے ۔ جب اس کے اخراجات بڑھیں گے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بجٹ میں روپیہ رکھنا پڑے گا اور بجٹ کی مدات ضرور بڑھیں گی ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ان کا دعویٰ ہے کہ ایڈمنسٹریشن پر زیادہ خرچ آ رہا ہے ایڈمنسٹریشن کس کے لیے ہے ۔ ایڈمنسٹریشن عوام کے لیے ہے ۔ وہ ان کی خدمت کرتی ہے ۔ ان کی خدمت کے لیے ان کو صلہ دینا کوئی غیر مناسب بات نہیں ہے ۔ پھر تنخواہوں میں اضافہ ہوا ہے اس کی وجہ سے ایڈمنسٹریشن کا خرچ بھی بڑھا ہے ۔ جناب والا ! اس کے ساتھ ہی میں اپنی اس بحث کو ختم کرتا ہوں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : پیشتر اس کے کہ مسٹر نوازش علی تقریر شروع کریں میں ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں ۔ ایوان کی کارروائی ایک بجے تک جاری رہے گی اس کے بعد میں ہاؤس کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کر دوں کہ دوسری نشست ساڑھے چار بجے شروع ہوگی ۔ سب صاحبان سے التماس ہے ۔ کہ ساڑھے چار بجے تشریف لے آئیں تاکہ کارروائی بر وقت شروع ہو سکے ۔ ابھی بجٹ سے ممبران نے تقاریر فرمائی ہیں ایسا نہ ہو ہمارا وقت ضائع ہو ۔ اس کے بعد پروگرام یہ ہے ہم کوشش کریں گے ساڑھے سات بجے نماز کے وقفہ کے بعد فاضل وزیر خزانہ جوابی تقریر فرمائیں ۔

سردار نوازش علی پاشا (ملتان ۔ ۱) : جناب سپیکر ! فاضل وزیر خزانہ کو بجٹ تجاشا مبارک باد دی گئی ہیں میں بھی رسماً اور ویسے بھی اس لحاظ سے لازمی طور پر مبارکباد پیش کرنی چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو بجٹ پیش کیا ہے ۔ وہ کوئی نئے ٹیکس کے بوجھ تلے نہیں دبا ہوا ۔ اس میں تخفیف اور بچت کی بھی کوشش کی گئی ہے ۔ جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے کہ رقم کہاں سے خرچ کی جائے گی اور کس کو کتنی کتنی ملنی ہے ویسے میں یقین سے کہہ سکتا

ہوں کہ وہ مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ لاہور شہر ۔ لائل پور اور ملتان شہر کے بارے میں پہلے بھی کافی شکوے ہو چکے ہیں ۔ پنجاب والے بالعموم لاہور کو پسند کرتے ہیں اور میرے جیسے آدمی نے بالخصوص طالب علمی کا زمانہ لاہور میں گزارا ہو ۔ سکول ۔ کالج اور یونیورسٹی زندگی کا بہترین حصہ ہوتا ہے وہ لاہور میں گزارا ہو ۔ لاہور ہمیں بھی بڑا پسند ہے ۔ مگر جو لوگ دیہات میں رہتے ہیں ان کے بھی کچھ حقوق ہیں ۔ یہ میں ضرور عرض کروں گا کہ یہ شہر شیطان کی آنت طرح کی بڑھتے چلے جا رہے ہیں ۔ اور وہ مسئلہ بنتے جا رہے ہیں بلکہ ہماری حکومت خود بخود ان کو مسئلہ بنا رہی ہیں ۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو بخوبی طے نہیں ہو سکے گا ۔ جب تک دیہات میں لوگوں کی ضروریات کے مطابق ان کی بنیادی ضروریات پوری نہیں کریں گے یہ کچی آبادیاں کبھی ختم نہیں ہوں گی ۔ آج اس سال کے بجٹ میں 21 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ اگلے سال کے بجٹ میں 42 کروڑ رکھنے پڑیں گے ۔ میں کہتا ہوں 10 سال کے بعد آپ کا سارے کا سارا بجٹ ان کچی آبادیوں پر صرف ہو جائے گا ۔ اس لیے جس وجہ سے کچی آبادیاں بنتی ہیں اس کو کیوں نہ ختم کیا جائے ۔ دیہات میں کیوں نہ سکول بنائے جائیں ۔ دیہات میں کیوں نہ سہولتیں دی جائیں ۔ دیہات میں کیوں نہ سڑکیں بنائی جائیں ۔ وہاں کیوں نہ ہسپتال بنائے جائیں ۔

جناب والا ! انڈسٹری قائم ہوتی ہے اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں ہے ۔ صنعت کار سرکار سے بطور قرض یا اندرون ملک سرمایہ زرمبادلہ کی صورت قرض لیتا ہے ۔ کیا حکومت اس پر شرط نہیں لگا سکتی کہ یہ کارخانہ گجرات میں لگاؤ ۔ یہ کارخانہ شور کوٹ میں لگاؤ ۔ یہ کارخانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں لگاؤ ۔ یہ کارخانہ کیمبل پور کی کسی تحصیل میں لگاؤ خواہ مخواہ اس کارخانے کو لاہور ہی میں لگانا ہے ۔ جناب والا ! یہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ہے ۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج ہے ۔ ایک اور میڈیکل کالج بنا ہے یعنی لاہور میڈیکل کالج بن گیا ہے ۔ یہ جہلم میں بھی بن سکتا تھا ۔ کیا یہ جھنگ میں نہیں بن سکتا تھا ؟ یہاں پوسٹ گریجوایٹ

میڈیکل انسٹیٹیوٹ بن گیا ہے۔ یہ میڈیکل کالج یا اس قسم کی چیزیں پروفیسر صاحبان کی مرضی کے مطابق لاہور میں بنی ہیں۔ ہمارے پاس نشتر میڈیکل کالج ملتان ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے پروفیسر تنخواہ وہاں سے لیتے ہیں اور کام لاہور میں کرتے ہیں۔ اور کلرک صاحبان کہتے ہیں کہ یہ ملتان کی [illegible] اس لئے ملتان میں دوسرا آدمی بھی تعینات نہیں ہو سکتا اور تنخواہ بھی ملتان سے جائے گی۔ میرے خیال میں نشتر میڈیکل کالج کو بھی لاہور میں لے آئیں تاکہ ان پروفیسر صاحبان کو اور لاہور والوں کو بھی تکلیف نہ ہو۔ ہمارا خدا ہے۔ جئیں گے یا مریں گے۔ جیسا بھی وقت ہوگا کاٹیں گے۔ جن کے پاس ہسپتال اور ڈاکٹر نہیں ہیں وہ بھی زندہ ہیں جن کے پاس ہیں وہ بھی دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ کوئی ایسی لمبی بات نہیں ہے۔ کوئی ایسی فرض کی بات نہیں ہے۔ مگر یہ ہے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے۔ جیسے وہ چولستان کا کنواں۔ اس میں آپ جتنی چینی ڈالیں گے وہ میٹھا نہیں ہوگا۔ اس کا پانی جتنا گہرا ہے۔ اتنا ہی کڑوا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ اتنا ہی گہرا اور اتنا ہی کڑوا ہے اور اس کی حقیقت بھی اتنی ہی کڑوی ہے۔ تو خدا کے لیے اصل مسئلہ کو اس طریقے سے حل کیا جائے کہ دیہاتوں میں انڈسٹری لگے۔ وہاں سکول نہیں ہیں وہاں ہسپتال نہیں ہیں لہذا یہ سب سہولیات دیہاتوں میں مہیا کی جائیں تاکہ لوگ شہروں میں آنا چھوڑ دیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ غریب عوام دیہاتوں میں بھی کچے مکانوں میں رہتے ہیں مگر کم از کم صاف ستھرا ماحول تو ہونا چاہیے۔ وہاں اتنی گنجائش تو ہوتی ہے کہ کسی آدمی کی بیوی یا اس کی بچی کہیں سے گھاس کاٹ کر لے آتی ہے اور وہ ایک گائے یا بھینس پال کے رکھ سکتا ہے۔ وہ اس کو چھوڑ کر یہاں آ کر گندگی میں رہتا ہے۔ یہاں کی کچی آبادیاں جتنی بھی ہیں سب نشیب میں ہیں۔ اور مکمل طور پر گندگی میں ہیں۔ گندے پانی کے جوہڑ وہاں بنے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ انسان کے رہنے کے لیے وہ بالکل کوئی مناسب جگہ نہیں ہے مگر اس کے باوجود وہ دیہاتوں کو چھوڑ کر یہاں آ کر رہتے ہیں۔ وہ کسی مجبوری

کے تحت رہتے ہیں ۔ تو ان کی اس مجبوری کو کیوں دور نہیں کیا جاتا ؟ کب تک کچی آبادیوں کو ملکیت بنا کر دیا جائے گا ؟

حضور والا ! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گا کہ اس مسئلے کو ایک فعال طریقے سے tackle کیا جائے ۔ مثلاً حزب اختلاف کے ایک رکن نے فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت پچھلے پانچ سالوں میں غریبوں کے لیے کچھ نہیں کر سکی ۔ میں مانتا ہوں کہ پانچ سال میں مسائل حل نہیں ہوئے ۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اگلے پانچ سالوں میں شاید مسائل حل نہیں ہوں گے ، کیونکہ مسائل بے تحاشا ہیں ۔ جن حالات میں پاکستان پیپلز پارٹی کو حکومت ملی تھی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا کمال ہے کہ انہوں نے اس ملک کو سنبھال لیا اور انہوں نے ملک کو اس قابل بنایا کہ بین الاقوامی سطح پر بھی قدر ہوئی ۔ اور اندرونی طور پر بھی ملک چل پڑا ۔ ورنہ اس وقت پر کسی کو اندیشہ تھا کہ یہ دو چار چھ مہینوں کی بات ہے ۔ شاید باقی ملک بھی ٹوٹ پھوٹ جائے گا ۔ مگر ایک چیز جس کا انہوں نے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ ہے کہ قائد عوام وہ پہلے سیاسی لیڈر ہیں جنہوں نے اس چیز کا احساس کیا ہے کہ اس ملک میں غریب ہیں جن کی بے تحاشا اکثریت ہے اور جن کے بے تحاشا مسائل ہیں ۔ ان کو حل کیا جائے ۔ اس احساس کی وجہ سے پیپلز پارٹی کا منی فیسٹو پیپلز پارٹی کی حکومت اپنے منشور کے مطابق ایک صحیح سمت چل پڑی ہے ۔ اب ایک صحیح رخ تو اختیار کر لیا گیا ہے ۔ اور 1947ء کی مسلم لیگ کے وعدوں کی طرح جھوٹا وعدہ تو نہیں کیا گیا ہے ۔ ٹھیک ہے مسائل حل نہیں ہوئے ۔ پانچ سال میں ہوں گے ۔ دس سال میں ہوں گے ۔ دنیا میں کون سے ایسے ملک ہیں جہاں مسائل نہیں ہیں ۔ امیر سے امیر ملک بھی آپ دیکھ لیں ۔ امریکہ جیسا ملک آپ دیکھ لیں وہاں بھی غریبوں کے مسائل ہیں ۔ ہم یہ قطعاً دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے پانچ سالوں میں سارے مسائل حل کر لیے ہیں ۔ مگر میں یہ دعویٰ ضرور کر سکتا ہوں کہ کم از کم ہم ایک صحیح سمت میں تو چل پڑے ہیں ۔ اللہ کی مدد اور اپنی

محنت سے ہم انشاء اللہ مسائل پر قابو پالیں گے اور ہمارے یہ مسائل حل ہو جائیں گے ۔ مگر یہ کہ صحیح سمت پر چلنا لازم ہے ۔ جس ضمن میں میں نے بات کی ہے کہ کچی آبادیوں کو اس صورت میں بنانا یا ان پر رقم لگانا یہ مسئلے کا حل نہیں ہے ۔ مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ ایسے حالات ہی پیدا نہ ہونے دیں کہ ان شہروں میں کچی آبادیاں بنیں ۔ جناب والا ! اخبارات میں باقاعدہ اشتہارات آتے ہیں ۔ لوگ وہاں بغیر امپروومنٹ ٹرسٹ یا کسی لوکل باڈیز کی اجازت کے اپنی زمین کے پانچ یا دس مرلے کے پلاٹ بنا کر بیچتے ہیں ۔ لوگ خریدتے ہیں اور اپنے مکانات بناتے ہیں ۔ اور جب الیکشن کا وقت آتا ہے ۔ تو جو بھی کوئی امیدوار ہوتا ہے اس کے لیے وہ مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ ووٹر کہتے ہیں کہ ہمیں یہاں کوئی سڑک بنوا کر دو ۔ ہمیں یہاں پانی لا کر دو ۔ یہاں پر نکاس آب کا بندوبست کر کے دو ۔ یہاں یہ کر کے دو یہاں وہ کر کے دو تو اس وقت جب کوئی ایسی کالونی بن رہی ہوتی ہے اس وقت یہ امپروومنٹ ٹرسٹ والے یا کارپوریشن والے یا میونسپل کمیٹی والے کیوں سوئے ہوئے ہوتے ہیں ؟ اس وقت ان کو کیوں نہیں کہہ سکتے کہ یہاں دس فٹ یا پندرہ فٹ کی سڑک چھوڑ دو اور ڈویلپمنٹ چارجز دو کیونکہ وہ بیچ کے رقم کما رہا ہوتا ہے ۔ مثلاً کنٹونمنٹ میں ایک طریقہ ہے کہ جب ایک نئی کالونی بنتی ہے تو اس کے ڈویلپمنٹ چارجز ان لوگوں سے وصول کئے جاتے ہیں جن لوگوں کو پلاٹ الاٹ ہوتے ہیں یا جو خریدتے ہیں یا جو لوگ پیسے کماتے ہیں ۔ تو کم از کم ان پر جو واجب حصہ ہے ۔ وہ تو ان سے لے لیا جائے ۔ باقی لوکل باڈی اپنی طرف سے شامل کرے اور اس میں سڑکیں بنائے سکول بنائے ۔ پانی کا بندوبست کرے اور بجلی کا بندوبست کرے ۔ مگر یہ ہے کہ الف سے لے کر "ی" تک ساری کی ساری ذمہ داری میونسپل کمیٹی پر یا کسی ٹاؤن کمیٹی پر آ جائے تو وہ اس کے بس کی بات نہیں ہوتی اور یہ ایک بڑا ٹیڑھا مسئلہ بن جاتا ہے ۔ جس کا کوئی حل نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے اس کو وقت پر کیوں نہیں پکڑا جاتا ۔ جس شخص نے

بجا ہے ۔ جس شخص نے پیسے کمائے ہیں اس میں سے کچھ حصہ اگر وہ لوکل باڈی کو دے دے تو میرے خیال میں اس میں کوئی ایسی قباحت نہیں ہے ۔

جناب والا ! تعلیم کے بارے میں میں یہ عرض کروں گا کہ میرے حلقے کو ایک نمایاں خصوصیت حاصل ہے جس سے شائد کوئی حسد نہیں کرے گا کہ ڈیڑھ لاکھ کی آبادی میں لڑکیوں کا کوئی ہائی سکول نہیں ہے صرف ایک لڑکوں کا ہائی سکول ہے اور باقی اللہ اللہ خیر سلا ۔ مجھے رشک آتا ہے جب میں سنتا ہوں کہ یہاں کئی فاضل اراکین اٹھ کر فرمائش کرتے ہیں کہ میرے حلقے میں لاء کالج بنایا جائے ۔ میڈیکل کالج بنایا جائے یا کوئی ڈگری کالج بنایا جائے ۔ یا کوئی انٹر کالج بنایا جائے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے علاقے میں کم از کم لڑکیوں کا ایک ہائی سکول بنا دیا جائے ۔ پاکستان بننے سے پہلے کے دو تین لڑکوں کے مڈل سکول ہیں ۔ تیس سال میں یہ گنجائش نہیں نکل سکی کہ ان کا درجہ بڑھا کر ان کو ہائی سکول بنا دیا جائے ۔ اور ہماری ہمت بھی دیکھئے کہ وزیر خزانہ سے مزید فنڈ بھی نہیں مانگتے ۔ وسیع احاطے ہیں ۔ کمرے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ان مڈل سکولوں کو ہائی سکول بنا دیجئے ۔ آپ ہمیں مزید کمرے مت بنا کر دیں ۔ ہمارے بچے دھوپ میں بیٹھ کر پڑھ لیں گے ۔ درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھ لیں گے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جاہل رہنے سے بہتر ہے کہ دھوپ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کی جائے ۔ ہمیں مزید کمرے نہیں چاہئیں ۔ ہمیں مزید جگہ نہیں چاہیئے ۔ جگہ ہم خود بنا لیں گے یا ہمارے بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھ لیں گے مگر یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دیہاتوں میں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں کیونکہ ہم اس ملک میں جاہل لوگوں کی فوج کھڑی کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔

حضور والا ! اس ملک کا کیا بنے گا ؟ پچھلی ہنگامہ آرائی کے بارے میں فاضل ممبران نے بہت کچھ کہا ہے مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو اصلی واقعہ ہے اس کے متعلق کسی نے کوئی بات نہیں کی ۔ سات مارچ کے

بعد حزب اختلاف نے دھاندلی کا نعرہ لگایا لیکن اس ملک میں کچھ نہیں ہوا اس کے بعد نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگایا تو اس ملک میں آتش زنی ، لوٹ مار قتل و غارت شروع ہوگئی ۔ کیوں شروع ہوئی ؟ اس لیے کہ ہمارے بھائی جاہل ، بھولے اور سادہ لوح ہیں اور ان کی باتوں میں آ گئے ۔ دھاندلی کے لیے قطعاً یہاں کوئی فسادات نہیں ہوئے ۔ دھاندلی یہ ہوئی ہے کہ غریب آدمی نے پیپلز پارٹی کو ووٹ دیا ہے ۔ غریب آدمی جانتا ہے ۔ دھاندلی قطعاً نہیں ہوئی مگر لوگ بھولے ہیں ۔ ان کی سوچ ان کی فکر اتنی نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو اپنی ذہنی قوت سے پرکھ سکیں ۔ یہ بات صحیح ہے ۔ کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے مگر مولوی صاحب نے مسجد میں فرما دیا ہے کہ نظام مصطفیٰ کا سوال ہے اسلام کا سوال ہے اور قرآن کا سوال ہے اور آدمی اٹھ کر چل پڑے ۔ اور یہ وہ مولوی ہیں جو ہماری بدقسمتی سے نیم ملاں بھی نہیں ہیں ۔ اس بارے میں میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گا کہ مہربانی کرکے ان کے لیے کوئی ادارے بنائے جائیں ۔ محض چھوٹی سی ڈاڑھی رکھ لینے سے یا قرآن مجید کو پڑھ لینے سے ایک آدمی امام مسجد نہیں بن سکتا ۔ اگر اس نے امام مسجد بننا ہے اگر اس نے ہمارے دیہاتوں میں ، گاؤں میں یا شہروں میں ہمارا مذہبی رہنما بننا ہے ۔ تو اس کو مذہب کی تعلیم کا کچھ نہ کچھ پتہ ہونا چاہیے ۔ تاکہ وہ اس قسم کے فتوے نہ دے سکیں کہ آپ حزب اختلاف کو ووٹ دے رہے ہیں تو آپ کی ایک لاکھ سال کی نمازیں ایک طرف اور یہ ایک طرف ۔ حضور والا ! یہ کہاں کا اسلام ہے ؟ قرآن اٹھا کر کہتے ہیں کہ اس کو ووٹ دو ۔ ان کا کچھ نہ کچھ تو تدارک کیا جائے ۔ ہمیں امام مسجد ضرور چاہئیں ۔ مگر ہمیں قابل اور واقعی عالم امام مسجد چاہئیں جناب والا ! میں اپنے علاقے کی الیکشن کے دوران کی ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ ایک جمعہ کو یہ طے ہوا کہ آئندہ جمعہ کی نماز مسجد میں ادا نہیں کی جائے گی بلکہ عید گاہ میں ادا کی جائے گی ۔ جناب والا ! یہ حقیقت ہے کہ میرے حلقے کے دو قصبے ایسے ہیں جن کی مساجد میں تالے لگا دئیے گئے

تاکہ کوئی اس مسجد میں آ کر نماز نہ پڑھ سکے کیونکہ مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ نماز جمعہ عید گاہ میں ادا کی جائے گی ۔ اور مسجدوں میں تالے لگا دئے گئے اور ۔ حضور والا ! یہ باقاعدہ قانون ہے کہ مسجدوں کو بطور الیکشن کی مہم کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا ۔ اس وقت ہماری پارٹی نے کیوں نوٹس نہیں لیا ؟ انہوں نے مسجد کو الیکشن کے کاروبار کے لیے استعمال کیا اور وہاں انہوں نے غلیظ قسم کی گفتگو کی ۔

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر کو ختم کرنے کی کوشش کریں ۔

سردار نوازش علی پاشا : جناب والا ! میرے حلقے کے چند مسائل ہیں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرا حلقہ پسماندہ حلقہ ہے کیونکہ ضلع ملتان پسماندہ نہیں کہلا سکتا ۔ اس وجہ سے میں پسماندہ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج تک کسی نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے ۔ حضور والا ! ڈاکٹر صاحب نے بجٹ ایوان میں پیش کیا اور یہ خوشی کی بات ہے کہ ہمیں یہاں بولنے کا موقع ملا ۔ تاکہ ہم اپنا اظہار خیال کر سکیں ۔ لیکن میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر بجٹ کی تیاری سے پہلے ہمارے ساتھ مشورہ کر لیا جاتا ۔ تو ہماری ناقص رائے سے شاید کوئی اچھی بات نکل آتی اور ڈاکٹر صاحب کو بھا جاتی ۔ اب سوائے اس کے کہ ہم یہاں تقاریر کریں گے ہمارے دوست ان کو سنیں گے ۔ یا اخبار میں ان کے نام آ جائیں گے ۔ یا کوئی اور سن لے گا ۔ اور ہم خوش ہو کر گھر چلے جائیں گے ۔ جناب والا ! میرے علاقہ میں نہ کوئی سکول ہے اور نہ کوئی وہاں پکی سڑک ہے ۔

دوسرا ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں ایک پالیسی چلی تھی کہ گھوڑی پال زمین دی جاتی تھی ۔ جو اچھی نسل کی گھوڑیاں پالتے تھے ۔ ان کو زمین کے مربعے ملتے تھے ۔ اب ان کو ہدایات وصول ہوئی ہیں کہ ان زمینوں کی ملکیت ظاہر کریں ۔ کون نہیں جانتا کہ گھوڑی پال مربعے کسی کے ملکیت نہیں ہوتے بلکہ اگر کسی کا مالک مر جائے تو وہ دوبارہ کسی کے نام الاٹ کی جاتی تھی ۔ وہ اس کی ملکیت نہیں

ہوا کرتی تھی ۔ اور وہ دوبارہ سرکار کی طرف سے پٹہ پر دی جاتی تھی ۔ تھانہ تلمبہ اور خانیوال کے پونٹس نہری اور نان نہری جو ہر جگہ پر علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ لیکن یہاں ایک ہی ہیں ۔ اس لیے ان کو بھی دوسروں کے ساتھ برابر کیا جائے ۔ اور اس فرق کو دور کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : کنور محمد یاسین خان ۔

کنور محمد یاسین خان : جناب والا ! اس بجٹ پر چار پانچ دن سے عام بحث ہو رہی ہے ۔ فاضل ممبران حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ اس میں پاکستان کی تاریخ سے لے کر آج تک پاکستان کے تمام مسائل کی باتیں کی گئی ہیں ۔ جہاں تک پاکستان کی موجودہ صورت حال کا تعلق ہے اس پر بھی باتیں ہوئی ہیں ۔ اسی ملک میں 1970ء میں جب الیکشن ہوئے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 1967ء میں پاکستان پیپلز پارٹی بنائی اور تحریک شروع کر دی ۔ اس وقت قومی اتحاد کے رہنماؤں نے مذہب کے نام پر پاکستان پیپلز پارٹی اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی مخالفت کی ۔ اس وقت انہوں نے سادہ لوح مسلمانوں کو مذہب کے نام پر ورغلانا شروع کر دیا تھا ۔ لیکن پاکستان کے باشعور عوام نے ذوالفقار علی بھٹو کے پروگرام اور منشور کو فوقیت دی اور ان کی قیادت کو تسلیم کیا اور پیپلز پارٹی کو ووٹ دیے ۔ اب وہ کسی نہ کسی بہانے سے پیپلز پارٹی کو اقتدار سے محروم کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ یہ لوگ وہی لوگ ہیں جو سرمایہ دار اور جاگیر دار تھے انہی لوگوں نے یہ تمام حربے استعمال کیے ۔ یہ لوگ سماج دشمن ہیں ان کا قلع قمع ہونا چاہیے ۔ وہ غریب کی عزت نفس اور خوشحالی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ۔ اس وقت انہوں نے قومی اسمبلی میں باقاعدہ بائیکاٹ کیا ۔ یہ کوئی نیا بائیکاٹ نہیں ہے ۔ اس سے پہلے بھی بائیکاٹ کی کوشش کرتے رہے ہیں ۔ یہ اس طرح پاکستان میں ایک بحران پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ لوگ جو قائد عوام کی قیادت میں اور غریب عوام کے قیمتی ووٹ سے اسمبلیوں میں آئے ہیں ان کی یہ کوشش ہے کہ ان کو نہ رہنے دیا جائے اور واپس انہی لوگوں کو دوبارہ لایا جائے

جو جاگیردار ہیں ، سرمایہ دار ہیں ۔ میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے غریب عوام باعزت اور با شعور ہیں وہ ان کی باتوں میں نہیں آئیں گے ۔ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور جس میں یہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کوئی جاگیر داروں کا ساتھی نہیں ہے ۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو اب بھی زمینداروں کے ساتھی نہیں ہیں ۔ وہ سیاست میں کیسے ان کا ساتھ دے سکتے ہیں ؟ ۔ قائد عوام کسی جاگیردار کی ۔ کسی سرمایہ دار کی حمایت نہیں کریں گے ۔ یہ غریب عوام کے حامی ہیں ۔ وہ غریبوں کے کام کرنے سے خوش ہوتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے ان غریب عوام کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور ان کا قیمتی ووٹ صرف اور صرف پاکستان پیپلز پارٹی اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے لیے ہے ۔ قائد عوام کسی طور بھی جاگیردار کی بات نہیں کریں گے ۔ آپ کے سامنے 1970ء کا الیکشن بھی ہے اور 1977ء کا بھی ۔ ملک اور قوم نے اور غریب عوام نے واضح طور سے اپنا قیمتی ووٹ قائد عوام کے حق میں دیا ۔ یہ جاگیردار ۔ یہ سرمایہ دار ۔ جن کو انہوں نے ضرب کاری لگائی ہے ان کو کیسے ووٹ دے سکتے ہیں ؟ ۔ اس لیے وہ کبھی ان کو ووٹ نہیں دیں گے ۔ لیکن غریب عوام ۔ غریب مزدور ۔ محنت کش ۔ کاشتکار ہمیشہ پاکستان پیپلز پارٹی کو ووٹ دیں گے اور انشاء اللہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو آئندہ بھاری اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوں گے ۔ آج یہ الٰہی کی حکومت ہے کہ کوئی غریب ۔ مزدور ۔ کارخانے سے نہیں نکالا جا سکتا کسی مزارع کو آج کوئی جاگیردار یا کوئی زمیندار لھوکر مار کر باہر نہیں نکال سکتا ۔ کیونکہ ان تمام کو قانونی تحفظ ہے ۔ آج کوئی کارخانے دار بلاوجہ کسی مزدور کو نہیں نکال سکتا ۔ قائد عوام نے کنفع کا حق دیا ہے ۔ ورنہ اس سے پہلے نہیں تھا ۔ جو مراعات اس دور میں غریبوں اور مزدوروں کو ملی ہیں وہ کسی دور میں نہیں ملیں ہمارا یہ الیکشن جاگیرداری ۔ سرمایہ داری کے خلاف ہے ۔

میں یہ بات یہاں پر واضح طور پر بتا دوں اور یہ عرض بھی کرنا چاہتا ہوں کہ کاٹن کے متعلق جس کو کہ کیش کراپ (cash crop) کہا جاتا ہے اور اس پر ہماری پوری اکانومی کا دارومدار ہے 30 سال سے جب سے پاکستان بنا ہے اس پر کسی نے دھیان نہیں دیا اور یہ حقیقت ہے کہ انڈسٹریز میں زیادہ تر ٹیکسٹائل انڈسٹریز پر اربوں روپیہ خرچ کیا گیا اور اس پر اربوں کا فارن ایکسچینج (foreign exchange) خرچ ہوا ۔ لیکن اس انڈسٹریز میں بحران آیا ۔ کیونکہ را میٹریل (Raw material) جو اس صنعت میں استعمال ہوتا ہے کم پیدا ہوتا ہے ۔ اس وقت 45 لاکھ ٹن گانٹھیں پیدا ہوتی تھیں ۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ آج کاٹن کی بہترین قیمت کاشت کار کو مل رہی ہے ۔ گندم کاشت ہوتی ہے لیکن کاٹن کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتی ۔ کیونکہ کاٹن کی انٹرنیشنل مارکیٹ ہے اور اس سے ہم بیشمار فارن ایکسچینج (foreign exchange) پیدا کرسکتے ہیں ۔ اس سے ہر زمیندار اور کاشت کار خوش ہو سکتا ہے ۔ اسی سے گھی انڈسٹریز کا تعلق ہے ۔ کیونکہ اس کی کھل مویشی کھاتے ہیں اور مویشیوں سے دودھ ملتا ہے ۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود ان تمام دھواں دار تقریروں کے کاٹن کے متعلق کسی نے بھی کچھ نہیں سوچا ۔

جناب والا ! میں ابھی اسی عرصہ میں اس فصل کے متعلق ایک مثال دیتا ہوں ۔ جس وقت سے گھی کارپوریشن بنی ہے اس وقت سے اس فصل کا بیڑا غرق ہوگیا ہے ۔ کیونکہ 597 کی ورائٹی ہمارے حالات کے عین مطابق ہے اور اگر بیج ہے تو بلیک ہو رہا ہے اور 80 روپے کی بوری 120 روپے میں بلیک ہو رہی ہے ۔ غریب کاشتکار اور غریب زمیندار کو اصلی بیج نہیں ملتا ۔ اگر بیج ملا اور کپاس پیدا بھی ہوئی تو اس پر فوراً سفید مکھی حملہ کر دیتی ہے ، اس پر کیڑے مکوڑے حملہ کر دیتے ہیں اور اس کا پتا ہی ختم ہو جاتا ہے اور یہ کروڑوں اور لاکھوں روپے کا خرچ نہ جانے کہاں ضائع ہو جاتا ہے ۔ میرے جتنے بھی دیہاتی بھائی یہاں بیٹھے ہیں وہ اس بات سے واقف ہیں کہ محکمہ زراعت کو چھڑکاؤ کرنے کی کوئی پروا نہیں ۔ لہذا

میں یہ عرض کروں گا کہ کپاس کے مسئلے کو انقلابی خطوط پر لیا جائے۔ یہ ایک قومی مسئلہ ہے، خدا کے لیے آپ اس کو ان افسران پر مت چھوڑیں۔ یہ افسران صرف میٹنگ کر سکتے ہیں، بڑی اچھی اچھی تقریریں کر سکتے ہیں اور اچھے نوٹ لکھ سکتے ہیں لیکن موقع پر کوئی نہیں جاتا اور کپاس کے کھیت کی حفاظت کوئی نہیں کرتا۔ ابھی مرکزی حکومت نے 75 کروڑ روپیہ دیا ہے کہ کاشتکاروں کو کھاد کے لیے قرضے کی صورت میں دیا جائے۔ اس پر 13 فیصدی سود لگے گا جو بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس میں بھی دھاندلی ہوئی ہے، یہ قرضہ کسی کاشتکار کو نہیں ملا بلکہ فرضی ناموں اور فرضی تصدیقوں سے تین تین اور چار چار لاکھ روپے لیے جا رہے ہیں شاید یہ سمجھ کر کہ یہ واپس نہیں کرنا۔ لہذا اس پر میری گزارش یہ ہے کہ جو زمیندار یا کاشتکار یہ قرضہ فصل پر ادا کر دے اس سے سود نہ لیا جائے اور جو شخص ادا نہ کرے اس سے سود لیا جائے۔

اس کے علاوہ چند ایک ضروری باتیں اور ہیں۔ ایک تو یہ کہ 15 سالہ سکیم کے تحت یحییٰ خان کے دور میں جو اراضی لوگوں کو دی گئی تھی، جو پانچ لاکھ ایکڑ بنجر رقبہ، کاشتکاروں کو دیا گیا تھا اس کے لیے آج تک پانی منظور نہیں ہوا اور وہ غریب لوگ تنگ ہیں۔ محکمہ زراعت والے ایک چٹھی دکھا دیتے ہیں کہ اس رقبے کو وہ پانی دے ہی نہیں سکتے۔ لہذا جہاں پانی میسر ہے، جس موگہ سے پانی مل سکتا ہے وہاں سے ان غریب کاشتکاروں کو پانی ضرور ملنا چاہیے۔

مسٹر سپیکر: محمد صادق شیخ!

محمد صادق شیخ: جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ میں بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں اس معزز ایوان کی توجہ ڈاکٹر خاور علی صاحب، معزز ممبر، کی اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنے بجٹ تقریر میں حوالہ دیا تھا کہ رسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ غیبت کرنا ایسا ہے جیسے دوسرے مسلمان بھائی کا گوشت کھانا۔ میں معزز ممبر سے معذرت کے

ساتھ یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے یہ نصیحت اس ایوان میں فرمائی لیکن جب پی - این - اے کی نمائندگی کرنے والے یہاں موجود نہیں تو ان کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے ، میں یہ عرض کروں گا کہ کیا انہوں نے کبھی یہی بات علماء کو بھی بتائی ؟ کیا انہوں نے یہی نصیحت کبھی مساجد کے اماموں کو بھی کی جنہوں نے مساجد کو سیاسی اکھاڑہ بنا رکھا ہے کہ وہ قرآنی آیات کا ترجمہ دشمن قرآن کے نام پر کرتے ہیں وہ پیپلز پارٹی کے منشور کے خلاف ہوتا ہے - تم انہیں کافر بنا رہے ہو ؟ - دوسری بات انہوں نے یہ بتائی کہ آپ لوگ یہاں بیٹھ کر بڑی دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں ، آپ کو یہ باتیں باہر کرنی چاہئیں - میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ کیا ان کو 6 فروری کی وہ تاریخ یاد ہے جب قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو ملتان تشریف لائے تھے تو ان تمام امیدواران صوبائی اسمبلی نے جو وہاں موجود تھے یہ گزارش کی تھی کہ انہیں طرح طرح کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں ، ان کے جھنڈے جلائے جا رہے ہیں ، تو قائد عوام نے کہا تھا کہ آپ لوگ یہ سب کچھ تحمل سے برداشت کریں کیونکہ وہ لوگ نہیں چاہتے کہ 7 مارچ کو انتخابات میں حصہ لیں - یہ وہی لوگ ہیں جو ہمیشہ پاکستان کی مخالفت کرتے رہے ہیں -

جناب والا ! یہ لوگ نہیں جانتے کہ کیوں لوگوں نے پاکستان کے لیے قربانیاں دیں ، کیوں پاکستان کے لیے اپنے گھر بار چھوڑے ، اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان چھوڑے ، اپنے بزرگوں کے مقبرے چھوڑے اور جن لوگوں نے اب پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ پاکستان کو توڑا جائے اور پاکستان کے آئین کو ختم کیا جائے ؟ -

میرا تعلق تحصیل لودھراں سے ہے جو ضلع ملتان کی سب سے پسماندہ تحصیل گنی جاتی ہے - 1970ء سے پہلے اس تحصیل کا یہ حال تھا کہ وہاں کے سیاسی آقا بغیر الیکشن کے جیت کر چلے جایا کرتے تھے اور انہوں نے کبھی یہ محسوس نہ کیا تھا کہ وہاں پر بھی انسان بستے ہیں - ان

لوگوں نے ہماری اس تحصیل کی بہتری کے لیے کبھی کچھ نہ کیا ۔ میں یہ بات بڑے افسر سے کہہ سکتا ہوں کہ اس عوامی دور میں ہماری تحصیل میں جو ترقی ہوئی ہے پچھلے 60 سالوں میں کبھی اتنی ترقی نہ ہوئی تھی ۔ میں آپ کی وساطت سے ایک اور بات اس ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے دنیا پور تحصیل لودھراں میں شامل ہے اور وہاں ترقی ہوئی ہے لیکن لودھراں قصبہ میں کوئی ترقیاتی کام نہیں کیا گیا حالانکہ جس وقت بھی ملک پر کوئی مصیبت آئی یا 1970ء میں جب جنگ ہوئی تو وہاں کے لوگوں نے ایک دن میں لاکھوں روپے جمع کر کے دیے ۔ جب عوامی حکومت کو ضرورت پڑی تو لودھراں کے لوگوں نے سب سے پہلے زیادہ سے زیادہ قدم دی ۔ اب یہ حال ہے کہ لودھراں قصبے میں نہ تو تحصیل ہسپتال بنایا گیا ہے اور نہ ہی کوئی کالج ہے ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک سڑک سات سالوں سے بن رہی ہے اور جس کا 6 میل کا حصہ مکمل ہو چکا ہے ، یہ جلال پور پیر والا سے لودھراں تک جاتی ہے ، جلال پور پیر والا کے لوگوں کی بدقسمتی ہے کہ انھوں نے پیپلز پارٹی کے امیدوار کو ووٹ دیے اور ان کے نمائندے اپنی سیٹ چھوڑ کر چلے گئے ، لیکن اس سڑک کے لیے موجودہ بجٹ میں کوئی رقم نہیں رکھی گئی ۔ میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جلال پور پیر والا کے لوگ ہر سال سیلاب کا شکار ہوتے ہیں جہاں نہ کوئی سڑک ہے اور نہ ہی ریل کی پٹڑی ۔ ان لوگوں کے حالات کتنی بڑی زیادتی ہے کہ ان کا نمائندہ بھی اپنی سیٹ چھوڑ کر چلا گیا ہے ۔ وہ لوگ ہر سال مصیبتوں کا مقابلہ کرتے ہیں ۔

آخر میں میں جناب ڈاکٹر صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ملک میں گھیراؤ اور جلاؤ ہوا ، اس سے پہلے سیلاب آئے اور بعد میں کپاس کی فصل تباہ ہوگئی ۔ اس کے بعد الیکشن کے نتیجے میں تشدد آمیز واقعات ہوئے ۔ ان حالات میں اتنا اچھا بجٹ پیش کرنے پر میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : ملک شہباز خان !

ملک شہباز خان : جناب سپیکر ! میں ڈاکٹر صاحب کو اس بنا پر مبارک کا مستحق نہیں سمجھتا کہ انہوں نے اچھا بجٹ پیش کیا ہے گو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی شرافت ، دیانت اور وفاداری اس قابل ہے کہ انہیں مبارک پیش کی جائے ۔ لیکن انہوں نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس کی وجہ سے میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی مبارک کے مستحق ہیں ۔

مسٹر سپیکر : ملک صاحب ! تشریف رکھیں ۔ ایوان کی کارروائی ساڑھے چار بجے شام تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے ۔

ملک شہباز خان : جناب والا ! اس بجٹ پر دو تین مدات پر جن کے متعلق میں بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ہی ان کے لیے مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ پچھلے مہینے گورنر ہاؤس میں انہوں نے پنجاب گورنمنٹ کو ہدایت دی تھی کہ دو تین بار کہنے کے باوجود کچی آبادیوں کے مالکوں کو مالکانہ حقوق اور ان کی آباد کاری کے لیے کچھ نہیں کیا گیا ۔ جناب والا ! 21 کروڑ روپے کی رقم قائد عوام کی ہدایت کے مطابق کچی آبادی کے مکینوں کو اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو 5 مرلے کی سکیم میں پلاٹ بنانے کے لیے دی گئی تھی ۔ ان مدات میں اور بہت زیادہ رقم رکھی جا سکتی ہے اور اس پر بجا طور پر ناز کیا جا سکتا ہے کہ قائد عوام کے بعد ڈاکٹر صاحب ہی نہیں بلکہ تمام وزارت اس مبارک باد کی مستحق سمجھی جاتی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں بیان کیا تھا کہ ایسے حالات میں بجٹ تیار کیا جا رہا ہے جب کہ شراب نوشی ۔ ریونیو ۔ ریس ۔ مالیہ کی معافی سے اس صوبے کی سالانہ آمدنی میں کمی ہو گئی ہے ۔ اس وجہ سے اس سال بجٹ میں نئی سکیموں میں کم از کم پیسہ رکھا گیا ہے اور جاری سکیموں کے لیے بجٹ میں پیسہ رکھا ہے ۔ اگر بجٹ کا ملاحظہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کون سی مد میں آمدن کم ہوئی ہے اگر 1977-78ء کے تخمینہ جات دیکھے جائیں تو پچھلے سال کی نسبت کہیں زیادہ اخراجات بتائے گئے ہیں اور پچھلے سال کی نسبت بہت زیادہ رقم رکھی گئی

ہے - سال 1967-77ء میں تعلیم کے سلسلے میں 85 کروڑ 56 لاکھ روپے خرچ ہوا ہے - جبکہ اس سال 1977-78ء میں اسی مد کے تحت 119 کروڑ 68 لاکھ روپے رکھا گیا ہے - اسی طرح ہیلتھ سروسز کے سلسلے میں 15 کروڑ 96 لاکھ اور اس سال 21 کروڑ 81 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں - اسی طرح یونیورسٹیوں کے لیے الگ رقوم رکھی گئی ہیں - اسی طرح پچھلے سالوں کی نسبت کالجوں سیکنڈری سکول پرائمری ایجوکیشن - ٹیکنیکل تعلیم کے لیے بہت زیادہ اخراجات رکھے گئے ہیں - ان حالات میں جب کہ آمدن پچھلے سال کی نسبت زیادہ ہے میں سمجھتا ہوں گورنمنٹ کی طرف سے یہ سراسر زیادتی ہے کہ دیہاتوں کو نئی سکیموں کے سلسلے میں نظر انداز کیا گیا ہے - لاہور - ملتان - لائلپور - پنڈی - کے لیے زائد رقوم رکھی گئی ہیں - ان 4 شہروں میں صحت - تعلیم پر اور ان کی عمارات میں اضافے کے لیے رقوم رکھی گئی ہیں - میں سمجھتا ہوں ہیلتھ سروسز اور تعلیم میں ان چار شہروں میں بلڈنگیں پہلے سے موجود ہیں اور لڑکوں کی تعداد یونیورسٹی اور کالجوں میں دگنا بھی ہو جائے تو یہ عمارات ان کے لیے کافی ہوں گی -

جناب والا ! ان شہروں کی نسبت دیہاتی علاقوں میں خاص طور پر تحصیل کھاریاں ضلع جہلم اور تحصیل کیمبلپور ، سرگودھا ، میانوالی ، خوشاب - یہ علاقے بہت پسماندہ ہیں - ہیلتھ سروسز اور تعلیمی لحاظ سے سکولوں اور کالجوں کے لحاظ سے اس علاقے کو ترقی دینا از حد ضروری ہے - کیونکہ یہ بہت پسماندہ علاقہ ہے اور اس علاقے کو ترقی دینا گورنمنٹ کی اپنی ذمہ داری ہے اس علاقے کے زیادہ تر عوام ڈیفنس سروسز میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں اس کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے - 1965ء کی جنگ - 1970ء کی جنگ کے شہیدوں کی لسٹ کو ملاحظہ فرمایا جائے تو اس علاقے کے لوگوں کی 95 فیصد شہیدوں کی فہرست ملے گی - اسی طرح ایسٹ پاکستان میں 93 ہزار قیدی جو 1970ء کی جنگ میں ہوئے تھے اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے -

جناب والا ! ایک تو یہ دیہی علاقے ہیں دوسرے فوج میں زیادہ تر سروسز یہاں کے لوگ انجام دیتے ہیں - تیسرے عام انتخابات کے نتائج اس

صوبے کے ساتھ اور اس علاقے کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں گے تو سب سے زیادہ اکثریت اس علاقے کے نتائج میں آپ کو نظر آئے گی۔ لیکن ان تمام خدمات کے باوجود اس علاقے کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ سراسر زیادتی ہو رہی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی کی اکثریت بھی اس علاقے کے عوام کے بل بوتے پر ہے اور آئندہ بھی ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ وہاں کے عوام پاکستان کے دوسرے عوام سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اچھے نتائج کے متحمل ہوں گے۔ جناب والا! اس علاقے میں اور خاص طور پر ضلع جہلم کی تحصیل پنڈ دادن خان کے حلقہ نمبر 6 میں، جہاں سے میں منتخب ہو کر آیا ہوں، تعلیم، صحت، سڑکوں اور ہسپتالوں کے مسائل اہم ہیں۔ وہاں سڑکوں کی کمی ہے، سکولوں کی کمی ہے اور خاص طور پر پرائمری سکولوں کے لیے عمارت نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سے پرائمری تعلیم حکومت نے اپنی تحویل میں لی ہے اس کے بعد پرائمری سکولوں کی عمارتوں کی مرمت نہ ڈسٹرکٹ کونسل کرتی ہے اور نہ ہی رورل ورکس والوں نے ان کی مرمت کی طرف توجہ دی ہے۔ حکومت کی تحویل میں لینے کے بعد اتنا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کے باوجود پی۔ ڈبلیو۔ ڈی نے ان عمارتوں کو اپنی تحویل میں نہیں لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ 14/15 سالوں سے نہ ان اداروں کی مرمت ہو رہی ہے اور نہ ہی کوئی نئی سکیم بنائی جا رہی ہے۔

جناب والا! اس علاقے کے پرائمری سکولوں میں سے 60 فیصدی سے بھی زائد سکول ایسے ہیں جن میں ایک کمرہ بھی استعمال کے قابل نہیں۔ اس علاقے کے عام پرائمری سکولوں میں صرف ایک ایک استاد دیا گیا ہے حالانکہ آپ سمجھتے ہیں کہ ایک استاد کا پرائمری سکول کسی صورت میں بھی ان بچوں کی تعلیمی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ اس علاقے میں تین چار بہت اہم سڑکیں ہیں جن کو ورلڈ فوڈ پروگرام کے تحت کچی صورت میں بنانا مقصود تھا یا اگر ہو سکے تو پختہ کرنا وہاں کے عوام کے لیے بہت ضروری ہے۔ ان میں سے ایک سڑک جو علاقے کی 50 ہزار کی آبادی

کو اپنے تحصیل ہیڈ کوارٹر سے ملاتی ہے - بوچھال کلاں اور سرکلاں سڑک ہے - اس کی کل لمبائی 8/9 میل ہے - آگے چل کر ایک اور سڑک آڑہ سے غریب وال سیمنٹ فیکٹری تک جاتی ہے - ایک اور سڑک جو 7 / 6 میل لمبی ہے - جو موضع مریندہ سے کھڈیال کے راستے جہلم سے ملتی ہے - یہ سڑکیں وہاں کے عوام کی نہایت اہم ضرورت ہیں - اگر ان کو فوڈ پروگرام کے تحت کچی صورت میں بنا دیا جائے تو وہاں کے عوام کے سڑکوں کے 50 فیصدی مسائل حل ہو جائیں گے -

مسٹر سپیکر : چودھری محمد شریف - نہیں - حاجی محمد شفیق خان ، نہیں - مسٹر محمد حنیف نارو ، نہیں - ملک طارق مسلم (رحیم یار خان) -

ملک طارق مسلم : جناب سپیکر ! آج جس بجٹ پر بحث کی جا رہی ہے وہ جن حالات میں بنایا گیا ہے وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں - نام نہاد قومی اتحاد نے الیکشن سے پہلے ، الیکشن کے دوران اور الیکشن کے بعد جو رول ادا کیا وہ کسی صورت میں بھی حب الوطنی اور جمہوریت پسندی کا آئینہ دار نہیں ہو سکتا - جناب والا ! الیکشن سے پہلے وہ لوگ جس طرح واشگاف الفاظ میں الیکشن کے نتائج کو نا منظور کرنے کی دھمکیاں دیا کرتے تھے - اور الیکشن کے دوران انہوں نے جو دھاندلیاں کیں - اس کے بعد میں یہ بات حلفاً کہہ سکتا ہوں - کہ اگر میرے علاقے میں قومی اسمبلی کی سیٹ کے لیے حزب اختلاف دھاندلیاں نہ کرتی تو پیپلز پارٹی کا امیدوار ہزاروں ووٹوں سے الیکشن جیت رہا تھا - چونکہ حکومت پیپلز پارٹی کی تھی اس لیے ان لوگوں کو موقع مل گیا کہ وہ اپنی دھاندلیوں پر پردہ ڈال سکیں اور انہوں نے یہ الزام لگایا کہ دھاندلیاں حکومت کی طرف سے ہوئی ہیں - الیکشن کے بعد ان لوگوں نے جس طرح غریب عوام کو سڑکوں پر نکالا - جس طریقے سے دوکانیں لوٹیں - جس طریقے سے گھروں کو جلایا - کوئی محب وطن عناصر کبھی اس قسم کی کارروائیاں نہیں کر سکتا - پیپلز پارٹی والے بھی جلوس نکال سکتے تھے - اگر وہ بھی اس ناپسندیدہ کھیل میں شریک ہو جاتے تو پھر نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کرتے اور کون ان حالات

کو سنبھالنا ۔ جناب والا! اس اتحاد میں وہ لوگ شامل ہیں ، وہ پارٹیاں شامل ہیں ۔ جن کے متعلق میرے اکثر معزز ارکان یہ بیان کر چکے ہیں ۔ کہ ان میں اکثریت ان لوگوں اور ان پارٹیوں کی ہے جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی ۔ وہ لوگ آج کیسے دیکھ سکتے ہیں کہ پاکستان مضبوط ہو؟ ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا جب تک یہاں کے غریب عوام خوش حال نہیں ہوتے ۔ یہی پیپلز پارٹی کی سیاست ہے ۔ پیپلز پارٹی نے جو اصلاحات زرعی ۔ صنعتی ۔ لیبر اور تعلیم کے میدانوں میں کیں ۔ ان سب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ غریب عوام کو خوش حال کیا جائے ۔ ان کی حالت بہتر بنائی جائے کیونکہ یہی لوگ اکثریت میں ہیں جب تک ان کی حالت بہتر نہ ہوگی پاکستان مضبوط نہیں ہو سکتا ۔ انہوں نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو پر کفر کے فتوے لگائے لیکن یہ پہلے قائد نہیں جن پر یہ فتوے لگائے گئے بلکہ ان لوگوں نے ہر اس شخص پر اور ہر اس لیڈر پر کفر کے فتوے لگائے جس نے غریب عوام کا نام لیا ۔ علامہ اقبال پر بھی فتویٰ لگا ۔ اور قائد اعظم کو بھی نہ بخشا گیا ۔ اسی طرح جب قائد عوام نے غریب عوام کی بہتری کے لیے پروگرام بنایا تو اس کو اسلام دشمن بنا کر ان لوگوں نے پیش کیا ۔ جن لوگوں نے قائد عوام پر کفر کے فتوے لگائے ۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور اسلام کی جو خدمت اس عوامی دور میں ہوئی وہ بھی آپ کے سامنے ہے ، شاید پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے اسلام کی اتنی خدمت نہیں ہوئی ۔ پھر وہ لوگ اسلام کا نعرہ لگا رہے ہیں ۔ وہ لوگ آج متحد ہوئے ہیں ۔ جو علمائے کرام ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ، جن کی اپنی اپنی مسجدیں جدا جدا ہیں تو وہ ہمیں اور آپ کو کون سی مسجد کا راستہ دکھائیں گے ؟ ان لوگوں کی منفی سیاست کی وجہ سے ملک ایک بحران سے ابھی تازہ ہی نکلا ہے جو ان کا اپنا پیدا کردہ تھا اور اس بحران کے دور میں یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے ۔ متوازن اور حقیقت پسندانہ کہا جا سکتا ہے ۔

جناب والا ! جس حلقے سے میں منتخب ہو کر آیا ہوں ، وہاں کا سب سے بڑا مسئلہ سڑکوں کا ہے ۔ ڈیڑھ لاکھ کی آبادی میں صرف چار یا پانچ میل پکی سڑک ہے ۔ باقی کہیں سڑک کا نام و نشان بھی نہیں ۔ الیکشن کی مہم کے دوران لوگوں تک پہنچنے کے لیے ہمیں خود سڑکیں ڈھونڈنی پڑتی تھیں اور خود ہی بنانی پڑتی تھیں ۔ اس سلسلے میں میری تجویز ہے کہ اگر مندرجہ ذیل دو سڑکیں کسی نہ کسی طریقے سے بنائی جائیں تو وہاں کے ہزاروں عوام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔ نمبر ایک ، فتح اللہ سے راجن پور تک براستہ بدلی شریف اور دوسرے بہادر کوٹ سے شاہ باز تک ۔

اس کے بعد ہمارے علاقے میں دوسرا اہم مسئلہ ڈسپنسریوں اور سکولوں کا ہے ایک تو علاقہ دریا کے ساتھ ہے جہاں کئی میلوں پر بھی کوئی ڈسپنسری موجود نہیں ۔ اگر کچا عاذی کی بستی میں کوئی ڈسپنسری بنائی جائے تو وہاں چھ چھ سات سات میل کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔ سکولوں کے سلسلے میں گزارش ہے کہ میرے علاقے میں گرلز پرائمری سکول ایسے ہیں جن کی چاردیواری نہیں ہے ۔ میرے خیال میں گرلز سکول چار دیواری کے بغیر چلنا مشکل ہے ۔ کمرے تو انھوں نے دو بنا دیے ہیں ، لیکن چار دیواری نہیں ہے ۔ پڑھائی میں لڑکیوں اور استانیوں کو بڑی مشکل پیش آتی ہے ۔

جناب والا ! میری اپنی بستی اکرم آباد میں آج سے تیرہ سال پہلے 1964ء میں واٹر سپلائی سکیم کے تحت ایک ٹنکی بنی تھی ۔ اس پر دو تین لاکھ روپیہ میرے خیال میں لگ چکا ہے اور آج تیرہ سال ہو گئے ہیں وہ ایک دفعہ بھی نہیں چلی ۔ اس کے لیے ہم نے ایک ایکڑ زمین بھی مفت دی تھی ۔ ہم نے اس وقت بھی مخالفت کی تھی کہ یہاں پانی میٹھا ہے اور تقریباً ہر گھر میں نلکا ہے تو لوگ یہاں کنکشن نہیں لیں گے ۔ آپ اس طرح اس سکیم پر پیسہ ضائع نہ کریں لیکن اس وقت بھی حکومت نے کوئی توجہ نہ دی اور وہ سکیم وہاں نافذ کی ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج تیرہ سال کا عرصہ ہو گیا ہے ، وہ ایک دفعہ بھی نہیں چلی ۔ میں نے ایسا ورکس

کونسل رحیم یار خان کے اجلاس میں متعلقہ محکمے سے یہ گزارش کی تھی کہ بستی کے لوگ کنکشن نہیں لے رہے ، آپ مہربانی کر کے اس سکیم کو ہمیں زرعی مقاصد کے لیے استعمال کرنے دیں ۔ اس تجویز سے متعلقہ ایکسین صاحب نے اتفاق کیا کہ ٹھیک ہے آپ وہاں کمیٹی بنا لیں جو اپنے طور پر ڈیزل وغیرہ لے کر لوگوں کو پانی کرائے پر دے ۔ لیکن جونہی اسے چلایا گیا ، تو اس کا انجن نہ چلا ۔ اس میں چھ سات سو روپے کا ایک پرزہ پڑتا ہے ۔ محکمے والے فرمانے لگے کہ یہ ہمارے بس میں نہیں ۔ ہم چھ سات سو کا وہ پرزہ لے کر اس میں نہیں ڈال سکتے ۔ اس پرزے کے نہ ہونے کی وجہ سے دس بارہ لاکھ کا منصوبہ بیکار پڑا ہے ۔ میری متعلقہ حکام سے گزارش ہے کہ یا تو اسے لوگوں کے گھروں میں پانی دینے کے لیے استعمال کیا جائے یا پھر جس طرح میں نے گزارش کی تھی ، کہ اسے ہمیں زرعی مقصد کے لیے استعمال کرنے دیا جائے ۔

Mr. Speaker : Please conclude now.

ملک طارق مسلم : اب میں تعلیم کے سلسلے میں گزارشات پیش کروں گا ۔ اس مد پر بجٹ میں سب سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے ۔ یہ پیپلز پارٹی کے منشور کا ایک حصہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تعلیم مہیا ہو ۔ لوگوں میں شعور پیدا ہو تاکہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکیں ۔ آخر میں میں وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے ایسا متوازن بجٹ پیش کیا ۔

مسٹر سپیکر : چودھری محمد رفیع ۔ مظفر گڑھ ۔

میاں محمد رفیع : جناب سپیکر ! ہمارے ملکی مسائل بہت ہیں ، لیکن وسائل بڑے محدود ہیں ۔ ان حالات میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے جو متوازن بجٹ پیش کیا ہے ، یہ انھی کی قابلیت اور ذہانت کا مظہر ہے اور یہ انھی کا حصہ ہے ۔ میں اس کامیابی پر انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ قومی اتحاد نے موجودہ بحران پیدا کیا ہے ۔ ان لوگوں نے توڑ پھوڑ کی ، بنک لوٹے ، گھروں کو جلایا اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو شہید کیا ،

یہاں تک کہ انہوں نے بعض اوقات ہمارے کارکنوں کے بچوں تک کی پرواہ نہیں کی ۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ یہ اسلام کے دعویدار ہیں ، انہوں نے اسلام کی خدمت اسی رنگ میں کرنی ہے ؟ کیا ان کا اسلام یہی ہے ؟ میرے دیکھنے میں ایسی کئی مثالیں آئی ہیں ۔ میرے اپنے حلقے میں ملک بشیر صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں ۔ وہ اب بیٹھے ہوئے نہیں ہیں ۔ وہ ہماری میٹنگ کے سلسلے میں وہاں تشریف لائے تو راستے میں قومی اتحاد والوں کا ایک جلوس چلا آ رہا تھا ۔ جب انہوں نے جلوس آتے دیکھا تو اپنی کار واپس کر کے ایک محفوظ جگہ پر کھڑی کر کے اندر بیٹھ گئے کہ کہیں یہ لوگ شرارت نہ کر دیں ۔ تو وہی ہوا ۔ انہوں نے کار اور ان کو دیکھ لیا ۔ پہلے تو ان کی کار کو جلایا ۔ اس کے بعد اندر ان کے پاس چلے گئے ۔ جب انہیں علم ہوا کہ میرے پیچھے آ رہے ہیں تو وہاں سے بھاگ نکلے ۔ بھاگتے بھاگتے انہوں نے کئی جگہ پناہ کے لیے لوگوں کو کہا ، مگر کسی نے انہیں پناہ نہ دی ۔ ان ظالم سفاکوں نے ملک بشیر کو لٹا کر اس کے پاؤں ٹانگیں پکڑ کر ، اس کے سر کو اینٹوں سے اس طرح کچلا کہ اسے مردہ جان کر چلے گئے ۔ اس کے ساتھ ایک درندہ صفت شخص نے ملک بشیر کے ایک اور ساتھی کو لٹا کر ، اس کے گلے پر چھرا رکھا ۔ ابھی چلانا ہی چاہتا تھا کہ پولیس اور مجسٹریٹ آ گیا ۔ ان کے ساتھی کو سنتے ہی وہ بھاگ گیا ۔ تو میں ان سے یہ پوچھوں گا کیا اسلام کی یہی خدمت ہے ؟ کیا اسلام یہی سبق دیتا ہے ؟ کیا نظام مصطفیٰ انہیں یہی سبق دیتا ہے ؟ یہ اسلام کے دعویدار بڑی بڑی باتیں بنا رہے ہیں کہ ہم یوں کریں گے اور یہاں کریں گے ۔ مگر یہ رویہ جو اب انہوں نے اختیار کر رکھا ہے کیا اسلام یہ سبق دیتا ہے ؟ اس کے برعکس بھٹو صاحب نے اسلامی کانفرنس بلائی ، سیرت کانفرنس بلائی ، حج کے لیے کھلی چھٹی دے دی گئی اور دوسری تمام چیزیں کیں ، کیا یہ اسلام کے منافی چیزیں ہیں ؟ کیا یہ اسلام کی خدمت نہیں ہے ؟ مگر یہ لوگ شروع دن سے قیام پاکستان کے مخالف تھے اور اب بھی انہوں نے پاکستان کو تہہ دل سے قبول نہیں کیا ۔

اب بھی یہ لوگ اسے دیکھ کر خوش نہیں ہوتے اور یہ نہیں چاہتے کہ پاکستان کی بقا رہے ۔ یہ تو اب بھی چاہتے ہیں کہ اس کے ٹکڑے ہو جائیں یہ تو سامراجیوں کے پٹھو ہیں ۔ نہ یہ پاکستان بننے پر راضی تھے اور نہ یہ اب راضی ہیں ۔ نہ یہ حکومت کر سکتے ہیں اور نہ یہ کریں گے اور نہ ہی عوام انہیں کرنے دیں گے ۔ مگر ایک بات یہ یاد رکھیں کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی جیتے گی اور ہزار بار جیتے گی ۔ اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے مجاہد اور سپاہی کارکنوں کی مدد سے پیپلز پارٹی انشاء اللہ تعالیٰ ایک بار نہیں ہزار بار جیتے گی خواہ یہ 9 کی بجائے 99 پارٹیاں ہی کیوں نہ ہوں ۔ باتیں تو کرنے کے لیے بہت ہیں مگر آپ ٹائم تھوڑا دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : آپ بجٹ کے بارے میں کچھ فرمائیں ۔

چودھری محمد رفیع : جناب والا ! دوبارہ انتخابات قریب قریب آ رہے ہیں ہم جن علاقوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں وہ لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ایوان میں جا کر ان کے مسائل پیش کریں گے اور حل کروانے کی کوشش کریں گے اور یہ ہمارا فرض بھی ہے ۔ میرا تعلق ڈسٹرکٹ مظفر گڑھ تحصیل لیہ سے ہے اور میرا حلقہ نہایت تمام دیہاتوں پر مشتمل ہے ہمارا تھل کا علاقہ ہے یہ صرف میرے اپنے حلقے کی بات نہیں بلکہ سارے تھل کا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ وہاں پانی کی شدید قلت ہے اسے دور کیا جائے ۔ جناح بیراج سے ایک نہر تھل کو سیراب کرتی ہے جسے مین لائن کہا جاتا ہے اس کا ہیڈ ورکس سے اخراج ساڑھے سات ہزار کیوسک ہے ۔ مگر 1975ء میں اس میں ایک شگاف ہو گیا تھا اور اس کی مرمت کرنے کے بعد بھی 5 ہزار کیوسک پانی دیا جا رہا ہے اور اب یہ پانچ ہزار کیوسک پانی سارے تھل کے علاقے کو دیا جا رہا ہے ۔ یعنی اڑھائی ہزار کیوسک سرے سے غائب ہو گیا ہے ۔ میری تحصیل لیہ میں نہریں ہیں وہاں ایک ہیڈ آتا ہے وہاں پانی کا اخراج 3636 کیوسک ہے مگر اس وقت وہاں صرف اٹھارہ سو کیوسک پانی دیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے فصلوں کو اتنا شدید نقصان ہوا ہے

جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے ۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ایک ایکڑ زمین میں چار یا پانچ من گندم ہوتی ہے بتائیے زمیندار بیچارہ کیا کر سکتا ہے ۔ یہ تھل کا وہی علاقہ ہے جو دوسری منڈیوں کے اجناس کی خرید و فروخت کرتا تھا مگر اب یہ اپنی کفالت بھی پوری طرح نہیں کر سکتا ۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ پانی کی ضرورت کو اولیت دی جائے اور اس پر خاص طور پر توجہ دی جائے ورنہ تھل کا علاقہ تھل ہی رہ جائے گا جس طرح پہلے جنگل تھا اب بھی جنگل ہی رہ جائے گا اور اس کے علاوہ اس پر مزید طرہ یہ کہ محکمہ نہر کے اوورسیئر صاحبان جنہوں نے دھاندلی پیدا کی ہوئی ہے وہ یہ کرتے ہیں لوگوں کو اپنی مرضی سے اونچا نیچا کر دیتے ہیں اور زمینداروں سے پیسہ وصول کرتے ہیں اگر پیسہ نہ دیا گیا تو وہ بیچارے پانی سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ یعنی اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو وہ مشینیں جو وہاں لگی ہوتی ہیں خود اکھاڑ کر لے جاتے ہیں اور جب پیسے نہیں ملتے تو زمینداروں کا نام لگا دیتے ہیں ۔ لہذا میں درخواست کرتا ہوں کہ اس طرح کے تمام کیس واپس کئے جائیں دوسرا موگوں کو اونچا نیچا کرنے سے بھی باز رہیں ۔ پانی کا مسئلہ کچھ اس طرح بھی حل ہو سکتا ہے کہ اگر وہاں کے لوگوں کو بجلی دے دی جائے تو وہ ٹیوب ویل لگا لیں گے ۔ میرا علاقہ ایک دوبانی علاقہ ہے جسے سیلابی علاقہ کہتے ہیں ہر سال سیلاب بھی آتے ہیں مگر جو سیلاب 1976ء میں آیا ہے ایسا سیلاب صدیوں پہلے بھی کبھی نہیں آیا تھا ۔ جناب والا ! لاکھوں روپے کی جائداد زمینیں ، فصلیں اور انسانی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں ۔ مگر اس کے لیے بھی مجھے یہ نظر آتا ہے کہ کوئی حفاظتی انتظامات نہیں کیے گئے ۔ خدارا ان لوگوں کے لیے بھی کچھ کیجئے اور اب پھر سیلاب کے دن آ رہے ہیں اور یہ لوگ مصیبت سے پھر کہیں دوچار نہ ہو جائیں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! میرے علاقہ میں سڑکوں کی بڑی کمی ہے ۔ زمیندار کے لیے سڑک بہت اہم چیز ہوا کرتی ہے کیونکہ زمیندار کو اپنی اجناس منڈیوں تک لے جانا ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ یہاں سڑکوں کی

اس لیے بھی زیادہ ضرورت ہے کہ یہ ریگستانی علاقہ ہے - وہاں ہیوی ٹریفک نہیں چل سکتی بلکہ بعض علاقے تو ایسے ہیں کہ بیچاروں کے لیے سڑک پر آنے کے لیے راستہ تک نہیں - ان کے لیے بھی جناب والا ! کوئی انتظام کیا جائے - اس کی مثال میں آپ کو یہ دیتا ہوں کہ تحصیل بھکر ضلع میانوالی میں ایک سڑک ہے جو پختہ ہے مگر بد قسمتی ہے بارہ میل کا ایک ٹکڑا ہے جو ابھی پختہ نہیں کیا گیا اسے بھی پختہ کیا جائے تا کہ لوگوں کو آنے جانے کے لیے سہولت پیدا ہو -

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں -

چودھری محمد رفیع : جناب والا ! میں ابھی ختم کرتا ہوں - جناب والا ! میرے علاقہ میں دو قصبے ہیں ایک کروڑ اور دوسرا فتح پور اور میرے اس علاقہ میں ایک بھی انٹر کالج نہیں ہے - تو اس علاقہ کے بچے تیس تیس چالیس چالیس میل دور جا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں - وہاں کوئی انٹر کالج کا بندوبست کیا جائے -

فتح پور ایک ایسا علاقہ ہے جو میرے خیال میں تھل کے علاقہ میں جنس کی سب سے بڑی منڈی ہے - بار بار کہنے کے باوجود بھی وہاں پر بجلی سپلائی نہیں کی گئی ہے - پچھلے سال بجلی سپلائی کا پروگرام تھا - پرسوں میں افسران سے ملا انہوں نے کہا کہ وہاں سے گرڈ سٹیشن کافی دور ہے اس لیے ہم نے وہ آپ کی منظور شدہ بجلی چوک اعظم کو دے دی ہے - حالانکہ اس کا فاصلہ لیا جائے - تو وہ بیس میل ہے - لوگ بہت مایوس ہیں 10 ، 10 سال سے بجلی کا مطالبہ کر رہے ہیں ، فتح پور میں بجلی کا بندوبست کریں -

مسٹر سپیکر : قاضی محمد اسماعیل جاوید -

قاضی محمد اسماعیل جاوید : جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ نے جن نا مساعد حالات میں کھینچ تان کر اور پوری کوشش کے ساتھ یہ بجٹ پیش کیا ہے وہ قابل ستائش ہے - میں جناب والا ! اس کی داد دیتا ہوں کہ یہ بجٹ اس موقعہ پر ان کا بہترین کارنامہ ہے - جناب سپیکر ! ایک

چیز میں یہ عرض کروں کہ میں محسوس کر رہا ہوں جیسا کہ پاشا صاحب نے بھی آپ کی توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے وہ یہ ہے کہ تقاریر تو ہوتی ہیں ، مسائل بتائے جاتے ہیں ، لچھے دار تقاریر بھی ہوتی ہیں ، کافی باتیں ہوتی ہیں ، لیکن اس کو نوٹ نہیں کیا جاتا ہے ۔ اگر یہ چیزیں نوٹ کر لی جائیں اور آئندہ بجٹ میں تقاریر یا مسائل یا شکایات اس بجٹ کا حصہ بن جائے تو ممبران کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی کہ انہوں نے اس علاقہ کی صحیح نمائندگی کی ہے کیونکہ عوامی نمائندے ہی جانتے ہیں کہ اس حلقہ کے کیا کیا مسائل ہیں ۔ کون سی سڑک بنی ہے ان کی رپورٹوں پر عمل کیا جائے ۔ جناب والا ! بجٹ تقریر کی صورت میں یہ جو مسائل بتائے جاتے ہیں یہ ہماری حوصلہ افزائی ہوگی اگر اس کو آئندہ بجٹ میں شامل کر لیا جائے ۔

جناب والا ! میں میلسی تحصیل کو خوش قسمت کہوں گا کہ اس عوامی حکومت کے قیام سے پہلے میلسی نہایت پسماندہ تحصیل تھی ۔ وہاں صرف 6 میل کی پختہ سڑک تھی ۔ اب اس 4 سالہ دور میں جناب والا ! 30 میل میکلڈ روڈ اور 40 میل سولنگ روڈ وہاں پر بن گئی ہے اس کے علاوہ جناب والا ! تعلیم کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے ۔ جاگیردار نہیں چاہتا تھا کہ یہ بھی تعلیم حاصل کریں ، اور اس سے آ کر پوچھیں کہ تم جو اسمبلیوں میں بیٹھے ہو تم نے کیا کام کیا ہے ؟ ۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اور موجودہ حکومت کی مہربانی سے اب وہاں پر انٹر کالج بن گیا ہے ۔ حالانکہ اس سے پہلے وہاں پر صرف ایک ہائی سکول تھا ۔ اس وقت جناب والا ! 7 ہائی سکول ہیں ، اور کئی پرائمری سکول ہیں اور دوسری چیزیں ہیں ، صحت کے معاملے میں وہ ترقی چاہتے تھے ۔ لیکن وہ تو چاہتے تھے کہ عوام تعویز اور گنڈوں پر ہی رہیں ، لیکن میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ میلسی میں اب ہسپتال بنا ہے ڈسپنسری ہے میں خوش ہوں کہ میں نے جتنے سال اس اسمبلی میں گزارے ہیں اس عرصہ میں میرے حلقہ میں اس حد تک ترقی ہوئی ہے اور سب سے زیادہ فنڈ میرے حلقہ میلسی کو دیے گئے ہیں ۔ یہ

میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مہربانی ہے - کہ یہ ساری سہولت دی گئی ہے - لیکن ایک سہولت مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے - کہ 5 مرلہ سکیم کی سہولت تھی - میرے قائد کو یہ پتا تھا کہ غریب لوگوں کی عصمتیں لوٹ لی جاتی ہیں - میرے قائد کی دوربین نگاہوں نے دیکھا کہ ان غریبوں کی بے عزتی ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ وہاں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں ، انھوں نے کہا 5 مرلہ سکیم غریبوں کے لیے رائج کریں انھوں نے یہ سکیم رائج کی کہ یہ لوگ آباد ہوں گے اور یہ لوگ کسی کے غلام نہ ہوں گے اور یہ لوگ پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنا حق مانگ سکیں گے - لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ جاگیرداری کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ رخ فیتہ کا شکار ہوگئی اور اس پر صرف اور صرف 90 فیصدی عمل ہوا ہے - جاگیردار اور سرمایہ دار جن کے نام پر سیخ پا ہو جاتے تھے - کہ جاگیردار ختم ہوگئے ہیں ، نہیں جناب والا ! جاگیردار موجود ہیں ، ان لوگوں نے گورنمنٹ کی زرعی اصلاحات کو ناکام کیا ہے - وہ آج بھی اس سٹیٹ کے مالک ہیں ، جس طرح سے ہم انھیں کل بھی دیکھتے تھے - اسی طرح سے ہم انھیں آج بھی دیکھتے ہیں - کل بھی میلسی کا نام جاگیرداروں کی ریاست میں آتا تھا اور آج بھی اس میلسی کا نام جاگیرداروں کی ریاست میں ہے - ان لوگوں نے انتقالات کے ذریعہ آنے والی پشتوں کے نام زمین منتقل کرا لی ہے - مثلاً ایک انتقال انھوں نے فیض کے نام کا کرایا ہے - بعد میں ایک بچی پیدا ہوئی تو اس انتقال پر فیض مائی کرا لیا اور اگر لڑکا پیدا ہوا تو فیض محمد اس کا نام رکھ لیا - اس طرح سے جناب والا ! میلسی میں زرعی اصلاحات کا کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے - جس کے پاس 4 مربع اراضی ہے وہ جاگیردار ہے -

جناب والا ! میری بھی زمین ہے - میں بھی زمیندار ہوں ، میرے محبوب سپیکر ! میں آپ کو بتاؤں کہ جاگیردار آج بھی موجود ہے - میری تین مربع اراضی ہے ، میں بھی مشکل سے اگر بچاؤں تو 30 ، 40 من گندم بچا سکتا ہوں ، ان کی تو دو دو ہزار من گندم انتظامیہ کی ملی بھگت پر

خرچ ہوتی ہے - ان کی دعوتوں پر خرچ ہوتی ہے - فصلانہ دیے جاتے ہیں ، اور ہزاروں من گندم دعوتوں پر خرچ کرتے ہیں ، اگر وہ جاگیردار نہیں ہیں تو ان کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آتے ہیں اور کہاں سے وہ خرچ کرتے ہیں ؟ جناب مصطفیٰ ظفر قریشی نے کہا ہے کہ زمیندار ، جاگیردار نہیں ہیں ، یہ تین مربع کی بات ہے ابھی 200 مربع کے مالک بھی پڑے ہوئے ہیں ، یہ انکم ٹیکس غلط لگایا گیا ہے میرے ایک دوست نے کہا ہے کہ میں انکم ٹیکس کے خلاف ہوں ، میں نے کہا نہیں - میرے فاضل دوست مصطفیٰ ظفر قریشی نے پٹواری کی بات کی ہے - میں کہتا ہوں کہ پٹواری ایک مربع والے کا خون چوستا ہے - وہ بڑے آدمی کا خون نہیں چوس سکتا ہے - وہ اس کا پروردہ ہوتا ہے اور اس کے پاس رہتا ہے اور اس کے اشاروں پر اور اس کے ایماء پر وہ چھوٹے زمیندار کا خون چوستا ہے اور میرے قائد عوام کی دور بین نگاہوں نے دیکھا کہ ایک مربع اراضی والے کا خون پٹواری بھی چوستا ہے اور اس کا خون بڑے آفیسر بھی چوستے ہیں ، اس لیے اس نے مالیہ معاف کردیا - یہ انہوں نے اہم کارنامہ انجام دیا ہے لوگوں کے طعنے تھے کہ بھٹو جاگیردار ہے اور جاگیرداروں کے ساتھ ہے - اس نے یہ انکم ٹیکس لگا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جاگیرداروں کا نمائندہ نہیں ہے - وہ غریبوں اور محنت کشوں کا نمائندہ ہے -

جناب والا ! انہی لوگوں نے پارٹی کو دھوکہ دیا ہے - یہ لوگ جب پارٹی میں آتے ہیں تو لاکھوں کی تعداد میں شمولیت کرتے ہیں ، اور جب یہ آتے تھے تو اخبارات میں اتنا بڑا اشتہار آتا تھا کہ وہ لاکھوں آدمیوں سمیت ، کروڑوں آدمیوں سمیت پارٹی میں شامل ہوگیا ہے - اگر دیکھا جائے تو یہ لوگ پاکستان کی آبادی سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو بعد کے واقعات بتاتے ہیں ، کہ پی - این - اے نے بھی ووٹ لیے ہیں اور پھر جب یہ لوگ پارٹی میں آئے تو انہوں نے کارکنوں کے خلاف شکایات کی ہیں ، اور پھر اس طرح ہوا کہ اونٹ خیمے کے اندر اور یہ بدو خیمے کے باہر - لیکن اب جناب والا ! یہ بات نہ ہوگی اب بدو خیمے کے اندر

ہی رہے گا ۔ کارکن پارٹی میں ہی رہے گا ۔ جناب والا ! یہ خیمہ کارکنوں کا ہے ۔ یہ غریب ، محنت کش ، مزدور ، کسان اور طالب علموں کی پارٹی ہے اور جناب والا ! چند اونٹوں کی خاطر کروڑوں بدوؤں کو قربان نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ کل بھی یہ کارکن جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ تھے ۔ آج بھی یہ کارکن جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کل بھی یہ کارکن جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ رہیں گے ۔

جناب والا ! ابھی کل کی بات ہے میں یہاں سے گزر رہا تھا ایک جھونپڑی سے آواز آئی ۔ ایک باپ اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا کہ تم اس وقت تک تلاوت کلام پاک نہ چھوڑنا جب تک ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو سے یہ بلا ٹل نہیں جاتی ہے ۔ جناب والا ! محنت کشوں اور غریبوں کی دعائیں جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہیں ورنہ اگر ہمارے قائد کو نقصان پہنچنا ہوتا تو یہ وہ لوگ ہیں جو پھونک مار کر کہتے ہیں کہ جاؤ تمہیں شفا ہوگئی ہے تمہارا گھر آباد ہو جائے گا اب ان کی یہ پھونکیں کہاں گئیں ؟ جناب والا ! یہی وجہ تھی کہ ہمارے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے تھے اور انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہ سربراہ نہیں بلکہ انہیں تو یہی پسند تھا کہ ہمارے ذوالفقار علی بھٹو ہی سربراہ رہیں اور ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ غریبوں اور محنت کشوں کی دعائیں شامل تھیں ۔ اس لیے جناب والا ! ذوالفقار علی بھٹو آج بھی ہمارا سربراہ ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے قائد کے ساتھ محنت کش ہیں غریب ہیں طالب علم ہیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ یہاں جو بھی تقریریں ہوئیں جو بھی تقریریں ہوتی تھیں ان کے دوران کبھی بھی پارٹی ڈسپلن کو توڑا نہیں جاتا تھا ۔

مسٹر سپیکر : قاضی صاحب ! آپ بجٹ کے متعلق فرمائیے ۔ جہاں تک پارٹی کے امورات کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے آپ کسی کنونشن میں تقریر فرمائیں یا کسی پارٹی میٹنگ میں ۔

قاضی محمد اسماعیل جاوید : جناب والا ! یہ وہ باتیں تھیں جن سے اس بجٹ میں پانچ مرلے سکیم کے متعلق نشاندہی ہوتی ہے اور پانچ مرلہ سکیم کو ان لوگوں نے ناکام بنانے کی کوشش کی ہے یہ بہت بڑی سکیم تھی جو قائد عوام نے محنت کشوں ، غریبوں کسانوں کو دی تاکہ وہ بالکل آزاد ہو کر یہ بات کہہ سکیں کہ اگر تم نے مجھے میرا حق دیا تو میں کام کروں گا اگر تم نے میرا حق نہ دیا تو میں کام نہیں کروں گا اور جناب والا ! یہ بات بڑے افسوس سے کہنی پڑتی ہے کہ جن لوگوں نے تعلیمی اصلاحات میں مخالفت کی ، زرعی اصلاحات میں مخالفت کی اور جن لوگوں نے پانچ مرلہ سکیم کو ناکام بنانے کی کوشش کی ، جن لوگوں نے میلسی میں کالونی نہ بننے دی ، ان لوگوں کو ٹکٹوں سے نوازا گیا اور یہ ہی ایک نہیں بلکہ پورے کے پورے خاندان کو ٹکٹیں دی گئیں ۔

اب جناب والا ! میں اپنے حلقے کے مسائل کی طرف آتا ہوں ۔ میرے حلقہ نیابت میں جہاں دوسرے مسائل ہیں ان میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ دھڑا فیس صرف میلسی میں لاگو ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چیئرمین سبزی والوں سے ناراض ہوگیا اور اس نے دھڑا فیس لگا دی اور آج یہ دھڑا فیس بڑھتی بڑھتی لاکھوں تک پہنچ گئی جب کہ یہ فیس پورے پنجاب میں لاگو نہیں ہے تو میرا مطالبہ یہ ہے کہ اس دھڑا فیس کو ختم کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : کیا یہ کسی لوکل باڈی نے لگائی ہے ؟

قاضی محمد اسماعیل جاوید : جی یہ لوکل باڈی کی طرف سے ہے ۔

مسٹر سپیکر : پھر کسی میونسپل کمیٹی نے یہ لگائی ہوگی ۔

قاضی محمد اسماعیل جاوید : جی جناب والا ! یہ میونسپل کمیٹی نے لگائی ہے ۔

جناب والا ! میلسی ایک ایسا بد نصیب شہر ہے کہ جہاں اس کے ارد گرد کوئی سرکاری زمین نہیں ہے اور جہاں اب وہاڑی میں کالونی بنائی گئی ہے وہاں سرکاری زمین تھی میلسی میں کوئی غریب آدمی نہیں بنا سکتا ادھر جاگیردار ادھر جاگیردار ۔ جناب والا ۔ میں کہتا ہوں کہ میلسی کے

غریب عوام کالونی کے زیادہ مستحق ہیں اور بار بار ہم نے اپیلیں کی ہیں اور آج بھی ہزاروں کی تعداد میں درخواستیں آئی ہیں کہ جہاں پلاٹ دیے گئے ہیں وہاں ہمیں کالونی دی جائے۔ تو جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ میلسی کالونی کے لیے سب سے پہلے سوچا جائے۔

اس کے بعد جناب والا ! جہاں تک ہمارے حلقے کا تعلق ہے اللہ کی مہربانی سے صرف ایک سڑک ہے جو میلسی سے دنیا پور براستہ جنڈھیر۔ بلند پور جاتی ہے اس سڑک پر ہم نے مٹی ڈالی ہے اور ہمیشہ جب مٹی ڈالی جاتی ہے تو سب سے پہلے میں ٹوکری اٹھاتا تھا اس کے بعد میرے عوام اور میرے بھائی اٹھاتے تھے۔ میرے ایک بھائی نے کہا تھا کہ یہاں جو بھی آیا سائیکل پر اور پھٹے کپڑوں میں آیا۔ میں یہ وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ چھ یا سات سال پہلے میرے پاس ایک موٹر سائیکل بھی تھی اور ٹوٹی ہوئی ایک جیپ بھی تھی لیکن آج میرے پاس سائیکل تک نہیں ہے اور میں نے جو کچھ کیا ہے اپنے حلقے کے عوام کے لیے کیا ہے اور نہ کوئی کوٹھی بنائی ہے اور نہ کوئی کار بنائی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس کے بعد جناب والا ! دوسری سڑک لڈن کی ہے یہ ہے تو دوسروں کی لیکن اس کا میرے ساتھ تعلق ہے۔ ایک اور سڑک میلسی سے کروڑ پکا تک ہے۔

جناب والا ! ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ہمیں کالج دیا ہے لیکن اس کی عمارت کے لیے ابھی فنڈز نہیں رکھے گئے۔ جناب والا ! میں اپیل کروں گا کہ اس کالج کی عمارت کے لیے فنڈز رکھے جائیں۔

جناب والا ! جہاں میرے حلقہ کے کافی دیہات میں بجلی پہنچائی گئی وہاں کچھ دیہات ابھی تک بجلی سے محروم ہیں اور ان میں داڑو دین گورانہ۔ حسین شاہ۔ کوٹ قاضی۔ چک 66۔ گسپ۔ کالیہ شاہ۔ شمن عمی پور اور کوٹلی ماسن شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر : بیگم ممتاز اعجاز گھلو ۔

بیگم ممتاز اعجاز گھلو : جناب والا ! سب سے پہلے میں اپنے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو 78-1977ء کا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں حالانکہ اس بجٹ میں میرے غریب اور پسماندہ ضلع مظفر گڑھ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا اس کے بعد میں ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتی ہوں کہ ہمارا ضلع مظفر گڑھ سب سے زیادہ پسماندہ ضلع ہے اور اس میں تحصیل علی پور سب سے زیادہ پسماندہ تحصیل ہے ۔ پورے ضلع میں یہ واحد تحصیل ہے جہاں پر کوئی انڈسٹری نہیں ہے حالانکہ کاشتکاری کے لحاظ سے یہ تحصیل سب سے اول نمبر پر ہے ۔ اس لیے جناب والا ! میں التماس کرتی ہوں کہ وہاں پر ضرور کوئی انڈسٹری لگائی جائے ۔

اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ہیڈ پنجند نزدیک ترین ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ ہر سال سیلاب کی زد میں آتا ہے اس لیے کاشتکاروں نے گنے کی فصل پر زیادہ زور دیا لیکن شوگر مل نہ ہونے کی وجہ سے بد قسمتی سے ان کا مشن کامیاب نہیں ہو سکا اس لیے میں وزیر خزانہ سے گزارش کرتی ہوں کہ وہاں کم از کم گنے کی خریداری کا مرکز ہی قائم کیا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو اس کا اجر آسانی سے مل سکے۔ اس کے بعد میں یہ گزارش کروں گی کہ علی پور گرلز انٹر کالج کی عمارت بالکل ہی خستہ اور نہ ہونے کے برابر ہے اس کالج کا نام لیتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے اس لیے جناب والا ! اس کے لیے کسی نئی عمارت کا انتظام کیا جائے ۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گی کہ علی پور کے سب سے بڑے گاؤں گھلوان میں چالیس سال سے گرلز پرائمری سکول قائم ہے لیکن وہاں کی عمارت نہایت خستہ حالت میں ہے وہاں کے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت کئی دفعہ عمارت کی مرمت کروائی لیکن اب اس کی بڑھتی ہوئی تعداد کے

پیش نظر میں یہ درخواست کروں گی کہ ایسے مڈل کا درجہ دے کر اس کے لیے نئی عمارت تعمیر کی جائے۔

جناب والا ! آخر میں میں اپنے عظیم صاحب فراست حوصلہ مند اور وطن عزیز کے سچے خیر خواہ اپنے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اپنی دلی گہرائیوں سے زبردست خراج عقیدت پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اتنے مشکل وقت میں اپنی پارٹی کے غریب عوام کا ساتھ دیا اور ان کو حوصلہ دیتے رہے اور ان کی ہر طرح سے حفاظت کی۔ جناب والا ! ہمارے قائد ایک ہردلعزیز قائد ہیں انشاء اللہ ہم خواتین بھی پوری یک جہتی سے پہلے کی طرح اپنا ہر وقت ہر صلاحیت حتیٰ کہ اپنے جان و مال اور اپنے بچے بھی اپنے عظیم قائد پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور وطن دشمن عناصر کو وارننگ دیتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر انشاء اللہ ان کو شکست فاش دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : مسٹر منظور احمد راجہ۔

مسٹر منظور احمد راجہ : (گجرات) ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر ! زیر بحث بجٹ برائے سال 78-1977ء ایوان میں پیش ہے یہ جس مشکل وقت میں وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے میں اس پر وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب والا ! میرا حلقہ نہایت پی پی 35 گجرات نمبر 11 ہے۔ اس کے چند ایک مسائل میں جناب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا ! ملکوال شہر میں انٹر کالج انتہائی ضروری ہے موضع گوندل میں 1956ء سے گورنمنٹ ہائی سکول تھا جو 69-1968ء میں ہائی سے مڈل کر دیا گیا جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس کو ہائی کا درجہ دیا جائے اور اسی موضع میں لڑکیوں کا ایک پرائمری سکول ہے اس کو مڈل کا درجہ دیا جائے۔

جناب والا ! پکھووال ریلوے اسٹیشن سے راولپنڈی آنے والی سڑک پختہ کی جائے کھٹالہ شیخاں سے ملک وال تک روڈ پختہ کی جائے۔ سکارپ

نمبر 2 میں اکثر لوپ ویل خراب رہتے ہیں جس کا مالیہ ڈبل وصول کیا جاتا ہے یہ ڈبل وصول نہ کیا جائے مہربانی ہوگی۔

مسٹر سپیکر : مسٹر خورشید عالم۔

مسٹر خورشید عالم چیمہ : (سیالکوٹ۔3) جناب سپیکر ! غیر معمولی حالات میں وزیر خزانہ کا ایک متوازن بجٹ پیش کرنا قابل تحسین ہے۔ میں نے مبارک باد کے الفاظ عمداً استعمال نہیں کئے یہ اتنی دفعہ استعمال ہو چکے ہیں کہ اس سے خوشامد کی بو آتی ہے۔ میں طبعاً خوشامد تو درکنار سچی تعریف کرنے کے معاملہ میں بھی کچھ کنجوس واقع ہوا ہوں۔

جناب والا ! پیپلز پارٹی ایک انقلابی اور نظریاتی جماعت ہے۔ جس کے منشور کا مطمع نظر یہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظریات پر ایک ترقی یافتہ غیر طبقاتی اور فلاحی معاشرہ قائم کرنا ہے۔ تمام وہ قوتیں جو اس کے خلاف ہیں جن کے مفادات پر زد پڑتی ہے وہ اس کے خلاف ہیں اور مذہبی پیشوائیت ان سب میں آگے آگے ہیں کیونکہ یہ ملوکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہیں۔ ان مذہبی پیشوائیت نے قوم کو سوائے صدموں۔ فسادوں۔ جہالت اور توہمات کے اور کچھ بھی نہیں دیا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

جناب والا ! توہمات کی بات آئی تو مجھے یاد آگیا کہ ان حالیہ انتخابات میں سیالکوٹ شہر میں جمعہ کے روز ایک خطیب نے ایک انڈا پیش کر دیا کہ یہ انڈا مرغی نے دیا ہے اور اس پر ہل کا نشان ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے اس لیے ہل جیت جائے گا۔ میں نے کہا شکر ہے کہ انہوں نے کہا کہ مرغی نے انڈا دیا ہے کسی ملاں نے نہیں دیا ورنہ ہم اس کی بالکل تردید نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے اس وقت "زہرہ فوبیا" یاد آگئی جو الڈولیشیا سے یہاں آئی تھی جس نے یہاں تہلکا مچا دیا تھا اور یہاں کے پریس نے اسے بہت اچھالا تھا اور مذہبی پیشواؤں نے بھی اسے بہت اہمیت دی تھی۔

اس نے کہا تھا کہ میرے اندر ایک مہدی بولتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ اس پر اتنا شور و غل ہوا بقول غالب نکلا کیا۔

بہت شور سنتے تھے جو پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

ایک ٹیپ ریکارڈ اور ایک تولیہ۔ اس کے بعد جب وہ اور اس کا خاوند انڈونیشیا میں گئے تو انہیں 420 اور دھوکہ دہی کے الزام میں قید ہوگئی۔ پچھلے دنوں یہ خبر آئی تھی کہ جیل میں اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ معلوم نہیں بڑا ہو کر وہ کیا دعویٰ کرے گا۔ یہ وہ مذہبی پیشوا کا کام ہے جس نے معجزات اور توہمات کے بل بوتے پر قوم کو بیوقوف بنایا۔

جناب والا! یہاں نظام مصطفیٰ کی بہت باتیں ہوئیں اور کل ایک فاضل رکن نے جو پیپلز پارٹی کے رکن تھے پیپلز پارٹی کے منشور اور اس کے اصولوں پر تنقید کی۔ میں حیران تھا لیکن بعد میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ پارٹی میں نووارد ہیں اور وہ ان سیاسی مسافروں میں سے ہیں جو پارٹی کے اصولوں اور نظریات کی بنا پر شمولیت نہیں کرتے بلکہ اپنے مفادات اور مصلحتوں کی بنا پر شمولیت کرتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری پارٹی کا منشور بڑا واضح ہے۔ وہ چار اصول تھے جو سامنے ہیں اگر انہیں معلوم نہیں تھا۔ اگر انہیں ان اصولوں سے اتفاق نہیں تھا تو ان کو اس پارٹی میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اس کے بعد جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ اس کے بعد سوشلزم ہماری معیشت ہے۔ اس کے بعد عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جب ہم کہتے ہیں اسلام ہمارا دین ہے تو باقی تینوں چیزیں اس اسلام کے دائرہ کے اندر رہیں گی۔ یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قسم کے الرجک ہیں۔ اسلامی سوشلزم سے ڈرتے ہیں، اسلامی مساوات کہیں تو ٹھیک ہے۔

اسلامی سوشلزم کہیں تو الرجک ہو جاتے ہیں - بات کچھ نہیں - یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی - جیسے -

نکتہ توحید سمجھ میں آ تو سکتا نہیں
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

جب بھی کبھی جائیداد پر پابندی کا ذکر آتا ہے یہ مفاد پرست طبقہ اس کو سوشلزم کا نام دے گا یا کفر کا فتویٰ لگا کر اس سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے - لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے اب یہ بات نہیں چلے گی - اس فاضل ممبر نے یہ بھی کہا کہ 1970ء میں اس لیے ملک کے دو ٹکڑے ہوئے کہ ہم نے نعرہ روٹی - کپڑا اور مکان کا لگایا تھا اسلام کا نہیں لگایا تھا - ان کے نزدیک اسلام میں روٹی - کپڑے کی کوئی گنجائش نہیں ہے حالانکہ یہ ہر انسان کا بنیادی مسئلہ ہے - روح بھی جب تک جسم میں رہتی ہے تو جسم کو لا محالہ روٹی - کپڑا اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے -

(نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں مساوات کا حامی ہوں لیکن جبر کا نہیں ہوں معلوم نہیں کہ قانون ساز اسمبلی کا ممبر ہوتے ہوئے انہیں پتا نہیں کہ ہم نے پانچ سال قانون سازی کی ہے - جاگیرداروں سے جو بلا معاوضہ زمین حاصل کی ہے ان کے نزدیک یہ جبر ہوگا ہمارے نزدیک یہ عین اسلام ہے - پھر انہوں نے یہ بھی کہا اور حضرت عثمان غنیؓ کا حوالہ بھی دیا کہ حضرت عمرؓ کا دور تھا - اول تو مجھے اس روایت پر شک ہے - رسول خدا کا صحابی ہو اور ملک میں قحط پڑا ہوا ہو اور اس نے اتنا غلہ ذخیرہ کر لیا ہو کہ تمام ملک کو وہ سپلائی کرے - غلہ کا ذخیرہ تو اسلام میں بالکل منع ہے - انہیں حضرت ابوبکرؓ کا وہ واقعہ یاد نہیں کہ جب کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا - تو انہوں نے کہا میں اونٹ کی نکیل تک آپ سے وصول کروں گا - انہوں نے وصول کیا - کیا یہ جبر تھا ؟ - آپ ایک نظام میں داخل ہوتے ہیں - اس کی پابندیوں کو جبر کہتے ہیں - آپ اسلامی لاء سے واقف نہیں ہیں -

جناب والا ! اس کے بعد میں یہ کہوں گا کہ قائد اعظم بھی اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگاتے تھے ۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے اسلامی سوشلزم کوئی جوا نہیں ہے ۔ اسلامی سوشلزم وہی ہے جس کا قائد اعظم نے ذکر کیا ۔ اسلامی سوشلزم وہی ہے جس کا علامہ اقبال نے ذکر کیا ۔ اسلامی سوشلزم وہی ہے جس کو قائد عوام نے اپنے منشور کا حصہ بنایا ۔ جہاں تک اسلام کا اقتصادی نظام ہے وہ بڑا واضح ہے ۔ آپ کو معلوم ہے ''لیس الا انسان الا ماسعیٰ ۔ ''معاوضہ محنت پر ہوگا سرمایہ پر نہیں ہوگا اور اس کے بعد یہ بھی واضح ہے کہ ضرورت سے جتنا زائد ہے وہ راہ خدا میں دے دو یعنی ہر ایک ضرورت کا تعین اس ملک کے حالات کے مطابق ہوگا ۔ اس کے بعد جو ربو لیتے ہیں وہ خدا اور خدا کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور کسی کو یہ معلوم نہیں ہمارا تمام معاشرہ ربو پر مبنی ہے ۔ ربو صرف روپے کے سود پر نہیں ربو ماڈرن سرپلس منی کو کہتے ہیں ۔ سرمایہ پر جو پیسہ بھی کمایا جائے وہ ربو ہے ۔ اگر آپ بنک میں روپیہ رکھ کر سود لیتے ہیں وہ بھی ربو ہے ۔ اگر ایک لاکھ روپے کا مکان بنا کر اس کا دو ہزار روپیہ ماہوار لیتے ہیں وہ بھی ربو ہے ۔ اسلام میں پرائیویٹ پراپرٹی کا کوئی تصور نہیں ہے اور جب تک اس تصور کو مقدس سمجھا جائے گا سرمایہ دارانہ نظام قائم رہے گا ۔ اسلام اس کی نفی کرتا ہے ۔ جناب والا ! یہ نظام مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں ۔ نظام مصطفیٰ کا جب نفاذ ہوگا تو کیا ہوگا اس وقت انسان کا انسان پر ہر قسم کا استبداد اور استحصال خواہ وہ سیاسی ہو ۔ خواہ وہ اقتصادی ہو ۔ خواہ وہ روحانی ہو ۔ خواہ وہ سماجی ہو بالکل ختم ہو جائے گا اور اس معاشرہ میں یہ نظام مصطفیٰ نہیں ہوگا ۔ نہ کوئی حکمران ہوگا نہ محکوم ہوگا ۔ نہ کوئی آقا ہوگا نہ غلام ہوگا ۔ نہ کوئی آجر ہوگا نہ مزدور ہوگا ۔ نہ کوئی پیر ہوگا نہ کوئی مرید ہوگا یہ سب رشتے یکسر ختم ہو جائیں گے ۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے ۔

کس نباشد در جہاں محتاج کس
نکتہ سحر مبین این است و بس

جناب والا ! باتیں تو بہت تھیں لیکن میں اس کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ہمیں باطل کی تمام قوتوں کو مٹا کر اللہ تک پہنچنا ہے اور اس کے لیے یہ منشور ہماری پہلی ہاؤی کا ہے ۔

جناب والا ! اس بجٹ میں تعلیم کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ گرانٹ دی گئی ہے ۔ لیکن افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے اگرچہ تعلیم کو کافی نیشنلائز کر دیا گیا ہے لیکن چند ہاتھی ابھی اس نظام میں باقی ہیں ۔ سب سے بڑا ہاتھی چیف کالج ہے جس کو یہ کہہ کر ہوا دی بنا دیا ہے کہ اب وہاں نوابوں کے ۔ جاگیرداروں کے بیٹوں کی جگہ عوام کے لڑکے بھی داخل ہو سکتے ہیں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سے عوام ہیں جو ایک ہزار روپیہ ماہوار خرچ دے کر وہاں اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں ۔ وہ وہی سمگلر ۔ بلیک مارکیٹر اور رشوت خور افسر ہو سکتے ہیں جن کی ایک ہزار یا ڈیڑھ ہزار تنخواہ ہے اور ان کے چار چار بچے وہاں پڑھتے ہیں ۔ اس سے پھر کون سی عوامی نسل ہوگی ۔ یہ بھی مجھے معلوم نہیں کہ اتنا بڑا خرچ کر کے جو نسل پیدا ہوگی وہ عوامی ہو گی یا اسی وزن پر اور ہوگی جس کا نام لوں تو شائد غیر پارلیمانی ہوگا ۔ اس کے بعد جناب والا ! یہ تمام نظام تعلیم جب تک یکسر نہیں بدلا جائے گا ایک با مقصد سلیبس تمام قوم کے لیے نہیں بنایا جائے گا یہ تعلیم لا حاصل رہے گی ۔

اب میں اپنے شہر سیالکوٹ کے مسائل کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ مسائل اتنے ہیں کہ وسائل پر افراد کا قبضہ ہے اور جب تک یہ نظام قائم ہے یہ مسائل کبھی ختم نہیں ہوں گے ۔ لیکن سیالکوٹ شہر جو کہ فرسٹ کلاس کمیٹی کہلاتا ہے اپنے ان ملازمین کو تنخواہ دینے سے بھی قاصر ہے ۔ میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ 18 لاکھ روپیہ جو ہاؤس ٹیکس کا ایکسائز کے محکمے سے لینا ہے جس کا کیس فنانس ڈیپارٹمنٹ میں پڑا ہوا ہے اس کو ذرا جلدی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے اس لیے کہ وہ شائد سرخ فیتے کی نذر ہوگیا ہے ۔ اگر کچھ رقم مل جائے تو ہم ترقیاتی

کام کر سکیں ۔ جناب والا ! شہر سیالکوٹ سٹین لیس سٹیل ، سرجری اور سپورٹس کے میکروں کا شہر ہے ۔ چھوٹے چھوٹے آدمی اسے بناتے ہیں لیکن چند سرمایہ دار اپنی کاغذی فرموں کے ذریعے اپنی مہریں لگا کر برآمد اور درآمد کرتے ہیں اور اس پر جو لائسنس وغیرہ اور مراعات ہیں وہ حاصل کرتے ہیں ۔ وہ بیچارے جو اس چیز کے خالق ہیں ان کو کوئی چیز نہیں ملتی ۔ اس لیے ایسا بندوبست کیا جائے کہ جو چیز یہ بناتے ہیں اس صنعت پر مراعات اور لائسنس وغیرہ انہیں لوگوں کو دے جائیں جو صحیح اس کو بناتے ہیں ۔

اس کے بعد میں لیبر ہال کے متعلق کروں گا کہ وہاں لیبر بہت ہے اس لیے وہاں لیبر ہال ہونا لازمی ہے ۔

اس کے بعد گزارش یہ ہے کہ علامہ اقبال کا یوم پیدائش منایا جا رہا ہے ۔ اگر اس سلسلے میں کوئی یادگار بنی ہے چاہے وہ میڈیکل کالج ہو یا اور کوئی چیز ہو تو وہ سیالکوٹ میں بنی چاہیے ۔ لیبر عدالتوں میں لیبر کا نمائندہ ہونا چاہیے ۔ سب سے آخر لیکن سب سے ضروری میں ان شہدا کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے اس تحریک میں اپنی جانیں دیں ۔ میرے کچھ ساتھیوں نے کل بڑی تفصیل سے ان تینوں آدمیوں کا جن کو گھیر کر مارا گیا اور شہید کیا گیا ذکر کیا ہے اور وہاں ضلعی انتظامیہ دیکھتی رہی اور وہ بیچارے شہید ہوئے ہیں اس کا اعادہ نہیں کروں گا ۔ اس کے بعد ہمارا ایک کارکن جو سات اپریل کو زخمی ہوا تھا تین مہینے زندگی اور موت کی کشمکش میں رہا اور چند دن ہوئے سی ایم ایچ میں بیچارہ وفات پا گیا ۔ لیکن وہاں اس کی میت حاصل کرنے کے لیے اس کے ورثاء کو 12 ہزار روپے دینے پڑے جس کے لیے انہوں نے اپنے زیور تک بیچ دیے ۔ میں استدعا کروں گا کہ اگر ان کی کچھ اعانت کرنی ہے تو بہت جلد کیجئے ہمارے دست سوال پر نہ کیجئے ۔ ہماری حالت تو یہ ہے ۔

میں حد آرزو سے بھی آگے نکل گیا
وہ منتظر رہے میرے دست سوال پر

شکریہ

مسٹر سپیکر : مسٹر خالد مظہر (راولپنڈی)

مسٹر باسط جہانگیر : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! میں آپ کی توجہ اپوزیشن کے خالی بینچوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اس معزز ایوان میں عوام دوستی کی بہت باتیں کرتے رہے لیکن آج جب بجٹ کا closing سیشن ہو رہا ہے وہ اس سیشن میں شامل بھی نہیں ہوئے تو میں آپ کی وساطت سے یہ بات پروسیڈنگ پر لانا چاہتا ہوں تا کہ کل وہ عوام کو ورغلا نہ سکیں ۔

مسٹر سپیکر : باسط جہانگیر صاحب یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سیشن میں شامل نہیں ہوئے ۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں ۔

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا ! یہ کہہ دیں کہ موجود نہیں ہیں ۔

مسٹر سپیکر : یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ تشریف رکھیے ۔ مسٹر خالد مظہر آپ تقریر کریں ۔

ملک خالد مظہر : جناب سپیکر ۔ سب سے پہلے میں اپنے عظیم قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جس طرح اس سے قبل پاکستان میں بحران آتے رہے انھوں نے ان کا سامنا کیا ۔ اس دفعہ بھی انھوں نے اسی حوصلہ سے اور اسی مدبرانہ قیادت سے کام لے کر اس بحران کو اسی طرح ختم کر دیا ۔ انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی وہ پاکستان کو اس قسم کے بحرانوں سے بچاتے رہیں گے ۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور وہ پاکستان کی اور عالم اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں ۔ جناب سپیکر ! حزب اختلاف کے ایک ممبر نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ اگر یہ مذاکرات جلدی شروع ہو جاتے تو یہ قتل و خون ، تشدد اور ہماری معیشت میں جو زبردست نقصان ہوا ہے وہ نہ ہوتا ۔ تو اس حزب اختلاف کے ممبر کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ مذاکرات جو دیر سے شروع ہوئے یہ صرف قومی اتحاد کی وجہ سے ہوئے ہیں ۔ ہمارے قائد ہمارے لیڈر نے شروع سے ہی ان کو اس چیز کی ترغیب دیتے رہے اور حزب اختلاف کو کہتے رہے کہ وہ مذاکرات

کی میز پر آئیں اور ان کے ساتھ مذاکرات کریں ۔ مگر حزب اختلاف والے یہ قومی اتحاد والے ایت و لعل سے کام لیتے رہے ۔ اس قدر تشدد کے بعد ۔ اس قدر ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا کرنے کے بعد مذاکرات کی میز پر آئے اور یہ دیر صرف اور صرف ان قومی اتحاد والوں کی طرف سے تھی ہماری طرف سے نہیں تھی ۔ جناب سپیکر ! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس معزز ایوان میں اس سے قبل کافی بحث ہو چکی ہے ۔ وہ تشدد ، وہ نقصان اور وہ ظلم جس کا سامنا ہماری پارٹی کو رہا ہے اور ہمارے ملک میں جو تشدد کا دور دورہ رہا ہے اس کے متعلق کافی ممبران نے یہاں بحث کی ہے ۔ میں زیادہ اس پر روشنی نہیں ڈالنا چاہتا لیکن سب سے واضح بات یہ ہے کہ اس ظلم و تشدد کا سب سے زیادہ اثر ہماری معیشت پر پڑا ہے ۔ اس سے ہماری معیشت کو سخت دھچکا لگا ہے ۔ جس کا اثر ظاہر ہے کہ ہمارے اس بجٹ پر بھی ضرور پڑتا اور اس کا اثر ہوا ۔ ان حالات کے باوجود میں اپنے وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو ایک اچھا متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ جس طرح ان کی شخصیت متوازن ہے اسی طرح یہ بجٹ بھی متوازن ہے اور میں انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہیں دوسرے وزراء کی طرح یہ طعنہ نہیں دیا گیا کہ انہوں نے اپنے ضلع راولپنڈی کے لیے کچھ زیادہ رقم رکھی ہے اور آج مجھے یہ بھی خوشی ہے کہ انہیں کوئی طعنہ نہیں دے سکے گا ۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے اپنے ضلع کے لیے کچھ زیادہ رقم رکھی ہے ۔ اس کے علاوہ ہم پر بجٹ میں جو ٹیکس لگائے گئے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : آپ کا خیال ہے کہ کیا کوئی گلہ بھی نہیں دے سکے گا ؟

ملک خالد مظہر : جناب والا ! گلہ بھی نہیں دے سکے گا کیونکہ گلے کی گنجائش ہی نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر : آپ کا مطلب ہے کہ کم رکھے گئے ہیں ۔

ملک خالد مظہر : جی ہاں کم رکھے گئے ہیں ۔ کیونکہ جو نئے ٹیکس لگائے ہیں ان سے غریب عوام پر کوئی زیادہ بوجھ نہیں پڑا ۔ اس سے قبل ہمارے ہاں راولپنڈی میں ڈاکٹر عبدالخالق کی زیر صدارت ایک میٹنگ ہوئی تھی ۔ وہاں ڈاکٹر صاحب نے ان خیالات کا اظہار کیا تھا کہ اس دفعہ جو بجٹ آئے گا اس پر آپ لوگوں کو اور خاص کر آئندہ انتخابات میں آپ کو بڑی تکلیف ہوگی ۔ ہمیں معلوم تھا کہ شائد نئے بجٹ میں ڈاکٹر صاحب غریب عوام پر اور روز مرہ کی ضروریات پر زیادہ ٹیکس لگائیں گے ۔ لیکن ہماری توقعات کے خلاف ایسا نہیں ہوا ۔ اس پر میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر ! میں بارانی علاقے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ ہمارا دارومدار بارشوں پر ہوتا ہے ۔ جس سال بارشیں ہوتی ہیں ۔ تو ہماری فصلات اچھی ہوتی ہیں جس سال بارش نہ ہو اس سال ہماری فصلیں ضائع ہو جاتی ہیں اور اچھی نہیں ہوتیں ۔ ہمارے مسائل لا محدود ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان وسائل کے اندر رہتے ہوئے میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور دوسرے افسران جو ہیں ان تک اپنے مطالبات ضرور پہنچاؤں گا کیونکہ آئندہ انتخابات سر پر ہیں ۔ علاقے کے لوگوں کو کم از کم ہم یہ بات تو کہیں گے کہ اسمبلی میں آپ کے جو مسائل تھے وہ ہم نے بیان کیے انشاء اللہ اگلے سال تک حل ہو جائیں گے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ راولپنڈی کو اپنے پیش نظر رکھیں گے ۔ جناب والا ! میرے علاقے گوجر خان میں پینے کے پانی کی سخت قلت ہے اور ہم اس بنیادی ضرورت سے محروم ہیں ۔ میرا اپنا گاؤں یعنی جس گاؤں سے میں تعلق رکھتا ہوں اس گاؤں میں لوگ پانچ یا چھ میل دور سے پانی لاتے ہیں ۔ اب ہمیں اس سیشن کے بعد اپنے گاؤں جانا ہے تو ہمیں معلوم ہے کہ میرے گاؤں کے لوگوں نے مجھ سے کیا حساب لینا ہے وہ کہیں گے کہ تم وہاں ایک ماہ ٹھہرے تم نے ہمارے پینے کے پانی کا کیا کیا ؟ میں نے وعدہ کیا تھا کہ لاہور جا کر میں آپ کے پینے کے پانی کا انتظام کروں

گا۔ وہاں سید گاؤں میں ایک ٹینکی پچھلے سال منظور ہوئی تھی اور میر وغیرہ وہاں گئے ؟ اور دوسرے محکمے کے لوگ بھی وہاں گئے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علاقہ میں کوئی افسر نہیں آیا۔ اس لیے میں آپ سے ملتمس ہوں کہ آپ اس بجٹ میں واٹر سپلائی کی ٹینکی کی سکیم کا بندوبست کریں۔

اس کے بعد نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارا دوسرا بنیادی مسئلہ صحت کا ہے۔ یونین کونسل پنجرہ کلاں جس میں 18/17 گاؤں ہیں وہاں آج تک کوئی ڈسپنسری نہیں ہے یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ ہر یونین کونسل میں ایک ڈسپنسری ہونی چاہیے کیونکہ جس یونین کونسل میں ڈسپنسری ہے جب وہاں کے عوام ڈسپنسری سے دوائی لینے جاتے ہیں تو اس ڈسپنسری والے دوائی نہیں دیتے۔ اس لیے میں وزیر صحت سے التجا کروں گا کہ ہماری یونین کونسل میں ایک ڈسپنسری قائم کی جائے۔

ہماری حکومت نے پسماندہ علاقوں کو ترقی دینے کے لیے مری کہوٹہ ڈولپمنٹ اتھارٹی بنائی ہے یہ علاقہ بہت پسماندہ ہے جس طرح یہ علاقہ بہت پسماندہ ہے اس سے زیادہ تحصیل گوجر خان پسماندہ تحصیل ہے اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ یا تو اس کے لیے بھی علیحدہ ڈولپمنٹ اتھارٹی بنا دی جائے وگرنہ اس تحصیل کو بھی مری کہوٹہ ڈولپمنٹ اتھارٹی کے ساتھ منسلک کر دیا جائے۔ تا کہ ہمیں بھی اس سے فائدہ ہو سکے۔

جناب سپیکر ! اب میں تعلیم کے شعبہ کی طرف آتا ہوں اگرچہ موجود حکومت نے تعلیم کے شعبہ کے لیے بہت زیادہ رقم مختص کی ہے اس لیے کہ بجائے اس کے کہ نئے سکول بنائے جائیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ پرانے سکولوں کی جن کی چھت نہیں ہے یا کسی سکول کی چار دیواری نہیں ہے یا جن کی چھتیں گر چکی ہیں۔ دیواریں گر چکی ہیں۔ ان کو مرمت کیا جائے۔ اس کو اس قابل بنایا جائے کہ وہاں بچے بچیاں بیٹھ کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ ہماری تحصیل گوجر خان میں کافی آبادی ہے وہاں زنانہ کالج نہیں ہے اور میٹرک کرنے کے بعد بچیاں تعلیم چھوڑ دیتی ہیں۔

اس لیے میری گزارش ہے کہ ہماری تحصیل میں ایک زنانہ کالج کا بندوبست کیا جائے تا کہ اس علاقے کی بچیاں اپنی پڑھائی جاری رکھ سکیں۔

اس کے بعد میں مندرہ، چکوال روڈ جو ڈیفنس کی وجہ سے کسی وقت بہت جلدی بن گئی تھی اب اس کی حالت نہایت خستہ ہے پچھلے تین چار سالوں میں کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے اور وہاں کچھ علاقہ سیم زدہ ہے جس کی وجہ سے سڑک بیٹھ گئی ہے۔ حکومت نے اس سڑک کا ٹھیکہ دیا ہوا ہے۔ اور ٹھیکیدار بڑے ہنستے ہوئے اس سڑک کو بنا رہا ہے۔ جب ساون آتا ہے تو اس سڑک کی مٹی بہہ جاتی ہے۔ اس لیے میری یہ گذارش ہے کہ ارباب اختیار اس طرف توجہ فرمائیں۔ کہ اس کو ہدایت فرمائی جائے کہ وہ اس سڑک کو جلدی مکمل کرے۔ کیونکہ اس کی تکمیل کی میعاد قریب آتی ہے تو وہ جا کر افسران بالا سے میعاد میں توسیع کرا لاتا ہے۔ اس لیے اس کو ہدایت فرمائی جائے کہ وہ سڑک کو معینہ مدت میں پوری کرے۔

ایک اور میری گزارش ہے کہ دیہاتیوں کو شہریوں کے مقابلہ میں کم چینی کا کوٹہ دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں میں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی ملاقات کر کے انہیں بتایا تھا کہ گاؤں کے لوگوں کا بھی شہریوں کے برابر کوٹہ کیا جائے۔ وہ کہتے تھے کہ دیہات والے گڑ شکر کھا کر بھی گذارہ کر لیتے ہیں۔ لیکن جناب والا! بارانی علاقہ میں جہاں گنا نہیں ہوتا تو وہاں کے عوام گڑ اور شکر کہاں سے کھائیں گے؟ انہیں تو چینی ہی مل جائے غنیمت ہے۔ اس لیے میری گذارش ہے کہ ان کا کوٹہ شہریوں کے برابر کر دیا جائے۔ اور میں یہ بھی عرض کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ قائد عوام کو جتنی زیادہ اکثریت دیہات سے ملی ہے۔ اتنی زیادہ اکثریت شہروں سے نہیں ملی ہے۔ اس لیے جناب والا! اس ضمن میں ضروری ہدایات فرمائی جائیں۔ تاکہ ہمیں بھی چینی کا کوٹہ شہریوں کے برابر مل سکے۔

مسٹر سپیکر و ڈاکٹر سید جواد حسین رضوی۔

ڈاکٹر سید جواد حسین رضوی : جناب سپیکر ! موجودہ بجٹ پر تین چار روز سے عام بحث جاری ہے ۔ میں بھی ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو ان مشکل حالات میں بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ یہ کچھ قدرتی بات تھی کہ کچھ کپاس کی فصل کی کمی تھی اور کچھ اسلام پسندوں کے ہنگاموں کی وجہ تھی جس نے ملک کی معیشت کو تباہ کیا اور اس کے علاوہ بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں ۔ قائد عوام نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ آؤ مجھ سے بات کر لو ۔ اگر یہ ایسا کر لیتے تو اتنا نقصان نہ ہوتا ۔

جناب والا ! میں اپنے حلقے کے چند ایک مسائل پیش کرتا ہوں جناب والا ! منڈی بہاؤالدین میں ایک سب سے بڑا مسئلہ سیم اور تھور کا ہے میرے علاقے میں دو ڈرین ہیں اگر ان ڈرین کی کھودائی ہو جائے ۔ تو ہزاروں میل رقبہ قابل کاشت ہو سکتا ہے دیہات میں جہاں عوام رہتے ہیں ۔ ان کے لئے چلانے کا راستہ بھی نہیں ہے کیونکہ بارشوں کے دنوں تمام پانی اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے ان کو کھدوایا جائے ۔ تاکہ عوام کو ان سے نجات مل سکے حکومت ان بارشوں میں بھی منڈی بہاؤالدین میں آبیانہ وصول کرتی ہے ۔ جب کہ سب ڈویژن کھاریاں اور گجرات میں آبیانہ معاف کر دیا گیا ہے ۔ جناب والا ۔ سوہاوہ وانگڑہ میں پانی کھڑا رہ جاتا ہے ۔ اگر ان علاقوں میں ڈرینز بنا دی جائیں تو ہمارے گاؤں ٹھیک ہو جائیں گے ۔ جناب والا ! منڈی بہاؤالدین کا ہسپتال میونسپل کمیٹی کے تحت چل رہا تھا ۔ اب پروونشلائزڈ ہونے کے بعد اب اس کی توسیع کی جائے ۔ کیونکہ وہاں مریضوں کے لیے بیڈ بہت کم ہیں یہاں تک مریضوں کے لیے اسپرو اور اے پی سی کی گولیاں تک موجود نہیں ہیں ۔ اس کو بھی دوائیوں میں حصہ دیا جائے ۔ جناب والا ! ہمارا ایک دیرینہ مطالبہ تھا کہ لڑکیوں کے لیے کالج بنایا جائے ۔ عوامی حکومت نے تین سال پہلے انٹر کالج بنایا تھا عمارت بن گئی ہے ۔ لیکن تدریسی عملہ ابھی تک متعین نہیں ہوا ۔ مہربانی فرما کر چند لیکچرار تعینات فرما دیں ۔ لڑکوں کے لیے ڈگری کالج ہے جو ایم ۔ بی

ہائی سکول کی عمارت میں قائم ہے ۔ اگر اس عمارت کی توسیع ہو جائے ۔ تو کلاسیں آرام سے بیٹھ سکتی ہیں ۔ میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ اس عمارت کے لیے کچھ گرانٹ دی جائے ۔

جناب والا ! میرے علاقے میں مواضعات دھول ، رتو وال ، مقبال میں پرائمری سکول ہیں لیکن نزدیک کوئی مڈل سکول نہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی ایک قصبے میں لڑکیوں اور لڑکوں کے سکول کا درجہ مڈل تک بڑھایا جائے تاکہ اس علاقے کے بچے جہاں مڈل تک سہولت سے تعلیم حاصل کر سکیں ۔

سرگودھا گجرات روڈ پر ایک سڑک کی سولنگ ادھوری پڑی ہے جو ڈنکا چک تو جاتی ہے ۔ اگر صرف آدھے میل پر سولنگ لگ جائے ۔ تو ان لوگوں کو بڑی سڑک پر آنے کا راستہ مل جائے گا ۔ جناب والا ! منڈی بہاؤالدین سے جو ٹریفک کھاریاں ، پنڈی ، غریب وال سیمنٹ فیکٹری کی طرف جاتی ہے ۔ یہ تمام کی تمام شہر کے درمیان سے گزرتی ہے حالانکہ اگر اسے کالج کی مغربی دیوار کے ساتھ کوٹ احمد شاہ کی طرف سے نکال دیا جائے تو تمام کی تمام ٹریفک شہر کے باہر سے نکل سکتی ہے ۔ اس طرح سے روزانہ کے حادثات بھی ختم ہو جائیں گے ۔ اس سڑک پر دو میل کے قریب سولنگ لگا ہوا ہے ۔ صرف ایک پل ہے جو ریلوے کراسنگ پر ہے اگر وہ بن جائے تو تمام ٹریفک باہر سے گزرے گی ۔ مہربانی ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر انوارالحق (سیالکوٹ)

مسٹر انوارالحق : جناب سپیکر ! اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس سال وفاقی اور صوبائی بجٹ انتہائی غیر معمولی حالات میں پیش کیے گئے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ موجودہ بجٹ غیر معروضی حالات کی مکمل عکاسی کرتا ہے یہ حالات اس سیاسی بحران کا نتیجہ ہیں جس نے 7 مارچ کے الیکشن کے بعد اس ملک کو اپنی گرفت میں لے لیا ۔ یہ بحران ان لوگوں نے پیدا کیا جو نظریہ پاکستان کے مخالف تھے ۔ جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے ۔ آج وہی لوگ استحکام پاکستان کے بھی مخالف ہیں ۔ یہ لوگ

غیر ملکی شہ پر غیر ملکی سازش کے تحت ، خان ولی خان/کو پاکستان کا شیخ مجیب الرحمان بنا کر پاکستان کے چار ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں ۔ پاکستانی عوام قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مدبرانہ قیادت میں ایسی تمام سازشوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکام بنا دیں گے ۔ اس بحران سے ہماری قومی معیشت کو مجموعی طور پر تقریباً لاکھوں روپے کا نقصان ہوا ہے/ اس بحران سے پیداواری عمل میں زبردست تعطل پیدا ہوا جس کی وجہ سے بیرونی تجارت بھی متاثر ہوئی اور زرمبادلہ کی آمدن میں بھی کافی کمی ہوئی ۔ اس کے علاوہ گزشتہ چند سالوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں پر سیلابوں اور بارشوں سے زبردست تباہی ہو رہی ہے ۔ بین الاقوامی اداراتِ زر/تیل کی قیمتوں میں بے بہا اضافہ اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ ، ان تمام عوامل کی موجودگی میں ایک ترقیاتی بجٹ پیش کرنا میرے خیال میں احمقوں کی جنت میں رہنے کے مصداق ہے ۔ بلکہ معروضی حالات کے تابع موجود بجٹ ایک متوازن اور حقیقت پسندانہ بجٹ ہے ۔ اس بجٹ میں اس بات/ کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ قریب الاختتام اور زیر تکمیل منصوبوں کو جلد از جلد مکمل کیا جائے ۔ اس بجٹ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ پیداواری عمل میں بھی جو تعطل پیدا ہوا ہے اسے جلد از جلد دور کرکے پیداواری عمل کو تیز کیا جائے اور موجودہ/ترقیاتی رفتار کو برقرار اور بحال رکھا جائے ۔ اس بجٹ میں اس بات کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ مجوزہ ٹیکس کا بوجھ عام آدمی پر نہ پڑنے پائے بلکہ اس کا بوجھ ایک مخصوص طبقے پر پڑے جو اس کا متحمل ہے اور جو اس کو برداشت کرنے کی پوری/پوری سکت رکھتا ہے ۔ معاشیات کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس بجٹ کا روز مرہ کی اشیاء کی قیمتوں پر کوئی اثر نہ پڑے گا ۔ موجودہ حالات میں اس سے بہتر بجٹ پیش کرنا ممکن نہ تھا ۔ اس بجٹ میں/دیہی ترقی ، رہائشی سکیموں ، صحت اور کچی آبادیوں کے مسائل پر جو خصوصی توجہ دی گئی ہے وہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ

پیپلز پارٹی کی حکومت قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ولولہ انگیز قیادت میں اپنی منزل یعنی استحصال سے پاک معاشرہ کے قیام کے لیے بھرپور جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر قائد عوام کا نیا اقتصادی نظام تیسری دنیا میں اپنا لیا گیا تو آپ دیکھیں گے کہ تیسری دنیا کے مظلوم عوام جلد ہی سامراجی استحصال سے نجات حاصل کر لیں گے۔

جناب والا! میرا تعلق تحصیل ڈیرہ غازی خان سے ہے جو پنجاب کی ایک پس ماندہ ترین تحصیل ہے۔ یہ تحصیل سیلابوں اور جنگوں کی آماج گاہ ہے۔ یہ تحصیل چھوٹے زمینداروں پر مشتمل ہے اور اس کی آبادی 6 لاکھ کے قریب ہے۔ لوگوں کا ذریعہ معاش زراعت ہے، اس وجہ سے ہمارے ہاں بے روزگاری اور غربت عام پائی جاتی ہے۔ سابقہ حکومتوں نے ہماری تحصیل کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا مگر اس عوامی حکومت نے آتے ہی کمال مہربانی سے اس تحصیل کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کے لیے کافی فنڈ مہیا کیے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے سابق عوامی مقامی نمائندوں نے بد دیانتی اور غلط طریقے سے اس فنڈ کو ضائع کر دیا۔ جناب والا! آپ کی اور ہماری حکومت کی خصوصی توجہ کے باوجود ہمارے چند بنیادی مسائل ایسے ہیں جو فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ وہ کچھ یوں ہے۔ ہمارا سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس تحصیل میں سے بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے سمال انڈسٹری سکیم کی انتہائی ضرورت ہے۔ ذرائع آمد و رفت و مواصلات بہتر بنائے جائیں۔ وہ عمارات جو سیلابوں اور جنگوں میں تباہ ہو چکی ہیں ان کو جلد از جلد تعمیر کیا جائے۔ وہاں بجلی کی بہم رسانی بھی انتہائی ضروری ہے۔ وہاں 6 لاکھ کی آبادی کے لیے صرف ایک ڈاکٹر کام کر رہا ہے جب کہ ڈاکٹروں کی 6 آسامیاں ہیں۔ اسی طرح لیڈی ڈاکٹروں کی دو آسامیاں ہیں جن کو ابھی تک پر نہیں کیا گیا ان کو جلد از جلد پر کیا جائے۔ گرلز کالج بھی منظور ہو چکا ہے لیکن اس کی عمارت ابھی تک تعمیر ہو رہی ہے۔ وہاں بے روزگاروں کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے ہم چاہتے ہیں کہ انہیں جلد از جلد کہیں نہ کہیں ملازمتیں ملنی چاہئیں۔

اس تحصیل میں ہر سال سیلاب کی وجہ سے ہزاروں ایکڑ زمین دریا برد ہو جاتی ہے ۔ اس زمین کو بچانے کا بھی معقول انتظام کیا جانا چاہیے ۔ ایک پل نالہ روہی پر تعمیر کیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور نالہ ہے جس پر پل کی تعمیر زیر تکمیل ہے لیکن کافی عرصے سے تعطل کا شکار ہے ۔ موسم برسات میں اس پل کی غیر موجودگی میں ٹریفک بند ہو جائے گی ۔ تو میں وزیر متعلقہ سے درخواست کروں گا کہ اس پل کو جلد از جلد تعمیر کیا جائے ۔ اس کے علاوہ ہمارے ہاں والر سپلائی دو سال سے بے کار ڈیرا لگائے بیٹھے ہیں اور ان کا کوئی ریزلٹ نہیں نکل رہا ہے ۔ اور ہم چاہتے ہیں ۔ کہ ان کا صحیح مصرف ہونا چاہیے ۔

مسٹر سپیکر : اب آپ تشریف رکھیے ۔ چودھری ریاض احمد وڑائچ ، (گجرات) ۔

چودھری ریاض احمد وڑائچ : جناب سپیکر! میں محترم وزیر خزانہ کو درپیش حالیہ نا مساعد حالات میں عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ جناب عالی ! میں ضلع گجرات تھانہ جلال پور سے تعلق رکھتا ہوں ۔ یہاں ایک طرف دریا چناب اور دوسری طرف کچھ برساتی نالے ہر سال زمین بڑی خراب کرتے ہیں ۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سیالکوٹ کی طرف دریائے چناب پر بند بنا دیا گیا ہے اور اب دریائے چناب کا رخ گجرات کی طرف ہو گیا ہے ۔ وہاں ہزاروں ایکڑ اراضی سیلاب کی نذر ہو چکی ہے اور اس اراضی کے مالکان دربدر دھکے کھا رہے ہیں ۔ انہیں کوئی اراضی ملنی چاہیے تا کہ وہ کچھ نہ کچھ اپنا گزارہ کر سکیں ۔ یہاں برساتی نالے جو ہر سال تباہی کرتے ہیں ۔ ان پر سپال ڈیمز بنانے چاہییں تا کہ وہاں نہر کے ذریعے آب پاشی ہو سکے ۔ کیونکہ وہ رقبہ ویسے تو بڑا زرخیز ہے ، لیکن بارانی ہے ۔ دوسرے جناب والا ! وہاں کے سکولوں کی حالت بڑی ناگفتہ بہ ہے ۔ ان کی مرمت کرانی چاہیے ۔ تیسرے جناب ہماری مساجد کو بجلی اور پانی کے ٹیکسوں سے معاف کرنا چاہیے ۔ ہر مہینے کی تیس تاریخ

گو امام مسجد دو دو آنے اگراہی کرنے کے لیے نکل پڑتا ہے۔ صرف میری یہی استدعا ہے۔ اس کے بعد میں ختم کرتا ہوں۔ مہربانی، شکریہ۔

مسٹر سپیکر: سردار اسد علی خان، کیمبل پور۔ حاضر نہیں ہیں۔ عبدالغفار حسین شاہ، یہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ مسٹر تاج محمد خان اعوان، میانوالی۔

مسٹر تاج محمد اعوان: جناب سپیکر! جن نازک حالات میں جناب وزیر خزانہ نے متوازن بجٹ پیش کیا ہے، میں اس پر انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ جناب والا! ہر شخص جانتا ہے کہ تقریباً تین ماہ سے غیر پسند ٹولے نے ملکی معیشت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو، قائد عوام ہی تھے جنہوں نے غیر ملکی سازش کو ناکام بنایا۔

جناب والا! ضلع میانوالی کے جس حلقے سے منتخب ہو کر میں یہاں پہنچا ہوں، وہ نہایت ہی پس ماندہ علاقہ ہے جسے ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ جناب والا! پنسلین فیکٹری سکندر آباد تین ماہ سے بند پڑی ہے اور خام مال وقت پر نہ آنے کی وجہ سے ہزاروں مزدور بے کار بیٹھے ہیں۔ اس کے علاوہ فرٹیلائزر فیکٹری سکندر آباد کے مزدوروں کو دو ماہ سے بونس نہیں دیا گیا۔ براہ مہربانی انہیں بونس دلایا جائے اور نئی فرٹیلائزر فیکٹریاں بنانے کی بجائے اس کی توسیع کی جائے۔ اس کے علاوہ میرے حلقے میں پانی کی سخت قلت ہے۔ پانی کے لیے لوگ میلوں تک مارے مارے پھرتے اور انہیں بڑی مشکل سے پانی مہیا ہوتا ہے۔ خاص طور پر میرے حلقہ موضع کلری میں پانی کی سخت قلت ہے۔ براہ مہربانی وہاں واٹر سپلائی کی منظوری دی جائے۔ اس کے علاوہ موضع غنڈی میں ایک واٹر سپلائی لائن بچھائی جا رہی ہے جو صرف شہر کے ایک حصے میں بچھائی جا رہی ہے۔ صرف چند عناصر کے مفاد کی خاطر سائیڈ پر بچھائی جا رہی ہے اور سارے شہر کو محروم رکھا جا رہا ہے۔ براہ مہربانی یہ واٹر سپلائی لائن یا تو سنٹر میں بچھائی جائے یا سارے شہر میں۔ سکندرآباد فیکٹری ایریا میں انٹر کالج منظور فرمایا جائے۔ اس کے علاوہ میرے علاقہ میں مڈل سکول

غنڈی کو ہائی کا درجہ دیا جائے اور پرائمری سکول کنڈ ، ڈھوک مستان اور نواں کو مڈل کا درجہ دیا جائے۔

جناب والا ! میرے حلقے تھانہ چکڑالہ میں 1942ء سے ہائی سکول منظور ہوا اور ابھی تک وہ پرائمری کی بلڈنگ میں چلا آ رہا ہے۔ اس کے لیے بائیس کنال زمین خریدی پڑی ہے۔ لیکن وہاں آج تک کوئی بلڈنگ نہیں بنائی گئی۔ براہ مہربانی وہاں بلڈنگ کی منظوری فرمائی جائے۔ اس کے علاوہ بی۔ اے ، بی۔ ایڈ کا گریڈ ریجن لیول پر دیا جاتا ہے۔ میانوالی پسماندہ ضلع ہے۔ اس کے لڑکے ہمیشہ رہ جاتے ہیں اور لائل پور ، جھنگ اور سرگودھا کے لڑکے میرٹس پر آگے آ جاتے ہیں اور جب انہیں میانوالی تعینات کیا جاتا ہے تو وہ میڈیکل رخصت لے کر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہاں بالکل حاضر نہیں ہوتے۔ براہ مہربانی بی۔ اے ، بی۔ ایڈ کا گریڈ ریجن لیول کی بجائے ڈسٹرکٹ وائز کیا جائے۔

جناب والا ! میرے حلقے تھانہ چکڑالہ میں 1962ء کے بعد کبھی کسی ہنڈ کو بجلی نہیں دی گئی۔ براہ مہربانی کاری ، رکھی ، خیر آباد ، ڈھوک زماں ، ڈھوک غزل اور نواں کو فوری طور پر بجلی فراہم کی جائے۔ بن حافظ جی سے سکیسر تک تیرہ میل کا ٹکڑا جو سکیسر میں ایک اہم ریڈار ہے اور یہ دفاعی لحاظ سے بھی اہم سڑک ہے۔ اسے پختہ ہونا چاہیے۔ اس کی منظوری دی جائے۔ میانوالی سے ریڈار سٹیشن تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ سو میل کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ سڑک بن جائے تو میانوالی سے یہ ریڈار سٹیشن تئیس میل بنتا ہے اور تیس ہزار کی آبادی جو بن حافظ جی اور سکیسر کے درمیان ہے ، اسے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ نالہ گبھیر ، جس کا ہر سال اسمبلی میں ذکر آتا ہے اور ہر سال یہی کہا جاتا ہے انشاء اللہ ، منظور ہو جائے گا ، ابھی تک منظور نہیں ہوا۔ اگر نالہ گبھیر پر بند باندھا جائے تو وہاں ہزاروں لاکھوں ایکڑ اراضی پانی سے سیراب ہوگی اور تھانہ چکڑالہ کا ہر حصہ پانی سے سیراب ہوگا۔ اس کے علاوہ داؤد خیل سے لے کر میانوالی تک دریائے سندھ کے کنارے بند باندھے

جائیں ۔ ہر سال سینکڑوں انسانی جانیں اور ہزاروں جانور مویشی پانی کی نذر ہو جاتے ہیں ۔ اس کے علاوہ موضع گل حاجی شاہ اور مدد والا جو پچھلے سال سے مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں ، وہاں دریا بہہ رہا ہے ۔ وہاں ان لوگوں کو متبادل زمینیں دی جائیں تاکہ وہ دربدر کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں ۔ مہربانی ۔

مسٹر سپیکر : سیٹھ سورتا رام ۔

سیٹھ سورتا رام : جناب سپیکر ! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارک پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا ! رحیم یار خان اور بہاول پور ڈویژن میں شیڈول کاسٹس کے لوگ دو لاکھ کے قریب آباد ہیں ۔ پانچ مرلہ سکیم میں انہیں ایک مرلہ زمین بھی نہیں ملی ۔ انہیں کمیٹی کی حدود میں ایک ہی جگہ پلاٹ دیے جائیں تا کہ شہر میں محنت مزدوری کر کے وہ اپنا پیٹ پال سکیں ۔ ہمارے لوگ پہلے ہی سے چولستان کے رہنے والے ہیں ۔ وہاں غیر آباد زمین پڑی ہے ۔ وہاں انہیں چکوک الاٹ کیے جائیں تا کہ وہ محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کر سکیں ۔ ہماری مذہبی کتابیں ہندی میں ہیں ۔ رحیم یار خان میں کالونی ہائی سکول قائم کیا جائے تا کہ ہمارے لوگ اپنی مذہبی تعلیم سے کچھ فائدہ اٹھا سکیں ۔ جناب والا ! ہمارا دربار ایک ویلفیر ہے ، جو رحیم یار خان میں ہے ۔ وہ شہر کے اندر ہے ۔ پاکستان سے ہمارے بہت لوگ وہاں آتے ہیں ۔ لیکن اس میں جگہ کم ہے ، اس کی گرانٹ دی جائے ۔ اس کے بعد جناب والا ! ہمارے لوگوں کو ملازمتوں میں کہیں جگہ نہیں ملتی ۔ وہاں ان کا کوئی بندوبست کیا جائے تا کہ وہ لوگ بھی محنت مزدوری کر کے اپنا کچھ کر سکیں ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر ظفر علی ملک ۔

مسٹر ظفر علی ملک : جناب سپیکر ! میں سب سے پہلے جناب وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے غریب عوام پر ٹیکس کا کوئی بوجھ نہیں ڈالا اس لیے میں جناب وزیر خزانہ کو خراج تحسین

پیش کرتا ہوں ۔ میں آپ کی توجہ حزب اختلاف کی بنچوں کی طرف بھی دلانا چاہتا ہوں ۔ حزب اختلاف کے ایک فاضل دوست بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور اس وقت یہاں تشریف نہیں رکھتے ۔ ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو دن رات جاگتے ہیں اور محنت کرتے ہیں لیکن جب سے اجلاس شروع ہے یہ غائب ہوگئے ہیں ۔ میں جناب سپیکر ہر بس کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں شائد ان کو یاد آ جائے ؟

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سائے تلے

جناب والا ! اس کے بعد میں اپنے حلقہ کے مسائل کی طرف جناب وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کیونکہ میرا حلقہ بہت بڑا ہے مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ مسائل بہت سے زیادہ ہیں اور وسائل بہت کم ہیں ۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو سرگودھا میں تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ پانچ مرلہ سکیم کے تحت کنٹونمنٹ ایریا میں پلاٹ دیے جائیں گے ۔ مگر ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا ۔ اس لیے میں جناب سے یہ گزارش کروں گا کہ اس پر حکم فرمائیں اور جلدی عمل شروع کروائیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ پانچ میل کے ایریا میں پابندی لگی ہوئی تھی کہ اس میں پلاٹ نہیں دیے جائیں گے ، جب ہمارے چیف منسٹر صاحب سرگودھا تشریف لے گئے تھے تو ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ یہاں لوگوں کو بہت تکلیف ہے اور یہ پابندی اٹھا لی جائے اور پانچ مرلہ سکیم یہاں بھی نافذ کی جائے تا کہ یہاں بھی پلاٹ غریب عوام کو دیے جا سکیں ۔ جناب والا ! یہاں تو غریب عوام کو بہت زیادہ تکلیف ہے ۔ اس بعد طارق آباد بستی کا مسئلہ ہے جو میرے حلقہ میں ہے وہاں چھوٹی چھوٹی گلیاں ہیں اور جب بارشیں ہوتی ہیں تو گلیاں بھر جاتی ہیں اور لوگوں کا چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے اس کی طرف بھی مہربانی کر کے توجہ فرمائیں ۔ اس کے بعد سلطان ملز جو میرے حلقہ میں ہے اور یہ کنٹونمنٹ کے علاقہ میں واقع ہے ۔ یہاں لوگوں کو پانی نہیں

مل رہا اور لوگوں کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔ اس کے علاوہ لیاقت کالونی میں بھی پانی کی کمی ہے اور ایک نلکہ لگا ہوا ہے لوگ مارا پانی وہاں سے لیتے ہیں لائن لگانی پڑتی ہے اور سارا دن وہاں گزر جاتا ہے اس لیے مہربانی فرما کر ایک اور نلکہ وہاں لگا دیا جائے تا کہ ان کی مصیبت دور ہو سکے ۔ ہمارے علاقہ سرگودھا میں آٹے کا بھی بہت بڑا مسئلہ ہے آٹا وہاں تقسیم ہوتا ہے وہ بالکل ناکافی ہے ۔ پہلے آٹا سرگودھا کے لیے دوسو ٹن ملتا تھا اور اب اسے گھٹا کر 45 ٹن کردیا گیا ہے ۔ یہ 45 ٹن بھی شہریوں کو ملتا ہے اس کے علاوہ دیہاتی حلقہ میں جیسے حیدرآباد ٹاؤن ہے ۔ ماڑی ہے ۔ لک ہے ۔ یہ چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں ان کو آٹا نہیں ملتا ۔ میں نے ڈی ۔ ایف ۔ سی سے بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ اوپر سے یہ آٹا گھٹا دیا گیا ہے اور یہ بھی دیہاتوں کے لیے نہیں ہے ۔ ان چھوٹے چھوٹے گاؤں میں مزدور لوگ ہیں اور انہیں آٹے کی ضرورت ہے اس لیے اس پر فوری توجہ دیں اور سرگودھا کا کوٹہ اگر دو سو ٹن نہیں کر سکتے تو ڈیڑھ سو ٹن ضرور ہونا چاہیے ۔

جناب والا ! قیدیوں کا مسئلہ ہے یہ قیدی دوسرے اضلاع میں بھیج دیے جاتے ہیں یا دوسرے ڈویژن میں بھیج دیے جاتے ہیں تو اس طرح ان کے ورثاء کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس لیے اگر انہیں کسی السر کے ساتھ لوکری پر رکھنا ہے تو ڈویژن کے اندر رکھا جائے ۔ اب میں انتظامیہ کے متعلق کچھ عرض کروں گا جو سہولیات انتظامیہ کو دوسرے اضلاع میں ملتی ہیں وہ ہمارے اضلاع میں بہت کم ملتی ہیں کیونکہ ان کو ہاؤس رینٹ وغیرہ نہیں دیا جاتا جس طرح سے لاہور راولپنڈی ۔ ملتان ۔ لائلپور اور دوسرے شہروں میں دیا جاتا ہے یہ جناب والا ! یہ ایک ناانصافی ہے کیونکہ اس طرح انتظامیہ دوسرے اضلاع کی طرف دیکھتی ہے کہ فلاں ضلع میں تو فلاں سہولت مل رہی ہے مگر ہمیں نہیں مل رہی اس لیے وہ صحیح طور پر اپنا کام سرانجام نہیں دیتے ۔ جناب والا ! ہم ان پر تنقید بھی کرتے ہیں مگر جو جائز مطالبات ہیں ہم ان کی حمایت کرتے ہیں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! میرے حلقہ میں سڑکات کی تکلیفیں ہیں اس کے لیے میں عرض کروں گا ایک سڑک ہے جس پر تین چار سال پہلے مٹی ڈلوائی گئی تھی یہ آٹھ میل ہے لیکن ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی یہ غالباً (برھاتا ماڑی) ہے ۔ اس سڑک کے بن جانے سے دس یا بیس گاؤں کو فائدہ ہوگا ۔ اس پر تقریباً بیس ہزار روپے ہم خرچ کر چکے ہیں مگر ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی ہے ۔ اس لیے جناب والا ! میں یہ امید کرتا ہوں کہ میرے حلقہ کی یہ سب سے بڑی سڑک ہے اور اس پر کام شروع کرا دیا جائے گا ۔ دوسری سڑک ہے جناب نئی بنگلہ سے قادرا روڈ یہ سڑک بھی صرف پانچ چھ میل ہے اور یہ ایسا علاقہ ہے کہ جب بارشیں ہوتی ہیں تو لوگ پیدل بھی نہیں چل سکتے ۔ تو میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے حال پر رحم فرماتے ہوئے یہ سڑک بھی بنائی جائے ۔

مسٹر سپیکر : آپ اپنی تقریر ختم فرمائیں ۔

مسٹر ظفر علی ملک : جناب ابھی ختم کرتا ہوں ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! ایک سڑک 81 شمالی سے 75 شمالی تک ہے 52 شمالی سے 53 شمالی تک 55 شمالی سے 57 شمالی تک ماڑی پور سے 56 شمالی تک یہاں سڑکیں اور بجلی کا انتظام کیا جائے ۔ جناب والا ! جب ہم ووٹ مانگنے جاتے ہیں تو وہ لوگ یہ مطالبہ کرتے ہیں یہاں بجلی سڑکوں کا بندوبست کیا جائے میرا حلقہ بہت بڑا حلقہ ہے اور تمام کا تمام دیہاتی حلقہ ہے اور لوگوں کو وہاں بہت تکلیف ہے ۔ تو میں عرض کروں گا کہ 87 شمالی 55 شمالی ۔ 87 شمالی ۔ 74۔75 شمالی 81۔68 شمالی میں بجلی مہیا کی جائے ۔

مسٹر ظفر علی خان لنگاہ : جناب سپیکر ! میں جناب والا کے توسط سے سب سے پہلے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ کہ انہوں نے نا خوشگوار حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے اس بجٹ میں جو معمولی نوعیت کے کچھ ٹیکسز لگے ہیں ان کا بوجھ بھی ان لوگوں پر پڑتا ہے جو برداشت کرنے کے قابل ہیں ۔ جناب والا ! اس بجٹ

میں 225 کروڑ روپے کی رقم ترقیاتی پروگرام کے لیے رکھی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 85 فیصد عوام دیہاتوں میں بستے ہیں لیکن اس ترقیاتی پروگرام میں دیہات میں رہنے والوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ اور حصہ بقدرجثہ نہیں دیا گیا۔ دیہاتیوں کے پاس شہریوں کے مقابلے میں کوئی سہولت نہیں ہے۔ نہ ان کے پاس سڑکیں ہیں نہ ذرائع آمد و رفت ہیں، نہ بجلی ہے نہ پانی ہے نہ شفا خانے ہیں نہ ڈاکٹر ہیں اور نہ دوائیں ہیں۔ تو جناب والا۔ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آئندہ اور اگر اب بھی ہو سکے تو دیہات والوں کا پورا خیال رکھا جائے۔

جناب والا! میری تحصیل لیاقت پور بہاول پور ڈویژن میں ہے۔ اور یہ بہاول پور ڈویژن کی پسماندہ تحصیل ہے۔ بلکہ یہ پورے پنجاب کی پسماندہ تحصیل ہے۔ اس علاقہ کا 80 فیصدی رقبہ یا تو سیم زدہ ہے اور یا سیلاب زدہ ہے۔ اس تحصیل میں سیم کی وجہ سے صرف گنے کی کاشت ہوتی ہے۔ اور یہاں کوئی فصل نہیں پنپ سکتی ہے۔ اور سیلابی علاقہ میں صرف گنا ہی کاشت ہوتا ہے۔ جو سیلاب کی زد سے بچ سکتا ہے۔ اس لیے وہاں پر شوگر مل کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ قریب کے علاقہ کی شوگر ملیں یہاں سے گنا نہیں اٹھاتی ہیں اس تحصیل کے لوگ جن کی زمینیں دریا برد ہو چکی ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے پیداواری صلاحیتیں کھو چکی ہیں انہیں جو اسٹاف ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی زمینوں کی تقسیم میں ترجیح دی جائے۔ انہیں وہاں پر آباد کیا جائے۔ میرا علاقہ نصف دریائی ہے اور نصف سیلاب زدہ ہے۔ اس دریائی حلقہ کے 40 گاؤں 1973ء سے سیلاب کی زد میں آتے رہے ہیں۔ 1973ء میں سیلاب آیا تو لوگوں کے گھر بہہ گئے۔ بستیاں نیست و نابود ہو گئیں۔ فصلیں تباہ ہو گئیں، لوگ بے سہارا ہو گئے۔ ہماری عوامی حکومت نے ان کی امداد کی۔ ہم ان کے مشکور ہیں۔ لیکن جناب والا! انہوں نے جو تھوڑا بہت سہارا لیا تھا وہ 76-1975ء میں یک سر ختم ہو گیا۔ ہم مشکور ہیں کہ صوبائی حکومت نے اپنے قرضے معاف کر دیئے ہیں۔ لیکن مرکزی حکومت کے قرضے ابھی تک ان لوگوں کے سروں پر کھڑے

ہیں ، وہ لوگ واپسی کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں ۔ کیونکہ وہ مکانات ہی بہہ گئے ہیں اور اس طرح سے ان کی معیشت بری طرح سے خراب ہو کر رہ گئی ہے ۔ جناب والا ! میرے علاقہ میں ایک بھی پختہ سڑک نہیں تھی ۔ میں نے اس کے لیے چیف منسٹر کو درخواست دی ۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ یہ سڑک نہیں بن سکتی ہے ۔ اب مجھے بتائیں کہ میں اپنے علاقہ میں کیا بتاؤں گا ۔ کہ میں بجٹ میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں ؟ نہ ہی وہاں پر کوئی ڈاکٹر ہے ۔ اور نہ ہی 50 گاؤں میں کوئی ہسپتال ہے ۔ اور نہ ہی طبی سہولت میسر ہے ۔ جناب والا ! دریائی علاقہ میں بجلی کی سپلائی کا کوئی انتظام نہ ہے ۔ بجلی کی سخت ضرورت ہے لوگوں نے ٹیوب ویل لگا رکھے ہیں ۔ ڈیزل وغیرہ نہیں ہے ۔ بجلی بالکل قریب آ چکی ہے ۔ لہذا بجلی مہیا کریں ، ڈیزل مہنگا ہے ۔ براہ کرم انہیں بلڈوزر رعایتی نرخوں سے فراہم کریں ۔ تاکہ وہ لوگ اپنی زمینیں سیدھی کر سکیں ۔

مسٹر سپیکر : چوہدری نذیر احمد ۔

چوہدری نذیر احمد (لائل پور) : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ جناب والا ! 1970ء کے عام انتخابات کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کو جن حالات میں حکومت دی گئی ۔ وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے ۔ جناب والا ! ملک مفلوج ہو چکا تھا ۔ اقتصادی بحران تھا ۔ میرے قائد نے ان حالات میں جس طرح سے غیر مشروط طور پر 90 ہزار قیدیوں کی واپسی اور 5 ہزار مربع میل کا علاقہ واپس کرایا ۔ یہ کوئی چھوٹا سا کارنامہ نہ تھا ۔ اس کے بعد جو زرعی اصلاحات کی گئیں ۔ وہ بھی ہم سب پر عیاں ہیں ۔ زرعی اصلاحات ہوئیں ، لیبر اصلاحات ہوئیں تعلیمی اور صنعتی اصلاحات ہوئیں ۔ اور ان سے جو لوگ متاثر ہوئے وہ سرمایہ دار اور جاگیر دار لوگ تھے ۔ اور وہ لوگ جن کو ان اصلاحات سے فائدہ حاصل ہوا وہ مزدور اور محنت کش لوگ تھے ۔ اس لیے سرمایہ دار یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان غریب لوگوں کی آواز سنی جائے ۔ ان کا معیار زندگی بلند ہو ۔ آج یہی وجہ ہے کہ پی این اے کی تحریک کے پیچھے انہی

لوگوں کا ہاتھ ہے - اور یہی لوگ اس ملک میں انتشار پیدا کر رہے ہیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رہے ہیں - اور اسلام اور نظام مصطفیٰ کے نام پر ہنگامے برپا کر رہے ہیں - حالانکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو نقصان نہ پہنچے - جناب والا ! آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے جیالے کارکنوں کو بے گناہ قتل کیا - بے قصور قتل کیا - اور ان لوگوں کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان کے مکانات کو نذر آتش کیا - کیا یہ اسلام کی خدمت ہے ؟ حضور والا ! میرے قائد کی مدبرانہ قیادت اور اعلیٰ اور ارفع سیاسی بصیرت کو اس معزز ایوان میں حزب اختلاف کے اراکین نے خراج تحسین پیش کیا ہے - کیا وجہ ہے ؟ اس کی یہی وجہ ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جناب والا ! جیسے کہ ان لوگوں نے جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد دی ہے - میں ان کو ان مشکل حالات میں ، ان معاشی حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں - یہ لوگ جنہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا ہے - انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی ہے - یہ آج بھی اس کی بقا اور سالمیت کو تباہ اور برباد کرنا چاہتے ہیں - اور وہ اسی لیے اس ملک میں ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں - میرا قائد مزدور ، کسان ، کی فلاح و بہبود کرتا ہے - یہ لوگ اپنی بالا دستی چاہتے ہیں - یہ اپنے لیے یہ گڑ بڑ پیدا کر رہے ہیں - میرے قائد نے بین الاقوامی سطح پر یہ تجویز پیش کی ہے کہ ترقی پسند ممالک کو یک جا کر کے ان کا الحاق کیا جائے - اور استحصالی نظام کا خاتمہ ہو - عادلانہ نظام قائم ہو - اور وہ اندرون ملک بھی عادلانہ نظام چاہتے ہیں - ایک طرح سے وہ سامراجی قوتیں اندرون اور بیرون ملک اکٹھی ہو کر میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ہیں اس کی مخالفت پر تلی ہوئی ہیں - جہاں تک اسلام کی

خدمت کا تعلق ہے ۔ تو وہ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کی خدمت بھی آپ لوگوں سے مخفی نہیں ہے ۔

جناب والا ! ان مختصر معروضات کے بعد میں اپنے علاقہ کے مسائل کی طرف آتا ہوں ، سب سے پہلے میں جناب وزیر خزانہ سے یہ التماس کروں گا کہ میرے شہر گوجرہ میں زنانہ انٹر کالج چل رہا تھا اور وہ میونسپل کمیٹی گوجرہ کے زیر انتظام چل رہا تھا تو اس میں اس وقت ڈگری کلاسز بھی چل رہی تھیں ، جو اپنی مدد آپ کے تحت چل رہی تھیں ، اب یہ کالج گورنمنٹ نے لے لیا ہے ۔ اب اس میں صرف انٹر کلاسز چل رہی ہیں ، اس میں ڈگری کلاسز کا اجرا کریں ، تو آپ کی ذرہ نوازی ہوگی ۔ وہاں پر ایک لڑکوں کا کالج ہے ۔ ہمارے آباؤ اجداد بھی اس کالج میں پڑھتے تھے ۔ پہلے سکول تھا اب انٹر بنا پھر اس کے بعد ڈگری بنا ۔ اس کی بوسیدہ پرانی عمارت ہے ۔ اس کے لیے گرانٹ بھی منظور ہوئی تھی ۔ پتہ نہیں بعد میں کیا بنا ۔ میں یہ گزارش کروں گا ۔ اس کو دیکھا جائے کہ وہ گرانٹ کہاں گئی ہے اور اس کی تعمیر کے لیے گرانٹ رکھی جائے ۔ چک 365 میں پرائمری سکول ہے جس کی عمارت نہیں ہے ۔ اس کی مہربانی کریں ، ایک مڈل سکول تھا جس کو مولوی لوگ چلا رہے تھے ۔ جب یہ گورنمنٹ نے لیا تھا ان لوگوں نے سکول کی عمارت کو خالی کرانے کی کوشش کی تھی ۔ یہ میرے نوٹس میں آئی ۔ تو میں نے ہیڈ ماسٹر کو کہا کہ کسی کو جبری سرٹیفکیٹ نہ دیں ، اس طرح سے عمارت بچ گئی ۔ لیکن وہ ہیڈ ماسٹر اسلام کے ٹھیکیداروں سے نہ بچ سکا ۔ وہ زیر زمین کوشش کرتے رہے ۔ اس کی سروس ڈی نیشنلائز ہوگئیں ، تو وہ بلا جواز ہوئی ہیں ۔ میں نے محکمہ تعلیم سے رجوع کیا ڈی ۔ پی آر سے ملا تو انہوں نے کہا کہ ہم سے بالکل ہی نہیں پوچھا گیا کہ ان کی سروسز کیسے ڈی ۔ نیشنلائزڈ ہوئی ہیں حالانکہ انہوں نے بتایا کہ مارشل لاء ریگولیشن 118 کے تحت جو سروسز نیشنلائزڈ ہو جاتی ہیں وہ ڈی ۔ نیشنلائزڈ نہیں ہوتیں تو جناب والا ! میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا اس بیچارے ہیڈ ماسٹر کا کوئی قصور نہیں تھا اگر قصور

تھا تو وہ میرا تھا سزا اس کو مل رہی ہے تو میں گزارش کروں گا کہ بلاوجہ اس کی سروسز جو ڈی ۔ نیشنلائزڈ کی گئی ہیں ان کو دوبارہ بحال کیا جائے ۔

جناب والا ! گوجرہ میں ایک ہسپتال منظور ہوا ہے لیکن اس کی site کی سلیکشن ابھی باقی ہے ۔ میں آپ کے توسل سے جناب وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ اس کی site کی سلیکشن کی جائے ۔ گوجرہ میں کالونی کا مسئلہ بھی ابھی تک مکمل نہیں ہوا (Low-Income) لو ۔ انکم ہاؤسنگ سکیم میں کالونی رکھی گئی ہے اور اس کالونی کے بارے میں تجاویز بھی جا چکی ہیں لیکن site کی سلیکشن باقی ہے ۔ اس کے بارے میں غور فرمائیں ۔

جناب کچی آبادی کا مسئلہ جیسے دوسروں شہروں میں ہے ویسے ہمارے شہر میں ہے ۔ اس پر بھی ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے کچھ نہ کچھ کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : حاجی نذر حسین صوفی ۔

حاجی نذر حسین صوفی (ملتان) : جناب سپیکر ! زیر بحث میزانیہ موجودہ اسمبلی کی زندگی کا آخری میزانیہ ہے اس لحاظ سے یہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے ۔ جناب والا ! دو ۔ تین روز سے مسلسل اس میزانیہ پر بحث ہو رہی ہے تعریفوں کے پل باندھے گئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اضافی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا تاہم میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ کس حسین نے کیا حسین بجٹ مرتب کیا ہے جو ہمہ صفت اپنی نوعیت کا ایک نرالا بجٹ ہے جس سے وزیر موصوف کی قابلیت ۔ ذہانت اور محنت کی نشاندہی ہوتی ہے ۔

جناب والا ! میں اس بجٹ میں ایک کمی محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو دیہات میں زندگی گزارتے ہیں اور جو اس ارض پاک پر اسی فیصد آبادی کے مالک ہیں جن لوگوں نے زندگی کے ہر مشکل موڑ پر حکومت کا ساتھ دیا ہے جن لوگوں نے ہر آزمائش کے وقت اپنے

چوہدریوں مالکوں ۔ آقاؤں ۔ زمینداروں ۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں جن کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کرتے تھے ان کی غضب ناک دھمکیوں کو ، ان کے غضب ناک چیلنج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حکومت کی بھرپور حمایت کی ۔ ان لوگوں کے مسائل کو مدنظر نہیں رکھا گیا ان کو نظر انداز کیا گیا ہے ۔ اس کے برعکس ان شہروں کو جہاں بحران نے جنم لیا جہاں حکومت کے خلاف جلسے ہوئے ، جلوس نکالے گئے ناشائستہ الفاظ میں حکومت کے خلاف نعرہ زنی ہوئی ۔ جناب والا ! یہاں کیا کچھ نہیں ہوا حکومت کے خلاف جس قدر وہ کیچڑ اچھال سکتے تھے انہوں نے اچھالا ۔ ان لوگوں کے لیے اس بجٹ میں رقومات کھلے دل سے مختص کی گئی ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دیہات کے لوگوں کو جو اس ارض پاک میں اسی فیصد ہیں جن لوگوں نے ہمیشہ حکومت کی حمایت کی اور جو اس پاداش میں ہمیشہ تھانوں میں زیر عتاب رہے ان کی دل شکنی ہوئی ہے اور ان شہریوں کی جنہوں نے یہ بحران پیدا کیا ان کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے ۔

اب جناب والا ! وقت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں اپنے حلقہ نیابت کی طرف آتا ہوں ۔ میرا حلقہ نیابت 45 میل لمبا ایک قطر کی شکل میں ہے جو چار تھانوں میں مشتمل ہے جن کا نام تھانہ جلال پور ۔ نوشہرہ ۔ مسافر خانہ اور لودھراں ہے ۔ لودھراں ضلع ملتان کی گنجان آبادی کی حیثیت سے جس طرح سر فہرست ہے بالخصوص تھانہ لودھراں اور تھانہ جلال پور تحصیل شجاع آباد جو میرا حلقہ نیابت ہے تھانہ لودھراں اور جلال پور کو ملانے والی دو سڑکیں ہیں ۔ ایک تو لودھراں تا جلال پور براستہ قریشی والا ۔ دوسری لودھراں تا جلال پور براستہ پرسٹ لودھراں تا جلال پور جو سڑک اپنی زبوں حالی پر ہمیشہ رونا رویا کرتی تھی اس پیپلز پارٹی کے دور میں خوش قسمتی سے یہ سڑک سات میل مکمل ہو چکی ہے ۔ شنید میں آیا ہے کہ اس بجٹ میں اس سڑک کا مسئلہ بھی کھٹائی میں ڈالی دیا گیا ہے ۔ میں وزیر موصوف کی خدمت میں جناب کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ ازراہ کرم ہماری اس سڑک کو مکمل ہونے دیں جیسے

کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے فرمایا ہے کہ جو سڑکیں یا کام جن پر دس فیصد کام ہو چکا ہے ان کو اون - گوئنگ (ongoing) سکیمز کے تحت جاری رکھا جائے گا دوسری سڑک جناب لودھراں تا پیر والا - براستہ پرمٹ اولوالعزم ہستی شیر شاہ سوری کی یاد گار ہے جناب والا ! وہ بھی توجہ کی مستحق ہے -

اب رہا تعلیمی سہولتوں کا مسئلہ - تو جناب والا ! لودھراں سب تحصیل ہے وہاں انٹر کالج کی ضرورت ہے لودھراں کی تحصیل کے گرد نواح بیس - بیس میل کے فاصلے سے لڑکوں کو حصول تعلیم کے لیے بہاول پور جانا پڑتا ہے یا پھر ملتان جانا پڑتا ہے تو جناب والا ! یہ مسئلہ بڑا ہی قابل توجہ ہے -

جناب والا ! لودھراں میں گرین مارکیٹ جو 1938ء میں منظور ہوئی تھی 1964ء میں وہ نیلام کردی گئی اس کے واجبات ادا ہو چکے ہیں مگر جناب والا ! ابھی تک اس کی پلاننگ نہیں ہوئی نہ ہی کوئی پیسہ دیا گیا ہے -

مسٹر سپیکر : صوفی صاحب اب آپ اپنی تقریر ختم کیجئے گا - چودھری محمد کریم بھٹی -

چودھری محمد کریم بھٹی (سیالکوٹ - 8) : جناب سپیکر ! میں زیادہ تقریر تو نہیں کروں گا مگر تھوڑا سا وقت ضرور لوں گا - میں ان چند لفظوں میں عرض کروں گا کہ ''بھٹو جیسے ہزاروں سال اور بھٹو جیسے ہزاروں بار'' الیکشن کے بعد ان مذہبی فریب کاروں نے ملک کو کس قدر نقصان پہنچایا - ملک کی جس قدر املاک کو نقصان پہنچا اس کی وجہ سے یہ موجودہ بجٹ ایسے ہی بن سکتا تھا اور ہم جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ یہ ان کی ذہانت اور قابلیت کی عکاسی کرتا ہے اور یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ قرار دیا جائے - باقی جہاں تک اس کو خسارے کا نام دیا جارہا ہے - حضور والا ! وہ خسارا تو ٹھیک ہے - جب ملک میں اتنی ایجی ٹیشن ہوئی تو اس کی وجہ سے پیداوار کم ہوگئی اور ملک کو نقصان

پہنچا اور باقی جہاں تک وہ ٹیکس جو کم ہوگئے جو شراب سے حاصل ہوتے تھے یا جوئے سے یا نائٹ کلبوں سے حاصل ہوتے تھے اس کمائی سے یہ ہمیں گھاٹا نہیں ہے نہ ہم سمجھتے ہیں کیونکہ مسلمان جب اس کو یہ خبر ہوتی ہے جب اس کو خوش نویدی ہوتی ہے تمہاری اگر جان بھی چلی جائے تو شہادت کا مرتبہ پاؤ گے تو وہ نیک کام کے لیے بخوبی اپنی جان بھی دے دیتا ہے۔ یہ بڑا نیک عمل تھا۔ بظاہر اگر ہمیں خسارہ بھی معلوم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری امداد کرے گا اور برکت دے گا۔ ہمارے قائد عوام نے اپنی حکومت کے دوران اسلامی کام کئے ہیں اس کی وجہ سے اس ملک کو قوم کو پیپلز پارٹی کو سزا دی گئی ہے۔ جنگی قیدی واپس آئے ہیں۔ ہماری کتنی زمینوں کا رقبہ واپس ہوا ہے۔ قرآن شریف غلطیوں سے پاک اسی حکومت نے کرایا۔ عالم اسلام سے تعلقات ذوالفقار علی بھٹو نے پیدا کیے۔ وہ ان کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ پہلی حکومتوں کو بھی ہم دیکھتے رہے ہیں کسی کو عرب ممالک میں جانے کی توفیق نہیں ہوئی تھی۔ وہ خیال بھی نہیں کرتے تھے کہ عرب ممالک کا دورہ کریں۔ کیونکہ وہاں ہندوستان کا تسلط تھا۔ ہم سنتے رہے ہیں جب نہرو جاتا تھا عرب لوگ کھڑے ہو کر یا اسلام و علیک نہرو۔ یا سلام و علیک نہرو ''کہتے تھے اور اب عربوں کے دلوں کی دھڑکن ہمارے قائد ذوالفقار علی بھٹو ہے اور ان کا نظریہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ اس وقت صحیح اسلام کے علمبردار ہیں۔

مسٹر سپیکر: صرف دو منٹ باقی ہیں۔

چوہدری محمد کریم بھٹی: حضور والا! اب میں اپنے علاقہ سیالکوٹ کے متعلق عرض کروں گا۔ ہمارا سیالکوٹ ایک آفت زدہ علاقہ ہے۔ اگر جنگ شروع ہوتی ہے تو پہلے سیالکوٹ سے۔ اگر سیلاب آتے ہیں تو پہلے سیالکوٹ سے۔ اگر کوئی آسمانی آفت نازل ہوتی ہے تو پہلے سیالکوٹ سے میں اس کے پیش نظر یہ عرض کروں گا کہ مہربانی فرما کر ہمیں بجٹ میں جتنا بھی حصہ ملا جو کچھ بھی ہوا ہم اس پر قناعت ضرور کریں گے۔

باقی ہمیں سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ وہاں سیلاب کے پانی کے نکاس کے لیے بندوبست بنانا چاہیے۔ جو۔ ایم۔ آر لنک ہے وہ یعنی مغرب سے مشرق کی طرف جاتی ہے۔ اور سیلاب کے پانی کا بہاؤ شمال سے جنوب کی طرف ہے۔ جب پانی آکر ٹکراتا ہے تو جتنا علاقہ ہوتا ہے وہ ایک ڈیم کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ ہم بارہا التجا کر چکے ہیں کہ یہاں سائفن بنا دو یا کم از کم وہاں inlet بنا دو جو سیلاب کا پانی نہر کے اندر داخل ہو جائے اور نکل جائے۔ باقی نہر کی مرمت ہوتی رہی ہے اس کا بھی انتظام کیا جائے۔ جب سے ایم۔ آر۔ لنک بنی ہے اس وقت سے اس کی مرمت پر کتنا خرچ ہوا ہے۔ اگر اس وقت inlet بن جاتا یا کہیں کہیں سائفن بن جائے تو کتنا خرچ ہوتا؟ میرے خیال میں اس کی مرمت پر خرچ زیادہ آیا ہے۔ مہربانی فرما کر سیلاب کے پانی کے نکاس کے سب سے بڑے مسئلہ کو دور کیا جائے۔

جناب والا! جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی مہربانی سے پسرور میں ایک شوگر مل قائم ہوئی ہے وہ شوگر مل اس واسطے قائم ہوئی ہے تاکہ پسرور کی پسماندگی دور ہو جائے۔ آپ براہ مہربانی مل والوں کو پابند کریں کہ اگر کوئی بھرتی کرنی ہو خواہ وہ کارک کی ہو یا کسی اور کی۔ وہ تحصیل پسرور کے عوام سے کی جائے۔ اگر کوئی ٹیکنیکل آدمی پسرور کے علاقہ سے نہ مل سکے تو پھر باہر سے لے لیا جائے مگر جو لیبر ہے یا کلریکل سٹاف ہے سب پسرور سے بھرتی کیا جائے یہ پسرور والوں کے لیے مل بنی ہے۔ اس کے متعلق کچھ مہربانی کریں۔ کچھ ان میں پی۔ این۔ اے کے لوگ ہیں وہ اپنے رشتہ داروں کو دور دراز سے لے آتے ہیں جب ہم جاتے ہیں تو وہ ہمیں ایسے ہی ٹال دیتے ہیں۔ جب ہم اپنے علاقے میں جاتے ہیں تو لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں بھرتی کراؤ جب ہم ان کو لے کر جاتے ہیں تو وہ ہمیں مذاق میں ٹال دیتے ہیں۔ مہربانی کرکے ان کو وہاں سے بھرتی کرنے کے لیے پابند کیا جائے۔

بیگم اکرم حیات ملک : (پی پی - 247 حلقہ خواتین - 8) جناب والا! عرض ہے کہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! موجودہ بجٹ جن نامساعد حالات میں پیش کیا گیا ہے وہ قومی معیشت اور مالیات کو روبہ اصلاح کرنے کی ایک پر عزم کوشش ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ملک کو تعمیر و ترقی کی منزل پر گامزن کیا جائے۔ جن نامساعد حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا آپ سب کو علم ہے۔ جس قدر سیاسی بحران آیا ہے۔ سیلاب سے تباہ کاریاں ہوئیں۔ کپاس کی فصل کی متواتر ناکامی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ جو ایجی ٹیشن ہوئی اس سے ہزاروں کا نہیں کروڑوں کا نہیں بلکہ اربوں کا نقصان ہوا ہے لیکن پھر بھی ہمارے محترم وزیر خزانہ نے جس کاوش اور مدبرانہ صلاحیتوں سے اس بجٹ کو محدود وسائل کے پیش نظر احتیاط سے اور محتاط ہو کر اس کی منصوبہ بندی کرکے پیش کیا ہے وہ انہی کا خاصا ہے بلکہ میں تو ان کو یہ کہوں گی۔

پھول لے کر پھول آیا پھول کر میں نے کہا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! موجودہ بجٹ وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی انتہائی مدبرانہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں قیادت کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو جن کا یہ ہاتھ ہے کہ ہم استحصالی نظام سے پاکستان کو نجات دلائیں گے۔ اس کی وجہ سے اس ملک میں ایک خوشحال معاشرے کا قیام عمل میں لایا گیا اور یہ بجٹ بھی اسی منزل کی ایک کڑی ہے۔ اس میں بھی غریب عوام کا خیال رکھا گیا ہے کیونکہ ٹیکس جو لگے ہیں ان سے غریب پر کوئی اثر نہیں پڑا چونکہ قائد عوام کا ہمیشہ اور ہر وقت یہ مقصد ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی

کا بھی یہ منشور ہے کہ ہم عام آدمی کی بہتری اور بھلائی کے لیے کام کریں گے۔

جناب والا! جب ہم یعنی پاکستان پیپلز پارٹی والے کہتے ہیں کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں تو عوام سے مراد مرد اور عورت دونوں ہوتے ہیں۔ ہماری خواتین جو شروع میں ایک فرسودہ نظام میں جکڑی ہوئی تھیں جن کی آواز نہیں نکل سکتی تھی جو گائے بھینسوں کی طرح ایک کھونٹی میں باندھنے والے جانور کی طرح تھیں۔ ان کی کوئی عزت اور وقار نہ تھا۔ میں عوامی حکومت کو سلام پیش کرتی ہوں کہ انھوں نے کس قدر ہمیں عزت دلوائی ہے۔ یہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ہم عوام بھی آپ کے سامنے کھڑی ہیں۔ ہم اپنے مسائل اور اپنے علاقے کے مسائل لے کر آئی ہیں۔ جناب والا! خواتین میں بھی صلاحیت موجود ہے۔ ماضی کی حکومتوں نے جان بوجھ کر ان کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کئے رکھا۔ ان کی صلاحیتوں کو مفلوج کئے رکھا، ان کو ملک کی تعمیر کے مسائل میں بھی حصہ نہیں لینے دیا۔ یہ ان کی خاص پالیسی تھی۔ یہ کیوں تھی۔ یہ ان کا غلامانہ ذہن تھا وہ ہندو کے ساتھ رہے ہیں۔ ان کا مطلب تھا۔ جب بیٹی پیدا ہوتی تھی تو باپ کا سر جھک جاتا تھا اور ماں کی تو کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ کیا وجہ ہے۔ وہ کیا گناہ کرکے آئی تھی؟ بات تو کچھ نہیں تھی۔ اسلام نے بھی عورت کی عزت اور احترام کیا ہے۔ خاتون جنت جو ہے وہ بھی فاطمہ الزہرہؓ ہیں۔ اور اس وسیلے سے خواتین نے بھی تحریک میں اپنا کردار اچھی طرح سے ادا کیا ہے۔ کیا چاند بی بی۔ رضیہ سلطانہ یا لیلیٰ خالد عورتیں نہیں تھیں؟ اب بھی ہم وہی صلاحیت رکھتی ہیں کہ ہم میں سے بھی خواتین وہی کردار ادا کریں جو اپنے ملک اور قوم کے لیے قابل فخر ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کو یقین دلاتی ہوں کہ ہماری خواتین اپنے وطن مقدس کی حفاظت کے لیے متحد ہو کر ہمیشہ سینہ سپر رہیں گی۔

جناب والا ! ہمارا یہ عہد ہے ۔

ہمارا عہد ہے کہ ارض وطن کو جگمگائیں گی
قیادت میں تیری ہم یہ ستارے لوچ لائیں گی

(نعرہ ہائے تحسین)

ہمارا عہد ہے عظمت وطن کو پھر بڑھائیں گی
تیرے ادنیٰ اشارے پر جو ہے وہ سب لٹائیں گی

سدا لہرائیں گی اونچا یہ پاکستان کا پرچم
یہ پاکستان کا پرچم ہماری آن کا پرچم

مسٹر سپیکر : بیگم صاحبہ آپ کا وعدہ پورا ہو گیا ہے ۔ آپ نے تین منٹ مانگے تھے اور وہ تین منٹ گذر چکے ہیں ۔

بیگم اکرم حیات ملک : شکریہ ۔ جناب والا ! میں آپ کی شکر گزار ہوں ۔ کہ آپ نے مجھے دوبارہ تقریر کرنے کی اجازت دی ۔

مسٹر سپیکر : دو اراکین تھے جن کے صبر کا بہت امتحان لیا گیا ۔ ایک آپ ہیں اور ایک کرنل محمد اسلم خان نیازی ہیں اور اسی لیے ان کو موقع دیا جا رہا ہے ۔

بیگم اکرم حیات ملک : شکریہ ۔ میں آپ کی بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ۔ جناب والا ! میں اپنی تقریر مختصر کرکے صرف دو لائنوں میں چند ایک مسائل عرض کروں گی ۔ جناب وزیر خزانہ اپنی نوازشات میں سیالکوٹ کو بھی نہ بھولئے کیونکہ یہ تو راجہ سال بان کا شہر ہے ۔ صدیوں پرانا پرانی اینٹوں کا شہر ہے ۔ یہ کیا ہے ؟ یہ خالق پاکستان کا شہر ہے ۔ یہ مصور پاکستان کا شہر ہے ۔ یہ وہ شہر ہے ۔ جہاں جیالے کارکنوں نے ہلال پاکستان لہرایا ۔ جہاں غازیوں نے اپنے سروں پر کفن باندھ کر ٹینکوں کا مقابلہ کیا ۔ جناب والا ۔ یہ شہر آپ کی توجہ کا طالب ہے ۔ سیالکوٹ ضلع کی پسماندگی اور اس کی سڑکوں کی زبوں حالی ۔ اس کے سکولوں ، کالجوں کی عمارتوں کی زبوں حالی آپ کی توجہ کی طالب ہے ۔ جناب والا ! یہ شہر شہر اقبال ہے ۔ اس کی عظمت اور اس کا

تقدس ہم سب پر فرض ہے ۔ کیونکہ اگر سیالکوٹ نہ ہوتا تو پاکستان نہ ہوتا اور پھر ہم جہاں کہیں ہوتے ؟ اس لیے جناب والا ! آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کی طرف توجہ دیں ورنہ یوں کہنا پڑے گا یہ شہر موہنجوڈارو اور ہڑپہ کا نقشہ پیش کر رہا ہے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : اب کرنل محمد اسلم خان نیازی تقریر کریں گے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب سپیکر ! میں جناب کا مشکور ہوں کہ جناب نے مجھے چند منٹ تقریر کرنے کے لیے دئے ہیں اور مجھے بڑا احساس ہے ۔

بھٹک رہا ہے اندھیرے میں کارواں حیات
کوئی بتائے کب ہوگی شب غم کی سحر یارو
وہ اور ہوں گے جن کے تھا ساحل نصیب میں
ہم کو تو ڈوب کر بھی کنارہ نہیں ملا

حضور والا ! ایک اور شعر عرض کرتا ہوں ۔

ہے اک نہ اک روز ابلنا اسے ضرور
کب تک رہے کناروں میں دریا رکا ہوا

جناب والا ! میں جناب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر عرض کرتا ہوں اور میں میزانیے پر براہ راست آتا ہوں ۔ جناب والا ! ہم نے یہ سمجھا تھا کہ پاکستان اور بالخصوص پنجاب کی معیشت اور اقتصادیات کی کشتی قومی اتحاد کے ناروا اور غیر ذمہ دارانہ اقدامات سے ڈگمگا رہی تھی ۔ اور انہوں نے کشتی کے بادبانوں کی دھجیاں اڑا دی تھیں بلکہ میں تو یہ سمجھا تھا کہ اس کے بادبانوں سے ہوا نکل چکی تھی ۔ وطن عزیز پاکستان کا گلستان پژ ۔ مردہ ہو چکا تھا اور اجڑ چکا تھا ۔ مگر کمال ہے ۔ کہ میں نے اس میزانیے میں دیکھا ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ نے پژ ۔ مردہ کلیاں اور پامال غنچے اکٹھا کر کے ان کو تازگی بخشنے کی کوشش کی ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) حضور والا ! مجھے ایک شعر یاد آگیا وہ عرض کرتا ہوں ۔

تیرے تبسم کی کلیاں چنیں زمیں سے
ہم معصوم تبسم کے رہزن تو نہیں ہیں

جناب والا ! جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے کمال کردیا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ پارٹی کے حق میں ان کا سٹیج ورک تو پانچ چھ سال سے چل رہا ہے اور اللہ کے فضل سے انہوں نے کمال یہ کیا ہے اور جس کی طرف مجھ سے پہلے میرے پیش رو مقررین صاحبان میں سے چند نے صرف مختصر روشنی ڈالی ہے تو ہماری ایک محترمہ صاحبہ تھیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ ارب کی فگر (figure) کا سالانہ بجٹ میں سے حوالہ دیا ہے اور کسی نے نہیں بتایا ۔ تو میں ساتھ یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آپ حیران ہوں گے کہ پچھلے سال 9 ارب کا بجٹ تھا ۔ اس دفعہ ان پامال حالات میں اور اتنے افسردہ حالات میں ساڑھے گیارہ ارب کا بجٹ معلوم نہیں ڈاکٹر صاحب نے کہاں سے سمیٹ کر یہاں پر لا کر رکھ دیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے کمال کردیا ہے ۔ اس سلسلے میں میں اپنے قائد عوام کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ کئی باتیں پہلے ہو چکی ہیں مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی جو سرپرستی ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے اوپر بڑی شاندار ہے اور وہ اتنے عظیم انسان ہیں اور انشاء اللہ پاکستان کے اوپر ، اسلامی ممالک کے اوپر اور تیسری دنیا کے اوپر ان کی سرپرستی رہے گی ۔ جناب والا ! یہ اللہ تعالیٰ کا ہم نے شکر ادا کرنا ہے کہ وہ لار کو بھی گلزار کر سکتا ہے اور مالا مال کو پامال وہ خود کرتا ہے میرا ایمان ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی برکت ہمارے ساتھ ہے ۔ حضور انور ! مجھ سے پہلے میرے پیش رو مقررین صاحبان نے موجودہ حالات پر کافی روشنی ڈالی ہے اور میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بد نظمیاں ، غیر ذمہ دارانہ اقدامات اور اس قدر تشدد و ہنگامے جو ہمارے قومی اتحاد نے برپا کیے ہیں اور ہم نے اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھے ہیں ۔ تاریخ میں اس کو زندگی کا ایک مایوس کن پہلو تصور کیا جائے گا ۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اپنے ہی ملک کو تباہ کیا گیا ہے ۔ اگر ہم یہ طاقت کسی دشمن

کی طرف یا واہگہ کو عبور کرتے ہوئے لگاتے تو شائد ہم جالندھر سے بھی آگے بڑھ جاتے۔

جناب والا ! میں نے موجودہ ہنگامہ آرائی کے سلسلے میں پہلے بھی تجزیہ کرکے آپ کے سامنے رکھا ہے اور اب میں زیادہ لمبی تقریر نہیں کروں گا صرف اتنا عرض کروں گا کہ تجزیہ یہ ہے کہ وہ چیز ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ ان کے کنٹرول سے نکل چکی تھی۔ ان کے ڈسپلن سے نکل چکی تھی۔ ڈسپلن غنڈوں کے ہاتھوں میں آ گیا تھا اور ایسے ایسے غیر ذمہ دارانہ کام ہوئے ہیں کہ تاریخ میں اس سے بڑھ کر ہم نے کوئی مشاہدہ نہیں کیا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے۔

مسٹر سپیکر : نیازی صاحب۔ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب والا ! میں اپنے مسائل بھی پیش نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف پاکستان کی معیشت کے لیے اور پنجاب کی معیشت کے لیے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس جو پہاڑ ہیں وہ دریائے سندھ سے اوپر آ کر ختم نہیں ہوتے بلکہ اس کے نیچے سے آگے کی طرف نکل جاتے ہیں۔ دریائے سندھ سے پار فرنٹیر کے پہاڑ ہیں وہ میری تحصیل کو علیحدہ کرتے ہیں۔ جناب والا ! ان پہاڑوں میں خزینے پڑے ہیں مگر دفن پڑے ہیں۔ ان کو آپ نکالئے گا۔ میں آپ کو بتاؤں کہ وہاں پر فائر کلے ملتی ہے۔ وہاں پر چائینا کلے ملتی ہے۔ وہاں پر بلیک کلے ملتی ہے۔ وہاں پر وائٹ کلے ملتی ہے۔ وہاں پر ڈائنا میٹ ملتا ہے۔ وہاں پر سلیکا سینڈ ملتا ہے جس کا شیشہ بنتا ہے۔ جناب والا ! وہاں پر کرومائٹ ملتا ہے۔ وہاں پر جپس ملتا ہے۔ آئیے اور ان چیزوں کو نکالئے کیونکہ آپ کا یہ بجٹ ہم لوگوں سے لیکسیز اور مالیہ جمع کر کے تیار کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بڑی آمدن ہوگئی یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! عرب ممالک کے متعلق میرے آقا جناب سرور کائنات فخر موجودات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ ان ہی پتھروں میں سے سونا نکلے گا۔ تو آج سونے سے بھی زیادہ قیمتی تیل نکل

رہا ہے ۔ جناب والا ! ابھی تو میں نے آپ کو گن کے نہیں دیا میرے علاقے میں تیل ہے you are hunting for the oil جس کو آپ نے hunting کا لفظ دیا ہوا ہے ۔ یہ آپ یونہی بھٹکا رہے ہیں ۔ وہی چیز آ گئی کہ ''بھٹک رہا ہے کارروان حیات'' ۔ آپ بھٹک رہے ہیں ۔

you are hunting for the oil.

اس کا مطلب ہے کہ پاکستان میں جو بور کرنے والے آئے وہ آپ کا آدھا پیسہ کھا جاتے ہیں ۔ ان کی کوٹھیاں بن جاتی ہیں ۔ جناب والا ! 20 × 20 فیول موجود ہے ۔ یہ فیول کروڈ آئل کی شکل میں ہے ۔ جس کو وہاں کے لوگ لکڑی کے بھاؤ کے لیے لکڑی پر استعمال کرتے ہیں اور بھی شب برات کے دن اس کی مشعلیں بنا کر جلاتے ہیں ۔ تیل وہاں موجود ہے یہ لوگ کیوں وہاں نہیں جاتے ! ۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں تیل کا تلاش کرنا ایک اہم مسئلہ ہے ۔ یہ کوئی لمبا چوڑا نہیں ہے ۔ میں اس کے متعلق بتا دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال اس کی ایک نہر تھی ۔

مسٹر سپیکر ! 15 منٹ کے لیے نماز کا وقفہ ہوتا ہے ۔

(نماز مغرب کے لیے وقفے کے بعد سات بج کر بیالیس منٹ پر مسٹر سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مسٹر سپیکر : منسٹر فار فنانس ۔

وزیر خزانہ : بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سپیکر ! دو دن ضمنی کے اور چار دن سالانہ کے ملا کر اور ان چار دنوں میں ہم نے سات نشستیں کی ہیں گویا کہ کل 9 نشستوں میں 147 فاضل اراکین نے بجٹ پر بحث میں حصہ لیا ہے ۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام فاضل اراکین کے ساتھ مل کر جناب والا کے حلم ، بردباری ، فراخ دلی اور مہربانی کی داد دوں اور آپ کا شکریہ ادا کروں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس لیے کہ آپ کے وسیع تجربے اور فاضل اراکین کو آپ کی وقتاً فوقتاً ہدایات کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہ تھا ۔ میں سمجھتا ہوں اس اسمبلی میں یہ میرا چھٹا بجٹ سیشن ہے اور ہماری بحث بہت ہی خوش اسلوبی سے اختتام پذیر ہوئی ہے ۔

فاضل اراکین نے جی بھر کے اپنی بات کہی ہے ۔ اور جناب فاضل قائد حزب اختلاف نے بھی بجٹ پر خوب سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور اس وجہ سے میں نے جناب والا کی خدمت میں جو شکریہ پیش کیا ہے وہ بالکل بجا اور حق بجانب ہے ۔ اور حقائق پر مبنی ہے ۔ میں جناب والا کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب والا ! جیسا کہ میں نے اس سال کے بجٹ کے بارے میں تقریر کے شروع میں کہا تھا کہ ہم کیسے حالات سے گزرے ہیں اور میں نے تشریح کے لیے عربی زبان سے سیدہ فاطمہ الزہراؓ کا ایک شعر منتخب کیا تھا ۔ میرے خیال کے مطابق جب میں بجٹ تقریر لکھ رہا تھا تو مجھے اردو ، فارسی ، عربی ، انگریزی اور پنجابی جتنی زبانوں کے شعر آتے ہیں ۔ کوئی اور شعر ان حالات کی اتنی جامع طور پر تعبیر پیش نہ کر سکتا تھا ۔ اس شعر کے بارے میں حزب اختلاف کے فاضل رکن جناب ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب نے یہ کہا کہ یہ مجھے اپنے لیے نہیں رکھنا چاہیے تھا ۔ یہ شعر حزب اختلاف کے لیے زیادہ موزوں ہوتا ۔ میں نے ان کی خدمت میں بھی عرض کیا تھا اور سیاق و سباق سے بڑا واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقت میں یہ شعر نہ میرے لیے تھا نہ ان کے لیے ، یہ تو وطن عزیز کے لیے تھا کہ وطن عزیز پر کیا گزری ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔

جناب والا ! کل میزانیہ ایک ہزار ایک سو ترپن کروڑ کا ہے جس میں سے چار سو تئیس کروڑ خدمات پر اور انتظامیہ عمومی پر خرچ ہوئے ۔ ایسی مدات پر کافی اعتراض کیا گیا ہے کہ رقم بڑھ گئی ہے ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ inflation کی وجہ سے کئی سالوں میں بعض اوقات value میں کمی آ جاتی ہے ۔ اس لیے money value بڑھ جاتی ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری حکومت میں سروسز کا طریق کار colonial (نو آبادیاتی) نہیں رہا ۔ جب سے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی قیادت میں پاکستان میں ایک عوامی تحریک چلی اور اس کے بعد 1970ء میں ہم کامیاب ہوئے ۔ اور پھر جب ہم نے حکومت بنائی تو اس وقت سے ترقیاتی کاموں میں

اور عوام کی مختلف قسم کی امداد کرنے میں انتظامیہ کا اس قدر عمل دخل (involvement) ہوا ہے ۔ اس قدر انتظامیہ کو خدمات ادا کرنی پڑی ہیں کہ ان کی ٹرانسپورٹ کے اور دوسرے اخراجات بڑھ گئے ہیں ۔ کیونکہ اب انتظامیہ نو آبادیاتی دور کی طرح یہ نہیں کرتی کہ کمرے میں بیٹھ کر کوئی حکم نافذ کر دیں بلکہ اسے بہت سے علاقوں میں جانا پڑتا ہے اور اخراجات میں اس مد میں اضافہ اسی وجہ سے ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ ہم نے سوشل ویلفیئر کے ایسے منصوبے بنائے ہیں جن کے لیے لازمی تھا کہ ہم اخراجات خدمات بڑھائے ۔ بدقسمتی سے نان ڈویلپمنٹ اخراجات جو کہ جاری(current) اخراجات ہوتے ہیں ۔ یا ریولیو مصارف وہ نان ڈویلپمنٹ کا لفظی ترجمہ ''غیر ترقیاتی'' ہوگیا اور اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ کوئی غلط قسم کے اخراجات ہیں ۔ میں اس کا ترجمہ خدمات کرتا ہوں یہ خدمات پر خرچ ہے ۔ مثلاً میں جناب والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ہم سکول بنا رہے ہیں یا جتنے سکول ہم نے پچھلے سالوں میں بنائے ہیں اتنے اس سے پہلے کبھی کسی حکومت نے نہیں بنائے ۔ اگر سکول بنا رہے ہیں اس میں ٹیچر نہ دیں تو اس کا کیا فائدہ ہوگا ؟ سکول کا بنانا تو ترقیاتی کام ہے ۔ اور ٹیچر کا فراہم کرنا اصطلاحی طور پر غیر ترقیاتی کام ہے ۔ اس مد میں اضافہ کی دوسری وجہ یہ ہے ۔ اگر ہسپتال بنے ہیں اس میں ڈاکٹر ۔ نرسز ۔ مڈ وائف اور اسی قسم کے ٹیکنیشن بھی چاہئیں ۔ سکولوں میں بھی چاہئیں ۔ بہت سے ادارے اس قسم کے بنے ہیں جن کے لیے اخراجات میں اضافہ ہوا ہے ۔ یہ اس کا جواب ہے ۔

جناب والا ! 406 کروڑ اس میں گندم اور چینی کی تجارت کے لیے ہے ۔ اس پر بھی ایک فاضل رکن نے کافی تبصرہ کیا ہے ۔ میں نے ان کی تجویز جو خاص کر محکمہ خوراک کے عملہ کی کارکردگی سے تعلق رکھتی ہے ۔ وزیر خوراک کی خدمت میں پیش کی ہے اور مجھے یقین ہے ان پر اور بہتری سے عمل ہوگا ۔ اس سال کے دوران ہم نے نہ صرف چینی اور گندم فراہم کرنی ہے ۔ بلکہ عوام کو بھی sub-sidy دے کر یعنی خاص رعایت دے

کو 26 کروڑ 7 لاکھ روپے گندم رعایتی نرخوں پر عوام کو دینے کے لیے خرچ کریں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس پر کچھ صاحبان نے اعتراض کیا اور وہ اعتراض کرنے پر مجھے یاد ہے جناب والا بھی مسکرا رہے تھے کیونکہ انہوں نے کہا۔ sub sidized wheat بھی گورنر صاحب کو جاتی ہے۔ وزرا کو جاتی ہے۔ سپیکر صاحب کو جاتی ہے اور شہر کے بڑے بڑے آدمیوں کو جاتی ہے۔ یہ گندم بڑے آدمیوں کو نہیں جاتی۔ یہ شہروں میں رہنے والے غریبوں کی زیادہ مدد کرتی ہے۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ جب پچھلے سال پٹرول پر ٹیکس بڑھایا تو قومی سطح پر جو میٹنگ ہوئی اس میں میں پنجاب کی طرف سے شامل تھا۔ جب میں یہاں آیا تو ایک صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا ڈاکٹر صاحب پٹرول کی کیوں قیمت بڑھائی ہے؟ آٹے کی تھوڑی سی قیمت بڑھا دیتے۔ تو فرق یہ ہوتا ہے کہ امیروں کے پٹرول پر تو 500 روپے خرچ آتے ہیں اور اس میں اگر 10 فیصد کا اضافہ ہو جائے تو 600 روپے ہو جاتے ہیں۔ آٹے پر امیر آدمی کے 32 روپے خرچ آتے ہیں اس پر 10 فیصد کا اضافہ ہو جائے تو تین روپے 20 پیسے بڑھ جاتے ہیں۔ جب میں Essential Commodities Board کا چیئرمین ہوتا تھا ہم نے ایک ریسرچ کرائی تھی۔ میں نے 12 آرٹیکل کے بارے میں تحقیقات کروائی تھی۔ عام آدمی کی اس وقت آمدن یعنی 1973-74 میں اڑھائی سو روپے رکھی تھی۔ اب یہ یقیناً بڑھ جائے گی۔ اڑھائی سو روپے ایک شخص کے کتنے پیسے کس کس آئٹم پر خرچ ہوتے ہیں جن میں آٹا۔ چینی۔ چاول۔ دالیں۔ صابن۔ مٹی کا تیل۔ ڈالڈا گھی۔ ماچس اور کپڑا وغیرہ یہ 12 آرٹیکل اس قسم کے تھے۔ ہم نے اس میں یہ دیکھا کہ 85 فیصد جو اس کا خرچ تھا وہ آٹے اور اس قسم کی نہایت بنیادی ضروریات پر اس غریب آدمی کا آتا ہے۔ اس وقت ہمارے اندازے کے مطابق ہمارے ملک میں 85 فیصد خاندان ایسے ہیں جن کی انکم 250 روپے تھی۔ 1974-75 کی میں یہ بات بتا رہا ہوں۔ میں اس

مثال سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو 26 کروڑ 7 لاکھ کی sub sidy ہے ۔ یہ ایسے لوگوں کو جاتی ہے جن کی آمدنی بڑی محدود ہے ان کی آمدن میں تھوڑا سا ہم اضافہ کرتے ہیں ۔ تھوڑا سا ہم ان کے خرچ کا بھاؤ کرتے ہیں اور ان کے لیے یہ بہت بڑی وقعت رکھتا ہے ۔ یہ بات بھی کہنی غلط ہے ۔ میں یہ بات بڑی شد و مد سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ صرف شہریوں کو دی جاتی ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ جتنے بارانی علاقہ کیمبل پور کے ۔ جہلم کے ۔ راولپنڈی کے اور میانوالی کے کچھ حصے ۔ اس علاقے کے حصے جو deficit ایریا کہلاتے ہیں وہاں پر بھی تو گندم اور آٹا subsidized rates پر دیا جاتا ہے ۔ اور اس کے علاوہ جو اچھے ایریا بھی ہیں ان میں بھی جو کسی وجہ سے کمی آ جاتی ہے یا کبھی ضرورت سے زیادہ ڈیمانڈ آ جائے تو وہاں پر subsidized rates پر آٹے کی fair price shops بھی کھولتے ہیں ۔ اور کھولتے رہے ہیں اور آئندہ بھی اگر کوئی ایسے حالات ہوئے ۔ میں سرپلس ایریا کی بات کرتا ہوں ۔ جیسے لائل پور ۔ ساہیوال ۔ ملتان اور وہاڑی ایسے علاقے ہیں کہ ان میں بھی کبھی معمولی طور پر یہاں صرف شہریوں کو نہیں دی جاتی ۔ یہ بات میں وضاحت سے کہنی چاہتا ہوں ۔ اس میں جو deficit ایریا تھے بارانی ایریا کے وہ تقریباً راولپنڈی ڈویژن پورا اس میں شامل ہے ۔ اس کے دیہات کے حضرات کو بھی یہ ملتا ہے ۔ بلکہ وہاں کے اکثر میرے ساتھی جو اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں آج بھی گوجر خان یا جس جگہ سے جن حضرات نے ذکر کیا ہے انہوں نے اس کا بھی ذکر کیا کہ وہاں اس میں اور اضافہ کیا جائے ۔ فاضل رکن کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہی اس بات کا ثبوت ہیں کہ صرف شہروں کو نہیں دی جاتی بلکہ ایسے علاقے جہاں گندم نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے ۔ ان کے دیہاتی عوام کو بھی دی جاتی ہے ۔ یہ بات میں خاص زور سے کہنی چاہتا ہوں ۔ صرف یہ شہری پروگرام نہیں ہے ۔

جناب والا ! دوسری بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کی گئی ہے کہ بجائے آٹا دینے کے گندم دے دی جائے ۔ اس میں ہمیں قطعاً

کوئی اعتراض نہیں ۔ لیکن (ڈیرہ غازی خان کا ٹرائبل ایریا بھی ہے اور ڈیرہ غازی خان کا settled ایریا بھی ہے) صرف ڈیرہ غازی خان کے ٹرائبل ایریا کے لوگوں نے یہ خواہش کی ہے کہ وہ گندم لیتے ہیں اس کی بسائی کرتے ہیں ۔ ہماری زندگی میں بہت تبدیلی آ گئی ہے ۔ جیسے انہوں نے چھاج اور چھانبی کا ذکر کیا تھا ۔ آج کل اس کا استعمال کافی کم ہوگیا ہے ۔ زندگی میں ایسی تبدیلی آئی ہے لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان کو ready made چیزیں ملیں لیکن اس میں اگر کسی شہر کی طرف سے یہ خواہش آئے کہ ان کو گندم دے دی جائے تو حکومت کی طرف سے یہ offer موجود ہے ہم ان کی یہ پیش کش قبول کریں گے ۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔

جناب والا ! 225 کروڑ روپیہ ترقیاتی پروگرام کے لیے ہے ۔ اس میں کوشش یہ کی گی ہے کہ پچھلے پانچ سال میں جو منصوبہ بندی ہم نے شروع کر رکھی ہے اس کو پورا کیا جائے تا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ عوام کو پہنچ سکے ۔ میں آپ کو چند مثالیں دیتا ہوں ۔ مثلاً پچھلے سالوں میں ہم ایسے کرتے رہے کہ واٹر ورکس کا ایک پروگرام ہے ۔ بارانی علاقے میں خاص کر دیہات میں پینے کا پانی تک نہیں ہے ۔ کسی سکیم کے لیے پورے پیسے نہیں رکھے ۔ کہیں ایک لینک بن گیا ۔ کہیں پائپ لائن بچھ گئی کہیں اور کچھ ہوگیا ۔ یہ تینوں چیزیں سب اکٹھی نہیں ہو سکیں اور پانی عوام کو ایک سال میں بھی نہ ملا ۔ سکیم تین سال میں چار سال پانچ سال میں چھ سال میں کہیں جا کر مکمل ہوئی ۔ اس لیے اب ہماری کوشش جاری منصوبوں کی تکمیل کرنے کی ہے ۔ یہ فیصلہ قومی اقتصادی کونسل نے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں کیا ہے اور جناب قائد عوام confident ہیں پر اعتماد ہیں وہ اور کوئی آنے والے سیاسی عمل کے پیش نظر کوئی بھاگم بھاگ ، کوئی ڈر میں ، کسی anxiety میں ، کسی بے چینی میں ، کسی خوف میں یا مرعوب ہو کر سستے یا چیپ (cheap) فیصلہ نہیں

کر رہے ہیں بلکہ جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں وہ قوم کے ، عوام کے ، فائدے میں ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! یہاں جو کہا گیا ہے ۔ میں اس کے دونوں پہلو سمجھتا ہوں ۔ میں نے بھی ان ساتھیوں کے ساتھ گلیوں اور محلوں میں جانا ہے اور ہم ہمیشہ جاتے ہیں ۔ پیپلز پارٹی کی قیادت جو ہے وہ کوئی چھپی نہیں رہتی ۔ ہم روز جاتے ہیں جب اپنے حلقہ نیابت میں جاتے ہیں اور اب بھی ہم نے جانا ہے مجھے پتہ ہے وہاں بہت سے مطالبات ہوں گے ۔ بعض اوقات اس قسم کے مطالبات ہوتے ہیں چلو اور کچھ نہ سہی " اٹان ای لگوا دو ۔ لوکاں نوں کہہ سکاں گے کہ سڑک بن رہی اے ۔ کھمبے ای لگوا دیو اسی کہہ سکاں گے بجلی آ رہی اے" ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے یہ فیصلہ کیا ہے ۔ اس میں کوئی ایسی عیاری اور چالاکی والی بات نہیں ہے ۔ اس میں سب چیز قوم کے سامنے رکھنے والی بات ہے کہ یہ پیسہ ڈویلپمنٹ کے لیے ہے ۔ آپ بتائیں کہ ڈیڑھ ڈیڑھ میل کی کتنی سڑکیں بنیں یا ایک سڑک کو مکمل کر دیں تا کہ اس راستے میں آنے والے جتنے گاؤں اور قصبے ہیں ان کا کوئی فائدہ ہو ۔ حقیقت میں جب تک کوئی سڑک مکمل نہ ہو ۔ جب تک کوئی منصوبہ مکمل نہ ہو اس وقت تک عوام کو پورا معاشی فائدہ نہیں پہنچتا ۔ وہ سکیم کسی کو پورا معاشی فائدہ پہنچا نہیں سکتی ۔ کچھ میرے ساتھیوں نے چاہا کہ ہم (on going schemes) جاری منصوبہ جات کی تکمیل کرنے کی بجائے بہت چھوٹے چھوٹے پروگرام رکھ دیتے ۔ اس میں کافی کھینچا تانی ہوئی ۔ جہاں میرے ساتھیوں نے مجھے مبارکباد بھی دی وہاں انہوں نے میرے پلو کو ادھر ادھر دائیں بائیں کھینچنے کی کوشش بھی کی ۔ پھر یہ کہ "ایکن یا اگر اور مگر" کے بعد جو تقریر شروع ہوتی ہے اس میں کافی کھینچا تانی ہوتی ہے ۔ مجھے مرزا غالب کا یہ شعر ہمیشہ یاد آتا رہتا ہے اور آج بھی یاد آتا رہا اور قیوم نظامی صاحب کا گلہ بھی پورا ہو جائے گا وہ اس طرح کہ غالب صاحب نے یہ کہا تھا ۔

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

(نعرہ ہائے تحسین)

آپ نے یہ دیکھا کہ اس گریبان کی بہت کھینچا تانی ہوئی ۔ لیکن میں explanation یہ دے رہا ہوں اور جواز یہ پیش کر رہا ہوں کہ اس سے جو سکیمیں سالہا سال سے نا مکمل پڑی تھیں اور عوام کے ذہکھنے میں آ رہی تھیں ۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کے اپنے علاقے میں موجود ہوں گی ۔ مجھے آپ لوگ دکھاتے رہے ہیں ۔ کہ ذیکھیے جناب یہ ٹینک پڑا ہے اور پائپ لائن نہیں بچھی ۔ لوگوں کو پانی نہیں مل رہا یا کوئی اور چیز آدھی بنی ہے آدھی نہیں بنی ہے اور جناب والا ! یہ بھی ہوتا رہا ہے کہ جو کوئی آدھی چیز بنی اور اگر وہ چل نہیں سکی تو کچھ لوگ اس کے دروازے اکھاڑ کر لے گئے ۔ کھڑکیاں اکھاڑ کر لے گئے ۔ شیشے اتار کر لے گئے اور اینٹیں تک لے گئے ۔ ایک اور فاضل رکن نے کل یا آج یہ کہا کہ ایک سڑک پر سولنگ ہو رہی تھی اور کچھ لوگ سڑک پر سے اینٹیں اٹھا کر لے گئے ۔ تو اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں ۔ اسی لیے یہ کوشش کی گئی کہ جو منصوبے ہیں وہ اس سال میں مکمل ہو جائیں تا کہ عوام کو اس سے پورا فائدہ پہنچے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ حقیقت پسندانہ ہے realistic decision ہے اور اگر یہ ہوتا ہے کہ 267 ایم ۔ پی ۔ اے صاحبان کی constituencies میں اس 225 کروڑ کا شائد پانچ پانچ لاکھ کا ایک ایک منصوبہ شروع کر دیتے تو وہ (un-realistic decision) غیر حقیقت پسندانہ فیصلہ سمجھا جاتا ۔ اس بجٹ میں جو کچھ بھی کیا گیا ہے یہ جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی وقتاً فوقتاً دی گئی ہدایات کے عین مطابق کیا گیا ہے ۔

جناب والا ! ٹیکسز زیر بحث آئے ہیں ۔ میں بڑا خوش ہوں ۔ اول تو یہ کہ اس میں کوئی نئے ٹیکس نہیں لگائے گئے صرف ٹیکسوں کی ذرا سی شرح بڑھائی گئی ہے ۔ جناب والا ! میں خوش ہوں کہ سوائے دو تین

حضرات کے ، جنہوں نے اگرچہ ایک اچھا نکتہ نظر پیش کیا ہے ، باقی فاضل اراکین کی بھاری اکثریت نے ان taxation measures کو support کیا ہے بلکہ کچھ صاحبان نے تو یہ کہا ہے کہ میں نے ہاتھ نرم رکھا ہے اور زیادہ سخت ہاتھ رکھنا چاہیے تھا ۔ تو ان کو اگلے سال کے لیے انتظار کرنا پڑے گا ۔ اس سال اتنا ہی کافی ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ ہم ٹیکس ٹھیک وصول نہیں کرتے ۔ اگر ٹیکس ٹھیک طرح وصول کیے جائیں تو ہماری کمی پوری ہو جائے گی ۔

جناب والا ! میں نے کم از کم اس ہاؤس میں ریکارڈ قائم کیا ہے کہ میں کبھی حقائق سے انکار نہیں کرتا کیونکہ اگر میں انکار کروں گا بھی تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں ۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کے تمام لوگ ہر چیز کو جانتے ہیں اور کم از کم عوامی حکومت کے کسی دفتر کی کسی افسر کی کوئی کارکردگی ایسی نہیں ہے جو چھپی ہو ۔ ہر شخص عوام کی نظروں میں ہوتا ہے ۔ لوگ ہمیں روز ملتے ہیں اور وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں افسر نے یہ کیا تھا اور اپنے سفارش کی تھی جو نہیں چلی اور میں نے اتنے پیسے دے دیے اور یہ کام ہوگیا ۔ یہ روز ہوتا ہے ۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اور میں یہ بات کہتے ہوئے اس سے انکار نہیں کرتا کہ ہماری جو ٹیکس کلیکشنگ ایجنسیاں (tax collecting agencies) ہیں ان میں کچھ کوتاہیاں ہوتی ہیں ۔ اس سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام نے اس ساری قوم کے اخلاق میں ایک انحطاط پیدا کر رکھا ہے ۔

جناب والا ! میں اس کی آپ کو مثال دیتا ہوں ۔ یہاں کچھ بزرگ ممبران نے بڑی خوبصورت تقاریر کی ہیں ۔ پاکستان بننے سے پہلے جب میں گاؤں میں رہتا تھا اور اب بھی گاؤں کی زندگی سے دور نہیں ہوں ۔ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی کسی کی بھینس مر جاتی تھی یا کسی کے گھر میں آگ لگ جاتی تھی یا کسی کو کوئی لمبی بیماری مثلاً ٹی بی قسم کی ہو جاتی تھی تو لوگ کہتے تھے کہ ''ایہنیں ضرور وڈی لئی ہوئی اے'' ۔ (اس نے ضرور رشوت لی ہوگی) جس کی وجہ سے یہ عذاب نازل ہوا ہے ۔ یعنی مطلب یہ

ہے کہ رشوت لینا یا حرام کی کمائی کرنا بڑی معیوب چیز سمجھی جاتی تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ جس نے رشوت لے لی ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ آج جناب والا! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے (عربی) الراشی والمرتشی کلھما فی النار رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ اس کے باوجود ایک باپ مجھے اگر یہ کہتا ہے کہ "جی میرے پت نوں ایس سیٹ توں اوس سیٹ تے لا دیئو ناں جے تھوڑی جئی بھیاں واسطے مٹھائی مل جاوے گی۔ تھورا جیہا اللہ تعالیٰ دا فضل ہو جاوے گا"۔ تو جب اخلاق انحطاط کی یہاں تک حالت آ پہنچی ہو کہ باپ اپنے بیٹے کو رشوت کے لالچ میں دوزخی بنانا چاہتا ہے یعنی ایسا ماحول ہو کہ جس میں رشوت ایک respect اختیار کر لے اور لوگ رشوت میں مقابلہ (compete) مقابلہ کریں کہ جی فلاں کے پاس اتنی گاڑیاں ہیں۔ فلاں کے پاس اتنے گز لمبی کار ہے۔ فلاں کے کوٹھی اتنے سکیور بارڈ ہے اس لیے میری بھی ہونی چاہیے۔ یہ سرمایہ داری نظام ایک نفسا نفسی کی دوڑ ہے۔ یہ ایسی دوڑ ہے جو ہمیشہ سے چلی آتی ہے سرمایہ داری نظام کا خاصہ ہے کہ وہ انسان میں ایسا لالچ پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں (عربی) انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔۔۔۔ واللہ عندہ اجر عظیم $\frac{64}{15-16}$ قرآن تو اس میں لفظ "فتنہ" سمجھنے والا ہے اور ان چیزوں میں برائی کی طرف بڑی attraction ہے۔ مال میں۔ گروھی مفادات میں۔ اولاد کا ترجمہ بہت سے لوگ صرف ایک باپ کی اولاد کرتے ہیں۔ میں اس کا ترجمہ ہمیشہ یہ کیا کرتا ہوں اور یہ ایک مسلمہ ترجمہ ہے کہ گروھی مفادات۔ تو جناب والا! دو چیزیں ہیں جو انسانوں کو برائی کی طرف لے جاتی ہیں۔ مالی مفادات اور گروھی مفادات۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ پر ذکر ہے جو اردو کا محاورہ ہے اور شائد کسی نے قرآن حکیم ہی سے اخذ کیا ہے۔ "لنانوے کا پھیر"۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ $\frac{38}{23-24}$ قرآن حکیم۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک شخص اپنے دوسرے بھائی کی شکایت لے کر آیا اور کہتا ہے ان ھذا لی نہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدہ

فقال اغلبها وعزنی فی الخطاب کہ ہے تو میرا بھائی ۔ میرے کول اک بھیڑ اے تے اوعدے کول ننانوے ہیں اور پھر بھی وہ میری ایک بھیڑ ننانوے میں اور داخل کر کے اس کو سو بنانا چاہتا ہے ۔ اس کو ننانوے کا پھیر کہتے ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ یقیناً کسی نے قرآن حکیم سے یہ محاورہ لیا ہے جیسے ہم نے اور بہت سے محاورے قرآن حکیم سے لیے ہیں ۔ تو یہ ننانوے کے پھیر میں لوگ پڑ جاتے ہیں اور ننانوے میں ایک داخل کر کے اسے سو بنانے کے چکر میں ہر آدمی پڑا ہوا ہے ۔ خواہ وہ ٹیکس (collecting) کلیکشنگ ایجنسی ہو ۔ خواہ وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ ہو ۔ خواہ وہ کسی محکمے میں ہو میں اس سے کبھی انکار نہیں کرتا ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم اس پر قابو پانے کے لیے بہت سے انتظامی اقدامات (administrative measures) کرتے رہے ہیں ۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں اور ہماری پارٹی کا منشور بھی یہی بات کہتا ہے کہ انتظامی اقدامات سے نہ مہنگائی رکتی ہے نہ رشوت رکتی ہے نہ کسی حد تک کنٹرول میں ہوتی ہے رکتی نہیں ۔ البتہ جو معاشی اور معاشرتی اقدامات ہم کر رہے ہیں بالآخر وہ رشوت اور بدعنوانیوں کو ختم کریں گے ۔ لیکن میں کوئی ڈیفنس نہیں دے رہا کہ یہ باتیں جو ہو رہی ہیں یہ اچھی ہو رہی ہیں ۔ میں کہتا ہوں یہ غلط ہیں ۔ ان کو ہم روکتے ہیں اور میں خاص کر ان چیزوں کے پیچھے کافی لگا رہتا ہوں اور پبلک پریشر کے باوجود ۔ یعنی پبلک پریشر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی افسر کو کسی گڑبڑ کی وجہ سے ہٹاتے ہیں تو پھر ہم پر پریشر آ جاتے ہیں کہ "نئیں جی انہوں اوتھے ای رہن دیو" (نہیں جناب اسے وہیں رہنے دیں) اس کے باوجود ہم نے پچھلے سال 9 کروڑ 12 لاکھ روپے تخمینہ جات سے زائد وصول کیے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! یہ بڑی مشکل سے ہوا ہے ۔ حقیقت میں سب سے زیادہ اگر کوئی کامیابی ہم کہہ سکتے ہیں تو یہ ہے ۔ کیونکہ یہیں پر آ کر دباؤ آتے ہیں ۔ شیخوپورہ سے ایک فاضل رکن برکت علی غیور صاحب نے بہت خوبصورت نکات اپنی تقریر میں بیان کیے ہیں ۔ انہوں نے بہت خوبصورت تقریر کی ۔ انہوں نے کہا کہ میرے ضلع میں چھ کروڑ بقایا جات ہیں اور

اسی ضلع کے عوامی نمائندگان نے ہمیں یہ ٹیکس وصول نہیں کرنے دیے ۔ جب بھی ہم ہاتھ سخت رکھتے ہیں تو ضلع کے عوامی نمائندگان سے یہ بات آ جاتی ہے ۔ تو اس لیے یہ ہمارے لیے اور خاص کر میرے لیے یعنی وزیر خزانہ کے لیے مشکل مرحلہ ہوتا ہے ۔ پھر وہی مرزا غالب والی بات ۔

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

ہر کوئی کہتا ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ agree نہیں کرتا ہم نے تو کہا تھا کہ ہمارے چپراسی کو 500 روپے دو ۔ لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ نہیں دیتا ۔ کوئی کہتا ہے کہ فلاں کو سکیل نمبر 18 دے دو لیکن فنانس agree نہیں کرتا لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ کو سخت لائن لینا پڑتی ہے ۔ عوامی مفاد کے تحت ۔ everybody also takes line of least resistance یعنی ہر آدمی کو معاف کر دو ۔ ہاؤس ٹیکس معاف کر دو ۔ اگر یہ تمام معافیاں دے دی جائیں تو یہ سڑکیں کہاں سے بنیں گی یہ چیزیں کہاں سے بنیں گی ؟ سرمایہ داری نظام میں حکومت ٹیکسوں پر چلتی ہے چاہے وہ مرکزی حکومت ہو یا صوبائی حکومت ہو ۔ جب حکومت اس قسم کا کا نظام اختیار کرے گی جو پاکستان پیپلز پارٹی manifesto ہے اور جسے پاکستان پیپلز پارٹی قائم کرنا چاہتی ہے ۔ جیسے ہم نے بہت سی مالیں قومی ملکیت میں لی ہیں بہت سی صنعتیں قومی ملکیت میں لی ہیں اور ابھی پچھلے دنوں وفاقی وزیر خزانہ کا ایک بیان تھا کہ پندرہ کروڑ روپیہ کا فائدہ بنکوں سے ہوا ہے ۔ اسی طرح صنعتوں سے فائدہ ہوا ہے ۔ جب قومی ملکیت میں ذرائع اس قدر ہو جائیں گے اور پیداوار اس قدر ہو جائے گی تو خود بخود ٹیکسوں کی ضرورت نہیں رہے گی ۔ لیکن جب تک سرمایہ داری نظام کسی نہ کسی صورت میں باقی ہے (اگرچہ ہم نے اس پر ضربیں لگائی ہیں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے) لیکن اس وقت ہمارے ملک میں ٹیکس کے بغیر گزارہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود جب ٹیکس لگائے جاتے ہیں تو اس وقت عوام کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ عوام کو کسی قسم کی

دقت نہ ہو اور عوام کو روز مرہ کے معمولات میں کوئی پریشانی نہ ہو ٹرانسپورٹر صاحبان اور سنیما کے وفود بھی آ کر مجھے ملے ہیں کچھ اور صاحبان بھی آئے۔ میں یہ کہوں گا کہ ہم نے یہ کارروائی کسی انتقام کی وجہ سے نہیں کی۔ بلکہ پنجاب کے وزیر خزانہ کے طور پر میری خواہش ہے کہ جتنے بھی پیشے ہیں اور جتنے بھی کاروبار ہیں جتنی بھی صنعتیں ہیں، زراعت ہے، خوب پھلیں پھولیں اور عوام خوشحال ہوں اور اس میں سے حکومت کو بھی حصہ دیں۔ تا کہ عوام کی بھلائی کے کام کیے جا سکیں۔ جس طرح زرعی ٹیکس کے متعلق بہت سی باتیں ہوئیں اور جیسے جناب والا نے بھی خود فرمایا تھا کہ اگرچہ یہ مرکزی فیصلہ ہے پھر بھی میں کچھ عرض کروں زرعی انکم ٹیکس کے بارے میں بہت سے حضرات نے کافی کچھ کہا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم قرآن حکیم $\frac{7}{157}$ فاضل قائد حزب اختلاف نے اس پر یہ کہا ہے کہ 97 فیصد کا بوجھ اتار دیا ہے اور 3 فیصد پر لاد دیا ہے۔ میں یہ کہوں گا اگر یہ ان معنوں میں انھوں نے سمجھا ہے۔ تو میں یہ کہوں گا کہ یہ ہماری بنیادی پالیسی ہے (نعرہ ہائے تحسین)

جو غریب لوگ جن پر یہ بوجھ تھا اور جو محرومیوں میں مبتلا تھے۔ ان کو نکالا جائے میں یہ بات بڑے زور سے کہنا چاہتا ہوں۔ 3 فیصد بڑے زمیندار انکم ٹیکس کی زد میں آئیں گے لیکن ان پر حقیقت میں کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالا جا رہا ہے کہ وہ زراعت میں دلچسپی نہ لیں بلکہ فنانس ایکٹ 1977ء جو مرکزی حکومت نے پاس کیا ہے۔ میں نے خود قائد حزب اختلاف کو فراہم کیا تھا کیونکہ اس میں تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ کس کس طرح چھوٹ ہوگی۔ زمین کی اصلاح کے لیے ٹریکٹر کی خرید کے لیے عمارت بنانے کے لیے ٹوٹ پھوٹ کو بنانے کے لیے ٹوٹ جانے یا خراب ہو جانے یا کسی اور قسم کا نقصان ہو جائے۔ مزدوروں کو اجرت کے لیے wear and tear کے لیے اور چیزوں کے لیے اس میں بندوبست کیا گیا ہے۔ اور جن خدشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ میں نے آج ہی سنٹرل بورڈ

آف ریونیو سے رابطہ قائم کیا تاکہ میں ممبران کو تازہ ترین اطلاع فراہم کر سکوں ۔ ان ذرائع نے یہ کہا ہے کہ ابھی تک وفاقی حکومت نے Method of Assessment کا کوئی فیصلہ نہیں کیا اس پر غور و خوض ہو رہا ہے ۔ میں ممبران کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ڈر کی کوئی بات نہیں ہے ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے ۔ یہ صرف تین فیصد زمینداروں پر ٹیکس ہے ۔ ان کو بھی کسی خدشہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے قاعدہ قانون کے مطابق ہر کام ہوگا معاشرے میں جو بھی وہ کر رہے ہیں ۔ ان کو ہر قسم کا موقع فراہم کیا جائے گا کہ اپنا کام کر سکیں اور جن خدشات کا اظہار کیا ہے اور جو یہاں بحث ہوئی ہے وہ تمام تر مفروضوں پر مبنی ہے حقیقت پر مبنی نہیں ۔ جن خدشات کا اظہار یہاں کیا گیا ہے وہ میں نے نوٹ کر لیے ہیں ۔ اور ان کو وزیر خزانہ پیر زادہ صاحب کو بھیج دیے ہیں کہ اس اسمبلی میں ان خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ قائد عوام جناب بھٹو صاحب ان اصلاحات کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اور وہ اس کو ناکام ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے ۔ اس لیے جو زرعی انکم ٹیکس کے ضمن تجاویز پیش کی گئی ہیں میں ان کا خیر مقدم کرتا ہوں ۔ اور ان تجاویز کو جناب بھٹو صاحب کو پہنچاؤں گا ۔ اور مجھے یقین ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب براہ راست یہ اصلاح کرنے والے ہیں ۔ اور وہ ان کو کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اس لیے میں فاضل اراکین کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ غیر معمولی خدشات میں مبتلا نہ ہوں ۔ وفاقی حکومت اس قسم کے فیصلے کرے گی ۔ کہ بڑے زمینداروں کو زراعت میں دلچسپی پیدا ہو اور ان کو یہ کاروبار منافع بخش نظر آئے ۔ اور زراعت میں ترقی ہو ۔ پیداوار میں اضافہ ہو اس سے ملک کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے ۔ اس لیے وہ اس میں بھرپور حصہ لیں ۔ ان کو کوئی خدشہ لاحق نہیں ہونا چاہیے ۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں خاص طور پر غریبوں کے لیے کچی آبادی کے پروگرام کا ذکر کیا ہے ۔ اور بیواؤں یتیموں سے ٹیکس کی چھوٹ دیہات میں رہنے والوں غیر مالکان یعنی محنت کش لوگوں کے لیے 5 مرلہ سکیم کے پلاٹ

فراہم کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور چھوٹے زمینداروں اور کاشتکاروں پر سے مالیہ کی چھوٹ۔ یہ تمام باتیں پیپلز پارٹی کے منشور میں ہیں اور جناب بھٹو صاحب کی ہدایات کے مطابق یہ پروگرام یہ سکیمیں نہ صرف پچھلے 5 برسوں میں چلتی رہی ہیں بلکہ یہ آئندہ سال بھی جاری رہیں گی۔ اور غریبوں کا بوجھ کم ہوتا چلا جائے گا۔ 5 مرلہ سکیم کے پلاٹ پر کچھ لوگوں کو قبضہ نہیں ملا ہے۔ مجھے شدت سے اس بات کا احساس ہے۔ اور میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ کتنے لوگوں نے درخواستیں دیں تھیں اور اس میں سے 6 لاکھ خاندانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور کتنی تعداد کو ابھی تک قبضہ نہیں ملا۔ مجھے اس بات کا شدید احساس ہے کہ گاؤں میں 5 مرلہ سکیم پر مکمل عمل نہیں ہوا۔ اور ایک لاکھ کچھ ہزار کنبوں کو قبضہ نہیں ملا۔ اس لیے اگر معزز اراکین نے تنقید کی ہے۔ وہ کوئی بیجا نہیں ہے۔ حزب اختلاف کے ایک رکن نے یہ بھی کہا ہے کہ قائد عوام لوگوں کو اس قسم کے پروگراموں میں لگائے رہتے ہیں یہ ایسی بات نہیں ہے۔ تقریباً 7 لاکھ سے زائد لوگوں کی درخواستیں آئیں اور جن میں سے 6 لاکھ سے زائد کنبوں کو پلاٹ دیئے جا چکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 85 فیصد کام ہوا ہے اور اس سے ہماری نیک نیتی کا مظاہرہ آپ کر سکتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو قبضہ بھی مل گیا ہے۔ میں اس بات کا ذکر زور سے کروں گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زرعی اصلاحات پر مکمل عمل نہیں ہو رہا۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان دونوں اصلاحات کے راستہ میں جاگیردارانہ نظام حائل ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ جاگیردارانہ نظام کے ہوتے ہوئے ہم اسے ختم کرنے کی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جاگیردارانہ نظام اپنے خلاف کارروائیوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ ظالم جاگیردار ان اصلاحات میں بڑے رخنے ڈالیں گے خواہ اس کے کرنے والا مصطفیٰ کمال پاشا ہو یا ذوالفقار علی بھٹو ہو اس کے راستے میں ضرور رخنے ڈالیں جائیں گے۔ آنے والے سیاسی عمل میں ہم نے اپنی کارکردگی اپنے دیہاتی ساتھیوں کو

دکھائی ہے۔ اس لیے میں فاضل اراکین کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ فوراً آج ہی یا چند دنوں میں اپنے ان گاؤں میں جہاں یہ سکیم نافذ ہوئی ہے اور انہیں موقع پر قبضہ نہیں ملا۔ وہاں آپ فوراً اے۔ سی کو اطلاع دیں اور جناب وزیر اعلیٰ نے تمام اسسٹنٹ کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں کو اس سلسلے میں ہدایات دے دی ہیں کہ اس سکیم پر فوراً عمل درآمد کیا جائے۔ ہم تمام موجودہ قوانین کا احترام کرتے ہیں لیکن کچھ دیر ان موجودہ قوانین کے تحت حکم امتناعی جاری ہو جانے کی وجہ سے یہی ہو رہی ہے۔

رانے سخاوت علی خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب! جہاں اے سی صاحبان خود زمینداروں سے مل کر غلط کام کرتے ہیں ان کے متعلق کیا کیا جائے۔

وزیر خزانہ : آپ نے زمینداری نظام کے زندہ ہونے کا ایک اور ثبوت پیش کر دیا ہے کیونکہ یہ افسر غریبوں سے نہیں ملتے۔ یہ لوگ ان لوگوں کو ملتے ہیں اور ان کے گھروں میں جا کر پڑاؤ ڈالتے ہیں جن کے پاس جیپیں اور کاریں ہوتی ہیں جو وہ استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں کہا گیا کہ ان کو جیپیں اور کاریں نہ دو۔ ہم تو ان افسران کو اس قسم کے غلط اثرات سے آزاد کر رہے ہیں کہ جو دوسروں کی جیپیں اور کاریں لیتے ہیں۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ ان کے راستے میں بھی رکاوٹیں آ رہی ہیں۔ میں فاضل ممبران سے یہ کہوں گا کہ میں نے بڑے تحمل سے ان کی تقاریر سنی ہیں، وہ بھی میری عرض داشت سنیں۔

مسٹر برکت علی غرور : جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ جس طرح پنجاب لینڈ ایکوزیشن ہاؤسنگ ایکٹ بحریہ 1973ء کی دفعہ 19 کے بعد مارشل لاء ریگولیشن نمبر 115 کی دفعہ 26 میں سول کورٹ کے اختیارات کو ختم کیا گیا ہے اسی طریقے سے اگر اس میں بھی سول کورٹ کے اختیارات کو ختم کر دیا جائے تو یہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر سپیکر : میں معزز ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اگر فاضل وزیر کی جوابی تقریر کے دوران یہ سلسلہ شروع کر دیا جائے کہ سوالات کیے جائیں اور وزیر متعلقہ سے جواب کی توقع رکھی جائے تو یہ وقفہ سوالات بن جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی تقریر کا تسلسل ٹوٹ جائے گا اور کوئی بات بھی نہ بن سکے گی ۔ اس لیے میرے خیال میں جب جوابی تقریر ہو رہی ہے تو اس میں سوالات سے اجتناب کیا جائے ۔ آپ کے پاس بہت سے اور مواقع سوالات کرنے کے ہوتے ہیں ، ان میں آپ سوالات پیش کر سکتے ہیں یا قراردادیں پیش کر سکتے ہیں ۔ تو آپ کو رولز کی پابندی کرنی چاہیے اور فاضل وزیر کی تقریر میں مداخلت مناسب نہیں ۔

وزیر خزانہ : شکریہ ۔ جناب والا ! میں ایک اور بات چلتے چلتے کہتا جاؤں کہ فاضل قائد حزب اختلاف نے دیہات اور شہروں کی آبادی کے متعلق کچھ اعداد و شمار دیے کہ میں نے دیہات کی آبادی 65 فیصدی کہا تھا ۔ میں نے 65 فیصدی نہیں کہا تھا ، میں نے اس روز یہ کہا تھا کہ 75 فیصدی آبادی دیہات میں رہتی ہے اور 25 فیصدی شہروں میں ۔ اب تازہ ترین اعداد و شمار یہ ہیں کہ اب دیہات میں 78 فیصدی رہتے ہیں اور شہروں میں 22 فیصدی رہتے ہیں اور یہ شہروں میں صنعت کے پھیلنے سے ہوتا رہتا ہے ۔ یہ ایک عام سی بات ہے اور پاکستان میں کوئی عجیب چیز نہیں ۔ یہاں یہ کہا گیا اور ہر سال یہی ہوتا ہے کہ شہری اور دیہاتی آبادی میں فرق کیوں رکھا گیا حالانکہ فرق حقیقت میں امیر اور غریب میں ہے خواہ وہ دیہات میں ہے یا شہر میں ۔ شہروں کے متعلق جو تنقید ہوتی ہے اس کے متعلق مجھے یاد ہے کہ پچھلے سال بھی جب یہاں پر تقریریں ہوئیں تو فاضل ارکان نے کہا کہ کراچی میں ڈرگ روڈ بن گئی اور اتنے لمبے اور اتنے چوڑے دو رویہ فٹ پاتھ بن گئے لیکن پنجاب میں نہیں بنے اور جب لاہور میں اس قسم کی سڑکیں بن جاتی ہیں تو پھر اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ لاہور پر کیوں اتنا خرچ کیا گیا ہے ۔ اگرچہ میں پہلے بھی اس مسئلہ

پر بہت سی باتیں عرض کر چکا ہوں لیکن میں نے فاضل ممبران کو خوش آمدید کہتے ہوئے یہ کہتا ہوں جیسے شاہ صاحب نے کہا تھا کہ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے ۔ لیکن بہر حال اگر آپ کو پچھلے سال کی تقاریر یاد ہوتیں تو آپ یہ دیکھتے اور پرانے فاضل اوکان آپ کو یہ بتائیں گے کہ کس قدر parallel draw کی جاتی تھیں کراچی میں اور لاہور میں ترقی کے سلسلے میں اور اس کی ایک خاص وجہ تھی کہ صوبائی منافرت پیدا کی جائے۔ قائد عوام کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ منافرت کی بجائے صوبوں میں محبت پیدا کی جائے اور پاکستان کے عوام میں اس قسم کا اتفاق اور اتحاد پیدا کیا جائے کہ ہم بالکل ایک قوم بن جائیں ۔ لیکن چند لوگ اپنے مفاد میں اس قسم کی کوشش کرتے رہے ہیں ۔ اس لیے اگر لاہور میں آپ کو کچھ کام نظر آتے ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پچھلے سالوں میں ہمیں یہ طعنے بھی ملتے رہے اور اس بات کا دخل بھی ضرور ہے ۔ جہاں تک یہ کہا گیا کہ دیہات میں کوئی خرچ نہیں ہو رہا تو یہ بالکل ٹھیک بات نہیں ۔ میں یہ مانتا ہوں اور میں نے تو خود اپنی پچھلی تقریر میں یہ کہا تھا کہ دیہات بہت پس ماندہ ہیں اور کسی اور نے تو شاید دیہات نہ دیکھے ہوں میں تو برسوں دیہات میں رہا ہوں اور جیسے ایک فاضل رکن نے آج یہ کہا ، میں یہ بڑے فخر سے ایوان میں بتلاتا ہوں کہ میں جس گاؤں میں تھا وہاں سکول نہ تھا اور ہم پڑھنے کے لیے دوسرے گاؤں جاتے تھے جہاں کوئی عمارت نہ تھی ۔ ہم درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے تھے ۔ جب میں انگلستان میں تھا تو میں ان لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ I used to study in an open air school تو وہ بڑے خوش ہوتے تھے کہ what a lovely thing کیونکہ وہاں کوئی عمارت نہ تھی اور ہم ایک چھپڑ کے کنارے بیٹھا کرتے تھے جہاں ہم اپنی تختیاں بھی دھویا کرتے تھے اور دوسرے کام بھی کیا کرتے تھے ۔ تو دیہات کی زندگی کی تمام تلخیاں مجھے معلوم ہیں ۔ لیکن اگر آپ یہ گننا شروع کر دیں کہ دیہات پر کتنا خرچ ہوتا ہے تو میں مثال پیش کرتا ہوں کہ جتنی بھی سڑکیں ہیں ، جو

سڑک لاہور سے کیلاڑی تک جاتی ہے اس کے راستے پر جتنے بھی دیہات ہیں یہ سڑک ان سب کے لیے ہے - مجھے بتائیں کہ کون سے دیہات والے اس کو استعمال نہیں کرتے ؟ -

اگر جی ٹی روڈ پر خرچ ہوتا ہے ، اگر شیر شاہ کا پل بنتا ہے ، اگر چناب پر پل بنتا ہے تو ان سب میں دیہاتیوں کا بڑا حصہ ہے - ان کے گدھے ، ان کے ٹریکٹر ، ان کی ٹرالیاں جو کھاد لینے آتی ہیں یا گندم شہروں میں لے کر آتے ہیں تو یہ سڑکیں سب استعمال کرتے ہیں اور یہ پل سب استعمال کرتے ہیں - زراعت کا تمام تر خرچ دیہات پر ہوتا ہے اور اس قسم کے دوسرے خرچ ہیں جن کو میں نے ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً اگرچہ زراعت پر براہ راست 45 کروڑ روپیہ خرچ نظر آتا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو پرورش حیوانات پر جو 13 کروڑ کا خرچ ہے وہ بھی زراعت پر ہی ہے - اگر کھاد پر 25 کروڑ روپے کا رعایتی خرچ ہے تو وہ زراعت پر ہی ہے - اگر ہم آبپاشی پر 56 کروڑ روپیہ خرچ کرتے ہیں گو اس میں سے ہمیں کچھ کروڑ آبیانہ ضرور وصول ہوتا ہے لیکن وہ خرچ سے بہت کم ہوتا ہے - میرے دیہاتی اور کاشتکار بھائیوں کو یاد ہوگا کہ اسی ایوان میں آبیانہ بڑھانے کی ایک سکیم پیش کی گئی تھی جو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے منظور نہ کی تھی کیونکہ اس کا بوجھ دیہاتی آبادی پر پڑتا تھا - (نعرہ ہائے تحسین)

یہ سکیم حنیف رامے نے نافذ کی تھی - تو ہم نے اس سکیم کو واپس لے لیا تھا - حالانکہ یہ غلط حکومتوں کی عزت کا مسئلہ بن جاتا ہے - لیکن قائد عوام نے کبھی کسی چیز کو اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بنایا - وہ کہتے ہیں کہ اگر عوام کے غریب طبقے کو کسی چیز سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے - یہ ایک ایسی مد تھی جس میں اس سال کوئی آٹھ کروڑ روپے کے قریب اضافہ ہونا تھا اور مزیداری کی بات یہ ہے کہ اس وقت بھی میں وزیر خزانہ تھا - جناب قائد عوام نے مجھ سے کہا کہ میں وزیر خزانہ ہو کر 8 کروڑ روپے کی رقم چھوڑ رہا ہوں - میں نے کہا کہ ہمارے دیہاتی

اور کاشتکار بھائی یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا ان پر برا اثر ہوگا تو ہم نے وہ سکیم واپس لے لی۔ یہ آپ کے سامنے ثبوت ہے کہ عوامی حکومت دیہات کے عوام کے لیے کتنے پروگرام بنا رہی ہے مثلاً پیلز ورکس پروگرام خالص دیہاتی نوعیت کا پروگرام ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگوں نے اعتراض کیا کہ میں نے تو کام ٹھیک کیا لیکن دوسرے آدمیوں نے ٹھیک کام نہ کیا۔ وہ تو خیر ہمارے ملک میں ہمیشہ ہوتا ہے کہ فلاں کہا گیا میں نے نہیں کھایا۔ لیکن پیلز ورکس پروگرام خالص دیہاتی نوعیت کا ہے اور دیہات کے لوگوں کی مرضی کے مطابق ہے۔ ان پر ایک اور دو سال کی شرط لگائی گئی تھی کہ اتنے پیسے پر یونین کونسل میں لازمی طور پر خرچ ہوں گے۔ مجھے یاد ہے کہ یہ شرط ہم نے لگائی تھی اور ہمارے ممبر اس کی گواہی دیں گے۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ دیہات کے لیے اس قسم کی تفریق پیدا کرنا جائز نہیں۔ دیہات میں براہ راست اور بالواسطہ طور پر بھی خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود مجھے احساس ہے کہ دیہات میں ابھی بہت کمی ہے۔ مثلاً بجلی کی کمی ہے، سڑکوں کی بھی کمی ہے اور sanitation کی بھی کمی ہے، پینے کے پانی کی بھی، جو بارانی علاقے ہیں، خاص طور پر ان میں بہت کمی ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ لیکن کیا ہماری حکومت نے آٹا اور دانے کا سب سے زیادہ خیال نہیں رکھا ؟

جیسے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا :

مل کا آٹا ہے نل کا پانی ہے
آٹا و دانے کی حکمرانی ہے

تو ہماری تو حکمرانی ہی آٹا و دانے کی ہے۔ جناب والا! ہم تو عوام کے لیے آٹا گندم خریدنے میں لگے رہتے ہیں۔ حکومت انہیں یہ فراہم کرنے میں لگی رہتی ہے۔ جیسے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا :

کیا خبر خلد سے کیوں حضرت آدم نکلے
ہم تو مصروف ہیں گیہوں کی خریداری میں

ہماری حکومت کی ابھی تک آٹا و دانے کی حکمرانی ہے۔ ہم نے دیہاتی سکیموں کے لیے آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ روپے رکھے ہیں، دیہاتوں میں پینے

کے پانی کے لیے ۔ جناب والا ! مجھے یاد ہے کہ ہم نے پہلے سال میں حکومت لی تھی تو پینے کے پانی کی سکیم کے لیے چند لاکھ روپے رکھے گئے تھے ۔ مجھے معلوم ہے کہ تمام دیہات میں ، جو پچیس ہزار ہیں ، ان میں ساری کمی پوری نہیں ہو سکی ۔ لیکن ایک دم سب باتیں ہو نہیں جاتیں ۔ جیسے مرزا غالب نے یہ کہا تھا :

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب

اور وزیر خزانہ یہ کہتا ہے :

دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

(نعرہ ہائے تحسین)

میں کیا کیا کروں ؟ میں تو یہی کوشش کر سکتا ہوں کہ خزانے میں جو رقم ہے ، اپنے منشور اور قاعدے کے مطابق ، غریبوں پر سے بوجھ اٹھانے کے پروگرام کے مطابق ، دیہاتوں کو مناسب ترقی دینے کے مطابق اس رقم کے اختصاصات کروں ۔ میں اپنے ساتھیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ہم نے کافی محنت کی ہے ، کافی سوچ بچار کیا ہے اور بڑی کوشش سے رقموں کو ایک جگہ یا دوسری جگہ پر رکھا ہے ۔

جناب والا ! اسی طرح ہم نے دیہات کے صحت کے مراکز کے لیے سات کروڑ پچاس لاکھ روپے رکھے ہیں اور شہروں میں اس کے مقابلے میں ڈسپنسریاں کھولنے کی کوئی سکیم نہیں ہے ۔ بلکہ اس حکومت کو تو لوگ یہ طعنے دیتے ہیں کہ اس نے دیہات پر بہت زیادہ توجہ کی ہے اور کاشتکاروں پر بہت توجہ دی ہے اور شہروں کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور اگر ہم نے دیہات کے لیے توجہ دی ہے تو میں اس پر فخر کرتا ہوں ۔ کیونکہ یہی ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہیں ، اور یہی ہمارے ملک کی بنیاد ہیں (نعرہ ہائے تحسین) اور میں فاضل اراکین کو یہ بھی دعوت دیتا ہوں کہ ہم نے تعمیراتی پروگرام میں کوشش کر کے دو کروڑ اکسٹھ لاکھ روپے رکھائے ہیں جن کی کوئی سکیم نہیں بنی ہوئی ۔ یعنی باقی سکیمیں تو ہیں ناں ، کہ 258 میل سڑک پکی ہوگی اور 310 میل سڑک پر سولنگ ہوگی ۔ یہ

world food aided پروگرام ہے کہ جس میں کھانے کی صورت میں مزدور کو اجرت دی جاتی ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ایسی رقم موجود ہے ، اگرچہ وہ اتنی زیادہ نہیں ۔ لیکن کچھ رقم ایسی موجود ہے اور میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اپنی پیلز ورکس کونسلوں میں اس پر توجہ دیں اور اس سے اپنے دیہات کی چھوٹی موٹی چیزیں جو آپ بڑی شدید محسوس کرتے ہیں ، وہ آپ کروا سکتے ہیں ۔ گویا کہ اگر اس کی کسی وجہ سے اے ۔ ڈی ۔ پی میں نئی سکیم نہیں ملی تو آپ پی ۔ ڈبلیو ۔ پی میں اپنے علاقے کے چھوٹے موٹے ضروری کام کروا سکتے ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت زیادہ رقم نہیں ہے ، دو کروڑ اکسٹھ لاکھ کی ۔ لیکن بہر حال میں نے اس کا اہتمام کیا ہے اور آپ اس چیز کو appreciate کریں گے کہ میں نے یہ رقم اس لیے رکھی ہے کہ میرے دیہاتی بھائی اپنے علاقے کے کچھ نہ کچھ پروگرام ضرور شامل کر سکیں ۔

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ، کیا یہ releases جلدی ہو جائیں گی ؟

وزیر خزانہ : جناب والا ! releases کا اس دن بھی ذکر آیا تھا ۔ بلکہ اچھا ہے کہ اسی بات پر میں ذکر کر دوں کہ کوئی ترقیاتی رقم ایک دم سے ساری release نہیں ہوتی کیونکہ وہ ایک دم سے استعمال نہیں ہوتی ۔ جس جس طرح سکیمیں پایہ تکمیل کو پہنچتی ہیں اسی قدر خزانے سے نہیں ، بلکہ یہی ایک غلط فہمی ہے ، اس قدر اکاؤنٹنٹ جنرل سے وہ رقم withdraw کر لی جاتی ہے ۔ محکمہ خزانہ میں کوئی کمیں نہیں آتا ۔ ہاں ، اگر وہ سکیم تبدیل ہو تو پہلے پی اینڈ ڈی کے پاس جاتی ہے ، پھر ہمارے پاس آتی ہے مثلاً اس سکیم میں 36 فٹ چوڑی سڑک تھی ۔ آپ کہیں گے کہ یہ سڑک چالیس فٹ چوڑی بنانی پڑے گی ۔ اس میں پلیاں زیادہ ہو گئی ہیں ، کیونکہ یہاں پانی زیادہ آتا ہے ۔ اس کو زیادہ اونچا کرنا پڑ رہا ہے ۔ اس میں فرق پڑا ہے ۔ تو پھر پی اینڈ ڈی میں جائے گی اور فنانس میں بھی جائے گی ۔ ورنہ عموماً کسی سکیم میں پیسے withdraw کرنے کے لیے فنانس میں کوئی کمیں سرے سے آتا ہی نہیں ۔ وہ کمیں ، جو چیک ہے ، وہ اے ۔ جی کے پاس

جاتا ہے اور اے - جی اس کی ادائیگی کرتا رہتا ہے ، اگر اس کے سارے اندراجات وغیرہ مکمل ہوں - ہاں ، اگر کوئی یہ کہے کہ پیپلز ورکس کی کل ڈیمانڈ دس کروڑ ہے اور دس کروڑ انہیں پہلے مہینے میں دے دی جائے تو وہ نہیں مل سکتی - کیونکہ ان دس کروڑ کی ایک دم ضرورت ہی نہیں ہوتی اور نہ ہمارے خزانے میں اس قدر پیسے آتے ہیں - ہمارے خزانے میں بھی آخر revennes مہینے مہینے آتے ہیں ، ٹیکس آتے رہتے ہیں - جوں جوں آتے رہتے ہیں ، اسی قدر خزانے سے ادائیگی کی جاتی ہے - اگر کسی سکیم کے لیے کبھی ضروری پیسے چاہیے ہوں اور ہمیں کوئی convince کر دے کہ اس میں اس قدر پیسے ایک دم چاہییں تو ہمیں اس وقت اے - جی کہتا ہے کہ بھئی ، اس سائیڈ میں پیسے نہیں ہیں ، تو پھر ہم سٹیٹ بنک سے قرضے لے کر اس سکیم کے لیے دے دیتے ہیں جس کو ہم عارضی قرضے کہتے ہیں - جناب والا ! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں تو ایک دو تین چار جولائی کو یہ ساری گرانٹس محکموں کو بتا دی جائیں گی اور یہاں پر میں یہ بھی ذکر کر دوں کہ کچھ صاحبان نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ فلاں سکیم میں اتنے لاکھ روپے lapse ہوگئے - اس سے بعض اوقات یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ جیسے یا تو وہ پیسے کہیں ضائع ہوگئے یا کہیں اوپر اڑ گئے یا کسی کی جیب میں چلے گئے - lapse ہونے کا حقیقت میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس سکیم کی بجائے کسی اور سکیم میں استعمال ہوگئے - کیونکہ لنڈز lapse پنجاب میں نہیں ہوتے - کسی اور صوبے میں ہوا کرتے تھے ، میں اس کا نام نہیں لیتا - پنجاب کی ڈویلپمنٹ کی performence تو جناب والا ! یہ ہے کہ میری جواب طلبی ہوتی رہی کہ آپ نے پندرہ کروڑ زائد کہاں سے خرچ کر لیے ؟ کہ ہم کچھ اس طریقے سے اپنے cash balances ادھر ادھر سے رکھ لیتے تھے ، اس قسم کی padding ہوتی تھی کہ جتنے پیسے ہمیں مرکزی حکومت خرچ کرنے کے لیے دیتی ہے اس سے ہر سال ریکارڈ ہے ، اس سے ہر سال ہم دس پندرہ کروڑ روپے زائد خرچ کرتے رہے - اس لیے کوئی رقم مجموعی طور پر

lapse نہیں ہوتی ۔ مثلاً lapse کس کو کہتے ہیں ۔ مثلاً ایک جگہ کوئی کنٹریکٹر سے جھگڑا ہوگیا ، سیم اور تھور کسی علاقے سے نکل آئی ، وہاں وہ چیز بن نہیں سکتی ۔ کوئی محکمہ جات میں اس قسم کی گڑبڑ ہوگئی ، اس میں خرچ نہیں ہو سکتا ۔ اب اس کو فوراً دوسرے پروگرام میں لے جاتے ہیں ، یا وہ محکمہ خود ہی یہ سمجھتا ہے کہ فرض کیا سیالکوٹ میں سیوریج سکیم بن رہی ہے ۔ گوجرانوالہ میں بھی بن رہی ہے ، لائلپور میں بھی بن رہی ہے ۔ اگر وہ یہ دیکھتے ہیں کہ سیالکوٹ میں جو گرانٹ ہے ، اس سے پانچ لاکھ روپے زیادہ خرچ کریں تو سکیم connect ہو جائے گی اور شہریوں کو فائدہ ہو جائے گا تو وہ بعض اوقات پانچ لاکھ گوجرانوالہ سے نکال کر اس میں لگا لیں گے ۔ اس قسم کی باتیں ضرور ہوتی رہتی ہیں ۔ لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ کسی کی گرانٹ نہیں روکتا ۔

جناب والا ! ایجوکیشن گرانٹ کا ذکر آیا ہے ۔ میں نے جیسے ذکر کیا کہ پچھلے سال بھی جب پتا چلا کہ جلدی میں انٹ شنٹ خریداری ہو رہی ہے تو میں نے وزیر تعلیم سے مشورہ کے بعد اس کو رکوا دیا ۔ اس سال بھی ہم نے رکوا دیا اور ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشنز اور ایڈیشنل فنانس سیکرٹری ، دونوں کی ایک کمیٹی بنائی ہے ۔ وہ جائزہ لیں گے اور جب وہ مطمئن ہو جائیں کہ یہ جو آرڈر دیا گیا ہے ، اس میں کافی وقت لگا ہے ، چیز ٹھیک طرح سے تیار ہوئی ہے ، معیار کی ہے تب وہ خریدی جائے گی ، ورنہ نہیں خریدی جائے گی اور وہ پیسے کہیں ہوا میں نہیں اڑ جائیں گے ۔ اگلے سال میں ہم ان کو اس مد میں دے دیں گے تا کہ وہ ولم بارہ مہینوں میں خرچ کر سکیں ۔

جناب والا ! تعلیم میں ایک اور بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ڈبل شفٹ کی ضرورت ہے ۔ میں نے تقریر میں عرض کیا تھا ، اب بھی یہ پیش کش کرتا ہوں ۔ جناب والا ! یہ مطالبہ پھر شہروں میں آتا ہے ۔ جہاں جہاں ڈبل شفٹ کی ضرورت ہو ، تمام فاضل اراکین محکمہ تعلیم کے نوٹس میں لائیں اور وہ کیس ہمارے پاس لائیں ۔ میں اس ایوان میں یہ یقین دہانی

دیتا ہوں کہ اس کے لیے ٹیچرز کو یا تو ہم اضافی الاؤنس دے دیں گے یا اگر وہ چاہیں تو ہم نئی آسامیاں دے دیں گے اور اس حد تک ہم اس قانون میں استثنیٰ بھی کر دیں گے۔

جناب والا! یہ بھی یہاں پر کہا گیا ہے کہ مساجد کو سکولوں کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ صوبہ میں اس وقت 442 سکول مساجد میں چل رہے ہیں جن میں سے کوئی 277 وہ ہیں جن کو مکتب کہتے ہیں۔ مکتب عربی کا لفظ ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بہرحال نام چلا آ رہا ہے۔ تو 442 سکول پنجاب میں اس وقت بھی مساجد میں چل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی میں سمجھتا ہوں اور میں فاضل اراکین کو دعوت دیتا ہوں۔ پرائمری سکول کی بلڈنگ فراہم کرنا ہمیشہ دیہاتی آبادی کا کام ہوتا ہے۔ وہ اپنے علاقے میں کوئی نہ کوئی بلڈنگ دیتے ہیں، آج بھی اگر کسی دیہات کے لوگ۔ کسی دیہات کے عوام یہ چاہیں ہمارے شہر میں یا گاؤں میں کوئی جگہ نہیں ہے، ہم چاہتے ہیں فجر اور ظہر کی نمازوں کے دوران مسجد کو پرائمری سکولوں کے طور پر استعمال کیا جائے ہم اس پیشکش کو بصد شوق قبول کریں اور اس مسجد میں سکول کھولیں گے۔ یہ جو پانچ سو نئے سکول ہیں جتنے عوام ہمیں دعوت دیں گے اور وہاں پر وہ راضی ہوں ہم ان کی offer قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس میں حکومت کو کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے۔ حکومت پہلے بھی 442 سکول مساجد میں چلا رہی ہے۔

جناب والا! کافی دیر ہوگئی ہے کچھ ضروری باتیں اور بھی ہیں۔ کپاس اور گنے کی فصل کا موازنہ کیا گیا ہے خاص کر ملتان کی طرف سے کپاس کی فصل کو چھوڑ کر گنا کی فصل شروع کر دی جائے۔ کچھ دوستوں میں یہ controversy ہو رہی ہے۔ پریس میں بھی زمینداروں کی طرف سے آیا ہے۔ جب میں ملتان یا دوسری جگہوں پر جاتا ہوں تو مجھے بہت سے حضرات ملے وہ اس قسم کی باتیں بتاتے ہیں لیکن میں اس میں یہ کہوں گا کہ کپاس کو پاکستان کی معیشت میں اس قدر زبردست اہمیت ہے

ایک دو فصلوں کی ناکامی کی وجہ سے ہم یہ قطعاً نہیں سوچ سکتے کہ کپاس کی جگہ پر گنا بیجنا شروع کر دیں ۔ کیونکہ اس میں بہت مشکلات وابستہ ہیں ۔ مثلاً ہمارے کچھ تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ مزدور ٹیکسٹائل ملوں میں کام کرتے ہیں ۔ ٹیکسٹائل ملیں ہماری انڈسٹریز میں سب سے بڑا سیکٹر ہے جس میں ہم نے کروڑوں روپے کی investment کر رکھی ہے ۔ کوئی 58 ہزار کے قریب پاورزلومز گوجرانوالہ میں ۔ لائل پور میں اور شیخوپورہ میں لگی ہوئی ہیں ۔ اس کے علاوہ گنے کے لیے جیسا کہ کاشتکار جانتے ہیں پانی زیادہ چاہیے ۔ یہ گیارہ مہینے کی فصل ہے ۔ کپاس کے بعد آپ ایک اور فصل لے سکتے ہیں ۔ پھر کپاس ملتان ۔ بہاول پور ۔ ڈیرہ غازی خان اور وہاڑی وغیرہ میں زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہاں جو خشکی کا موسم ہے وہ بھی اس کو راس آتا ہے ۔ یہ ٹھیک ہے بارشیں چند سالوں سے بے وقت ہو رہی ہیں ۔ لیکن جیسے میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اگر مشکل حالات ہیں تو ہمیں اس پر عزم و استقامت سے قابو پانا چاہیے ۔ اس سلسلے میں بہت سے فاضل اراکین جو کپاس کے بڑے ماہر ہیں کنور یاسین صاحب نے بڑی باتیں یہاں کی ہیں ۔ راؤ افضل صاحب اگرچہ اس بار بولے نہیں وہ کپاس کے بارے میں مہارت رکھتے ہیں ۔ حاجی محمد سیف اللہ خان کپاس کے بارے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں اور بہت سے حضرات ہیں جو کپاس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں ۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ اپنی تجاویز یا تو خود وزیر زراعت جو کہ خود وزیر اعلیٰ ہیں ۔ وہ خود بھی کاشتکار ہیں ان تک پہنچا دیں یا مجھے دے دیں ۔ ہم آپ کی تجاویز جس قدر قابل عمل پائیں گے جس قدر قومی مفاد میں پائیں گے ان کو جگہ دیں گے اور مجھے یقین ہے اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم جدید سائنسی طریقوں کو استعمال کر کے بیج جیسے 557 ہے اس کا پتا لگایا گیا ہے ۔ کیڑے مار دوائی کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے ۔ کیڑے مار دوائی کے اس استعمال پر بحث ہو سکتی ہے کہ کون سی دوائی اچھی ہے ۔ بیج کیسے بونا چاہیے اس کو کس طرح سے treat کرنا چاہیے ۔ کھاد کیسے استعمال کرنی چاہیے اور

بہت سے کام ہیں ان میں ہم باہمی مشورہ سے تبدیلیاں کر سکتے ہیں لیکن کپاس کی جگہ پر گنا پاکستان کی اکانومی میں فٹ ہی نہیں بیٹھتا ۔ جو حکومت یہ فیصلہ کرے گی تو میں سمجھوں گا وہ قومی مفاد کے سخت خلاف فیصلہ ہے ۔ ہاں اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ کل ہم کسی علاقے میں شوگر مل لگا دیں اور اس علاقے والے ویسے ہی گنا زیادہ اگانا شروع کر دیں وہ ایک الگ بات ہے ۔ ان دونوں باتوں میں فرق ہے ۔ ایک تو قومی پالیسی ہے اور ایک علاقے کے طور پر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جوں جوں چینی کی ضرورت بڑھے گی صاف ظاہر ہے اور علاقوں میں چینی کے کارخانے لگیں گے ۔ اگر کپاس والے علاقے میں وہاں گنا زیادہ اگایا جائے گا لیکن کپاس کو replace شوگر کین سے totally کرنا کسی صورت میں پاکستان کی اکانومی میں فٹ نہیں بیٹھتا ۔ شوگر کی وہ انٹرنیشنل قیمت نہیں ہے جو کپاس کی ہے ۔ کپاس کی جو قیمت ہے وہ شوگر کی نہیں ہے ۔ باقی بھی اس کو زیادہ چاہیے اور بہت سی چیزیں ہیں جو اس میں شامل ہیں ۔

جناب والا! اس کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ کو ضلع بنانے کا ذکر کیا گیا ہے خاص کر لائل پور کے حضرات اس میں بہت involved ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ اصولی طور پر یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کو الگ ضلع بنا دیا جائے لیکن اس کے راستے میں ابھی یہ باقی ہے کہ اس کے ضلعی حدود کا تعین کرنا ہے اور چند انتظامی امور بھی طے ہونے باقی ہیں ۔ آپ اس اہمیت سے اندازہ لگائیں کہ حکومت کتنی اس کو اہمیت دیتی ہے ۔ جو کام انتظامی امور کا طے کرنا ہے ۔ عوامی نمائندگان سے اور دیگر علاقے کے لوگوں سے مل جل کر اس کی حدود کا تعین کرنا ہے خود وزیر اعلیٰ صاحب اپنے نگرانی میں یہ کام کر رہے ہیں ۔ میرے ایک فاضل رکن نے کہا ہے کہ اگر بجٹ میں کچھ رقم رکھ دی ہوتی ہم لوگوں کو کہہ سکتے تھے کہ کچھ ہو رہا ہے ۔ میں ان کو ایوان میں پھر یہ کہہ سکتا ہوں اور میرے لائل پور کے حضرات خاص کر سن لیں اور

میرے ساتھی بھی سن لیں جونہی یہ حدود اور انتظامی امور طے پائیں گے اس کے لیے جتنی رقم درکار ہوگی ہم ان کو فراہم کر دیں گے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! اس کے بعد یہ بھی تنقید کی گئی ہے کہ فیملی پلاننگ پر ملیریا ایریڈیکیشن پر حالانکہ ملیریا ایریڈیکشن لفظ غلط ہے eradicate تو ہو ہی نہیں سکتا ۔ eradication کا وہ مطلب جو the concise Oxford dictionary یا کسی ڈکشنری میں ہے یہ بالکل سرے سے ختم نہیں ہو سکتا یہ غلط ہے ۔ ڈبلیو ۔ ایچ ۔ او نے خود کہا ہے یہ لفظ چونکہ اب شائع ہو گیا ہے اب چلنے دیں ختم تو ہو نہیں سکتا ۔ لہ میں ان دونوں پروگراموں کی تفصیل میں جانا چاہتا ہوں ۔ یہ بہت بڑے موضوع ہیں ۔ میں نے اسمبلی میں ایک ایک موضوع پر بہت تقاریر کی ہیں ۔ فیملی پلاننگ کا جہاں تک تعلق ہے ۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے ملک میں کتنے لوگ ہوں گے ۔ ان کی عمریں کیا ہوں گی ۔ ان کے لیے آپ نے کپڑا کتنا بنانا ہے ۔ ان کے لیے پرائمری سکول کتنے بنانے ہیں ۔ بچوں کے ہسپتال کتنے بنانے ہیں ۔ عورتوں کے ہسپتال کتنے بنانے ہیں ۔ فلاں قسم کے ادارے کتنے بنانے ہیں ۔ اس کے لیے اپنی آبادی کا جاننا ۔ آبادی کو ایک خاص حدود کے اندر رکھنا معاشی منصوبہ بندی کا حصہ ہے ۔ اس لیے کوئی ملک کوئی قوم جو معاشی منصوبہ بندی کرنا چاہتی ہے وہ کبھی آبادی کی منصوبہ بندی سے گریز نہیں کر سکتی ۔ آج یہ ہے اس ملک میں جیسے میں نے عرض کی کچھ انگریزی کے لفظ ہوتے ہیں جو عام ہو جاتے ہیں اور جو بدنام ہو جاتے ہیں ۔ فیملی پلاننگ کا لفظ کچھ سیاسی طور پر استعمال ہو گیا ہے اور اس کے خلاف کچھ سیاسی جماعت رہی ہے ۔ جب اس کی ناراضگی ایوب خان سے ہوئی تھی تو وہ فیملی پلاننگ کے جو بورڈ ہوتے تھے ان کو پٹنا شروع کر دیئے اور خاندانی منصوبہ بندی کا نام کچھ بدنام ہو گیا ہے حالانکہ میں نے اس کے بارے میں ہمیشہ یہ کہا ۔ میں لفظ پر بڑا غور کرتا رہتا ہوں اور اس قسم کے عوام کو بتانے کے لیے کہ آبادی کی منصوبہ بندی کرانی چاہئے

تاکہ ان کے ذہن ان چیزوں سے دور ہوں ان کو پتا چلے ۔ جب تک آپ کو آبادی کا پتا نہیں ہوگا ۔ Then you plan for which population ?
اگر آپ نے پرائمری سکول بنانے ہیں پتا نہیں پرائمری سکول کے لیے پاپولیشن کتنی ہے ۔ پاپولیشن کا جس کو پتا نہیں ہوگا اس کے متعلق چیزیں کبھی نہیں بن سکتیں تو اس لیے آبادی کی منصوبہ بندی معاشی منصوبہ بندی کا ایک لازمی جزو ہے ۔ ہاں آپ یہ کہیں عملہ کام نہیں کر رہا ۔ اس کی کارکردگی بہتر بنانی چاہئے اسی طرح ملیریا ایریڈیکشن کے متعلق میں معذرت کے ساتھ کہوں گا جو scientific preventive programme ہوتے ہیں ۔ ان کو ایک lay-man سمجھ نہیں سکتا ۔ یہ بات میں بڑی معذرت سے کہتا ہوں ۔ مثلاً ایک بار ایکنک(ECNEC) میں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک ریڈار لگایا جائے ۔ جو بارش کی پیش گوئی کرے ۔ تو ایک صاحب نے کہا "جدوں بارش آنی ہوندی اے اوہدوں پتہ لگ جاندا اے اس پھر بارش آ جاندی اے" ۔ چار پانچ گھنٹے پہلے بتانے سے کیا فائدہ ہوگا ۔ تو وہاں پر سائنس دانوں نے بتایا نہیں بادل جو ہیں یہ خلیج بنگال میں بنتے ہیں وہاں سے اٹھ کر ہمالیہ کے دامن میں چلتے چلتے خاصی رفتار سے چلتے ہیں پھر شملہ پہنچیں گے ۔ پھر فلاں جگہ پہنچیں گے اس طرح سے ہمیں سات دن پہلے چھ دن پہلے پانچ دن پہلے چار دن پہلے تین دن پہلے پتا چل جائے گا کہ اتنے دنوں کے بعد بارش ہونے والی ہے ۔ پھر اس کو appreciate کیا گیا اور جو بات تھی وہ منظور ہوئی ۔ اسی طرح اگر کسی ڈسپنسری میں لال بوتل میں کوئی مکسچر وغیرہ کی جگہ پانی بھر کر رکھا ہو تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ ڈسپنسری ہے ۔ علاج ہو رہا ہے ۔ دوا دے رہے ہیں ۔ جو preventive پروگرام ہوتے ہیں وہ ان لوگوں کو نظر نہیں آتے ۔ میں صرف اصولی بات کہہ رہا ہوں ۔ preventive پروگرام کی جو assessment ہے ۔ وہ آدمی کے سامنے کسی objective and scientific ground پر ہوتی ہے ۔ لال پیلے رنگ کا مکسچر نظر نہیں آتا ۔ اس preventive پروگرام پر فیصلہ دینے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا اور اپنے فاضل دوستوں سے

جو ٹیکنیکل لوگ ہیں ٹھیک ہے ہمیں اپنے ٹیکنیکل لوگوں پر اعتبار نہیں۔ لوگوں کو ڈاکٹروں پر اعتبار نہیں۔ انجینئرنگ پر اعتبار نہیں۔ سڑک بنتی ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ specification ٹھیک نہیں ہے۔ لیبارٹری میں جائیں تو کہتے ہیں یہ لیبارٹری غلط ہے۔ یہ ایک فضا ضرور ہے۔ میں یہ روز دیکھتا رہتا ہوں۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن پر سائنس والوں کا مشورہ لازمی ہے۔

جناب والا! ایم۔ بی۔ اے ہوسٹل کے بارے میں ذکر کیا گیا۔ تو میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ 78-1977ء کے بجٹ میں 83 لاکھ 60 ہزار کی رقم ایم۔ بی۔ اے ہوسٹل کے لیے رکھی گئی ہے جو ایجوکیشن روڈ پر تعمیر ہوگا۔ میں فاضل اراکین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سکیم کے کامیاب ہونے میں جناب سپیکر صاحب کی دلچسپی، ان کا دباؤ اور ان کا interest بھی شامل ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) ویسے میں آپ کو راز کی بات بتاؤں کہ جب سے 75 روپے والا الاؤنس شروع ہوا ہے ہیلتھ ہاؤس پر کوئی خاص دباؤ نہیں رہا۔ جناب والا یہ بھی یہاں پر کہا گیا ہے کہ سکیمیں جو ہیں۔

مسٹر سپیکر: ڈاکٹر صاحب مجھے امید ہے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ اب اس کو واپس نہیں لے گا۔

وزیر خزانہ: نہیں۔ جناب والا! اس کے واپس لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جناب والا کی اتنی کوشش اور ہدایت کے بعد کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب والا! یہاں یہ کہا گیا ہے کہ جو ترقیاتی منصوبے ہیں یہ سیکشن افسر بناتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا۔ پچھلے پانچ سال میں ہم جب لئے لئے آئے تھے تو ہم یہی کہتے تھے کہ منصوبے سیکشن افسر بناتا ہے۔ سینکڑوں ایسے منصوبے ہیں جو عوامی نمائندوں نے اپنے طور پر اپنے علاقے کے ایکس ای این کو نہر کا ایکس ای این ہو۔ روڈز کا ایکس ای این ہو۔ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کا ہو اس کو بتایا کہ یہ ضرورت ہے۔ وہ اوپر پروگرام بھیجتا ہے اور اس پر assesment ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ رہا ہے کہ قائد عوام جانتے ہیں لوگ ان کو کہتے ہیں کہ ہمیں یہاں سڑک

چاہیے ۔ پانی پینے کو چاہیے اور وغیرہ وغیرہ چاہیے ۔ تو اس سے منصوبہ بن جاتا ہے ۔ چونکہ آج بہت سے فاضل اراکین نئے تشریف لائے ہیں تو جتنی on-going سکیمیں ہیں ان کے لیے جو پچھلے سالوں میں کارروائی ہوئی ہے وہ انہیں معلوم نہیں کہ کون کون سی کارروائی سے یہ سارے پروگرام گزرے ہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ سیکرٹریٹ میں سیکشن افسر ہیں ان کا نام سکیشن افسر ہے اگر یہ لفظ ''سیکشن افسر برا ہے تو کوئی اور نام ہم ان کا رکھ سکتے ہیں اور وہ ٹیکنیکل پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں جیسے سکیشن افسر ہیں اس میں روڈز کا سیکشن ہے تو روڈز کے ٹیکنیکل لوگ ہیں ۔ اریگیشن کا سیکشن ہے تو اریگشن کے ٹیکنیکل لوگ ہیں ۔ ایجوکیشن کا سیکشن ہے تو اس میں ایجوکیشن کے لوگ ہیں ۔ تو ایسی کوئی بات نہیں کہ اس کو صرف سیکشن افسر ہی بناتے ہیں ۔ بہرحال آئندہ سالوں میں انشاء اللہ آپ دیکھیں گے اور جب ہم دوبارہ واپس آئیں گے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی خواہشات کے مطابق پروگرام انشاء اللہ پھولیں گے اور پھلیں گے اور بڑھیں گے ۔ یہ ترقیاتی کام جو ہوتے ہیں ۔ یہ بڑے صبر آزما ہوتے ہیں چونکہ ہم پسماندہ ملک کے ہیں ۔ پیسے تھوڑے ہوتے ہیں اور کھینچا تانی ہر طرف سے ہوتی ہے اس لیے اپنے علاقے کے ترقیاتی کام کروانے کے لیے آپ کو دلچسپی ضرور لینی چاہیے ۔ جن فاضل اراکین نے بھی اس سلسلے میں کچھ کھینچا تانی کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بالکل جائز کیا ہے ۔ اگر وہ کسی جگہ مجھ پر برسے بھی ہیں تو جائز برسے ہیں کیونکہ ان کو یہ تکالیف ان کے اپنے علاقے میں پیش آئیں گی ۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے لیے بہترین بندوبست کروں ۔ جناب والا ! میں ایک اچھی بات بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے 74-1973ء میں پنجاب انڈسٹریل بورڈ شروع کیا تھا اور میں اس وقت وزیر انڈسٹری تھا ۔ تو یہ میری کارکردگی نہیں بلکہ پنجاب کے محکمہ صنعت کی ہے ۔ تو ہم نے کچھ ملیں لگانی شروع کیں ۔ بہت سے لوگ تقاریر کرتے ہیں کہ اس سال میں یا اگلے سال میں یا فلاں جگہ مل لگنی تھی ۔ لیکن کوئی مل نہیں لگی ۔ اس

لئے مل کے لگنے میں gestation period ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا پیریڈ ہوتا ہے جس میں پلاننگ ہوتی ہے۔ مشینری بک کی جاتی ہے۔ زمین acquire کی جاتی ہے۔ soil testing کی جاتی ہے اور جانے کتنے کام کیے جاتے ہیں۔ اور مل اس وقت نظر آتی ہے جب سول ورکس شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب عمارت بننی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ "ہن اعتبار آیا اے کہ مل بن رہی اے"۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ اور بڑی خوشی کی بات ہے اور نہ صرف پنجاب میں بلکہ پاکستان بھر کے ساتھیوں کو یہ خاص کر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جو صنعتی ترقی کے پروگرام پبلک سیکٹر میں شروع کئے ہیں ان کے maturation کا پیریڈ ان کے پورے ہونے کا پیریڈ۔ ان سیکٹروں کی پروڈکشن ہونے کا پیریڈ ان کی پیداوار شروع ہونے کا پیریڈ 1977-78ء میں جا کر ہوتا ہے۔ یعنی بھرور میں مل۔ پتوکی میں شوگر مل۔ بہاول پور میں کپڑے کی پیلز ٹیکسٹائل مل ڈیرہ غازی خان میں غازی ٹیکسٹائل مل۔ اور پڑیہ میں ٹیکسٹائل مل جو ہم اتنے سالوں سے کوششیں کر رہے تھے۔ یہ پانچوں ملیں 81 کروڑ 21 لاکھ روپے کے خرچ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1977-78ء کے سال میں پیداوار کرنی شروع کریں گی اور ہماری جتنی کوششیں ہیں۔ وہ بار آور ہوں گی۔ تو یہ بات میں آپ کو اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ مستقبل کے لیے اس ملک کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ہم اگر سٹیل مل میں سینکڑوں کروڑوں روپے لگا رہے ہیں تو شاید کسی کو آج نظر نہیں آئے لیکن جب وہ سٹیل پروڈکشن شروع ہوگی اور ہم اس جال میں آزاد ہوں گے تو پھر لوگ کہیں گے کہ بھٹو صاحب نے جو پروگرام شروع کیے تھے وہ واقعی قوم کے مفاد میں تھے تو آپ کو اس بات پر فخر ہوگا۔ اور جو ہمارے صنعتی پروگرام ہیں ان میں سے کچھ کے نتائج 1977-78ء میں سامنے آئیں گے۔ لوگوں کو مزدوری بھی ملے گی۔ پیداوار بھی ہوگی۔ کپڑے اور چینی کی پیداوار بھی بڑھے گی اور ایمپلائمنٹ میں بھی اضافہ ہوگا۔

جناب والا ! یہاں اور بھی بہت سے باتیں کی گئی ہیں جن کے متعلق میں اختصار سے جواب دوں گا کہ پچھلے پانچ سالوں کے دوران بتدریج ہماری یہ کوشش رہی کہ ورک چارج ایمپلائی جو غریب ہوتے ہیں جن کی عارضی ملازمت ہوتی ہے ۔ جنہیں یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ہمیں کب نوکری سے نکال دیا جائے ۔ ان کے لیے ہم نے بتدریج کوشش کی کہ ہم انہیں ملازمت پر مستقل کر دیں تو یہ بھی میرے ساتھیوں کے لیے خوشی کا مقام ہے اور میں ان کو بتا سکتا ہوں کہ ہم نے پچھلے پانچ سالوں میں مرحلہ وار ہر سال ان کی تعداد مقرر کر کے اب تک 41 ہزار 9 سو پچاسی ورک چارج غریب ملازمین کو حکومت نے پکا ملازم رکھ لیا ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! یہ ان لوگوں کے لیے بہت بڑی چیز ہے ۔ وہ اب رات کو چین سے سو سکتے ہیں کیونکہ اب انہیں نوکری سے نہیں نکالا جائے گا ۔

جناب والا ! آخر میں ، بہت سی باتیں نظریاتی بحث کے طور پر کی گئیں ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ 1930ء میں حضرت علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ نے الہ آباد میں اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا تھا جو میں آج کے اس اجلاس میں اپنی اس تقریر میں دہراتا ہوں ۔ علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کہ اس اجلاس میں بہت تجربہ کار سیاستدان موجود ہیں ۔ وزیر ، گورنر اور اس قسم کے لوگ موجود ہیں لیکن میں اپنے لیے صرف ایک ہی سند رکھتا ہوں'' ۔ میں نے علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ کے خطبے کے چند تمہیدی کلمات لیے ہیں ''کہ میں نے ایک عمر قرآن حکیم کے مطالعہ پر صرف کی'' اور آئندہ جو باتیں میں اس خطبے کے بارے میں کہنا والا ہوں وہ میں اسی سند پر کہنے والا ہوں جو میں قرآن حکیم سے حاصل کرتا ہوں ۔ گویا کہ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ نے جب مسلمانوں کی علیحدہ سلطنت کا خیال پیش کیا ، یعنی نظریہ پاکستان پیش کیا ، حالانکہ اس وقت یہ بات کسی کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی اور اس وقت وہ شائد دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے آئے تھے اور تیسری یا چوتھی

کانفرنس ہونے والے تھی ، تو بعض لوگوں نے کہا کہ جناب یہ تو sabotage کر رہے ہیں یہ گڑ بڑ کر رہے ہیں - یہ کیسا انہوں نے آئیڈیا پیش کیا ہے ؟ اور خود ایسے علماء نے جن کو بعد میں کانگریسی علماء کہا جانے لگا - جن کے بارے میں قائد اعظم رحمت اللہ علیہ نے ان کو پہلی بار ہندوستان میں لیبل دیا تھا - دوسرے ملکوں میں یہ لفظ بہت پرانا ہے - وہ لفظ ہے "reactionary" اس کا اردو میں ترجمہ ہے رجعت پسند - یہ قائد اعظم رحمت اللہ علیہ نے پہلی بار اس طبقے کو دیا تھا جو کہ علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ پر جھپٹ پڑا تھا کہ کیسا اس نے نام لے لیا مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک بنانے کا - یعنی نظریہ پاکستان کی پہلی جھلک بھی رجعت پسندوں کو نہ بھائی -

انہی رجعت پسندوں کے بارے میں مولانا ظفر علی خان نے شعر کہا تھا کہ :-

رسول اللہ کے خاندان میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کی کٹیا علماء دین کا ڈیرا ہے

تو وہی لوگ جو علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ سے لڑتے رہے جھگڑتے رہے ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے کیونکہ علامہ اقبال عظیم قلندر شخص تھے انہوں نے اپنے شعروں میں خوب ضربیں لگائیں چوٹیں لگائیں اور قوم کے سامنے بے نقاب کیا اور ان کو ناکام کیا اور ان کے نظریہ کو بعد میں آنے والے قائد اعظم محمد علی جناح نے کامیاب کیا یہی وجہ تھی علامہ اقبال اس خیال کو قرآن حکیم سے لیتے تھے -

وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن حکیم کے نفاذ کے لیے آزاد مختار مملکت ہونا پیشگی شرط ہے اگر ان کو کسی خطہ زمین پر تمکن نصیب ہوگا ، اگر یہ کسی خطہ زمین کے مالک ہوں گے ، کسی خطہ زمین پر اپنی خود مختار حکومت ہوگی تو پھر اس کے بعد قرآن حکیم پر عمل کر سکیں گے" - وہ اپنے اس موقف پر ڈٹے رہے ، اپنے موقف کو قوم کے سامنے بتایا شعروں میں بتایا اردو فارسی زبان میں انگریزی خطبات کے ذریعے بتایا - آج میں اس کا

ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ کچھ لوگ جو زیادہ تر مولانا نورانی گروپ کے ہیں وہ اس کے لیے نظام مصطفیٰ کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن دوسرے لوگ یعنی جماعت اسلامی والے اور مولانا مفتی محمود وہ یہ لفظ استعمال نہیں کرتے وہ اسلامی شریعت کا نام لیتے ہیں ۔ لیکن میں ان دونوں کے جھگڑے میں نہیں پڑتا میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن حکیم ایک ایسی چیز ہے جو قوم میں مسلمہ اور متفقہ ہے اور اس کا خود اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کسی شخص کو اس سے اختلاف نہیں ہے ۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ جب قرآن حکیم کا نفاذ ہو رہا ہے اور اسلامی مشاورتی کونسل ، جس میں ہمارے عالم فاضل حضرات ہیں ان کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے ۔ یہاں پر صرف اتنی بات کروں گا کہ اگر پاکستان علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر ہے ۔ تو پھر قرآن حکیم کی بھی وہی تعبیر نافذ کی جائے جو علامہ اقبال نے کی تھی ۔ ان رجعت پسندوں کی تعبیر نافذ نہ کی جائے جو اس وقت علامہ اقبال کے خلاف تھے جو بابائے قوم محمد علی جناح کے خلاف تھے اور ان کے خلاف ڈٹ کر کفر کے فتوے دیتے تھے اور پاکستان کی مخالفت کرتے تھے اور اس وقت میں ایک بات یاد دلاؤں کہ علامہ اقبال قرآن حکیم کی کس قسم کی تعبیر کرتے تھے وہ ان کے کلام سے عیاں ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ وہ کس قدر مساوات کے حامی تھے اور کس قدر جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کے خلاف تھے کس قدر سود کے نظام کے خلاف تھے ۔ سود کے نظام کے خلاف میں نے بھی کہا تھا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ پنجاب کا وزیر خزانہ سود کے خلاف باتیں کر رہا ہے تو ہمارا کاروبار کس طرح سے چلے گا میں نے جواب دیا بھئی یہ تو قرآن میں لکھا ہے اپنے سودی کاروبار کی خاطر پھر قرآن کو بدل ڈالو ۔ میں تو نہیں بدل سکتا ۔ قرآن حکیم کے محافظ خود اللہ سبحانہ تعالیٰ ہیں ۔ اس لیے اسے کوئی شخص بدل نہیں سکتا ۔ بلکہ سود پر مبنی سرمایہ داری اور جاگیر داری نظام کو بدلنا ہوگا ۔ علامہ اقبال نے ان رجعت پسندوں کے بارہ میں لکھا ہے :

خود تو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ بے توقیر فقیہان حرم

سابقہ اسمبلی کے ایک فاضل رکن نے اس ضمن میں جواب دیا (موجودہ اسمبلی میں وہ نہیں) کہ سود اس لیے ضروری ہے کہ اگر میں ایک شخص کو ایک ہزار روپے دیتا ہوں تو وہ مجھے پانچ سال کے بعد روپیہ واپس کرتا ہے کیا پانچ سال کے بعد اس ایک ہزار روپے کی قیمت وہی رہے گی جو وہ مجھ سے آج لے رہا ہے یعنی وہ سود کو روپے کی قیمت میں متوقع کمی کو پورا کرنے کے لیے جائز قرار دے رہا تھا۔ اکنامکس کو میں نے بطور طالب علم پڑھا ہے لیکن قرآنی معاشی نظام میں سود حرام ہے اور بالکل ضروری نہیں ہے قرآن حکیم میں سود کا نظام نہیں ہے۔ اکنامکس میں پیداوار کے 4 factors ہیں، 1۔ زمین۔ 2۔ مزدور 3۔ سرمایہ کیپٹل 4۔ آبجیو ENTREPRENEUR زمین کو کرایہ کی شکل میں معاوضہ ملتا ہے مزدور کو مزدوری کی شکل میں۔ کیپٹل کو سود کی شکل میں۔ اس لیے اگر سود نہ رہے تو کیپٹلزم کی عمارت ریت کے محل کی طرح دھڑام سے گر جائے گی۔ اور اس کی جگہ معاشی اور معاشرتی انصاف پر مبنی قرآنی نظام نافذ ہو جائے گا۔ "سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات ہے"۔ علامہ اقبال یہ کہتے ہیں۔ اس لیے میں اس ایوان کے ذریعے اسلامی مشاورتی کونسل کو درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں صرف تعزیراتی نظام نہ دے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام دے۔ یہ ایک مکمل نظام ہے صرف سزائیں نہ دے بلکہ معاشی انصاف کا نظام بھی دے۔ ایک ایسا نظام دے جس میں ہر شخص کو اس کی ضروریات ملیں۔ وہ نظام دے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مطابق ہو، خلفائے راشدین کی حیات کے مطابق ہو۔ الناس من جہۃ التمثال اکفاء ابوھم آدم واسھم حواء۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے شعروں میں کہتے ہیں کہ سب لوگ برابر ہیں سب لوگ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے اگر قرآن حکیم کی علامہ اقبال کی تعبیر نافذ کی جائے۔ تو یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ اگر ہم

علامہ اقبال کے خطبات کو مشعل راہ بنائیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی چیز میں اختلاف نہیں رہے گا۔ کسی معاملہ میں اختلاف نہیں رہے گا۔ قوم کا جو استحصال سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام میں ہوا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ معاشی اور معاشرتی انصاف ہوگا۔ مکمل مساوات ہو گی۔ علامہ اقبال اس ملک کے مفکر اور حکیم الامت تھے انہوں نے پاکستان کا نظریہ ایسے وقت پر دیا تھا جب کوئی شخص ایسا نظریہ سوچ نہیں سکتا تھا۔

جناب والا! مجھے چٹ آئی ہے اس میں water logging & salinity کی بات کروں میں بھول گیا تھا یہ ملک کا بڑا مسئلہ ہے جس پر حکومت بہت توجہ دے رہی ہے اور سابقہ چالو منصوبوں پر 15 کروڑ روپے خرچ کر رہی ہے سالانہ 60 ہزار ایکڑ رقبہ سیم اور تھور سے متاثر ہو رہا ہے تمام فاضل اراکین نے اس کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا ہے ملک بھر اعظم نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ "خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک" یہ واقعی بڑا سنگین مسئلہ ہے اس لیے حکومت تیز رفتاری کے ساتھ اس پروگرام پر عمل پیرا ہے اور وفاقی حکومت بھی اس پر عمل کر رہی ہے۔ سکارپ نمبر 6-4-3-2-1 ہزار ٹو ٹیوب ویلوں کے نصب کرنے کا کام ہو رہا ہے جو ان میں کام نہیں کرتے تھے ان کو بدلا جائے گا۔ رقم مختص کر دی گئی ہے اس چیز پر قابو پا لیا جائے گا۔

آخر میں یہ بات کہنا تھی لیکن مجھے چٹ آ گئی تھی تو میں ادھر چلا گیا تھا میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس میں مبالغہ نہیں کر رہا پاکستان کی تاریخ میں یہ ایک نہایت سنہری موقع ہاتھ آیا ہے۔ قرآن حکیم کے نفاذ کے لیے اجماع امت ہوگیا ہے ساری امت کا اتفاق رائے ہو چکا ہے۔ کہ قرآنی معاشی۔ معاشرتی۔ سیاسی اور عدالتی نظام نافذ کیا جائے اور میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہوں کہ حکیم الامت علامہ اقبال کی تشریح و تعبیر کے مطابق نفاذ کیا جائے اور نہ ان کے مطابق جو رجعت پسند پاکستان کے مخالف اور گاندھی کی کٹیا میں ڈیرہ لگانے والے تھے۔

میں ہمیشہ یہ بات کہتا ہوں کہ اگر غریبوں کو ان کی غربت سے چھٹکارا دلانے کے لیے ان کو محرومیوں سے نجات دلانے کے لیے ، استحصال سے نجات دلانے کے لیے اور اس جد و جہد کو جاری رکھنے کے لیے ، آگ اور خون سے بھی گزرنا پڑے تو ہم گزریں گے لیکن ہاتھ میں قرآن حکیم لے کر ۔ آج وہ وقت آن پہنچا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ امید کی ایک کرن ہے ، ایک ایسی شعاع ہے اور ایک ایسی روشنی نظر آئی ہے جس میں ہم منزل مراد کو پا سکتے ہیں ۔ جیسے حافظ شیرازی نے اپنے عربی شعر میں کہا تھا کہ :

لمح البرق من الطور و آنست بہ
فلعلی لک آت بشہاب قبس

حافظ شیرازی نے کہا کہ میں نے طور پر ایک روشنی دیکھی ہے اور اس سے مجھے امید ہوئی ہے کہ شاید میں آپ کے لیے بھی روشنی کی ایک کرن لا سکوں ۔ اسی طرح مجھے بھی یہ ایک امید کی کرن نظر آتی ہے کہ اب قرآن حکیم کا نفاذ اس ملک میں ہوگا اور اس طرح ہماری تمام محرومیاں ، تمام مصیبتیں اور تمام بلائیں انشاء اللہ دور ہو جائیں گی ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آخر میں میں یہ کہوں گا ۔ I don't want to be a prophet of doom یعنی میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ میں نے فلاں بری بات کی پیش گوئی کی تھی ۔ لیکن میں یہ بات اس نئے مالی سال کے لیے ضرور کہنی چاہتا ہوں کہ جیسے پچھلے مالی سال کے چند مہینوں نے ہماری معیشت کو متاثر کیا اسی طرح سے اگر آئندہ جاری ہونے والے سیاسی عمل سے ملک کے معاشی پیداواری عمل میں خلل پڑا تو میں اس ایوان کو اس بات سے خبردار کرنا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے ذریعے عوام کو ، کہ اس سے مشکلات اور بھی بڑھیں گی اور تکلیفیں اور بھی بڑھیں گی ۔ یہ بات کہہ کر میں مایوسی دینا نہیں چاہتا بلکہ میری مراد یہ ہے کہ میں محب وطن لوگوں سے اپیل کروں کہ اگر اس سونی دھرتی کو ، اس پاک سر زمین کو اور اس وطن عزیز کو قائم دیکھنا چاہتے ہیں ۔ ترقی کرتا دیکھنا چاہتے

ہیں ۔ اگر ان ذہنی کو جیسے کرنل قذافی اور شاہ فیصل المغفورلہ نے کہا تھا کہ پاکستان ایشیا میں اسلام کا قلعہ ہے ۔ "پاکستان حصن الاسلام فی آسیا" اگر اس قلعے کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں ۔ تو خدا کے لیے پاکستان کی معیشت سے نہ کھیلیں ۔ خدا کے لیے پاکستان کی معاشی پیداوار میں خلل نہ پیدا کریں اور جو بھی جمہوری عمل ہے اسے اس طرح سے چلائیں جس سے ملک کی معیشت میں رخنہ اندازی نہ ہو ۔ میں یہ پیش گوئی اس لیے کر رہا ہوں کہ پچھلے ایک دھچکے سے غریب عوام کو تکلیف ہوئی اور کچھ پروگرام جو ہم نے جاری رکھنے تھے وہ جاری نہ رکھ سکے اور اگر آئندہ اس قسم کا معاشی دھچکا لگا اور پیداواری عمل میں خلل پڑا تو ممکن ہے کہ پاکستان کی معیشت کو بہت زیادہ نقصان پہنچے اور جو لیڈر سیاست میں ہیں لیکن معاشیات کا عمل نہیں سمجھتے جنہوں نے کہا کہ معیشت تباہ ہوتی ہے ۔ تو ہو جائے ہم تو سیاست کر رہے ہیں ۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ معیشت کے بغیر ان کی سیاست مضبوط نہیں ہو سکتی ۔ کسی ملک کے دفاع کا انحصار اس کی معیشت پر ہوتا ہے اور اس کی ٹیکنالوجی پر ہوتا ہے اور اچھی معیشت سے ہی عزت اور وقار ہوتا ہے ۔ اگر ہم ہاتھ میں کشکول لے کر دنیا سے مانگتے پھریں تو پھر ہم اپنی جمہوریت اور سیاست کے بلند بانگ دعوے نہیں کر سکتے ۔ جناب والا ! جیسے میں نے شروع میں کہا کہ I don't want to be a prophet of doom میں اپنے آپ کو یہ ثابت نہیں کرنا چاہتا کہ دیکھ لیں پنجاب اسمبلی کے ریکارڈ پر یہ بات موجود ہے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ یہ ہو جائے گا ۔ میں اقتصادیات کا ایک قاصر سا طالب علم ہوں اور جب میں 1977-78ء میں Economics کی projection دیکھتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ اگر تمام قوم کمر بستہ ہو کر ، لیڈر اور عوام دونوں مل کر معاشی عمل کو جاری رکھیں بلکہ اس کو تیز کریں اور اس میں جو کمی ہوئی ہے ۔ اس کو پورا کریں تو پھر یہ قوم مستحکم ہوگی ۔ پھر اس قوم کا دفاع مستحکم ہوگا ۔ اس قوم کی عزت اور وقار بلند ہوگا اور پھر ہم دنیا میں کہہ سکیں گے کہ یہ ہے

پاکستان جس میں ہم رہتے ہیں - یہ ہے پاکستان جس میں ہم یہ سیاسی عمل کرتے ہیں - بغیر معیشت کے سیاسی عمل بھی نہ ہوگا - وہ ایک بے بنیاد چیز ہوگی جو ریت کے گھروندے کی طرح گر پڑے گی -

جناب والا ! میں یہ بات اس طریقے سے ادا کرنا چاہتا ہوں کہ حب وطن عناصر سے یہ اپیل کروں گا کہ خدارا اب وہ پاکستان کی معیشت سے نہ کھیلیں - بہت ہو چکا پاکستان کی معیشت کے ساتھ - اب اس سے زیادہ یہ برداشت نہ کر سکے گی - اور ملک و قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا - جناب والا ! میں یہ بات بھی کہنی چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے ساتھ تعاون کیا جائے تو ہمیں یقین ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب جو کوششیں کر رہے ہیں - پاکستان کی معیشت کو دوبارہ بحال کرنے کے لیے مجھے علم ہے کہ وہ اس قسم کی ہیں کہ اگر ان میں کوئی رخنہ اندازی نہ کی جائے - تو پاکستان کے عوام کی بہتری ہوگی - فلاح ہوگی - بہبود ہوگی اور انشاء اللہ ہم اس سال عوام کے لیے ترقیاتی کام کر سکیں گے - ان کی مصیبتیں دور کر سکیں گے - ان کے لیے ہسپتال - سڑکیں - سکول اور دوسری چیزیں تعمیر کر سکیں گے - ہم قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ترقی کریں گے - خوش حال ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں سرخ رو ہوں گے - السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ (نعرہ ہائے تحسین) -

Mr. Speaker : The House is adjourned to meet tomorrow at 8-30 A.M.

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

ہفتہ ۔ 25 جون 1977ء
(شنبہ ۔ 7 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝

پ ۱۶ ـــــ س ۲۰ ـــــ رکوع ۱۷ ـــــ آیات ۱۳۱ تا ۱۳۲

اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں طرح طرح کی آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ اس میں ان کی آزمائش کریں۔ ان پر تعجب کی نظر نہ کرنا اور تمہارے پروردگار کی عطا کی ہوئی روزی تو بہت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

اور تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر قائم رہو۔ ہم تم سے روزی نہیں مانگتے بلکہ روزی تو ہم تمہیں دیتے ہیں۔ اور اچھا انجام تو اہل تقویٰ ہی کا حصہ ہے۔ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے تو کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں کی نشانی نہیں آئی؟

پنجاب کا میزانیہ برائے 78-1977ء

(مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری)

مسٹر سپیکر : وزیر خزانہ ۔

وزیر خزانہ : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "25 ۔ نظم و نسق عامہ" برداشت کرنا پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد 25 نظم و نسق عامہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب ! آپ اپنی تحریک تخفیف زر پیش کریں ۔

سردار زادہ ظفر عباس ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 25 ۔ نظم و نسق عامہ میں تخفیف کرکے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 25۔ نظم و نسق عامہ میں تخفیف کرکے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں اس تحریک کی مخالفت کرتا ہوں۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی اتنی بڑی رقم صرف سرکاری ملازموں کی تنخواہوں پر خرچ ہو رہی ہے۔ جناب والا ! پچھلے سال کی نسبت یہ رقم بہت زیادہ ہے۔ جب ون یونٹ تھا اس وقت بھی اتنی رقم نہیں رکھی جاتی تھی۔ اب یہ 7 کروڑ سے تجاوز کرکے 18 کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اگر ان کے مقابلے میں ان افسران کی تنخواہوں کو دیکھا جائے تو وہ اس قدر کام نہیں کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم اس وجہ سے دی گئی ہے کہ وہ اس مہنگائی کے زمانے میں اپنی ضروریات۔ اپنے اخراجات پورے کر سکیں اور کنور اوقات اپنی تنخواہ میں کر سکیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں ہمیں کیا دیا جا رہا ہے۔ وہی سب سے بڑی لعنت رشوت جو ہمارے ملک میں قائم ہے آج اتنی بڑی رقم دینے کے باوجود یہ لعنت ان کے گلے پڑی ہوئی ہے۔ ملک ان سے بیزار ہے۔ کیونکہ رشوت ان کے لیے ایک مرض بن گیا ہے۔ اور خاص طور پر ہمارے معاشرہ میں جنہیں ہم پبلک سرونٹس کہتے ہیں جو نہ معلوم کن کن طریقوں سے رشوت کھاتے ہیں یہ قیاس سے باہر ہے۔ مجھے ایک مرتبہ 1950ء میں ایران جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی کسی کا کام کرے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ ''آقا ، پھول بدھید'' اس کا مطلب یہ ہے ہم نے تمہارا کام کیا ہے اس کے بدلے میں مجھے کچھ دو۔ یہ عجیب قسم کی رشوت ہے۔ جناب والا ! کوئی کاغذ کسی دفتر میں جاتا ہے۔ تو یہ صاحب اس پر آرڈر لکھتے ہیں جب تک کچھ نذرانہ نہ پیش کیا جائے وہ کاغذ وہیں پڑا رہتا ہے۔ اور کاغذ والے اس کی ہر سطح پر پیروی کرتے ہیں۔ اور ہر جگہ حسب توفیق۔ حسب مراتب نذرانہ پیش

کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہل کار کو پتا نہیں ہوتا کہ کس دن معمولی سے کاغذ کے ٹکڑے پر اس کی ملازمت ختم ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک دوڑ چل رہی ہے۔ جیسے ہر آدمی سوچتا ہے کہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ چڑھ کر اپنے standard of living کو اونچا کروں۔ جناب والا! مجھے ایک مختصر سا واقعہ یاد آ گیا ہے۔ میں نے تاریخ میں پڑھا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدائن کے گورنر نے نظم و ضبط قائم رکھنے میں تساہل سے کام لیا اور مدائن کا نظم و ضبط خراب ہو گیا تو کوفہ سے ایک انسان بھیجا گیا جسے سلمان فارسی کہتے ہیں۔ وہاں کے امراء۔ وزراء کو پتا چلا کہ ان کے نئے گورنر آ رہے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص جس کے پاس نہ کوئی بستر ہے۔ نہ کوئی بیگ ہے اور نہ کوئی اور سر و سامان ہے صرف تین کپڑے ہیں جو اس نے زیب تن کیے ہوئے ہیں ایک اونٹ پر سوار ہوئے چلا آ رہا ہے۔ جب وہ شخص ان آدمیوں کے قریب پہنچا تو اس نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے نئے گورنر نے آنا ہے۔ اس لیے یہاں ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کو نئے گورنر کے متعلق کچھ پتا ہے کہ ان کے ساتھ فوج ہو گی یا ان کے ساتھ کوئی قافلہ ہو گا؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ میں تو صرف سلمان فارسی ہوں اور اس شہر میں آیا ہوں۔ ان کو پتا چل گیا کہ یہی وہ گورنر ہے وہ مسجد کے ساتھ ایک حجرے میں رہے گورنر کے مکان میں نہ رہے۔ شہر کے نظم و ضبط کو کنٹرول کیا۔ ان کے متعلق تاریخ گواہی دیتی ہے لیکن۔ جناب والا! ہمارے افسران (سٹینڈرڈ آف لیونگ standard of living) کو اونچا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور عزم کیے ہوئے ہیں اور انہیں شوق آیا ہوا ہے کہ ہمارا سٹینڈرڈ آف لیونگ بلند ہونا چاہیے۔ ان کے کمروں میں ایئر کنڈیشنر لگا ہو زر بفت کے پردے لگے ہوں یہ شوق ان کے ذہنوں میں آ گیا ہے کاریں تو ٹھیک ہے آج کل

کے دور میں کاروں کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن دوسری چیزوں پر کنٹرول کرنا بہت ضروری ہے۔ رشوت پر کنٹرول ہماری حکومت آج تک نہیں کر سکی ہماری گورنمنٹ کے دفاتر میں سٹاف کی زیادتی ہے۔ نئے نئے محکمے بنا دیئے گئے ہیں جوں جوں محکمے بن رہے ہیں اس سے رشوت زیادہ ہو رہی ہے اور ہر آدمی پریشان ہے۔ عالی جاہ! ہو سکتا ہے کہ کام کی نوعیت علیحدہ علیحدہ ہو لیکن جب دو یا تین کام ایک ہی آدمی کر سکتا ہے۔ تو اس پر بھی چار پانچ آدمی لگا دیئے جاتے ہیں۔ اس سے شاید حکومت کا منشا یہ ہوتا ہے کہ بے روزگاری کم ہو لیکن اس سے بے روزگاری کم نہ ہوگی جب تک تعلیم میں مناسب رد و بدل نہ کیا جائے۔ تو اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ جناب والا! ہماری سروسز میں ایک بڑی خرابی یہ آگئی ہے جسے کسی طرح کم کرنا چاہیے کہ یونینیں بنا لی جاتی ہیں۔ یہ یونینیں ایسے ایسے مطالبات پیش کرتی ہیں جس سے حکومت کے کام میں رکاوٹ پڑتی ہے اور پھر حکومت کو مجبوراً یہ تسلیم کرنے پڑتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہر انسان کو تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ان کی طرف سے حکومت کے کام میں رکاوٹ ڈالی جائے۔ جب ہم حکومت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کرے اور وہ کرے تو اس کے ساتھ ساتھ ہر انسان کا اولین فرض یہ بھی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ حکومت کی بہتری ہو یہ بات ہر انسان کو سب سے اول ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ یونینیں حکومت کے محکموں کے کام میں مداخلت کریں۔ تو اس پر بھی کوئی نہ کوئی چیک ہونی چاہیے تاکہ نظم و نسق کے معاملے میں جن کا تعلق حکومت سے ہوتا ہے۔ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں۔

جناب والا! ہمارے تمام محکموں میں تساہل اور کام سے بیزاری ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ میں ابتدائی طور پر ایک وکیل ہوں اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہمارے افسران، ضلع کی سطح پر اور عین ممکن ہے کہ صوبے کی سطح پر بھی یہی حال ہو کیونکہ ہر چیز اوپر سے نیچے جاتی ہے

نہ کہ نیچے سے اوپر ، ان افسران کا جی نہیں چاہتا کہ کام کریں ۔ ہر افسر اپنے ریٹائرنگ روم میں بیٹھ کر گپیں مارتا رہتا ہے یا چائے پیتا رہتا ہے اور انہیں میٹنگز کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوئی کام نہیں ہوتا ۔ وکلاء صاحبان کو سارا سارا دن بار روم میں بیٹھ کر انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کب مجسٹریٹ صاحبان وہاں سے باہر آئیں اور عدالت کا کاروبار کریں لیکن کوئی سرکاری کاروبار اور سرکاری کام نہیں کرتا ۔ بہت عرصے کے بعد ایک کیس لیا اور چاہے کوئی غیر ضروری شخص بھی آ جائے تو کیس کو وہیں چھوڑ دیا ۔ وکلاء بیٹھے ہیں ۔ مدعی بیٹھے ہیں اور گواہ بیٹھے ہیں ۔ پھر وہ دو دو گھنٹوں کے بعد باہر آتے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا وقت ختم ہو اور ہم گھر چلے جائیں تو یہ بھی ایک بہت بڑی خرابی ہے ۔

جناب والا ! میں نے اور بعض دوسرے معزز ممبران نے اس ایوان میں اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ پولیس کو اتنے بڑے اعزاز دیے جا رہے ہیں ۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ حکومت محکمہ پولیس پر مہربانی نہ کرے یا انہیں اعزاز نہ دے ۔ ہم تو کہتے ہیں کہ اس محکمے کو اتنا دے کہ وہ کسی اور طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں ۔ وہ کسی دوسرے سے کچھ لینے کے متعلق کچھ سوچ بھی نہ سکیں ۔ لیکن ہو کیا رہا ہے ؟ تنخواہیں بڑھائی جا رہی ہیں اور ہر ایک چیز ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود یہ محکمہ قتل و ڈکیتی ، چوری اور اغوا کے معاملات میں بے کار ثابت ہو رہا ہے ۔ اب انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ وارداتوں میں کمی دکھانے کے لیے رپورٹیں نہیں لیتے ۔ اگر کوئی با اثر شخص نہیں ہوتا اور کوئی غریب آدمی ہوتا ہے تو اسے ڈرا دھمکا کر بھگا دیا جاتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب چوری مل جائے گی تو پرچہ دیں گے حالانکہ وہ قانونی طور پر پرچہ دینے کے پابند ہیں اور ان کا فرض ہے کہ جب کوئی شخص تھانے میں آئے تو اس کی رپورٹ درج کریں لیکن وہ نہیں کرتے تاکہ ان کے اعلیٰ حکام کو پتا نہ چلے کہ ان کے علاقے میں اتنی زیادہ وارداتیں ہو رہی ہیں ۔ جب اس طرح کوئی آدمی نہ ملے یا کوئی شخص اپنے ساتھ کوئی

یا اگر آدمی کو لے جائے تو اس کی منت و خوشامد کرکے کہتے ہیں کہ ہم صلح کرا دیتے ہیں اور اس طرح وعدے وعید کرکے اسے ٹرخا دیتے ہیں۔ اور تو اور قتل کے مقدمات میں بھی ابتدائی رپورٹ میں اتنی تاخیر کر دیتے ہیں کہ اس کا جائزہ لینا ہے۔ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے، کہ سیشن کی عدالت میں جا کر مقدمہ سزا نہیں ہوتا اور جتنے بھی ایسے مقدمات ہوتے ہیں سب بری ہو جاتے ہیں۔ چند کیسوں میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گواہ بیٹھ جائیں لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ ان کا تساہل ہے جس کی وجہ سے ایسے حالات ہو رہے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں متعدد ایسے مقدمات کی پیروی کی ہے جو قانونی سقم کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ سقم اس وقت پیدا ہوتا ہے جب پولیس افسران اپنے فرائض میں کوتاہی کریں۔ جب میں نے وکالت شروع کی تھی اس وقت یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی غلط ضمنی کسی عدالت کے نوٹس میں لائی جاتی تھی یا کوئی دوسری بے ضابطگی ہوتی تھی تو عدالت اس کے متعلق stricture پاس کرتی تھی اور اس کی نقول متعلقہ ایس پی کو بھیجی جاتی تھیں۔ لیکن میں نے پچھلے دنوں قتل کے ایک مقدمے کی پیروی کی۔ اس میں فاضل ایڈیشنل سیشن جج، جھنگ، نے ایک ڈی۔ ایس۔ پی کے متعلق بڑا سخت stricture پاس کیا جس میں بیان تھا کہ ڈی ایس پی نے طرف داری کی وجہ سے غلط اور بے گناہ ملزمان کا چالان کر دیا۔ لیکن آج تک اس stricture کے متعلق کوئی فیصلہ، کوئی تحقیق یا کوئی ایکشن کسی نے نہیں لیا بلکہ میں نے چند دنوں کے بعد سنا کہ اسے ترقی دے کر ایس پی بنا دیا گیا۔ تو یہ چیزیں ہیں۔ یہ ان افسران کی کوتاہیاں ہیں کہ وہ چشم پوشی کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جناب والا! اس معزز ایوان میں جتنے بھی معزز ارکان ہیں وہ اپنے اپنے علاقے کی اکثریت کے نمائندے ہیں چاہیے تو یہ کہ متعلقہ افسران ان کی عزت کریں اور ان کی نشان دہی پر صحیح اور جائز کام میں ان کی امداد کریں اور ان کے ساتھ تعاون کریں لیکن جناب والا! یہ افسران ایم۔ پی۔ اے اور ایم۔ این اے حضرات کی

جو کہ قوم کے نمائندے ہیں ۔ کوئی پرواہ تک بھی نہیں کرتے ۔ انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا ۔ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے اقتدار میں شریک ہو رہے ہیں ۔ اس وجہ سے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کا اقتدار کم ہو جائے اور یہ ہمارے ماتحت رہیں یا ہمارے نیچے لگ جائیں ۔ حالانکہ معزز ایوان کو یہ اختیارات حاصل ہیں ۔ اگر معزز ایوان کی کارروائی کے متعلق افسران پرواہ نہ کریں تو یہ معزز ایوان کے حقوق کی پامالی ہے ۔ لیکن کوئی پرواہ نہیں ۔ نہ کوئی اعلیٰ افسر پرواہ کرتا ہے ۔ اور نہ کوئی ماتحت ۔ جناب والا ! ایک چیز کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ ان میں بد دلی بہت زیادہ ہے اور شاید وہ اس وجہ سے ہو کہ انہیں کوئی تحفظ حاصل نہیں ۔ لیکن جب تک وہ سرکار کی طرف سے ملازم ہیں ۔ پبلک سرونٹس کہہ لیجیے یا افسران , ان کا فرض ہے چاہے ان کے خانگی حالات کچھ ہوں ، چاہے ان کے دماغ میں کچھ ہو لیکن انہیں قوم اور ملک کی خدمت کرنی ہے ۔ یہ ان کا فرض اولین ہے ۔ لیکن وہ اس سے عموماً غافل ہوتے ہیں ۔

جناب والا ! آج کل یہ عجیب روش چل رہی ہے کہ ہر انسان یہ سمجھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اسے حکومت کی ملازمت ملے ۔ اس کی دو وجوہات ہیں ۔ ایک تو یہ کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح میں دوسرے ہم وطن بھائیوں پر حکومت کروں اور میرے رعب و دبدبے میں میرے تمام متعلقین رہیں گے جو کہ اس کے علاقے میں ہیں ۔ اور دوسرا اس کا مقصد پیسہ کمانا ہے ۔

جناب والا ! اس قدر حد ہے کہ کوئی افسر یا کوئی ملازم سرکار یہ نہیں چاہتا کہ وہ سرکار کی مرضی سے ملازمت کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ملازمت کرے اور جیسے وہ چاہے ، اس طرح سرکار جھکتی جائے ۔ ایسی پریسیڈنٹس قائم ہو چکی ہیں کہ واقعی جہاں پر سرکاری ملازم چاہتا ہے ۔ وہاں پر سرکار جھکتی ہے ۔ اس کی ملازمت میں یہی سب سے بڑی خرابی ہے ۔ جناب والا ! میرے مشاہدے میں یہ آیا ہے کہ

برسراقتدار حضرات کی سیاسی وابستگیوں کے مطابق آج کل کے سرکاری ملازمین اپنی ملازمت کرتے ہیں۔ یہ انصاف نہیں کیا جاتا اور خاص طور پر انتظامیہ کے افسران یہ دیکھنا پسند کرتے ہیں کہ ہم سے حکومت کی سیاسی پارٹی یا حکومت کی سیاسی سائیڈ کس طرح خوش ہوگی اور تقریباً اپنے انتظامی معاملات کی بجائے حکومت کے سیاسی معاونین بنے ہوئے ہیں۔ جناب والا! اس کی بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ جب ایک افسر اپنی حکومت کی سیاسی برتری کے لیے جد و جہد کرے تو پھر لازمی ہے کہ حکومت ان افسران کو اپنا تحفظ دے۔ معاشرے میں یہ بہت بڑی خرابی پیدا ہو چکی ہے کہ آج کل ہر افسر اپنی جگہ پر پیپلز پارٹی کا چیئرمین بنا ہوا ہے۔ اور بدلے میں یہ پسند کرتا، یا توقع کرتا ہے۔ بلکہ مطالبہ کرتا ہے کہ چونکہ یہ پیپلز پارٹی کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس لیے اس کی ساری گڑبڑیاں، تاریخ برائیوں اور خامیوں کو تحفظ دیا جائے اور اس سے باز پرس نہ کی جائے۔ یہ چیز آئے دن دیکھنے میں آ رہی ہے۔

جہاں تک میرا علم ہے۔ ہماری سروسز سے دیانت داری بالکل مفقود ہو چکی ہے۔ اگر کوئی آدمی غلطی سے دیانت دار ہو تو اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس کے ماتحت اور افسران سب اس سے ناخوش ہوتے ہیں۔ اعلیٰ افسران بھی ناخوش ہوتے ہیں پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ دیانت دار افسر کو حکومت بھی پسند نہیں کرتی۔ جناب والا! تعمیراتی کاموں اور ڈویلپمنٹ کی مد کو ہی لے لیں۔ جب متعلقہ افسران ایک چیز کا ٹھیکہ دیتے ہیں، خدا جانے صوبے کی سطح پر ہوتا ہے یا مرکز کی سطح پر، اس ٹھیکیدار کو ایک خاص حصہ ادنیٰ ملازم سے لے کر اعلیٰ ملازم تک کو دینا پڑتا ہے۔ کئی دفعہ ٹھیکیداروں سے میری بحث ہوئی ہے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ جب ہمیں ٹھیکہ حاصل کرنے کے بدلے میں ایک خاص حصہ دینا ہوتا ہے۔ تو وہ حصہ ہم گھر سے کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ آخر ہمیں بھی کھانا ہے اور انہیں بھی کھلانا ہے جنہوں نے یہ ٹھیکہ دیا ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی خرابی

ہے ۔ لیکن میں حیران اس بات پر ہوں کہ اتنے دنوں کی اس معزز ایوان کی کارروائی میں ایسی کوئی چیز حکومت کی طرف سے کم از کم میرے کانوں تک نہیں پہنچی جس سے مجھے یہ پتا چلے ان تمام کارروائیوں کے متعلق موجودہ حکومت کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا کیا کر رہی ہے ؟ جناب والا ! جس طرح بھی ہو سکے ، موجودہ حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے ۔ یہ ایک بہت بڑا مرض ہے ۔ خدا کے لیے پیسے کے پیچھے بھاگ دوڑ کو کسی طرح کنٹرول کیا جائے ورنہ یہ سارے معاشرے کو ختم کر دے گی ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں اس تحریک کی مخالفت کرتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ اس مد پر ایک بہت بڑی رقم شامل ہے ۔ سات کروڑ بائیس لاکھ کی رقم فاضل قائد حزب اختلاف اس تحریک کے ذریعے کل رقم اٹھارہ کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے میں سے تخفیف کرنا چاہتے ہیں ۔ سات کروڑ بائیس لاکھ کی رقم اس میں سے ایسی ہے کہ جو اس سال سارے عملے کی تنخواہوں ، الاؤنسوں اور پنشن میں اضافے کو کور کرنے کے لیے یکمشت ادائیگی ہے ۔ لوکل باڈیز اور کارپوریشن کے عملے کی تنخواہ اور پنشن میں جو اضافہ ہوا ہے ۔ اسے کور کرنے کے لیے یہ یکمشت ادائیگی ہے ۔ یعنی یہ ایک ایسی ادائیگی ہے کہ جو 1977-78ء کے بجٹ میں ایک نئی چیز ہے اور بہت بڑی رقم ہے ۔ لیکن صرف یکمشت ہے ۔ یعنی یہ repeat نہیں ہوگی ۔ میں اس بات پر اس لیے زور دے رہا ہوں کہ اگر یہ سات کروڑ اور بائیس لاکھ کی رقم منہا کر دی جائے اٹھارہ کروڑ اور انچاس لاکھ سے ، تو باقی رقم رہ جاتی ہے گیارہ کروڑ اور کچھ لاکھ ۔ اور جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے فاضل قائد حزب اختلاف کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اگر 1970-71ء سے لے کر آج تک جنرل ایڈمنسٹریشن پر ۔

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب میں آپ سے ایک وضاحت چاہتا ہوں کہ یہ جو خزانے پر یکمشت بار آ پڑا ہے کیا یہ ہر سال لوکل باڈیز کا بار recurring expenditure کی شکل میں رہے گا ؟

وزیر خزانہ : جناب والا ! آئندہ سے وہ خود برداشت کریں گے صرف اس سال کے لیے ہے ۔ اس لیے میں نے اس پر زور دیا ہے کہ یہ یکمشت ادائیگی ہے آئندہ کے لیے نہیں ہوگی ہاں اگر آئندہ سال پے کمیشن نے کوئی ایوارڈ دیا تو پھر شاید ممکن ہے مگر اس کا امکان نہیں ہے ۔ خود صوبائی حکومت کو بھی 46 کروڑ روپے جو خرچ کرنے کے لیے ملے ہیں وہ بھی نہیں ملیں گے بلکہ خود صوبائی حکومت کو برداشت کرنے پڑیں گے ۔ اور اپنے ہی اخراجات سے پورے کرنے پڑیں گے ۔ اس کے بعد جناب والا ! میں اپنی اس بات پر واپس آتا ہوں کہ باقی رہ جاتے ہیں 11 کروڑ اور کچھ لاکھ روپے جو حقیقت میں مد 25 نظم و نسق عامہ پر خرچ ہو رہے ہیں ۔ اب اگر اس گیارہ کروڑ اور کچھ لاکھ روپے کی رقم کا تناسب دیکھا جائے تو 4 کروڑ اور 16 لاکھ روپے جیسا کہ قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے ۔ تو 1970.71ء میں سول ایڈمنسٹریشن پر جو کل خرچ تھا ۔ وہ 16 کروڑ اور 20 لاکھ روپے تھے ۔ اور اس میں سے جس مد کو آج زیر بحث لایا جا رہا ہے وہ تھا 4 کروڑ اور 16 لاکھ روپے ۔ یہ 1970.71ء کا میں یہ کہہ رہا ہوں اور یہ پرسینٹیج 67 ء 25 فیصد بنتی تھی اور اگر اس کا مختلف سالوں میں حساب لگایا جائے تو 1971.72ء میں یہ 26 فیصد 1973.74ء میں 28 فیصد 1974.75ء میں 26 فیصد اور 1975.76ء میں 24 فیصد 1976.77ء میں 21 فیصد اور 1977.78ء میں 9 ء 19 فیصد بنتا ہے تو اگر دونوں اعداد و شمار کا موازنہ کیا جائے تو 1970.71ء میں یہ 5: فیصد سے زیادہ تھا تو آج موجودہ سال میں یہ تقریباً بیس فیصد ہے ۔ بلکہ بیس فیصد سے بھی کم ہے ۔ تو اگرچہ absolute figure میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ مگر تناسب کے اعتبار سے اضافہ نہیں ہو رہا ۔ اور اگر آپ چاہیں کہ 1937ء میں سارے پنجاب کا جو بجٹ پیش ہوا تھا ایک کروڑ روپے کا تھا ۔ تو اس وقت ایک کروڑ روپے کی قوت خرید بہت زیادہ تھی ۔ میں ایک سب کمیٹی کا انچارج تھا تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ 1935ء میں ایک ملازم اپنی تنخواہ سے جتنا سونا خرید سکتا تھا وہ آج اس کی تنخواہ

بہت زیادہ ہو جانے کے باوجود بھی اس سے کم سونا خرید سکتا ہے۔ حالانکہ اتنے سال اس نے ملازمت کی ہے۔ تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے۔ جناب والا! افراط زر میں روپے کا ایسا حال ہو ہی جاتا ہے لیکن اگر آپ تناسب کا اندازہ لگائیں تو نظم و نسق عامہ کی جو مد ہے اس پر خرچ کم ہو رہا ہے زیادہ نہیں ہو رہا۔ تناسب اس لیے بھی ضروری ہے کہ absolute figures کا نکالنا اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک روپے کی ویلیو میں جو depreciation ہو گئی ہے وہ نہ نکال دی جائے۔ مثلاً 1970-71ء سے 1977-78ء میں بہت فرق ہے۔ 1970-71ء میں پندرہ روپے من گندم خریدی جاتی تھی۔ حکومت پنجاب کی خریداری کی جو حد تھی وہ پندرہ روپے تھی پھر ساڑھے سترہ روپے ہوئی پھر 25 روپے ہوئی اور اب پینتیس روپے ہو گئی ہے اس طرح سے اگر آپ اور چیزوں کا تناسب کریں تو آپ دیکھیں گے کہ دونوں absolute figures کا comparison ہوگا۔ لیکن تناسب کے لحاظ سے ان کا مقابلہ جائز ہوگا۔ تناسب کے لحاظ سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ رقم کوئی زیادہ نہیں ہو رہی۔ لہذا پچھلے سال کا 1970-71ء کے ساتھ مقابلہ نہ کریں۔ کیونکہ اس میں بہت وقت آ جاتا ہے اور اس دوران کافی افراط زر ہوئی ہے اگر 1976ء اور 1977ء کا ہم مقابلہ کریں تو وہ 10 کروڑ اور 29 لاکھ تھا اور اس وقت 11 کروڑ کچھ لاکھ روپے یکمشت ادائیگی اس میں شامل نہیں ہے۔ ان دونوں میں کوئی ایسا خاص فرق نہیں ہے۔ ایک سال کے عرصہ میں اتنا اضافہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے 10 فیصد تو حکومت کے اندازے میں شامل ہوتا ہے۔ مثلاً پنشن بڑھتی ہے۔ اور ریٹائر ہونے والے آدمیوں کی تعداد بڑھتی ہے بہت سارے اخراجات ایسے ہوتے ہیں کہ ہم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ 10 فیصد اخراجات کا سالانہ بڑھ جانا ایک عام بات ہے۔ اس کے علاوہ جب میں یہ arguments جناب والا! کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کہ یکمشت ادائیگی جو صرف اس سال کے لیے کی گئی ہے اس میں سے نکال دی جائے تو اخراجات میں کوئی خاص اضافہ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جناب والا! جو تھوڑا بہت

اضافہ ہوا ہے - اس کا بھی جواز ہے اس کا جواز یہ ہے کہ وہی باتیں جو میں نے کل کہی تھیں کہ سول انتظامیہ کا دائرہ کار اب وسیع ہو گیا ہے - ترقیاتی کاموں اور امدادی کاموں میں ان کی بہت زیادہ مداخلت ہو گئی ہے - اس کے علاوہ انہیں فعال بنانے کے لیے بھی بہت سے الاؤنسز دیے گئے ہیں - اس کے باوجود بھی اتنا بڑا اضافہ نہیں ہوا جتنا کہ رقم سے نظر آتا ہے - کیونکہ اس میں سات کروڑ اور بائیس لاکھ روپے کی یکمشت ادائیگی بھی شامل ہے جو کارپوریشنوں لوکل باڈیز اور یونیورسٹیز کو اپنے ملازموں کی تنخواہ ، پنشن اور الاؤنسز جو اس سال بڑھے ہیں - پے کمیشن کی سفارش کی وجہ سے ادا کرنے پڑے ہیں - اس کے بعد ایک اور ذکر میں نے کرنا ہے - اس میں خود سول انتظامیہ کی تنخواہوں کا اضافہ بھی شامل ہے جو اس سال انہیں دیے گئے ہیں - اور تیسری بات کا جواب جو میں نے ابھی دینا ہے وہ فاضل قائد حزب اختلاف کی وہ باتیں ہیں جن میں بہت تضاد پایا جاتا ہے - ایک طرف تو انہوں نے بہت لمبی چوڑی داستان بیان کی ہے کہ سول ملازم پرواہ نہیں کرتے اور کینٹین میں بیٹھے رہتے ہیں اور یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں - دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ ان کا تحفظ نہیں ہے یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے تضاد رکھتی ہیں یا تو بہت زیادہ تحفظ حاصل ہے جو وہ پرواہ نہیں کرتے یا ان کو عدم تحفظ ہے دونوں میں سے ایک بات ہونی چاہیے - میں سمجھتا ہوں کہ باتیں دونوں ہی نہیں ہیں بات یہ ہے کہ عدم تحفظ کا جو شور مچایا جاتا ہے اس پر بھی آج میں اسی ایوان میں بات کرنا چاہتا ہوں - بات عدم تحفظ کی نہیں ہے بات یہ ہے کہ جب سے عوامی حکومت شروع ہوئی ہے تو عوامی حکومت کے پاس اور خاص طور پر جب فاضل اراکین کے پاس لوگ فریاد لے کر آتے ہیں - جب فاضل اراکین کے پاس لوگ اپنی مصیبتیں لے کر آتے ہیں یا وہ شکایت کرتے ہیں کہ فلاں افسر نے ان کا کام ٹھیک طور پر نہیں کیا تو ہمارے فاضل اراکین کی جو طبیعت اور خصلت ہے - اس پارٹی میں ہونے کی وجہ سے ان کا جو مزاج ہے وہ یہ ہے کہ ہم سول انتظامیہ سے باز پرس کرتے ہیں اور ان کا محاسبہ

کرتے ہیں ۔ اور یہ ہے وہ چیز جس کا وہ برا مانتے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں نے پچھلے پانچ چھ سالوں میں جو پتہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو جو چیز بری لگتی ہے وہ یہ ہے کہ عوامی محاسبہ ہمارا کیوں کیا جاتا ہے ۔ اور اس لیے آفیسر لوگ آ کر یہ باتیں لیڈر آف دی اپوزیشن کو بتاتے رہتے ہیں کہ ہمیں بڑا عدم تحفظ ہے ۔ اور کوئی بات نہیں ہے صرف یہی بات ہے کہ عوامی محاسبہ پیپلز پارٹی کے دور میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ہوا ہے اور اس بات کو افسر پسند نہیں کرتے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ بالکل مطلق العنان ہوں اور جیسا کہ سامراجی دور میں بڑے بڑے افسر جو فیصلہ دے دیتے تھے اور ان کی قلم جو لکیر کھینچ دیتی تھی وہ آخری فیصلہ ہوتا تھا اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا تھا ۔ یہ دور اب بدل چکا ہے اور اگر وزیر اعظم پاکستان بھی قائد عوام ہوتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان ہوتے ہوئے عوام کی ضروریات کے تحت عوام کے مطالبے کے تحت اپنے کسی فیصلے میں لچک پیدا کر سکتے ہیں اگر اپنے کسی فیصلے میں اس طرح سے کچھ ترمیم کر سکتے ہیں کہ عوام کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو کسی افسر کو بھی اس طرح اپنی عزت کا مسئلہ اور وقار کا مسئلہ نہیں بنا لینا چاہیے ۔

جناب والا ! کوئی عدم تحفظ کی بات نہیں ہے اور یہ بات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے فرد کے طور پر کہتا ہوں کہ ہماری حکومت نے افسران کو جو کہ ایماندار ہیں اور جنہوں نے محنت اور مشقت سے کام کیا ہے اور انہوں نے عوامی ترقیاتی کاموں میں حصہ لیا ہے ۔ ان کی خدمات کو سراہا ہے ان کو مناسب عہدوں پر ترقی دی ہے اس کے ساتھ ساتھ ظالمانہ تفریق جو کہ سروسز میں تھی اور جس میں قابلیت کا لحاظ نہ تھا اور وہاں پر یہ تھا کہ چونکہ یہ فلاں سروسز کے ہیں اس لیے یہ سیکرٹری نہیں بن سکتے ڈپٹی کمشنر نہیں بن سکتے ہیں ، اس کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ختم کیا ایسے ایسے سائنٹیفک اور ٹیکنالوجی کا علم رکھنے والے سیکرٹری ، ڈائریکٹر جنرل اور ڈی ۔ سی مقرر ہوئے اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا ہے کہ وہ

لوگ خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے ۔ اس میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ عدم تحفظ ہوگیا ۔ جناب والا ! یہ تحفظ کی ایک غلط تعبیر ہے ۔ تحفظ عوامی مفاد میں ہی ہونا چاہیے ۔ اس طرح سے ملازمین کو عوامی مفاد کے تحت کام کرنا ہے ۔ ہاں جن مظلوموں اور بے کسوں کو تحفظ نہیں ملتا تھا ۔ جو کہ ورک چارج ملازمین تھے جن کو کان سے پکڑ کر نکال دیا جاتا تھا ۔ جن کی کل تعداد 42,000 ہزار بتائی گئی تھی ۔ ان کو ہماری حکومت نے تحفظ دیا ہے ۔ یہ روزگار کا تحفظ ہے ۔ بال بچوں کے پیٹ پالنے کا تحفظ ہے ، ہاں ظلم کرنے کا تحفظ نہیں دیا جا سکتا ہے ۔ یہ اس حکومت میں کبھی نہیں ہو سکتا ہے ۔ عوامی محاسبہ جاری رہے گا ۔ ہمارا تمام قائدین کا اور سول ایڈمنسٹریشن کا محاسبہ جاری رہے گا تو ہم سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک کام کریں گے اور حزب اختلاف والے بھی مجھ سے اتفاق کریں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے جو مثالیں وہ پیش کرتے ہیں اور جو مثالیں وہ خلفائے راشدین کی دیتے ہیں تو یہ بھی ایک محاسبہ تھا ۔ بلکہ حضرت عمر ابن خطاب تو حج کو بھی ایک عوامی محاسبہ کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ کیوں کہ وہاں تمام مسلمان اکٹھے ہوتے تھے اور وہ گورنروں اور حکام کا وہاں محاسبہ کرتے تھے اور اس کا بہترین استعمال حج کے وقت کرتے تھے ۔

جناب والا ! یہ تحفظ جس کے متعلق میں اس وجہ سے زیادہ بات کر رہا ہوں ۔ کہ یہ بڑی بات کی جاتی ہے کہ سرکاری ملازم کو تحفظ نہیں ہے اور ایک لمبا سلسلہ اور من مانی تشریح پر آدمی کرتا ہے ۔ جناب والا ! ہر شخص کو عوامی مفاد کے تحت کام کرنا ہے اور عوامی محاسبہ کے تحت کام کرنا ہے ۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ محاسبہ سے چھوٹ جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی ایسا نہیں ہونے دے گی اور اس حد میں رہتے ہوئے بھی سول انتظامیہ کے اپنے قوانین اور قواعد ہیں ان کے لیے ٹریبونل بنائے گئے ہیں جہاں پر وہ اپیل کر سکتے ہیں ۔ قانون دان حضرات وہاں پر پیش ہو سکتے ، اور ان کی مدد کر سکتے ہیں اور ہائی کورٹ ان کا لوئس

لے سکتی ہے - یا کوئی اور عدالت ان کا نوٹس لے سکتی ہے اور جتنا تحفظ جائز ہونا چاہیے - وہ تو ہے اور اس سے زیادہ نہیں مل سکتا ہے - ان معروضات سے میں اس تحریک تخفیف زر کی مخالفت کرتا ہوں ، جو کہ قائد حزب اختلاف نے پیش کی ہے اور جناب والا ! میں نے یہ جواز پیش کیا ہے کہ سول انتظامیہ کے دائرہ کار میں اضافہ ہوا ہے اور ترقیاتی کاموں میں اور امدادی کاموں میں ان کو بہت کام کرنا پڑتا ہے - ہماری حکومت نے ان کو بہت زیادہ فعال بنایا ہے جس کی وجہ سے ان کی موومنٹ بڑھ گئی ہے - اس کی وجہ سے ان کے الاؤنسز میں جو اضافہ ہوتا نظر آ رہا ہے - اگر اس میں سے وہ یک مشت والی رقم نکال دی جائے - تو وہ اضافہ بھی بہت زیادہ نہیں ہے - بہت شکریہ -

سردار زادہ ظفر عباس : جناب سپیکر ! میں عرض کروں - - -

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب آپ کو جواب دینے کا حق تو نہیں ہے -

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں جواب نہیں دے رہا ہوں مگر میں ایک استدعا کر رہا ہوں کہ یہ ایک اہم معاملہ ہے اس پر تمام فاضل اراکین کو بولنے کا موقع دیں ، تا کہ مناسب تجاویز نظر آ سکیں کیونکہ یہ ایک ضروری مسئلہ ہے -

مسٹر سپیکر : سردار صاحب میں اس ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں کہ جہاں تک تحریک کا تعلق ہے - خواہ وہ تحریک تخفیف زر ہو - خواہ کوئی اور ہو اس پر تمام ممبران کو بولنے کا حق ہے - وہ اس میں حصہ لے سکتے ہیں ، اس میں قواعد اور ضابطے کی رو سے کوئی پابندی نہیں ہے - آپ نے ایک تحریک پیش کی ہے - جو صاحب حزب مخالف میں سے بولنا چاہیں ، وہ تقریر فرما سکتے ہیں - آپ کی تحریک کی حمایت کریں ، جو صاحبان حزب اقتدار کی طرف سے اس کی مخالفت کرنا چاہیں یا میں تو یہ کہوں گا کہ اگر اس کے حق میں بولنا چاہیں یہ ان کی صوابدید پر منحصر ہے - وہ اس کے مطابق تقریر کر سکتے ہیں ، اس میں کوئی پابندی نہیں ہے

اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ اس پر تقریر نہیں ہو سکتی ہے یا اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ تو وہ قواعد کی رو سے درست نہیں ہے۔ یہ ممبران کی اپنی صوابدید پر ہے کہ وہ کس حد تک اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔

مسٹر سپیکر : اب سوال یہ ہے :

> کہ 900 ، 95 ، 49 ، 18 روپے کی کل رقم بسلسلہ 25 نظم و نسق عامہ کو تخفیف کر کے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک نا منظور کی گئی)

سید خاور علی شاہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

> کہ 900 ، 95 ، 49 ، 18 روپے کی کل رقم بسلسلہ 25 نظم و نسق عامہ میں بقدر 10 لاکھ روپے تخفیف کر دی جائے۔

مسٹر سپیکر : تحریک تخفیف زیر پیش کردہ یہ ہے :

> کہ 900 ، 95 ، 49 ، 18 روپے کی کل رقم بسلسلہ 25 نظم و نسق عامہ میں بقدر 10 لاکھ روپے تخفیف کر دی جائے۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

مسٹر سپیکر : سید خاور علی شاہ۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا ! ابھی وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ یہ 10 فیصدی زیادہ خرچ آیا ہے۔ 78-1977ء کے بجٹ کے متعلق میں یہ عرض کروں کہ بجٹ بک کے صفحہ 185 پر ایس اینڈ جی اے ڈی والوں نے جو 77-1976ء کا تخمینہ لگایا ہے۔ وہ 9 کروڑ 82 لاکھ اور 96 ہزار روپے ہے اور 78-1977ء کا سالانہ تخمینہ 900 ، 95 ، 49 ، 18 روپے ہے جو کہ تقریباً دگنا ہے۔ جناب والا ! ابھی جناب وزیر خزانہ نے جو فگرز بتلائے ہیں وہ ریوائزڈ بجٹ میں ہیں۔ اس لیے ہمیں جو مقابلہ کرنا ہے۔ وہ سالانہ

بجٹ کا سالانہ بجٹ سے کرنا ہے اور اس میں جہاں تک میرا خیال ہے وہ رقم دگنی ہوئی ہے اور اس میں انتظامیہ میں اتنے زیادہ آفیسر نہیں بڑھے ہیں بلکہ یہ رقم دگنی اس لیے ہو گئی ہے کہ یہ 7 کروڑ روپے کا یک لخت اضافہ آ گیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں چاہیے کہ 46 کروڑ روپے جو کہ انہیں مرکز سے ملے ہیں اس میں 7 کروڑ روپے لے لیں اس میں صوبائی بجٹ کو جو انہوں نے دگنا کر دیا ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے اس کو تخفیف کریں۔ دوسری عرض جناب والا! یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے پریس کانفرنس میں بھی فرمایا تھا کہ یکم جولائی 1977ء سے ملازمت پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ میں یہ عرض کروں کہ پابندی ضرور لگائی گئی ہے لیکن اپنے محکمہ میں جو نئی آسامیاں انہوں نے بڑھائی ہیں جن سے تقریباً دو لاکھ روپے کا خرچ اور بڑھ گیا ہے۔ ان کی تفصیل عرض کرنی ضروری سمجھتا ہوں۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں دو ڈپٹی سیکرٹری، دو افسر بکار خاص، دو ریسرچ آفیسر، ایک ایڈیشنل انسپکٹر آف ٹریژری، ایک سپرنٹنڈنٹ، 5 اسسٹنٹ 6 سٹینو 6 کلرک، دو اکاؤنٹنٹ، دو دفتری اور دو چپڑاسی بڑھا دیے گئے ہیں، اس کے مقابلے میں انہوں نے ایک ایڈیشنل سیکرٹری اور ایک سپرنٹنڈنٹ کی پوسٹ ختم کی ہے جس سے تقریباً پچاس ہزار روپے کم ہوئے ہیں اور ان سے تقریباً دو لاکھ روپے بڑھ گئے ہیں جناب والا! جب انہوں نے خود ہی ملازمتوں پر ban لگا دیا ہے تو فنانس ڈیپارٹمنٹ کے لیے اتنی پوسٹس create کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

جناب والا! میں وزیر خزانہ کی توجہ آپ کی وساطت سے Recreation Allowance کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جناب والا! یہ الاؤنس افسروں کو دیا جاتا ہے اور وہ ان 42 ہزار ملازموں کو نہیں دیا جاتا جو درجہ چہارم اور درجہ سوئم سے تعلق رکھتے ہیں یہ الاؤنس ہر تیسرے سال دیا جاتا ہے اور ایس اینڈ جی۔ اے ڈی میں تقریباً 50 ہزار روپے صرف اس الاؤنس کے لیے مختص کیے گئے ہیں تو جناب والا! یہ بہت زیادہ رقم ہے اور ایک خسارے کے بجٹ میں ساڑھے گیارہ لاکھ روپے صرف اس الاؤنس پر خرچ

کرنا زیب نہیں دیتا ۔ ٹھیک ہے جب ملک بحران کی حالت میں ہو جب بجٹ خسارے کا ہو اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے تیس فیصد کٹ لگایا گیا ہو اور ساتھ ہی ملازمتوں پر ban لگا دیا گیا ہو اور پھر بھی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے عوام پر ٹیکس لگایا گیا ہو تو یہ الاؤنس جو کہ تقریباً ساڑھے گیارہ لاکھ روپیہ بنتا ہے اس کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ جناب والا ! میری طرف سے تجویز یہ ہے کہ اس الاؤنس کو کم از کم اس سال کے لیے ختم کر دیا جائے اور اگر حکومت نے یہ الاؤنس دینا ہی ہے تو وہ اگلے سال دے سکتی ہے لیکن اس کی میرٹ disturb نہ کریں جن افسروں کو یہ الاؤنس اس سال ملنا ہے ان کو اگلے سال دیا جا سکتا ہے ۔ جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ ٹھیک ہے ان کو بہت ساری گرانٹس دے دی گئی ہیں ان کی تنخواہ بڑھا دی ہے سب کچھ کیا ہے لیکن یہ الاؤنس درجہ چہارم کے ملازمین کو دیا جاتا ہے ۔ جناب والا ! جب ایک بحرانی بجٹ ہو اور جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سال جیسے حالات پہلے کبھی نہیں ہوئے تو اس میں یہ الاؤنس دینا کسی صورت جائز نہیں ہے ۔

جناب والا ! مد 25 میں Miscellaneous Accounts میں تقریباً 78-1977ء کے لیے 14 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا ۔ جب کہ یہ 77-1976ء میں ہوئے بارہ لاکھ روپے تھے تو اس میں تقریباً سوا دو لاکھ روپے کی increase ہوئی ہے ۔ جناب والا ! میں عرض کروں گا کہ یہ متفرق اخراجات میں رقم رکھی جاتی ہے ۔ جناب والا ! اس کی کوئی explanation نہیں ہے اور بغیر explanation کے اس مد میں 14 لاکھ روپے رکھنا اور اس سال میں سوا دو لاکھ روپے بڑھا دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ میں جناب کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جب یہ بجٹ ایسے حالت میں پیش کیا گیا ہے تو متفرق اخراجات میں سوا دو لاکھ روپے کی پیشی کوئی موزوں نہیں ہے اور انہیں یہ چاہیے تھا کہ یہ

Miscellaneous Accounts میں بڑھانے کی بجائے اس کے Miscellaneaus Accouuts کو ختم کر دیتے تو زیادہ بہتر تھا اور یہ 14 لاکھ روپے کسی اور مد میں خرچ ہو سکتے تھے اور 14 لاکھ روپے کا قوم پر لگایا گیا ٹیکس بچ سکتا تھا۔

جناب والا! انہوں نے پارلیمانی سیکرٹریوں کے لیے 81 لاکھ روپے 1977-78ء کے بجٹ میں مختص کیے ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ پارلیمانی سیکرٹریوں کا تقرر خواب و خیال میں ہی نہیں اور اس مد میں جو 81 لاکھ روپے کی اتنی بڑی رقم مختص کی گئی ہے میں آپ کے توسل سے وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس رقم پر بھی کٹ لگایا جائے کیونکہ نو ہزار روپے صرف ان کے ٹیلیفون کے بل ہیں اگر جناب والا! پارلیمانی سیکرٹریوں کا تقرر ہی نہیں ہوگا تو 9 ہزار روپے کے ٹیلیفون کے بل کہاں سے آئیں گے؟ اس میں بھی انہیں دیکھنا چاہیے کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز دوسرے جناب والا! میں عرض کروں گا جب ون یونٹ کے زمانے میں اسمبلی تھی آپ بھی اس زمانے میں سپیکر تھے۔ جناب والا! اس وقت اس اسمبلی کے وزراء کی تعداد دس تھی اب جبکہ صوبہ پنجاب رہ گیا ہے اور پنجاب اسمبلی ہے ہمارے وزراء کی تعداد 14 ہے تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہم وزراء کے معاملے میں خود کفیل ہوگئے ہیں میرا یہ عرض کرنا نہیں ہے میں تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ جب خسارے کا ہو تو اس میں ایک ایک خوشہ۔ ایک ایک دانہ۔ ایک ایک پیسہ بچانا لازمی ہو جاتا ہے۔ جناب والا! میرے محترم جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ اس بجٹ میں جو خسارہ آیا ہے یہ اصحاب الفیل کی یلغار سے آیا ہے جناب والا! فوائد اور نعمتیں بنی اسرائیل کی طرح یہ خود اٹھائیں اور من و سلویٰ کا استعمال ناجائز طریقہ سے ہو یہ کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے۔

جناب والا! ایس۔ اینڈ۔ جی۔ اے۔ ڈی کے سلسلے میں میں جناب کی توجہ ایک پردہ نشین ڈیپارٹمنٹ کی طرف مبذول کروانگا وہ ہے

Anti-Corruption Deptt. جو کہ کہیں جائز نہیں ہوتا اور اس نے آج تک جو کام کیا ہے وہ صرف چند پٹواریوں اور چند چپڑاسیوں پر چھاپے مارنے کے اور کچھ نہیں کیا اور اس مد میں ساڑھے 34 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں جناب والا ! جب اس محکمہ کی کارکردگی ہی نہیں اور جب سے وہ محکمہ بنا ہے اس نے کوئی کام ہی نہیں کیا اور رشوت کم ہونے کی بجائے بڑھ گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس محکمہ کو ختم کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ چند مہینوں میں اسلامی قانون آنے سے یہ جو رشوت اور چوری ہے یا اس قسم کی دوسری برائیاں ہیں تقریباً ختم ہی ہو جائیں گی کیونکہ موقع پر سزا دی جا سکے گی اور ویسے بھی ایک محکمہ corruption کے لیے create کرنا ٹھیک نہیں ہے اس کی یا تو کوئی افادیت ہو یا اس نے آج تک چالان کیے ہوں اور اس میں کوئی ایسی سزا دی گئی ہو یا سزا ہوئی ہو جس سے عبرت حاصل ہوئی ہو ورنہ یہ 34 لاکھ روپے خرچ کرنے کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی اور میں عرض کروں گا کہ اس محکمہ کی کارکردگی کا ریکارڈ اس ایوان میں پیش کیا جائے تا کہ اس ایوان کو پتا چلے کہ انہوں نے پچھلے پانچ سالوں میں کیا کارکردگی دکھائی ہے ؟ وہ چالان تو بیچارے غریبوں کا کر لیتے ہیں اور پانچ - دس - روپے بھی ان سے لے لیتے ہیں لیکن جناب والا ! دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس محکمہ سے رشوت ختم بھی ہوئی ہے یا جب سے یہ محکمہ بنا ہے رشوت بڑھ گئی ہے ؟ جناب والا ! میری استدعا ہے کہ ہمیں اس چیز سے آگاہ کیا جائے کہ اس محکمہ کی کتنی افادیت ہے اور اس پر جو ہم پیسے خرچ کر رہے ہیں اس کی ضرورت بھی ہے ؟ ورنہ یہ جو ساڑھے 34 لاکھ روپے ہیں یہ کسی اور مد میں مثلاً تعلیم یا صحت کے محکمے میں خرچ ہو سکتے ہیں غریبوں کی جان بچ سکتی ہے اور جناب والا ! وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ اس سے کارکردگی بہتر ہو جائے گی - میں عرض کروں گا کہ یہ جو Anti-corruption کے لیے ساڑھے 34 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں یہ تو ختم کر دیں جب ان کی تنخواہیں بڑھانے اور نو کروڑ سے اٹھارہ کروڑ روپے کر دینے سے کارکردگی بہتر ہوتی ہے ،

ان میں ایمانداری آتی ہے تو یہ کم از کم ساڑھے 34 لاکھ روپے کی رقم تو ختم ہو جائے۔ دوسرے جناب والا! میں عرض کروں گا کہ اس میں ایک اور بیکار محکمہ ہے اور وہ ہے چیف منسٹر انسپکشن ٹیم۔ جناب والا! اس پر پچھلے سال پانچ لاکھ 81 ہزار روپے خرچ کیے گئے اور اس دفعہ 7 لاکھ ایک ہزار روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جناب والا! اس سکیم کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ فائل ورک کے سوا اور کچھ نہیں کرتے اور یہ اس زمانے میں بنا تھا جب میں ممبر نہیں تھا لیکن انسپکشن ٹیم کی کارکردگی بھی ظاہراً کچھ نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ جو سات لاکھ روپے اس ایوان سے منظور ہو رہے ہیں یہ بھی کچھ زیادہ ہی ہیں۔

آخر میں جناب والا! میں عرض کروں گا اور پھر وہی ban کا مسئلہ یہاں پر آ جاتا ہے انہوں نے بس ایڈیٹرز کی پوسٹس create کی ہیں اور اس پر ایک لاکھ 1977-78ء کے لیے خرچ ہوگا جب جناب والا! ملازمتوں پر یکم جولائی سے ban لگا دیا گیا ہے تو جناب والا! یہ جو 1977-78ء میں ایڈیٹرز کے لیے ایک لاکھ روپے ایس۔ اینڈ۔ جی۔ اے۔ ڈی نے رکھے ہیں اس کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ اس لیے ان معروضات کے ساتھ میں عرض کروں گا کہ اس 18 کروڑ روپے میں سے کم از کم دس لاکھ روپے کی کمی کی جائے۔

مسٹر سپیکر: سردار زادہ صاحب کی اس تحریک کی تائید میں کوئی حزب اختلاف کا رکن بولنا چاہے تو بول سکتا ہے۔ چوہدری محمد خان۔

چوہدری محمد خان (لائل پور۔ 18): جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے 10 لاکھ کی کمی کے لیے جو کٹ موشن پیش کی ہے اس کے متعلق یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ ملک میں کرپشن زیادہ ہے۔ دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اینٹی کرپشن کے ڈیپارٹمنٹ کو ختم کر دیا جائے۔ تو یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ ہماری حکومت کا مقصد یہ ہے کہ کرپشن کو ختم کیا جائے۔ پٹواری ہے یا کوئی بڑا افسر ہے جو اس کی زد میں آتا ہے ان کو اچھی طرح سے deal

کیا جائے۔ لہذا یہ دونوں چیزیں ایک ہی نکتہ نگاہ سے بیان کی جاتی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے دوست نے یہ ٹھیک بات نہیں کی بلکہ ان کے بیان میں ان کی تقریر میں تضاد ہے۔ دوسری بات یہ ہے میرے دوست نے یہ کہا ہے کہ سروسز کو کوئی تحفظ نہیں۔ ان کی کوئی سیکورٹی نہیں ہے عام طور پر ملازمین یہ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم صبح جائیں گے ممکن ہے ہماری میز پر termination کے آرڈر ہوں لہذا ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں کوئی تحفظ ملنا چاہیے۔ ہماری کوئی سیکورٹی ہونی چاہیے۔ میں اس ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں اگر یہ خیال بھی کرتے ہیں کہ سیکورٹی نہیں تھی ایک ایسی قسم کا بل نیشنل اسمبلی میں آیا ہوا ہے۔ جس چیز سے وہ محرومیت خیال کرتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے لیے بہتری دے دی جائے گی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے پیپلز پارٹی نے جب سے برسر اقتدار آئی تھی اگر کسی افسر کے ساتھ کوئی بے انصافی کی ہے یا بغیر سوچے سمجھے نکال دیا ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک ہو سکا ان کرپٹ افسروں کو جن کے متعلق پتا چل گیا کہ یہ والی محکمہ میں کرپشن کرتے تھے ان لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا ورنہ جو ایمان دار ہیں ان کے ساتھ ہماری حکومت نے جب سے برسر اقتدار آئی ہے کوئی ایسا سلوک نہیں کیا۔ باقی میرے دوستوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں۔ میں ان کی توجہ اپنے پڑوسی ملک کی طرف دلانا چاہتا ہوں آپ اخراجات کو دیکھ لیں کہ انہوں نے ڈیفنس پر کیا خرچ کرنا شروع کیا ہوا ہے اور یہ خرچ جو ڈیفنس پر کیا جا رہا ہے ان کو اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ ان کو تکلیف ہو سکتی ہے تو پاکستان سے ہو سکتی ہے اور پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کے متعلق فرانس میں ان کے وزیر اعظم نے جا کر کہا کہ جو آپ ان کو ایٹمی پروسیسنگ پلانٹ مہیا کر رہے ہیں انہیں دینا بند کر دیں۔ میں اپنے دوستوں سے یہ کہوں گا ہمیں اگر اس ملک کے تحفظ کے لیے اپنی جان کی قربانی بھی دینی پڑے تو انشاء اللہ اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

باقی یہ رہا کہ ہماری پہلی حکومتوں نے کیا کیا ؟ اس سلسلے میں میں روشنی اس لیے ڈالنی چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بجٹ پر تقریر نہیں کی ۔ میں چند منٹ اس پر ضرور لوں گا کیونکہ ہمارے ملک میں جو بھی پہلے حکومتیں آتی رہی ہیں کسی نے غریبوں کے متعلق کچھ نہیں کہا بلکہ ہمارے ایک وزیر اعظم نے یہ بھی کہہ دیا ۔ zero plus zero is equal to zero لیکن جب سے یہ پاکستان پیپلز پارٹی آئی ہے اس نے غریبوں سے اپنے تعلقات اچھے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اچھے تعلقات اس ملک کے مفاد میں بھی ہیں کیونکہ غریبوں کے پاس بے پناہ دولت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ دولت دی ہوئی ہے مگر ان کا پیسہ بیرون ملک پڑا ہوا ہے ۔ ہمارے وزیر اعظم کا خیال ہے جس طرح سے ان کے ساتھ تعلقات پیدا ہوں پیدا کریں اور ان کا تمام پیسہ اپنی غربت اور افلاس کو دور کرنے کے لیے خرچ کروایا جائے ۔ لہذا حکومت بغور ان چیزوں کو جانتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے کیا نہیں کرنا چاہیے ۔ اگر مہنگائی ہوئی ہے تو اس میں پیپلز پارٹی کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ حکومت کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ یہ انٹرنیشنل phenomena ہے ۔ نہ یہ ان کے کنٹرول میں ہے نہ یہ اس پر کنٹرول کر سکتے ہیں ۔

جناب سپیکر ! آپ کو اچھی طرح سے علم ہے کہ ہمارے ملک میں نہ تیل ہے نہ پٹرول ہے اور نہ ہی ہم مشینری میں خود کفیل ہیں ۔ ہمیں بڑی مشینری بھی باہر سے منگوانی پڑتی ہے ۔ وہ ملک جہاں تیل پیدا ہوتا ہے وہ تو آپس میں compensate کر لیتے ہیں ۔ جب وہ تیل مہنگا کرتے ہیں وہ مشینری مہنگی کر دیتے ہیں ۔ جب وہ مشینری مہنگی ہوتی ہے تو تیل کی قیمت زیادہ کر لیتے ہیں ۔ ہمیں دونوں چیزیں باہر سے منگوانی پڑتی ہیں ۔ جب ہم دونوں چیزیں باہر سے منگواتے ہیں تو ہمارا تمام زرمبادلہ اس پر خرچ ہو جاتا ہے لہذا مہنگائی تو ہوتی ہے ۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہے ۔ یہ انٹرنیشنل phenomena ہے جب دوسرے ممالک میں یہ تضاد برقرار رہے گا تو اسی طرح قیمتیں بڑھتی ہی رہیں گی حالانکہ پاکستان

پیپلز پارٹی نے ہر قسم کی اصلاحات کی ہیں - تعلیم کی ریفارمز کی ہیں - لازمی ریفارمز کی ہیں - اور بڑی بڑی ریفارمز کی ہیں - اسلام کی خدمت کی ہے - میرا اپنا خیال ہے پاکستان پیپلز پارٹی جب سے برسر اقتدار آئی ہے - تو جتنی اسلام کی خدمت پاکستان پیپلز پارٹی نے کی ہے آج تک کسی حکومت نے اسلام کی خدمت نہیں کی - آپ حج کی پالیسی کو دیکھ لیں - اسلامک سمٹ اسی ہال میں کرائی گئی - یہ تمام باتیں مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں - میں ان دنوں یہاں آیا ہوا تھا - سڑک کے کنارے کھڑا تھا ایک دہقان جو کہ باہر سے آیا ہوا تھا - میں نے اپنے کانوں سے اسے یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا - "سنا کرتے تھے ملک میں ایک بادشاہ آ گیا یا دو بادشاہ آ گئے "واہ جئے بھٹو تساں نے بادشاہاں دی قطار لگا دتی اے" اس لیے میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے ہم نے ملک کو اچھا بنانے کی کوشش کی ہے اور انشاء اللہ کوشش کرتے رہیں گے - اور ہمارا کنارہ ابھی بہت دور ہے انشاء اللہ اپنے کنارے تک پہنچنے کے لیے سمندر کو عبور کرنے کے لیے جہاں تک ہم سے ہو سکا ہم انشاء اللہ جد و جہد کریں گے - ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے -

> "The main purpose of this Government is to struggle hard. Struggle is life and here I will emphasize that struggle is life and life is struggle. There is no life without struggle. Struggle is the essential part of our life. We people are not here to dream and drift but we have here work to do and loads to lift. Shun not the struggle. It is God's gift."

جناب سپیکر ! میں ایک بات ضرور کہوں گا چونکہ perfection کا جو لفظ ہے یہ نا ممکن ہوتا ہے کیونکہ perfection خدا ہے وہ اپنے آپ کو

perfection کہلوا سکتا ہے انسان کے لیے perfection کا لفظ استعمال کرنا بڑا مشکل ہے ۔ میں یہ ضرور عرض کر دینی چاہتا ہوں میں نے پچھلے پانچ سال قومی اسمبلی میں گزارے ہیں اور میں وہاں اچھی طرح سے دیکھتا رہا ہوں ۔ جہاں تک ہمارے وزیر اعظم کا تعلق ہے ، میرا اپنا خیال ہے کہ انہوں نے دن رات انتھک محنت کی ۔ چوبیس گھنٹوں میں اٹھارہ گھنٹے کام کیا ۔ اس ملک کو بہتر بنانے کے لیے ۔ ریفارمز کرنے کے لیے ، تمام استحصالی نظام کو ختم کرنے کے لیے جو کچھ بھی وہ کر سکے انہوں نے کیا ۔ اب موجودہ دور میں جو موجود الیکشن کروائے گئے ہیں یہ الیکشن ہماری حکومت کے منشا کے مطابق ہیں تا کہ ہمارے اوپر کوئی ایسا کلنک نہ لگے ۔ ہمیں ایک سال کی extension اور ملی تھی ۔ حالانکہ ہم وہ لے سکتے تھے ہمارا حق تھا لیکن ہم نے یہ الیکشن اس لیے کروائے ہیں تا کہ ہم عوام کے پاس جائیں ۔ عوام کی رائے لیں اور یہ دیکھیں کہ ہم حکومت کرنے کے قابل ہیں یا نہیں ۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ 7 مارچ کو عوام نے بھی فیصلہ پیپلز پارٹی کے حق میں دیا ہے ۔ اس کے بعد جو حالات پیدا ہوئے ہیں یہ ٹھیک ہے چند آدمیوں کی شرارت اور چند آدمیوں کی وجہ سے ہوئے ہیں ۔ لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں اور اس معزز ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ الیکشن ایک ہو ، دو ہوں ، تین ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان پیپلز پارٹی پھر دوبارہ آئے گی اور پاکستان پیپلز پارٹی نے چونکہ عوام سے وعدے کیے ہوئے ہیں ان کو پورا کیا ہے اور استحصالی معاشرے کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور جو کمی رہ گئی ہے وہ انشاء اللہ ان تین ماہ کے بعد جب الیکشن مکمل ہوگئے تو پاکستان پیپلز پارٹی پھر آئے گی اور جو باقیماندہ اصلاحات رہ گئی ہیں وہ کی جائیں گی اور معاشرے میں جو استحصال ہو رہا ہے اسے ختم کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی ۔

مسٹر سپیکر : میاں منظور احمد موہل ۔

چودھری محمد خان : عالی جاہ ! مجھے دو منٹ اور دے دیں کیونکہ میں نے ابھی اپنے علاقے کے مسائل کے متعلق کچھ نہیں کہا ۔ جناب والا ! میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ میرا ضلع لائل پور بڑا زرخیز ضلع تھا لیکن اس میں ایسی آفتیں آ گئی ہیں کہ اس کی زمین میں شور اور کلر وغیرہ پیدا ہوگیا ہے اور یہ عام شکایت ہے ۔ لہذا اس کے متعلق میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ ہمارے اس ضلع کے لیے بلکہ لوہ لیک سنگھ کے لیے انہوں نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ان کے لیے 2 کروڑ 61 لاکھ روپے کی رقم پڑی ہوئی ہے ۔ تو جہاں تک لائلپور کی آبادی کا تعلق ہے اس کی آبادی پاکستان کے تمام اضلاع کی آبادی سے زیادہ ہے بلکہ اگر دو اضلاع کو ملا دیا جائے تو لائلپور کے اکیلے ضلع کی آبادی ان کے برابر ہوگی ۔ لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ 2 کروڑ 61 لاکھ روپے کی جو رقم ہے یہ ایک اچھی خاصی رقم ہے اس میں سے لائلپور کو ضرور دے دی جائے تا کہ اس علاقے کی چھوٹی چھوٹی تکالیف دور ہو جائیں ۔ اس علاقے میں کافی سڑکیں جاری کی گئی ہیں بلکہ دس پندرہ سڑکیں ایسی ہیں جہاں ایک میل ، دو میل ، تین میل یا چار میل کا ٹکڑا رہتا ہے تو ان کو مکمل کرنے کے لیے اگر اس رقم میں سے ہمیں پیسہ دے دیا جائے تو ہم ان کے شکر گزار ہوں گے اور میں یہ بھی کہوں گا کہ انہیں لائلپور سے انس ہونی چاہیے کیونکہ ان کا بچپن بھی لائلپور میں گزرا ہے ۔ اس لیے اس چیز کو وہ بغور دیکھیں اور جہاں تک ہو سکے ہماری مدد کریں میں ان گزارشات کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Yes please.

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر ! اس وقت اس معزز ایوان میں مسئلہ زیر بحث انتظامی کٹ کا ہے جو کہ قائد حزب اختلاف نے پیش کی ہے اور اس کی مخالفت وہ ان وجوہات کی بنیاد پر کرتے ہیں ۔ سب سے پہلے انہوں نے بیان کیا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹریوں کے تقرر کے بارے میں جو مطالبہ زر ہے اس میں سے کٹ کر دیا جائے ۔ جناب والا ! یہ کہتے ہیں

کہ پارلیمنٹری سیکرٹریوں کے بارے میں تو خواب و خیال ہی نہیں ہے اور پھر یہ پروویژن رکھ دی گئی ہے ۔ میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ بجٹ ابھی یکم جولائی سے شروع ہوگا اور یہ 30 جون 1978ء تک چلے گا ۔ کسی وقت بھی کوئی ایسا مرحلہ پیش آ سکتا ہے کیونکہ دوبارہ الیکشن ہوں گے ۔ اس طرح سے سارا سال پڑا ہے اور کسی مرحلے پر اس قسم کا اقدام اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ آئین میں پروویژن ہے کہ ہم نے پارلیمانی سیکرٹری مقرر کرنے ہیں ۔ اس لیے اس رول کے تحت اور اس آرٹیکل کے تحت بجٹ میں پروویژن کی گئی ہے ۔

Mr. Speaker : Are you very much sure that there is a constitutional provision for the appointment of Parliamentary Secretaries ?

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! آئین میں پارلیمنٹری سیکرٹری ہیں ۔

مسٹر سپیکر : اس کے متعلق چیک فرما لیجیے گا ۔

میاں منظور احمد موہل : بہت اچھا جناب ۔

چودھری محمد خان : جناب والا ! مجھے بھی اس آئین کے پاس کرنے میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے ۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ آئین میں پارلیمانی سیکرٹریوں کے بارے میں ہے ۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! پہلے نہیں تھا لیکن بعد میں ترمیم کے ذریعے پارلیمنٹری سیکرٹری آئے تھے ۔ تو اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ہم اس کو remove کر دیں لہذا یہ رہنا چاہیے ۔ اس کے بعد میرے فاضل ممبر نے جو کہ حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے ایک مثال دی ہے کہ جب مغربی پاکستان اسمبلی تھی تو دس وزیر ہوا کرتے تھے لیکن پنجاب میں جو کہ مغربی پاکستان کی نسبت چھوٹا حصہ ہے یہاں وزراء کی تعداد چودہ مقرر کر دی گئی ہے ۔ لہذا اتنی نہیں ہونی چاہیے ۔ جناب والا ! میں اس سے شدید اختلاف کرتا ہوں

کیونکہ ان کو مغربی پاکستان کا زمانہ یاد رکھنا چاہیے اور اس کے مقابلے میں اب جو موجودہ صورتحال ہے اس کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ مغربی پاکستان کے دور میں عوام اس قدر بیدار نہیں تھے۔ وہ اس قدر صوبائی سطح پر وزراء کے پاس اپنے مسائل لے کر نہیں آتے تھے کیونکہ ان بیچاروں کو ان کے اپنے حقوق کے بارے میں ابھی تک کسی نے بتایا نہیں تھا۔ لیکن اب بنیادی فرق یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ہر شہری کو اس کے حقوق کے بارے میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ وہ وزیر تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور آپ نے اچھی طرح سے دیکھا ہوگا کیونکہ آپ مغربی پاکستان کے اسمبلی کے دوران بھی اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ہیں اب بھی آپ نے دیکھ لیا ہے کہ کس قدر اس اسمبلی کی عمارت میں عوام آتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے پہلے عوام اس قدر نہیں آتے تھے۔ حالانکہ مغربی پاکستان اسمبلی کی jurisdiction اس اسمبلی کی juaisdiction سے زیادہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ عوام اب سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے حقوق لینے ہیں اور اپنے مسائل کو حل کروانا ہے۔ اس کے بارے میں میں یہ بھی کہوں گا کہ اس وقت وزیر سے زیادہ ایم پی اے کا رابطہ عوام سے ہوتا ہے اور ایم پی اے دن رات عوام کے ساتھ رہتا ہے اور اسے عوام کی جتنی بھی ضروریات ہوتی ہیں وہ پوری کرنی پڑتی ہیں۔ عوام ان کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لیے آتے ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی طرف سے یہ صرف استدلال ہے کہ اب وزیر زیادہ نہیں ہونے چاہییں بلکہ تھوڑے ہونے چاہییں۔ لہذا میں اس کی پرزور مخالفت کرتا ہوں۔ جناب والا! اس کے بعد انہوں نے چیف منسٹر انسپکشن ٹیم کی بات کی ہے کہ اس سلسلے میں جو رقم رکھی گئی ہے وہ ایک بوجھ ہے اور یہ سات لاکھ روپے کی رقم جو رکھی گئی ہے وہ اکارت جائے گی۔ میں ان کی اطلاع کے لیے گزارش کروں گا کہ ہمارے ایگزیکٹو میٹرز (matters) میں جس قدر اس انسپکشن ٹیم نے بہترین انداز سے کام کیا ہے اور موقع پر جا کر

investigations کی ہیں ۔ میرے خیال میں اور کسی ادارے نے نہیں کیں اور اس طرح سے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں کیونکہ جہاں پر ایسے disputes پیدا ہو جاتے ہیں تو چیف منسٹر کے لیے ذاتی طور پر جانا ناممکن ہوتا ہے ۔ تو یہ ان افراد پر مشتمل ٹیم ہے کہ جن کا ریکارڈ بڑا صاف ہے ۔ جن کی دیانتداری شک و شبہ سے بالا تر ہے ۔ لہذا ان لوگوں کو انسپکشن ٹیم میں رکھا گیا ہے تا کہ وہ موقع پر جا کر چیف منسٹر کو صحیح صورتحال سے آگاہ کریں ۔

جناب والا ! ہمارے علاقے میں یہ لوگ پچھلے سال جا چکے ہیں ۔ کئی میٹرز (matters) ایسے تھے جن کے بارے میں انہوں نے finding دی تھی جو کہ بہترین تھی ۔ وہ اس قسم کی ٹیم نہیں ہے جو کسی کے اثر میں آنے والی ہو اور نہ ہی اس کو خریدا جا سکتا ہے ۔ اس لیے میرے خیال میں موجودہ وقت کے تقاضوں کی ضرورت کے لیے اس ٹیم کا رہنا نہایت ضروری ہے اس لیے اس میں کوئی کٹ نہیں لگانی چاہیے ۔ جناب والا ! باقی جو ban کے بارے میں اور recreation کے بارے میں بات ہے چونکہ یہ پالیسی میٹرز (matters) ہیں ان کو ہم touch نہیں کرتے ۔ ان معروضات کے ساتھ میں اس تحریک تخفیف کی پرزور مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : راجہ غلام کبریا خان ۔

راجہ غلام کبریا خان : جناب سپیکر ! میں لائلپور کے بارے میں خاص طور پر کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ جناب والا ! وہاں دو مسائل ہمارے لیے بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں ۔ جناب والا ! یہاں جو بجٹ پیش ہوا ہے وہ قابل تعریف ہے اور موجودہ حالات میں یہ ایک متوازن بجٹ ہے ۔ لیکن سکولوں کا ایسا مسئلہ ہے جو خاص طور پر لائلپور کے لیے میں یہ کہہ سکتا ہوں اور مثال بھی دے سکتا ہوں ۔ بلڈنگ جو ہیں وہ بہت خستہ حالت میں ہیں ۔ عرصہ دراز سے عمارتیں کرائے پر لی ہوئی ہیں اور کافی رقم ان کو ادا کرنی پڑتی ہے ۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ سکولوں کی بلڈنگیں ہمیں خود بنانی چاہییں تا کہ اس سے حکومت کو بھی بچت ہو سکے ۔

مسٹر سپیکر : براہ کرم کٹ موشن پر اظہار خیال فرمائیں ۔

راجہ غلام کبریا خان : ہماری عمارات کا مسئلہ ہے واٹر سپلائی کا مسئلہ ہے سیوریج کا مسئلہ ہے ۔ لائلپور کے ایڈمنسٹریٹر نے ایک رپورٹ دی تھی میں یہ صرف وزیر خزانہ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ لائلپور کا واٹر لیول اونچا ہوگیا ہے ۔ اگر کنٹرول نہ کیا گیا تو یہ اندیشہ ہے کہ یہ کبھی سیلاب کی شکل نہ اختیار کر لے ۔ لہذا لوگوں کے بچاؤ کے لیے حکومت ایک نالہ بنانے کی سکیم بنائے ۔ جناب والا ! ایشین بنک کی ایک بہت بڑی سکیم ہے جس پر 68 کروڑ روپیہ خرچ ہوگا ۔ پچھلے دنوں آفیسرز میں کچھ میٹنگز ہوئی ہیں ۔ اس میں 8 کروڑ روپے زائد برداشت کرنا پڑیں گے ۔ میں یہاں پوزیشن واضح کر دوں کہ چھنگ برانچ جو نہر ہے وہاں "70 کا پائپ لائن ڈال کر پانی لائیں گے ۔ لیکن ہمارے ایکسپرٹ کہتے ہیں کہ "48 کا پائپ لائن کافی ہے ۔ جناب عالی ! میں یہ عرض کر دوں کہ پانچ سات سال کے بعد اس کو دوبارہ بڑھانا پڑے گا ۔ اور اس پر اتنی ہی مزید رقم خرچ کرنا پڑے گی ۔ اس لیے میرے خیال میں "70 کا پائپ ہی کافی رہے گا ۔ یہاں پر ایڈیشنل چیف سیکرٹری صاحب اور فنانس سیکرٹری صاحب کے درمیان میٹنگ ہوئی تھی ۔ تو اس میں یہ طے ہوا تھا کہ 8 کروڑ روپے 5 سال میں دینا ہوں گے ۔

جناب والا ! میری گزارش یہ ہے کہ اس سکیم کے پورا ہونے سے لائلپور کے 70 فیصد مسائل حل ہو جائیں گے ۔ اس لیے اس کو منظور کر لیا جائے اور ایشین بنک کا قرضہ حاصل کرنے کے لیے دوبارہ معاملہ خط و کتابت میں پڑ جائے گا اور پھر نہ معلوم کتنا عرصہ درکار ہوگا ۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ یہ 8 کروڑ روپے کی رقم دے دی جائے ۔ تا کہ یہ سکیم تیار ہو سکے ۔

مسٹر سپیکر : چودھری محمد حیات ۔

الحاج چودھری محمد حیات : جناب والا ! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی نظام اور اسلامی شریعت کے نفاذ کے ضمن میں موجودہ

حکومت انتخابات سے پہلے کوشش کر رہی ہے اور میری مودبانہ گزارش ہے کہ اس سلسلے میں جلد از جلد اقدامات کیے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے لیے انتظامات کیے جائیں ۔ جوئے اور شراب پر پابندی لگا دی گئی ہے ۔ چوری بد فعلی جیسے جرائم کے تدارک کے لیے فوری طور پر احکامات نافذ کیے جائیں ۔ دوسری میری گزارش ہے کہ ہمارے دینی مدارس اور درسگاہوں کو سکول اور کالجز بنا دیے جائیں تو میرے خیال میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے ۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ زکوۃ اور خیرات پر چلنے والے مدارس کے طلباء احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوں گے ٹرانسپورٹ کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ٹرانسپورٹ عرصہ دراز سے فراخ دلی سے کام کر رہی ہے اور اس میں کسی آدمی کو ممانعت نہیں ہے کہ وہ کام نہ کرے ۔ ہر ایک آدمی کو کام کرنے کی اجازت ہے ۔ جو کاروبار کرنا چاہتے ہیں وہ کر سکتے ہیں ۔ یہاں کسی آدمی کی اجارہ داری نہیں ہے ۔ یہ صرف انفرادی ملکیت کا دور دورہ ہے ۔ ایک معمولی آدمی 80 ہزار کی لاگت سے اپنا بزنس چلا سکتا ہے ۔ دوسری تمام صنعتوں میں قرضے کی سہولتیں میسر ہیں لیکن اس کاروبار میں اس قرضے کی سہولت نہیں ہے ۔ ٹرانسپورٹ عرصہ دراز سے عوام کی ، حکومت کی اور جنگ کے زمانے میں ملک کی خدمت کرتی ہے اور کرتی رہے گی لیکن اس کو قرضے کی کوئی سہولت میسر نہیں ہے اور اس عوامی دور میں طالب علموں کو کرایوں میں رعایت دی گئی ہے ۔ اس ادارے کے علاوہ کوئی ایسا تجارتی ادارہ نہیں ہے جو اس قسم کی طلباء کو رعایت دے ۔ یہ اس ادارے کا کام ہے کہ اس نے تمام طلباء کو یہ رعایت دے کر فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے ۔

جناب والا ! ایک گزارش اور ہے وہ یہ کہ آئے دن جو حادثات ہو رہے ہیں ان کے متعلق محکمہ ٹرانسپورٹ دھیان دے ۔ میں فاضل وزیر ٹرانسپورٹ سے استدعا کروں گا کہ اس ضمن میں توجہ فرمائیں اور کچھ آرڈر پاس کریں ۔

مسٹر سپیکر : میں اراکین اسمبلی کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اگر آپ نے درخواستوں پر آرڈر کرانے ہیں یا کچھ اور کام کرانا ہے تو وہ وزرا کے کمروں میں جا کر یہ کام کرائیں یہ بہت نا مناسب بات ہے کیونکہ اس سے یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ اراکین اسمبلی کو کارروائی ایوان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ وہ وزرا صاحبان سے اپنے ذاتی کام کرواتے ہیں - اس لیے میں آئندہ اس ضمن میں سختی سے نوٹس لونگا - ایوان میں اس ضمن میں کسی کو اجازت نہیں ہوگی کہ وہ درخواست پر کسی قسم کے آرڈر کرائیں -

الحاج چودھری محمد حیات : جناب والا ! میں حادثات کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ سڑکوں پر روزانہ حادثات ہوتے ہیں - میں وزیر ٹرانسپورٹ سے عرض کروں گا کہ براہ کرم ڈرائیونگ لائسنس جاری کرتے وقت ڈرائیوروں کو ہدایت کریں کہ وہ کسی باقاعدہ سکول یا کسی ادارے سے تربیت حاصل کریں - کیونکہ ٹرانسپورٹر کے پاس سوائے لائسنس کی تصدیق کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا - جب وہ اپنا لائسنس دکھاتا ہے تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی تربیت یافتہ ہے اور ہم اس کو نوکری دینے پر مجبور ہوتے ہیں - براہ کرم اس طرف توجہ فرمائیں تا کہ ٹرانسپورٹروں کی یہ مشکل حل ہو سکے -

مسٹر سپیکر : رائے محمد اسلم خان -

رائے محمد اسلم خان : جناب سپیکر ! میں اپنے علاقے کے چند مسائل بیان کرنا چاہتا ہوں - ایک تو یہ ہے کہ 1962ء سے میرا علاقہ سکاوب ایریا پر چل رہا ہے - اسی طرح تقریباً چار پانچ سو ٹیوب ویل خراب ہو کر اس حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ان کا ڈسچارج جو پہلے 5 کیوسک تھا آج ڈیڑھ اور پونے دو کیوسک بھی نہیں اور جو ٹیوب ویل تین کیوسک ڈسچارج کے ہیں وہ تقریباً آدھا یا پون کیوسک پانی ڈسچارج کر رہے ہیں - بہت سے ٹیوب ویل ناکارہ ہیں - 90 ٹیوب ویل ری بورنگ ہوئے ہیں اور باقی ٹیوب ویل اسی طرح کام کر رہے ہیں - لیکن اس کے باوجود ان کا

ڈسچارج کم ہو کر اب اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ زمیندار ان سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتے ۔ اس کے باوجود ان سے دو گنا آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے ۔ دوسری تکلیف انہیں این او سی کی ہے ۔ سکارپ کے علاقے میں اگر کوئی زمیندار اپنا ٹیوب ویل لگانا چاہے تو اسے پہلے حکومت سے یا سکارپ کے افسران سے این او سی حاصل کرنا پڑتا ہے ۔ تو سکارپ کے ڈائریکٹر سے لے کر پٹواری تک اور پٹواری سے ڈائریکٹر تک کا فاصلہ مختلف مرحلوں سے گزر کر تقریباً ایک سال میں طے کرنا پڑتا ہے ۔ اس سلسلے میں میں وزیر آبپاشی سے گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ یہ این او سی کا سلسلہ ختم کر دیا جائے تا کہ زمیندار اپنی زمینوں میں پرائیویٹ ٹیوب ویل بغیر کسی حیل و حجت کے لگا سکیں اور ملک کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کر سکیں اور یہ انہیں جو ایک سال کا لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے اس سے بھی انہیں نجات مل سکے ۔ اگر کوئی شخص این او سی کے بغیر ٹیوب ویل لگا لیتا ہے اور ملک کی اور اپنی معیشت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر ہزاروں روپے تاوان ڈال دیا جاتا ہے جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہے ۔ ٹیوب ویل خراب ہونے کی صورت میں انہیں ورکشاپ ہیڈ کوارٹر جانا پاتا ہے جو شیخوپورہ میں ہے ۔ انہیں پچاس پچاس ، ساٹھ ساٹھ اور ستر ستر میل کا سفر کرنا پڑتا ہے ۔ اگر کسی ٹیوب ویل کی موٹر خراب ہو جائے تو وہ بھی وہیں لانی پڑتی ہے اور پھر واپس لے جانے میں بھی وقت لگتا ہے ۔ اس طرح ایک ماہ سے پہلے وہ ٹیوب ویل نہیں چل سکتا ۔ میں اس سلسلے میں ٹیوب ویل نمبر 284 ، 83 اور 84 کی مثالیں دے سکتا ہوں جو اب تک بند ہیں اور جن کی موٹریں خراب ہیں ۔ آج کل مونجی اور چاول کی فصل لگانے کا وقت ہے اس کے باوجود ان ٹیوب ویلوں کی موٹریں نہیں لگائی جا رہیں ۔ میں نے اس سلسلے میں ایکس ای این اور ایس ڈی او سے بھی بات کی تھی لیکن اس کے باوجود ابھی تک یہ موٹریں فٹ نہیں کی گئیں ۔ میرے حلقہ نیابت میں صرف دو ہائی سکول ہیں ، ان میں

سے ایک مشرق کی طرف ہے اور دوسرا مغرب کے کونے میں ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی ہائی سکول نہیں۔ بچوں کو ہائی سکول جانے کے لیے ننکانہ صاحب اور جڑانوالہ کا سفر طے کرنا پڑتا ہے جو 20 میل کے قریب ہے اور پکی سڑک نہ ہونے کے باعث اور بھی زیادہ تکلیف ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ میرے علاقے میں ایک بھی پکی سڑک حکومت نے نہیں بنائی۔ ایک پکی سڑک زیر تعمیر ہے جو ننکانہ صاحب کو جڑانوالہ سے ملاتی ہے۔ اس کا چار میل کا ٹکڑا دو سالوں سے زیر تعمیر ہے لیکن اس کے لیے فنڈ مہیا نہیں کیے جا رہے جس کی وجہ سے یہ سڑک جو 16 میل مکمل ہو چکی ہے ویسے ہی پڑی ہے۔ یہ کسی آمد و رفت کے لیے استعمال نہیں ہو سکتی۔ میں وزیر تعمیرات سے گزارش کروں گا کہ اگر ننکانہ صاحب تا جڑانوالہ چار میل کا ٹکڑا بن جائے تو یہ دونوں شہر آپس میں اور بھی نزدیک ہو سکتے ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ 10 میل کم ہو جائے گا اور ان دونوں تحصیلوں کے درمیان کے علاقے میں جو دیہات واقع ہیں انہیں ٹرانسپورٹ کی سہولتیں مہیا ہو جائیں گی۔ اس طرح ان لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا، میں دوسری گزارش یہ کرنی چاہتا ہوں کہ آپ نے بجٹ پر ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ بہت سی رقوم استعمال نہ ہونے کی وجہ سے lapse ہو جاتی ہیں جن کا شمار کروڑوں روپے ہے۔ یہ رقوم عام طور پر متعلقہ افسران اور محکموں کو جولائی کے مہینے میں ادا کر دی جاتی ہیں جو ان کو اسی سال استعمال نہیں کرتے اور اس طرح سے ملکی ترقی میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ جب کوئی منصوبہ حکومت تیار کرتی ہے اور یہ معزز ایوان اس کو منظور کرتا ہے تو اس منصوبے کو مکمل کرنے والے افراد کا سختی سے محاسبہ کرنا چاہیے اور جو افسران ان رقوم کو صحیح طور پر استعمال نہیں کرتے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہونی چاہیے تا کہ وہ آئندہ ان رقوم کو اچھی طرح سے استعمال کریں۔ جڑانوالہ میں حسین شوگر مل 1967ء سے چل رہی ہے۔ وہاں دس پیسے فی من کے حساب سے road cess چارج کیا جاتا ہے۔ یہ مل ایک سال میں ایک کروڑ من گنا crush کرتی ہے۔ اس حساب سے وہ 1967ء سے لے کر

آج تک ان دس سالوں میں کروڑوں روپے زمینداروں سے وصول کر چکے ہیں لیکن سڑک صرف 12 میل لمبی بنی ہے ، باقی رقم ابھی تک حسین شوگر مل بنکوں میں رکھ کر اس کا منافع حاصل کر کے اپنے اوپر خرچ کر رہی ہے اور زمینداروں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ۔ اس سلسلے میں میں گزارش کروں گا کہ یہ road cess کی جو رقم آج تک وصول کی گئی ہے اس کا باقاعدہ حساب کتاب کر کے کوئی اچھی سکیمیں بنا کر استعمال کی جائے ۔ علاقے میں سڑکوں کی ضرورت ہے تو اس رقم سے وہ سڑکیں بنی چاہییں تا کہ زمینداروں کو فائدہ پہنچے ۔ لاکھوں روپے جو بنکوں میں بے کار پڑے ہیں اگر ان کو استعمال میں لایا جائے تو عوام کو بہت فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے ۔ لاہور جڑانوالہ لائلپور روڈ 1922ء میں بنی تھی جو میرے خیال میں پنجاب میں سب سے پرانی سڑک ہے ۔ اس سڑک کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کوئی بھی مسافر لاہور جڑانوالہ لائلپور روڈ پر سفر کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا کیونکہ یہ سڑک صرف 12 فٹ چوڑی ہے اور اس کے دونوں اطراف جو کچا حصہ ہے وہ تین تین فٹ گہرا ہے ۔ وہاں مٹی نہیں ڈالی جا رہی جس کی وجہ سے بسوں کا کراس کرنا اس قدر محال ہے کہ ہر روز حادثات ہوتے رہتے ہیں ۔ میں گزارش کروں گا کہ اس سب سے پرانی سڑک کو چوڑا کیا جائے تا کہ وہاں حادثات کم ہوں اور لوگوں کی تکلیفیں دور ہوں ۔ یہ سکیم 1965ء سے چل رہی تھی کہ اس سڑک کو چوڑا کیا جائے ، وہاں موقع پر بجری بھی پڑی ہے اور اینٹیں بھی ڈال دی گئی ہیں ، وہاں پتھر بھی ڈال دیا گیا ہے لیکن پتا نہیں کہ 1965ء سے اس محکمے نے اس سڑک کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور اس پر لاکھوں روپے کا نقصان ہو چکا ہے ۔ لوگ وہاں سے یہ سامان راتوں رات اور دن کے وقت بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں ۔ چلے وہاں بجری کے ڈھیر پڑے تھے لیکن آج وہ ختم ہیں ۔ اگر ملک کی دولت ان سڑکوں پر لا کر بکھیر دی جائے اور اس کو استعمال نہ کیا جائے تو یہ اچھی بات نہیں ۔ اس سڑک پر پرائیویٹ بسیں چلتی ہیں ۔ وہاں سے تقریباً ہر سات آٹھ منٹ بعد

بعد لائلپور سے لاہور جانے والی بس گزوق ہے اور یہ بسیں یہ سفر ساڑھے پانچ گھنٹوں میں طے کرتی ہیں ۔ اس وجہ سے وہاں کے عوام کو اس قدر مشکلات ہیں کہ وہ لاہور آنے کے لیے ساڑھے پانچ گھنٹوں کا سفر برداشت کرتے ہیں ۔ دوسری طرف آپ دیکھیں کہ لاہور سے لائلپور براستہ شیخوپورہ جی ٹی ایس کی بسیں سوا دو یا اڑھائی گھنٹوں میں طے کرتی ہیں ۔ تو جناب کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہے کہ اس سڑک پر بھی کور کمیٹ ٹرانسپورٹ چلائی جائے ۔ یہ بھی اتنی ہی منافع بخش ہو سکتی ہے جتنی کہ دوسری سڑک ہے ۔ مساوات جدی ہمارا سالو ہے ۔ اس الیکشن میں ہم نے دیہاتوں میں جا کر دیکھا ہے ۔ لوگوں نے ایک مسئلہ بڑی شدت سے محسوس کیا ہے ۔ چینی کے مسئلے میں انہوں نے ایک خاص سوال اٹھایا ہے کہ اگر پیپلز پارٹی نے مساوات جدی کا نعرہ لگایا ہے تو پھر یہ تفاوت کیوں ہے کہ شہر والے گاؤں کی نسبت زیادہ چینی حاصل کرتے ہیں ؟ دیہاتوں میں دو چھٹانک فی کس ، لیکن شہروں میں بارہ چھٹانک یا اس سے بھی زیادہ چینی ملتی ہے ۔ چینی کے کوٹے میں یہ تفاوت دور کیا جائے ۔ دیہاتوں میں بھی شہروں کی مقدار کے مطابق چینی ملنی چاہیے ۔ وہ بھی محسوس کریں کہ ہمیں بھی برابر کے حقوق حاصل ہیں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر محمد شریف ۔ پیشتر اس کے کہ آپ شروع کریں ، میں آپ کو عرض کر دوں کہ آپ کی باری آئی تھی اور آپ کا نام پکارا گیا تھا ، لیکن عین بحث کے وقت آپ حاضر نہ تھے ۔

چودھری محمد شریف : جناب سپیکر ! میں تو یہاں بیٹھا ہی رہا تھا ۔ کل بھی میں نے انتظار کیا اور پرسوں بھی ۔

مسٹر سپیکر : میں کل کے لیے عرض کر رہا ہوں ۔

چودھری محمد شریف : سر ، میں تو ساڑھے بارہ بجے گیا تھا اور ساڑھے پانچ بجے پھر آ گیا تھا ۔

مسٹر سپیکر : تو ساڑھے پانچ بجے جب آپ آئے تو اس سے پہلے آپ کا نام پکارا گیا تھا

چودھری محمد شریف : ٹھیک ہے سر ۔

مسٹر سپیکر : آپ تقریر فرمائیے ۔

چودھری محمد شریف : جناب سپیکر ! موجودہ بجٹ جو وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے ۔ اس پر میں بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس کا وقت گزر گیا ہے ۔ بہرحال میں اپنے علاقے کے مسائل اور عوام کی تکالیف اس ایوان کے سامنے وزرا کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب : گو اس کٹ موشن پر تو آپ کو اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ کٹ موشن پر آپ کٹ موشن کے متعلق ہی بول سکتے ہیں لیکن عام نظم و نسق کے متعلق میں آپ کو خصوصی اجازت دے رہا ہوں ۔ وہ اس لیے کہ ریکارڈ درست رہے ۔ کیونکہ ریکارڈ کے مطابق تو آپ اس وقت صرف وہی بات کر سکتے ہیں جس پر بحث ہو رہی ہے ۔ لیکن میں نے آپ کو یہ اجازت اس لیے دی ہے تا کہ ریکارڈ میں اور ڈیبیٹ میں یہ بات نہ پائی جائے کہ آپ غیر متعلقہ بات کر رہے تھے ۔

چودھری محمد شریف : آپ کی مہربانی ہے جناب ۔ گزارش ہے کہ سب سے پہلے کاشت کاروں اور زمینداروں کے متعلق جو سی ۔ ٹی ۔ سی کا محکمہ آیا ہے ، ہماری خون پسینے کی کمائی ، ہماری پیداوار ہم سے اس نے ایک سو پچیس روپے من کے حساب سے لی ہے اور 175 روپے کا ریٹ بنتا تھا ۔ ہمارے حقوق تلف کیے گئے پچاس روپے من ایک کاشتکار اور زمیندار سے لی جائے ، تو اس کا کیا بنتا ہے ؟ ایک تہائی تو حکومت لے گئی اور اس انتظامیہ میں حد سے زیادہ بد عنوانیاں ہوتی ہیں ۔ پھر کہتے ہیں کہ حکومت عوام کی خیر خواہ ہے اور عوام کا خیال کیا جاتا ہے ۔ اسی فیصد آبادی دیہات میں ہے اور وہ کپاس پیدا کرتی ہے تو اسے صحیح ریٹ نہیں ملتے ۔ گزارش یہ ہے کہ یا تو سی ۔ ٹی ۔ سی کے محکمہ کا انتظام ٹھیک کیا جائے ، یا یہ جو کاٹن ٹریڈ کی ہوئی ہے ، یہ رائس ملوں کی طرح واپس کی جائے ۔

جناب والا ! ہم گنا پیدا کرتے ہیں۔ ہم گنے کی پیداوار زیادہ سے زیادہ کرتے ہیں تاکہ چینی فراہم ہو اور ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو۔ تو زمیندار کے لیے مل کا ریٹ ہونے چھ روپے مقرر ہے۔ لیکن زمیندار کو ساڑھے چار روپے ہی ملتا ہے، اس کی کیرج وغیرہ دور دراز سے۔ تو مل والے سات روپے ریٹ کر دیں۔ چینی کے ریٹ کے حساب سے بنتا بھی سات ساڑھے سات روپے ہے۔ تو گورنمنٹ کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ جناب والا ! ہمارا بہاول پور ڈویژن پسماندہ ایریا ہے۔ خاص طور پر ڈسٹرکٹ رحیم یار خان زراعت میں بہت اچھا ہے۔ کپاس کی کاشت مئی اور جون میں ہوتی ہے۔ اس دوران میں پانی کی بہت قلت ہے اور وارہ بندی ہو گئی ہے تو ایسے حالات میں ہم نے دو دو دفعہ کپاس کی کاشت کی۔ مہربانی فرما کر کچھ کوٹہ دریائے سندھ سے تونسہ بیراج سے دلایا جائے۔ جناب والا ! صادق آباد میں گرلز کالج اور بوائز کالج کی بنیاد دو سال سے رکھی ہوئی ہے لیکن ان کی عمارات نہیں اور نہ ہوسٹل ہے مقامی لوگوں نے اپنے طور پر انتظام کر کے کالج کو چلایا۔ براہ مہربانی ان عمارتوں کے لیے فنڈ مہیا کیا جائے۔ جناب والا ! محکمہ خوراک کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ زمیندار کو تو بجٹ میں چھتیس سینتیس روپے ریٹ مل جاتا ہے۔ لیکن اس کی کیرج وغیرہ پر اچھا خاصا خرچ ہو جاتا ہے۔ بہت سے معزز ممبر زمیندار ہیں، یا تو گندم کو کھلی مارکیٹ میں آنا چاہیے، یا اس کا ریٹ بڑھانا چاہیے۔ گندم کی کاشت میں اور اس پر خرچ میں زمیندار کے دو اڑھائی سو روپے فی ایکڑ صرف ہو جاتے ہیں۔ کھاد کی بوری، ٹیوب ویل کا پانی، اور بیج وغیرہ پر۔ جناب سپیکر کے توسط سے میری ایوان کے سامنے گزارش ہے کہ اس کا ریٹ کچھ نہ کچھ بڑھانا چاہیے اور اسے 45 روپے پر لانا چاہیے۔

جناب والا ! صادق آباد سے چک نمبر 120 ایک سڑک کی جاری سکیم ہے۔ اسے فنڈ مہیا کیا جائے تاکہ یہ سکیم مکمل ہو جائے۔ چوک بہادر تا پیلہ فاضل سڑک کا کام شروع ہے، جاری سکیم ہے تین چار سال سے۔ لیکن

ابھی تک نا مکمل ہے۔ مہربانی کر کے اس جاری سکیم میں بھی کوئی فنڈ مہیا کیا جائے۔ جناب والا! پنڈی گھوٹ تا پنڈی بڑی اہم سڑک ہے جو چولستان کے ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ یہاں بھی بڑی تکلیف ہے اس کے لیے بھی کوئی فنڈ مہیا کیے جائیں۔ جناب والا! گدو بیراج حفاظتی بند گدو سے گھوٹکی تک ہے۔ سیلاب کے دنوں میں ہر سال اس کی مرمت کرتے ہیں جو کہ سندھ کے علاقہ میں ہے اس کو تو بڑا مضبوط کر لیا گیا ہے لیکن جو ہماری ریاست میں ہے اس کی کوئی مرمت نہیں ہوتی یا تو حکومت پنجاب فنڈ نہیں دیتی یا پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ڈوبتے ہیں تو ڈوبیں۔ ہم نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ گدو بیراج کا جو بند ہمارے علاقہ میں ہے اس کی مرمت کی جائے۔ جناب والا! میرے علاقہ میں کچی آبادی مظہر فرید کالونی وزیر آباد کا مسئلہ ہے اس پر تو کوئی خرچ بھی نہیں آتا۔ یہ صرف کاغذی کارروائی ہے براہ مہربانی ان لوگوں کو حقوق ملکیت دیے جائیں۔ جناب والا! ہمارے ضلع میں سیم و تھور کافی ہے اس پر بھی توجہ دی جائے اور جو فنڈز ہیں ان کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا جائے۔ ان گزارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

ایک ممبر: حزب اختلاف کے فاضل رکن نے نظم و نسق عامہ کے متعلق جو کٹ موشن پیش کی ہے اس کو میں oppose کرتا ہوں۔

مسٹر سپیکر: ذرا اونچی آواز سے بولیے گا۔

ایک ممبر: جناب والا! نظم و نسق عامہ کے لیے انہوں نے جو تخفیف زر کی تحریک پیش کی ہے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ جناب والا! ایک ترقی پذیر معاشرے کے لیے نظم و نسق عامہ میں تیزی سے اس قسم کی تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ عوام کے مسائل تیزی سے حل ہو سکیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ بہتر طریقے سے ہونا چاہیے اور تیسرا یہ ہے کہ اس کے بہتر نتائج ہونے چاہییں۔ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے بھی نظم و نسق عامہ میں تبدیلی لانی پڑتی ہے اور محکمہ کی کارکردگی کو بڑھانے کے لیے بھی اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ جناب والا! اگر کام کی رفتار

تیز نہ کی جائے تو مسائل اتنے پیچیدہ ہو جاتے ہیں کہ عوام کو تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں ۔ اگر کوئی شخص اپنے مسئلے کے حل کے لیے کوئی درخواست لے کر آتا ہے اور اس کے پیچھے اگر اسے دوڑنا پڑے تو اس کا وقت ضائع ہوتا ہے ۔ تو اس سے ایسے کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ کمپیوٹر کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے ملک میں افرادی طاقت زیادہ ہے اس لیے کمپیوٹر کا استعمال نہ کیا جائے ۔ لیکن جناب والا ! حج کے معاملے میں انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنا پڑتا ہے اور فوری درخواستوں کو نپٹانا ہوتا ہے اس لیے کمپیوٹر کا استعمال لازمی ہو جاتا ہے ۔ تو اس طرح جناب والا ! دوسرے محکموں میں بھی نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لیے کئی سہولتیں دینی پڑتی ہیں ۔ جناب والا ! فاضل رکن نے اعتراض کیا ہے کہ مختلف مدوں میں اتنی رقم کیوں رکھی گئی ہے ؟ تو میں یہ کہوں گا کہ یہ کوئی اتنی خاص رقم نہیں ہے جو ان مدات میں رکھی گئی ہے ۔ پہلے جو رقم رکھی گئی تھی وہ اتنی نہیں تھی کہ مسائل کو احسن طریقے سے حل کیا جاتا ۔ انہوں نے جناب والا ! یہ بھی کہا ہے کہ ملازمین کو عدم تحفظ ہے ۔ جناب والا ! اگر تو ان کی تحفظ سے مراد وہ تحفظ ہے جو انہیں کسی رجعت پسند محکمے میں تھا جہاں پر وہ اپنی من مانی کرتے تھے اور ان کو وہاں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا تو اس قسم کا تحفظ ہمارے معاشرے میں اب نہیں مل سکتا ۔ تحفظ کا احساس انہیں اس طرح سے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قابلیت اور کام کی رفتار بڑھائیں اور اپنی خدمات پورے طریقہ سے عوام کی خدمت میں لگائیں تو ان کو تحفظ حاصل ہو سکتا ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ! "ری کری ایشن" کا بھی ذکر کیا گیا ہے ۔ تو اس کے بارے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ری کری ایشن دینا چاہیے مگر ان افسران اور ملازمین کو دینا چاہیے جو اپنے کام کو صحیح طریقہ سے سر انجام دیں اور عوام کی خدمت اپنا شعار سمجھیں ۔ اب تو ہر افسر کو ری کری ایشن مل جاتا ہے لہذا میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ جو کام چور اور بد دیانت ہیں ان

کو ری کری ایشن ملنا ہی نہیں چاہیے ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ کٹ موشن منظور نہ کی جائے ۔

رائے محمد عالم خان : جناب والا ! میں اس کٹ موشن کی مخالفت کرتا ہوں جس کی وجوہات ابھی میرے فاضل دوست نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں ۔ میں جناب والا ! آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 34 لاکھ روپے کی جو مد شامل کی گئی ہے میں اس کی بھی تائید کرتا ہوں لیکن اس پر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انٹی کرپشن کے محکمے کو اگر فعال بنایا جائے جس طرح سے پیپلز پارٹی نے اپنے پانچ سالہ دور میں دوسرے محکموں میں بھی انقلابی تبدیلیاں لائی ہیں اور جس طرح قائد عوام نے انتخابی مہم میں ساہیوال میں جلسہ عام میں یہ کہا تھا کہ اب پیپلز پارٹی کی تلوار کرپشن کی طرف اٹھے گی ۔ میں اس کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے خصوصی توجہ دی جائے اور یہ جو ساڑھے چونتیس لاکھ روپے کی مد رکھی گئی ہے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر اسے موثر بنانا چاہیے ۔ لیکن انٹی کرپشن میں وہ لوگ لیے جاتے ہیں جو خود صحیح معنوں میں کرپٹ ہوتے ہیں ۔ پولیس میں آپ دیکھ لیں یہ لوگ خود کرپٹ ہوتے ہیں یہ سرمایہ داروں اور جاگیر داروں سے مل کر غریب آدمی کو تنگ کرتے ہیں اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ اس کا زیادہ اثر دیہاتوں میں ہوتا ہے اور جناب والا ! دیہاتوں کے لوگ اب بیدار ہو چکے ہیں ۔ اس سیاسی بحران میں آپ دیکھ لیں ان دیہات والوں نے پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا ہے اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا ساتھ نہیں دیا اور جناب والا ! یہ تمام اثرات شہر سے گاؤں میں جاتے ہیں اور یہ شہر کے لوگ چاہتے ہیں معیشت اور سیاست دونوں چیزیں ہمارے ہاتھ میں رہیں ۔ اس لیے میں بار بار وزیر خزانہ کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ انٹی کرپشن کے محکمے میں کوئی انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں ۔ قائد عوام نے بھی یہ کہا تھا کہ اب ہم اس طرف آتے ہیں اور اگر ہم اس پر عمل کریں تو یہ پیپلز پارٹی کا ایک اہم کارنامہ ہوگا

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوٹھیاں یہ بنگلے نہ کوئی وزیر بنا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی جاگیردار بنا سکتا ہے اگر یہ کرپشن پر کنٹرول کر لیں تو پیپلز پارٹی کی بہت بڑی فتح ہوگی ۔

مسٹر سپیکر : چودھری محمد اقبال ۔ یہ جو کٹ موشن سید خاور علی شاہ نے پیش کی ہے ۔ آپ نے صرف اس کٹ موشن پر تقریر کرنی ہے ۔

چودھری محمد اقبال : جناب والا ! میں نے ایک دو باتیں عرض کرنی ہیں ۔ جناب وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ضلع منظور ہوا ہے ۔ اور اس کی حدود متعین ہونے کے بعد اس کو ضلع قرار دیا جائے گا ۔ میں جناب والا ! ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ لیکن میرا تعلق اسی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہے ۔ میں یہ کہوں گا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام تبدیل کیا جائے اور اس کا اسلامی نام رکھا جائے ۔

مسٹر سپیکر : یہ تو پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن ہو جائے گا ۔

چودھری محمد اقبال : جناب والا ! چلو اس طرح کریں ، جو بھی طریقہ کریں ، مجھے بات کرنے کا موقع دیں ۔ اس کے بعد وزیر خزانہ نے یہ فرمایا ہے کہ پینے کے پانی کے لیے ہم نے کچھ رقم مختص کی ہے ۔ مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ پینے کا پانی سب سے ضروری ہے جہاں لوگوں کو پینے کا پانی میسر نہ ہو ۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ان کی زندگی کیا ہوگی ۔ اس کے لیے میں یہ عرض کروں کہ میرے علاقہ میں ایک گاؤں ہے سرائے عالمگیر ۔ دو گاؤں ڈھوک اور سر ہیں ۔ جن کی آبادی ہزاروں پر مشتمل ہے ۔ اور وہاں پر پینے کے پانی کا بندوبست نہیں ہے ۔ قدرتی بارشوں کے پانی سے ایک تالاب بھر جاتا ہے اس تالاب سے ایک طرف انسان اور ایک طرف حیوانات کتے بلیاں اور دوسرے جانور پانی پیتے رہتے ہیں ۔ اور جس وقت گرمیوں میں پانی ختم ہو جاتا ہے ۔ اور جہلم کینال سے جس کا فاصلہ 4 , 5 میل ہے ۔ وہ وہاں سے پینے کا پانی سروں پر اٹھا کر لاتے ہیں ۔ حالانکہ وہاں پر کافی عرصہ سے بجلی گئی ہوئی ہے ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : آپ کا کیا خیال ہے کہ نظم و نسق عامہ اس لئے خراب ہے کہ یہ معاملہ حکومت کے نوٹس میں نہیں لایا گیا ہے ؟

چودھری محمد اقبال : جی ہاں جناب والا ! اس لیے میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ بے شک اس کی انکوائری کرائیں ۔ میری بات بالکل صحیح ہے ۔ وہاں پر پانی کا بندوبست کریں اور ہیلز ورکس پروگرام کے تحت ایک ٹیوب ویل نصب کرائیں ۔ وہاں پر بجلی پہلے سے موجود ہے آپ زراعت والوں سے بور کرا کر ایک ٹیوب ویل ضرور لگوائیں ۔ کیونکہ زمینداروں نے پہلے سے وہاں پر بور کرائے ہوئے ہیں ۔ مگر ان کی اتنی سکت نہیں ہے کہ اتنا لمبا بور کرا سکیں ۔ وہ چھوٹے بور کراتے ہیں جو کہ کامیاب نہیں ہوتے ہیں ۔ لمبا بور گورنمنٹ کرائے ۔ تاکہ ان کو بھی پانی مل جائے اور لوگوں کو بھی پینے کا پانی میسر آ جائے ۔ اس کے لیے عوام ہمیشہ آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے ۔ اور جہلم کینال میں سرائے عالمگیر سے لے کر رسول ہیڈ تک فاصلہ 22 میل ہے ۔ وہاں پر دریا پر صرف ایک پل ہے ۔ جہاں پر کوئی موٹر یا زمیندار کا بیل جوڑا گزر سکتا ہے اور باقی پلیاں دو اڑھائی فٹ چوڑی ہیں لوگوں کی اکثر آبادی نہر سے شمال کی طرف ہے ۔ اور قبرستان وغیرہ جنوب کی طرف ہیں ۔ جنوبی سائیڈ اونچی ہے ۔ شمال کی طرف دریا ہے ۔ سیلاب اور سیم کی وجہ سے وہاں پر قبریں محفوظ نہیں ہیں لوگ چھوٹی پلیوں پر سے جنازہ وغیرہ نہیں گزار سکتے اور اکثر وہاں سے بیل وغیرہ گزرتے ہوئے گر جاتے ہیں ان کے لیے مہربانی کر کے ان پلیوں کو دو دو فٹ مزید چوڑا کریں تاکہ زمیندار اور غریب لوگ وہاں سے اپنے بیل اور جنازے وغیرہ بآسانی گزار سکیں ۔ اور آپ کو دعائیں دیتے رہیں ۔

مسٹر سپیکر : وزیر قانون ۔

وزیر قانون : جناب والا ! فاضل ڈاکٹر صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ اور چند باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ ان میں سے ایک انسران کے تفریحی الاؤنس سے متعلق تھی ۔ پہلی بات/جو ان کی خدمت میں

میں عرض کروں گا وہ یہ ہے کہ یہ ان کا خیال صحیح نہیں ہے کہ کلاس سوم اور چہارم کو تفریحی الاؤنس نہیں ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے میری مراد حزب مخالف کے ڈاکٹر سید خاور علی شاہ ہے۔ وزیر خزانہ صاحب نہیں۔ میرا اشارہ سید صاحب کی طرف ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سید صاحب کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ وہ اصل میں تفریحی الاؤنس کے مقاصد کو نہیں سمجھ سکے ہیں، تفریحی الاؤنس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ افسران اس قسم کی تفریح کریں کہ جو ان کے ذہن میں ہے کہ وہ نائٹ کلب میں جائیں گے۔ اس رقم کو عیاشی کے لیے صرف کریں گے۔ در حقیقت اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام ملازمین جو کہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سے محنت مشقت سے سر انجام دیں قوم کی خدمت کرتے ہیں، حکومت کا کام کرتے ہیں ان لوگوں کو بھی زندگی میں کبھی یہ موقع ملنا چاہیے کہ چاہے وہ کلاس سوم کا ہو یا کلاس چہارم کا ہو وہ اپنی ذہنی نشو و نما اور دنیا کو جاننے کے لیے اور اپنے علم میں اضافہ کرنے کے لیے اور اس طرح سے اپنی ایفیشنسی اور پروڈکشن میں اضافہ کرنے کے لیے اس سہولت سے بہرہ اندوز ہوں اور جب وہ اپنے کام کو واپس آئیں تو پہلے سے زیادہ بہتر اور احسن طریقہ سے کام کریں۔ اس کے علاوہ فاضل رکن نے ایک اور طرف اشارہ کیا ہے۔ اور وزرا کی تعداد کے متعلق کہا ہے۔ جو فرق بنیادی جمہوریتوں کی حکومتوں میں اور آج کی حکومتوں میں ہے وہ غالباً اس میں فرق نہیں سمجھ سکے ہیں۔ جناب والا! چالیس ہزار ووٹروں کی ایک نمائندہ اسمبلی ہے۔ میں جناب والا! ان فاضل اراکین کی بے حد عزت کرتا ہوں اور ان کا احترام کرتا ہوں جو کہ اس ایوان کے اور اس ہاؤس کے رکن ہیں۔ لیکن ایک کوالیٹیٹو تبدیلی آ گئی ہے۔ اب آپ نے خود فرمایا ہے۔ یا کسی فاضل رکن نے فرمایا ہے کہ جناب سپیکر نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اس ایوان کو وزراء کا دفتر نہ بنایا جائے اور جب ہم وزراء کے پاس جاتے ہیں۔ تو وہاں اتنا رش ہوتا ہے کہ ہم ان سے نہیں مل سکتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے۔ جو کہ بنیادی جمہوریت کے وزیروں اور آج کے

وزیروں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آج کا ایک ممبر بارہ سو بنیادی جمہوریتوں کے ارکان یا ایک ہزار بنیادی جمہوریتوں کے نمائندوں کا نمائندہ نہیں ہے۔ آج کا ایک فاضل ممبر جو اس ایوان میں موجود ہوتا ہے۔ وہ ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ یا سوا لاکھ ووٹروں کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کا یہاں خدمت کرنے کے لیے ان چند ہزار ووٹروں سے واسطہ نہیں پڑتا ساری قوم سے واسطہ پڑتا ہے۔ تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور اس کو یہ خدمت کرنا پڑتی ہے۔ اب اگر اس پس منظر میں وزراء کی تعداد دیکھیں۔ ٹھیک ہے لیکن میں جس ملک کی مثال دینے والا ہوں وہ ہے انگلستان جو کہ ہمارے مقابلے میں بہت ترقی یافتہ ملک ہے جس کو جمہوریت کی ماں کہا جاتا ہے اور اس کے ممبران چھ سو سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اور شاید میرے فاضل دوست یہ جانتے ہوں کہ وہاں وزراء کی تعداد سو سے زیادہ ہوتی ہے اور بہت سے وزراء اپنے ساتھ وزیر کا لفظ نہیں لکھتے کیونکہ وزراء کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ کہ وزیر کا لفظ لکھنا ان کے لیے کوئی باعث عزت نہیں ہوتا۔ جناب والا! جمہوری روایات کے مطابق ملک کو چلانے، ایسے نظام کو اس ملک میں لانے، منصوبہ بندی کرنے اور لوگوں کی فلاح و بہبود کرنے کے لیے یہ لازمی ہے کہ یہ ذمہ داری زیادہ سے زیادہ ارکان میں تقسیم ہو جائے اگر جناب والا اسی انداز میں حکومت کو چلانا ہے جو ایک صدارتی نظام ہے۔ جو ایک گورنر کا نظام ہے۔ تو شاید ہمیں دس وزراء کی ضرورت بھی نہ پڑتی اور کسی ڈپٹی منسٹر کی ضرورت نہ پڑتی لیکن ذرا فرق کو تو دیکھئے اس زمانے میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ دیہات میں رہنے والے سات لاکھ لوگوں کو اسی ہزار پلاٹ دے کر ان بے مکان لوگوں کو مکان کی سہولت۔ کوٹھے کی سہولت مہیا کرنا۔ آخر یہ آپ نے کام کرنے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)۔

کس نے یہ کام کرنا ہے کس نے اس کی نگہداشت کرنی ہے کس نے یہ دیکھنا ہے کہ یہ کام ہو اور افسر شاہی کے ذریعے نہ ہو! ذرا فرق تو

دیکھیے کہ آج شہروں میں بیس لاکھ سے زیادہ بے مکان لوگ جو ایسی آبادیوں میں رہتے ہیں کہ آدمی وہاں گزر نہیں سکتا چونکہ آبادیوں میں وہی سڑک ہوتی ہے وہی نالی ہوتی ہے وہی بچوں کے کھیلنے کا میدان ہوتا ہے ان کچی بستیوں کے رہنے والوں کو مالکانہ حقوق دینے کی آخر کسی نے تو ذمہ داری ادا کرنی ہے کسی نے تو اس کام کو پورا کرنا ہے کسی نے تو اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے اگر جناب والا ! کچھ دوستوں کا یہ خیال ہے کہ اکثر حضرات اس کام کو سر انجام دے سکتے ہیں ہم ان کے تعاون کے مشکور ہیں ہم چونکہ قوم کی خدمت کرتے ہیں اس کے لیے ہم ان کے مشکور ہیں مگر یہ ذمہ داری میری ہے یہ ذمہ داری آپ کی ہے یہ ذمہ داری اس ایوان کے اراکین کی ہے۔ جناب والا ! اس حق کو ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ آپ کسی فاضل رکن کے ذمہ یہ کام لگا دیں اور جب یہ کام کسی فاضل رکن کے ذمے لگاتے ہیں تو پھر وہ آپ کا وزیر بن جاتا ہے اس لیے جناب والا ! وزراء کی تعداد 14 ہوگی یا پندرہ ہو جائے گی یا بیس ہو جائے گی۔ یہ چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی جو بات اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ کتنی خدمت کی جا رہی ہے کتنی خدمت کرنے کی نیت ہے اور خدمت کرنے کے لیے کیا ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں ؟ جیسا کہ میرے ایک فاضل دوست نے کہا کہ ممبر حضرات جب فاضل وزیر سے ملنے کے لیے جاتے ہیں تو ان کے کمروں میں اتنا رش ہوتا ہے کہ ان سے علیحدگی میں بات نہیں ہو سکتی یا علیحدگی میں ملاقات نہیں ہو سکتی۔ جناب والا ! یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان چودہ وزیروں کی کتنی ضرورت ہے۔ جناب والا ! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ وزراء کی تعداد اور ان کی مصروفیت کا تعلق ان باتوں سے ہے ، جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان باتوں سے ہے جس کو ہم عوام کے لیے تعلیم کی سہولتیں کہتے ہیں جناب والا ! جس زمانے کی فاضل رکن نے بات کی اس زمانے میں اس حکومت کی تعلیم کی ذمہ داریاں کیا تھیں اور آج اس ایوان کی اور اس ایوان کی نمائندہ حکومت کی تعلیم کی ذمہ داریاں کیا ہیں ؟ اس

زمانے میں کتنے سکول تھے کتنے کالج تھے جن کی ذمہ داری آپ اٹھاتے تھے انجینئرنگ کالجوں میں کتنی وسعت تھی اور کتنے بچے داخل ہو سکتے تھے میڈیکل کالجوں میں کتنی وسعت تھی کتنے بچے داخل ہو سکتے تھے اور آج ان کالجوں میں کتنی تعداد ہے ان میں کتنے بچے داخل ہو سکتے ہیں ؟ اگر فاضل رکن اس بات کا اندازہ لگائے تو یقینی طور پر وہ یہ بات کہتے کہ دس کی بجائے چالیس وزراء ہونے چاہییں اگر فاضل رکن اس وقت کے میڈیکل کالجوں کا آج کے میڈیکل کالجوں سے مقابلہ کرتے بچوں کی تعداد کا مقابلہ کرتے ، اساتذہ کی تعداد کا مقابلہ کرتے اور کالجوں میں بچوں کی تعداد کا مقابلہ کرتے تو یہ یقینی طور پر یہی کہتے کہ دس وزراء نہیں 14 وزراء ہونے چاہییں کیونکہ یہ تمام باتیں پہلے کے مقابلہ میں چار گنا اور پانچ گنا بڑھ گئی ہیں ۔

جناب والا ! خدمت کا اور امن کا تصور ایک ایسا تصور ہے جو ہر شخص کی اپنی سوچ اور اپنی فہم کے مطابق ہوتا ہے ۔ ایک کارخانے میں مزدور اگر زیادہ تنخواہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو مالک کے نقطہ نظر سے نقص امن کا اندیشہ ہے نقص امن کا خطرہ ہے ، گڑ بڑ ہو رہی ہے ۔ ایک مزارع اگر بے دخل ہونے سے انکار کرتا ہے ، ایک مزدور کی ہتک ہوتی ہے بے عزتی ہوتی ہے ۔ ایک دیہات کے کاشتکار کی ہتک کی جاتی ہے تو شاید ہتک کرنے والا اس کو نقص امن کا تصور نہ سمجھے لیکن ایک غریب کے نقطہ نظر سے یہ امن کو خطرہ ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی غریب دیہات میں ہو یا شہر میں ہو اگر اپنے حقوق کا مطالبہ کرے تو استحصال کرنے والے لوگ امن کو امن کا خطرہ سمجھتے ہیں امن کا اندیشہ سمجھتے ہیں نقص امن اس کو سمجھتے ہیں ۔ اس لیے نظم و نسق آج کیسے چل رہا ہے ؟ یہ جو دوست اس کا ذکر کرتے ہیں یہ ان کی اپنی سوچ ہوتی ہے ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عوامی حکومت نے نظم و نسق عامہ کے سلسلے میں تمام رکاوٹوں کے باوجود تمام مشکلات کے باوجود اپنے فرائض کو بڑی اچھی طرح سے سر انجام دیا ہے جناب والا ! اس ملک کے کیا حالات رہے ہیں اس ملک کے نظم و نسق

ہر/کیا ہر بشر رہا ہے کیا بوجھ رہا ہے ؟ پچھلے چند مہینوں کے کیا حالات تھے ۔ غیر ملکی سرمایہ اس میں کتنا آیا ہے ؟ سب دوست اس سے اچھی طرح واقف ہیں ۔ جناب/والا ! مجھے میرے دوست پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی ثبوت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جب اس ملک کے حالات ایسے ہوں/جب آگ لگائی جا رہی ہو عمارت جلائی جا رہی ہو ، جب بنک لوٹے جا رہے ہوں ، جب دفتر جلائے جا رہے ہوں تو کون سا ایسا ملک ہے جو ایسے حالات/میں سازش نہیں کرنا چاہے گا ؟ اگر کوئی ایسا کام نہیں کرتا تو پھر اس ملک کے حکمرانوں کو سی ۔ آئی ۔ اے کا داخلہ بند کرنا چاہیے ان ایجنسیوں کو بند کرنا چاہیے/جو دوسرے ملک میں ایسے حالات پیدا کر کے وہاں [redacted] لاتے ہیں اور وہاں پر ترقی پسند اور ہردلعزیز حکومتوں کے تختے الٹنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ان/اداروں کو پھر/ان ملکوں کو بند کر دینا چاہیے ۔ ان اداروں کی موجودگی اور پچھلے پانچ ۔ سات سال میں خود ان کے ممالک میں خود ان کے آئین ساز اور قانون ساز اداروں میں بہتر/حقائق سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا ہے ۔ ان حقائق کے پیش نظر کوئی ایسا ثبوت مانگنا کہ امریکہ نے یا امریکی سامراج نے یہاں کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش/کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر نا انصافی ہے اور جناب والا ! یہاں پر اگر ایسے لوگوں کو نہ ڈھونڈا جائے جو اس کام میں ان کے ہمدرد اور ساتھی ہو سکتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حقائق سے اپنی آنکھیں بند کرنا ہے حقائق سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرنا ہے ۔ جب ملک کے حالات ایسے ہوں تو پھر ہر سطح پر/نظم و نسق عامہ اس بات کے لیے پکارتا ہے کہ محب وطن لوگوں نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے ۔ محب وطن لوگوں نے مختلف سطح پر ان ساتھیوں کو ڈھونڈا ہے/ان دوستوں کو ڈھونڈا ہے ۔ محب وطن لوگوں کو ڈھونڈا ہے چاہے وہ مزدوروں میں ہوں ۔ چاہے وہ کسانوں میں ہوں ۔ چاہے وہ دانشوروں میں ہوں اور چاہے وہ رزق حلال کمانے والوں/میں ہوں ۔ ملک کے اندر ان ساتھیوں کو ڈھونڈا ہے ۔ لیکن

پچھلے تین چار مہینوں میں اس ملک کے نظم و نسق کی جو حالت رہی ہے اب اس کو کبھی دہرانے نہیں دیا جائے گا۔

جناب والا! بین الاقوامی طور پر قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے مسلمان بھائیوں سے اس سلسلے میں ناطہ جوڑا۔ کچھ دوست شاید اس بات سے مطمئن نہیں ہوتے وہ کہتے ہیں بہت سے عرب ممالک کا امریکہ سے بڑا قریب کا تعلق ہے۔ قائد عوام اس مقصد میں کس طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ عرب ممالک اور اسلامی ممالک میں اور امریکہ کے درمیان ایک بہت بڑی contradiction ہے جس contradiction کا نام اسرائیل ہے۔ وہ اس contradiction کے ہوتے ہوئے تمام دنیائے اسلام کا جو رول ہو سکتا ہے وہ ترقی پسند رول ہے اور ترقی پسندانہ رول کی قیادت اور راہنمائی میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا بہت حصہ ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے جو تحریک پیش کی ہے اور جو اس تحریک سے وہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ نظم و نسق عامہ ایک مثالی ہو۔ ہمارے ملک کی طرف تمام دنیا کے ممالک دیکھیں کہ پاکستان میں کیسا نظام چل رہا ہے۔ کون لوگ چلا رہے ہیں اور کس اسلوب سے یہ نظام چل رہا ہے۔ جن حقائق کی طرف میں نے ابھی ذکر کیا ہے شاید کسی ایک سٹیج پر وہ متعلقہ محسوس نہ ہوتے ہوں مگر اگر واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو میں اپنے فاضل دوست کو یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ جو بات ان کے دل میں ہے وہی بات ہمارے دل میں ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے تمام باتوں کا جن کا میں نے ذکر کیا ہے ایک بہت بڑا تعلق ہے۔

جناب والا! جہاں تک ان کی کٹ موشن کا substance ہے اس کے متعلق میں اپنی معروضات پیش کر چکا ہوں۔ یہ تفریحی الاؤنس کوئی حیاتی الاؤنس نہیں ہے۔ بہتر ہے تفریحی الاؤنس recreation الاؤنس ہیں۔ پھر یہ ایک اچھا مقصد ہے جس مقصد کو حاصل کر کے ہم سرکاری افسران کی۔ سرکاری اہلکاران کی اور سرکاری ملازمین کی efficiency کو بڑھانے

ہیں ۔ ان میں صلاحیتیں پیدا کرتے ہیں اور ان کو پہلے سے زیادہ قابل بنانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں ۔

جناب والا ! وزراء کی تعداد کے متعلق انہوں نے ذکر کیا ۔ اس کے متعلق میں اپنی گزارشات پیش کر چکا ہوں ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ ایک مشیر ہی مجھے خدشہ تھا شاید آپ یہ محسوس نہ کریں کہ میں غیر متعلقہ ہو رہا ہوں ۔ لیکن میں نے اس سے جو نتیجہ اخذ کرنا تھا شاید اس کا آپ نے مجھ سے بھی زیادہ بخوبی اندازہ لگایا ہے ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! جو نکات اٹھائے گئے ہیں میں ان کا جواب دینا چاہتا ہوں ۔ فاضل وزیر قانون نے بہتر سے نکات cover کیے ہیں ۔ ایک تو محکمہ فنانس کے متعلق فاضل محرک نے یہ کہا ہے کہ کچھ ڈپٹی سیکرٹری کی فلاں فلاں پوسٹیں اضافی کی گئی ہیں ۔ جو کہ باقی جگہ پر اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے ۔ بجٹ میں بہت سی اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں جن کو سمجھنے کے لیے تھوڑی سی گہرائی میں جانا پڑتا ہے ۔ جتنی لیبریری پوسٹیں ہوتی ہیں وہ ہر سال create ہوتی ہیں ۔ بجٹ کا جو ایک موٹا سا کتابچہ ہوتا ہے جس میں ہر سال لکھا جاتا ہے کوئی نئی آسامی create نہیں ہوتی ۔ چونکہ وہ لیبریری ہے اس لیے ہر سال create ہوتی ہے ۔ میں فاضل ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب کو جواب دینا چاہتا ہوں کہ وہ کوئی اضافی پوسٹ نہیں ہے صرف اس لیے وہ لیبریری ہے ۔ وہ کہ صرف فنانس ڈیپارٹمنٹ میں بلکہ لیبریری پوسٹ کسی محکمہ میں اگر کوئی ہو تو وہ سال بسال repeat کی جائے گی ۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہوگا کہ اس سال نئی آسامی شامل کی جائے گی ۔ صرف ایک سیکشن آفیسر کی پوسٹ فنانس ڈیپارٹمنٹ میں اضافی create کی گئی ہے لیکن وہ بھی اس ممانعت سے متاثر ہوگی جو عمومی ممانعت پوسٹ یا آسامیاں کو create کرنے پر لگائی گئی ہے ۔ ایک سیکشن آفیسر کی پوسٹ بھی بلکہ صرف بجٹ کی requirement کی وجہ سے رکھی جا رہی ہے ۔

جناب والا ! اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ پالیمانری سیکرٹری کے لیے کیوں رقم رکھی گئی ہے ۔ یہ عہدہ آئین میں provided ہے ۔ اور آئین

میں جتنے عہدے provide کئے گئے ہیں ان کے لیے بجٹ میں پروویژن کرنی ضروری ہوتی ہے - اگر وہ عہدہ کسی وجہ سے خالی ہو تو وہ رقم ضائع نہیں جاتی وہ خزانے میں بھی رہتی ہے -

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب! جہاں تک آئین میں پروویژن کا تعلق ہے 962 کے آئین میں اس کی واضح شق موجود تھی لیکن اس کے بعد ہمارے موجودہ آئین میں سروس آف پاکستان میں پارلیمانی سیکرٹری کا عہدہ نہیں آتا ہے - پارلیمانی سیکرٹری کے عہدے کے متعلق ایک علیحدہ اور واضح شق موجود نہیں ہے -

وزیر خزانہ : فاضل وزیر قانون کچھ کہہ رہے ہیں کہ کوئی قانون بنا ہوا ہے - وہ اس سلسلے میں فرما رہے ہیں - مجھے یہی اطلاع دی گئی ہے -

مسٹر سپیکر : قانون غالباً یہ تھا ایک شق اس میں add کر دی گئی تھی - پارلیمانی سیکرٹری کو سروس آف پاکستان سے exclude کر دیا گیا تھا - پھر وہ سروس آف پاکستان میں include نہیں ہوں گے - اس سے شاید یہ presumption لے لیں کہ پارلیمانی سیکرٹری کا عہدہ create کر دیا گیا ہے - مگر آئین میں بذات خود ان پوسٹوں کے لیے کوئی گنجائش میرے خیال کے مطابق موجود نہیں ہے - ویسے ہو سکتا ہے اور کوئی علیحدہ قانون پارلیمانی سیکرٹری کے لیے ہو -

وزیر قانون : جناب والا ! اس سلسلے میں ایک پروویژن ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری جو ہوں گے ان کی conditions کیا ہوں گی - ان کو سہولتیں کیا ہوں گی - دوسرے ان کو کس طرح خدمت کرنی ہے - اس کا معاوضہ کیا ہوگا اس سلسلے میں آئین میں اس کی گنجائش نہیں ہے قانون میں ہے -

مسٹر سپیکر : آئین میں اگر نہ ہو تو قانون نہیں بنایا جا سکتا -

وزیر قانون : آپ کا اعتراض ٹھیک ہے -

وزیر خزانہ : جناب والا ! اگر یہ عہدے خالی رہیں گے - تو جس فاضل رکن نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے "چونکہ پارلیمانی سیکرٹری نہیں ہیں اس لیے اس رقم کا کیا بنے گا -" یہ رقم کسی اور کام میں آ جائے گی -

مسٹر سپیکر : آپ کی جو پابندی ہے جو شرط ہے وہ اس پر لاگو نہیں ہوگی ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! ہم ہمیشہ ہر سال اس کے لیے پروویژن کرتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : کیونکہ یہ ملازمت نہیں ہے ۔ پارلیمانی سیکرٹری ایک ملازم نہیں ہے ۔ اس لیے آپ کی یہ جو قید ہے یہ جو پابندی ہے آئندہ جو نئے عہدے ہیں نہیں لیے جائیں گے ۔ ان پر یہ شرائط اور پابندی حاوی نہیں ہے ۔ اگر حکومت چاہے گی تو ترمیم کرکے پارلیمانی سیکرٹری مقرر کر سکتی ہے ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! پابندی کی وجہ سے میں اس کا جواب نہیں دے رہا ہوں بلکہ جواب اس لئے دے رہا ہوں کہ فاضل رکن نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ ان کے لیے یہ رقم کیوں رکھی گئی ہے ۔ اس کا پابندی سے تعلق نہیں ہے ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر پارلیمانی سیکرٹری کا عہدہ خالی رہتا ہے ۔ تو یہ رقم کسی اور ہیڈ میں استعمال ہو سکتی ہے لیکن اس کا اسمبلی میں حساب دیا جائے گا ۔ یہ فنی نکتہ ہے ۔ فاضل وزیر قانون نے یہ بات کہی ہے کہ تفریحی الاؤنس کے متعلق ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ درجہ سوئم اور درجہ چہارم کے ملازمین کو نہیں ملتا ۔ یہ غلط ہے ۔ اول تو درجے نہیں ہیں ۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اور جناب ذوالفقار علی بھٹو نے درجے abolish کر دئیے ہیں ۔ اب کلاس سوئم اور کلاس چہارم کے ملازم نہیں ہیں ۔ تنخواہوں کے گریڈ مقرر کئے ہیں ۔ نیشنل پے سکیل میں ایک سے بائیس تک اس طرح سے گنے جاتے ہیں کہ کون سا سکیل ایک کا ہے ۔ کون سا دو کا ہے ۔ کون سا تین کا ہے ۔ یہ تمام سکیل کے ملازمین کے لیے تفریحی الاؤنس ہے ۔ یہ کوئی بخشش نہیں ہے بلکہ یہ ان کی terms and conditions کا حصہ ہے ۔ نیشنل پے کمشن نے جو رپورٹ دی ہے ۔ اس میں تفریحی الاؤنس کا بھی ذکر ہے جس طرح سے ان کو وہ گریڈ ملیں گے ۔ تنخواہیں ملیں گی ۔ اضافے ملیں گے

اس میں اس کا بھی ذکر ہے - اس لیے یہ کوئی بخشش نہیں ہے - بلکہ یہ ان کی terms and conditions کا حصہ ہے -

جناب والا ! میں آخری بات یہ کرنا چاہوں گا کہ چیف منسٹر صاحب کی انسپکشن ٹیم کے بارے میں کہا گیا کہ یہ بیکار ہے - ہم کہتے ہیں کہ یہ کسی حد تک بہت ہی useful institution ہے جس طرح سویڈن میں ombudsman کام کرتی ہے - اور میں نے خود پچھلے پانچ ساڑھے پانچ سالوں میں کئی بار یہ دیکھا ہے کہ جب کسی ایک محکمے نے کوئی غلط بات کی اور جب اسی محکمے کے کسی بڑے افسر کو اس کی انکوائری پر لگایا جاتا ہے تو اکثر ہماری تسلی کے مطابق انکوائری نہیں ہوتی - تو اس وقت یہ ادارہ بہت کام آتا ہے کیونکہ اس میں جو افسر ہوتے ہیں - وہ ایک تو براہ راست چیف منسٹر کے تحت کام کرتے ہیں - اور ایسے کسی خاص محکمے سے تعلق نہیں رکھتے - عام طور پر انکوائری کی رپورٹ میں بہت سی ایسی باتیں سامنے آتی ہیں جو کہ پہلے نہیں آ رہی ہوتیں - تو میں سمجھتا ہوں کہ اس چیف منسٹر انکوائری ٹیم کا بھی ایک جواز ہے یہ اچھا کام کرتی ہے اور محکموں میں کہیں گڑ بڑ ہو تو اس کا پتا لگانے میں اور اس کے اصلاح کے لیے تجاویز کے سلسلے میں بہتر کام کرتی ہے - تو ان گزارشات کی بنا پر جو میرے ساتھی فاضل وزیر قانون نے کی ہیں میں اس تحریک تخفیف زر کی مخالفت کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : اب ایوان کے سامنے سوال یہ ہے :

> کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 25 - نظم و نسق عامہ بقدر 10 لاکھ روپے تخفیف کر دی جائے -

(تحریک نا منظور ہوئی)

میجر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر - میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں -

کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی
کل رقم بسلسلہ مد 25 ۔ نظم و نسق عامہ میں
بقدر ایک سو روپیہ تخفیف کر دی جائے۔

مسٹر سپیکر : تحریک تخفیف یہ ہے ۔

کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی
کل رقم بسلسلہ مد 25 ۔ نظم و نسق عامہ میں
بقدر ایک سو روپیہ تخفیف کر دی جائے ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : جی ۔ مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ ۔

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر ! موجودہ نظم و نسق پر جو اخراجات ہو رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک ایسی مد ہے کہ اس میں اگر اخراجات بہت زیادہ ہو جائیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے نتائج اچھے ثابت نہیں ہو رہے ۔ اور چونکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ قوم و ملک کو ایک اچھی انتظامیہ دے اور پھر آگے انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ ملک و قوم کی خدمت کرے ۔ جناب والا ۔ اس میں تفاوت آ گیا ہے کیونکہ نہ تو حکومت اچھی انتظامیہ دینے میں کامیاب ہوئی ہے اور نہ انتظامیہ امن و امان قائم رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے ۔ اس میں جناب والا خاص طور پر ایسے نتائج موجود ہیں اگر کوئی چوری کرتا ہے ، ڈاکہ ڈالتا ہے ۔ یا کوئی اور جرم کرتا ہے تو اس کے لیے دو یا تین گواہ قانون کے مطابق مل جائیں تو اس کا چالان ہو سکتا ہے ۔ اس کو سزا دی جا سکتی ہے اور اسے پھانسی پر لٹکایا جا سکتا ہے ۔ لیکن انتظامیہ میں جب تک کسی افسر کو عین موقع پر بھی رشوت کے پیسے اس کی جیب میں ہوں ۔ مجسٹریٹ صاحب موجود ہوں ۔ اینٹی کرپشن کا عملہ موجود ہو ۔ گواہان موجود ہوں ۔ جب تک یہ ساری چیزیں نہ ملیں کسی گورنمنٹ ملازم کے خلاف کاروائی کرنی ناممکن ہے اور اس کے راستے میں رشوت حاصل کرنے کے لیے کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے

کوئی پابندی یا کوئی گرفت نہیں ہے۔ تو یہ قانون میں تبدیلی کرنا یا اس کو ایسے طریقے پر لے آنا کہ ایک ملازم رشوت نہ لے سکے یہ حکومت کا فرض ہے۔ جناب والا! رشوت بری چیز ہے۔ یہ گناہ ہے اور جرم ہے۔ رشوت ایک اخلاقی جرم ہے لیکن انتہا یہ ہے کہ اس کا ہماری انتظامیہ میں احساس تک بھی نہیں رہا کہ اگر ایک ملازم رشوت لیتا ہے تو اس کو یہ احساس نہیں ہے کہ بری بات ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے۔ جناب والا! جب تک انتظامیہ سے کرپشن ختم نہیں ہوتی اس وقت تک اچھی انتظامیہ بالکل پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ اس سلسلے میں دن بدن خرابی پیدا ہوتی جائے گی۔ اچھی انتظامیہ اگر ملک و قوم کو میسر آ جائے تو پھر اس قوم کی ترقی میں دیر نہیں لگتی جناب والا۔ یہاں یہ حالت ہے کہ افسران میں کاہلی اور سستی ہے اور معیار زندگی بلند کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے کوئی کام میں دلچسپی نہیں لیتا۔ سارا دن ریٹائرنگ روم میں بیٹھ کر یہ باتیں ہوتی ہیں کہ میرا ایئر کنڈیشنر فلاں کمپنی کا ہے۔ میرا فریج وہاں سے آیا ہے۔ جناب والا! ان کا تو سلسلہ ہی یہی ہے کہ ہم نے اس ملک سے پیسہ رشوت کے طور پر لینا ہے پھر اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا ہے۔ ان کے بچے اکثر تو باہر کے سکولوں میں پڑھتے ہیں اور جو یہاں پڑھتے ہیں وہ اونچے سکولوں میں پڑھتے ہیں اس کے علاوہ جناب والا۔ یہ فرق اس بے تدبیری سے رکھا گیا ہے کہ ایک ہی سطح کے افسران کو آپ دیکھیں کہ ایک تھانیدار میٹرک پاس لیا جاتا ہے اور اس کا ساتواں گریڈ ہے اور ایک پی ایس آئی جو کہ ایل۔ ایل بی ہے اس کا بھی ساتواں گریڈ ہے۔ یعنی جو کام پی ایس آئی کرتا ہے وہی کام پی پی کرتا ہے اور اس کا سترھواں گریڈ ہے جب کہ ایک پی ایس آئی جو ایل ایل بی ہے اس کا ساتواں گریڈ ہے۔

مسٹر سپیکر: سہر صاحب یہ معاملہ آپ پہلے پیش کر چکے ہیں۔

سید محمد ظفر اللہ خان بھروانہ: جناب والا! گریڈوں کے متعلق میں نے ابھی تک کوئی معاملہ پیش نہیں کیا۔

مسٹر سپیکر : پی ایس آئی گریڈز کے متعلق ؟

سردار زادہ ظفر عباس - جناب والا ! وہ معاملہ میں نے پیش کیا تھا -

مسٹر سپیکر : اچھا - سردار زادہ صاحب نے کہا تھا -

سید محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا - یہ منصوبہ بندی کے سلسلہ شروع سے ہی غلط ہے ایک ہی کیٹیگری کے ملازم کا تعلیم کے مطابق گریڈ ہونا چاہیے نہ کہ یہ فرق ہونا چاہیے کہ ایک ایل ایل بی ساتواں گریڈ لے رہا ہے اور دوسرا ایل ایل بی سولہواں گریڈ لے رہا ہے - جناب والا ! اس کے علاوہ ہمارے اخراجات بے انداز ہیں - یہاں 12 لاکھ روپے چیف منسٹر ہاؤس کے ملازمین کا خرچہ ہے یعنی ایک لاکھ روپے ایک مہینے کا خرچ ہے اور یہ چیف منسٹر صاحب کی تنخواہ کے علاوہ ہے اسی طرح گورنر ہاؤس میں تقریباً 12 لاکھ روپے کا خرچ ہے اور یہ بھی تنخواہ کے علاوہ ہے - جناب والا ! یہ اخراجات جو ہیں یہ میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہیں - کیونکہ ہمارا ملک اس وقت ایسے حالات سے گزر رہا ہے کہ جب تک ہم یہ چیزیں کم نہیں کریں گے سادگی نہیں آئے گی اتنے تک کام نہیں چلے گا - اب جناب والا ! دیکھیں کہ امراء کا معیار بڑھتا جا رہا ہے اور غریبوں کا گھٹتا جا رہا ہے جناب والا ! ایک ایئر کنڈیشنر ہر کم از کم آج تیرہ چودہ ہزار روپے کا خرچ آتا ہے تو آپ جہاں بھی جائیں - اور جتنے افسران کے پاس جائیں تو ہر افسر کے کمرے میں آپ کو ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ملے گا - تو اس کی بجائے اگر آپ ڈیزرٹ کولر رکھ لیں جو غالباً ہزار بارہ سو روپے میں آتا ہے اور ملک میں بنتا ہے - لیکن ایئر کنڈیشنر تو باہر سے منگوائے جاتے ہیں - اس طرح سے زر مبادلہ بھی بچ جاتا ہے - پھر ڈیزرٹ کولر بھی وہی کام کرتا ہے جو ایئر کنڈیشنر کرتا ہے - جناب والا ! آپ کسی سیکرٹری صاحب کے دفتر میں چلے جائیں تو وہ کمرہ آپ کو ایسے معلوم ہوگا کہ یہ کمرہ یہاں کی مخلوق کا نہیں ہے بلکہ یہ کسی آسمانی مخلوق کا ہے - جناب والا ! میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کو یہ سہولتیں میسر نہ ہوں آخر وہ بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں لیکن میں

یہ چاہتا ہوں کہ اتنی سہولتیں میسر آنے کے بعد بھی کم از کم وہ ملک و قوم کی خدمت تو خلوص اور نیک نیتی سے کریں - یہ کوئی حق نہیں ہے کہ وہ تنخواہیں بھی لیں اور کام بھی خلوص نیت سے نہ کریں - جناب والا ! وہ تنخواہیں بے شک لیں - ان کو آرام بھی ملے - ایئر کنڈیشنر کمرے بھی ملیں لیکن انہیں اپنا کام نیک نیتی سے کرنا چاہیئے اور ملک و قوم کی خدمت بھی انہیں خلوص نیت ، ایمانداری اور وطن دوستی کے جذبے سے سرشار ہو کر کرنی چاہیے -

جناب والا ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہمارے ملک اور ہمارے صوبے کی انتظامیہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے تو وہ محسوس کرے گی کہ اس میں بے پناہ نقائص ہیں - جب تک وہ نقائص دور نہیں کریں گے - اس وقت تک وہ ملک و قوم کی خدمت احسن طریقے سے نہیں کر سکیں گے - لہذا میری گزارش ہے کہ یا تو وہ خود اپنے نقائص دور کریں - یا حکومت ایسا قانون بنائے جس سے وہ نقائص کم ہو جائیں - جب تک وہ نقائص دور نہیں ہوں گے - ہمارا معاشرہ پاک نہیں ہو سکتا - رشوت کبھی بھی بند نہیں ہو سکتی - اسلامی نظام میں قاضی صاحب ہوں گے - اور مقدمے میں وہ گواہ لیں گے - اور جس کو سزا کا مستحق سمجھیں گے سزا دیں گے - اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے - جب تک قانون عمدی نہیں آئے گا - اس وقت تک عوام یا انتظامیہ ٹھیک نہیں ہو سکتی - یا پھر حکومت ایسے قوانین بنائے کہ رشوت اور بد دیانتی کا سختی سے محاسبہ کر سکیں - اگر ہمارے ملک سے بددیانتی ختم ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ ملک ترقی نہ کرے میں اس قسم کے مسلمان ملکوں کی مثالیں دے سکتا ہوں - اگر آپ غیر مسلم ممالک کی مثالیں چاہتے ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ چین کی مثال ہمارے سامنے ہے - ماؤزے تنگ بھی آخر ایک انسان تھا 70 کروڑ عوام کی نمائندگی کرتا تھا - اور اس وقت چین کے حالات بدتر تھے لیکن ایک آدمی کے آنے سے قدرت نے ایسا کرم کیا کہ اس ایک آدمی نے قوم کو ایسا جگایا کہ اس نے دنیا

میں نام پیدا کر لیا ۔ آخر جناب والا ! ہم سب خدا کے بندے ہیں ۔ ہم خدا کی مخلوق ہیں ہم مسلمان ہیں ہمارے پاس کتاب ہے ۔ جو کسی کے پاس نہیں ہے ۔ اور ہم اس خدا کی کتاب پر یقین رکھتے ہیں ۔ کیا ہمارے نقائص دور نہیں ہو سکتے ؟ یہ رشوت ایسی لعنت ہے کہ افسر انچارج جو کچھ بھی فیصلہ کرے لیکن ماتحت نے رشوت لینی ہے ۔ ایک ایس پی کا واقعہ ہے کہ اس نے رشوت پر ماتحت کو کان سے پکڑ کر نکال دیا ۔ جناب والا ! ضلع جھنگ میں ایک نیک نیت ایس پی آئے تھے ۔ وہ واقعی نیک آدمی تھا ۔ لیکن اس کو اسی وجہ سے نکال دیا گیا کہ اس کے ضلع میں دو تین آزاد ممبر کامیاب ہو گئے تھے اور حکام اعلیٰ کے نزدیک یہ ایس پی کی غفلت تھی ۔ لیکن آپ یقین جانیے کہ وہ نہایت نیک آدمی تھا ایک خاص وجہ اور بھی ہے کہ انتظامیہ سے جب حکام اعلیٰ ناجائز کام کرائیں کہ فلاں آدمی کو دھاندلی سے ووٹ حاصل کروانے ہیں تو اس کے بعد اس کا حق بنتا ہے کہ وہ رشوت لے کیونکہ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی ۔ اس لیے میں انتظامیہ سے عرض کروں گا کہ وہ رشوت اور دھاندلی جیسی لعنت کو اس ملک سے ختم کریں ۔ ماڈزے تنگ کے متعلق میں عرض کر رہا تھا مثال کے طور پر اس کو پانچ سو روپے تنخواہ ملتی تھی لیکن اس نے اپنے خرچ کا اندازہ لگایا کہ میرا گزر اوقات تین سو روپے میں ہو سکتا ہے ۔ تو اس نے حکم دیا کہ میری تنخواہ تین سو روپے کر دی جائے ۔ لیکن یہاں تو مسئلہ ہی اور ہے ۔ یہاں تو ایک ریس لگی ہوئی ہے کوئی اگر 15 سکیل میں کام کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے 16 سکیل دیا جائے ۔ اور اگر کوئی 16 میں کام کرتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے 17 سکیل دیا جائے ۔ اس لیے ہمیں اپنی قوم کی اصلاح ضرور کرنی ہے ۔ ملازمین پر کنٹرول کرنا ہے ۔ اور ان پر گرفت اتنی مضبوط کرنی ہے کہ وہ رشوت اور بد دیانتی سے باز رہیں ہم عوام کے نمائندے ہیں ہمیں اچھے آدمیوں کی سفارش کرنی چاہیے اور غیر مستحق آدمیوں کے لیے سفارش کرنا ناجائز اور غیر مناسب ہے ۔ ہمیں انتظامیہ کو اچھا تاثر دینا چاہیے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ صحیح

آدمیوں کے انتخاب سے ہماری انتظامیہ میں اصلاح ہو سکتی ہے ۔ آپ تعلیم کا مسئلہ ہی لے لیجئے ۔ پی ٹی سی کے لیے وزراء صاحبان نے سفارشیں کیں ۔ اور ان میں بعض اساتذہ ایسے بھی تھے جو اس اسامی کے مستحق نہیں تھے ۔ جب استاد ہی تھرڈ ڈویژن اور نالائق ہوگا تو استاد بننے کے بعد لڑکوں کو کیا پڑھائے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کے بچے تباہی کی طرف جا رہے ہیں اور تعلیمی معیار اس قدر گر چکا ہے کہ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کوئی بھی ایسی تقرری نہیں جو بغیر رشوت کے نہ ہوئی ہو ۔ اس کے لیے قانون میں سختی کی جائے ۔ اور کم از کم راشی ملازمین کو فوری طور پر پکڑا جائے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : سردار صغیر احمد ۔

سردار صغیر احمد : جناب سپیکر ! میرے فاضل دوست مہر ظفر اللہ بھروانہ نے بڑی شد و مد کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہمارے ملک میں رشوت ستانی بہت زیادہ ہے لیکن میں اپنے فاضل دوست کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ لعنت موجودہ حکومت کو بھی ورثے میں ملی ہے ۔ ترکہ میں ملی ہے ۔ جناب والا ! اگر میرے فاضل دوست اس ملک کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو اس کے اسباب عیاں ہیں ۔ پاکستان بننے کے بعد سب سے بڑی لعنت جو ہندو چھوڑ گئے تھے وہ جائیداد تھی ۔ اس کے بعد اس ملک میں جو بھی حکومتیں قائم ہوئیں انہوں نے سیاسی طور پر یا کسی اور طریقے سے لوگوں کو ناجائز مراعات دینے کی کوشش کی ۔ جناب والا ! اگر اس ملک کے خاندانوں پر اس ملک کے افراد پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ 1947ء میں جن لوگوں کے پاس جائیداد تھی اور 1947ء کے گزرنے کے بعد رفتہ رفتہ ایسے خاندان معرض وجود میں آئے ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جو اربوں پتی اور کروڑ پتی بنیں ۔ یہ لوگ بنگلوں کوٹھیوں اور کارخانوں کے مالک بنے ۔ جناب والا ! 1970ء میں عوام نے اسی نفرت کی بنا پر اور ان لوگوں کے خلاف قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ان کی جماعت کو ووٹ دیا ۔ اس سے پیشتر جو بھی حکومتیں

برسراقتدار رہیں انہوں نے اس بات کو جنم دیا کہ وہ لوگ راتوں رات امیر بن جانا چاہتے تھے ۔ جناب والا ! امیر بننے کی بات سرکاری ملازمین سے شروع ہوئی ۔ اگر آپ غور فرمائیں تو متحدہ ہندوستان میں رشوت ایک طبقے کے ملازمین تک محدود تھی اور پاکستان سے بہتر ان کو انصاف ملتا تھا جناب والا ! اس وقت بھی پٹواری اور ایک خاص درجے کے ملازم اور پولیس میں تھانیدار کے درجے کے ملازم رشوت لیتے تھے لیکن وہ انصاف بیچ کر رشوت نہیں لیتے تھے بلکہ جس شخص کا حق ہوتا تھا اور جس شخص کے ساتھ وہ انصاف کرتے تھے اس سے کچھ معاوضہ وصول کیا کرتے تھے اس سے کچھ معاوضہ وصول کیا کرتے تھے اور رشوت لے کر کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ جب یہ لعنت اوپر سے شروع ہوئی ، جب اس ملک کے وزراء نے ، چیف منسٹرز نے ، صدروں نے وزراء اعلیٰ نے یہ کام شروع کیا کہ جائیدادیں بنانی شروع کر دیں ، فارم اور صنعتیں لگانی شروع کر دیں ۔ چونکہ اوپر کے لوگ ایسا کرتے تھے تو نیچے سے اوپر تک ہر شخص کے دل میں امیر بننے کی خواہش پیدا ہوئی ۔

جناب والا ! اگر آپ غور فرمائیں تو یہاں ہندو کی جائیداد نے بہت بڑا رول ادا کیا ہے ۔ یہ معاشرہ اتنا پراگندہ ہو چکا تھا کہ یہاں کے ایسے لوگ جو غریب تھے اور جو اس لوٹ کھسوٹ میں حصہ لینے کی دسترس نہ رکھتے تھے ان کے اندر بھی ایک ہیجان پیدا تھا ۔ اگر آپ 1970ء کی تحریک کو غور سے دیکھیں تو مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ ہمارے عوام نے 1970ء میں جو ووٹ دیے تھے وہ دراصل اس نفرت کا نتیجہ تھا جو اس ملک کے عوام میں سابقہ حکومتوں کے خلاف موجود تھی ۔ قائد عوام کی قیادت میں وہ تحریک کامیاب ہوئی ۔ میرے بھائی نے ذکر کیا کہ نظم و نسق کے اخراجات میں کمی کی جائے ۔ لیکن جناب والا ! انہوں نے چین کی مثال دی ہے کہ جیسے چین میں انقلاب آیا ۔ ہم انقلاب لانے کو تیار ہیں ۔ ذوالفقار علی بھٹو ایسا انقلاب لانا چاہتے ہیں لیکن ہماری حدود و قیود اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اپنے مزاج کے مطابق جمہوری اور

اسلامی طریقے سے انقلاب برپا کریں - آپ چین کا انقلاب لانا چاہتے ہیں تو ایک سال میں آ سکتا ہے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ قانونی اور آئینی حدود میں رہیں اور جہاں جمہوریت بھی ہو تو ایسا انقلاب اپنی رفتار سے آئے گا - 1970ء میں بات ختم نہیں ہوئی ، در اصل 1970ء کے بعد ان سامراجی طاقتوں نے جو اس ملک کے اندر موجود تھیں ریشہ دوانیاں جاری رکھیں اور اس بات کی کوشش کی کہ اسی دور اور اسی حالت کو واپس لایا جائے جو 1970ء سے پہلے تھا اور یہ کوشش آج بھی ہو رہی ہے کبھی اسلام کے نام پر یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اس مفاد پرست طبقے کا تحفظ کیا جائے اور کبھی جمہوریت کے نام پر - جناب والا ! اگر آپ ان تمام باتوں پر غور کریں تو آپ کو پتا چلے گا کہ دراصل ابھی تک اس ملک میں ایسے طبقات موجود ہیں جو اس لعنت کو ختم نہیں ہونے دینا چاہتے - میں یہ نہیں کہتا کہ پیپلز پارٹی نے رشوت ختم کر دی ہے لیکن اس پارٹی نے ایک واضح پروگرام اور ایک واضح صورت دی ہے کہ ہم اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں - لیکن وہ تلوار جو انصاف کے لیے ، جو رشوت کے خاتمے کے لیے اور برائیوں خاتمے کے لیے پیپلز پارٹی نے بلند کی ہے اس کو روکنے کے لیے ایسی طاقتیں اور قوتیں موجود ہیں جو اس کو روکنا چاہتی ہیں اور ان لعنتوں کو جہاں برقرار رکھنا چاہتی ہیں -

5/6 (جناب والا ! ہم لوگ مزاج کے اعتبار سے جذباتی ہیں - ہم جذبات میں آ جاتے ہیں ، جب بھی ہمیں کوئی مذہب کے نام پر پکارتا ہے تو ہم جذبات اور اعتقادات کی بنا پر بھڑک اٹھتے ہیں - جناب والا ! اس ملک کے مسلمانوں کا صدیوں سے مذہب کے نام پر استحصال کیا جاتا رہا ہے - جناب والا ! یہ تمام افراتفری اور یہ تمام تخریب کاری ، جسے یہ لوگ تحریک کہتے ہیں ، اس لیے نہ تھی کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے - جناب والا ! اس آئین پر ان تمام رہنماؤں کے دستخط موجود ہیں جو پچھلی قومی اسمبلی میں ممبر تھے ، آج وہی راہ نما اس تخریب کاری کی قیادت کر رہے ہیں - جناب والا ! جیسے میرے فاضل دوست نے ذکر کیا تھا آئین میں کسی جگہ بھی یہ بات موجود

نہیں کہ اگر کسی ایک حلقہ انتخاب میں یا دو حلقہ ہائے انتخاب میں کوئی گڑ بڑ ہو تو تمام ملک کے انتخاب کو کالعدم قرار دیا جائے اور لوگوں کو مذہب کے نام پر گلیوں اور بازاروں میں لے آئیں۔ مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ گھروں کو آگ لگائیں اور اپنے مقاصد کے لیے عورتوں کو برہنہ منہ گلیوں بازاروں میں لائیں۔ یہ اسلام کی منشا ہرگز نہیں۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ وہ اسی نظام کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جو 1970ء سے پہلے یہاں پر موجود تھا اور جس کو تبدیل کرنے کے لیے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا بھر میں جد و جہد کر رہے ہیں۔ اس جد و جہد کو روکنے کے لیے یہاں سازشیں کی جا رہی ہیں۔ جناب والا! یقیناً انشاء اللہ رشوت ختم ہوگی اور جب تک قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کا پروگرام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا اس وقت تک آپ اس بات کی توقع نہ رکھیں کہ یہاں سے رشوت، بد عنوانیاں اور دوسری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ اس ملک میں نظام مصطفیٰ بھی رائج ہوگا اور رشوت کا بھی خاتمہ ہوگا اور اچھے حالات بھی آئیں گے۔ ہم نا امید نہیں، ہم ہر طرح سے ان سامراجی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ویت نام کے لوگ امریکہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو یہاں اس سامراج کے چیلوں کا مقابلہ ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ ہم کسی صورت میں ان کو اجازت نہ دیں گے کہ وہ پاکستان کو برباد کریں، ہم ان رجعت پسندوں کو پرانا نظام واپس لانے کی اجازت نہ دیں گے۔ انشاء اللہ ہماری یہ جدو جہد جاری رہے گی اور ہم کسی صورت یہ برداشت نہیں کریں گے کہ وہی نظام دوبارہ نافذ کیا جائے۔ ہمارا یہ قافلہ آگے ہی بڑھتا جائے گا، پھر آپ دیکھیں گے کہ بد عنوانیوں کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔ رشوت کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ ہماری گزشتہ پانچ سالوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں، آپ ہمارا پانچ سالوں کا ریکارڈ دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ اس ملک میں کلبرگ کے لیے شادمان کے لیے اور اسلام آباد میں خوب صورت کوٹھیوں کے لیے اور پلاٹوں کے لیے سکیمیں بنائی جا رہی ہیں۔ ملک کو خوب صورت بنانے

کے لیے کئی سکیمیں بنائی جا رہی ہیں ، اس ملک کے چھوٹے ملازمین کے لیے ، غریبوں کے لیے درجہ بندی کو ختم کیا جا رہا ہے ، ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ۔ انشاء اللہ اس ملک کے نظم و نسق کو بتدریج نظام مصطفیٰ میں ڈھالنے کے لیے اور اس ملک کے انتظام کو اسلامی مساوات پر مبنی کرنے کے لیے 1970ء کی تحریک جاری رہے گی اور ساری رہے گی اور ہمیں اس میں یقیناً کامیابی ہو گی اور عوام کی ترقی ہوگی ۔ کل میں مولانا کوثر نیازی کی کتاب پڑھ رہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی ملک کے عوام کسی تکلیف کو محسوس نہ کریں ، جب تک کسی ملک کے عوام کسی حکومت کا ساتھ نہ دیں وہ حکومتیں کامیاب نہیں ہو سکتیں ۔ مثال کے طور پر اگر سندھ میں راجہ داہر کا سلوک اپنے عوام کے ساتھ اچھا ہوتا تو شاید محمد بن قاسم سندھ میں اتنی دور تک جدوجہد کرنے میں کامیاب نہ ہوتا ۔

جناب والا ! ہندوستان میں جب اسلام آیا تو لوگوں نے پرانے نظام کے مقابلے میں اس ترقی پسند نظام کا ساتھ دیا اور اس رجعت پسند نظام کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ جب ہندستان میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو لوگوں نے انگریز کے نظام کے خلاف نفرت کا اظہار کیا کیونکہ یہ رجعت پسندانہ نظام تھا اور پاکستان کی تحریک کامیاب ہوئی ۔ پاکستان بننے کے بعد جب استحصال پسند قوتوں نے اس ملک کے ذرائع آمدن پر اور اس ملک کے وسائل پر قبضہ جما لیا تو لوگوں نے محسوس کیا کہ اس ملک کے نظام میں تبدیلی ہونی چاہیے ۔ اس لیے کہ اس تبدیلی کو کوئی شخص نہیں روک سکتا ۔ یہ بنیاد رکھی جا چکی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ تحریک جاری رہے گی اور یہ تبدیلی آ کر رہے گی ۔ اس کے بعد آپ کو یہ شکایت نہ ہوگی کہ ملک میں رشوت ہے ، یا اس ملک میں بدعنوانیاں ہیں ۔ ان کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وسائل کی ، ذرائع آمدن کی تقسیم منصفانہ ہو ۔ جب تک لوگوں کو ضروریات مہیا نہ ہوں گی ۔ جب تک تمام لوگوں کو صحیح تعلیم نہیں دی جائے گی ،

یہ برائیاں اور خرابیاں ہمارے ساتھ رہیں گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ، جب انقلاب مکمل ہوگا تو ہم اپنی منزل پر پہنچیں گے ، ان برائیوں کا خاتمہ ہوگا ۔ میں پوری شدت کے ساتھ اس تحریک کی مخالفت کرتا ہوں کہ اس میں تخفیف نہ کی جائے ، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ہمارے ذرائع ہوں ، تو یہاں پر نظم و نسق کے لیے ہم جتنا بھی خرچ کر سکیں ، وہ کم ہے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : چودھری عبد لطیف ۔

چودھری عبد لطیف رندھاوا : جناب سپیکر ! قائد حزب اختلاف نے صبح سے جتنی کٹ موشنز دی ہیں ، ان میں ایک ہی تکرار کر رہے ہیں کہ رشوت بڑھ چکی ہے ۔ افسران بڑے بڑے کمروں میں بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں کرتے ۔ جناب والا ! میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ جب پیپلز پارٹی نے اقتدار سنبھالا ، تو اس نے تیرہ سو بد دیانت افسروں کو نکالا ۔ پھر ان میں سے جو ثابت کر سکے کہ وہ ایماندار ہیں ، حکومت نے فراخ دلی کے ساتھ انہیں واپس لیا ۔ لیکن ان تیرہ سو افسران کو نکالنے کی سب سے زیادہ مخالفت اپوزیشن نے کی اور پانچ سال میں ان کا بہت بڑا مسئلہ یہی رہا ہے کہ انہیں بحال کیا جائے ۔ ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے ۔ تو رشوت ختم کرنے میں سب سے پہلا کام پیپلز پارٹی نے کیا اور ان بدیانت افسروں کو نکالا جنہیں نکالنا ایک بہت بڑی بات ہے ۔ اس کے علاوہ پچھلے الیکشن میں عوام نے دیکھا ہوگا کہ سی ایس پی اور پی ۔ سی ۔ ایس میں بڑا جھگڑا تھا اور پی ۔ سی ۔ ایس کو سی ۔ ایس ۔ پی کے خلاف شکایات تھیں کہ انہیں ڈی ۔ سی لگایا جاتا ہے ، کمشنر لگایا جاتا ہے اور ٹیکنیکل افسر ، یعنی ڈاکٹر اور انجینئرز کو کبھی سیکرٹری یا ڈپٹی سیکرٹری یا ایسی پوسٹ نہیں ملتی تھی ۔ تو سب سے پہلے پیپلز پارٹی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس نے پی ۔ سی ۔ ایس اور سی ۔ ایس ۔ پی کے یہ سب دھندے ختم کر دیے اور سب کو مواقع دیئے کہ وہ اپنی کارکردگی ، ایمانداری اور ٹیک نیتی پر ترقی کریں ۔

جناب والا ! میرے فاضل دوست رشوت کی بات کرتے ہیں - رشوت کون دیتا ہے ؟ جناب والا ! ملک میں دولت کی غیر مساوی تقسیم ہے - سرمایہ دار ، بڑے بڑے تاجر ، بلیک کرنے والے ، ملاوٹ کرنے والے اور چور بازاری کرنے والے رشوت دیتے ہیں اور یہ حساب لگاتے ہیں کہ اگر ہم نے پانچ سو روپے دیئے تو ہمیں دس ہزار کا فائدہ ہوگا - پھر یہ اسلام کے بھی بڑے علم بردار بنتے ہیں - جناب نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ آج بھی اس تحریک میں اسلام کے نام پر وہ عنصر موجود ہے ، جو ملک میں بد دیانت عنصر ہے ان میں وہ عنصر موجود ہے جو اسلام کو صحیح معنوں میں رائج کرنا نہیں چاہتا - انہی کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا تھا :

جانتا ہوں میں یہ ملت حامل قرآن نہیں
ہے فقط سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

جناب والا ! کل وزیر خزانہ نے بڑی فاضلانہ اور بڑی پر مغز تقریر کی تھی - میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک تاریخی تقریر تھی جو انہوں نے کل شام اس ایوان میں فرمائی - اگر اپوزیشن نے وہ موقع نہ کھویا ہوتا اور اس سے فائدہ اٹھایا ہوتا تو آج انہیں یہ زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی - انہوں نے ایک بہت بڑی بات کی تھی کہ اگر پاکستان کا خواب علامہ اقبال کا خواب ہے تو قرآن حکیم کی تعبیر بھی انہی کی تعبیر کے مطابق ہونی چاہیئے - جناب والا ! یہ جو اسلام پیش کر رہے ہیں اور اسلام کی رٹ لگا رہے ہیں ، یہ محض سرمایہ داری ہے - یہ اونچ نیچ کو ختم کرنا نہیں چاہتا - جناب والا ! crimeless سوسائٹی کے لیے classless سوسائٹی ہونا ضروری ہے - جب تک طبقات ختم نہیں ہوتے ، جب تک لوٹ کھسوٹ ختم نہیں ہوتی ، جب تک دولت کی اونچ نیچ ختم نہیں ہوتی ، معاشرے سے رشوت کیسے ختم ہو سکتی ہے ؟ اس لیے پیپلز پارٹی نے ہر طبقے میں ، ہر کلاس میں دولت کی مساوات کے لیے راستہ ہموار کیا ہے - جنگلوں کو صاف کیا ہے اور

مساوات مدی کی منزل کے لیے راستہ صاف کیا ہے - جناب والا ! کل بھی وزیر خزانہ صاحب نے ٹھیک کہا تھا کہ اپوزیشن صرف تقریب چاہتی ہے - جناب والا ! جب تک ان اسباب کو ، ان محرکات کو اور ان بیماریوں کو ختم نہیں کیا جاتا جن کی وجہ سے اس ملک میں رشوت کی لعنت ہے - اس ملک میں چور بازاری ہے ، ملاوٹ ہے ، سماج دشمن حرکات ہو رہی ہیں - جب تک انہیں دور نہیں کیا جاتا ، کس طرح تعمیر ہو سکے گی ؟

جناب والا ! عمر ابن الخطاب کا مشہور فیصلہ ہے جس میں ملازم کے چوری کرنے پر مالک کو سزا ملی تھی - انہوں نے مالک کو فرمایا تھا کہ اگر تم ملازم کو اس کا معاوضہ دیتے تو اسے چوری کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی - اسلام میں جواب دہی ، معاشی مساوات اور انصاف ضروری ہے - مجھے افسوس ہے کہ پرسوں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے ممبران نے بعض ایسی باتیں کیں - انہوں نے سوشلزم کے خلاف باتیں کیں - - - -

Mr. Speaker : Please confine your arguments to the Cut Motion.

چودھری محمد لطیف ولدھاوا : جناب والا ! میں گزارش کروں گا کہ اب وہ زمانہ گیا کہ جب کسی کی چوری ہوتی تھی تو تھانیدار صاحب ٹیکسی ، روٹی اور کئی قسم کے بل بنا دیتے تھے - آج خدا کے فضل سے پیپلز پارٹی نے تھانیدار کو وہیکلز مہیا کر دیئے ہیں - ان کے پاس موٹر سائیکلیں ہیں ، ان کے پاس کمیونی کیشن کے انتظام ہیں ، ان کے پاس ماڈرن کنویئنس (conveyance) ہے - جناب والا ! میں چھبیس سال سے وکالت کرتا ہوں - میں حزب اختلاف کے نوٹس میں لاؤں گا کہ میں نے وکالت میں دیکھا ہے کہ اب رشوت نچلے رینکس میں ہے - اوپر بہت کم ہے - ہم نے تو وہ زمانے بھی دیکھے تھے کہ بڑی سی رشوت لیتے تھے - بیسٹریٹ عام رشوت لیتے تھے - لیکن اب بہت حد تک رشوت کم ہوئی ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ رشوت دینے والے طبقے کمزور کر دیئے گئے ہیں -

جناب والا ! جب تک اس ملک میں وہ طبقات کمزور نہ کیے گئے جو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں - منافع کماتے ہیں - جن کے پاس بہت زیادہ پیسہ ہے اور جب تک اونچ نیچ کو ختم نہ کیا گیا - رشوت کی لعنت ختم نہیں ہو سکتی -

مسٹر سپیکر : سید ثاقب حسین -

سید ثاقب حسین شاہ : جناب سپیکر ! ہمارے فاضل دوست قائد حزب اختلاف نے اس عظیم لیڈر کی مثال دی ہے - جن کا نام ماؤزے تنگ ہے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی قیادت میں ان کے ملک نے بہت ترقی کی ہے - میرے فاضل دوست یہ نہیں سمجھ سکے کہ ان کی ترقی کرنے کی وجوہات کیا ہیں - جناب والا ! جب انہوں نے یہ ملک حاصل کیا تو اس عظیم قیادت میں سب سے پہلے جو کام انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ حقوق ملکیت ختم کر دی گئی - نہ ادھر کوئی دولتانہ مالک رہا اور نہ ہی ادھر کوئی بھروانہ مالک رہا - وسائل سارے حکومت کے پاس آ گئے اور جب وسائل سارے حکومت کے پاس آ جائیں تو ملک لازمی ترقی کرتا ہے - جب تک ہمارے ملک میں بھی تمام وسائل حکومت اپنے قبضے میں نہیں لے گی - ملک ترقی نہیں کر سکے گا - حکومت نے ابھی تو چند کارخانے ہی قومی ملکیت میں لیے تھے کہ انہوں نے یہاں شور مچا دیا - جب تک سرمایہ دارانہ نظام ختم نہیں ہوگا اس وقت تک ترقی نہیں ہو سکے گی - لہذا پہلے سرمایہ دارانہ نظام ختم کیا جائے تاکہ ملک کی ترقی شروع ہو سکے -

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی :

"چمن کی رنگ و بو نے اس قدر دھوکے دیئے مجھ کو
کہ میں نے شوق گل بوسی میں کانٹوں پر زبان رکھ دی"

جناب والا ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے - گزارش یہ ہے کہ رشوت اور غبن حقیقت میں ایک ناسور بنا ہوا ہے - افسوس یہ ہے کہ قوم کس طرف جا رہی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ صرف

ہماری پارٹی ہی نہیں بلکہ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ اس چیز کو اگر روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔ وہ اس لیے کہ اگر رشوت دینے والا رشوت دیتا رہے اور رشوت لینے والا رشوت لیتا رہے تو پھر گاڑی چلتی رہتی ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اگر اس بات کا تہیہ ہو جائے کہ رشوت نہیں دینی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ چیز خود بخود رک جائے گی۔ ماؤزے تنگ کی مثال دی گئی ہے میں ایک چیز اور عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس قوم کے لیے تو ایک دیوتا بھیج دیا گیا ایک دفعہ ماؤزے تنگ نے حکم دیا کہ ملک سے مکھیاں ختم کرنی ہیں تو پھر کیا تھا۔ چھوٹے بڑے بوڑھے۔ عورتیں افسر سب مکھیاں مارنے لگے۔ اور اس طرح انہوں نے مکھیاں ختم کرکے رکھ دیں۔ کل بھی یہی مسئلہ تھا اور آج بھی یہی مسئلہ ہے۔ جناب اگر ہم مچھر مارنا چاہیں تو اس طرح بھی مار سکتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ رشوت بھی ایک لعنت ہے۔ لیکن تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے۔ جس نے رشوت لینی ہے وہ تو لالچی ہے اور جس غریب نے کام کروانا ہے وہ تو اپنا گھر بار بیچ کر بھی اسے رشوت دیتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم سے زیادہ مظلوم پر گناہ آتا کیونکہ اس نے ظالم کے خلاف آواز نہیں اٹھائی، یہ حدیث ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سے ہمارے ایک وفد نے ملاقات کی تو وزیر اعلیٰ صاحب فرما رہے تھے کہ پیپلز ورکس پروگرام میں لاکھوں کا غبن نکلا ہے انہوں نے کہا کہ سالم لاکھ یا چونسٹھ لاکھ کا غبن تو جھنگ میں تھا اور جناب والا! میں بیانگ دہل آج ایوان کی اطلاع کے لیے اور چیلنج کرتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں کہ میں میانوالی ڈسٹرکٹ پیپلز ورکس کونسل کا چیئرمین تھا اگر ایک کوڑی پیسہ بھی میں نے لیا ہو یا ثابت ہو جائے تو میں اپنی تمام جائیداد جرمانہ کے طور پر دے دوں گا۔ مگر جناب والا! یہ تو ایسے ہی ہے اگر کوئی لعل کسی کو زمین پڑا پڑا مل جائے تو وہ تو اٹھا ہی لے گا اس نے کیا گریز کرنا ہے؟ تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلے میں ایک مہم شروع ہونی چاہیے جس طرح ماؤزے تنگ نے ایک

مہم چلا کر انہوں کو بند کر دیا چرس کو بند کیا ۔ اور قوم کے کردار کو بلند کیا اور آج وہ ایک قوم بن چکی ہے ۔

جناب والا ! میں نے خود اپنے پاس سے سو کنال زمین سیلاب زدگان کے لیے دی ہے اور جناب والا ! سیلاب ان بیچاروں کے مکان اور سامان خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا ان کو میں نے اونچی جگہ دی اونچی جگہ آپ یوں نہ سمجھیے کہ میں نے ٹیلوں پر دے دی ہے ۔ جناب والا ! بہترین زمین ہے میرا وہاں ٹیوب ویل بھی لگا ہوا ہے اور میں نے سو کنال زمین دے دی اور کہا کہ دریا کے اوپر کی طرف کنارے پر آؤ اور اپنے بچوں کو یہاں بٹھاؤ 40 کنال زمین میں نے رورل ہیلتھ سنٹر کو دی ہے ۔ اور اس کے علاوہ جناب والا ! 40 کنال اور موضع رحمت پور والے میں تقسیم کر دی کیونکہ ان کو وہاں تکالیف تھی ۔ اس کے علاوہ یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ کارپٹ سنٹر کے لیے میں نے زمین مفت دی ہے ۔ اور اس کے علاوہ تین سکولوں کے لیے کم از کم تیس چالیس کنال زمین میں نے دے دی ہے ۔ عیسیٰ خیل میں ہائی سکول کے لیے میں نے بیس کنال زمین دی ۔ اور جناب والا ! قبرستان کے لیے میں نے دو سو کنال زمین دی ہے ۔ افسوس ہے کہ مجھے یہ مثال دینی پڑی مگر یہ ایک مثالی چیز ہے ۔ جناب والا ! تیل ہمارے علاقہ میں موجود ہے اور وہ بھی رشوت کا شکار ہے جو آدمی وہاں سے تیل نکالتے ہیں ان کو بھی رشوت دے دی جاتی ہے تاکہ یہاں سے تیل نہ نکل سکے اور باقی تمام بات آپ سمجھ گئے ہوں گے ۔ دوسرے ممالک نہیں چاہتے کہ کوئی اور ملک تیل نکال لے اور تیل میں خود کفیل ہو جائے ۔ میرا اگر تیل ہے تو میں یہ کہوں گا کہ میرا تیل باہر جائے اور کسی کا تیل نہ جائے ۔ اور میں کروڑوں اور اربوں روپے خود کماؤں ۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے ان کو رشوت باہر کے ممالک سے مل جاتی ہے ۔ اور یہ ایسے ہی وہاں بورنگ کرتے ہیں ۔ اور مزے لیتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں حضور یہاں تو تیل ہے ہی نہیں ۔ حضور میں کہتا ہوں ۔ میرے پاس آئیں میں دکھاتا ہوں تیل کہاں ہے ۔ ایک چشمہ اور تالاب

تو وہاں بھرا ہوا کھڑا ہے۔ لہذا یہ انجینئر کا کام ہے کہ یہ سب کچھ دریافت کریں اصل تیل کہاں سے آتا ہے ظاہر ہے جب تیل ایک جگہ سے مل رہا ہے تو کہیں نہ کہیں سے تو وہ آتا ہی ہوگا۔ میرے ساتھ انجینئر بھیجیں میں انہیں کان پکڑ کر لے جاؤں گا کہ آؤ یہاں ہور کریں یہاں تیل ہے میں دیکھتا ہوں کیسے تیل نہیں نکلتا ؟ جناب والا ! کیا کریں یہ چیز بھی رشوت کا شکار ہو جاتی ہے اس کے علاوہ جناب والا ! عیسیٰ خیل کی نہر جناب وزیر خزانہ نے بڑی شفقت سے منظور فرمائی۔ ہم گورنمنٹ کے، قائد عوام کے مشکور ہیں کہ پچھلے سال سے بجٹ میں رقم مختص کی گئی ہے مگر اس کا ابھی کوئی پتہ نہیں۔ جناب والا ! یہ تو غریب عوام کا معاملہ ہے۔ اس میں کم از کم بیس دیہات ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اسی نہر کے ریتلے اور مٹی والے پانی کو لوگ پیتے ہیں اسی سے زمینوں کو پانی لگاتے ہیں وہ نہر جو ہمارے بزرگوں نے اڑھائی سو سال پہلے کی بنائی ہوئی ہے۔ جب احمد شاہ ابدالی 1761ء میں یہاں آیا تو اس وقت یہ نہر موجود تھی اور اسی کے نام پر یہ نہر یاد کی جاتی ہے۔ اب پتہ نہیں پانی کب آئے گا کب نہیں آئے گا۔ اور میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا کہ اس ہیڈ کو پکا کرنا تھا مگر یہ نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے پچھلے سال بھی یہ نکتہ رکھ دیا تھا کہ ہمارے انٹر پورٹ سے لے کر چھاؤنی کینٹ ریلوے سٹیشن تک ایک میل کا فاصلہ ہے وہ سڑک جناب والا ! موجود ہے صرف اس کی کشادگی کرنی ہے اور اس پر 12 لاکھ روپے خرچ ہونے ہیں۔ جناب والا ! میں جب وہاں پر چیئرمین رہا ہوں ہم لوگ تخمینہ لگا لیتے تھے کہ ہم نے تین لاکھ روپے ایک میل پر دینے ہیں۔ چلو جناب والا ! یہ 3 لاکھ نہ کریں 6 لاکھ کریں۔ 6 لاکھ نہ کریں۔ 12 لاکھ کریں۔ لیکن یہ 12 لاکھ روپے تو ایک خاصی رقم ہے۔ جب میں نے آواز اٹھائی تو یہ بھی سننے میں آیا ہے "چھڈو جی کیہڑا سخی ہو جانا اے" you please nip the evil in the bud آپ اس کو وہیں پر قابو کر لیں۔ آپ یہ جو اسٹیمیٹ بناتے ہیں۔ اور یہ جو اللہ کے نام ہی سے دھندا شروع کرتے ہیں۔ کہ دس لاکھ کا کام ہے

اور انہوں نے 20 لاکھ کا اسٹیمیٹ کر دیا ہے اور پھر above کر دیا۔ یہ کر دیا وہ کر دیا اور یہ لوگ جن کے ہاتھوں میں پیسہ خرچ ہو رہا ہے وہ تو لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ اور جو دفتروں میں ہیں وہ مکھیاں مار رہے ہیں۔ ان کے پاس پیسہ نہیں آتا ہے۔ اور جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں کہ جو آپ کے ملازمین ہیں۔ میں ان کی سفارش کروں گا کہ آپ انہیں پانچ پانچ مرلے ضرور دے دیں۔ اور جناب والا! باہر کے لوگ آ کر اسی ہال میں اور اسی اسمبلی میں اور ماشاء اللہ انہیں وزراء سے پانچ پانچ مرلے کی سفارش کروا کر کئی پانچ پانچ مرلے لے گئے ہیں۔ کہ یہ بڈھے کا۔ یہ بڈھی کا۔ یہ کڑی کا اور یہ منڈے کا۔ اور یہ سب سلسلہ چلتا رہتا ہے تو یہ آپ کے بچے جو کہ یہاں آپ کے ماتحت کام کر رہے ہیں آپ ان کا ضرور خیال رکھیں۔ اور ان کو پانچ پانچ مرلے ضرور دے دیں کیونکہ یہ غریب بھی ہمارے اوپر حق رکھتے ہیں۔ اور جو ذرا ان سے اوپر ہیں ان کو 7، 8 یا 10 مرلے دے دیں۔ تو ان کا گزارہ اچھا ہو سکتا ہے۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا ہے۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے۔
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں۔

گزارش یہ ہے کہ میں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اپنے مسائل کا رونا رو دیا ہے۔ جناب والا! میں نے انٹر کالج کے لیے 60 کنال زمین دی ہوئی ہے۔ جناب وزیر خزانہ نے پچھلے سال بلڈنگ کا پیسہ منظور کیا تھا۔ لیکن ابھی تک وہاں پر ایک اینٹ بھی نہیں پہنچ سکی۔ لہذا for the benefit of the party, for the benefit of the people and for the benefit of the Government.

کچھ پر وقت وہاں پر اینٹیں بھی پہنچ جائیں۔ تاکہ کام شروع ہو اور غریبوں کو بھی سمجھ آ جائے کہ ہاں کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ اور کچھ ہال والوں کو بھی سمجھ آ جائے کہ انہوں نے کیا کیا کام کیے ہیں۔

جناب والا ! ستم ظریفی یہ ہے کہ "کاٹھے سالے ہکے ہوئے نے نے ہل مولوی صاحبان نے لے لیا ہے۔" جناب والا ! بیل کے اوپر پنجالی رکھتے ہیں اس کو کاٹھہ کہتے ہیں ۔ "ہل نہ پنجالی نا پیالہ نہ تھالی مگر ہل لئی منبھالی" جناب والا ! کمال تو یہ ہے کہ نو پارٹیاں ہیں اور اگر آپ زمیندار سے پوچھیں اور اگر ہل کے ٹکڑے گنیں تو یہ بھی نو ہیں یہ کسی نے نہیں سوچا کہ ہل کے نو ٹکڑے ہیں ۔ جناب والا ! کڑ ۔ پھالہ ۔ سنا ۔ جانگی مٹھی ۔ اور اسی طرح سے کچھ اور ہیں یہ نو بنتے ہیں ۔ میرے پاس پڑے ہیں ۔ جناب والا ! میں یہ عرض کروں ۔ رشوت پر ایک campaign ہونی چاہیئے ۔ کہنا تو جناب والا ! آسان ہے ۔ مگر کرکے دکھانا مشکل ہے ۔ ایک campaign ہونی چاہیے ۔ اور اس کو ختم ہونا چاہیے ۔

مسٹر سپیکر : میاں منظور احمد موہل :

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! میں اس ٹوکن کٹ موشن کی پرزور مخالفت کرتا ہوں ۔ جو کٹ موشن زیر بحث ہے میں اسے ٹوکن کٹ موشن ہی کہوں گا ۔ انتظامیہ کے معاملہ میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے اختیار سے تجاوز کیا ہے یا یہ رشوت لیتے ہیں اور تساہل سے کام لیتے ہیں یا یہ لوگ اپنا معیار زندگی بلند رکھتے ہیں ۔ یا یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اچھی انتظامیہ نہیں ہے اس میں بہت سے نقائص ہیں ۔ لیکن اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ ہم جو اس فاضل ایوان کے فاضل اراکین ہیں ۔ کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہمارے دائرہ اختیار میں کیا بات ہے ؟ اگر ہم اس ایوان میں ان سے تجاوز کر جاتے ہیں تو یہ افسوس کی بات ہے ۔ اگر ہم اس طرح کا مظاہرہ کریں کہ ایک کٹ موشن جو کہ ٹوکن کٹ موشن ہے ہم سب اسے پالیسی matter کہیں اور اس بارے میں کوئی بات نہ کریں ۔ اور نہ ہی فاضل اراکین اپوزیشن اپنے دائرہ اختیار کے اندر رہتے ہوئے اس کے متعلق کوئی بات کہیں ۔ کیونکہ وقت کافی ہے ۔ بات شروع ہوتی ہے ۔ اور جاتی جاتی کہیں اور چلی جاتی ہے ۔ تو آنے والی نسلیں ہماری ڈیبیٹ کو پڑھ کر یہی کہیں گی کہ

ان لوگوں کو رولز کا اور قانون کا کوئی پتا نہ تھا ۔ جناب والا ! اب میں یہ گزارش کروں گا کہ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے ۔ ہماری انتظامیہ کوئی آسمان سے نازل نہیں ہوئی ہے ۔ ہم نے یہ انڈیا سے حاصل نہیں کی ہے ۔ یہ ہم میں سے ہی ہیں اس معاشرہ کا ایک حصہ ہیں ۔ وہ معاشرہ جس کو بدلنے کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی ابتدا ہی سے پابڑ بیل رہی ہے ۔ کوشش کر رہی ہے اور جد و جہد کر رہی ہے ۔ جناب والا ! پاکستان پیپلز پارٹی اگر انتظامیہ کے کسی افسر کو آئینی حقوق دیتی ہے تو پھر بھی ایسے مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے ۔ پھر کہا جاتا ہے کہ تحفظ دیں ۔ اگر نہیں دیتے تو مورد الزام پاکستان پیپلز پارٹی اور اگر تحفظ دیتے ہیں تو پھر بھی کہتے ہیں کہ یہ رشوت خور ہیں ۔ یہ بات ہے ۔ ہم اس وقت بری نظر سے دیکھتے ہیں ۔ لیکن اس سے فرار حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے ۔ ہم کسی طرح سے اس معاشرے سے فرار حاصل کریں ۔ جب ہم اس معاشرہ اور اس دنیا میں رہتے ہیں ۔ جس کا سسٹم اس طرح سے ہے ۔ سرمایہ داری نظام اور جاگیرداری نظام قائم ہے ۔ یہاں کہا گیا ہے کہ یہ نظام نہیں ہے ۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ کہ زمین زیادہ ہے تو جاگیردار ہے ۔ نہیں جناب والا ! یہ زمین کی بات نہیں ہے ۔ جاگیردار کی سوچ کی بات ہے ۔ جس کا ذہن جاگیردار کا ہو ۔ جس کی سوچ جاگیردار کی ہو ۔ اسے جاگیردار کہتے ہیں چاہے اس کے پاس زمین ہو یا نہ ہو ، سرمایہ دار اس کو کہتے ہیں کہ جس کی سوچ سرمایہ دار کی ہو ۔ یعنی سرمایہ دارانہ ہو ۔

رائے مخاوت علی خان : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! انگریز جب برصغیر میں آئے تو انھوں نے مسلمانوں کو نوازا اور انھیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں ، اس لیے انھیں جاگیردار کہا گیا ۔ جنھوں نے چک بندی کے ذریعہ سے زمینیں لیں وہ زمیندار کہلائے ۔ بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ اس ہاؤس کے اندر جو صاحب بھی بولتا ہے ۔ ایک مربعے کے مالک کو بھی زمیندار کہتا ہے اور جاگیردار کہتا ہے ۔ ہم جاگیردار اس کو کہتے ہیں

جن کو انگریز نے جاگیریں دی ہوں - جن کو روپے دیے ہوں جن کا لگان معاف کیا گیا ہو اور جن لوگوں کو ہم پر ایسے مسلط کیا گیا ہو کہ ہم ان کے غلام بن کر رہ گئے ہوں -

مسٹر سپیکر : رائے صاحب مجھے یہ بتائیں کہ جو پوائنٹ آف آرڈر آپ نے اٹھایا ہے یہ کسی قاعدے اور رولز کی خلاف ورزی ہو رہی ہے ؟ میں عرض کروں کہ جوابی تقریر کے لیے پوائنٹ آف آرڈر کا سہارا نہیں لیتے - آپ کے پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہاں پر کوئی خلاف قانون اور خلاف قاعدہ بات ہو رہی ہے اس کی نشاندھی کے لیے آپ ایک فاضل ممبر کو interrupt کر سکتے ہیں اس کو روک سکتے ہیں ، لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اگر آپ کوئی جوابی تقریر کرنا چاہتے ہیں یا ان کے کسی دلائل یا استدلال سے متفق نہیں ہیں تو آپ پوائنٹ آف آرڈر raise کر دیں -

رائے سخاوت علی خان : جناب والا ! اس میں گزارش یہ تھی کہ وہ اس پر زور دے رہے تھے -

مسٹر سپیکر : ان کی تجویز آپ کے خیال کے مطابق بالکل غلط بھی ہو سکتی ہے سو فیصد آپ کی سوچ سے مختلف بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے - پوائنٹ آف آرڈر ہمیشہ اس چیز کی نشاندھی کرتا ہے کہ فلاں قاعدہ یا فلاں قانون کی خلاف ورزی ہو رہی ہے - یہ خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے - میاں منظور احمد موہل -

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جاگیردار کی سوچ کیا ہوتی ہے ؟ جاگیردار کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ جب الیکشن کا زمانہ ہو تو اس کے علاقے میں جب بھی کوئی امیدوار کھڑا ہو تو وہ سب سے پہلے اس کے پاس جا کر حاضری دے اور اس سے کہے کہ جناب والا ! میں امیدوار ہوں اور آپ مجھے اس علاقے کے ووٹ دلا دیجیے تو جناب والا ! یہ ہے جاگیردار کی سوچ وہ چاہتا ہے کہ اس علاقے میں میرے بغیر کوئی شخص ووٹ کا استعمال نہ کرے اور جناب والا ! یہ اس کی

سوچی سمجھی باتیں ہیں وہ زمانہ تو گزر گیا لیکن ابھی تک سوچ موجود ہے اور وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ اس کے گاؤں کے یا اس کے علاقے کے جو ووٹرز ہیں وہ اس کے پاس آئیں اور اس سے اجازت لیں کہ جناب والا ! بتائیے کہ ہم کس امیدوار کی مدد کریں اور اس کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ امیدوار اس کے در دولت پر آ کر حاضر ہو اور اس کو آ کر کہے کہ جناب میرے ساتھ چلیے میری راہبری کیجیے مجھے جا کر اس علاقے کے ووٹ دلائیے تو جناب والا ! پاکستان پیپلز پارٹی نے چونکہ اس کی سوچ کو ختم کیا ہے اس لیے یہ لوگ ہمارے خلاف ہیں ۔

(~~[illegible]~~)

جناب والا ! میں رشوت کی بات کر رہا تھا انتظامیہ کے بارے میں میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ انتظامیہ ہمارا حصہ ہے ہم کس منہ سے اس کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں ۔ ہم میں بھی نقائص موجود ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ قانون کے ذریعے صرف کوشش کی جا سکتی ہے لہذا ہم نے وہ کوشش کی ۔ جناب والا ! حزب اختلاف کے ایک فاضل رکن نے کہا ہے کہ جناب قانون اس قسم کا ہو جسٹریٹ بھی ہو پیسے بھی وصول ہو جائیں اور [illegible] بھی موجود ہوں اور اس جرم میں اگر کوئی بات ہو تو پھر مجرم قرار دیا جا سکتا ہے ورنہ مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن جناب والا ! بات یہ ہے کہ ہم یک طرفہ قانون تو بنا دیتے ہیں جس میں [illegible] جسٹس نہیں ہوتا تو اس کے متعلق پھر کہا جاتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی اس ملک میں ظالمانہ نظام لا رہی ہے لیکن جب ہم ان کو موقع دیتے ہیں تو پھر کہا جاتا ہے کہ جناب والا ! یہ ٹھیک نہیں ہے اس طرح سے یہ رشوت ختم نہیں ہوتی تو میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انتظامیہ کے یہ جو لوگ ہیں یہ ہم میں سے ہیں یہ کہیں آسمان سے تو نہیں آئے ہیں ۔ یہ ہمارا حصہ ہیں اور میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اس کا مورد الزام ٹھہراؤں گا کیونکہ اس معاشرے کے جتنے بھی طبقات ہیں ۔ ان تمام میں رشوت موجود ہے جس کا یہ بین ثبوت ہے کہ ہماری انتظامیہ بھی [illegible] ہے ۔ آپ

اگر یہ ثابت کرتے ہیں اگر آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحافت میں بد دیانتی نہیں ہے۔ جناب تجارت میں کوئی بد دیانتی نہیں ہے۔ وکالت میں بد دیانتی نہیں ہے/تو پھر یہ بد دیانتی کریں تو ہم ان کو الٹا لٹکا سکتے ہیں۔ لیکن جناب والا! کریں تو کیا کریں کس کی طرف دیکھیں اور کس کو درست کیا جائے؟ اور پھر میں/جناب والا! اس طرف بھی آتا ہوں کہ ہماری حکومت کی نیت کیا تھی۔ حکومت نے صاف نیت کے ساتھ ان حالات کو درست کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کو اپاہج/بنانے کے بھی ہم مورد الزام ہیں ہم لوگ ان کو صحیح کام کرنے نہیں دیتے۔ مثلاً اگر کسی جگہ پر ایسی کارروائی ہوتی ہے تو ہمارے ہی بھائی ہم لوگ ہی آ کر ان پر/ دباؤ ڈالتے ہیں کہ نہیں جناب اس کو بحال کریں اس کو معاف کر دو اس کو ایسا کر دو تو بات جناب والا! تب بنتی ہے اگر معاشرے کا سسٹم ٹھیک ہو/تو سسٹم ٹھیک کرنے کے لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت روز اول ہی سے کوشش کر رہی ہے پوری دیانتداری سے کوشش کر رہی ہے لیکن جو معروضی حالات ہیں وہ/آپ سب کے سامنے ہیں// ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ کہ ہم ان حالات میں کس طرح سے ان برائیوں پر قابو پا سکتے ہیں۔ یہاں ماؤزے تنگ کی بھی بات کی گئی۔

جناب والا! ماؤزے تنگ کے بارے میں ہم مانتے ہیں کہ انھوں نے کوشش کی اور ان کی قوم نے ان کا پورا ساتھ دیا لیکن جناب والا! وہاں ان کا کوئی نظام جو کہ اسلام جیسا نظام حیات رکھتا ہو ایسا کوئی ضابطہ نہ تھا۔ جناب والا! ہمارے سامنے ایک سسٹم ہے اسلام ہمارا مذہب ہے ہمارا سب سے پہلا موٹو یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت ہماری حیات ہو ان دونوں باتوں کو ساتھ لے کر چلتے ہوئے ہم ماؤزے تنگ کا کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ماؤزے تنگ نے جناب والا! ان سے قطعاً یہ نہیں کہا کہ اسلام ہمارا دین ہے ان کے سامنے جمہوریت کی قطعاً کوئی بات نہ تھی انھوں نے جو محسوس کیا اس کے مطابق فوراً عمل کیا اور اس طرح سے معاشرے سے تمام برائیوں کو ختم کیا لیکن جناب والا!

یہاں اس ماحول میں رہتے ہوئے ان تمام موٹوز کے اندر رہتے ہوئے ہم نے کبھی ایک قدم آگے چلنا ہوتا ہے اور دو قدم پیچھے چلنا ہوتا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ اس ملک میں ایسا نظام آئے گا قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو قدرت نے اگر مہلت دی تو وہ اس ملک میں ایک ایسا نظام لانے میں کامیاب ہو جائیں گے جس میں رشوت کا نام و نشان نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ آپ کو معلوم ہے اور میرے خیال میں سب سے زیادہ بہتر طور پر آپ جانتے ہیں کہ اسی آئین میں قوانین کو اسلام کے ڈھانچے میں ڈھالنے کے لیے سات سال کا عرصہ رکھا گیا تھا کیونکہ یہاں پر یہ بھی بات کی گئی ہے کہ قانون جدی نافذ کر دیا جائے۔ جناب والا! ہم کب اس آئین سے باہر جا رہے ہیں؟ ہم نے اس سات سالوں کے اندر کوشش کرنی ہے جب ہمارے قائد نے محسوس کیا کہ عوام چاہتے ہیں کہ قانون جدی جلد سے جلد نافذ ہو تو انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل فریم کر دی۔ اس میں تمام حضرات جن کو میں قابل احترام کہونگا اور جو اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مذہبی رہنما سمجھتے ہیں ان کو بھی اس میں شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ چھ ماہ کے اندر ایک رپورٹ پیش کریں اگر آپ اکثریت رائے سے اس کو پاس کر دیتے ہیں تو ہم اس کو قومی اسمبلی سے پاس کرا دیں گے تو جناب والا! ہماری نیت سامنے ہے ہم قطعاً اس میں کسی قسم کا کوئی روڑا اٹکانا نہیں چاہتے ہیں کیونکہ قائد عوام کی سوانح عمری دیکھیے جو اس وقت اس ملک کے سربراہ ہیں ان کو کس قدر لگاؤ ہے ان کو کس قدر اسلام کے ساتھ عشق ہے اور وہ اس دین جدی کے ساتھ کس قدر محبت رکھتے ہیں تو جناب والا! یہاں پر ایک یہ بھی اعتراض ہوا ہے کہ آپ نے سب انسپکٹر پولیس کا گریڈ کم رکھا ہے لیکن پروسیکیوٹنگ بینک سب انسپکٹر یعنی پی۔ ایس۔ آئی وغیرہ کا آپ نے زیادہ رکھا ہے تو جناب والا! آپ کی وساطت سے فاضل دوست کی خدمت میں عرض کرونگا کہ جناب۔ آپ qualification دیکھیے سب۔ انسپکٹر کی qualification

ہے simple بی - اے - میرے خیال میں اگر ایف - اے نہیں تو بی - اے ہے اس میں ایل - ایل - بی وغیرہ قطعاً نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک آدمی ایم - اے - ایل - ایل - بی ہو جاتا ہے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ آیا اس کی qualification بی - اے ہے لیکن ادھر ایل - ایل - بی ہونا ضروری ہے اس لیے ان دونوں کے گریڈ میں تفاوت ہے تو جناب والا ! میں ان معروضات کے ساتھ اس تحریک کی پرزور مخالفت کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : مسٹر برکت علی غیور -

فاضل دوست

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! چودھری صاحب نے یہ جو علامتی کٹ موشن پیش کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے رشوت کے حوالے سے جو بات کی ہے اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ معاملہ ایسا ہے جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھائے چلا جا رہا ہے اور میں جناب والا ! کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس مسئلے پر اظہار خیال کے لیے اس ایوان کے معزز اراکین کو رائے دینے کا موقع دیا ہے -

جناب والا ! حزب اختلاف کی طرف سے یہ تنقید کی گئی ہے کہ رشوت بڑھ رہی ہے یہ دیانتی بڑھ رہی ہے افسران یہ کر رہے ہیں ، وہ کر رہے ہیں انہیں اتنی زیادہ سہولتیں دی گئی ہیں لیکن نظم و نسق خراب سے خراب تر ہوتا چلا جا رہا ہے - جناب والا ! اس قسم کے اعتراضات اپوزیشن کے دوسرے فاضل دوستوں نے کیے ہیں اور انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کی ذمہ داری حکومت پر ڈالی جائے اس سلسلہ میں حضور والا ! میں جناب کی توجہ اس طرف دلاؤنگا کہ رشوت کو ختم کرنے کے لیے جہاں تک حکومت کی نیک نیتی کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں میں فاضل رکن کی توجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی اس پریس کانفرنس کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو انہوں نے 17 اپریل کو گورنر ہاؤس لاہور میں کی اور جس میں انہوں نے یہ اعلان کیا کہ وہ ایک کمیشن مقرر کرنا چاہتے ہیں جو اس کرپشن کے خاتمہ کے بارے میں تجاویز مرتب کرے گا

اور دو ماہ کے اندر وہ اپنی رپورٹ دے گا جس کا مقصد یہ ہوگا کہ اس ملک سے رشوت کیسے ختم کی جائے یہ ایک جاندار تجویز تھی ایک اہم اعلان تھا لیکن اپوزیشن کی طرف سے اس اعلان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا کہ یہ اس معاملے میں حکومت کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کریں گے۔ جناب والا ! قومی اتحاد والے باہر تو شور ڈالتے ہیں کہ رشوت بد دیانتی ہے، یہ ہے وہ ہے لیکن جب اس معاملے میں جناب وزیر اعظم کی طرف سے بڑی مفید تجویز پیش کی گئی تھی کہ اس کے متعلق ایک کمیشن بنایا جائے جو دو ماہ کے اندر اس کے متعلق رپورٹ پیش کرے اور اس کی روشنی میں اس ملک کے اندر سے رشوت ختم کی جائے۔ لیکن اس معاملہ میں co-operation کے لیے نہ قومی اتحاد والوں نے کوئی مثبت جواب دیا اور نہ ہی ہمارے فاضل دوست نے جو آزاد ممبر کی حیثیت سے اس ایوان میں حزب اختلاف کے بنچز پر بیٹھے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اگر قومی اتحاد والے اس طرف نہیں آتے تو نہ آئیں تو ہم اس تجویز کو welcome کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک سے رشوت ستانی ختم ہونی چاہیے۔

جناب والا ! جہاں تک نیک نیتی کا تعلق ہے۔ تو وزیر اعظم کے اعلان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس لعنت کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ اس لعنت کو ختم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ جناب والا ! رشوت اسی گلے سڑے نظام کا حصہ ہے جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ لعنت ہمیں ورثہ میں ملی ہے۔ یہ آج کی نہیں بڑی پرانی چلی آ رہی ہے جناب والا ! اگر ہم غور کریں کہ یہ رشوت کیوں ہے تو اس کی موٹی موٹی چند وجوہ ہیں ہمارے بعض سرکاری ملازمین یہ کہتے ہیں کہ ہماری تنخواہ کم ہے۔ ہم اس میں گزارا نہیں کر سکتے۔ جناب والا ! موجودہ دور میں بڑھتے ہوئے اخراجات کے مقابلہ میں تنخواہ کی رقم بالکل قلیل ہونے کا مجھے بھی بڑی شدت سے احساس ہے لیکن ایک بات پر ضرور حیران ہوا کرتا ہوں۔ مجھے اسلام آباد کے سیکرٹریٹ میں جانے کا کئی دفعہ اتفاق ہوا ہے۔ وہاں پر سوائے ایک دو محکموں کے باقی محکموں میں

رشوت نہیں ہے ۔ لیکن اس کے باوجود ان سرکاری ملازمین کو جو تنخواہ ملتی ہے اس میں وہ گزارا کر رہے ہیں تنگ دستی کے ساتھ ہی سہی تاہم اپنی تنخواہ میں وہ لوگ گزارا کر رہے ہیں ۔ بہرحال سرکاری ملازمین کی یہ دلیل ہم تسلیم کرتے ہیں کہ تنخواہ کم ہے ۔ انہوں نے بھی بچوں کی تعلیم دلوانی ہے جس سے گزارا نہیں ہوتا ایک سبب تو ضرورت کے مقابلہ میں کم تنخواہ یا تھوڑی آمدنی ہوا ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ رشوت اس لیے لیتے ہیں کہ اگر ہم مر گئے ہمارا بنک بیلنس نہ ہوا ۔ ہمارا کوئی اثاثہ نہ ہوا تو ہمارے بیوی بچے ذلیل و خوار ہوتے پھریں گے اور ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوگا جیسا کہ اس معاشرے میں یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ہوتا ہے ۔ تیسری وجہ جو میں سمجھتا ہوں ۔ یہ ہے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ میں اس کی عزت ہو ۔ لوگ اس کی قدر کریں ۔ جب وہ باہر نکلے تو اس کو بھی سلام کرنے والے ہوں ۔ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے لوگ ہوں تو اس مقصد کے لیے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ جائیداد بنائی جائے ۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں عزت کا معیار یہ بن گیا ہے کہ جائیداد کس کے پاس کتنی زیادہ ہے ۔ بنگلہ کس کا کتنا وسیع ہے ۔ بنک بیلنس کس کا کتنا بھاری ہے ۔ کار کس کی کتنے گز لمبی اور کس ماڈل کی ہے ۔ حضور والا ! یہ تین چار اس کے اسباب ہیں میں سمجھتا ہوں اگر ہم نے رشوت کا خاتمہ کرنا ہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے جیسا کہ محترم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب وزیر خزانہ نے کل اپنی رات کی تقریر میں کہا تھا کہ یہاں پر قرآن مجید کا نظام رائج کیا جائے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! وہ نظام کیا ہے ۔ وہ نظام یہ ہے کہ قرآن مجید یہ کرانٹی دیتا ہے کہ

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ۔

یعنی روئے زمین کے اوپر کوئی بھی جان دار چیز ایسی نہیں جس کے رزق کا ذمہ خدا کے اوپر نہ ہو ۔ / /

نحن نرزقکم و ایا ھم ۔

ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی رزق دیتے ہیں ۔

جناب والا ! رزق کا مطلب روٹی ہی نہیں بلکہ اس میں تمام بنیادی ضروریات زندگی شامل ہیں ۔ تو رزق کی ذمہ داری خود خداوند تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہوئی ہے ۔ میں حضور والا ! کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ قرآن مجید کو اگر آپ دیکھیں اس میں کئی ذمہ داریاں خدا نے اپنے اوپر لی ہوئی ہیں ۔ مثلاً خدا کا کہنا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب آ کر رہیں گے ۔ یہ ایک اور ذمہ داری خدا نے اپنے اوپر لی ہوئی ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل کو ضرور شکست دوں گا ۔ جناب والا ! آپ دیکھیں جتنی ذمہ داریاں بھی خداوند تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہیں تمام کی تمام پوری ہوئی ہیں ۔ جماعت مومنین کے ہاتھوں سے ۔ محمد رسول واللہ الذین معہ کے ہاتھوں سے لہذا جو حکومت خدا اور اس کے نام پر وجود میں آتی ہے وہ خدائی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے ۔ رزق کی ذمہ داری خدا کے ذمہ ہے ۔ لہذا اسلامی مملکت لوگوں کی ضروریات زندگی پورا کرتی ہے ۔ اور اس کا جو سربراہ ہو وہ یہ اعلان کرتا ہے ۔ ''اگر دریائے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مرگیا تو میں قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں جواب دہ ہوں گا'' ۔

جناب والا ! حضرت عمر خلیفہ دوئم جب خلیفہ بنے تو انہوں نے کہا لوگو ! میں تمہارا خلیفہ اس لیے بنایا گیا ہوں کہ میں تمہاری دعائیں خدا کے حضور نہ جانے دوں اس لیے کہ میں یہ سمجھتا ہوں جب تم خدا کے پاس دعا کرو گے کہ اے خدا مجھے یہ دے ۔ اے خدا مجھے وہ دے تو میں یہ سمجھوں گا یہ چیز میں دے نہیں سکا یہ میرے خلاف ایک شکایت ہوگی ۔ خدا کے پاس ۔ لہذا میں لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرونگا کہ بارگاہ خداوندی میں میرے خلاف کوئی شکایت نہ ہو ۔ جناب والا ! جہاں تک رزق کا تعلق ہے اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا رزق فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہیے لیکن حکومت یہ چیز اس معاشرہ میں کس طرح فراہم کر سکتی ہے ۔ جہاں ایک

طرف غربت اور پسماندگی کا لق و دق صحرا ہو اور دوسری طرف امارت اور دولت کے انبار اور نخلستان لگے ہوئے ہوں ۔ جہاں پر کراچی کا ایک سیٹھ اپنے کیبن میں بیٹھ کر مارکیٹ میں ٹیلیفون کرتا ہے کہ اتنے جہازوں کا مال مجھے دے دو دوسرے دن اس چیز کے ریٹ کہیں سے کہیں جا پہنچتے ہیں ۔ یہ وسائل کے اوپر قبضہ کی بات ہے ۔ جس کے ذریعے بلا محنت لوگ راتوں رات کروڑ پتی بن جاتے ہیں ۔ اگر وسائل افراد کے ہاتھوں میں ہوں تو پیداواری وسائل کے ذریعے وسیع پیمانہ پر لوگوں کی محنت کا استحصال ہوتا ہے ۔ دولت کے خزانے اگر قارون کی طرح چند ہاتھوں میں ہوں یا شداد کی طرح چند لوگوں نے لکیریں کھینچ کر بڑے بڑے بہشت ۔ بڑے بڑے قطعات اراضی اپنے قبضہ میں کو رکھے ہوں تو ظاہر ہے کہ معاشی ناہمواریاں ناگزیر ہیں ۔ رزق تو اتنا ہی ہے جتنا پیدا ہوتا ہے لیکن اس کی تقسیم اور پیداوار کے نظام پر چند لوگوں کی اجارہ داری قائم ہو جائے تو خدا کی زمین خدا کے بندوں پر تنگ ہو جاتی ہے ۔

حضور والا ! یہ ہے وہ نظام جس کی جڑیں پیپلز پارٹی کاٹنا چاہتی ہے پیپلز پارٹی نے اپنے انقلابی منشور کے ذریعے بنیادی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے کر اجارہ داری استحصال اور سرمایہ داری پر کاری ضرب لگائی ہے ۔ جن چند لوگوں نے بڑے بڑے قطعات اراضی سنبھال رکھے تھے ان کو محدود کیا ۔ جو بڑے بڑے سمگلر تھے ۔ سیٹھ تھے ۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتے تھے ۔ وسیع و عریض دولت کے مالک تھے ان کی کمر پر ضرب لگی ہے ۔ پیپلز پارٹی اس منزل کی طرف بڑھ رہی ہے جہاں

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

یعنی عزت کا معیار دولت کی بجائے انسان کی حسن کارکردگی پر ہوگا ۔ یہ اس قسم کی باتیں کہ یہاں رشوت چل رہی ہے اس کا خاتمہ کرنا چاہئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک سرمایہ داری نظام کی جڑیں نہ کاٹی جائیں رشوت کسی نہ کسی شکل میں بہرحال رہے گی ۔ تاہم میرا یہ ایمان ہے کہ

تدبر کی فسون کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہو

جناب والا ! یہ رشوت سرمایہ داری نظام کا ایک لازمی خاصا ہے اور پیپلز پارٹی اس نظام کو ختم کرنا چاہتی ہے - اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں لگی ہوئی ہے جس میں نہ کوئی حاکم ہو نہ محکوم ہو نہ کوئی ضرورت مند نہ کوئی بے کس اور بے بس نہ کوئی بے نوا ہو - نہ کوئی بھوکا اور نہ کوئی پیاسا - ~~بقول علامہ اقبال~~

کس دریں جا سائل و محروم نیست
عبد و مولا حاکم و محکوم نیست

تو جناب والا ! اگر کرپشن ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے قرآنی معاشرہ کی تشکیل کے لیے بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے - جناب والا ! حزب اختلاف کے ایک فاضل رکن نے یہ کہا ہے کہ انتظامی اخراجات بڑھ رہے ہیں - بہتر یہ تھا کہ وہ کوئی ایسی متبادل تجویز پیش کرتے جن کے ذریعے اخراجات میں کمی آ سکتی - میں سمجھتا ہوں کہ سرکاری محکموں کے اخراجات اس لیے بڑھ رہے ہیں کہ ان میں کوآرڈینیشن ~~coordination~~ کوئی نہیں ہے - ہر محکمہ ایک ہی قسم کے کام پر خرچ کر رہا ہے - ضرورت اس چیز کی ہے کہ ایڈمنسٹریشن کے نظام میں اس قسم کی تبدیلی ہو کہ کسی آدمی کو لاہور کے سیکرٹریٹ میں وزرا کرام کے پاس آنے کی ضرورت ہی نہ پڑے اور اگر کوئی آئے وزرا صاحبان متعلقہ ڈپٹی کمشنر یا متعلقہ اسسٹنٹ کمشنر کو کہیں کہ تم کس مرض کی دوا ہو - یہ لوگ فریاد لے کر ہمارے پاس کیوں آئے ہیں - اس طریقے کی ایڈمنسٹریشن اگر آپ نے کرنی ہے ظاہر ہے جب تک ہم نظام سرمایہ داری کی جڑوں کو مکمل طور پر نہیں کاٹیں گے اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا لیکن ہاں اس پر کنٹرول کرنے کے لیے کچھ تجاویز ہو سکتی ہیں - مثلاً سب ڈویژنل لیول پر کچھ اس قسم کا انتظام کیا جائے کہ ہر محکمہ

اپنی اپنی الگ الگ جیپیں دوڑانے کی بجائے تھانے کی سطح پر اکٹھا کام کیا جائے۔ یہ مجسٹریٹ جو دورے کرتے ہیں یہ جناب بھی شعبہ وکالت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھے یہ نہیں پتا کہ جناب کو لوئر کورٹ میں پریکٹس کرنے کا اتفاق ہوا ہے یا نہیں بہرحال یہ تمام دیہاتی دورے جو ہیں یہ بالعموم فرضی اور کاغذی ہوتے ہیں۔ یہ بہتر رہے گا کہ تھانے کی سطح پر مجسٹریٹ اور دوسرے محکموں کے حکام ایک ہی وقت میں دورہ کریں اور لوگوں کے مسائل موقعہ پر حل کریں۔ اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ مجسٹریٹوں کی تنخواہ بھی بڑھانے کی ضرورت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرونگا کہ تھانے کی سطح پر ان کے ٹور رکھے جائیں اور وہاں پر تمام محکمے موجود ہوں۔ وہاں پر پانی، بجلی، مال، کھاد بیج، پولیس، تعلیم، یا دوسرے اس قسم کے دیہاتی زندگی کے مسائل سے متعلق محکموں کے افسران ہوں جو وہاں موقع پر لوگوں کے مسائل حل کریں۔ جس کے خلاف شکایت ہو اس کی اچھی طرح سرزنش کریں اور ان کے درمیان پوری coordination ہو تو اخراجات کم ہو سکتے ہیں۔ تاہم جناب والا! بجٹ میں یہ جو اخراجات رکھے گئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اخراجات کوئی اتنے زیادہ نہیں ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایڈمنسٹریشن صاف ستھری چلے تو ان کی جو جائز ضروریات ہیں وہ بھی پوری ہونی چاہییں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کو فرانس جیسے دفاتر دے دیے جائیں یا امریکہ جیسے دفاتر دے دیے جائیں لیکن ان کی جو جائز ضروریات ہیں وہ ضرور پوری ہونی چاہییں ان کی عزت نفس محفوظ ہو اور ان کو یہ دلی اطمینان ہو کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے بال بچوں کو ضروریات زندگی کے معاملے میں ذلیل و خوار نہیں ہونا پڑے گا۔ اس طریقہ سے اخراجات بڑھائے بغیر کارکردگی میں بہت اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر سپیکر : مسٹر باسط جہانگیر۔

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا! حزب اختلاف کے فاضل رکن جناب ظفر اللہ خان بھروانہ نے جو تحریک تخفیف اس معزز ایوان میں پیش

کی ہے ۔ اس سلسلے میں میرے فاضل دوست سردار صغیر احمد صاحب اور برکت علی نیلوی صاحب نے جس فاضلانہ طریقے سے اصل بیماری پر روشنی ڈالی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں ۔ ۔ ۔

محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : پوائنٹ آف پریولیج ۔ جناب والا ! حال ہی میں ہمیں یہ چھبیس اور ستائیس تاریخ کا ایجنڈا ملا ہے ۔ تو ہم نے کئی بار عرض کیا ہے کہ رولز کے مطابق ہر جمعرات کو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہوتا ہے ۔ ہمارے دو دن ضائع گئے ہیں کیونکہ وہ بجٹ کے دنوں میں آئے تھے ۔ رولز کے مطابق اور روایت بھی یہی ہے ۔ قانون بھی یہی ہے کہ بجٹ ختم ہونے کے بعد دو دن دیے جاتے ہیں لیکن ہم دو دن کی بجائے ایک دن چاہتے ہیں جو کہ ہمیں ضرور ملنا چاہیے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم ممبران کا استحقاق مجروح کیا جا رہا ہے ۔ کم از کم ہاؤس سے رائے لے لی جائے اور ایک دن ہمیں ضرور دیا جائے ۔ جناب والا ! آخر اس میں ہمارے کچھ مطالبات ہوتے ہیں ۔ کچھ قراردادیں ہوتی ہیں اور باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم نے اجلاس میں کرنی ہوتی ہیں ۔ یہ ہمارے ساتھ انتہائی زیادتی ہے ۔ یہ بھی جناب کے علم میں ہے کہ ہم نے ہر طریقے سے اس اسمبلی میں تعاون کیا ہے کیونکہ اسمبلی کا یہ آخری اجلاس ہے اور ایسی فضا نہ بنے ۔ لیکن ہمارے ساتھ یہ زیادتی ہے کہ ہمارے دو دن ضائع کیے جا رہے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کرونگا کہ کم از کم ایک دن ہمیں دیں اور اس کا ابھی اعلان فرمائیں تا کہ ہمیں یقین ہو جائے ۔ جناب والا ! اگر ہمارا یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو پھر ہمارے بس کی جو بات ہے وہ ہم بھی کرتے رہیں گے ۔

Mr. Speaker : Yes please. Would you like to make a statemnet ?

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں اس سلسلے میں لیڈر آف دی ہاؤس سے بات کر کے کچھ کہہ سکونگا ۔ ویسے جنرل بجٹ پر بحث کے دوران کونسی ایسی بات ہے جو کسی فاضل رکن نے نہیں کی ؟ کسی کو منع نہیں

کیا گیا اور اب بھی کل اور آج جو کٹ موشنز ہیں ہم نے irrelevant بولنے کی اجازت دی ہے اور فاضل رکن جو بھی بولنا چاہیں ہم یہاں پر کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے۔

میجر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! میں دوبارہ صرف اتنا عرض کرونگا کہ انکم ٹیکس کا جو مسئلہ ہے اس کے متعلق سندھ اسمبلی نے ایک قرارداد پاس کی ہے کہ نیشنل گورنمنٹ کو لکھا جائے کہ وہ اس پر دوبارہ غور کرے اور اس کو بند کیا جائے۔ جناب والا ! اگر ہمیں وہ دن نہ دیا جائے تو اسمبلی سے ہماری یہ قرارداد بھی پاس نہیں ہو سکتی۔ تو میں جناب کے توسط سے عرض کرونگا کہ اگر کوئی اور صورت نہیں ہوسکتی اور 27 جون کو ہر حالت میں اسمبلی کا اجلاس ختم کرنا ہے تو پھر دو اجلاس کر لیے جائیں۔ کیونکہ یہ تمام ممبران کا مسئلہ ہے اور ہم نے جملہ ممبران سے اس کے متعلق مشورہ کیا ہے۔ سب لوگ چاہتے ہیں۔ بے شک آپ ممبران کی رائے معلوم کر لیں۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! کون کہتا ہے کہ اجلاس 27 تاریخ کو ختم ہو رہا ہے ؟ میرے علم میں اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

سردار صغیر احمد : جناب والا ! میں ایک قانونی نکتے پر عرض کرنی چاہتا ہوں۔ مجھے اس بات سے تو اختلاف نہیں کہ پرائیویٹ ممبرز ڈے نہ دیے جائیں لیکن اگر گورنر صاحب، کل پرسوں یا جس وقت بھی چاہیں اسمبلی prorogue کر دیں تو کیا ہم ان کے اختیارات پر قدغن لگا سکتے ہیں ؟

مسٹر سپیکر : میرے خیال میں نہیں لگا سکتے۔

سردار صغیر احمد : جناب والا ! پھر یہ پریولیج تو نہیں بنتا۔

مسٹر سپیکر : یہ صحیح ہے کہ پریولیج تو نہیں بنتا اور میں نے اس کی باقاعدہ رولنگ نہیں دی کیونکہ یہ پریولیج کا کوئی سوال نہیں تھا اور جہاں تک اسمبلی کے prorogue کرنے کا تعلق ہے وہ گورنر صاحب کسی وقت prorogue کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ان جذبات کا ایک اظہار تھا جو

انہوں نے فرمایا اور اس کے متعلق فاضل وزیر خزانہ نے یہ کہا کہ وہ اس کے متعلق لیڈر آف دی ہاؤس سے consult کرنے کے بعد سٹیٹمنٹ دیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ان کا جواب بالکل صحیح اور درست ہے۔ کیونکہ جہاں تک prorogue کرنے کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ لیڈر آف دی ہاؤس جیسے advice کریں گے ویسے اس پر عمل ہوگا۔ تو مناسب یہی ہے کہ وہ ان سے بات کر لیں اور ہاؤس کے جذبات بھی ان تک پہنچا دیں گے۔

مسٹر سپیکر : مسٹر باسط جہانگیر۔

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا تھا۔

مسٹر سپیکر : لیکن ایک بات میں عرض کر دوں کہ یہ جو تجویز آپ نے فرمائی ہے کہ دو سیشن ہم ایک دن میں کر لیں یعنی صبح ہم فنانس بل پاس کریں اور شام کو ہم پرائیویٹ ممبرز ڈے۔ تو یہ نہیں ہو سکے گا۔ وہ پرائیویٹ ممبرز کی ایک سٹنگ ہو سکے گی لیکن رولز کے مطابق پرائیویٹ ممبرز ڈے چاہیئے۔

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! صرف دو تین قراردادیں ہیں اور کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے۔

مسٹر سپیکر : آپ کا خیال ہے کہ کم از کم ایک دن دیا جائے۔

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! کم از کم ایک دن دے دیا جائے۔

Mr. Speaker : Yes please.

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ جیسے میرے فاضل ساتھی سردار صغیر احمد اور برکت علی غیور صاحب نے فرمایا کہ یہ اصل مسئلہ amount کا نہیں ہے۔ یہ اصل مسئلہ ٹیکسوں کے بڑھانے اور ٹیکسوں کو کم کرنے کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ وہ ہے جو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 1970ء میں قوم کو دیا۔ جناب والا!

ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں ملک میں بدامنی ہے ۔ ملک میں امن نہیں ہے ۔ ملک میں لاء اینڈ آرڈر کی situation خراب ہے اور جناب والا ! دوسری طرف جب حکومت ان افسران کے خلاف کوئی کارروائی کرتی ہے اور ان کے خلاف کوئی ایکشن لینا چاہتی ہے تو یہ کہتے کہ This is unconstitutional جناب constitutional ہونے کا کام تو اس ملک میں جب حکومت چاہتی ہے کرتی ہے اور کر رہی ہے ۔ جس کو چاہتی نکال رہی ہے ۔ لیکن ایک طرف تو ان کے اپنے قول و فعل میں تضاد ہے اور اسی تضاد کے خلاف پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی گئی کہ یہ ملک کے جو سیاستدان ہیں یہ اصولوں میں تضاد رکھتے ہیں ان کو ختم کیا جائے اور قوم کو ایسا راستہ دکھایا جائے جس پر قوم چل کر ترقی کی کسی منزل پر پہنچ جائے ۔ جناب والا ! ایک طرف تو یہ جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف نظام مصطفیٰ کے نام پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نام پڑھ کر لوگوں کے گھروں کو آگ لگائی ۔ تو جناب والا ! پچھلے تین چار ماہ میں کیا افسران کی رشوت کی وجہ سے لاء اینڈ آرڈر کی situation خراب ہوئی ہے ؟ کس نے لاء اینڈ آرڈر کی situation کو خراب کیا ہے ؟ جناب والا ! ایک مثال عام ہے کہ عقلمند وہ کام پہلے کر لیتا ہے لیکن بےوقوف وہی کام کرتا ہے لیکن اس وقت کرتا ہے جب اسے ٹھوکر لگ جائے ۔ تو جناب والا ! یہ تو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے دوسرے دن انتخابات کے بعد کہہ دیا تھا کہ آؤ میرے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کرو ۔ تو جناب والا ! اتنے ملک میں تشدد کے بعد ، ملک میں اتنے خون خرابے کے بعد وہی بات ہوئی جو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے تشدد اور ہنگاموں سے پہلے کہی تھی ۔ تو جناب والا ! یہ پس منظر ایک تاریخی پس منظر ہے کہ کوئی شخص سیاست میں کسی اصول کی وجہ سے شامل ہوا جو اس ملک کے غریب عوام کی down trodden classes کو uplift کرنا چاہتا تھا ۔ وہ پارٹی جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ غریبوں کی بات کی جائے ۔ غریبوں کے مسائل حل

کئے جائیں / غریبوں کو اوپر لایا جائے - جب وہ غریبوں کی بات کرتی ہے تو اس پر یہ الزام لگتا ہے کہ یہ نظام مصطفیٰ کے خلاف ہے - یہ قرآن کے خلاف ہے . لیکن آج / مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ وہ بات جو ہم کرتے تھے وہی بات آج مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ صاحب نے کی یعنی انہوں نے بھی ماؤزے تنگ کی بات کی - جناب / والا ! جب یہ باہر جلسوں میں جاتے ہیں تو ہم پر تنقید کرتے ہیں کہ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے بلکہ ماؤزے تنگ کو مانتے ہیں - نعوذ باللہ جناب والا ! ہم پاکستان پیپلز / پارٹی یا اس کے لیڈر یا اس کے کسی ممبر نے کسی دن یہ کہا ہو کہ ہم اسلامی نظام نہیں چاہتے - اگر ہم نہ چاہتے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا - آئین میں / شق رکھی جاتی ہے اور یہ شق حزب اختلاف کے ایما پر رکھی گئی ہے - اس کے بعد ہنگامے ہوئے اور شور ہوئے اسلام کے نام پر یہ تمام شور کرتے ہیں - لیکن بھٹو نے / کہا کہ آؤ میرے ساتھ بیٹھو آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں - انہوں نے کہا کہ پہلے اسلامی قانون کا نفاذ کرو اس کے بعد بات چیت کریں گے - لیکن جب یہ بات / ہو گئی تو اس کے بعد کہنے لگے کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے - اس ملک میں رشوت لاقانونیت کبھی ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم اسلام پر یقین نہیں رکھتے ماؤزے تنگ جیسی مثالیں / آپ کے سامنے ہیں - انہوں نے افیمی لوگوں کو ختم کر دیا میں خود ایک نظریاتی آدمی ہوں مجھے سیاست میں آئے ہوئے سال ہوئے ہیں میں نے خود چار گولیاں کھائی ہیں / ہم خون سے نہیں ڈرتے میرا یہ ایمان ہے جب قوم اصولوں سے ہٹ جاتی ہے یا کسی قوم کے اصول نہ ہوں تو وہ قوم کچھ نہیں کر سکتی - پاکستان کس نظریہ کے تحت / معرض وجود میں آیا تھا یہ بھول جاؤ وگرنہ کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی - اس وقت ہمیں موقع ملا ہے اگر ہم اس موقع ملا ہے اگر ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے / ہیں تو ٹھیک ہے -

جناب والا ! میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے زیادہ کبھی سنہری موقع نہیں آئے گا - اس اصول کے تحت جس اصول کے تحت پارٹی بنائی گئی تھی -

ان پر مکمل عمل کریں ۔ وگرنہ تم نیست و نابود ہو جاؤ گے ۔ پاکستان کی سالمیت اور پاکستان کی بقا اسی چیز میں ہے ۔ اس لیے انہی اصولوں کی بات کرو تم کہتے ہو کہ ہم اسلامی نظام کی بات کرکے ان کو بھگا دیں گے غلط ہے ہماری پارٹی کا پہلا اصول اسلام دین ہے جب پارٹی کا یہ اصول ہو کہ اسلام ہمارا دین ہے تو دین میں تمام چیزیں مضمر ہیں ۔ اس سے کوئی چیز باہر نہیں ہے ۔ دین میں ہر چیز آ جاتی ہے ۔ زندگی کے ہر شعبے کی بات آ جاتی ہے زندگی کے ہر اصول کی بات آ جاتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ نظم و نسق کی جو حالت خراب کی گئی ہے وہ جناب والا کاؤنٹر ریولوشن ہے جناب والا! یہ استحصالی جماعتیں یہ استحصالی طبقے جو غریبوں کا خون چوس رہے ہیں ۔

مسٹر چیئرمین : کٹ موشن تک اپنے آپ کو محدود رکھیں ۔

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا ! یہ حقائق ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ ٹھیک ہے راہی افسران موجود ہیں اور یہ ہمارے ملک کے ماتھے پر بدنما داغ ہیں ۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم ان سے بچے ہوئے نہیں ہیں ۔ لیکن جناب والا ! اس کا پس منظر کیسے بھلایا جا سکتا ہے ؟ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی نظام پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے اور یہ کیسے ہوگا جب ایک غریب آدمی کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا ایک انسپکٹر کی ضروریات زندگی اس کی تنخواہ میں پوری نہیں ہو سکیں تو وہ کیسے ان اصولوں پر عمل کرے گا ؟ ہمارا ان سے یہی اختلاف ہے کہ پہلے لوگوں کو یہ چیزیں مہیا کرو اور غربت دور کرو جن کے تحت یہ پابندیاں لگانا چاہتے ہو یہ کہتے ہیں کہ یہ رقم زیادہ خرچ ہو رہی ہے ہم سب کچھ تسلیم کرتے ہیں ۔ لیکن جیسا کہ میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے رشوت اوپر سے چلتی ہے اور نیچے کی طرف آتی ہے اب میں یہ کہتا ہوں کہ انشا اللہ اب یہ ختم ہو جائے گی ۔ اور ملک کا چہرہ بھی خوبصورت ہو جائے گا جناب والا ! اس طرح ایک ایماندار معاشرہ قائم ہوگا چاہے وہ اسلامی نظام ہو یا اسلامی

سوشلزم کا نظام ہو ۔ میں ان حقائق کی روشنی میں اس کٹ موشن کی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : وزیر خزانہ کیا آپ اس کا جواب دینا پسند فرمائیں گے ؟

وزیر خزانہ : جناب والا ! میرا پہلا جواب اس کے لیے کافی ہے ۔

مسٹر سپیکر : سوال یہ ہے :

کہ 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 25 نظم و نسق عامہ میں بمقدار ایک سو روپیہ تخفیف کر دی جائے ۔

(تحریک نا منظور کی گئی)

سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 18 کروڑ 49 لاکھ 95 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد 25 ۔ نظم و نسق عامہ برداشت کرنا پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

وزیر تعلیم : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو ایک ارب 19 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

> کہ ایک رقم جو ایک ارب 19 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

میر محمد ظفر اللہ پھروالہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

> کہ ایک ارب 19 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم میں تخفیف کرکے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

> کہ ایک ارب 19 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم میں تخفیف کرکے اسے ایک روپیہ کر دیا جائے ۔

وزیر خوراک : میں مخالفت کرتا ہوں ۔

میر محمد ظفر اللہ خان پھروانہ : جناب سپیکر ! در حقیقت اس مسئلہ کو چھیڑا جائے تو بات وہی ہو جاتی ہے جب تک حکومت صحیح قدم نہیں اٹھائے گی یہ چیز دور نہیں ہو سکتی ۔ جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے اس حکومت کے دور میں کئی اصلاحات کی گئی ہیں ۔ زرعی اصلاحات تعلیمی اصلاحات ۔ قانونی اصلاحات ۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان میں کیا کیا نقائص ہیں قدرت کا یہ عجیب عذاب ہے کہ ایک مسئلے کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں لیکن ہوتا نہیں ۔ تعلیمی اصلاحات کو لیجئے تعلیم مفت

کر دی گئی لیکن اس کے باوجود تعلیم کا معیار گر رہا ہے ایک بی ۔ اے ۔ طالب علم کو کہو کہ ایک درخواست لکھ دے لیکن وہ درخواست نہیں لکھ سکتا ۔

مسٹر سپیکر : اس میں تین چیزیں زیر بحث آئیں گی ۔ امتحانات کا نظام ، فرمیائے گئے سکولوں کی تعلیم پر توجہ اور نظم و نسق ۔

میجر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! میں اسی طرف آ رہا ہوں ۔ اس کی وجوہات یہ ہیں کہ ایک تو امتحانات کا طریقہ اتنا غلط ہے کہ موجودہ دور میں ایسی مثالیں ہیں کہ جب طالب علم امتحان دینے بیٹھتے ہیں تو اپنے ساتھ آتشیں اسلحہ لے کر بیٹھتے ہیں اور پرچے باہر سے نقل کر کے منگوائے جاتے ہیں ۔ کسی ممتحن کو یہ جرأت نہیں پڑتی کہ وہ کسی کو روکے کہ کیا کر رہے ہو ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دن بدن فرضی سندیں اور امتحان کے فرضی نتیجے آ رہے ہیں جس سے تعلیم کا معیار گر رہا ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ تعلیم کا مسئلہ خالصتاً حکومت کا مسئلہ ہے ، اس میں کسی دوسرے عنصر کی مداخلت نہیں ۔ اب تک حکومت وقت نے جو طریقے اختیار کیے ہیں ان سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔ انہوں نے نہ صرف تعلیمی معیار گرا دیا ہے بلکہ ہماری نوجوان نسل کے اخلاق اور موریل (Morale) کو بھی تباہ کر دیا ہے ۔ ان کو کوئی احساس نہیں کہ یہ ہمارا استاد ہے ، یہ ہمارا بزرگ ہے ۔ ان کو کوئی تمیز نہیں ۔ خاص کر انہوں نے جو یونین کا سلسلہ شروع کیا ہے اس نے باقی مسئلوں کو بھی ختم کر دیا ہے ۔ آپ کسی کالج میں دیکھ لیں ، کسی سکول میں دیکھ لیں لڑکوں کو یونین بنانے کا شوق ہے ، سیاسی چکر ہیں ، لڑائیاں ہیں ، جھگڑے ہیں اور یہ سب چیزیں موجودہ حکومت کی پیداوار ہیں ۔ 1970ء کے الیکشن میں جب پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی تو اس نے طالب علموں کو ایسا اکسایا ، ایسی تقریریں کیں ، ایسی باتیں کیں جس سے طالب علموں کا جن بوتل سے باہر نکل آیا اور اب واپس داخل نہیں ہو رہا ۔ اس وقت اس ملک میں اور خاص کر پنجاب میں طلباء کا یہ حال ہے کہ استاد تو درکنار

اب والدین بھی ان سے ڈرتے ہیں ۔ اس کے بعد جہاں تک دیہات میں تعلیم کا تعلق ہے ، شہری اور دیہی سکولوں میں اتنا فرق ہے کہ دیہاتی بچے کو پتا ہی نہیں کہ یہ کوئی سکول ہے یا مال مویشی باندھنے کی جگہ ہے ۔ نہ وہاں پر ٹاٹ ہیں ، نہ بجلی ، نہ کرسی اور نہ ہی ڈسپلن ۔ صرف ایک استاد ہے اور اکثر دیہات میں میرے ضلع میں کم از کم 00 سکول ایسے ہیں جن میں صرف ایک استاد ہے ۔ اس کی مرضی ہوتی ہے کہ جب چاہے سکول آ جائے یا جس وقت چاہے چلا جائے ۔ تو ہم دیہاتی لوگ تعلیم کے زیور سے محروم ہیں ۔ اگر کوئی بچہ رو پیٹ کر دسویں جماعت تک پہنچ بھی جاتا ہے اور والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا لڑکا پڑھ گیا ہے وہ گھر کا کام نہیں کرتا کیونکہ دیہات میں تو سب لوگ زراعت پیشہ ہیں ، نہ اس کو نوکری ملتی ہے ۔ تو یہ سلسلہ تعلیم کا ہے ۔ ہمارے ہاں پرائمری کی سطح پر تو کوئی ٹیکنیکل تعلیم کا انتظام ہی نہیں ، اگر ایسا کوئی سسٹم ہے تو یونیورسٹی کی سطح پر ہے اور نیچے ایسا کوئی سلسلہ نہیں حالانکہ ہمارا ضلع زرعی ہے ، خاص کر دیہات میں جو تعلیم دی جا رہی ہے اس میں شروع سے ٹیکنیکل تعلیم دی جانی چاہیے کیونکہ وہ لوگ زراعت پیشہ ہیں ۔ انہیں ایسی تعلیم ملنی چاہیے جو بڑے ہو کر ان کے کام آئے ۔ دیہات میں ترکھان ہیں ، لوہار ہیں اور اسی قسم کے دوسرے چھوٹے پیشہ ور لوگ ہیں جن کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ، ان کے لیے کوئی ٹیکنیکل تعلیم کا انتظام نہیں ۔ ہمارے ہاں بڑے اچھے اچھے ذہن ہیں ۔ آپ دیکھیں کہ چنیوٹ میں لکڑی کا کام ہوتا ہے جو اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ اگر اس سامان کو ملک سے باہر بھیجیں تو کافی زر مبادلہ کما سکتے ہیں ۔ اگر چنیوٹ میں یہ چیز ہو سکتی ہے تو ہر جگہ ایسی تعلیم دینے سے ایسی چیزیں بن سکتی ہے اس کے علاوہ چمڑے کا سامان ہے ، مٹی کے برتن ہیں لیکن ہمارے ملک میں قطعاً ایسی کوئی تعلیم نہیں جس سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچ سکے ۔ ٹیکنیکل تعلیم ہمارے ملک کے حالات کے مطابق ہونی چاہیے ورنہ صرف ملازمت حاصل کرنے کے لیے تعلیم کا کوئی فائدہ نہیں ۔ یا پھر تعلیم بند کر دی جائے

کیونکہ صرف ملازمت کے لیے تعلیم حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں سب والدین یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے بچے کو صرف اس لیے تعلیم دلا رہے ہیں کہ وہ تعلیم حاصل کر کے ملازمت حاصل کرے۔ یہ چھوٹا سا ملک ہے، اس کے ذرائع محدود ہیں اور اس وقت حالت یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ایک مجسم بیماری بنا ہوا ہے۔ آپ کوئی پہلو بھی دیکھ لیں، دل بیمار ہے، سر بیمار ہے، آنکھیں بیمار ہیں۔ ایسے حالات میں ایسی تعلیم ہماری قوم پر، ہمارے ملک پر اور ہمارے بچوں پر ایک بوجھ ہے۔ ہم اپنے بچوں کو میٹرک، ایف اے اور بی اے تک تعلیم دلاتے ہیں لیکن صرف ملازمت دلانے کے لیے۔ تو جب بھی کوئی پالیسی یا اصلاحات تعلیم کے متعلق بنائی جائیں تو پہلے اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ ہمارے ملکی حالات کیا ہیں اور اس کی ضروریات کیا ہیں۔ جب تک یہ منصوبہ بندی درست نہ ہو گی تعلیم کا مسئلہ حل نہ ہوگا۔ میں ایک اور گزارش کرونگا کہ جب بھی کسی سلسلے میں، کسی مد پر یا کسی محکمے کے متعلق منصوبہ بندی کی جا رہی ہو تو اس میں پبلک سیکٹر کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ میں نے اس بجٹ کے پڑھنے میں تین راتیں صرف کی ہیں اور کوشش کی ہے کہ اس سے کچھ اخذ کر سکوں۔ یہ ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ اتنی کتابیں چھاپ دی جاتی ہیں کہ ان سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ وہی پرانا نظام چلا آ رہا ہے ورنہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔ میں مثال دیتا ہوں اور مجھے یاد ہے کہ پہلے بھی رائے صاحب کے وقت میں بجٹ تیار ہوتا تھا تو وہ ممبران کو بلا کر صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے، کمیٹیاں بٹھاتے تھے اور غور و خوض ہوتا تھا لیکن اس دفعہ ایسا نہیں ہوا۔ یہ تعلیم کا مسئلہ ایسا بنا ہوا ہے کہ جب تک اس پر صحیح طور پر نہ سوچیں اور حالات کے مطابق نہ چلیں اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ حالات درست کیے جا سکتے ہیں اگر حالات کو سمجھنے والے لوگ بھی شامل ہوں جو اسے تا زیست تمام حالات سے واقف ہوں۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ ایک پالیسی اسلام آباد میں بیٹھ کر مرتب ہوتی ہے۔

انہیں کیا پتا ہے کہ دیہات میں کیا حالات ہیں ؟ ایک پالیسی صوبائی سطح پر ہوتی ہے ۔ محترم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کافی عرصہ وزیر تعلیم رہے ہیں لیکن ان کے لیے یہ انتہائی مشکل ہے کہ وہ باہر جا کر دیکھیں کہ دیہات میں تعلیم کا کیا سلسلہ ہے ؟ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر صاحب اب بھی باہر جا کر دیکھیں تو یہ یقیناً محسوس کریں گے کہ کم از کم دیہاتوں میں اس وقت قطعاً کوئی تعلیم نہیں ۔ ایک تو روزانہ تبادلے ہوتے ہیں ۔ یہ سلسلہ ہی بند کر دیا جائے تو بہتر ہے ۔ کوئی مجبوری نہیں ۔ پی ۔ ٹی ۔ سی کو میرٹ پر کر دیا ہے تو اس کے بعد کسی کو جرأت نہیں ہوتی ، کسی کا وہم و خیال نہیں ہوتا ، کوئی ممبر بھی نہیں کہتا کہ اسے بغیر میرٹ کے لگایا جائے ۔ یہ تبادلے اور ہیرا پھیری مکمل طور پر بند کر دی جائے تو پھر ہم ہر آدمی کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو ناممکن بات ہے ۔ لیکن تعلیم کا مسئلہ اس سٹیج پر اس طرح کھلا جا رہا ہے ۔ اور خواب کیا جا رہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ٹھیک وقت آئے گا کہ انہیں بند کرنا پڑے گا ۔ ورنہ اگر یہ جاری رہے تو بجائے اصلاح کے اور تعلیم کے زیور سے آدمی کو آراستہ کرنے کے ہم تباہی کی طرف چلے جائیں گے ۔ لہٰذا جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔ یہ رقم بہت زیادہ ہے اسے کم کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر برکت علی غیور ۔

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! میں اپنے فاضل دوست کے استدلال پر حیران ہوں کہ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں کہ ان کے حلقہ نیابت میں سنگل ٹیچر سکول پانچ سو کے قریب ہیں ، (میرے ضلع میں چار سو اسی ہیں) ، ظاہر ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کسان بیس دو تین اساتذہ کا اضافہ کیا جائے ۔ اسی طرح سے یہ فرماتے ہیں کہ ٹیکنیکل تعلیم عام کی جائے ۔ ظاہر ہے اس کے لیے ورکشاپیں بنیں گی ۔ پھر اگر زراعت کا سلسلہ ہو گا تو فارم بنیں گے ، زرعی ساز و سامان آئے گا ۔ تو ان چیزوں کے لیے مزید پیسوں کی ضرورت ہے چہ جائیکہ کہ جو رقم رکھی گئی ہے اسے کم کرنے کی تحریک

پیش کی جائے۔ جناب والا ! ویسے تو تعلیم کے معاملے میں حکومت بڑی فراخ دل واقع ہوئی ہے اور میں ڈاکٹر صاحب کا شکر گزار ہوں۔ اس لیے کہ میرے نزدیک نظام تعلیم ایک ایسا محور ہے جس کے گرد قوموں کی ترقی اور زوال کے ستارے گردش کرتے ہیں۔ نظام تعلیم وہ سانچہ ہے جس میں ہم اپنے نسل کو ڈھال کر اسے اس قابل بناتے ہیں کہ وہ آگے چل کر زندگی کے میدان میں کارہائے نمایاں سر انجام دے سکے۔ اس لیے کوئی قوم تعلیم پر جتنی توجہ دے گی، تعلیم پر جتنا بجٹ مخصوص کرے گی وہ قوم دنیا میں اتنی ہی ترقی کرے گی۔ اگر ہم دوسری ترقی یافتہ اقوام کو دیکھیں تو ان کا بجٹ زیادہ سے زیادہ تعلیم پر مختص ہوتا ہے اور وہاں کی حزب اختلاف بھی اس معاملہ میں تعاون کرتی ہے۔ جناب والا ! یہ ٹھیک ہے کہ حزب اختلاف کی طرف سے اظہار خیال کرنے کے لیے بالعموم سرکاری تحریک کی مخالفت ایک طریقہ ہے۔ اس لحاظ سے تو ہم ان کے شکر گزار بھی ہیں۔ لیکن تعلیم کا معاملہ کم از کم ایسا مسئلہ ہے جسے settled ہونا چاہیے کہ اس پر بھروانہ صاحب کی طرف سے کٹ موشن نہیں آنی چاہیے۔

میجر محمد ظفر اللہ بھروانہ : نقطہ وضاحت۔ جناب والا ! میں جناب کی وساطت سے معزز ممبر کو یہ عرض کرونگا کہ میں نے جو گزارشات پیش کی ہیں، ان میں میں نے موجودہ طریقہ تعلیم پر خرچ کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تعلیم پر خرچ ہی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں، اس سے چار گنا خرچ ہو۔ لیکن اس سے کوئی ثمر آور نتیجہ حاصل ہو۔ یہ انہیں مغالطہ ہے، کیونکہ ان بنچوں سے اسی طرح سے کٹوتی کی تحریک پیش کی جاتی ہیں۔

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! تعلیم پر جو رقم رکھی گئی ہے، موجودہ حالات کے مطابق وہ ایک معقول رقم ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ حالات نے اجازت نہیں دی، ورنہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ یہ رقم اس سے بھی دگنی کی جاتی اور اس چیز کی ضرورت بھی ہے۔ جب ہم نظام مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے۔

خرب مخالف والے بھی کہتے ہیں کہ اسلام کا اور شریعت کا نظام یہاں پر لانا چاہیے اور یہ بات بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں ۔ اس میں دین اور سیاست ایک ہی چیز کا نام ہے ۔ ان میں dualism نہیں ہے ۔ ان میں ثانویت نہیں ہے ۔ جب اسلام میں دین اور سیاست الگ الگ نہیں ہیں تو پھر ہم سکولوں میں ایک طرف صرف اس قسم کی ہی تعلیم کیوں دے رہے ہیں ۔ جس سے بقول ان کے سیاست دان پیدا ہوں گے ۔ جب کہ دوسری طرف ہم خالص مذہبی تعلیم دے رہے ہیں ۔ جس سے ہم کہتے ہیں کہ صرف مولوی اور علما بنیں گے ۔ ہم دو قسم کی تعلیم دے رہے ہیں ۔ تعلیم میں یہ dualism چل رہی ہے ۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ قیام پاکستان کے بعد اس dualism کو ختم کیا جاتا ۔ یہ جو دینی مدرسے اور دارالعلوم چل رہے ہیں ۔ ان میں بھی یہی نظام تعلیم جو ہمارے سکولوں میں ہے اسے بہتر بنا کر رائج کیا جاتا ۔ ان سکولوں میں بھی اسلام کی پوری پوری تعلیم دی جا سکتی ہے ۔ لیکن اس وقت ہو یہ رہا ہے کہ اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا ۔ جناب والا ! میں اس پوائنٹ پر عرض کر رہا ہوں کہ اس رقم کی بحث میں واقعی ضرورت تھی ۔

مسٹر سپیکر : لیکن میں عرض کروں غیور صاحب ! میں پہلے یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ تین معاملات ہیں جنہیں آپ زیر بحث لا سکتے ہیں ۔ ایک ہے امتحانات کا نظام ، دوسرا ہے قومیائے گئے سکولوں کی حالت اور تیسرا ہے تعلیمی اداروں میں فراہم کی جانے والی سہولتیں ۔

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! میں اس مد پر بول رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : آپ جس مد پر بھی تقریر فرمائیں ، کٹ موشن میں اس کا حوالہ ضرور دیجیے ۔

مسٹر برکت علی غیور : ٹھیک ہے ۔ تعلیمی اداروں میں جو سہولتیں ہیں اور جو نظام تعلیم ہے ۔ اس کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : نظام تعلیم نہیں ۔ وہ تعلیمی نظام زیر بحث نہیں لانا چاہتے ، بلکہ تعلیمی اداروں میں فراہم کی جانے والی سہولتیں ۔

مسٹر برکت علی غیور: جی سر - تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس طرف تو یہ سکول ہیں ، یہ کالج ہیں ، یہ یونیورسٹیاں ہیں جن کے لیے ہم نے 18 کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے لیکن جو ہزاروں کی تعداد میں مذہبی دارالعلوم ہیں وہ بھی آخر تعلیمی ادارے ہیں لیکن وہ خیرات کے اوپر چل رہے ہیں - انہیں ہم کون سی سہولتیں دیتے ہیں - چونکہ ہم انہیں کوئی سہولت نہیں دیتے ، ماڈرن ساز و سامان ، سائنس روم یا دوسری سہولتیں جو ہمارے سکولوں میں ہیں ، اس قسم کی کوئی سہولت وہاں نہیں دیتے - نتیجہ یہ ہے کہ وہ جو تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اس کے بعد دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا تو بتا سکتے ہیں - لیکن جس عذاب میں انسانیت گرفتار ہے ، اس کے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کوئی تدبیر ان کے تصور میں نہیں آ سکتی - حکومت کو ان اداروں کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور ان میں بھی سہولتیں فراہم کرنی چاہیں - اس کے ساتھ ساتھ ایک اور قسم کے تعلیمی ادارے اپاہج بچوں کے لیے ہیں - مثلاً اندھے ، گونگے اور اس طرح دوسرے اپاہج بچوں کے لیے ہیں - تو ایسے اداروں کے لیے بھی خاطر خواہ رقم رکھنے کی بڑی ضرورت تھی تاکہ ان اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے بچے کل سڑکوں پر اور گلیوں میں بھیک نہ مانگتے پھریں - ان اداروں میں سہولتیں اس طریقے سے فراہم کی جا سکتی ہیں کہ یہ جو ہم نے بڑے بڑے چیف کالج اور ایچی سن کالج جیسے ادارے بنا رکھے ہیں ، ان کے اوپر جو خرچ ہو رہا ہے اور بے تحاشا رقم ضائع کی جا رہی ہے - اس کو proportionately تقسیم کر کے سہولتیں بہتر بنائی جا سکتی ہیں -

جناب والا ! انہوں نے نظام امتحانات کی بات کی ہے اور اس روز یہاں پبلک سروس کمشن کے معاملے میں بھی کافی بحث ہوئی تھی - تو اس میں دیکھنے والی چیز صرف یہ ہے کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جن کے ذریعے نظام امتحانات میں گڑبڑ ہوتی ہے - یا نمبروں کی ہیرا پھیری ہوتی ہے - تو ظاہر ہے کہ امیر والدین کے بچے اپنی دولت کے ذریعے ، اپنے اثر و رسوخ

کے ذریعے ممتحنوں تک جاتے ہیں ، ممتحن کا بھی پہلے ہی پتا لگا لیتے ہیں ، بلکہ وہ سپرنٹنڈنٹ بھی اپنی مرضی کا مقرر کرواتے ہیں تو جب تک یہ چیزیں ہیں ، امتحانی نظام کیسے بہتر ہوگا لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے اس قسم کی ناجائز مراعات حاصل کس چیز سے ہوتی ہیں - کس سے حاصل ہوتی ہیں - ظاہر ہے یہ مراعات پیسے سے حاصل ہوتی ہیں - یا تو سب کے پاس اتنا پیسہ ہو کہ ہر آدمی اس میں شامل ہو سکے - اگر چند ایک ہی شامل ہو سکیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب والدین کے بچے تو پیچھے رہ جاتے ہیں ، باوجود یکہ وہ محنت کرتے ہیں ، سارا سارا دن اور ساری ساری رات محنت کرتے ہیں - لیکن ان کی کاپیاں replace ہو جاتی ہیں - ان کے نمبر زیادہ ہوں تو کم کر دیے جاتے ہیں - تو یہ سب چیزیں اس نظام سرمایہ داری ہی کی پیداوار ہیں - یہ چیزیں ختم ہونی چاہئیں - ہم ان کی تائید کرتے ہیں - لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نگران عملہ کی کرپشن سے امتحانی نظام خراب ہو رہا ہے تو جناب والا! اس کے لیے میں ایک اور بات بھی عرض کروں کہ نگران عملہ کا معاوضہ جو ہم نے رکھا ہوا ہے - وہ تو دفتر والوں کے جیب میں جاتا ہے ہوتا یہ ہے کہ جو بھی سپرنٹنڈنٹ ، انویجیلیٹر ، جس سنٹر میں لگتا ہے وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر لے اور اسی مقصد کے لیے جب بورڈ میں ان کی تقرریاں ہوتی ہیں وہاں بھی انہیں پیسے دینے پڑتے ہیں اور اس طرح سے یہ نظام چلتا ہے خواہ یہ یونیورسٹی کا امتحان ہو یا بورڈ کا امتحان ہو ان سب میں یہی ہے کہ جنہوں نے ملازم لگنا ہوتا ہے وہ باقاعدہ پیسے دیتے ہیں - بلکہ طے یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ پیسے ملیں گے وہ تو ان دفتر والوں کے اور باقی جو تم کما لو وہ خود تمہاری اپنی بچت ہے - اسی قسم کی مثالیں آئے روز ہمارے علم میں آتی رہتی ہیں لیکن اس کا ایک علاج یہ ہو سکتا ہے کہ یہ جو ملازمین امتحان لینے والے ہیں ہم ان کا معاوضہ اتنا معقول رکھیں کہ امتحان کے دوران یہ گھٹیا حرکتیں کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے - تو اس مقصد کے لیے بھی ظاہر ہے کہ تخفیف نہیں کرنی پڑے گی بلکہ اس

صورت میں اسی رقم میں اضافہ کرنا پڑے گا اس لیے میں اسی تخفیف زرگی تحریک کی مخالفت کرتا ہوں ۔ اور یہ جو رقم اسی مد میں رکھی گئی ہے اسی کی حمایت اور تائید کرتا ہوں ۔

مسٹر غلام فرید کالھیا : جناب سپیکر ! میرے فاضل دوست نے جو کٹ موشن پیش کی اور جو دلائل انہوں نے دیے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اپنی کٹ موشن کی تردید کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اتنے اخراجات کے باوجود تعلیم کا معیار گر رہا ہے ۔ اور اس بات کی ذمہ داری پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت پر ٹھہراتی ہے کیونکہ انہوں نے یونین کی اجازت دے کر سکولوں اور کالجوں کے ماحول کو خراب کر دیا ہے ۔ جناب والا ! اسی سلسلہ میں میں اتنا عرض کروں گا کہ طلباء کی ایک یونین ہے ''اسلامی جمعیت طلباء'' وہ کس نے بنائی ؟ کس سیاسی پارٹی نے بنائی اور یہ بات ان کے علم میں ہوگی کہ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کے وجود میں آنے سے پہلے کی بنی ہوئی ہے ۔ اور اسی قسم کی کئی تنظیمیں پاکستان پیپلز پارٹی کی تنظیم سے پہلے کی بنی ہوئی ہیں اگر وہ کالج کا ماحول خراب کرنے پر اثر انداز نہیں ہوئی ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کالج کی اپنی تنظیم جو یونین کہلاتی ہے ، طلباء کے نمائندے ہوتے ہیں جن کو احساس ہوتا ہے کہ ہم نے تعلیم حاصل کرنا ہے ان کے والدین کو احساس ہوتا ہے کہ ہمارے بچوں نے اپنا مستقبل تعمیر کرنا ہے تو وہ یونین ماحول کو کیسے خراب کرتی ہیں ؟ اگر یہ ایک سیاسی قسم کی یونین ماحول کو خراب نہیں کر سکتی ۔ تو میں دوسری بات اس سلسلہ میں عرض کروں گا کہ امتحانات کا یہ نظام ہمیں کیسے ملا کس طرح ملا ؟ جناب والا ! یہ ماضی کے دور کی نشانیاں ہیں اور جس سے ہم ابھی تک چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے ۔ فاضل رکن حزب اختلاف یہاں موجود نہیں ہیں ورنہ میں انہیں بتاتا کہ ہم تو پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اس طبقاتی نظام کو بدل دیا جائے ۔ یہ نظام ان کا ایک حصہ ہے اور جب ہم نظام کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ ہمارے خلاف تحریکیں چلاتے

ہیں پھر خون خرابے ہوتے ہیں ، پھر کہتے ہیں الیکشن دوبارہ کروایا جائے ۔ میں یہ کہتا ہوں جب تک ہم ملک کے پورے نظام کو تبدیل نہیں کر سکتے اس وقت تک نظام تعلیم کو تبدیل کرنے سے برائی ختم نہیں ہو سکتی ۔ اس کے لیے ہمیں پورے معاشرے کے نظام میں تبدیلی کرنی پڑے گی جس میں اعلیٰ طبقات کی حکمرانی ہے ۔ دوسری بات انہوں نے یہ کہی ہے کہ دیہات میں سکولوں کی حالت خراب ہے وہاں سہولتیں میسر نہیں ہیں ۔ میں جناب والا ! یہ پوچھنا چاہتا ہوں اس میں کس کا قصور ہے ؟ حکومت تو ابتدائی اقسامات پر لگی ہوئی ہے ۔ پانچ سو سکول اس رقم سے کھل رہے ہیں ۔ حکومت نے ابتدائی طور پر ملک میں ناخواندگی ختم کرنے کے لیے کام شروع کر دیا ہے ۔ ادھر آپ کہہ رہے ہیں کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن شروع کی جائے ۔ جناب والا ! جب تک ناخواندگی ختم نہیں ہوگی اس وقت تک فنی تعلیم کا بھی کوئی فائدہ نہیں ، اور پھر اس کے لیے مزید پیسے کی ضرورت ہے ۔ ایک لاکھ انیس ہزار روپے تو ابتدائی تعلیم کے لیے بھی کم ہیں ۔ حکومت تو سرمایہ دارانہ نظام ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور دیہاتوں میں تو خود انکا اپنا پیدا کردہ جاگیر دارانہ نظام ابھی تک چل رہا ہے ۔ کوئی زمیندار بھی نہیں چاہتا کہ ان کے گاؤں کے بچے تعلیم سے بہرور ہو جائیں اور کمیوں کے بچے بھی پڑھنے لگیں ۔ زبردستی وہاں سکول کھولے جاتے ہیں مگر وہاں کسی کو داخل بھی نہیں ہونے دیا جاتا زمیندار کہتا ہے کہ تم کیوں اپنے بچے کو پڑھا رہے ہو ؟ چھوڑ جاؤ میری بھینسوں کو جا کر چرا لاؤ ۔ اور جو کمی جو غریب موچی کسان کا بچہ سکول جاتا ہے اگلے دن وہاں کا وڈیرا جاگیردار ، زمیندار پہنچ جاتا ہے کہ جاؤ میری بھینسوں کو چرا کر لاؤ ۔ جہاں پر یہ صورت حال ہو وہاں حکومت کیا کرے ؟ یہ کہہ رہے ہیں سہولتیں مہیا نہیں ہیں ، حکومت تو سہولتیں مہیا کرتی ہے ۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس مد میں جتنی بھی رقم مختص کی جائے کم ہے اور انہوں نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک ماسٹر ہوتا ہے ، یہ تو ایک ایسی بات ہے جس کے بارے میں

ہر ایک کو علم ہے کہ جتنی طلباء کی تعداد ہوتی ہے اتنے ہی ماسٹر دیے جاتے ہیں ۔ اگر کوئی سکول ایسا ہے جہاں ایک ماسٹر ہے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے مگر بہت سے بلکہ ہزاروں سکول ایسے ہیں جہاں ماسٹروں کی تعداد ایک سے زیادہ ہے ۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ماسٹروں کی تعداد سے طلباء کی تعداد تھوڑی ہے ۔

مسٹر سپیکر : کاٹھیا صاحب ! آپ اپنے ضلع کی بات کر رہے ہیں جہاں ماسٹروں کی تعداد زیادہ ہے ۔

مسٹر غلام فرید کاٹھیا : جناب والا ! میں پورے پنجاب کے متعلق جنرل بات کر رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : آپ کا مطلب یہ ہے کہ طلباء کی تعداد کم ہے اور سہولتیں زیادہ ہیں ۔

مسٹر غلام فرید کاٹھیا : جناب والا ! میں ان سکولوں کی بات کر رہا ہوں جہاں پر سہولتیں تو موجود ہیں مگر لوگ پڑھنے کے لیے نہیں آتے ۔

مسٹر سپیکر : یہ صورت حال آپ کے حلقہ نیابت میں ہے ؟

مسٹر غلام فرید کاٹھیا : میں کسی خاص حلقہ کی بات نہیں کر رہا بلکہ پورے پنجاب کی بات کر رہا ہوں ۔ میرے حلقہ نیابت میں بھی ایسا ہے ۔ مگر یہ میں نے ہر جگہ دیکھا ہے ۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ میرے فاضل دوست نے فنی تعلیم کی بات کی ہے وہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم ناخواندگی ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو جاتے ۔ مثال کے طور پر ایک بچہ پانچ سال کا داخل ہوتا ہے اور پانچ سال بعد دس سال کی عمر میں وہ کچھ سمجھ چکتا ہے تو اس کے بعد کا وقت ہی فنی تعلیم کے لیے موزوں ہو سکتا ہے ۔ جب تک ہم ناخواندگی کو ختم نہیں کریں گے اس وقت تک ٹیکنیکل ایجوکیشن کیسے حاصل ہو سکتی ہے ؟ تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ رقم جو مختص کی گئی ہے یہ بھی کم ہے پانچ سو سکول کھل جانے سے بھی ہماری ناخواندگی دور نہیں ہوگی ۔ اس لیے اگر حالات بہتر ہوتے تو ہم اس رقم میں اور اضافہ کرتے میٹرک

تک پڑھنے لکھنے نوجوانوں کے لیے ٹیکنیکل تعلیم حاصل کرنے کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے وہ بھی کم ہے اس میں بھی اضافہ ہونا چاہیئے اور میرے فاضل دوست یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں تخفیف ہونی چاہیے میں اتفاق نہیں کرتا اور اس لیے میں اس حریک تخفیف زر کی مخالفت کروں گا اور اس مطالبہ زر کی حمایت کروں گا اور یہ درخواست بھی کروں گا کہ اگر اس رقم کو بڑھا دیا جائے تو اور بھی بہتر ہے۔

مسٹر سپیکر : ایوان کی کارروائی کل صبح ساڑھے آٹھ بجے تک کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 2 جون 1977ء بروز اتوار ساڑھے آٹھ بجے صبح تک کے لیے ملتوی ہوگیا)۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

اتوار - 26 جون 1977ء
(یکشنبہ - 8 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝

پ ۱۹ ——— س ۲۵ ——— رکوع ۴ ——— آیات ۶۳ تا ۶۷

اور اللہ کے (صحیح) بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ ان کو سلام کر لیتے ہیں اور وہ (ایسے ہیں) جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ ریز ہو کر اور (عجز و ادب) سے کھڑے ہو کر راتیں بسر کرتے ہیں اور وہ جو دعا مانگتے رہے ہیں کہ اے پروردگار دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھنا کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف دہ چیز ہے اور جہنم تو ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے اور وہ (ایسے ہیں) کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ ضرورت سے کم۔

پنجاب کا میزانیہ برائے 78-1977ء

(مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 16 پر مہر ظفر اللہ بھروانہ کی تخفیف زر کی تحریک روبرو ایوان پیش تھی ۔ کھگا صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تھے اور کوئی صاحب بولنا چاہیں تو بول ایں ۔ خان امیر عبد اللہ خان نیازی ۔

خان امیر عبداللہ خان نیازی (ملتان ۔ 5) : جناب سپیکر ! پیشتر اس کے کہ میں اس کے متعلق کچھ کہوں میں بجٹ میں حصہ نہیں لے سکا ۔ اس لیے سب سے پہلے میں یہ عرض کرونگا کہ 20 دسمبر 1971ء کو جناب قائد عوام نے جب اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : خان صاحب ڈیمانڈ تعلیم کے متعلق ہے ۔

خان امیر عبداللہ خان نیازی : جناب والا ! میں تعلیم پر ہی بولونگا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جن نامساعد حالات میں قائد عوام نے اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی اس وقت 72۔1971ء کا ضمنی بجٹ تیار کیا گیا ۔ اس اسمبلی نے کروڑوں روپے کے بقایا جات لوکل باڈیز کے سکولوں کے اساتذہ کے بقایا جات کے لیے کروڑوں روپے کی رقم مختص کر کے ان کے بقایا جات کی ادائیگی کی گئی ۔ ان کو پنشن کا حق دیا گیا ۔ اس قلیل عرصہ میں عوامی حکومت نے جو تعلیم کے شعبہ میں خدمت سر انجام دی اس کا ذکر کرنا بالکل موزوں ہے ۔ میں یہ عرض کرونگا کہ ضلعی سطح پر ڈویژنل سطح پر اور صوبائی سطح پر تعلیمی کمیٹیاں قائم کی گئیں ۔ ہر گاؤں میں کوشش کی گئی کہ وہاں پرائمری سکولوں کا اجرا ہو ۔ پھر پرائمری سکول کو مڈل تک اور مڈل سکول کو ہائی سکول تک اپ گریڈ کیا گیا ۔ اسی دوران پرائیویٹ سکولوں اور پرائیویٹ کالجوں کو قومی تحویل میں لے کر ایسا کارنامہ سر انجام دیا جس سے سینکڑوں ہزاروں اساتذہ کو ملازمت کا تحفظ دیا گیا ۔ اس سال کے بجٹ میں ایک کروڑ 35 لاکھ 17 روپے تعلیم کے محکمہ کے لیے مختص کیے گئے ہیں اور اس سے بڑی رقم یعنی 15 کروڑ 76 لاکھ روپے ترقیاتی کاموں

کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں ۔ میں یہ عرض کرونگا اس وقت جو پرانا فرسودہ تعلیم کا نظام تھا وہ انگریز کے وقت کا تھا اس کو یکسر تبدیل کر کے ہر مڈل اور ہائی سکول میں زرعی ورکشاپیں اور ٹیکنیکل ورکشاپیں کھولی گئیں ۔ ان کے لیے سامان کا انتظام کیا گیا اور اس وقت تقریباً دو سو مڈل سکولوں میں ورکشاپیں کھل چکی ہیں ۔ بچوں کو وہاں ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے تا کہ اپنے روزگار کے لیے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ نہ کچھ مالی طور پر کر سکیں اور اپنا کسب معاش خود مہیا کر سکیں ۔ ان حالات میں جو تعلیمی ترقی ہوئی ہے یہ اس عوامی حکومت کا کارنامہ ہے ۔ ساتھ ہی میں یہ عرض کرونگا کہ ہر تحصیل لیول پر کم از کم انٹر کالج قائم کیے جائیں ۔ گرلز کالج قائم کرنے کا جو منصوبہ زیر غور ہے ۔ اس کے لیے میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحصیل خانیوال ایک ایسی تحصیل ہے جس میں گورنمنٹ کو اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑا ۔ اس میں پرائیویٹ ڈگری کالج ۔ ایک طالبات کا انٹرمیڈیٹ کالج ۔ میاں چنوں میں ایک انٹرمیڈیٹ کالج قائم کیا گیا تھا سب سے پہلے تو گورنمنٹ نے اسے اپنی تحویل میں لیا ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس تحصیل میں میاں چنوں اور قصبہ تلمبہ ایسے مواضعات ہیں جن کی آبادی پینتیس چالیس ہزار کے قریب ہے ۔ تو میں خاص طور پر تلمبہ شہر کے متعلق عرض کرونگا کہ وہ ایک تاریخی شہر ہے جس میں تعلیم کا بالکل فقدان ہے ۔ وہاں پچھلے سال ایک گرلز ہائی سکول قائم کیا گیا تھا اور ایک بچوں کا ہائی سکول ہے ۔ تو میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم سے گزارش کرونگا کہ وہاں تلمبہ شہر میں جو پرائمری سکول ہے اس کو مڈل کا درجہ دیا جائے کیونکہ وہاں کی پندرہ بیس ہزار کی آبادی کے لیے اور ملحقہ چکوک کے لیے ایک ہائی سکول ناکافی ہے ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کرونگا کہ تلمبہ کا علاقہ بالکل فلڈ ایریا ہے ۔ ہر سال وہاں سیلاب آتا ہے اور کئی علاقے زیر آب آ جاتے ہیں اور لوگوں کا کافی نقصان ہوتا ہے ۔ وہاں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے ۔ وہاں پرائمری سکولوں کی عمارت

تک نہیں ہے - یہ علاقہ متواتر پانچ چھ سال سیلاب کی زد میں آتا رہا ہے جس سے عمارتوں سے محروم ہو گیا ہے اس لیے میں یہ عرض کرونگا کہ خاص طور پر سکولوں کی عمارات کا انتظام کیا جائے تاکہ بچے جو گرمیوں میں بھی اور سردیوں میں بھی کھلے آسمان تلے پڑھ رہے ہیں ان کا مناسب انتظام ہونا چاہیئے - وہ علاقہ چونکہ فلڈ کی وجہ سے بہت پسماندہ ہے اس لیے اس میں جو مڈل سکول ہے اسے ہائی کا درجہ دیا جائے - ایک 41/ایل - 15 سکول ہے اس کو بھی ہائی کا درجہ دیا جائے اور غازی پانٹھ بی/19 شرقی اور اے/16 آر - بی کے جو پرائمری سکول ہیں ان کو مڈل کا درجہ دیا جائے - وہاں عمارات موجود ہیں اس لیے ان کے لیے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ گورنمنٹ زیادہ خرچ کرے - صرف انہیں اپ گریڈ کرنے کا سلسلہ ہے اور اساتذہ کی اتنی تعداد ہے کہ ان سے کام چلایا جا سکتا ہے - میاں چنوں شہر کی پینتیس چالیس ہزار کی آبادی ہے وہاں ایک گرلز ہائی سکول ہے اور وہاں کے عوام کی دیرینہ خواہش ہے کہ وہاں کے گرلز ہائی سکول کا درجہ بڑھا کر اسے انٹرمیڈیٹ کر دیا جائے تاکہ میاں چنوں اور تلمبہ کے علاقے کی طالبات اسی سکول میں تعلیم حاصل کر سکیں اور انہیں خانیوال نہ جانا پڑے کیونکہ خانیوال کافی دور ہے - جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرونگا کہ اگر انہوں نے اس سال کے بجٹ میں کوئی پروویژن نہیں رکھی تو اسے re-examine کیا جائے اور دیکھا جائے کہ میاں چنوں اور تلمبہ کی جو تعلیمی ضروریات ہیں ان کی کیا پوزیشن ہے ؟ - اس کے علاوہ وہاں طلباء کا ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہے جو کہ میونسپلٹی نے قائم کیا تھا - لہذا میری گزارش ہے کہ اس کالج کو ڈگری کا درجہ دیا جائے تاکہ وہاں کی تعلیمی ضروریات پوری ہو سکیں - شکریہ -

مسٹر سپیکر : ملک شہباز خان -

ملک شہباز خان : جناب سپیکر ! جب گورنمنٹ نے پرائیویٹ تعلیمی اداروں خواہ وہ پرائمری تھے یا ہائی سکول تھے یا کالجز تھے اپنے تحویل

میں لیے تو عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کہ ان کی حالت گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں کی طرح بہتر ہو جائے گی۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ اب تک ان اداروں کو جنہیں گورنمنٹ نے قومی تحویل میں لیا ہے وہ معیار اساتذہ کے لحاظ سے اور عمارات کے لحاظ سے نہیں دیا گیا جو گورنمنٹ کے دیگر اپنے تعلیمی اداروں کا شروع سے چل رہا ہے۔ جناب والا! یہ کسی سے عیاں نہیں ہے کہ پرائیویٹ ادارے جو قومی تحویل میں لینے سے پہلے چل رہے تھے خواہ وہ پرائمری سکول تھے یا کالج تھے ان میں اکثریت ان تعلیمی اداروں کی تھی جن کی اپنی عمارات نہیں تھیں جو تھیں وہ کرائے کی عمارات تھیں اور وہ بھی ضرورت کے مطابق نہیں تھی۔ لیکن ان کی حالت بڑی خستہ تھی۔ اساتذہ کی تعداد کم ہوتی تھی وہ تربیت یافتہ نہیں ہوتے تھے اور ان کی تنخواہوں کا معیار گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں کے برابر نہیں ہوتا تھا اور ویسے بھی ان میں تعلیمی معیار گورنمنٹ کے اداروں کی نسبت بہت کم ہوتا تھا۔ جناب والا! اس سلسلے میں میں اپنے حلقے کے ان سکولوں اور کالجوں کا ذکر کرونگا جنہیں اس سلسلے میں قومیایا گیا تھا۔ ان میں دو پرائمری سکول دو ہائی سکول اور ایک انٹر کالج کو قومی تحویل میں لیا گیا تھا۔ تو پہلے میں پرائمری سکولوں کے متعلق عرض کرونگا کہ پنڈدادن خان میں ایک پرائمری سکول تھا جسے وہاں کا ایک مخیر انسان گلزار نامی جو کہ کاروباری آدمی تھا اسے چلا رہا تھا۔ اس اس میں بے شک اساتذہ کی تعداد کم تھی۔ وہ تربیت یافتہ نہیں تھے۔ سکول کی اپنی عمارت نہیں تھی اور سکول ایک کرائے کی عمارت میں چل رہا تھا لیکن جناب والا! یہ امر قابل افسوس ہے کہ آج تک قومیائے جانے کے باوجود گورنمنٹ نے نہ تو اس کے لیے کوئی سرکاری عمارت کا انتظام کیا ہے اور نہ ہی اس صاحب سے جس کی عمارت میں وہ سکول چل رہا ہے گفت و شنید ہوئی ہے اور نہ ہی آج تک اس عمارت کا کرایہ اس مالک کو دیا گیا ہے۔ جہاں تک ان اساتذہ کے گریڈوں کا تعلق ہے تین چار سال کی تگ و دو کے بعد اب کہیں جا کر ان کا فیصلہ ہوا ہے کہ ان کو گریڈ

دے جائیں گے لیکن میرے خیال میں ابھی تک ان کے بقایا جات ادا نہیں ہوئے ہوں گے ۔ اسی طرح دوسرا پرائمری سکول کٹاس میں ہے ۔ اسی طرح چوھا سیدن شاہ میرے علاقے میں ایک مشہور جگہ ہے وہاں بھی ایک سر سید تعلیمی ادارہ تھا تو کٹاس میں ایک پرائمری سکول ، ایک ہائی سکول اور ایک انٹر کالج چل رہا تھا۔

جناب والا : کٹاس ہندوؤں کی ایک متبرک جیز تھی وہاں پتھروں کی بنی ہوئی بے شمار عمارات تھیں جو کہ سو سال سے زیادہ عرصے کی بنی ہوئی تھیں تو وہ تینوں سکول ، پرائمری ، ہائی سکول اور انٹر کالج ، انہیں عمارتوں میں معمولی سی ترمیم یا مرمت کے بعد چلائے گئے تھے ۔ پرائمری سکول آج تک کٹاس میں چل رہا ہے حالانکہ وہ قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے ۔ آج تک ہائی سکول اور انٹر کالج کی عمارت میں نہ تو اضافہ کیا گیا ہے نہ اس عمارت کی مرمت کی گئی ہے اور نہ ہی تربیت یافتہ اور مکمل سٹاف دیا گیا ہے ۔ جناب والا ! کوئی دو تین مہینے کی بات ہے ہائی سکول کٹاس جسے قومیایا گیا تھا اس کی عمارت کی یہ حالت ہے کہ وہ انتہائی بوسیدہ ہو چکی ہے اس عمارت کی چھت کے نیچے ہیڈ ماسٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے ۔ چھت گر گئی اور ہیڈ ماسٹر صاحب وہیں ہلاک ہوگئے اور آج تک باوجود ورثاء کے تقاضے کے انہیں کچھ امداد معاوضے کے طور پر بھی نہیں دی گئی ۔ جناب والا ! اگر حکومت نے ہائی سکول اور انٹر کالج کی عمارت کی بوسیدہ حالت اور اسی طرح دیگر قومی تحویل میں لیے گئے اداروں کی بوسیدہ حالت کی طرف توجہ نہ دی تو اس طرح کے واقعات وہاں ہونے کا احتمال ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تعلیم کے دوران طلباء پر کوئی اس قسم کی عمارت گرنے سے بہت زیادہ نقصان ہو جائے ۔

جناب والا ! تیسرے ہائی سکول میں پنچائت یونین کونسل کی سفارش کے باوجود ایک کمرے کا اضافہ نہیں ہوا ہے آج تک اس کی مرمت نہیں ہوئی ہے ۔ اس سکول کا نام سکاٹ لینڈ مشن سکول ہے ۔ یہ میرے حلقہ انتخاب میں ہے ۔ وہ سکول اتنا اعلیٰ قسم کا ہے اور نہایت اچھا کام کر رہا ہے

کہ اس سکول کے پڑھے ہوئے چار پانچ میجر جنرل ہیں کرنل اور کیپٹن کا تو کوئی حساب نہیں ہے اس ادارے کی حالت پہلے بہتر ہوئی تھی لیکن جب سے قومی تحویل میں لیا گیا ہے اس کی عمارت مزید خستہ حال ہوتی جا رہی ہے جناب والا ! اس میں خواہ صوبائی گورنمنٹ ہو یا مرکزی حکومت ہو مرکزی حکومت تعلیمی میدان میں بے حد دلچسپی لے رہی ہے ہمارا اس سال کا بجٹ اس بات کا شاہد ہے کہ تعلیم کی ترقی کے لیے اربوں روپیہ رکھا گیا ہے۔ جناب والا ! وزیر تعلیم اس طرف توجہ فرمائیں اور قومیائے گئے سکولوں کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔ میرے خیال میں جیسا کہ میں نے اپنے حلقہ انتخاب کے تعلیمی اداروں کا ذکر کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میرے حلقہ میں حالت ہے اسی طرح پنجاب کے دوسرے سکولوں کی حالت بھی اسی طرح کی ہوگی۔ اسی طرح امتحانات کا مسئلہ ہے خواہ وہ پرانا سسٹم ہو یا سمسٹر سسٹم ہو جو طریقہ بھی تجویز کیا گیا ہو لیکن سکولوں اور کالجوں کی عمارات کا انتظام ضرور ہو۔ سکولوں میں استادوں کی تعداد معقول نہیں ہے جب اتنی سہولتیں استادوں کو مل رہی ہیں تو ان کی قابلیت بھی معقول ہونی چاہیے۔ اس وقت نظام تعلیم میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

مسٹر سپیکر : مسٹر اصغر حمید دستی۔

مسٹر اصغر حمید دستی : جناب والا ! میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلاؤنگا کہ جناب جن اراکین اسمبلی کا نام پکارتے ہیں ان کا نام یا تو ریڈیو میں آ جاتا ہے اور یا اخبارات کی زینت بن جاتا ہے لیکن جن کا آپ نام نہیں پکارتے وہ اس سہولت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ جناب والا ! اس ملک میں سکولوں کو قومی تحویل میں لیا گیا۔ سکولوں کی حالت اور تعلیم کے بارہ میں یہاں کافی بحث ہوئی ہے۔ کافی اعتراضات بھی کیے گئے لیکن محرک نے اپنی تقریر کو امتحان اور نظام تعلیم پر نکتہ چینی تک محدود کیا ہے انہوں نے قومیائے گئے سکولوں کی حالت پر بحث کی ہے۔ لیکن میں عرض کرونگا

کہ ہماری حکومت سے پہلے جو بھی تعلیمی نظام نافذ تھا وہ ایک فرسودہ نظام تھا وہ انگریزوں کا رائج کردہ نظام تھا ۔ جناب والا ! اس وقت طلباء تعلیم حاصل کر کے صرف کلرک بنا کرتے تھے اور سوائے کلرک کی بھرتی کے اور کچھ نہیں ہوتے تھے ۔ ہمارے یہاں ایک طبقاتی نظام تھا جہاں پر مخصوص قسم کے لوگوں کے بچے پڑھا کرتے تھے اور افسر بنتے تھے ۔ لیکن جب سے ہماری پارٹی برسراقتدار آئی ہے اس نے تعلیمی اصلاحات کیں اور اس میں انقلابی اقدامات کیے ۔ دانش گاہ طلباء کے تعلیم کا سرچشمہ ہوا کرتی ہے ۔ ہمارے طلبا نے تعلیم حاصل کر کے تعلیم سے فارغ ہو کر اب مستقبل کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں ۔ بنا بریں سب سے پہلے امتحانات کے نظام میں تبدیلی کی گئی ۔ پہلے یہ ہوتا تھا ۔ اول دوم سوم اور اسی طرح تھرڈ ڈویژن کو کوئی پوچھتا نہیں تھا ۔

جناب والا ! اس نظام کو اب ختم کیا گیا اب امتحان پاس ہونے کے لیے فرسٹ کیٹیگری ۔ سیکنڈ کیٹیگری ۔ تھرڈ کیٹیگری اور اب لڑکوں کی نمبروں کے حساب سے رزلٹ بنتا ہے اور مزید امتحانات کے نظام میں تبدیلی کی جائے گی یہ مرکزی وزیر تعلیم نے بیان میں فرمایا تھا ۔ تاکہ قوم کی امنگوں کے مطابق تعلیم کا معیار بلند کیا جا سکے ۔ سکولوں کے بارہ میں بہت کچھ کیا گیا ہے کہ ان سکولوں سے اور کالجوں سے تحریکیں جنم لیتی ہیں اور پرائیویٹ سکولوں میں فیس زیادہ تھیں ۔ لیکن بچوں کے لیے لائبریری کی سہولت نہیں ہوا کرتی تھی ۔ موجودہ حکومت نے لائبریری اور سہولتوں کے سلسلے میں بہت کافی اقدامات کیے ہیں ۔ جب معاشرے میں تبدیلی آ رہی ہو اور انقلابی اقدامات کیے جا رہے ہوں تو یہی ہوتا ہے تکالیف ضرور ہوتی ہیں ۔ کیونکہ وسائل اتنے نہیں ہوتے مسائل زیادہ ہوتے ہیں اور جیسا کہ وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ وسائل کم ہیں لیکن مسائل زیادہ ہیں اور یہ ایک دن میں حل نہیں ہوا کرتے اس کے لیے وقت درکار ہوتا ہے ۔ اس کے لیے جد و جہد کرنا پڑتی ہے ۔ اب جو سکول قومیائے گئے ہیں ان میں بہتر سہولتیں مہیا کی گئی ہیں ۔ انھوں نے تعلیمی اداروں کے

متعلق فرمایا ہے کہ ان میں کوئی سہولت نہیں ہے عمارات کے بارہ میں بھی فرمایا ہے - سپورٹس کی سہولیات مہیا کی گئی ہیں - لیبارٹریز مہیا کی گئی ہیں - سائینس اور ٹیکنیکل میدان میں کافی سے زیادہ کام کیا ہے اور اس طرف حکومت نے سب سے زیادہ توجہ دی ہے جسمانی سہولت ہے لیے کافی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں - وظائف زیادہ سے زیادہ دیے گئے ہیں - جن طلبا کو مالی دشواریاں تھیں ان کو تعلیم جاری رکھنے کے لیے مالی امداد دی گئی ہے ان کے وظائف مقرر کیے گئے تا کہ تعلیم حاصل کر سکیں - لائبریری کے لیے لاکھوں روپے فراہم کیے گئے ہیں - یہ استادوں کی کم مائیگی ہے کہ وہ ان کتب سے استفادہ نہیں کرتے - جسمانی تربیت کے لیے سپورٹس کا انتظام کیا گیا ہے جو طلبا جسمانی لحاظ سے تندرست ہوں وہ دماغی لحاظ سے بھی تندرست ہوتے ہیں - ہماری حکومت نے اس طرف کافی توجہ دی ہے اور استادوں کی تنخواہیں بھی بڑھا دی ہیں لیکن یہ بڑی تشویش کی بات ہے اس لیے میں وزیر تعلیم سے التماس کرونگا کہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں -

مسٹر سپیکر : راؤ اختر علی خان

راؤ اختر علی خان : جناب والا ! بجٹ پر اور تعلیم کی مد پر کٹ موشن کے سلسلے میں بحث ہو رہی ہے تو میں یہ عرض کرونگا کہ اس سلسلے میں کٹ موشن پیش کرنے والے فاضل ممبر نے تعلیمی اداروں کا درجہ بڑھانے کی اپیل بھی کی ہے - اسی طرح دوسرے ممبران نے بھی تعلیمی اداروں کا درجہ بڑھانے کی اپیل کی ہے - اب ایک طرف تو ان اداروں کا درجہ بڑھانے کی اپیلیں ہو رہی ہیں اور دوسری طرف اسی مد میں کٹ موشن پیش کر کے دو عملی کا ثبوت پیش کیا جا رہا ہے - میں نے بھی اپنے بجٹ تقریر میں اپنے علاقے کی کچھ ضروریات پیش کی تھیں - میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تحصیل حاصل پور میں گورنمنٹ ہائی سکول حاصل پور کو ٹیکنیکل سکول کا درجہ دیا گیا تھا - وہاں عمارت تو موجود ہے ، سامان تو موجود ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فنڈ کی کمی کی وجہ سے یہ کام مکمل

نہ ہو سکا ۔ اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہماری تحصیل حاصل پور میں کوئی گرلز کالج نہیں ۔ یہ بھی ایک باعث تکلیف بات ہے اور لڑکیوں کو تحصیل سے باہر جانا پڑتا ہے ۔ جہاں تک امتحانات میں تبدیلی کا تعلق ہے اس سلسلے میں واقعی کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے اور جیسے کہ آج ہی ہمارے مرکزی وزیر تعلیم جناب یاسین وٹو نے اخبارات میں اعلان کیا ہے کہ امتحانات کے طریقے کو بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ تو حکومت نے اس سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ بہتری کی کوشش کی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ نئی اصلاحات سے موجودہ خرابیاں دور ہو جائیں گی فاضل محرک نے تعلیمی اداروں میں سٹوڈنٹس یونینوں کی بات بھی کی تھی کہ یہ ایک قسم کی سیاسی جماعتیں قائم کی گئی ہیں ۔ تو فاضل محرک نے اس وقت یہ الزام لگایا تھا کہ یہ یونینیں پیپلز پارٹی نے قائم کی ہیں اور یہ اس کی پیدا کردہ ہیں حالانکہ جہاں تک ہمیں علم ہے اور تعلیمی دنیا کو علم ہے کہ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد جماعت اسلامی نے اپنے ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت الطلباء قائم کی جب کہ اس وقت پیپلز پارٹی وجود میں بھی نہ آئی تھی ۔ تو یہ الزام پیپلز پارٹی پر نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ سب سے پہلے جماعت اسلامی نے اپنی ذیلی تنظیمیں کالجوں میں قائم کی تھیں ۔ ہم اس دور سے گذر رہے ہیں جس کو انقلاب کا نام دیا جا رہا ہے ۔ انقلاب کے لیے آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ نظام تعلیم کو درست کرنے کے لیے آپریشن کی ضرورت ہے اور انشاء اللہ قائد عوام کی تعلیمی اصلاحات آپریشن کا کام دیں گی اور تعلیم کی بہتری کا کام دیں گی ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس !

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! کل سے اس مد پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے ۔ میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ! ایوان میں دو تین باتوں کے متعلق فرمایا گیا ہے ۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ

کہتے ہیں کہ یہ فرسودہ نظام ہے اور یہ پہلے سے موجود تھا ۔ اس لیے ہم بے بس ہیں ۔ جناب والا ! یہ فرسودہ نظام تھا لیکن اس میں اصلاحات کی گئیں اور جو اصلاحات کی گئیں وہ بھی اتنی ناکافی ہیں کہ عوام کو اس نئے نظام میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا ۔ ہم تو اس وقت بھی یہ دیکھ رہے تھے اور آج بھی یہی نظر آ رہا ہے کہ اس تعلیم سے جو آج کل دی جا رہی ہے سوائے اس کے کہ بے روزگاری کو بڑھا دیا جائے اور کچھ نہیں ۔ لڑکے پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد یہ فرق پڑا کہ وہ حکومت کے لیے بھی درد سر ہیں ، والدین کے لیے بھی درد سر ہیں اور اپنے گاؤں اور شہر کے کے لیے بھی درد سر بنے ہوئے ہیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر تعلیم کے اس فرسودہ نظام کو ہی یہاں رکھنا تھا تو پھر اس میں اصلاحات کیوں کی گئیں اور اگر یہ اصلاحات اتنی ہی ناکافی تھیں تو پھر ان کو اصلاحات کا نام کیوں دیا جا رہا ہے ؟ پھر تو وہی چکی چلتی رہی جو پہلے چل رہی تھی اور اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فرسودہ نظام کا الزام ویسے ہی دیا جا رہا ہے ۔ جناب والا ! آج بھی یہ مژدہ سنایا گیا ہے کہ مرکزی وزیر تعلیم نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اس نظام میں تبدیلی لائی جائے گی ۔ خدا جانے یہ تبدیلی کب لائی جائے گی ؟ بہر حال وقت کی ضرورت یہ ہے اور عوام یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی زبردست تبدیلی لائی جائے جس سے یہ بے کاری اور بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو جائے ۔

جناب والا ! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے موجودہ نظام کی بجائے محکمہ تعلیم کو ہی ختم کر دیا جائے ۔ جاہل آدمی موجودہ تعلیم یافتہ سے بہتر ہے کیونکہ وہ نوکری تو اٹھا سکتا ہے ۔ موجودہ تعلیم نہ مزدوری کرنے دیتی ہے اور نہ انہیں ملازمت ملتی ہے ۔ جو بھی تعلیم حاصل کرتا ہے ، میٹرک کرتا ہے ، ایف اے کرتا ہے ، بی اے اور ایم اے کرتا ہے تو صرف ملازمت کے لیے کرتا ہے ۔ اس کے علاوہ موجودہ تعلیم کچھ نہیں سکھاتی ۔ ہم تو بار بار یہ عرض کر رہے ہیں کہ نظام تعلیم تبدیل ہونا چاہیے ۔ ہمیں کوٹ پتلون پہننے والے بابو نہیں چاہئیں ۔ ہمیں تو ایسے افراد

چاہئیں جو ملکی معیشت میں مناسب کردار ادا کر سکیں ، ایسے نہیں جو پڑھ کر گھر کے لیے ، باہر کے لیے حکومت کے لیے اور ہر ایک کے لیے مصیبت بن جائیں ۔ میرے پاس پی ٹی سی والوں کی درخواستوں کے پلندے پڑے ہیں جو این ڈی وی پی والوں نے دیے ہیں ، جو قاری ایسوسی ایشن نے دیے ہیں اور خدا جانے کتنے آدمیوں نے یہ شکایت کی ہے کہ وہ بے کار ہیں ، بے روزگار ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس بات پر تمام ایوان کا اتفاق ہے حزب اقتدار نے بھی اس بات کی شکایت کی ہے اور حزب اختلاف کو بھی اس کی شکایت ہے کہ اساتذہ تو تعلیم میں دلچسپی لیتے ہی نہیں ۔ جناب والا ! ہمیں بڑی خوشی ہوئی تھی کہ حکومت نے تمام سکولوں اور کالجوں کو اپنی تحویل میں لیے لیا ہے ، ہم نے کہا کہ اب عوام کا مقصد حل ہو جائے گا اور ہمیں ایک ایسا نظام تعلیم ملے گا جو دیہات کے اور شہر کے بچوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہوگا ، جو بڑے آدمی کے بچے کے لیے بھی ہوگا اور چھوٹے اور غریب آدمی کے بچے کے لیے بھی ہوگا اور ہماری حکومت ہر طبقے کو ایک جیسا نظام تعلیم دے گی ۔ جناب والا ! آپ دیکھیں کہ بڑے افسران کی یا اونچے طبقے کے بچوں کے لیے اور دولت مند طبقے کے بچوں کے لیے تو مشنری سکول ہیں ، وہاں پہلی جماعت سے بلکہ نرسری سے انگریزی تعلیم دی جاتی ہے اور بڑی اچھی تعلیم دی جاتی ہے ۔ مجھے اتفاق ہوا ہے ایک کنونٹ کے ، نرسری کے ایک کتابچے کو دیکھنے کا ۔ تو میں حیران ہوں کہ جو کتابچہ انہیں نرسری میں پڑھنے کے لیے دیا گیا ہے ، ہمارے اضلاع میں آٹھویں جماعت کے لڑکے بھی اس کتابچے کو نہیں پڑھ سکتے ۔ عالی جاہ ! جب تک یہ فرق رہے گا ، تو اس نظام تعلیم سے عوام کیسے اپنے آپ کو مطمئن کر سکتے ہیں ؟ وہ یہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ نظام تعلیم میں اصلاح ہوئی ہے ۔ وہ کیسے خوش ہو سکتے ہیں کہ سارے سکول اور کالج حکومت نے لے لیے ہیں تو ان میں یکساں نظام تعلیم ہوگا ؟ ۔

عالی جاہ ! اس فرق کو تو دور کرنا چاہیے ۔ آخر دیہات میں رہنے والے اس حکومت کے عوام ہیں ، اور شہر میں رہنے والے بھی اس حکومت کے عوام ہیں ۔ غریب بھی اسی ملک میں بستے ہیں اور امرا بھی اور افسران بھی ۔ ایک اور مصیبت دیکھنے میں یہ آئی ہے کہ بچے سے پہلے وہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے والدین کیا ہیں ، کیا کرتے ہیں ؟ جب انہیں یہ پتا چلے کہ یہ کسی بے نام سے آدمی کا بچہ ہے تو مشنری والے بغیر امتحان لیے اسے نہیں لیتے ۔ عجیب نظام تعلیم ہے ۔ عجیب سہولتیں دی جاتی ہیں ۔ عجیب عوام کے ساتھ سلوک ہے ۔ تو عالی جاہ ! اس چیز کو دور ہونا چاہیے ۔ ہمیں یہ خاصمت نہیں کہ تعلیم پر کیوں خرچ ہو رہا ہے ۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ سارا بجٹ تعلیم پر خرچ کر دو ، سارا بجٹ افسران کو دے دو ۔ لیکن خدا کے لیے انہیں ایک جیسا تو سمجھنا چاہیے ۔ ہر پاکستانی کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہونا چاہیے ۔ طبقاتی طور پر پیپلز پارٹی نے دعویٰ کیا تھا کہ تھا کہ ہم نے طبقات ختم کر دیے ، ہم نے یہ کر دیا ہے اور وہ کر دیا ہے ۔ لیکن خدا کے لیے کچھ عوام کو تو پتا چلے کہ آپ عوام کے لیے ہیں ۔ جناب والا ! حکومت کی نیشنلائزیشن کی پالیسی سے کسی کو اختلاف نہ تھا ۔ پہلے سکولوں میں ہر جگہ پر ایک مقابلہ ہوتا تھا ۔ اس مقابلے میں کئی دفعہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ایک ایسے ادارے کے نتائج اچھے ہو جایا کرتے تھے جسے حکومت نہیں چلا رہی ہوتی تھی ۔ تو حکومت کے اداروں کو سرزنش ہوتی تھی ۔ پھر حکومت والے ادارے بھی محنت کرتے تھے اور پرائیویٹ ادارے بھی ۔ لیکن اب کوئی پوچھنے والا نہیں ، کوئی پوسان حال ہی نہیں ۔ پھر تعلیم کا یہ حال ہے کہ میں نے کم از کم دو چار عزیز دسویں میں پڑھتے ہیں اور وہ انگریزی کا ایک فقرہ بھی نہیں لکھ سکتے ۔ لیکن وہ دسویں تک پہنچ گئے ہیں ۔ تو پھر ایسی تعلیم کا کیا فائدہ ہوگا ؟

جناب والا ! اس کے علاوہ امتحانات عوام کے لیے ایک وبال جان بن گئے ہیں جس کا جی چاہتا ہے ، ممتحن کو تبدیل کروا لیتا ہے ۔

ایک ایک سنٹر میں تین تین چار چار ممتحن تبدیل ہوتے ہیں ۔ ایک کی پوسٹنگ ہوتی ہے ۔ کسی کو پتا چلتا ہے کہ وہ میرے کام نہیں آئے گا ۔ وہ جاتا ہے اور خدا جانے کون سی جگہ ہے ، جہاں سے دوسرا ممتحن آ جاتا ہے ؟ جناب والا ! آخر ہم نے بھی امتحانات دے تھے ؟ اور اسی پاکستان میں رہ کر دیے تھے ۔ باہر کسی کالج یا یونیورسٹی میں تو جانے کا اتفاق نہیں ہوا ۔ تو ان اوقات میں جب کہ فرسودہ نظام تعلیم تھا ، تو میں یہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ان دنوں میں کسی بچے کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ امتحان میں یہ طریقے استعمال کرے جو کہ آج کل استعمال ہو رہے ہیں ۔ عالی جاہ ! شاید انہی اصلاحات کا اثر ہے کہ بچوں کو اب یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے استاد کے سامنے بیٹھے ہیں ۔ بچے یہ سمجھتے ہی نہیں کہ استاد کیا چیز ہے ۔ بچوں کو ڈر ہی نہیں ہے ۔ ہمیں تو استاد گھنٹہ گھنٹہ کھڑا کر دیتا تھا اور ان ہاتھوں پر خدا جانے کتنی سوٹیاں ہمیں ماسٹر صاحبان کی لگتی تھیں اور ہم سیدھے بھی ہوتے تھے ۔ لیکن اب کوئی ایسی چیز آ گئی ہے کہ استاد کا خوف ہے نہ ڈر ۔ نہ لحاظ اور نہ شرم ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کی طلبا کے لیے جو رعایات ہیں انہوں نے تو طلبا کا بالکل دماغ ہی خراب کر دیا ہے ۔ ان سے وہ صلاحیتیں چھین لی گئی ہیں جو انہیں اس بات پر قائل کرتی تھیں کہ وہ استادوں کا شرم کریں ۔ استاد کا کیا ، اب تو بچے والدین کی بھی شرم نہیں کرتے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہی تعلیمی اصلاحات کی وجہ سے ہے ۔

جناب والا ! آئے دن دیکھنے میں آیا ہے کہ ہماری تعلیم میں سب سے بڑا نقص منصوبہ بندی کا ہے ۔ اگر ہمیں استادوں یا وکلا کی ضرورت نہیں ، تو پھر ہم پیشہ ور آدمیوں کو کیوں داخلہ دیتے ہیں ؟ ۔ ایک لڑکا بی ۔ ٹی ۔ سی پاس کر گیا تو وہ کچھ نہیں کر سکتا ، سوائے اس کے کہ وہ سکول ماسٹر بنے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی جو آدمی کرے گا وہ سوائے وکالت کے اور کچھ نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح جو آدمی ڈاکٹری پاس کرے گا تو وہ اور کچھ نہیں کر سکتا سوائے ڈاکٹری کے ۔ یہی حال انجینئرنگ کا ہے ۔

اسی طرح اور پیشہ ورانہ تعلیمیں ہیں ۔ ان میں کامیابی حاصل کرنے والا انسان وہی کام کر سکتا ہے جس کے لیے انہوں نے علم حاصل کیا ہو ۔ خدا کے لیے ان پی ۔ ٹی ۔ سی کی کلاسوں کو بند کر دو ۔ پی ۔ ٹی ۔ سی کلاسیں جاری کر دی جاتی ہیں ، ان کو ملازمت ملتی نہیں اور وہ مصیبت بن جاتے ہیں ۔ کام وہ کر کوئی نہیں سکتے ۔ ان کے دل میں یہ سمائی ہوتی ہے کہ ہمیں ماسٹر بننا ہے ۔ وہ نہ کو بات کرنے دیتے ہیں اور نہ وہ کسی کی سنتے ہیں ۔ نہ وہ گھر کے رہ جاتے ہیں نہ باہر کے ۔ تو عالی جاہ ! منصوبہ بندی بھی ہونی چاہیے ۔ جتنی کسی چیز کی ضرورت ہو ، اسی قدر اسے لیا جائے ۔ ایسی پیشہ ورانہ چیزیں تو اور بھی اس میں موجود ہیں ۔ میرے پاس چٹھیاں آئی پڑی ہیں ۔ وہ کوئی نرسنگ سکول کی عورتیں ہیں ۔ دس دس بارہ بارہ مرتبہ انہوں نے مجھے چٹھیاں لکھی ہیں کہ ہمیں 1974ء میں سکول سے نرسنگ کی ڈگری مل گئی ہے اور ہم آج تک بے کار ہیں ۔ تو عالی جاہ ! اس قسم کی ٹریننگ دینے سے تو بے کاری میں اضافہ ہوگا ۔ پہلے وہ ہاؤس وائف تو تھیں ۔ کسی کی ماں تھی ، بہن تھی ۔ لڑکی تھی ، وہ گھر کا کام کاج کرتی تھی ۔ لیکن اب نرسنگ کی تعلیم کے بعد وہ گھر کی رہ گئی ہیں نہ باہر کی اور یہی حال پی ۔ ٹی سی کا ہے ۔ پھر جناب والا ! تعلیم کی مد میں ایک بہت بڑی رقم تعلیم بالغاں کی ہے ۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ۔ لیکن میں معزز اراکین کو عرض کروں گا کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں جائیں ، دیکھیں اور جناب وزیر تعلیم کے نوٹس میں لائیں کہ تعلیم بالغاں کے ان مراکز میں نہ کوئی جاتا ہے نہ کوئی آتا ہے اور تنخواہیں خدا جانے کس ذریعے سے کہاں چلی جاتی ہیں ۔ کم از کم میرا حلقہ چھوڑ کر ، اپنے ضلع کے متعلق میں چیلنج کرتا ہوں کہ میرے ساتھ حکومت کا کوئی افسر آئے اور مجھے ایک مرکز بھی دکھا دے جہاں کوئی بالغ تعلیم حاصل کرتا ہو ۔ لیکن ہزاروں روپے دے جاتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب ، بالغ تعلیم یافتہ آپ کو کوئی ملا ہے ؟

سردار زادہ ظفر عباس : بالغ تعلیم یافتہ جناب ؟

مسٹر سپیکر : جسے تعلیم دی گئی ہو اور پہلے ان پڑھ ہو ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب کوئی نہیں ملا ۔ وہی تو میں کہتا ہوں ۔ کچھ تو اس مد پر غور ہونا چاہیے ۔ مصیبت یہ ہے کہ پوچھنا تک کوئی نہیں ہے کہ بھائی ، وہ رقم کہاں جاتی ہے ۔ کسی بالغ کو آج تک تعلیم حاصل نہیں ہوئی اور کسی جگہ کوئی سنٹر نہیں ہے ۔ دیہات کا بالغ تو صبح سے اپنی روزی کمانے کے لیے نکلتا ہے اور رات کو ، آدھی رات یا پچھلی رات کو آتا ہے ۔ لیکن کوئی تردد نہیں ہے اور سنٹر کھول دیے ہیں اور تنخواہیں دی جا رہی ہیں اور خدا جانے وہ کہاں جا رہی ہیں ؟ تو اس کے متعلق جناب علامہ اقبال نے بہت کام کی بات کہی تھی ۔

مسٹر سپیکر : رائے صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے تھے ؟

رائے سخاوت علی خان : جناب والا ! اگر انہیں کوئی سنٹر نظر نہیں آتا تو میرے ساتھ چلیں میں ان کو اپنے حلقے میں سنٹر دکھا سکتا ہوں جہاں بالغ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو پہلے ان پڑھ تھے اب اردو میں لکھ بھی سکتے ہیں اور پڑھ بھی سکتے ہیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : بہر حال اس کے متعلق میں علامہ اقبال کا فرمان عرض کر دوں کہ"

جس کھیت سے دھقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

(نعرہ ہائے تحسین)

رائے سخاوت علی خان : جناب والا ! مجھ سے پہلے تعلیم پر کافی بحث ہو چکی ہے کہ تعلیم کا معیار بالکل ختم ہو چکا ہے ۔ دیہاتی اور شہری تعلیم کا

بھی موازنہ کیا گیا ہے ۔ تو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ دور غلامی اور دور آزادی کی تعلیم میں بڑا فرق ہوتا ہے یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ جس بچے کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اس کا رد عمل بھی اچھا نہیں ہوگا۔ اب آپ دیکھیں کہ انگلش میڈیم سکول بنے ہیں انہیں زیادہ عرصہ نہیں ہوا اور دیہاتوں میں جو سکول کھلے ہیں ان کے رزلٹ ابھی برآمد نہیں ہوئے ان کے لیے کچھ عرصہ لگے گا ۔ آپ دیکھیں گے جب وہ میٹرک تک پڑھیں گے تو گھر بیٹھے انگریزی لکھا اور بولا کریں گے ، اس کا یہ مطلب نہیں کہ لاہور میں تو وہ پڑھ سکتے ہیں اور دیہات میں نہیں پڑھ سکتے ۔ انشاء اللہ یہ سکول پیپلز پارٹی کے دور میں قائم کیے گئے اور جہاں نظام تعلیم اردو ہے جہاں اس طرح سے دیہاتوں میں بھی انگلش میڈیم سکول قائم کریں گے ۔ لیکن اس کے لیے ہمیں وقت چاہیے اور یہ چیز ایسے سے ہو سکتی ہے ۔ ہر روز کی توڑ پھوڑ سے نہیں ہو سکتی ۔ قائد حزب اختلاف یا دیگر لوگ جو پیپلز پارٹی کے خلاف بغض رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : رائے صاحب اس سے آپ کا کیا مطلب ہے ۔ ؟ آپ پیپلز پارٹی کے دور میں تمام اردو سکولوں کو انگلش میڈیم بنانا چاہتے ہیں ؟

رائے سخاوت علی خان : گزارش یہ ہے کہ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت چلتی رہی جیسے اب چل رہی ہے اور انشاء اللہ چلتی رہے گی تو تعلیم کا معیار ہم اس قدر اوپر لے آئیں گے کہ دیہاتوں میں جہاں پرائمری سکول اردو میں چل رہے ہیں وہاں انگلش میڈیم کے بھی قائم کر دیں گے ۔

مسٹر سپیکر : میرے خیال میں گورنمنٹ کی پالیسی تو یہ ہے کہ اردو کو رائج کیا جائے ۔ آپ فرما رہے ہیں انگلش میڈیم ہونا چاہیے ۔ گویا آپ کا مطلب یہ ہے کہ انگلش میڈیم کا سٹینڈرڈ ہو جائے ۔

رائے سخاوت علی خان : جی ۔ معیار انگلش میڈیم کے برابر ہونا چاہیے ۔ رہا یہ کہ امتحانات میں زیادتیاں ہوتی ہیں ۔ اب تو بھی کم از کم امتحانات دیتے ہیں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ لوگوں کو مفت لاگریاں

ملی ہیں ۔ شائد جناب قائد حزب اختلاف بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مفت ڈگری حاصل کی ۔ ہم تو کم از کم امتحانات دیتے ہیں اور لیتے ہیں اور ہمارا نظام تعلیم انشاء اللہ اتنا اونچا ہو جائے گا کہ ہر آدمی پڑھ سکے گا اور لکھ سکے گا ۔ زیادتی سے نہیں بلکہ سب کام پیار سے ہوگا کیونکہ یہ بچے کی نفسیات کے عین مطابق ہے ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر باسط جہانگیر ۔

مسٹر باسط جہانگیر : جناب والا ! آج اس معزز ایوان میں تعلیمی معیار کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے اور جناب والا ! میں سردار صاحب کی بات سے اس حد تک اتفاق کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کا تعلیمی معیار انتہائی خراب ہے لیکن ان کی باتوں سے مجھے اتفاق نہیں ہے جو انہوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے اقتدار سے پہلے تعلیمی معیار بہت اچھا تھا لیکن پاکستان پیپلز پارٹی کے آنے کی وجہ سے تعلیمی معیار کم ہو کر رہ گیا ہے ۔ لیکن جناب والا ! میں ان کو اس پس منظر میں لے جاتا ہوں کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اس کی بنیادیں نظریات پر قائم کی گئی تھیں لیکن آنے والی حکومتوں نے اس نظریے کو پھیلانے کے لیے کیا کام کیا ؟ جناب والا ! جب اس قوم کے ایک بچے کو اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ میرے پڑھنے کا مقصد کیا ہے ۔؟ جس کے اندر قوم کی خدمت جذبہ نہیں ہوگا ۔ ایسے طلباء بھی آپ کو بہت سے مل جائیں گے جو آج سے بہت عرصہ پہلے گریجویٹ تھے لیکن ان کو پاکستان کی آئیڈیالوجی کے متعلق بالکل کوئی علم نہیں تھا ۔ پاکستان پیپلز پارٹی یہ خدمت اس لیے کی ہے کہ قائد اعظم اور علامہ اقبال کے نظریات کو پھیلایا جائے ۔ جناب والا ! علامہ اقبال آئیڈیالوجی کونسل بنائی گئی ہے ۔ قائد اعظم آئیڈیالوجی کونسل بنائی گئی ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا ہے کہ قوم کے بچوں میں ایک روح پھونکی جائے ، ایک ایسا نظریہ دیا جائے جو تعلیم کی بنیاد ہو ۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابھی تک ہمارے ہاں سکولوں کی تعداد کم ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ پچیس چھبیس سال اس ملک

کو ایک ایسے نظام نے جکڑے رکھا جس میں نہ تو کوئی بہتری ہو سکتی تھی اور نہ کوئی ترقی ہو سکتی تھی وہ ایک استحصالی نظام تھا جس میں ایک طبقے کو مفاد حاصل ہوتا تھا وہی لوگ ہر میدان میں فائدہ حاصل کرتے تھے ۔ لہذا اصل بات یہ نہیں ہے کہ پیپلز پارٹی کے دور میں تعلیم کا معیار کم ہوا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ابھی ہم نے جو کچھ اس میدان میں کرنا ہے وہ ابھی کر نہیں پائے ۔ ابھی تو جناب والا ! ابتدا کی گئی ہے اور ابتدا کے ساتھ ہی یہاں انقلاب کی باتیں شروع ہو گئی ہیں ۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور ذوالفقار علی بھٹو کو چند سال اگر اور مل گئے تو یہ ملک جس بنیاد اور نظریے پر بنا تھا وہ قوم کے بچے بچے میں پیدا ہو جائے گا اور جب وہ نظریہ پاکستان کے بچے بچے میں اتر جائے گا تو اس ملک سے استحصالی نظام خود بخود مٹ جائے گا ۔

جناب والا ! یہ کہہ دینا کہ جو بچا پڑھ لیتا ہے گریجویشن کر لیتا ہے نہ گھر کا رہتا ہے اور نہ باہر کا رہتا ہے ۔ غلط بات ہے ۔ جناب والا ! میں بھی ایک ایسے کالج میں پڑھا ہوں جہاں پر اچھی ٹریننگ دی جاتی ہے اور اچھا سکھایا جاتا ہے ۔ ایک معیاری کالج تھا مگر ہمیں کسی استاد نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ گریجویٹ ہونے کے بعد گھر جا کر ماں باپ کی بے عزتی شروع کر دینا ۔ کسی نے ہمیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ گھر کے کام کرنے چھوڑ دینا ۔ جناب والا ! میں نے خود اپنے ان ہاتھوں سے اینٹیں اٹھائی ہیں میرے والد بزرگوار جنہیں باغبانی کا بڑا شوق تھا ۔ جب چھٹیاں ہوتی تھیں یا فارغ وقت ہوتا تھا تو وہ ہم سے کام لیتے تھے ۔ البتہ یہ بات ہے کہ جو ٹریننگ ہمیں گھر پر ملنی چاہیے وہ نہیں ملتی اور میرا یہ پختہ یقین ہے کہ قوم اگر علامہ اقبال اور قائد اعظم کے نظریات پر عمل کرنا شروع کر دے تو بہت سے تعلیمی ، معاشی اور سماجی مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے اپنے ضلع کے چند ایک مسائل وزیر تعلیم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جناب والا ! ضلع قصور تو

اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہاں کے عوام کو بہتر انتظامیہ دی جا سکے بہتر سہولتیں دی جا سکیں ۔ اس خرچ کا بوجھ تو اس لیے اٹھایا گیا تھا کہ وہاں کے عوام کی بہتری ہوگی بہتر حالات سامنے آئیں گے ۔ لیکن جناب والا ! ضلع قصور کو تعلیمی میدان میں ضلع بننے کے بعد فائدے کی بجائے نقصان ہوا ۔

جناب والا ! 200 گرلز پرائمری سکول ضلع بننے کی وجہ سے اور لاہور سے ٹرانسفر نہ ہونے کی وجہ سے بند پڑے ہوئے ہیں ۔ جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے اور وزیر تعلیم سے یہ گزارش کرونگا کہ یہ جو دو سو سے کچھ زائد پرائمری سکول ہیں 212 ہیں یا 214 ہیں جو کہ بند ہیں ان کو فوراً کھولیں ۔ جناب والا ! ایک طرف تو ہم 500 پرائمری سکول اور بڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف آپ اندازہ لگائیں کہ یہ 500 سکول سارے صوبہ پنجاب میں بڑھا رہے ہیں اور یہ 200 سکول ایک ہی ضلع کے بند ہیں ۔ جناب والا ! اگر ایک ضلع میں اتنے سکول بند ہو جائیں تو وہاں کے بچوں کا تعلیمی معیار کیا ہوگا ؟ وہ تعلیم سے کتنے محروم رہیں گے ؟ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ ضلع قصور کے اس مسئلہ پر فوری توجہ دیں ، جناب والا ! آخر میں میں صرف اتنا کہوں گا کہ جیسے معاشرتی نظام میں تبدیلی لانے کی کوشش کی ہے اسی طرح سے ہم نے تعلیمی نظام میں بھی تبدیلی لانے کی کوشش کی ہے ۔ لیکن اس میں ابھی بہت سی خامیاں باقی ہیں ابھی ایسے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں جو کہ استحصالی طبقہ پر کھلے ہیں ۔ جناب والا ! یہ ایچیسن کالج اور یہ مشنری کالج اگر ہم ان میں داخلہ میرٹ کی بنیاد پر کھول دیں اور اگر ہم واقعی ان کالج کے سٹینڈرڈ کو قائم رکھیں ، تو جناب والا ! حکومت جہاں اتنے اخراجات برداشت کرتی ہے ۔ وہاں پر ایسا نظام رائج کرے کہ چیف کالج اور مشنری کالج اور تمام بڑے بڑے کالجوں میں میرٹ پر اگر داخلہ دیا جائے اور جو طلباء میرٹ پر پورے اتریں ، ان کو سکالر شپ دیا جائے اور اگر وہ غریب باپ کے بیٹے ہیں اگر مزدور کے بیٹے ہوں ، اگر وہ سکول ٹیچر

یا کم آمدنی والے لوگوں کے بچے ہوں تو ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ جناب والا! ان کو اتنا تو اس حکومت سے فائدہ ہونا چاہیے کہ وہ میرٹ کے لحاظ سے اس سکول میں پڑھ سکیں، جناب والا! ان گزارشات کے ساتھ میں حزب اختلاف کی طرف سے کی گئی کٹ موشن کی مخالفت کرتا ہوں۔ شکریہ۔

مسٹر سپیکر: ایک اعلان سماعت فرمایئے۔

سیکرٹری اسمبلی: اراکین اسمبلی کے اعزاز میں کل مورخہ 27 جون 1977ء کو 8 بجے شب اسمبلی چیمبر لاہور میں جناب سپیکر کی طرف سے ایک عشائیہ دیا جا رہا ہے۔ جناب گورنر پنجاب نے بھی اس سلسلہ میں دعوت قبول فرمائی ہے۔ جملہ اراکین اسمبلی کی خدمت میں عشائیہ میں شمولیت کی درخواست کی جاتی ہے۔ ارکان اسمبلی سے درخواست ہے کہ وہ حسب سابق کوئی مہمان ساتھ نہ لائیں کیونکہ یہ عشائیہ ارکان اسمبلی کے لیے محدود ہے۔ پریس کے ارکان کو پریس گیلری کمیٹی کے سکرٹری کے ذریعے دعوت نامے پہنچائے جا رہے ہیں۔

سید محمد ظفر اللہ خان بھروانہ: جناب والا! یہ دعوت سابقہ روایات کے مطابق ہے یا ویسے کوئی الوداعی تقریب ہے؟

مسٹر سپیکر: بھروانہ صاحب! یہ روایات کے مطابق ہے۔۔۔

مسٹر سپیکر: مسٹر محمد نواز۔

مسٹر محمد نواز: جناب سپیکر! تعلیمی اصلاحات کافی ہوئی ہیں۔ مگر اس کے باوجود ابھی مزید اصلاحات کی ضرورت ہے۔ جناب والا! پاکستان پیپلز پارٹی کے دور میں تعلیم پر بہت زیادہ رقم خرچ کی گئی ہے اور اب وزیر خزانہ نے تعلیم کے لیے بہت زیادہ رقم رکھی ہے اور یہ ایک اچھا قدم ہے۔ جب تک ہمارے ملک کی تعلیم اچھی نہیں ہوگی لڑکے اچھے طریقہ سے تعلیم یافتہ نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک ہمارا معاشرہ ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں میں ایک اور گزارش کروں گا اور امید ہے جناب وزیر تعلیم کو غور کرنا چاہیے کہ اس ملک میں تعلیمی اصلاحات کی کافی ضرورت ہے۔

جب تک ہمارا معاشرہ تعلیم یافتہ نہ ہو ۔ معاشرہ ٹھیک نہیں ہوگا ۔ خاص کر ہم دیہاتوں میں تعلیم کے سلسلے میں پسماندہ ہیں ، کیونکہ شہروں میں تو اچھے اچھے سکول بھی ہیں اور کالج بھی ہیں ۔ مگر دیہاتوں میں اچھے سکول بھی نہیں ہیں اور ان کا سٹینڈرڈ بھی درست نہیں ہے ۔ ان کا سٹینڈرڈ بڑھانا چاہیے تاکہ وہاں سے لڑکے پڑھ لکھ کر صحیح طریقہ سے تعلیم یافتہ ہو سکیں اور ملک کی صحیح خدمت کر سکیں ، دیہاتی لوگوں کو ضرور اس چیز کا حق دینا چاہیے اور دیہاتوں میں سکولوں پر وزیر تعلیم کو خاص توجہ دینی چاہیے ۔ اس معاملہ میں میں جناب والا ! اپنی تحصیل پھالیہ کا دوبارہ ذکر کرونگا وہ سکولوں کے معاملہ میں بالکل پسماندہ ہے ۔ ہماری تحصیل میں دو ہائی سکول ہیں ، ان کو اپ گریڈ کیا جائے اور نئے سکول کھولے جائیں ، تاکہ غریب عوام اچھے طریقے سے تعلیم حاصل کر سکیں ۔ جس طرح سے رائے سخاوت علی خان صاحب نے فرمایا ہے کہ جس طرح شہروں میں انگلش میڈیم ہیں اسی طرح سے دیہاتوں میں کوئی انگلش میڈیم سکول نہیں ہے ۔ ہر تحصیل لیول پر ایک انگلش میڈیم سکول ضرور ہونا چاہیے ۔ تاکہ غریب عوام کے بچے اور دیہاتوں کے بچے تعلیم حاصل کر سکیں اور صحیح شہری بن سکیں ۔ ان کو ضرور یہ حق ملنا چاہیے ۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف توجہ کریں گے ۔

Begum Rehana Sarwar : Mr. Speaker Sir, I strongly oppose the cut motion moved by the opposition members that a grant sanctioned for the promotion of education should not be accepted by the House. Mr. Speaker, Pakistan is an Islamic state and as you know Sir, our Holy Prophet (peace be upon him) said that every one should educate himself, every individual should educate himself no matter.

مسٹر غلام اصغر دستی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! رولز آف پروسیجر میں یہ ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر اردو میں اپنا مافی الضمیر آمانی

سے بیان کر سکے تو وہ کوئی دوسری زبان میں آپ کی اجازت کے بغیر تقریر نہیں کر سکتا ۔ بیگم صاحبہ اچھی خاصی اردو بول سکتی ہیں لیکن وہ انگریزی میں تقریر فرما رہی ہیں ۔

Begum Rehana Sarwar : Sir, I have a very bad throat today and I seek your permission to speak in English.

Mr. Speaker : Yes you are allowed.

Begum Rehana Sarwar : Mr. Speaker Sir, the Holy Prophet (peace be upon him) said that every Muslim should try to educate himself no matter even if he has to go to China he should do that Mr. Speaker, it was said at the time when there were no means of communications and it was not an easy thing to go to China in those days but he literally meant that to educate oneself is a "Must" and we should try to educate not only on slef but even the society in which one lives. Mr. Speaker, it is quite evident that the cut motion moved by the opposition merely means that the opposition members are against the will of the people of Pakistan, that the opposition members are against the manifesto of Pakistan Peoples Party, that the opposition members are against the promotion of the public in general and the public in large, that the opposition members are against the advancement and promotion of Pakistan. Mr. Speaker, I think such a sort of cut motion should not have been moved in this magnanimous House Even if this cut motion is carried, who will suffer ? They are the poor people who will suffer because the rich people are bound to send their children abroad for higher education. So only the poor people of this country are going to suffer if this cut motion is carried. Mr. Speaker the present Government or the Peoples Government is for the poor people and as you know, our policies that are introduced by the Government are in favour of the poor people and we want to do as much as we can for the

poor people but the opposition members, by introducing such a cut motion, have shown their intention that they are against the poor masses of the Punjab.

Mr. Speaker : I think there is a tendency of thinking that by moving a cut motion the opposition or any other member who moves the cut motion wants that the expenditure should be cut,but this is the parliamentary way of attacking a demend. There is no othe parliamentary procedure except to move a cut motion and make a speech over the policies of the Government.

Begum Rehana Sarwar : You are right but "cut to rupee one" means that absolutely nothing should be spent in this field and this is what I am trying to say. Sir, in my humble opinion this cut motion negates the very policies or the intentions of the present Government. According to the constitution of the Islamic Republic of Pakistan every person has a right to educate himself. Therfore, I would like to bring to your kind notice that today we are surrounded by nations rich and poor, by nations big and small, by nations advanced and backward, by nations strong and weak with each nation striving hard to compete in this highly competitive world and in order to compete with these nations education today is a 'must' for every individual. Sir, by spending more and more money and by allocating a colossal amount of money in the field of education we are doing just according to the wishes of the Father of the Nation Quaid-e-Azam and also according to the thinking of the Philosopher Poet of the Sub-continent Allama Iqbal. So if we do not spend this money in the field of education, it will also amount that thousands of teachers will be jobless which this Government dosen't want to do. The present Government or the Peoples Government wants to spend more and more in the field of education, so

that the country may prosper and for a brightes and glorious future of not only Punjab but also of Pakistan. Sir, here I would like to quote a saying of Plato (429-384 BC) "Education consists of giving the soul and bdy all the perfection it is succeptible..." and secondly I would like to quite John Look (1632-1704) "The attainment of a sound mind in a sound body is education", and this is Mr Speaker, what the great writers have said about education and toda when every body wants to advance. when, today the nations are competing with each other to progress, I think no country can prosper or progress in future without education. Mr Speaker, it is only under the dynamic leader ship of Mr. Zulfikar Ali Bhutto that the present Government is spending so much in the field of education. Previously, you have seen that very meagre amounts have been spent in this respect but the present Government think that only by educating people we can promote. Pakistan and we can produce better citizens who can look after the country who can safeguard the solidarity and prospirity of Pakistan.

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب سپیکر ! تعلیم پر کافی بحث ہو چکی ہے ایک - دو - باتیں میں بھی وزیر تعلیم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں - جناب والا ! یہ وہ محکمہ ہے جس میں میرے خیال میں تین لاکھ کے قریب ملازمین ہوں گے اور اس محکمہ نے پاکستان بنانے پارٹی کے دور میں کم سے کم پانچ دفعہ ملازموں کے گریڈ ریوائز کیے ہوں گے اور آج لیکچرار کو گریڈ نمبر 17 ملتا ہے اور چالیس فیصد لیکچراروں کو ابھی ابھی گریڈ نمبر 18 دیا گیا ہے تو جناب والا ! اب ان کی تنخواہیں بھی بہت معقول ہیں لیکن میں جناب والا ! آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرونگا کہ accountability بالکل نہیں ہے ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کالجوں میں لیکچرار چھ - چھ - مہینے لیکچر ہی نہیں دیتے - کالج میں حاضر ہی نہیں ہوتے اور جنرلی (generally) کالجوں اور سکولوں کے بارے

میں لوگوں کو شکایت ہے کہ لیکچرار اور ٹیچرز اپنا وقت ضائع کرتے ہیں خصوصاً دیہات میں تو یہ بھی تکلیف ہے کہ وہ وقت پر آتے ہی نہیں اور توجہ بھی نہیں دیتے اور پھر جناب والا ! ضلع میں مصیبت یہ بھی ہے کہ یہ بے سہارا سا محکمہ ہے - جناب والا ! جہاں پیلٹھ افسروں کو جیپ ملتی ہے اور ایکس - ای - این - کے پاس جیپیں ہیں لیکن بیچارے ایجوکیشن افسر کے پاس سائیکل ہے اور اس کے پاس لڑکوں اور لڑکیوں کے ضلع کے لیول پر اتنے سکول ہیں کہ آپ اندازہ لگائیں کہ لائلپور کے تین ہزار کے قریب سکول ہوں گے لیکن بیچارہ کبھی وہ گاڑی میں سفر کرتا ہے اور کبھی بس میں سفر کرتا ہے اس کے پاس تو کوئی بھی سواری نہیں ہے اور وہ چیک کیسے کرے ؟ آپ نے واپڈا والوں اور دوسرے محکمے والوں کو تو جیپیں دی ہوئی ہیں لیکن جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں گزارش کرونگا کہ کم از کم ایجوکیشن افسر کا گریڈ بلند ہونا چاہیے اس کے پاس بھی کوئی سواری ہونی چاہیے تاکہ وہ جا کر سکولوں کو چیک کر سکے - یہ ایسا محکمہ ہے جس کے ساتھ بہت زیادتی ہو رہی ہے -

جناب والا ! یہ سارے ضلع میں بہت بڑا ادارہ ہے اور بہت بڑی establishment ہے لیکن وہ بیچارہ سائیکل پر جاتا ہے اور سائیکل پر ہی آتا ہے اس کے پاس کوئی جیپ نہیں ہے اس کو بھی جیپ دی جائے - تاکہ جناب والا ! وہ جا کر سرپرائز چیک کر سکے ورنہ جناب والا ! اس کی ورکنگ ٹھیک نہیں ہو سکتی - جناب والا ! یہی وجہ ہے کہ جب اس نے دس - بیس - میل جانا ہو تو وہ بس میں سوار ہو اور پھر جناب والا ! لوکل بسوں کی حالت بھی بہت زیادہ خراب ہے اور اس طرح سے اس کا بہت زیادہ وقت ضائع ہوتا ہے - میری عرض ہے کہ وزیر تعلیم صاحب مہربانی فرما کر ایجوکیشن افسر کو سواری ضرور دیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کہاں جائیں - آپ کہتے ہیں کہ سکولوں میں کام نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں

کہ ہمارے پاس سواری ہی نہیں ہے اور وہاں جناب والا ! دفتروں میں بڑا رش ہوتا ہے اور ان کے پاس بہت زیادہ کام ہوتا ہے اور ان کے پاس بیشمار سکول ہیں اور وہ سارا دن اسی کام میں لگے رہتے ہیں اس طرح سے جناب والا ! کون سکول میں جائے گا اور کون چیک کرے گا۔

Mr. Speakrer : You are making a speech beyond the scope of the Cut Motion

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! میں تعلیم کے متعلق عرض کر رہا ہوں۔

مسٹر سپیکر : تعلیم کے متعلق آپ ہر چیز نہیں فرما سکتے۔ اس کٹ موشن میں صرف تین چیزیں ہیں ان پر آپ بات فرما سکتے ہیں۔

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! تعلیم کے میدان میں ٹیچرز کے ریکارڈ کو مد نظر رکھا جائے۔ ان کی rapaid promotion کی ضرورت نہیں ہے یہ ضرور دیکھا جائے کہ اس ٹیچر کا ریکارڈ کیا ہے اس کے سبجیکٹ کا اور اس کی کلاس کا رزلٹ کیا آیا ہے ؟ جناب والا ! اکثر یہ ہوتا ہے کہ دیہاتی سکولوں میں اٹھارہ یا پندرہ فیصد رزلٹ آتا ہے۔ جناب والا ! میں کٹ موشن کی مخالفت کر رہا ہوں لیکن چونکہ مجھے یہ موقع ملا ہے اس لیے میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! آپ کٹ موشن پر تو بول سکتے ہیں لیکن آپ کو یہ مد نظر رکھنا ہوگا کہ کٹ موشن جن آئٹم کے متعلق یا جس - جس چیز کے متعلق دی گئی ہے اس کے متعلق آپ تجویز فرمائیں اس میں تین چیزیں دی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ امتحانات کا نظام - قومیائے گئے سکولوں کی حالت تعلیمی اداروں میں فراہم کی جانے والی سہولتیں۔ ان تین چیزوں پر آپ بحث کر سکتے ہیں۔

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! میں نے عرض کیا ہے کہ سہولتیں تو ہیں۔ اس حد تک سہولتوں کی تو بات ہو سکتی ہے لیکن جناب والا ! جہاں تک نظام تعلیم کا یا امتحانات کا تعلق ہے میں یہ عرض

کرونگا کہ دیہات میں جو سکولز ہیں ان میں بہت بڑی دقت ہے اور اکثر لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں استاد آتا ہی نہیں تو ہم ان کے پاس جاتے ہیں لیکن جناب والا ! وہ کہتے ہیں کہ ہم امتحان لینے کو تیار ہیں لیکن اتنے بڑے ضلع میں ہم کیسے کام کریں ؟ امتحانات کا یہ سسٹم صحیح نہیں ہے اور جو مشینری ہے وہ بہت ہی defcetive ہے اور اس کا کوئی انتظام نہیں ہے ۔ جناب والا ! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ رزلٹس کو ضرور مد نظر رکھا جانا چاہیے ۔ جناب والا ! تب ہی یہ حالات بہتر ہو سکیں گے ۔

ملک محمد ممتاز خان (جھنگ ۔ 2) جناب سپیکر ! جب معزز اراکین اپوزیشن کے بینچوں پر پہلے دن بیٹھے تھے تو انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس ہاؤس میں تعمیری تنقید کریں گے لیکن جناب والا ! یہ موجودہ کٹ موشن پیش کر کے انھوں نے اپنے اس دعوے کی قلعی کھول دی ہے ۔ تعلیم کے لیے جس قدر رقم اس بجٹ میں فراہم کی گئی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عوامی حکومت ہمارے تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرنا چاہتی ۔ اور ان ناگزیر حالات کے پیش نظر ہماری حکومت نے تعلیم کی مد میں جس قدر رقم فراہم کی ہے اس پر ان کا یہ اعتراض کچھ واجب نظر نہیں آتا ۔

جناب والا ! لیڈر آف دی اپوزیشن نے اپنی تقریر میں اساتذہ پر خاص کر کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں اخلاق کے انحطاط پر بہت کچھ کہا تھا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طلبا میں جو اخلاق کا انحطاط پیدا ہوا ہے اس میں والدین کا بھی بہت حد تک دخل ہے ۔ کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ماں کی گود ایک بہترین ادارہ ہوا کرتی ہے ۔ اگر والدین ان کو بنیادی طور پر اساتذہ کا احترام کرنا گھر پر سکھائیں تو کیوں نہ جا کر اداروں میں سکولوں میں اور کالجوں میں اپنے اساتذہ کا احترام کریں اور والدین کا بھی احترام کریں ۔ صورتحال یہ ہوتی ہے اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ جس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں اس میں والدین کی صورتحال کچھ

اور تھی ۔ اگر کوئی استاد کسی شاگرد کو اس کے سبق نہ یاد کرنے پر یا شرارت کرنے پر پیٹ دیتا تھا تو والدین جا کر اس کا شکریہ ادا کیا کرتے تھے ۔ اب صورتحال یہ ہے اگر کوئی استاد چاہے کسی سکول کا ہو ۔ چاہے پرائمری سکول کا ہو چاہے کوئی اونچا ادارہ ہو اس کی کسی اپنی غلطی کی وجہ سے کوس پیٹتا ہے تو والدین بھاگ پڑتے ہیں ان کے پاس شکایت کرنے کے لیے کہ ان کے لاڈلے کو کیوں کچھ کہا گیا ؟ ۔ اس میں میں سمجھتا ہوں یہ سارا الزام حکومت پر نہیں دھرا جا سکتا ۔ اس میں ہمارے معاشرے کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے ہمیں اپنے گریبانوں میں بھی جھانک کر دیکھنا چاہیے ۔

دوسرے جناب والا ! انہوں نے تعلیم بالغان کا ذکر فرمایا ہے ۔ تعلیم بالغان کے سلسلے میں بھی ہماری حکومت کی طرف سے بہت کوشش کی گئی ہے ۔ ہماری حکومت معاشرے سے اس کا خاتمہ دیکھنا چاہتی ہے کہ یہاں کوئی جہالت نہ رہے ۔ ہمارے معاشرے میں جو برائیاں ہیں ان کے متعلق ہم جگہ جگہ کہتے ہیں ہمارے معاشرے میں چوریاں ہوتی ہیں ۔ ڈاکے پڑتے ہیں قتل ہوتے ہیں یہ اس قسم کی وارداتیں تب تک ختم نہیں ہو سکتیں جب تک اس معاشرے میں تعلیم عام نہ کی جائے ۔ جناب والا ! جب یہ حکومت ان چیزوں کی برائیوں کا قلع قمع کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے تعلیم کا نظام بھی نافذ کیا گیا ہے تو تعلیم بالغان پر اتنا پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے تو اس کے لیے دوسری طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے ۔ جناب والا ! اس کی بجائے وہ تعلیم بالغان کے نظام کی بنیاد پر ضرب لگائیں ۔ یہ نظام یا یہ سکیم جو جاری کی گئی ہے یہ سرے سے درست نہیں ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن علاقوں میں جو عوامی نمائندے ہیں ان کی بھی ذمہ داری ہے ۔ ان کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھیں کہ ان کے علاقے میں تعلیم بالغان کا نظام اچھے طریقے سے چل رہا ہے ۔ جو اساتذہ لگائے گئے ہیں وہ کام کر رہے ہیں ۔ وہ ادارے چل رہے ہیں یا نہیں چل رہے ہیں اس لیے حکومت پر الزام نہیں دھرنا چاہیے ۔ نظام کو اور بہتر

کرنے کے لیے ہماری بھی ذمہ داری ہے - پھر ہمیں اپنی ذمہ داریاں نبھانا چاہیں اس کے بعد بچیوں کے سکولوں کا ذکر ہے کہ بچیوں کے سکول چل نہیں رہے - دیہات میں وہ برائے نام سکول ہیں - وہاں کوئی استانیاں نہیں ہیں اس میں میں سمجھتا ہوں گورنمنٹ کے وسائل بہت کم ہیں - پہلے بھی اس ہاؤس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ مساجد کو بطور اداروں کے استعمال کیا جائے وہاں سکول کے طلبا کو تعلیم دی جائے - میں سمجھتا ہوں اگر ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ہماری بچیوں کو مسجدوں میں تعلیم دی جائے تو صاف واضح ہے یہ اسی صورت میں ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے اتنے وسائل نہیں ہیں - اس کے لیے دیہاتیوں کو بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا -

جناب والا ! بچے تو درختوں کے نیچے بیٹھ کر تعلیم حاصل کر سکتے ہیں - پڑھ سکتے ہیں لیکن بچیوں کے لیے بہت مشکل ہے - خاص کر استانیاں جو باہر سے آتی ہیں وہ باہر بیٹھ کر نہیں پڑھا سکتیں - ان کو پردہ بھی لازمی کرنا پڑتا ہے - پھر ہمارے دیہات میں اتنی تعلیم نہیں ہے کہ وہاں سے اسی گاؤں کی استانیاں اتنی پیدا ہو سکیں اور وہ تعلیم دے سکیں - اس کے لیے جو مشکل در پیش ہے وہ زیادہ تر عمارات کی ہے - اس کی طرف ہمارے دیہاتیوں کو توجہ دینی چاہیے - اس سلسلے میں محکمہ تعلیم کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور ان کو اپنی طرف سے کوئی انتظام کر کے عمارت فراہم کرنی چاہیے -

مسٹر محمد سعید سندھو (قصور - 7) : جناب والا ! جو کٹ موشن پیش کی گئی ہے یہ نہایت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس بجٹ میں سب سے زیادہ خرچ اس مد میں رکھا گیا ہے اور سب سے زیادہ میرے فاضل ساتھیوں نے اس کٹ موشن کو صرف یہ سمجھ کر کہ یہ قائد حزب اختلاف نے حکومت کی مخالفت کی بنا پر پیش کی ہے - لیکن میں سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہے - مگر موجودہ نظام تعلیم بالخصوص امتحانات کا جو طریقہ ہے اس سے آپ کے سامنے جو نتائج آئے ہیں - جو طریقہ امتحانات یونیورسٹیوں کا ہے

اور جو طریقہ امتحانات پنجاب یونیورسٹی کا ہے اس کے مقابلہ میں بلہڑ یونیورسٹی اور اصغر یونیورسٹی موجود ہے کہ جہاں ہمیں پانچ ہزار یا سات ہزار روپے میں ڈگری دے دیتے ہیں - ایم بی بی ایس ڈگری دیتے ہیں - ایل - ایل - بی کی ڈگری دیتے ہیں - ایم - اے کی ڈگری دیتے ہیں اس لیے جناب قائد حزب اختلاف کی طرف سے جو کٹ موشن کی گئی ہے ہمیں اس مسئلہ پر بحث کر لینی چاہیے - اس سے تخفیف کرنے کا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کو بہتر کرنے کا طریق کار چاہیے - جناب والا ! اس چیز کو دیکھ کر آج نظام تعلیم کی جو حکمت عملی قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں کی گئی ہے ان خطرات سے بچنے کے لیے - تعلیم کو بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے سمسٹر سسٹم کا طریقہ امتحان جاری کیا گیا ہے جس کے دو مقاصد ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی دونوں مقاصد ہی حاصل کرنا چاہتی ہے - پہلی حکمت عملی کی جو بات ہے کہ کم از کم نہ بلہڑ یونیورسٹی کا قیام - اصغر یونیورسٹی کا قیام - یہ جعلی اسناد کی فروخت اس طریقے سے رک جائے گی - سمسٹر سسٹم کے تحت تمام پروفیسر حضرات نے اپنے طلبا کو ہر تین مہینے کے امتحان کے بعد یا ہر ایک ماہ کے امتحان کے بعد 30 فیصد ریمارکس دیتے ہوتے ہیں جن کا ذکر امتحان میں جا کر ان کی ڈویژن کی امپرومنٹ کے لیے استعمال ہوتے ہیں - تیسری جو حکمت عملی پاکستان پیپلز پارٹی کی ہے جیسا کہ قائد حزب اختلاف نے یہ کہا کہ اس دور میں اساتذہ کی کوئی قدر نہیں - اس دور میں استاد کو کوئی مقام حاصل نہیں جو اسے ملنا چاہیے -

جناب والا ! اس لیے یہ سمسٹر سسٹم جاری کیا گیا کہ کم از کم طلبا کو یہ احساس ہوگا کہ ان کے کم از کم 30 فیصد مارکس ان کے استاد اور لیکچرار کے ہاتھ میں ہیں - وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے اساتذہ کی عزت کرنے پر مجبور ہو جائے گا لیکن جو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکمت عملی ہے اگر اس کے اچھے نتائج نظر نہیں آ رہے تو اس میں عوامی حکومت کا کوئی قصور نہیں - اس میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکمت عملی

کا کوئی قصور نہیں ۔ اس میں اگر قصور ہے تو ان اساتذہ کا ہے جن کو ہم نے بہترین گریڈ دیے ۔ جن کی عزت بڑھانے کے لیے ہم نے ان کو یہ مقام دیا ۔ طلبا پر کنٹرول کرنے کے لیے ان کو یہ اختیارات دیے ۔ لیکن آج وہ لوگ طلبا کے ساتھ impartial ہو کر مارکس لگاتے ہیں ۔ اگر آج اساتذہ ان کو اپنے مقام پر لانے کے لیے ۔ تعلیم کا معیار سر بلند کرنے کے لیے ۔ ان کے ماہانہ ٹیسٹوں اور سیسٹر سسٹم کے ہوتے ہوئے پھر بھی ان کو قابلیت کی بنیاد پر پاس نہیں کرتے تو جناب والا ! اس میں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا اس میں اساتذہ کا کیا قصور ہے ؟ ہمیں اساتذہ کو یہ سمجھانا ہوگا ۔ ہمیں اساتذہ کو یہ request کرنا ہوگی کہ ہم نے آپ کو پاکستان کے اندر بہترین سے بہترین مقام دیا ہے ۔ ہم نے آپ کو تمام سہولتیں دی ہیں ۔ ہم نے آپ کو مقام دیا ہے ۔ ہم نے طلباء کو مجبور کیا ہے کہ وہ آپ کے کنٹرول میں رہیں ۔ اگر اس کے باوجود وہ تعاون نہیں کرتے تو جناب والا ! میں وزیر تعلیم سے یہ استدعا کرونگا کہ وہ اساتذہ کی کانفرنس بلائیں ان کی کنونشن بلائیں ان کو سمجھائیں کہ جو وہ چاہتے تھے ہم نے ان کو دیا ۔ جو اخراجات وہ چاہتے تھے حکومت نے ان کے لیے مہیا کیے ہیں ۔ لیکن اب اس معیار کو بلند کرنے کے لیے امتحانات کے اس طریقہ کار کو جب پیپلز پارٹی نے اپنایا ہے ، حکومت اس کو کامیاب کرنا چاہتی ہے ۔ ہم اس صدیوں پرانے نظام کو بدلنا چاہتے ہیں ۔ لیکن اس کی کامیابی کے سلسلے میں جہاں تک حکومت کا تعلق تھا اور ہم نے پالیسی دینی تھی وہ ہم نے پالیسی دے دی ۔ اب یہ عمل کرانا اساتذہ پر منحصر ہے ۔ دوسری بات قومیائے گئے سکولوں کے متعلق ہے ۔ جہاں تک قومیائے گئے سکولوں کا بجٹ میں فنڈز دینے کا تعلق ہے وہ دیے گئے ہیں لیکن ایک بات میں وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ جتنے قومیائے گئے سکول ہیں اول چھوٹے شہروں میں اور بالخصوص لاہور میں بھی وہ تمام سکول جو قومی تحویل میں لیے گئے اور وہ پرائیویٹ عمارات میں تھے ۔ اب ان کے مالکان نے ان تمام عمارات کے سول عدالتوں میں دعویٰ دائر کر کے سکول خالی کروا

لیے ہیں - پنجاب بھر کے تمام اضلاع میں آپ یہ دیکھیں گے کہ تمام ایجوکیشن افیسرز مہینے میں بیس دن عدالتوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور مقدمات کی پیروی کرنے کے لیے موجود ہوتے ہیں - جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اساتذہ کو الگ تکلیف ہے اور جب وہ سکول بذریعہ ڈگری خالی کروا لیے جاتے ہیں تو والدین کے لیے یہ چیز تکلیف دہ ہوتی ہے کیونکہ اس محلہ میں یا اس علاقہ میں کوئی سکول نہیں ملتا - بچوں کے تکلیف ہوتی ہے پھر ان کے داخلے کے لیے مشکل ہو جاتی ہے - تو جناب والا ! میں آپ سے یہ گزارش کرونگا کہ اس مسئلہ پر غور کیا جائے کہ جو قومیائے گئے سکول ہیں جن کی عمارات حکومت کی نہیں ہیں یا تو وہ خرید کر لی جائیں یا اس کے لیے کوئی لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور ان سکولوں سے وہ عمارات خالی نہ کرائی جائیں -

جناب والا ! جہاں تک تعلیمی اداروں میں فراہم کی جانے والی سہولتوں کا تعلق ہے میں یہ عرض کرونگا کہ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کو سعادت نصیب ہوئی کہ ہم نے سکولوں اور کالجوں کے اندر زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کا کام کیا - جناب والا ! آج پنجاب کے کالجوں میں اور خاص کر پنجاب میں خواتین کے کالجوں اور سکولوں کے لیے بسیں خرید کر کے دیں - اس طرح کالجوں کے اندر لائبریری ، طلباء کو مفت کتابیں - ان کے لیے قرض حسنہ اور وظائف اس سال 2 کروڑ روپے کے رکھے گئے ہیں - جناب والا ! طلباء کو ہر قسم کی سہولت دینے کا پروگرام بنایا ہے - خاص طور پر ان کے لیے ٹیلیفون کی سہولت اور کولرز کا بندوبست - بسوں کا بندوبست - میڈیکل کالج کے اندر لائبریری کا بندوبست کیا گیا - بیرونی کتب آسان اقساط پر دیں بلکہ مفت دینے کا بندوبست کیا گیا - انجینئرنگ یونیورسٹی میں کتابیں منگوائی گئیں جو ان کو دی گئیں اور اس سال آٹھ کالجوں میں 12 لاکھ 52 ہزار 5 سو روپے کی کتابیں مہیا کرنے کے لیے فنڈ دیے گئے اور اسی طرح 1 لاکھ 70 ہزار کی کتابیں منگوا کر طلباء کو دینے کے لیے پروگرام بنایا گیا ہے - جناب والا ! یہ وہ چیزیں

ہیں جو اس عبوری دور میں طلباء کے لیے کی گئی ہیں ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم نے اساتذہ کے لیے کی ہیں لیکن جناب والا ! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ جیسے کل قائد حزب اختلاف نے یہ بات کی تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے دور میں یونین کا سلسلہ کیا گیا جس کی وجہ سے کالجوں کا نظام درہم برہم ہوگیا ہے ۔

جناب والا ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے کالجوں کے اندر کوئی سیاسی پاکٹ نہیں رکھے ہیں ۔ اسلامی جمعیت کا کل ذکر آیا تھا ۔ جناب والا ! پاکستان کے اندر اور بالخصوص پنجاب کے اندر جتنے ہنگامے ہوئے ان کی تاریخ 1962ء سے شروع ہوتی ہے اور اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی کا وجود نہیں تھا اس وقت ہڑتالیں کن لوگوں نے کرائیں ؟ ۔ اس وقت کالجوں کے اندر کونسی سیاسی جماعت طلباء کو اکساتی رہی ؟ ۔ 1962ء سے لے کر آج تک کالجوں کے اندر جو ہنگامے ہو رہے ہیں وہ ایک ہی جماعت ہے جو کہ جماعت اسلامی کی ذیلی جماعت ہے جو ہنگامے کروا رہی ہے ۔ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے واضح ہدایات کی ہیں کہ کالجوں کے اندر اور سکولوں کے اندر پاکستان پیپلز پارٹی کوئی سیاسی پاکٹ نہ بنائے ۔ جناب والا ! میں آپ کو زرعی یونیورسٹی لائلپور کی پچھلے سال کی بات کرتا ہوں کہ وہاں دو گروپوں کے درمیان کچھ یونین کا جھگڑا تھا تو قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے واضح ہدایات دیں کہ زرعی یونیورسٹی کے سالانہ فنکشن میں ہمارا وزیر تک نہ جائے ۔ وزیر تعلیم سمیت کوئی وزیر بھی وہاں جا کر انعامات تقسیم نہیں کرے گا بلکہ ایجوکیشن کا کوئی ہائر آفیسر جا کر انعامات تقسیم کرے گا تا کہ کالج کے اندر سیاسی فضا پیدا نہ ہو ۔

جناب والا ! اس تحریک تخفیف زر پر یہ میری گزارشات ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف خود بھی مخالفت اس بنا پر نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ وہ یہ تخفیف نہیں چاہتے بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو فنڈز دیے

گئے ہیں اور اسی بنیاد پر طریقہ امتحان کے اندر یہ جو ہلڑ بازی ہوتی ہے اور جعلی ڈگریاں بکتی ہیں ان کو دیکھا جائے اور روکا جائے تاکہ قابلیت کی بنا پر جو طلباء آتے ہیں وہ اپنی قابلیت کی بنا پر چلتے رہیں اور یہ جو چھٹا یا ساتواں پرچہ ہوتا ہے اس کا کونسا ایگزامینر آتا ہے ؟ ۔ کس کو لگواتا ہے ؟ پرچوں کے پیچھے بھاگنا کیسے ہے ؟ ۔ نقل کیسے مارنی ہے ؟ ۔ تو یہ سلسلہ اگر بند کیا جائے تو یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف بھی قائد عوام کی ان اصلاحات کی حمایت کرے گی ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر انوارالحق ۔

مسٹر انوارالحق : جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ شکر گڑھ میں گرلز سائنس کالج کا اجراء ہو چکا ہے اور تحصیل شکر گڑھ کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا کیا جا چکا ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حیرانی کی بات یہ ہے کہ سائنس کالج تو ہے لیکن تحصیل بھر میں جتنے بھی گرلز ہائی سکول ہیں ان میں کسی میں بھی سائنس کی تعلیم کا مناسب بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی کسی سکول میں کوئی لیبارٹری قائم ہے ۔ میری گزارش یہ ہے کہ کالج میں سائنس کی سہولتوں کا مناسب فائدہ اٹھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گرلز ہائی سکولوں میں بھی سائنس کی تعلیم کا خصوصی انتظام کیا جائے اور سائنس لیبارٹریز جلد از جلد قائم کی جائیں ۔ اس کے علاوہ گرلز ڈگری کالج تحصیل شکر گڑھ میں سٹاف کی تقریباً پچاس فیصد کمی ہے ۔ میری گزارش ہے کہ جناب وزیر تعلیم اس کمی کو جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کریں ۔ تحصیل شکر گڑھ کے ٹرینڈ بے روزگار لڑکوں کی تعداد تقریباً تین ہزار ہے ۔ اگر وزیر تعلیم صاحب مناسب سمجھیں تو کسی نہ کسی سکیم کے ذریعے ان کو کہیں نہ کہیں کھپانے کا مناسب بندوبست کریں ۔ جناب والا ! یہ جو تحریک تخفیف زر پیش کی گئی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ تعلیم ہمارے معاشرے کے لیے اور ہمارے ملک کی ترقی کے لیے انتہائی ضروری اور بنیادی چیز ہے ۔ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مہیا کیے جانے چاہئیں ۔

شکریہ

مسٹر سپیکر : وزیر تعلیم - - - - (اس مرحلہ پر رانے محمد اسلم خان کھڑے ہوگئے) رانے محمد اسلم خان .

رانے محمد اسلم خان : جناب والا ! یہ جو تحریک تخفیف زیر پیش کی گئی ہے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں کیونکہ جو تعلیم ہے وہ انسان کا زیور ہے اور اس زیور سے آراستہ کرنے کے لیے حکومت نے اس بجٹ میں زیادہ سے زیادہ جو رقم رکھی ہے وہ تعلیم کے لیے رکھی ہے - تو حکومت کی اور خاص طور پر جب سے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت آئی ہے یہ منشا رہی ہے اور یہ ایمان ہے کہ اس ملک سے ناخواندگی کو دور کیا جائے - زیادہ سے زیادہ رقومات مہیا کر کے اس ملک کے عوام کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے تا کہ جہالت دور ہو اور اس ملک کا ہر بچہ عام زندگی میں اپنا بہتر مقام حاصل کر سکے - تو اس مقصد کو سامنے رکھ کر ہماری حکومت نے اس بجٹ میں جو رقم مختص کی وہ میرے خیال میں ناکافی ہے - لیکن چونکہ وسائل اس قدر کم ہیں تو وسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ جو رقم رکھی گئی ہے اور اس میں جو تحریک تخفیف دی گئی ہے یہ نا مناسب ہے - اس میں تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے - ایک تو یہ ہے کہ تعلیمی معیار کم ہے - جناب والا ! تعلیمی معیار بلند کرنے کے لیے ہماری حکومت نے جو مختلف اوقات میں اور مختلف طریقے سے پالیسیاں وضع کی ہیں ان سے ہمارا تعلیمی معیار پہلے سے کہیں بہتر ہو رہا ہے اور یہ جعلی ڈگریاں اور یہ جعلی سندیں جو بک رہی ہیں ان کے متعلق وزیر موصوف اقدامات کر رہے ہیں اور کافی لوگوں کو اس میں سزائیں بھی مل چکی ہیں یہ معاشرے میں خرابی ہے - کل سے اس پر بحث ہو رہی ہے - جب تک بنیادی چیز ٹھیک نہیں ہو گی اس وقت تک ایک آدمی معاشرے کو ٹھیک نہیں کر سکتا اور یہ معاشرہ ٹھیک نہیں ہو سکتا - یہ چیز چلتی رہے گی ہماری حکومت اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہے - ہم انشاء اللہ ان چیزوں کو ختم کریں گے - یہ جعلی ڈگریاں اور جعلی سندیں جو بک رہی ہیں ان کا محاسبہ کریں گے -

تمام علاقے میں یہ قبیح کاروبار ہو رہا ہے افسران اس کا سد باب کر سکتے ہیں عوامی حکومت نے ٹیکنیکل ایجوکیشن شروع کر دی ہے اور میرے خیال میں زیادہ سے زیادہ توجہ اس پر دی جا رہی ہے اور زیادہ سے زیادہ رقوم ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لیے رکھی گئی ہیں ٹیکنیکل ایجوکیشن سے لوگ ہنر سے بہرور ہوں گے اور اپنے ملک اور بیرون ملک خدمت کر سکیں گے اور ان کو در در کے دھکے نہ کھانے پڑیں گے۔ پولی ٹیکنیکل سکولوں کا سب سے زیادہ اجرا اس حکومت نے کیا ہے اور اس وجہ سے لوگ یہاں سے تربیت حاصل کر رہے ہیں اور خاص طور پر مشرق وسطیٰ میں جا کر اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں اور ملک کے لیے کافی روپیہ کما رہے ہیں۔ دوسرا سوال سکولوں کا تھا۔ قومیائے گئے سکولوں کا مسئلہ جو چل رہا ہے یہ ان کو معلوم ہونا چاہیے یہ قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ استاد اور استانیاں بچوں کے ساتھ سکولوں میں کیا کرتے تھے اور جیسا آپ کو معلوم ہے گوجرانوالا شہر میں ایک پرائیوٹ سکول تھا جس کے متعلق اخبارات میں کافی لے دے ہوئی۔ پرائیویٹ سکولوں میں بچوں پر مالی بوجھ ڈال دیا جاتا ہے ان سکولوں کو قومیانے کے بعد والدین پر بوجھ کم ہوگیا ہے اس لیے میں احمد سعید صاحب کی تجویز کی تائید کرتا ہوں کہ وہ مناسب قوانین بنائیں اور بچوں کو سکولوں سے نہ نکالا جائے ان کی تکالیف کا ازالہ ہونا چاہیے۔ میرے دوست نے ابھی ابھی عرض کیا ہے لیکن میں آپ کو وہ زمانہ بھی یاد کرانا چاہتا ہوں کہ دیہاتوں میں پانچ۔ پانچ میل تک ایک ماسٹر بھی نہیں ہوتا تھا لیکن اب ہمارے دیہات میں کم از کم ایک پرائمری سکول ضرور موجود ہے وہ زمانہ گیا جب دیہاتوں میں سکول نہیں تھے اب کم از کم ہمارے بچوں کے لیے ایک استاد تو مل گیا ہے جو بنیادی تعلیم دے رہا ہے۔ جوں جوں وسائل بڑھتے جائیں گے اور ہم اپنے وسائل کے مطابق استادوں کی تعداد میں اضافہ کریں گے اور یہ کمی پوری کر دی جائے گی ان حالات میں میں کٹ موشن کی مخالفت کرتا ہوں۔

Mr. Hamid Kamal Dahir : Sir, I oppose the cut motion moved by the worthy member of the Opposition. Actually, it is a token cut motion which means that they are not opposing the allocation but they are only opposing the policy with regard to this allocation. They have opposed the education policy on three counts. First is the examination system, second is the nationalised schools and colleges and, third, is the facilities provided in these institutions. I shall deal with them one by one. Firstly, the examination system. Mr Speaker, the system of examination which our government is trying to adopt is most modern and progressive. There is nothing wrong with the examination system. It is only that the people who are conducting these examinations are not fair They may be corrupt and can be dealt with but it does not mean that we should not adopt the progressive and most modern system which is prevalent in other progressive countries of the world. Secondly, the position of nationalised schools and colleges. Actually, before nationalization, the education institutions used to be run on commercial lines and people used to earn money out of these institutions. It is a good thing that they have been nationalised but only those institutions should have been nationalised which were being run on commercial lines and all other institutions which were being run by bonafide bodies should have been spared. The money thus saved could be used in the new educational institutions. In this regard I would like to mention that in my town of Khanpur, the "Tarraqi-e-Taaleem "Society used to run a Degree College which was subsequently nationalised and reduced to an Inter College. For the last five years, we have been trying that it should be raised to a Degree College but nothing has been done so far in this regard and the people of that area are feeling great difficulty in not having a Degree College in a radius of thirty miles. I request the Education Minister, through you, to kindly look into this matter and have that college raised to Degree level.

Lastly, the question has been raised regarding facilities in the educational institutions. In this regard, I would mention that either we can have expansion or more facilities We have preferred to give more education to more people rather than to have few people educated with more facilities because first there should be universality of education and then there can be improvement in the institutions The standard of education has not gone down and that is apparent from the fact that we are producing best doctors, best engineers and best scientists who are working outside the country also and we are getting a good name and money too in the shape of foreign exchange. This is, therefore, not true that the standard of education has gone down miserably. It is a natural consequence that, when we expand, the standard is bound to go down but still, as I have already said, we are producing best scholars, best engineers and best doctors. Hence, I fully oppose the motion moved by the member from Opposition.

مسٹر سپیکر : محمد حنیف ناور ۔

مسٹر محمد حنیف ناور : جناب والا ! میں حزب اختلاف کی پالیسی پر تنقید کرتا ہوں اور اس بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ جہاں تک نظام تعلیم کی بات ہے وہ یہ کہ جب کبھی پرانا سسٹم ختم کیا جاتا ہے اور نیا سسٹم رائج کیا جاتا ہے تو واویلا مچا کرتا ہے ۔ یہ وقت کے تقاضے کے مطابق نظام تعلیم میں تبدیلیاں کی گئی ہیں ملک میں یہ تبدیلیاں کی جانی ضروری تھیں جس کی وجہ سے نظام تعلیم میں تبدیلی کرنا ضروری ہوگیا تھا ۔ اگر روایتی نظام تعلیم پر چلتے رہتے اور زمانے کے مطابق تبدیلی نہ لاتے جس نظام تعلیم کے بارے میں یہاں تنقید کی گئی ہے تو یہ غلط ہوتا اس میں کبھی بھی کوئی نشاندھی نہیں کی گئی کہ فلاں سسٹم اس وجہ سے غلط ہے یا اس وجہ سے خراب ہے ہمیشہ یہ زمانے کا اصول رہا ہے ۔

جناب والا ! قومیائے گئے سکولوں کے متعلق یہاں باتیں کی گئی ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے یہ جرأت مندانہ اقدام کیا ہے اور اس نظام تعلیم میں تبدیلی لائی گئی ہے اس نظام تعلیم سے تمام ملکوں میں ایک یونیفیکیشن ہوگئی ہے اس سے نہ صرف طلبہ میں ایک یکساں سوچ پیدا ہوگئی ہے ان کے جو اساتذہ تھے جو پروفیسرز تھے لیکچرار تھے لیڈی لیکچرار تھیں ان کی ملازمت کا بھی پورا پورا تحفظ ہوگیا ہے میرے دوست نے کچھ خرابیوں کی نشاندہی کی ہے میں ان کو دھرانا نہیں چاہتا جس نظام تعلیم پر جو رقم حکومت خرچ کرنا چاہتی ہے وہ اس ایوان اس سلسلے میں منظوری لے رہی ہے وہ مناسب ہے اور یہ ایک جرات مندانہ قدم ہے اور پاکستان میں ایسے جرات مندانہ اقدام اٹھانے ضروری ہیں اور وہ مدرسوں کا نظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے ۔ جناب والا ! جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر فرقے کا اپنا اپنا مدرسہ ہے جو انہیں ان کے فرقے کی تعلیم دیتا ہے ۔ وہاں سے کوئی سود مند شہری اور اچھے طالب علم نہیں نکلتے بلکہ وہاں سے ملا نکلتے ہیں ، عالم نہیں نکلتے اور آج ان ملاؤں نے فساد کی جڑ پیدا کی ہے ۔ اس لیے میں یہ عرض کرونگا کہ ان مدرسوں کو قومیایا جائے اور جیسے پہلے جرات مندانہ اقدام کیے گئے ہیں اسی طرح اب بھی جرات سے کام لیں ۔ ان مدرسوں کو قومی تحویل میں لینا پڑے گا کیونکہ علامہ اقبال نے بھی کہا تھا کہ دین ملا فی سبیل اللہ فساد ۔ جس طرح ان لوگوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے پاکستان اور قوم کو آگ میں جھونکا ہے یہ کوئی مخفی بات نہیں ۔

جناب والا ! ملا نے کبھی یکساں سوچ کے ساتھ اور قومی یک جہتی کے لیے کام نہیں کیا بلکہ کبھی وہ کسی فرقے کی بات کرتے ہیں اور کبھی کوئی مسئلہ اور فساد پیدا کرتے ہیں ۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ یہ قدم اٹھایا جائے ۔ میں وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان مدرسوں کا نظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے ۔ پچھلی حکومتوں نے آئین میں یہ بات نہیں رکھی تھی کہ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا ۔ موجودہ حکومت نے اپنے آئین میں یہ بات رکھ دی ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام

ہوگا تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مدرسہ آزادانہ چلے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا نظام حکومت کے ہاتھ میں ہو تاکہ تمام قوم کی سوچ دین کے بارے میں یکساں ہو ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی معروضات ختم کرتا ہوں اور اس کٹ موشن کی پر زور مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : سردار نوازش علی پاشا !

سردار نوازش علی پاشا : جناب سپیکر ! جہاں تک تعلیمی سہولتوں کا تعلق ہے ہم اپنے وسائل سے جتنی بھی سہولتیں اور جس معیار کی سہولتیں مہیا کر سکیں ہمیں اسی پیمانے پر ان کو دیکھنا اور جانچنا چاہیے ۔ ہمارا ملک بد قسمتی سے ایک غریب ملک ہے اور افراط زر کا شکار بھی رہا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو سہولتیں ہونی چاہیں وہ نہیں اور جتنی سہولتیں ہم مہیا کر سکتے ہیں ۔ وہ موجودہ سکولوں اور تعلیمی اداروں کی شکل میں موجود ہیں اس ایوان میں کئی مرتبہ ایچی سن کالج کا ذکر ہوا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ اس کالج کو بھی بند کر دیا جائے باقی سکولوں اور تعلیمی اداروں کو بھی اسی کالج کی سطح پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ مقصد تو اچھی تعلیم کا ہے وہ تو یہ کالج ایک نمونے کے طور پر موجود ہے اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ باقی سکول اور کالج بھی آہستہ آہستہ اس کے معیار پر آ سکیں ۔ زیادہ توجہ اس طرف دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے تعلیمی اداروں میں بچوں کے کردار اور اخلاق کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی جیسے جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ والدین آ کر کہتے ہیں کہ ان کے بچوں کو ایسی جگہ تعینات کیا جائے جہاں اللہ کا فضل ہو اور اوپر سے آمدنی ہوتی ہو ۔ تو اصل توجہ اس طرف دینی چاہیے ۔ اس ضمن میں میں یہ کہوں گا کہ ہمارے امتحانات کے سسٹم میں کوئی نقص نہیں ، پہلے بھی امتحانات کا یہی سسٹم تھا لیکن پہلے کبھی پانچ یا چار ہزار روپے میں ڈگریاں فروخت نہ ہوتی تھیں ۔ یہ ہمارے اخلاق کی کمزوری ہے کہ آج ڈگریاں بک رہی ہیں ۔ امتحانات کا نظام آپ چاہے کچھ بھی کر دیں جب تک دیانتداری اور ایمانداری سے کام

نہ لیا جائے گا اس میں پھر وہی نقص پیدا ہو جائے گا جو اس وقت ہے ۔ یہ نظام تو شروع سے قائم ہے لیکن یہ بد دیانتی آج سے پانچ دس سال پہلے سے شروع ہوئی ۔ شروع میں تو یہی طریقہ درست تھا ۔ تو امتحانات کے سسٹم میں کوئی نقص نہیں ، نقص اگر ہے تو ہم میں ہے ، ہمارے کردار میں ہے ، یہ ہماری اپنی کمزوریاں ہیں ۔ جب تک یہ دور نہ کریں گے تب تک آپ کوئی بھی طریقہ رائج کر لیں ۔ آپ امریکن یا برٹش یا جاپانا کا سسٹم بھی رائج کر دیں ان مشکلات سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے ۔ پہلے ہمارے سکولوں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اخوت ، برادری اور پیار سکھایا جاتا تھا لیکن اب بد قسمتی سے اساتذہ کرام بچوں کو پارٹی بازی اور سیاست نچلی سطح سے ہی سکھانی شروع کر دیتے ہیں جو ان کے ذہنوں پر بہت برا اثر چھوڑتی ہے اور بجائے پیار کے آئے روز لڑائی جھگڑے سننے میں آتے ہیں کہ فلاں کالج میں ایک لڑکے نے دوسرے کو چاقو مار دیا ۔ میڈیکل کے اداروں میں بھی آپ اس قسم کی خبریں سنتے ہیں کہ ایک لڑکے نے اپنے ساتھی لڑکے کو چاقو مار دیا ۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے زمانے میں آرٹس کالج میں اس قسم کی حرکتیں نہیں ہوا کرتی تھیں ۔ تو اخلاق کے بنانے میں خصوصی توجہ دی جائے بجائے اس کے کہ امتحانات کے سسٹم کو تبدیل کیا جائے ۔ ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس میں امتحان کا طریقہ تبدیل کیا گیا تھا ۔

Then they came to realise within a year that it was not feasible and then they reverted to the original system. There is the new system and nobody knows as to whether what and how it is to be done ?

تو مہربانی کر کے اس سسٹم کو بہتر بنانے کی کوشش کریں اور اس میں دیانتداری سے کام لیں ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : چودھری طارق اقبال جاوید !

چودھری طارق اقبال جاوید : جناب سپیکر ! جیسے کہ جناب قائد حزب اختلاف نے خود ہی کہا ہے کہ اگر بجٹ میں تعلیم کے لیے زیادہ رقم

رکھی جائے تو انہیں کوئی اعتراض نہ تھا ۔ یعنی اگر انہیں کوئی اعتراض ہے تو وہ رقم کی کمی پر ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کا اعتراض تعلیمی اداروں میں ماحول کی خرابیوں کے متعلق ہو سکتا ہے ۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے جتنی تعلیمی اصلاحات کی ہیں شاید ہی اتنے مختصر وقت میں کسی اور ادارے میں کی گئی ہوں گی ۔ جناب والا ! قومیائے گئے سکولوں کی بات کی گئی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ قائد عوام کی حکومت نے اور پیپلز پارٹی نے اساتذہ کو ملازمت کا تحفظ دیا ۔ پہلے ایم ۔ اے اور بی ایڈ کی ڈگری رکھنے والے اساتذہ 50 روپے پر پرائیویٹ سکولوں میں جاتے تھے ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ عمارتوں کی کمی ہے لیکن جیسے فاضل رکن نے فرمایا ہے کہ عدالتوں نے حکم امتناعی جاری کر دیے لیکن دوسری طرف اساتذہ کو سب سے زیادہ تحفظ ملا ہے ، انہیں بہتر گریڈ ملا ، انہیں بہتر سہولتیں ملیں ، یہ حقیقتیں تو ہمیں تسلیم کرنی پڑیں گی ۔ پہلے کالجوں میں یہ روایت چل رہی تھی کہ گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد اساتذہ کو رکھ لیا جاتا تھا اور دوبارہ ان چھٹیوں سے پہلے نکال دیا جاتا تھا ۔ اس طرح ایم ۔ اے اور ایم ۔ ایس ۔ سی تک کو ملازمت کا تحفظ نہ تھا ۔ لیکن پیپلز پارٹی کی حکومت نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ انہیں ملازمت کا تحفظ دیا ۔ یہاں سنگل ٹیچر سسٹم کی بات کی گئی ہے ۔ ایسا بھی وقت تھا جب سکول زیادہ ہوتے تھے اور بچوں کو پانچ چھ میل چل کر سکول جانا پڑتا تھا ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ پرائمری سکول میں پانچ جماعتیں ہیں اور ہر جماعت میں پانچ لڑکے ہیں تو ایک استاد ہر کلاس کو کتنا وقت دے سکتا ہے ؟ یعنی اگر پانچ لڑکے ہوں فرض کر لیے جائیں تو پھر بھی ان پانچ بچوں پر پانچ مختلف جماعتوں کے ہونے کی حیثیت سے توجہ نہیں دی جا سکتی ۔

جناب والا ! ایسی صورت حال ہے ہی نہیں ۔ کم سے کم ہر پرائمری سکول میں تیس چالیس بچے ضرور ہوتے ہیں ۔ اس لیے سنگل ٹیچر سے بہتر یہ

ہے کہ وہ سکول کسی اور مڈل یا دوسرے سکول کے ساتھ منسلک کر دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح نہ تو بچوں کی تعلیم پر توجہ دی جا سکتی ہے اور نہ ہی انہیں کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح فاضل رکن نے کہا ہے، سنگل ٹیچرز میں یہ خامی ہے۔ جناب والا! اس کے بعد میری ایک اور گزارش ہے جو کہ تعلیمی اداروں میں فراہم کی گئی سہولتوں کے متعلق ہے۔ اس سلسلے میں سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ نے دیہاتوں میں لڑکیوں کے لیے، عورتوں کے لیے انڈسٹریل ہوم کھول رکھے ہیں جس میں انہوں نے سلائی کی اور دوسری نٹنگ مشینیں مہیا کر رکھی ہیں۔ تو میں جناب والا! کی وساطت سے وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ سے یہ کہہ دیں کہ ووکیشنل سنٹر گرلز مڈل سکول جو نزدیک ترین ہو، وہاں بھی وہ قائم کرے؟ اس سے یہ ہوگا کہ مشینوں اور تربیت یافتہ ٹیچرز کی موجودگی میں بچیاں اپنی سلائی وغیرہ کا کام بہتر طور پر کر سکیں گی۔ جناب والا! امتحانات کے سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ ٹیچرز حضرات کو ہی اختیار دے دیا جائے کہ وہ بچوں کو پروموٹ کریں۔ جناب والا! میری رائے میں اگر کلاس میں پچاس بچے ہیں، تو کوئی پابندی نہ ہوگی تو وہ اپنا سال کا کام دکھانے کے لیے پچاس کو ہی پروموٹ کر دیں گے۔ جناب والا! جب تک کسی سسٹم میں چیک نہ ہو، اس میں خرابیاں اور برائیاں بڑھتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ امتحانات کے سلسلے میں ہر موقع اور ہر مرحلے پر کوئی نہ کوئی چیک ہونا چاہیے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم پڑھا کرتے تھے تو اس وقت پانچویں جماعت کا امتحان ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کا کوئی نمائندہ یا اے۔ ڈی۔ آئی لیا کرتے تھے تو اس میں بچے فیل بھی ہوتے تھے۔ ان کا باقاعدہ ٹیسٹ ہوتا تھا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ پرائمری سکول کے ماسٹر صاحبان بیٹھے بٹھائے لڑکوں کو پاس کر دیتے ہیں اور اپنی سروس بکس میں ''ورکی گڈ'' اور ''بیسٹ'' وغیرہ لکھوا لیتے ہیں۔ اس لیے چیک لازمی ہے۔ ورنہ انہیں کسی بات کا خوف نہ ہوگا اور وہ کام نہیں کریں گے۔ کام میں حرج ہوگا۔

جناب والا ! اس کے بعد ایگرو ٹیکنکل ایجوکیشن کے متعلق میں وزیر تعلیم سے یہ گزارش کرونگا کہ دیہاتوں میں واقع مڈل سکولوں میں ایگرو ٹیکنیکل ایجوکیشن پر سب سے زیادہ توجہ دی جانی چاہیے - مجھے یاد ہے کہ راولپنڈی ڈسٹرکٹ میں چند ایک سکولوں میں ہر سال تجاویز بنتی آ رہی ہیں کہ وہاں ایگرو ٹیکنیکل ایجوکیشن شروع کی جائے گی لیکن گزشتہ آٹھ دس سال سے میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ وہاں ایگرو ٹیکنیکل کلاسیں جاری نہیں ہو سکیں - کیونکہ ایگرو ٹیکنیکل کلاسوں کا تعلق زراعت سے بھی ہے اور دوسری باتوں سے بھی - اگر دیہات میں یہ سہولتیں میسر ہوں تو یہ بچوں کے لیے ایک ہنر بھی ہوگا اور ان کے مستقبل کے لیے بھی بہترین صورت ہوگی - جناب والا ! میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا تھا کہ سوشل ویلفیر ڈیپارٹمنٹ کے زیر نگرانی چلنے والے بچوں کے لیے جو انڈسٹریل ہوم ہیں ، اگر وزیر تعلیم اس بات پر غور کریں اور انہیں ہدایت کر دیں کہ جو مڈل سکول ان کے ساتھ ہو ، اس کی بچوں کے لیے بھی ان سلائی کی اور نٹنگ مشینوں سے فائدہ پہنچائیں تو میرے خیال میں اس طرح محکمہ تعلیم پر بوجھ نہیں پڑے گا ، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سوشل ویلفیر ڈیپارٹمنٹ کے تحت ہیں - صرف کسی گاؤں میں سکول بھی ہے تو وہ الگ ہے - میری رائے میں ان انڈسٹریل ہومز کو وہاں فکس کر دیا جائے - جناب والا ! اس کے بعد میں صرف ایک اور گزارش کرونگا کہ لاہور میں ، سرگودھا میں ووکیشنل انسٹی ٹیوشنز برائے خواتین ہیں لیکن راولپنڈی میں اتنا اچھا ادارہ کوئی نہیں ہے - راولپنڈی شہر میں اگر کوئی موجود ہے تو ہے ، لیکن گوجر خان ، کہوٹہ ، مری یا راولپنڈی تحصیل میں ، ٹیکسلا ہوگیا ، یعنی شہر سے ہٹ کر میں جناب والا ! سے گزارش کرونگا کہ کوئی ایک سنٹر ہمیں کسی جگہ دے دیں تاکہ ہماری بچیاں وہاں جا کر تربیت حاصل کر سکیں - آج جو ہمیں ٹیکنیکل ایجوکیشن فار گرلز سائیڈ پر جو کمی ہے اس کو بھی روک سکتے ہیں - ان چند معروضات کے ساتھ میں یہ عرض کرونگا کہ اس کٹ موشن کی میں پوری طرح مخالفت کرتا

ہوں ۔ اس لیے ہمیں تو تعلیمی اداروں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر ایم ۔ ڈی ۔ چودھری ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! بحث ہو چکی ہے ، اب یہ مطالبہ ایوان کے سامنے پیش کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : میرے خیال میں ابھی دو کٹ موشنز اور بھی ہیں ۔ گو ان میں مختلف دوسری چیزوں کے متعلق بحث کرنا مطلوب ہے ۔ اگر آپ چاہیں تو دوسری کٹ موشن پر کر سکتے ہیں ۔ لیکن اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ اسی کٹ موشن پر ہی بولنا ہے تو یہ آپ کی مرضی ہے ۔

مسٹر ایم ۔ ڈی ۔ چودھری : جناب والا ! میں مختصر الفاظ میں اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : ہاں ، فرمایے ۔

مسٹر ایم ۔ ڈی ۔ چودھری : جناب والا ! ہماری قومی زندگی میں تعلیم کے شعبے کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ باوجود اس کے کہ ہماری عوامی حکومت نے تعلیم کو ہمہ گیر بنانے کے لیے کئی اصلاحات کیں ، اساتذہ کو بہتر مقام دلانے کی کوشش کی گئی ، انھیں گریڈ دیے گئے اور دیے جا رہے ہیں ، طلبا کو بھی سہولتیں دی جا رہی ہیں ۔ لیکن اس باوجود کسی بھی باپ سے پوچھ لیجیے تو اس کا یہی جواب ہوگا کہ ہمارا تعلیمی نظام انتہائی مخدوش ہے اور ہر باپ شاکی ہے ۔ کیونکہ والدین کے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر اتنا خرچ کرنے کے باوجود اس کے نتائج انتہائی افسوس ناک نکلتے ہیں جو پریشانی کا باعث ہیں ۔ اگر ہمیں تعلیم کا نظام بہتر بنانا ہے تو اس کے لیے ہمیں انتہائی سخت اقدامات کرنے پڑیں گے اور انقلابی اصلاحات نافذ کرنا پڑیں گی اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اختیار کرنا ہوگا ۔ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ دی تو والدین کی شکایات قائم رہیں گی کہ سکولوں میں امتحانات کے نتائج بہترین نہیں ہیں ، بچوں کی تعلیم

کے ساتھ تربیت کا بھی فقدان ہے ۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیمی اداروں میں نظام تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی اہتمام کریں ۔ جناب والا ! دیہاتی سکولوں میں سہولتوں کی صورت حال بھی قابل توجہ ہے ۔ حکومت اس شعبے پر کروڑوں روپے خرچ کرتی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود دیہاتی سکولوں کی حالت انتہائی نا گفتہ بہ ہے ۔ جناب والا ! اکثر دیہات ایسے ہیں جن میں سکول کاغذوں میں تو موجود ہیں ۔ لیکن عمارتیں نہیں ہیں ۔ اگر عمارتیں ہیں تو وہ اتنی ناکاف ہیں کہ ان میں دھوپ اور بارش میں بچوں کے لیے اپنی تعلیم جاری رکھنا بہت مشکل ہے ۔ جناب والا ! 1971ء کی جنگ اور سیلاب کے بعد ضلع سیالکوٹ اور میرا خیال ہے کہ دوسرے اضلاع بھی اسی صورت حال سے دو چار ہوں گے کہ کئی سکول جنگ اور سیلاب کی نذر ہوئے تھے ۔ لیکن اب تک ان کی تعمیر کا کام مکمل نہیں ہو سکا ۔ اگر مکمل بھی ہوا ہے تو صورت حال جوں کی توں ہے ۔ کچھ کی مرمت ہوئی ہے اور بقایا پڑے ہیں ۔ ان پر سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ اکثر دیہاتی سکول تمام سہولتوں سے محروم ہیں ۔

جناب والا ! اس کے علاوہ کئی سکول ایسے بھی ہیں جو شہروں کے قریب ہیں ۔ وہاں اساتذہ کی ضرورت کم ہے ۔ لیکن محض سفارشوں کی وجہ سے ان میں پانچ کی بجائے دس اساتذہ ہیں اور دیہات کے سکول ایسے ہیں کہ جہاں کوئی استاد جاتا ہی نہیں ۔ مجھے ایک ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر کا واقعہ یاد آ گیا ۔ ایک دفعہ کچھ دوست ایک استاد کی سفارش کے لیے ان کے پاس گئے ۔ ان کے ساتھ میں بھی تھا ۔ تو ایجوکیشن آفیسر صاحب سے کہا کہ اس استاد کو آپ اس سکول سے اتنی دور نہ بھیجیں ۔ یہ غریب آدمی ہے ۔ اس کے لیے جانا مشکل ہوگا ۔ تو انھوں نے پنجابی میں کہا : "کہ جناب تسیں کس بندے دی سفارش لے کے آئے او ۔ ایہدی حالت ایہہ ہے کہ اول تے ایہہ سکول ای نئیں جاندا ۔ اگر جاندا اے تے کلاس وچ نئیں جاندا ۔ اگر کلاس وچ جاندا اے تے پڑھاندا نئیں ۔ اگر پڑھاندا اے تے غلط پڑھاندا اے" ۔ تو جناب والا ! جس تعلیمی نظام میں یہ صورت حال

ہو کہ افسران اپنے اساتذہ سے مطمئن نہ ہوں ، والدین اساتذہ سے مطمئن نہ ہوں ، اساتذہ طلباء سے مطمئن نہ ہوں تو اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ اس نظام کو بہتر بنانے کے لیے انقلابی اقدامات کیے جائیں اور ایسی اصلاحات کی جائیں جس سے امتحانات کی خرابیاں دور ہوں اور بچوں میں جو دوسری اخلاقی کمی ہے وہ بھی دور ہو - اس کے ساتھ ہی میں اس کی مخالفت کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : کرنل محمد اسلم خان نیازی -

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب سپیکر -

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا

نہ جانے کتنی آنکھوں سے یہاں دل کا لہو ٹپکا
وہ کن لوگوں کے دامن ہیں جو پھر بھی تر نہیں ہوتے

جناب والا ! اس بات سے تو میں اتفاق کرتا ہوں کہ محکمہ تعلیم میں کافی نقائص موجود ہیں - اس کے لیے اگر کوئی ایسی تحریک چلائی جائے جس میں قوم کے معاشرے کو پیش کیا جائے اور پھر اس کی تعمیر نو کی جائے اور یہ جو بچوں کی تعلیم ہے یہ تو بنیاد ہوتی ہے اسے آپ حقوق العباد بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر ایک بچے کی بنیاد ہی غلط ہو جائے تو پھر آپ خود ہی سوچ سکتے ہیں اس ملک کی تعمیر کیا ہو گی - جناب والا ! بالکل دیکھنے میں آیا ہے کہ کہ اساتذہ کرام اول تو جانے سے ہی گھبراتے ہیں کئی ایسے ہیں جنہوں نے یہ بندوبست تو کر رکھا ہے کہ تنخواہ کے موقع پر پہنچ گئے - مگر سکولوں میں آپ بے شک چھاپے مارتے رہیں وہ نظر نہیں آئیں گے - یہ چیز بہت افسوس ناک ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ آج سے 45 سال پہلے علامہ اقبال فرما گئے ہیں کہ :

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اللہ کا فضل ہے کہ پاکستان کی پوزیشن ایسی ہے اور ہمارے قائد عوام نے اس پوزیشن کو بہتر کیا ہے ۔ پاکستان عالم اسلام میں صف اول کا ملک ہے جس وقت پاکستان بنا تھا تو اس وقت یہ ملک اسلامی ممالک میں سب سے بڑا ملک تھا اور دنیا کے ممالک میں یہ پانچویں نمبر پر تھا ۔ اب اس میں کمی واقع ہوگئی ہے مگر اللہ کے فضل و کرم سے ہماری حالت اب بھی بہت اچھی ہے اور ہم نے اسلامی کانفرنس منعقد کر کے عالم اسلام کو لیڈر شپ عطا کی ہے ۔ تو میں عرض کرونگا کہ تعمیر تو مجھے سے ہوتی ہے ، ہمارا تعلیمی نظام اور انتظام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نظام تو نتائج کی طرف جاتا ہے اس کا انتظام بہت زیادہ ضروری ہے ۔ میں اس میں بہت خامیاں دیکھتا ہوں یہ تو ٹھیک ہے ہمارا ملک بہت غریب ہے بچے بھوکے سکول آ جاتے ہیں ۔ ایک آدھ سایہ دار درخت نظر آ جائے تو اس کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں ۔ باہر ننگے آسمان کے نیچے بیٹھتے ہیں اس کی تو ایک وجہ ہے مگر جہاں اساتذہ کرام کام نہیں کرتے ۔ مجھے اپنی من مانیاں کرتے ہیں پھر جب ڈگریوں کا وقت آتا ہے تو سننے میں آیا ہے کہ پانچ پانچ سو روپے میں مل جاتی ہیں میں بھی ڈاکٹر یعنی ڈاکٹریٹ کی ، (پی ۔ ایچ ۔ ڈی) ایک ڈگری لینا چاہتا تھا مجھے اگر یہ دس پندرہ ہزار میں مل جاتی تو شائد لے لیتا (قہقہہ) ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : اگر اس سے کچھ مہنگی ملے تو پھر بھی آپ خریدیں گے ؟

(قہقہہ)

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلام خان نیازی : جناب والا ! میری تو ایوان سے اور آپ سے بھی درخواست ہے کہ یہ بہت اہم چیز ہے ۔ اس میں حزب اختلاف اگر کوئی تعمیری ترمیم بھی کرنا چاہتی ہے تو اسے بھی قبول کر لینا چاہیے اور جناب والا ! قائد حزب اختلاف تو اچھے معقول آدمی ہیں میرے عزیز ہیں ۔ ان کی معقول تجویز کو قبول کر لیں اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے ۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ تعمیری ہو ۔ جناب والا ! ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

وزیر تعلیم (مسٹر افضل حیات) : جناب والا ! اس تحریک تخفیف زر میں تین چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ ایک امتحانات کا نظام ، مختلف قومیائے گئے اداروں کے حالات اور پرائمری سکولوں کی سہولتیں جہاں تک نظام امتحانات کا تعلق ہے ۔ اس میں دو قسم کی تبدیلیاں ممکن ہیں ۔ ایک تو یہ کہ پورے نظام کو تبدیل کر دیا جائے اور دوسرا جو نظام رائج ہے اس کی بہتری کی جائے ۔ تو جناب والا ! حکومت ان دونوں باتوں کی جانب پوری توجہ دے رہی ہے ۔ نظام امتحانات کو بدلنے کے لیے ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے تاکہ وہ ایک ایسا نظام رائج کروا سکے جس سے موجودہ نظام کے نقائص دور ہو سکیں اور پھر بدلتے ہوئے حالات کے مطابق بھی ہو ۔ اسی سلسلہ میں ایک سمسٹر سسٹم بھی ہے ۔ جو کہ بعض جگہوں پر یونیورسٹی کی سطح پر رائج کیا بھی جا چکا ہے اور اس کے بہت سے اچھے نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں اور یہ نظام ایک ایسا نظام ہے جس میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں چاہییں ، زیادہ وسائل چاہئیں ۔ زیادہ استاد چاہئیں ۔ لائبریری چاہیے ۔ لہذا جیسے ہی ہمیں زیادہ وسائل ملیں گے یہ نظام زیادہ رائج کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی میٹرک اور ایف اے کے لیے نیا نظام قائم کرنے کے لیے مختلف ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی ہے تاکہ اس کے متعلق وہ اپنی رپورٹ پیش کر سکے ۔ یہ کام کچھ اس قسم کا ہے جس کے لیے کچھ وقت بھی لگ سکتا ہے اس لیے ضروری یہ ہے کہ جو موجودہ نظام ہے اس میں بھی ایسی تبدیلیاں کی جائیں یا اسے اس طریقے سے بہتر بنایا جائے کہ جن شکایات کا ذکر کیا گیا ہے وہ دور ہو سکیں ۔ اسی سلسلہ میں مختلف تبدیلیاں اور انتظامات جو کیے گئے ہیں اور ان کے جو نتائج سامنے آ رہے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نظام پر بھی پہلے کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے کام ہو رہا ہے اور مختلف جو ایکشن لیے گئے ہیں وہ یہ کہ جن لوگوں کا اس سلسلے میں دخل تھا ان میں کچھ لوگوں کو معطل یا نوکریوں سے نکالا گیا ہے ۔ اس کے بہت بہتر نتائج نکلے ہیں ۔ آج کل بھی ہمارے میٹرک کے امتحانات ہو رہے ہیں اور

آپ کے سامنے بھی یہ بات آئی ہو گی کہ میٹرک کے امتحانات میں پہلے جو مختلف جگہوں سے اس قسم کی شکایتیں آتی تھیں ، نقلوں کی ، لڑائی کی تو وہ اب نہیں رہیں اور ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی جب کہ کچھ عناصر نے کوشش کی ہے کہ امتحانات ہو ہی نہ سکیں ۔ اس کے باوجود میٹرک کے امتحانات شروع کیے گئے ہیں اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ بچوں کا یہ سال ضائع نہ ہو اور اس سلسلہ میں میں یہ بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے امتحانات بہت اچھے طریقے سے اور بہتر طریقوں سے چل رہے ہیں اور ان میں اب یہ شکایات نہیں آ رہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس سلسلہ میں میں یہ بھی عرض کروں کہ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ایسے طریقے اختیار کریں کہ نتائج میرٹ پر آئیں اور سفارشیں اور دھاندلیاں نہ ہوں ، اس سلسلہ میں کئی اقدامات کیے جا رہے ہیں اگر میں ذکر کروں تو اس کے لیے طویل وقت چاہیے لیکن میں آپ کے سامنے یہ چیز پیش کرتا ہوں کہ جو اقدامات کیے جا رہے ہیں آپ انشا اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ اس سے نتائج اور امتحانات کے موجودہ نظام میں آپ کو بہتری نظر آئے گی ۔ ان کے علاوہ دوسری چیزوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے ، میں تھوڑی سی حکومت کی پالیسی کی وضاحت کروں ۔ صوبائی حکومت کی جو تعلیمی پالیسی ہے اس کے چند اہم نکات ہیں جن میں سے میں دو چار عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ایک تو یہ ہے کہ جہالت کا مختصر ترین عرصہ میں خاتمہ کرنا اور اس کے لیے مختلف سکول کھولے جا رہے ہیں اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ تعلیم جلد عام ہو اور ہر بچہ سکول جائے اور اس کے لیے تعلیم لازمی ہو ، اس سلسلہ میں زیادہ سکول کھولے جائیں اور موجودہ سکولوں میں بچوں کی تعداد زیادہ کرنا بھی شامل ہے ۔ 70-1969ء میں پرائمری سکولوں میں بچوں کی تعداد 23 لاکھ ہوگئی جب کہ 1971ء میں یہ صرف 18 لاکھ تھی اسی طریقہ سے 1982ء تک تمام بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جا سکیں گے ۔ دوسرا مسئلہ پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ پر زیادہ توجہ دینا ہے ۔ اس سلسلہ میں پسماندہ علاقوں

میں سکول کھولے جا رہے ہیں اور اب تک 500 پرائمری سکول اس تعلیمی پالیسی کے تحت پسماندہ علاقوں میں کھولے جا چکے ہیں ۔ تیسری چیز معاشرے کے محروم طبقے مثلاً خواتین یا جسمانی طور پر معذور افراد کی تعلیم پر خاص توجہ دینا ہے ۔ اس سلسلہ میں جہاں خواتین کے لیے گرلز پرائمری اور مڈل سکولوں کی طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے ۔ وہاں پر گونگے اور بہرے طلباء کے لیے بھی تعلیم اور زیادہ عام کی جا رہی ہے ۔ ابتدا میں جناب والا ! ایسے اداروں کی تعداد صرف دو تھی ۔ اور اب ان کی تعداد 21 ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ بہاول پور میں نابینا بچوں کے لیے بریلی چھاپہ خانہ کا بندوبست کیا جا چکا ہے ۔ اور اس کے لیے مختلف قسم کے وظائف مثلاً میٹرک کے لیے 150 روپیہ کے وظائف رائج ہو چکے ہیں ۔ علاوہ ازیں جس بات پر سب سے زیادہ توجہ دی جا رہی ہے ۔ اور جس کے متعلق سب سے زیادہ کہا بھی جا چکا ہے وہ ہے تعلیم کو با مقصد بنانے کے لیے عام نصاب تعلیم میں فنی نصاب تعلیم کو نصاب میں شامل کرنا اور اس سلسلہ میں ایگرو ٹیکنیکل تعلیم کو شامل کیا جا رہا ہے ۔ جس کے اہم نتائج متوقع ہیں ۔ لیکن یہ سلسلہ کیونکہ ابھی تک ابتدائی مراحل میں ہے ۔ اس لیے یہ توقع نہیں کی جا سکتی ہے کہ یہ جو ایگرو ٹکنیکل تعلیم دی جا رہی ہے دو چار سال میں اس کے کچھ نتائج سامنے آ جائیں گے کیونکہ یہ سکیم ابھی تک پرائمری اور مڈل لیول تک ہے ۔ اس کے نتائج آنے میں دیر لگے گی ابھی تک 1542 مڈل سکول اور ہائی سکول ہیں جن میں زرعی اور فنی مضامین پڑھائے جا رہے ہیں اور اسی طرح سے 192 سکولوں میں انڈسٹریل آرٹس اور 750 سکولوں میں زرعی مضامین اور 600 سکولوں میں ہوم اکنامکس کے مضامین شامل نصاب ہیں اور 180 سکولوں میں فنی ورکشاپیں شامل کی جا چکی ہیں ۔ اس کے علاوہ محکمہ تعلیم نے سب سے زیادہ توجہ دینی تعلیم پر دی ہے ۔ مختلف پرائمری اور مڈل سکولوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے لیے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں اور اس سلسلہ میں 163 قاریوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں تاکہ وہ بچوں

کو صحیح تلفظ سکھا سکیں۔ جناب والا! جب مختلف سکول قومیائے گئے تو ان کی تعداد 1265 تھی اور اس میں سے 865 سکولوں کی اپنی عمارات تھیں اور باقی 400 سکول ایسے تھے جو کہ کرایہ کی بلڈنگ میں چل رہے تھے اور کرایہ کی بلڈنگ بھی ایسی تھی۔ جو کہ سکولوں کے مالکان کی اپنی بلڈنگ تھیں اور انہوں نے سکولوں کو کرایہ پر دے رکھی تھی۔ اور یہ 400 سکول ایسے ہی پرائیویٹ عمارات میں چل رہے تھے۔ لیکن جو ان کے مالکان تھے نیشنلائزیشن کے بعد انہوں نے مختلف طریقوں سے ان عمارات کو خالی کرانے کی کوشش کی۔ جس میں سب سے زیادہ سول سوٹ انہوں نے دائر کئے۔ اور ایجکٹمنٹ پروسیڈنگ شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ مختلف سکولوں کو یہ بلڈنگ چھوڑنا پڑیں۔ اور ان کے لیے اب انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ اور ان کے لیے بلڈنگ مہیا کی جا رہی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ان لوگوں کی بلڈنگ تھیں جن سے سکول لیے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے بہت زیادہ مخالفت کی ہے۔ اور اس کے باوجود ان سکولوں کو بلڈنگ مہیا کی جا چکی ہیں اور چند ایک باقی ہیں جن کو مہیا کی جا رہی ہیں۔۔ علاوہ ازیں گزشتہ سال سکولوں کو ایک ایک ہزار روپے کی سپیشل گرانٹ دی گئی تھی تاکہ وہ اپنے سکول کے لیے سائنس کا سامان دوسری ایکوئپمنٹ یا کتابوں کے سلسلہ میں اپنی دوسری ضروریات پوری کر سکیں۔ اس سلسلہ میں جو مختلف سکولوں میں سامان ہے اس کی حالت بہت خراب تھی اور اس کے لیے ایک خاص رقم جو کہ 17,84,890 روپے کی رقم ان سکولوں کو بہتر سامان مہیا کرنے کے لیے دی گئی۔ اس طریقہ سے کتابوں کے لیے بھی رقوم دی گئیں۔ اور اس طریقہ سے 1972ء میں 10 لاکھ 98 ہزار 882 کتابیں تھیں ان کی تعداد بھی بڑھا کر 14 لاکھ 9 ہزار 826 تک کی گئی ہے۔ ان ساری تفصیلات دینے کا میرا مقصد یہ ہے کہ حکومت سکولوں میں کتابوں کی کمی کی طرف پوری توجہ دے رہی ہے اور کسی حالت میں بھی ان سے بے خبر نہیں ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس مالی سال میں یہ کوشش

کی جائے کہ ان کی حالت بہتر بنائی جائے اور اس چیز کو ترجیح دی جائے کہ جو سکول ۔ کالج ۔ مڈل سکول ۔ پرائمری سکول ہیں ان کی عمارات اور سامان جتنا بھی ممکن ہو سکے پہلے سے بہتر کیا جائے بجائے اس چیز کے کہ نئے سکول اور نئے کالج کھولے جائیں لیکن جناب والا ! اس کا یہ مطلب نہیں کہ نئے ادارے ہی نہ کھولے جائیں لیکن جناب والا ! ضرورت اس کی ہے کہ جو موجود ہیں ان کی حالت پہلے سے بہتر بنائی جائے اور میں اس کے ساتھ ہی آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس محکمہ میں جو تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں ان کے لیے نہ صرف عوامی نمائندگان کے تعاون کی ضرورت ہے بلکہ والدین کے تعاون کی بھی ضرورت ہے کیونکہ جب تک والدین اور اساتذہ مل کر کام نہیں کریں گے اور جب تک والدین کا تعاون والدین کی تربیت اور والدین کی دلچسپی اس میں شامل نہیں ہوگی اس وقت تک تعلیمی نظام کو بہترین بنانا ناممکن ہے اور میں آپ کی وساطت سے اپنے عوامی نمائندگان کا جو اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اس مختصر عرصہ میں محکمہ تعلیم کے ساتھ بے پناہ تعاون کیا ہے ۔ اور مختلف موقعوں جو اس میں خامیاں تھیں ان کی نشاندہی کی ہے ۔ اور محکمہ نے پوری کوشش کی ہے کہ نشاندہی پر جہاں تک بھی ممکن ہو سکے اس کی طرف توجہ دی جائے اور اس کو بہتر بنایا جائے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب برکت علی غیور صاحب نے اپنی تقریر میں ٹیکسٹ بکس کی دھاندلی کے متعلق ذکر کیا تھا میں ان کا بہت مشکور ہوں کہ جو کام پہلے سے کیا جا رہا تھا اس کی انہوں نے نشاندہی کرکے اور تیز کر دیا اور جناب والا ! اس قسم کی بے شمار ٹیکسٹ بکس پکڑی گئیں جو غلط تھیں ۔ جو جعلی تھیں اور اس کے بعد ایک ٹیم مقرر کر دی گئی ہے جو مختلف جگہوں پر چھاپے مار رہی ہے ۔ اور اس ٹیم نے جعلی ٹیکسٹ بکس کی پکڑ شروع کر دی ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس طریقہ سے محکمہ تعلیم نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ ملازمت میں بھرتی کا کام میرٹ پر ہو اس کے متعلق جب بھی میں نے فاضل اراکین سے وضاحت چاہی انہوں نے میرے ساتھ پورا تعاون کیا اور جسکا قائد حزب اختلاف بھی ذکر کر چکے ہیں اور اپنے اراکین کی مدد سے اور تعاون سے اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آ رہے ہیں اور کسی کو اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے کہ اس کا حق مارا جا رہا ہے اور جب یہ کام میرٹ سسٹم پر ہوگا تو ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ ہمیں اعلیٰ قسم کے اساتذہ بھی مل سکیں گے جو کہ واقعی محنت کرکے یہاں تک پہنچتے ہیں اور ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ محنت سے بچوں کو پڑھائیں گے۔

جناب والا ! میں اس کے ساتھ اپنی طرف سے ایک مرتبہ پھر ارکان اسمبلی کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ محکمہ تعلیم کے ساتھ زیادہ تعاون کریں تاکہ ہم جلد از جلد جتنی اس میں خامیاں ہیں ان کو دور کر سکیں اور میں ان کا مشکور بھی ہوں کہ انہوں نے اس تھوڑے عرصہ میں میرے ساتھ تعاون کرکے اس محکمہ کو بہتر بنانے میں پوری پوری کوشش کی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : اب تحریک تخفیف زیر ایوان کے سامنے رائے شماری کے لیے پیش کی جاتی ہے اور سوال یہ ہے کہ

ایک ارب 18 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے کی
کل رقم بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم میں تخفیف کرکے
اسے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

(تحریک منظور نہیں کی گئی)

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس۔

سردار زادہ ظفر عباس : عالی جاہ ۔ میں اس کو پیش نہیں کرتا۔

مسٹر سپیکر : مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ۔

میجر ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب والا ! میں بھی پیش نہیں کرتا ۔

مسٹر سپیکر : دونوں تحریکیں پیش نہیں کی گئیں ۔

اب ایوان کے سامنے سوال یہ ہے :

> کہ ایک رقم جو ایک ارب 19 کروڑ 67 لاکھ 57 ہزار روپے سے تجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 37 ۔ تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں آپ سے استدعا کروں گا کہ اگلا مطالبہ نمبر 2 اس ایوان کے سامنے لایا جائے جو کہ مالیہ اراضی کے متعلق ہے ۔

مسٹر سپیکر : کیا حکومت کو اس کے بارے میں کوئی اعتراض ہے ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! اب اگر مطالبہ نمبر 2 لے لیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 2 پیش کیا جائے ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں ۔

> کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 99 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 7 ۔ مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر پیش کردہ یہ ہے ۔

> کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 99 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 ۔ جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 7 ۔ مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

Sardarzada Zafar Abbas : Opposed.

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب ۔ اب آپ اپنی موشن پیش کریں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں ۔

> کہ 4 کروڑ 99 لاکھ 82 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد 7 ۔ مالیہ اراضی میں بقدر ایک سو روپیہ تخفیف کر دی جائے ۔

Minister For Finance : Opposed.

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس میں جو چیز زیر بحث لانی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ مالیہ اراضی کا خاتمہ ۔ اور زرعی انکم ٹیکس کا نفاذ ۔ جناب والا ! تمام ایوان اس سے آگاہ ہے کہ اس ایوان نے مالیہ اراضی کو ختم کر دیا ہے ۔ اور اس کی بجائے مرکزی حکومت کی طرف سے ایک ایکٹ نافذ کیا گیا ہے ۔ جسے زرعی انکم ٹیکس کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایوان میں یہ بتایا گیا ہے کہ مالیہ اراضی کے خاتمے سے پنجاب کے 97 فی صد افراد مالیہ سے مستثنیٰ ہو جائیں گے اور بقایا 3 فیصد اصحاب پر یہ زرعی انکم ٹیکس لاگو ہوگا اس میں جناب والا ! ایک اور رعایت بھی کی گئی ہے ۔ کہ 25 ایکڑ اراضی نہری اور پچاس ایکڑ اراضی بارانی کو بھی زرعی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے ۔ تو اب عالی جاہ !

یہ زرعی انکم ٹیکس 25 ایکڑ ایک کنال کے زمینداروں پر لاگو ہو جائے گا۔

جناب والا ! جہاں تک اس زرعی انکم ٹیکس کے متعلق قانون کا تعلق ہے۔ وہ کل پرسوں ہی مجھے فاضل وزیر خزانہ نے عنایت فرمایا تھا جس کا میں نے بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کر دوں کہ جو کچھ اس قانون سے میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ اس پر جو بھی مالک 25 ایکڑ سے زائد یعنی 25 ایکڑ ایک کنال یا ایک مرلہ کا ہوگا اس پر یہ زرعی انکم ٹیکس لاگو ہوگا۔ اب جناب والا ! اس کے متعلق ابھی تک یہ منظر عام پر نہیں آیا کہ اس کو لگانے کا کیا طریقہ ہے لیکن جو اقوامیں قومی سطح پر قومی اسمبلی کی طرف سے مرکزی حکومت کی طرف سے یہاں پہنچ رہی ہیں ان کے مطابق زرعی انکم ٹیکس فی یونٹ کے حساب سے لگایا جائے گا۔ ہمارے پنجاب میں اراضی کے یونٹ فی ایکڑ 85 سے لے کر 110 تک ہیں جس میں اگر اوسط لی جائے۔ 75 یا 77 کے قریب فی ایکڑ ہمارے پنجاب میں بن جاتی ہے۔ اگر ڈیڑھ روپیہ فی یونٹ ہو پھر یہ 77 یونٹ کے ہو جائیں گے۔ تقریباً 116 روپیہ اگر ایک روپیہ ہو تو یہ 77 روپے فی ایکڑ بن جائیں گے یہ اس کو ادا کرنا پڑے گا۔ اب جناب والا ! جو مالیہ اراضی تھا اس کی شرح ہمارے پنجاب کے اضلاع میں مختلف ہے لیکن جہاں تک مجھے علم ہے تین سے پانچ روپیہ تک ہے۔ اب اس کی بجائے ہر زمیندار کو 154 روپے فی ایکڑ کے حساب سے لگ جائے گا۔ اس میں یہ بھی تشخیص نہیں ہے جیسے کہ موجودہ صورت حال تھی کہ تین دفعہ ہر زمیندار نے کپاس کی کاشت کی۔ تین دفعہ وہ کپاس ناکام ہوئی۔ پھر چوتھی دفعہ کاشت ہوئی پھر چوتھی دفعہ ناکام ہوئی۔ پنجاب میں اس کی یہ حالت ہے۔ کم از کم میرے ضلع میں اس کی پیداوار تقریباً میں یہ سمجھتا ہوں 20 فیصد بھی نہیں ہے۔ اب جناب والا ! اسی طرح دوسری فصلوں کا حساب ہے۔ زمیندار کی آمدن پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ زمیندار محنت کرتا ہے۔ تھوڑی سی موسم کی خرابی۔ تھوڑا سا تساہل سے اگر پانی زیادہ آ جائے گا

اس کے اثرات ۔ اگر پانی کم آ جائے اس کے اثرات ۔ یہ تمام اثرات کا تعلق زمیندار کی اس فصل سے ہوتا ہے جس پر وہ محنت کرتا ہے ۔ اس کے ساتھ زمیندار کو یہ بھی پتا نہیں کہ اس کی فصل کا کیا بنے گا ۔ میں جناب کے توسط سے اراکین کو یہ عرض کرنی چاہتا ہوں ایسی مثالیں بہت ہیں گندم انتہائی بہترین ہوتی ہے ۔ لیکن اگر اس کو پانی زیادہ دے دیا جائے تو گندم کا دانہ اور فصل ختم ہو جاتی ہے ۔ مونجی کا اسی طرح طریقہ ہے ۔ دوسری فصلات کا بھی یہی ہے ۔ پانی کی کمی بیشی بعض اوقات نادانستہ طور پر ہو جائے یا بارش کے آ جانے کی وجہ سے یا طوفان کی وجہ سے ہو جائے تو بھی یہ طریقہ خراب ہو جاتا ہے ۔ بہر حال یہ قدرت کا کام ہے کہ زمیندار کو کتنی فصل دے کتنی نہ دے ۔ اس پر اتنا بڑا ٹیکس میں نہیں سمجھتا کہ کوئی زمیندار بھی اس قابل ہو کہ وہ اس ٹیکس کو ادا کر سکے ۔ اس میں ایک اور چیز انہوں نے نمایاں کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر زمیندار کی 25 ایکڑ ایک مرلہ زمین ہے جو زمیندار 25 ایکڑ والے ہیں میں ان کی بات نہیں کرتا 25 ایکڑ ایک مرلہ کے جو زمیندار ہیں اس کے علاوہ اگر اس کی آمدن پانچ ہزار روپے ہو جائے تو اس کو پانچ ہزار روپے سے 10 فیصد ٹیکس دینا ہوگا یعنی اگر 25 ایکڑ ایک مرلہ کے زمیندار کی آمدن پانچ ہزار ہو جاتی ہے تو پھر اس کو بھی دینا پڑے گا 75 یا 77 روپے فی ایکڑ اور 154 روپے ٹیکس ایک دینا پڑے گا ۔ اس کے ساتھ اسے آبیانہ بھی دینا پڑے گا ۔ اس کے ساتھ اسے مختلف اور بھی ٹیکس ہیں وہ بھی دینے پڑیں گے اس کے ساتھ اسے 500 روپیہ اس جرم کا دینا پڑے گا کہ پانچ ہزار اس کی آمدنی ہوگئی بہرحال اگر وہ مالک زیادہ محنت کرتا ہے اس کی آمدنی پانچ ہزار سے بڑھ کر دس ہزار ہو جاتی ہے تو اس کو دوسرے ٹیکس کے علاوہ تو پانچ سو روپیہ بھی دینا پڑے گا ۔ یہ نہیں کہ اسے پانچ ہزار کی چھوٹ ہے دس ہزار کی آمدنی پر اسے مزید 20 فیصد بھی دینا پڑے گا اسی طرح عالی جاہ اگر اس کی آمدنی بڑھ جاتی ہے ۔ تو بیس ہزار تک اسے دوسرے ٹیکس کے علاوہ پندرہ سو روپیہ بھی دینا پڑے گا اس کے ساتھ 20 فیصدی

کی پیشی بھی آ جائے گی - پھر اگر اس کی آمدنی تیس ہزار تک پہنچ جاتی ہے تو اسے تیس ہزار کے اوپر چار ہزار پانچ سو روپیہ بھی دینا پڑے گا اور اس کے ساتھ اسے 40 فیصدی مزید ٹیکس لگ جائے گا - جناب والا ! اگر اس کی تیس ہزار سے زائد آمدنی ہو جاتی ہے تو اس پر آٹھ ہزار پانچ سو روپیہ ایک لگے گا اور اس کے ساتھ 50 فیصد اور اس کو دینا پڑے گا یہ جناب دیکھ لیں اتنے بڑے بوجھ کو کیا ایک زمیندار برداشت کر سکتا ہے ؟ پھر یہ بھی نہیں ہے میرا خیال ہے اس ایوان کے بہت سے فاضل اراکین ایسے ہوں گے جن کا واسطہ کبھی کسی طریقے سے انکم ٹیکس والوں سے پڑا ہوگا - میں جناب کے نوٹس میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ آج تک کوئی وکیل انکم ٹیکس والوں کو یہ ثابت نہیں کر سکا یا یہ قائل نہیں کر سکا کہ اس کی انکم یہ ہے -

جناب والا ! وکیل بھی وہ جو اپنے دلائل کے زور سے عدالت کو تو قائل کر سکتا ہے - لیکن وہ انکم ٹیکس افسر کو قائل نہیں کر سکتا - بیچارے پنجاب کے زمینداروں میں تعلیم کا بہت فقدان ہے - بہت کم زمیندار ایسے ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں - اور پھر اس ان پڑھ زمیندار کو انکم ٹیکس کے کاغذات بنانے کے لیے اسے ایک تجربہ کار منشی کی ضرورت ہے جو میں سمجھتا ہوں آج کے زمانے میں تین چار سو روپیہ بھی نہیں ملے گا - پھر اس کے بعد محکمہ مال ہے زمیندار کو اگر کسی شخص کی بہت زیادہ تکلیف ہوا کرتی تھی یا ہوتی تھی تو وہ پٹواری تھا - پٹواری زمیندار سے اگر لے گا تو وہ سبز چارہ لے گا - ان سے گندم لے گا - ان سے کپاس لے گا وہ اس وقت لیتا ہے جس وقت کہ اس کی فصل ہو اور زمیندار کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا اور وہ اسے پیش کر دیتا - لیکن جناب والا ! یہ انکم ٹیکس والے حضرات نہ تو زمیندار سے گندم لیں گے - نہ زمیندار سے کپاس لیں گے - نہ زمیندار سے موٹھی لیں گے اور نہ ہی زمینداروں تک پہنچیں گے - زمیندار سے ان کا concern اس وقت ہوگا جس وقت زمیندار کے پاس کچھ نہیں ہوگا -

جناب والا ! زمیندار کا یہ طریقہ ہے کہ وہ چھ مہینے کھاتا ہے اور جب اس کی فصل ہوتی ہے تو چھ مہینے بقایا ادا کرتا ہے اور پھر لے کر کھانا شروع کر دیتا ہے ۔ لیکن جب انکم ٹیکس والوں کے پاس اس کے کاغذات جائیں گے اس وقت زمیندار کے پاس کچھ نہیں ہوگا وہ ہر چیز تو دے چکا ہوگا اور اس وقت وہ سوائے جیل میں جانے کے اور کچھ نہیں کر سکے گا ۔ کیونکہ زمیندار کے پاس اور کوئی وسیلہ نہیں ہوگا کہ وہ اتنی بڑی رقم دے سکے ۔ جناب والا ! میں اس میں ایک چیز حکومت کے نوٹس میں لانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ حکومت کو یہ تکلیف ہو کہ اس طریقے پر گورنمنٹ کے پاس کم پیسے جاتے ہیں جو کہ زیادہ ہونے چاہئیں ۔ یا حکومت کو یہ تکلیف ہو کہ مالیے کے جو ریٹ ہیں یہ بڑی مدت سے چلے آ رہے ہیں اور ہر چیز کے بھاؤ بڑھ چکے ہیں اس لیے یہ بھی بڑھنے چاہئیں ۔ تو اس کے لیے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مالیے کے ریٹ میں اضافہ کر دیں لیکن یہ انکم ٹیکس اور انکم ٹیکس کا جو محکمہ ہے خدا کے لیے اس سے زمیندار کو بچایا جائے ۔ زمیندار اس محکمے کے بوجھ کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا ۔ یا پھر میں یہ عرض کروں گا کہ پہلے دو زرعی اصلاحات ہوئی ہیں ۔ اور اگر یہ کسی قیمت پر بھی گوارا نہ ہو کہ یہ انکم ٹیکس ہر حالت میں وصول کرنا ہے ۔ تو میں یہ کہونگا کہ پنجاب کے زمیندار اس انکم ٹیکس کی بجائے یہ قبول کر لیں گے کہ اس زمین کی سیلنگ کو گھٹا کر پچیس اور پچاس ایکڑ پر رکھ دیا جائے تو شائد زمیندار برداشت کر جائیں ۔ لیکن یہ زرعی انکم ٹیکس اور انکم ٹیکس کا محکمہ جو ہے اس کا بوجھ زمیندار نہیں اٹھا سکتا ۔

جناب والا ! آج ہی میرے نوٹس میں آیا ہے کہ یہاں آج ہی بجٹ کے دوران فاضل وزیر خزانہ نے آبیانے کے متعلق جو ریٹ یہاں پر مہیا کیے ہیں وہ ہیں شوگر کین پر 25 روپے فی ایکڑ ۔ کپاس کی فصل پر 16 روپے فی ایکڑ ۔ گندم پر 11 روپے پچاس پیسے فی ایکڑ لیکن جو کچھ ہم سے آبیانہ وصول کیا جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ میرا کوئی فاضل دوست اس کی

صحیح اور پوری طرح وضاحت کر سکے لیکن جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے وہاں پر ہم سے شوگر کین پر 46 روپے کے قریب آبیانہ لیا جاتا ہے اسی طرح کپاس کی فصل بیس روپے یا پچیس روپے لیا جاتا ہے ۔ شاید کوئی صاحب اس کی وضاحت کر سکیں ۔ ہو سکتا ہے کہ فاضل وزیر خزانہ یا فاضل وزیر مال اس کے متعلق تفصیلی روشنی ڈال سکیں ۔ بہرحال ان ریٹ پر ہم سے آبیانہ وصول کیا جاتا ہے جو مجھے آبیانے کے متعلق اطلاع دی گئی ہے ۔ وہ آبیانہ بہت زیادہ ہے ۔ جناب والا ! میں آخر میں پھر بھی یہ عرض کروں گا کہ زرعی انکم ٹیکس سے زمیندار کو کم از کم محفوظ کیا جائے ۔ اور مالیے کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے تو وہ زمیندار کو قبول ہے ۔ لیکن زرعی انکم ٹیکس اور انکم ٹیکس کا محکمہ ان دو چیزوں سے پنجاب کے زمیندار کو محفوظ کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : میاں مصطفیٰ ظفر قریشی ۔

میاں مصطفیٰ ظفر قریشی : جناب سپیکر ! مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ہماری حکومت نے اور ہمارے قائد نے کبھی کسی معاملہ کو اپنی آن کا مسئلہ نہیں بنایا یعنی point of prestige نہیں سمجھا ۔ جب کوئی درست بات ان کے نوٹس میں لائی جاتی ہے تو وہ اس پر ہمیشہ نظر ثانی کرتے ہیں ۔ اور درست کرتے ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ مہنگائی کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لانا ہے ۔ اس میں ٹیکسز دینے ہیں اور انہی ٹیکسوں کے زور پر یا بنیاد پر حکومت چلتی رہتی ہے اور اس بات سے ہم پوری طرح آگاہ ہیں ۔ لیکن جیسا کہ میرے دوست قائد حزب اختلاف نے یہ کہا کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں مفصل عرض کیا تھا کہ یہ زرعی انکم ٹیکس جو مالیے کی جگہ لگایا گیا ہے اس کا حکومت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ اس کی وضاحت میرے فاضل دوستوں نے بھی کی ہے ۔ میں اس سلسلے میں مزید عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انکم ٹیکس لگانے کے لیے ظاہر ہے کہ جب اتنا زیادہ ان کا فیلڈ بڑھ جائے گا تو لا محالہ یہ عملہ بھی بڑھانا پڑے گا اور اس پر خرچ ہوگا ۔ جناب والا ! میں

پچھلے کئی سالوں سے اسمبلی کا ممبر ہوں ۔ زمیندار بھی ہوں ۔ اس سے پہلے ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر بھی رہا ہوں ۔ حالات کا بغور جائزہ لیا کرتا ہوں لیکن کل پرسوں جو پتہ چلا ہے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بتایا ہے کہ آبیانے سے گورنمنٹ کو فائدہ نہیں ہو رہا بلکہ نقصان ہو رہا ہے ۔ یہ بات مجھے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی بات کے بعد سمجھ آئی ہے ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ زمیندار بیچارے کے لیے جیسے میرے فاضل دوست نے بتایا کہ یہ آبیانہ اتنا کمر توڑ ہے جس کا حد حساب نہیں ہے ۔ لیکن گورنمنٹ کے خزانے میں نہیں جاتا بلکہ نقصان ہو رہا ہے یعنی گورنمنٹ ہمارے فائدے کے لیے کر رہی ہے ۔ کسی اور مد سے پیسے نکال کر ہمارے آبیانے کے سسٹم پر خرچ کرتی ہے ۔ جس سے ہمیں پانی ملتا ہے ۔ تو ظاہر ہے یہ ہوا کہ حکومت کے جو سفید ہاتھی ہوتے ہیں ۔ ان سے زمیندار کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۔ اب یہ وقت نہیں ہے لیکن میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر نہر کی پٹڑی کی maintenance کے لیے جو عملہ رکھا جاتا ہے اس سے زمیندار کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ ایکس ای این اور ایس ای صاحب کی کار کو jerks نہ لگیں اور وہ فرسٹ کلاس گھومتی ہوئی جائے یا رسٹ ہاؤسز کی maintenance وغیرہ وغیرہ ۔ اسی طرح انکم ٹیکس کے عملے کے جو ورز ہوں گے یا assessment ہوگی یا کوئی اور سلسلہ ہوگا میرے خیال میں اس سے گورنمنٹ کو کوئی بچت نہیں ہوگی بلکہ نقصان ہوگا اس کے علاوہ جیسے میں نے پچھلی دفعہ عرض کیا تھا کہ محکمہ مال کا عملہ آج تک زمیندار کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا رہا ہے ۔ زمیندار کی سمجھ میں اب آیا ہے اور حکومت کے علم میں یہ بات ہے اور جیسے میرے اکثر دوست کہہ کر رہے ہیں کہ انہیں بینچوں پر زمیندار لوگ رہے ہیں لیکن یہ بھی کچھ نہیں کر سکے ۔ پٹواری کا کچھ نہیں کر سکے ۔ تحصیل دار کا کچھ نہیں کر سکے وہ صرف کھاتے ہیں ۔ جناب والا ! ایک اور محکمہ بن چکا ہے ۔ جیسے ایک صاحب نے دودھ پینے کے لیے نوکروں کی تعداد میں

اضافہ کیا تھا ۔ دودھ اس کو نہیں ملتا تھا ۔ چنانچہ میں اس میں عرض کروں گا کہ جیسے میرے فاضل دوست نے کہا ہے کہ ہم نے مناسب حد تک اسی عملے کے ذریعے ٹیکس دینے ہیں اور ہم اس امر سے اپنی حکومت کی مشکلات سے پوری طرح آگاہ ہیں ۔ تو اس سلسلے میں مجھے ایک چیز عرض کرنی ہے کہ جب مالیہ بڑھایا جائے تو اس وقت زمیندار اور کاشتکار کی تکالیف کو ذہن میں رکھنا چاہیے ۔ جناب والا ! مجھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ ایک ایسا ملک جس کی آبادی کا انحصار تمام تر زراعت پر ہے اس کو ہمارے شہری یا ہمارے دوست یا ہمارے The men who matter آج تک نہیں سمجھ سکے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں زمیندار کیا کرتا ہوگا کہاں سے اس کی عیش ہے ۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی عرض کیا تھا آج پھر کہہ رہا ہوں کہ دو سو مربع کا یا چار سو مربع کا زمیندار نہیں ہے میں آج یہ ثابت کروں گا کہ ان زمینداروں نے جب سے ان کے پاس زمینیں آئی ہیں ایک ایکڑ زمین نہیں خریدی اگر یہ ثابت ہو جائے تو میں استعفیٰ دینے کے لیے تیار ہوں یہ تو صرف اپنے وقار اپنی عزت جو انہیں اپنے گاؤں میں میسر ہے اس کی لاج رکھتے ہیں جناب سپیکر ! آپ جانتے ہیں کہ زمیندار کو بھائیوں کے ساتھ گھل مل کر رہنا پڑتا ہے ۔ جو ہمارے علاقے کا بڑا زمیندار ہوگا وہ اکثر اپنی برادری کا بھی بڑا ہوتا ہے اس کی شان ہوتی ہے مجھے شان تو نہیں کہنا چاہیے لیکن پھر بھی اس کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا ہوں اس کا ڈیرہ ہونا چاہیے اگر اس کے پاس کوئی آئے تو وہ اس کی خاطر مدارت یا کم از کم روٹی تو کھلا سکے کیونکہ گاؤں میں ہوٹل نہیں ہوتے پھر جناب والا ! فوتیدگی ہو جاتی ہے ۔ اس زمیندار کو اس میں بھی شامل ہونا پڑتا ہے ہمسائے کی شادی ہوتی ہے تو اس میں بھی شمولیت کرنی پڑتی ہے اگر کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو زمیندار اپنی ذاتی کار دیتا ہے اور اس کے بعد اس کے بچوں کی کفالت خود زمیندار کرتا ہے ۔ اگر ایک مزدور کو مل میں پانچ سو ملتے ہیں تو زمیندار کے پاس کیا وجہ ہے کہ ایک نوکر تھوڑی تنخواہ لیتا ہے اور اس کے پاس رہتا ہے ؟ وہ اس لیے

کہ اس کو پتا ہے کہ وہ اس کے دکھ درد کا ساتھی ہوتا ہے اس کو پتا ہوتا کہ زمیندار اپنے گھر کیا لے جاتا ہے - یا زمیندار کو کیا آمدن ہوئی ہے کیونکہ اس کارندے کے سامنے گندم اٹھائی جاتی ہے اس گندم میں سے وہ اس کو حصہ دیتا ہے اس کو پتا ہوتا ہے کہ وہ گھر کیا لے کر گیا ہے لیکن دوسری طرف مل مالک کے ملازم کو نفع کا پتا ہوتا ہے - مزدور احتجاج کرتا ہے لیکن زمیندار کا کارندہ کبھی بھی اس قسم کا احتجاج نہیں کرتا زمیندار یا کاشتکار اس ملک کی بہت بڑی خدمت کر رہا ہے - لیکن کسی نے اس کو ہمدردی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا - حکومت نے گندم کا ریٹ 37 روپے فی من رکھا ہوا ہے لیکن بیچارے زمیندار کو کبھی بھی 37 روپے نہیں ملتا چونکہ اس کو سرکاری ڈپو تک گندم کو پہنچانا ہوتا ہے - بوریوں میں بھرنا پڑتا ہے گندم کو صاف کرانا پڑتا ہے - اس کو 35 روپے فی من پڑتا ہے - میں یہ عرض کروں گا کہ ابھی میرے دوست نے فکر بتائی ہے کہ انٹرنیشنل گندم کی قیمت اسی روپے فی من ہے - اس دفعہ وہ بھی ایک سو دس روپے سے اسی روپے پر آگئی ہے - ہمیں یہ گندم ایک سو دس روپے خرید کر عوام کو کم نرخوں پر دینا پڑتی تھی - جس سے ہماری فارن کرنسی خرچ ہوتی تھی اور فارن کرنسی پر اتنی زیادہ رقوم ضائع جاتی تھی - انشاء اللہ ہمیں آئندہ یہ خریدنی نہیں پڑے گی اور اس سے ملک کا زرمبادلہ بھی بچایا جا سکے گا - ڈاکٹر صاحب خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کوئی فصل کھاد کے بغیر نہیں ہو سکتی کھاد انٹرنیشنل قیمت پر پانچ روپے فی بوری زائد آپ کو دے رہے ہیں یہ صرف خرچہ ہے وگرنہ میں نے حساب کیا ہے کہ یہ کم نرخ پر بھی مل سکتی ہے اسی طرح میسی فرگوسن ٹریکٹر کی قیمت آپ کو معلوم ہے اسی طرح دوسرے کاشتکاری آلات کا آپ کو معلوم ہے - کاشتکاری ملک میں ایک صنعت بن چکی ہے اس میں بوریہ - پانی - تھرشنگ - وغیرہ استعمال ہوتے ہیں -

جناب والا ! بعض چیزیں ایسی ہیں جو خاصی دشوار ہیں اس کا نوٹس لیا جانا ضروری ہے - مثال کے طور پر کیکر یا جنگلی بوٹیاں اگ آتی ہیں یا

آپ غلطی کر بیٹھیں اور آم کا پودا لگا بیٹھیں تو اس پر پانی نہیں بڑھے گا لیکن اس دن سے ہی آبیانہ لگ جائے گا پانی کا خرچ وہی ہے جتنا آپ کو مل رہا ہے اتنا ہی پانی ملے گا اس میں کوئی اضافہ نہیں لیکن جب آپ آم کا باغ لگائیں گے تو اسی دن سے آبیانہ لگ جاتا ہے۔ جناب سپیکر۔ یہ بات میرے بہت کم دوستوں کو پتا ہے اس میں پچھلے سال آموں میں کوئی فائدہ نہیں ہوا اب جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ہمارے ہاں ان چیزوں کا رواج نہیں تھا۔ جوں جوں ہم کھاد کا استعمال کر رہے ہیں ہمارے ہاں بیماریاں بڑھ رہی ہیں بیماریاں کم نہیں ہو رہیں مختلف قسم کے تجربے ہو رہے ہیں کیڑوں کو مارنے کے لیے پتوں پر سپرے کیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ بھی ایک زمیندار پر مستقل بوجھ پڑ گیا ہے جب تک وہ کپاس کی فصل پر سپرے نہیں کرائے گا آپ اگر جا کر کہیں کہ کپاس کی فصل کم کیوں ہوئی ہے؟ وہ فوراً پوچھیں گے آپ نے کتنی مرتبہ سپرے کرایا؟ آپ نے کہا ایک مرتبہ۔ تو فوراً کہیں گے۔ نہیں۔ نہیں۔ ایک مرتبہ کے کچھ بنتا کم از کم تین دفعہ دھرانا چاہیے۔ اب آپ اخراجات کا خود ہی حساب کر لیں کاٹن میں کتنا فائدہ ہے؟ لیکن یہاں وہ چیز نہیں ہوتی حکومت ایک کے متعلق سوچتی ہے اور اپنے وسائل کے مطابق سوچتی ہے یہ کتنا غلط ہے کہ کپاس بیچنا چاہیں تو جو اندازہ آپ کریں گے وہ نہیں ہوگا کیونکہ زمیندار کو بہت سے اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ ہاں زمیندار کے پاس ایک سال ایسا بھی آتا ہے وہ تقریباً پانچ سال کے بعد آتا ہے جب اس کو کچھ ریٹرن (return) ہوتا ہے جو اس میں پیسہ لگایا ہوتا ہے اس کا معاوضہ کچھ مل جاتا ہے اور اس کے سابقہ نقصانات کی تلافی ہو جاتی ہے ہوں۔ سوں کو لے لیجیے ابھی شروع نہیں ہوئیں لیکن موسموں میں تبدیلی کی وجہ سے فصل پر اس کا اثر پڑا ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں۔ جناب والا! ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھ کر جیسا کہ آپ نے ملک کی ترقی کے لیے اربوں روپے رکھے ہیں یا جس طرح ہمارے دوست سمجھتے ہیں ملک کی بہتری کے لیے کافی جگہ سے پیسہ اکٹھا کیا ہے اور زمیندار پر زرعی

ٹیکس کا بوجھ ڈال دیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح مالیہ ماضی میں تھا زرعی ٹیکس کا بالکل کوئی جواز نہیں کبھی ایسا نہیں ہوا جس چیز پر ہمارا انحصار ہے آپ اسی کو ختم کر رہے ہیں - آپ نے کواپریٹو فارمنگ کے متعلق سوچا لیکن چھوٹے ہولڈ ہو جانے سے کاشت نہیں ہوتی اگر اسی طرح زرعی انکم ٹیکس کا تجربہ ناکام رہا اس کے جو اثرات ہوں گے شاید ان کو درست کرتے کرتے کہیں دور نہ چلے جائیں اور پھر یہ ہمارے بس میں نہ رہے - جناب سپیکر ! لہذا میں بہت مودبانہ طریقے سے عرض کرونگا کہ زمیندار کا یہ لفظ جس کو منہ پر لاتے ہوئے مجھے ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے کاشتکار کہہ لیتا ہوں وہ بیچارہ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے اور اس سے حکومت کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے میرے دوست کہہ رہے تھے کہ اس کی بہت آمدنی ہے جس طرح پچھلے محکمے مثلاً محکمہ فشری (Fisheries) پر زیادہ خرچ ہوا لیکن مچھلی اتنی نہیں ہوتی یہ اسی طرح ہوگا کہ محکمہ پر زیادہ خرچ ہوگا لیکن کاشتکار کو نقصان پہنچے گا اور حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا مالیہ میں اضافہ اسی طریقے سے کیا جائے جس طرح پہلے ہوتا رہا ہے -

مسٹر سپیکر : سردار نوازش علی پاشا !

سردار نوازش علی پاشا : جناب سپیکر ! پیشہ کاشت کاری کے بارے میں عام طور پر تین الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ، ایک جاگیردار ، دوسرا زمیندار اور تیسرا کاشتکار - میں جاگیردار نہیں اور نہ کبھی تھا ، زمیندار ضرور ہوں - ہر زمیندار کو ، جس کے پاس 50 یا 100 یا 200 ایکڑ زمین ہو ، جاگیردار بنا دینا یا یہ کہنا کہ اس کی سوچ جاگیردارانہ ہے ، میرے خیال میں یہ نا انصافی کی بات ہے - یہ جو نیا قانون بنایا جا رہا ہے اس میں ہر وہ شخص آ جائے گا جس کی زمین 25 ایکڑ سے زیادہ ہو - اگر کسی شخص کی 25 ایکڑ زمین میں سے 5 ایکڑ زمین پیداوار نہیں دیتی تو وہ یہ انکم ٹیکس کہاں سے ادا کرے گا ؟ انکم ٹیکس دو چیزوں پر لگایا جائے گا ، پیداواری انڈکس کے حساب سے یا پیداوار پر - جہاں تک پیداواری

انڈکس کا تعلق ہے جیسے میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ زمین اچھی بھی ہوتی ہے اور کمزور بھی ہوتی ہے لیکن چونکہ انڈکس یونٹ برابر ہیں اس لیے ان پر ایک ہی سطح پر انکم ٹیکس لگانا بڑی زیادتی ہو گی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ ٹیکس پیداوار کے لحاظ سے لگایا جائے تو کسی سال فصل اچھی ہوتی ہے اور کسی سال کمزور ہوتی ہے ۔ پچھلے سال گندم کی فصل بہت کمزور رہی ۔ اس کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ سردیوں میں بارش نہیں ہوئی اور گندم بارش مانگتی ہے ، اس لیے فصل اچھی نہ ہوئی یا گرمیوں میں دھوپ زیادہ پڑ گئی ۔ ممکن ہے دیکھنے میں فصل بہت اچھی ہو لیکن جب برداشت کی جائے تو اتنی نہ نکلے ۔ ہمارے محکمہ زراعت والے یہ زیادتی کرتے ہیں کہ فصل کی کاشت سے چھ ماہ پہلے اعلان کر دیتے ہیں کہ اتنے لاکھ ایکڑ زمین پر کپاس کاشت کی جائے گی لیکن کسی زمیندار سے کبھی اس محکمے والوں نے نہیں پوچھا کہ کتنی زمین پر کپاس کاشت کی جائے گی ۔ پھر یہ کہ جو زمین کا سب سے اچھا ٹکڑا ہو گا اس کا وزن کر کے اوسط لگا لیں گے کہ 50 یا 80 من کی فی ایکڑ اوسط ہو گی ۔ اگر میں کہوں کہ میری اوسط تو 20 من ہے تو کیا وہ میری بات مانے گا ؟ ہمارا قدرت پر انحصار ہوتا ہے اگر بارش زیادہ ہو جائے تو فصل اچھی ہو جاتی ہے اور اگر نہ ہو تو فصل نہیں ہوتی ۔ اگر کیڑوں کا حملہ ہو جائے تو ساری فصل برباد ۔ اب آم کی فصل ہے ۔ فروری میں موسم اچھا ہو جائے تو اس میں بور لگ جاتا ہے اور اگر مارچ میں کورا پڑ جائے تو پودے جل جاتے ہیں ۔ اس کے متعلق آپ کچھ نہیں کہہ سکتے ، نہ دوائیوں کا چھڑکاؤ بچا سکتا ہے اور نہ کوئی اور چیز ۔ تو یہ اندازہ لگانا کہ اس کی کتنی برداشت ہے اور کتنا ٹیکس لگایا جائے میرے خیال میں ممکن نہیں ۔ ہمارے پاس حساب کتاب نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ہمارے لوگ پڑھے لکھے نہیں ہم حساب کتاب رکھ ہی نہیں سکتے ۔ مثلاً میرا ایک ملازم ہے جو عام ملازم سے کم پیسے لیتا ہے ۔ لیکن جب میری کپاس کی چنائی شروع ہو گی تو میرے ملازم کے بچے جتنی بھی کپاس چن لیں وہ انہیں دے دی جاتی ہے اور

ہم ان سے کوئی پیسہ نہیں لیتے - ہم اس کو شمار نہیں کرتے - جہاں پر میرے مویشی بندھے ہوتے ہیں وہیں پر اس کا بھی ایک مویشی بندھا ہوتا ہے جو وہ بعد میں دو اڑھائی ہزار روپے میں بیچ دیتا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیتا - اسی طرح اگر اس کا بچہ بیمار ہو جاتا ہے تو میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اسے امداد دوں - زمیندار کے پاس پیسے نہ بھی ہوں لیکن اس کا اثر و رسوخ ضرور ہوتا ہے - اگر میرے پاس رات کو 50 مہمان آ جائیں تو میں نے انہیں کھانا کھلانا ہے اور بستر بھی مہیا کرنے ہیں - مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ کسی غیر سے کہوں ، چاہے میں ادھار لے کر کروں مگر میں خود کروں گا یہ نہیں کہوں گا کہ میرے پاس روٹی نہیں یا بستر نہیں اور میں کہاں سے انتظام کروں ؟ یہاں سے چلے جاؤ - یہ وہ چیزیں ہیں جو میں انکم ٹیکس والوں کو لکھ کر نہیں دے سکتا - انکم ٹیکس والے یہ کہتے ہیں کہ آپ کی فی ایکڑ کپاس 50 من ہوتی ہے ، اس کا یہ ریٹ ہے اور اس کے مطابق اتنا انکم ٹیکس بنتا ہے - میرے اخراجات دو اقسام کے ہیں ، ایک وہ جو کتابوں میں درج ہو سکتے ہیں جیسے بیج ، ٹریکٹر ، ٹیوب ویل ، زمین کی تیاری ، کھاد ، پانی وغیرہ اور دوسرا خرچ وہ ہے جو نظر نہیں آتا اور کتابوں میں درج نہیں ہو سکتا اور اگر درج کر بھی دیں تو کوئی انکم ٹیکس افسر اس کو قبول نہیں کرے گا - وہ اس کو مسترد کر دے گا اور کہے گا کہ یہ بچت کے لیے کیا گیا ہے - تو جہاں تک زرعی انکم ٹیکس کے لگانے کا تعلق ہے میں عرض کرونگا کہ زمیندار کو ایک نئی مصیبت میں نہ پھنسائیں جس پر ہنگامہ آرائی ہو جائے - شہروں میں ہنگامے ہوتے ہیں ، جلوس نکلتے ہیں ، گڑبڑ ہوتی ہے ، حکومتیں کبھی ٹوٹتی ہیں اور کبھی بنتی ہیں لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جب دیہات کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تو کوئی حکومت ان پر قابو نہ پا سکے گی - یہ ایک خونی انقلاب ہوگا اور اس کا ذمہ دار خدا جانے کون ہوگا ؟ جہاں تک آبیانے کا تعلق ہے ہم بڑے ممنون ہیں کہ کسی اور مد سے رقم لے کر اس کو پورا کیا گیا ہے شہروں کی پٹڑی اچھی بنا جا رہی ہے ،

ریسٹ ہاؤسوں پر خرچ ہو رہا ہے اور یہ بھی بڑا مناسب ہے لیکن جب تک سڑکیں اچھی نہیں ہوتیں ، افسران موقع پر نہیں جاتے اور دورہ نہیں کرتے کوئی کام بھی نہ ہوگا ۔ ایک بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی ۔ میرے ضلع ملتان میں یا میرے ساتھ والے کسی ضلع میں کوئی نئی سڑک نہیں بنائی گئی کوئی نئے سکول نہیں بنائے گئے لیکن اس کے باوجود ایک ڈائرکٹر تعلیم کے ساتھ دوسرا عملہ بھی مہیا کیا گیا تا کہ وہ کام کر سکیں ۔ نئے ہسپتال نہیں بنائے گئے لیکن پہلے ایک ڈی ۔ ایچ ۔ او ہوا کرتا تھا اب اس کے ساتھ دو ، تین اے ۔ ڈی ایچ ۔ او اور بھی لگا دیے گئے ہیں ۔ میرے علاقے میں کوئی نئی نہر نہیں بنی ۔ پہلے لاہور میں ایک سپرنٹنڈنگ انجنیئر ہوتا تھا جو تمام پنجاب کے لیے ہوتا تھا ، اب ملتان کے لیے اور ہے ، بہاولپور کے لیے اور ہے اور ایک لسٹ بنانی پڑتی ہے کہ اس ملک میں کتنے سپرنٹنڈنگ انجنیئر کام کر رہے ہیں ۔

Instead of one class-room you have two sections. All right. Let us have two sections or three sections, A, B and C but why should you have extra X Ens, extra S. Es.

جب ایک نہر میں ایک مقدار میں پانی چلتا ہے اور کچھ پانی اوپر سے آ جاتا ہے ، تو ایک آبیانہ ایک کو دینا پڑے گا اور دوسرا دوسرے کو دینا پڑے گا ۔ یہ ناجائز خرچ ہے اور خواہ مخواہ خرچ میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ میرے خیال میں اگر اس کو بند کر دیا جائے تو آبیانے پر جو خرچ آتا ہے اس میں خاصی نمایاں کمی ہو سکتی ہے ۔ دوسری بات ریٹ کی ہے ۔ میں اپنے ملک کا یورپ کے ساتھ مقابلہ نہیں کرتا کیونکہ ہمارے اور ان کے حالات الگ الگ ہیں لیکن میں اس کا مقابلہ ساتھ والے قریبی ملک سے ضرور کر سکتا ہوں ۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ ہندوستان میں گندم کا ریٹ 110 روپے فی من ہے ۔

حضور والا ! ہم نے تو کبھی نہیں کہا کہ ہمیں بھی 110 روپے فی من دو ۔ جیسے میرے فاضل دوست نے فرمایا ، یہ حقیقت ہے کہ ہمیں 37

روپے فی من بھی نہیں ملتے - اسی طرح کپاس ہے - ہمیں وہ ریٹ قطعاً نہیں ملتے جو سرکار مقرر کرتی ہے - اس کے باوجود ہم چپ ہیں - مگر ہمیں برباد نہ کیا جائے - اس قسم کا تمام سلسلہ آپ بند کر دیں - جائیداد کے لحاظ سے آپ دیکھیں تو پینوراما سنٹر کی قیمت میری ساری جائیداد کی قیمت سے کہیں زیادہ ہے - صبح و شام زمیندار کو گالیاں پڑتی ہیں - جہاں حضور والا ! آپ تشریف رکھے ہوئے ہیں اتنی سی کیبن پینوراما سنٹر میں پانچ ہزار روپے فی مہینہ کرایے پر وہ دکان دی ہوئی ہے - اس آدمی کی کیا محنت ہے ؟ صرف یہ کہ اس نے پیسے دے کر دکان خرید لی اور وہ کرایہ پر دے دی -

حضور والا ! ہم سارا دن مٹی کھاتے ہیں - ہم دھکے کھاتے ہیں - ہمارے گاؤں ایسے ہیں جن میں بجلی نہیں ہے - میں کوئی جاگیردار نہیں ہوں - میں گرمی میں پڑا رہتا ہوں - میں سردی میں پڑا رہتا ہوں - میں صبح سے شام تک اپنا کام دیکھتا ہوں - اگر میرے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جو ناجائز سلوک ہے تو اس کا کیا علاج ؟ یہ بھی میں مانتا ہوں کہ زرعی انکم ٹیکس امر بالمعروف کا کارہ بار نہیں ، مرکز کا ہے - مگر جیسے مصطفیٰ قریشی نے فرمایا ، ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے قائد عوام ہر چیز کو یا جو بھی کوئی مناسب چیز ہو ، اسے اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بناتے - مثلاً رائس ملوں کی تازہ ترین مثال ہمارے پاس ہے - جب انہیں یہ اطلاع یا رپورٹ ملی کہ چند ایک ملیں ایسی ہیں جو اس قابل نہیں کہ انہیں قومیایا جائے اور ان کو واپس کر دینا چاہیے تو انہوں نے بلا تاخیر ان کو واپس کر دینے کا حکم دے دیا تھا - یہ نکتہ میں نے اس لیے اٹھایا ہے کہ ہمارا سبجیکٹ یہ نہیں ہے - مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا فرض یہ ضرور ہے کہ اس حقیقت کو ایک سفارش یا قرارداد یا جیسے بھی ممکن ہو ، کے ذریعے قائد عوام تک ضرور بھجوائیں - تاکہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس پر نظر ثانی کریں -

مسٹر سپیکر : سردار صغیر احمد -

چودھری محمد کریم بھٹی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ آج "نوائے وقت" میں میرا نام بجائے محمد کریم کے محمد اکرم چھپا ہے ، کیونکہ سیالکوٹ میں ایک رکن محمد اکرم بھی ہیں ، اور میرے نام کے ساتھ پھر آگے بیگم اکرم حیات چھپا ہے ۔ اس کی تصحیح ہو جانی چاہیے ۔

مسٹر سپیکر : پریس رپورٹر نوٹ کر لیں ۔ ان کا نام صحیح شائع کریں ۔

سردار صفیر احمد : جناب والا ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے نہایت ہی اہم مسئلے پر اظہار خیال کا موقع بخشا ہے ۔ جناب والا ! آپ جانتے ہیں کہ اس ملک کی معیشت کی بنیاد زراعت پر ہے ۔ زراعت کو متاثر کرنے والا کوئی قدم ، کوئی فیصلہ اس ملک کی ساری معیشت پر حاوی ہوتا ہے ۔ مجھے اس سے اختلاف نہیں کہ زرعی شعبے سے ٹیکس وصول نہ کیا جائے ۔ جناب والا ! اگر آپ ملک کے ہر شعبے سے ٹیکس وصول نہ کریں گے تو اس ملک کے نظم و نسق کو چلانا آسان نہ ہوگا ۔ اسی طرح جس طرح صنعت کار ، تاجر یا دوسرے لوگ جو مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھتے ہیں ، اس حکومت کے کاروبار کو چلانے کے لیے اپنا حصہ ٹیکس کی صورت میں ادا کرتے ہیں زمیندار کو بھی اپنا حصہ ادا کرنا ضروری ہے ۔ لیکن اگر ہم اس کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ در حقیقت اس ملک میں کسی شعبے سے تعلق رکھنے والا جو آدمی انکم ٹیکس ادا کرتا ہے ، اسے اپنی پروڈیوس کی قیمت مقرر کرنے کا خود اختیار ہوتا ہے ۔ آپ ایک کارخانے دار کی مثال لے لیجئے ۔ کارخانے میں جو بھی چیز پیدا ہوتی ہے ، کارخانے کا مالک خام مال کی قیمت ، مزدور کی مزدوری ، کارخانے کی گھسائی ، اگر اس نے بنک سے قرضہ لیا ہے تو اس کا انٹرسٹ اور اس کے بعد اپنا اور اپنی مینیجمنٹ کا معاوضہ شامل کر کے اس پروڈیوس کی قیمت مقرر کرتا ہے ۔ پھر اسے جو منافع حاصل ہوتا ہے ، اس منافع سے ، اگر وہ بد دیانت ہے تو اس کو اخفا رکھ کر پھر تھوڑا بہت انکم ٹیکس اس حکومت کو ادا کرتا ہے ۔ جناب والا ! ہمارے ملک کی زراعت کی بنیاد چار فصلوں

ہر ہے ۔گندم ،گنا ، کپاس اور/چاول ۔ یہ چار بڑی فصلیں ہمارے ملک کی زراعت کی اساس ہیں ۔ لیکن ان چاروں فصلوں کی قیمت مقرر کرنا انہیں پروڈیوس کرنے والے کے بس میں نہیں ۔ گندم کی قیمت حکومت خود/مقرر کرتی ہے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ، جس وقت حکومت زمیندار سے سترہ روپے من گندم خریدتی تھی اس وقت باہر سے ایک سو بیس یا ایک سو دس روپے من کے/ حساب سے درآمد کیا کرتی تھی ۔

جناب والا ! وہ ہمیں اس قیمت پر پرانی گندم دیا کرتے تھے ۔ جس وقت حکومت 25 روپے من گندم خریدا کرتی تھی ، اس وقت بھی ہم/سو روپے سے زیادہ ، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ہم صرف قیمت سو روپے زیادہ نہیں دیا کرتے تھے ، بلکہ اپنی عزت نفس بھی ساتھ اس ملک کو دے آیا/کرتے تھے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) جس سے خوراک حاصل کیا کرتے تھے ۔ خوراک اور اسلحہ اس وقت باہر سے کسی ملک کو میسر نہیں آتے جب تک وہ ملک اس ملک کی شرائط اور قیود/کی پابندی نہ کرے ۔ خوراک اور اسلحہ حاصل کرنے کے لیے قیمت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی عزت نفس بھی ان کے حوالے کرنی پڑتی تھی ۔ جناب والا ! آج بھی ہم زمیندار/سے سینتیس روپے من گندم خریدتے ہیں ۔ لیکن اگر اس کی اصل قیمت معلوم کریں ، تو وہ سو روپے سے کم نہیں ہے ۔ جناب والا ! اس ضمن میں میں یہ عرض کرنا/ چاہتا ہوں کہ اس تفاوت سے جو روپیہ حکومت حاصل کرتی ہے وہ کیا ٹیکس نہیں ہے ؟ یہ زمیندار پر ایک ٹیکس ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ جناب والا ! اسی طرح ، فاضل وزیر خزانہ اچھی طرح/جانتے ہیں کہ رائس سے ایسے ہی تفاوت سے جو روپیہ حکومت حاصل کرتی ہے ، میرے خیال میں اگر آپ مرکزی بجٹ ملاحظہ کریں تو چاول سے آپ کو اربوں کروڑوں/روپے زر مبادلہ کی صورت میں حاصل ہوتے ہیں ۔ ہم سے آپ جس نرخ پر چاول خریدتے ہیں ، اس نرخ پر فروخت نہیں کرتے اور اس کا جو تفاوت ہے ، کیا یہ/زمیندار پر ٹیکس نہیں ہے ؟ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ اسی طرح جس حساب سے آپ ہم سے کپاس خریدتے ہیں اور جس حساب سے آپ اسے

کارخانہ دار کو یا باہر برآمد کرتے ہیں جو وہ تفاوت ہے کیا وہ زمیندار پر ٹیکس نہیں ہے ؟ اسی طرح شوگر سے جو آمدنی اس حکومت کو حاصل ہوتی ہے کیا وہ زمیندار پر ٹیکس نہیں ہے ؟ جناب والا ! اگر آپ تمام اشیا پیدا کرنے والوں پر نگاہ ڈالیں تو ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی چیز کی قیمت خود مقرر کرتا ہے اور اس کے بعد غلط حساب کتاب رکھ کر اپنی مرضی سے ٹیکس ادا کرتا ہے

جناب والا ! اس کے بنیادی فیصلے سے کسی کو اختلاف نہیں ہے ۔ میں نے قائد حزب اختلاف کی تقریر کو بھی سنا ہے انہیں بھی اس بات پر اعتراض نہیں ہے ۔ کسی زمیندار کو بھی اس بات پر اعتراض نہیں کہ وہ ٹیکس ادا کرنا نہیں چاہتا ۔ جناب والا ! ہم ٹیکس ادا کرنے کے لیے تیار ہیں ۔ ہم وفاقی حکومت کے اس بنیادی فیصلے سے متفق ہیں ۔ لیکن جناب والا ! ہمیں اس بات سے اختلاف ہے کہ یہ ٹیکس کس طرح لگایا جائے اور کس طرح زمیندار سے حکومت کا کاروبار چلانے کے لیے اس کا حصہ وصول کیا جائے ۔ جناب والا ! اگر اس صورت میں ٹیکس لگتا ہے جس صورت میں آپ تاجر سے یا کارخانہ دار سے ٹیکس وصول کرتے ہیں تو ہمیں اس پر بھی کوئی عذر نہیں ہوگا ۔ لیکن پھر آپ کو ہماری کسی چیز کی قیمت مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہونا چاہیے (نعرہ ہائے تحسین) ۔ جناب والا ! ہم کھلی مارکیٹ میں اپنی پروڈیوس کو جس طرح مناسب سمجھیں ، فروخت کریں اور ہمیں جو منافع حاصل ہو آپ بے شک اس پر ٹیکس وصول کر سکتے ہیں ۔

جناب والا ! اس میں اس بات کا بھی آپ کو خیال رکھنا ہوگا کہ پھر ہم کاشت بھی اپنی مرضی سے کریں گے ۔ کارخانے دار کو تو اختیار ہے کہ اگر وہ دیکھتا ہے کہ مارکیٹ کا ریٹ گرتا جا رہا ہے تو پروڈیوس میں کمی یا بیشی کر سکتا ہے ۔ ہمارے پاس تو زمین معین ہے ۔ اگر ہم کاشت کے وقت اس بات کا خیال کریں کہ ہمیں کاشت نہیں کرنے چاہیے تو چھ سال کے بعد ہمیں وہ موقع پھر میسر نہیں آ سکتا ۔ ہم اس بات کے پابند

ہیں - قدرت کا نظام بھی ہمیں پر حاوی ہے - ہم اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے ، اس کی کوئی تردید نہیں کر سکتے اور اس میں کوئی ترمیم نہیں کر سکتے - آفات آسمانی اور آفات زمینی بھی زمیندار کے ساتھ ہیں - جناب والا ! میری اس چھوٹی سی زندگی میں کئی سیلاب اس صوبے میں آئے ہیں ، کئی دفعہ ژالہ باری ہوئی ہے اور کئی دفعہ ٹڈیوں کے غول کے غول آئے ہیں ، کئی دفعہ زمیندار ، جو انویسٹ کرنے کے بعد فصل کی امید لیے پھرتا ہے کہ میری یہ فصل آئے گی اور اس سے میں اپنا فلاں کام چلاؤں گا ، وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہ جاتا ہے اور قدرت کی ستم ظریفی اس کی تمام محنت کو سمیٹ لے جاتی ہے - لیکن دوسری طرف جہاں سے آپ انکم ٹیکس اخفا کے بعد وصول کرتے ہیں ، انہیں انشورنس کی بھی رعایت حاصل ہے - اگر میرا ایک کارخانہ ہے اور اس میں آگ لگ جاتی ہے ، یا ایسی کوئی مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو میرا نقصان نہیں ہوتا - جناب والا ! وہ انشورنس کمپنی کا نقصان ہوتا ہے)

جناب والا ! ہمیں بھی وہ تحفظ حاصل ہونا چاہیے جو دوسرے طبقات کو حاصل ہے - ہم یہ نہیں چاہتے کہ زمیندار ، کاشت کار ، صنعت کار اور دکاندار میں فرق پیدا ہو - بلکہ ہم تو صرف اتنی سہولیات چاہتے ہیں جو دوسرے طبقات کو حاصل ہیں - ہمارا یہ اعتراض بھی نہیں ہے کہ ہم سے ٹیکس وصول نہ کیا جائے بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس ٹیکس کی وصولی کے لیے وہ ماحول پیدا کیا جائے - وہ شرائط پوری کی جائیں جو pre-condition انکم ٹیکس وصول کرنے کے لیے موجود ہیں - (نعرہ ہائے تحسین) میرے خیال میں وہ لوگ تو اپنے ٹیکس کا دسواں حصہ بھی ادا نہیں کرتے ہم تو سو فیصد ادا کرنے کے لیے تیار ہیں - ہماری دولت تو ہماری زمین ہے ہم اسے چھپا نہیں سکتے (نعرہ ہائے تحسین) ہم تو زمین کا سینہ چیرتے ہیں ، ہم تو پسینے سے شرابور ہوتے ہیں ، ہم تو سخت سردی کا بھی مقابلہ کرتے ہیں ، سیلاب کا بھی مقابلہ کرتے ہیں - پھر ہمیں اس ملک کا شہری ہونے کی حیثیت سے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ ہمارے ساتھ وہی

سلوک کیا جائے جو دوسرے طبقات کے ساتھ ہوتا ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ عوامی حکومت سے پہلے پچھلی حکومتوں میں سے کسی حکومت نے بھی زراعت پر توجہ نہیں دی۔ حالانکہ ہمارے ملک کی تمام معیشت زراعت پر منحصر ہے ، ہمارے ملک کی ایگرو بیس (Agro-base) انڈسٹری ہے ۔ تمام انڈسٹری کا دارومدار زراعت پر ہے ۔ مجھے پیپلز پارٹی کا کارکن کہتے ہوئے یہ فخر محسوس ہوتا ہے کہ اس عوامی حکومت نے زمینداروں کو کافی مراعات دی ہیں جو حکومت نے اس سلسلے میں کوششیں کی ہیں میں ان کو رائیگاں کرنا نہیں چاہتا ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ایسے اقدامات نہ کئے جائیں جس سے ان مراعات کو نقصان پہنچے یا ملکی معیشت پر برا اثر ہو ۔ جو لوگ اس پیشے سے تعلق رکھتے ہیں ، میں خود ایک چھوٹا زمیندار ہوں میرے پاس مثال کے طور پر 26 ایکڑ یا 27 ایکڑ زمین ہے ، پہلے تو میری یہ کوشش ہو گی کہ میں اپنی پچیس ایکڑ سے زائد زمین ختم کروں ، اور پھر اس طرح اس ملک کی تمام زمین ایک مربع یا اس سے بھی کم حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جائے گی ۔ پھر یہ مشینی کاشت کی جو یہاں باتیں ہوتی ہیں وہ نہیں ہو سکیں گی ۔ پھر مشینی کاشت کا تصور اس ملک سے بالکل ختم ہو کر رہ جائے گا اور خود آپ نے جو اس ملک کے لیے ٹریکٹر منگوائے ہیں وہ ٹریکٹر بھی ناکارہ ہو جائیں گے ۔

اس کے علاوہ جناب والا ! ایک بہت اہم بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زمیندار دیہاتی بیچارے بہت سادہ لوح ہوتے ہیں ۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس کے لیے جو محکمہ قائم کیا جائے گا وہ اس کام کو چلا بھی سکے گا یا نہیں ۔ کیونکہ جتنے بھی محکمے حکومت بناتی ہے اس کو چلانے کے لیے اس کی کارکردگی کے لیے اس محکمے کا بہت حصہ ہوتا ہے ۔ آیا وہ محکمہ یہ ٹیکس احسن طریقے سے وصول بھی کر سکے گا یا نہیں ؟ کیونکہ دیہاتی بیچارے جو ان پڑھ ہوتے ہیں اور ٹیکس کی وصولی کے لیے جو طریقہ کار ہو گا دیہاتی اس کو سمجھ نہیں سکیں گے ۔ کیونکہ ایک گاؤں میں بھی دس قسم کی زمینیں ہوتی ہیں اور ایک ضلع میں ہزاروں قسم کے پیداواری

یونٹ ہوتے ہیں اور اگر یہ حساب کتاب شروع کیا گیا تو کاشت کار یہ کھاتے نہیں سنبھال سکے گا اور وہ محکمہ جو اس کام کے لیے مامور ہوگا تو وہ نہ صرف قیمت اور ٹیکس وصول کرے گا بلکہ ان کی زمین تک کھا جائے گا ۔ اس کے لیے میں آپ کو ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ جب حکومت نے اشتمال اراضی شروع کی تھی تو اس وقت کسان کی زمین کا ایک حصہ یہ محکمے والے کھا گئے تھے اور انہیں اپنی زمین وصول کرنے کے لیے قیمت ادا کرنا پڑی ۔ سکول کالج کے بابو لوگ اس کام کو نہیں چلا سکیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اس زراعت کے پیشہ سے آہستہ آہستہ دست بردار ہو جائیں گے ۔ میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ اس وقت پورے ملک سے 25 کروڑ یا 15 کروڑ روپے وصول کرنے کا پروگرام ہے ۔ جناب والا ! صرف پنجاب سے جو سابقہ ریونیو وصول ہوتا تھا وہ تقریباً 7 کروڑ روپے ہوتا تھا ۔ بے شک آپ 25 کروڑ روپے پورے ملک سے وصول کریں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ طریقہ کار جو ہے وہ غلط ہے اس سے دیہاتی کبھی بھی واقف نہیں ہو سکے گا اور یہ اس کے لیے ایک عذاب بن جائے گا ۔ تو میں یہ عرض کرونگا کہ پچھلا جو مالیہ کا نظام ہوتا تھا جس میں وصولی فکس ریٹ پر ہوتی تھی اسے دوبارہ رائج کیا جائے ۔ وہی تحصیل کی بنیاد پر ، وہی نمبردار جس طرح مالیہ کا نظام ہوتا تھا دوبارہ رائج کیا جائے ۔ میں زرعی انکم ٹیکس کی مخالفت بھی نہیں کرتا مگر اس کی تشخیص کا طریقہ کار غلط ہے ۔ بے شک موجودہ شرح میں کافی حد تک اضافہ کر دیں اور اپنی آمدنی میں اضافہ کر لیں ۔ ضرور وصول کریں ۔ مگر ہمیں اس بات سے نجات دلائی جائے جو محکمہ کی طرف تشخیص کی جائے گی اور حساب کتاب رکھنا پڑے گا ۔ میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ حساب کتاب نہ کبھی زمیندار نے رکھا اور نہ ہی اب بھی یہ رکھا جائے گا ۔

جناب والا ! حکومت کے علم میں میں یہ بات بھی لانا چاہتا ہوں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت کھاد کے سلسلہ میں کافی سبسیڈی دیتی ہے ۔

میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں اس وقت جو ہمارے ملک میں کھاد پیدا ہو رہی ہے اس کی قیمت مارکیٹ ریٹ سے کم ہے۔ البتہ جو کھاد باہر سے منگوائی جاتی ہے۔ اس کی قیمت ہماری کھاد کی قیمت سے زیادہ ہے۔ اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو اس پر بھی میں عرض کر دوں کہ حکومت اس طرح کرتی ہے کہ غیر ملکی کھاد کی قیمت اور اپنے ملک میں تیار شدہ کھاد کی قیمت کو اکٹھا کر لیا جاتا اور اس کے بعد بوری کی اوسط پڑتی ہے اس کے حساب سے کھاد فروخت کی جاتی ہے۔ لہذا اس میں ہمیں حکومت کوئی سبسڈی نہیں دیتی۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ "اے زمیندار جو باہر سے کھاد آتی ہے ہم تمہیں اس قیمت سے کم قیمت پر کھاد دیتے ہیں" اور اس طرح حساب کتاب برابر ہو جاتا ہے کوئی رعایت نہیں دی جاتی۔ میں یہ کہتا ہوں اگر آپ ہمیں ناجائز رعائیں دیتے ہیں تو ہمیں نہ دی جائیں بلکہ ہمارے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو صنعت کار، دکاندار اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی غلط مراعات ہمیں دی ہوئی ہیں تو بے شک واپس لے لی جائیں۔ مگر وہ حق ہمیں دے دیا جائے جو دوسرے طبقوں کو میسر ہے۔ تاکہ پیداوار کر بوری قوت کے ساتھ بڑھایا جا سکے۔

جناب والا! میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت گندم کی فی ایکڑ پیداوار 18 سے 20 من کے قریب ہے بلکہ بعض جگہ پر تو اس سے بھی بہت کم ہے یہ بات میں سرگودھا کی کر رہا ہوں جو پنجاب کا زرخیز علاقہ ہے ابھی میں اس علاقہ کی بات نہیں کر رہا جہاں پیداوار اس سے بھی بہت کم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر مظفر گڑھ۔ میانوالی۔ کیمل پور۔ بہاولپور۔ جناب والا! ہمیں جو گندم کی کل قیمت وصول ہوتی ہے وہ بمشکل پانچ چھ سو روپے بنتی ہے۔ مگر اگر آپ اخراجات دیکھیں تو حیران ہو جائیں گے وہ اس سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اور اس کے علاوہ زمیندار کو جو ذلالت اٹھانی پڑتی ہے وہ علاوہ ہے۔ آج کل مزدور بالکل ملتے نہیں ہیں فیکٹریاں لگ جانے سے مزدوروں نے شہروں کا رخ کر لیا ہے۔

زمیندار کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ جناب والا ! آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ کٹائی کے بعد تھریشنگ کے لیے پانچواں حصہ ادا کرنا پڑتا ہے ۔ جناب والا ! آپ اندازہ لگائیں کہ پانچواں حصہ صرف تھریشنگ کے لیے دینا پڑتا ہے ۔ اور اس کے علاوہ بار برداری ہے اور اس سے پہلے کٹائی ہے ۔ بیج ہے ۔ کھاد ہے اور پتہ نہیں کہ کیا کیا آفات آسمانی اور اراضی اس میں شامل ہیں ۔ جناب والا ! آپ کے بھاؤ میں زمیندار کو کوئی منافع نہیں ملتا ہے ۔ جو کچھ آپ نے قیمت خرید مقرر کی ہے ۔ اس سے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے ۔ اسے صرف مزدوری حاصل ہوتی ہے ۔ جو وہ نگرانی کرتا ہے ۔ یا جو وہ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری اپنے کھیت میں کرتا ہے ۔ وہ اس کی مزدوری لیتا ہے ۔ وہ ایک مزدور کے برابر مزدوری حاصل کرتا ہے ۔ وہ بھی ایک مزدور کی طرح سے محنت کرتا ہے اور اتنا ہی معاوضہ اسے حاصل ہوتا ہے ۔ اس سے زیادہ اس کے پاس پیداوار نہیں ہوتی ہے ۔ یہ تو آپ نے اس ملک میں ملکیت کا حق جس معیار تک انہیں دیا ہوا ہے یہ بھی ایک انوسٹمنٹ ہے ۔ زمیندار نے تو کبھی نہیں کہا ہے کہ میری زمین کی اتنی قیمت نہیں ہے ۔ یا مجھے اس کی انوسٹمنٹ کا اتنا حصہ ملنا چاہیے ۔

جناب والا ! آپ سارے شعبوں میں دیکھیں ۔ اس قیمت میں ہر چیز شامل ہوتی ہے ۔ جناب والا ! کارخانے کی ملکیت میں سب چیز شامل ہے ۔ کارخانے دار کی ملکیت انوسٹمنٹ کیپیٹل تمام کا معاوضہ اس کی قیمت میں شامل کر کے وصول کرتے ہیں ۔ لیکن جناب والا ! زمیندار ایسا نہیں کرتا ہے ۔ جناب والا ! میری گزارش ہے کہ آپ ہماری یہ آواز قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو اور وفاقی حکومت تک ضرور پہنچائیں ۔ جناب والا ! میں اپنی پارٹی کے اندر رہتے ہوئے بد دیانتی کرونگا اگر میں پنجاب کے چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کے احساسات آپ کی وساطت سے اپنے قائد تک نہ پہنچاؤں ۔ جناب والا ! اس فیصلہ سے کسی زمیندار کو ، کسی دیہاتی کو چاہے وہ اس ٹیکس کی زد میں آتا ہے چاہے وہ اس ٹیکس کی زد میں نہیں آتا ہے ۔

کسی کو اس سے خوشی نہیں ہوتی ہے - ہر شخص کے دل میں رنج ہے کہ یہ ٹیکس ہم پر کیسی صورت میں نہیں لگنا چاہیئے تھا وہ آپ کو جائز صورت میں ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں ، لیکن اس کی تشخیص کا طریقہ مالیہ کا طریقہ ہونا چاہیے ۔ اس کے تعین کا طریقہ مالیہ کا طریقہ ہونا چاہیئے - اس کی وصولی کا طریقہ مالیہ کا طریقہ ہونا چاہیئے - یہ جو شہری انکم ٹکس کی طرز سے وصولی کا طریقہ ہے وہ پنجاب میں یا پنجاب کے دیہات میں بالکل عمل درآمد نہیں ہو سکتا ہے اور یہ جو 25 ایکڑ سے زیادہ کے مالک ہیں وہ بھی محسوس کرتے ہیں - جناب والا ! ایک کارکن ہونے کی حیثیت سے ایک کمائندہ ہونے کی حیثیت سے ، پنجاب کے ایک زراعت سے تعلق رکھنے والے ایک نہیں ہر فرد کے دل کی دھڑکن ہے - اس آواز کو ہر جگہ پہنچایا جائے - تاکہ اس فیصلے پر نظر ثانی کی جا سکے - میں آپ کا بہت مشکور ہوں ۔

Mr. Khalid Amir Khan : Sir, I want to reiterate a few of the points which were raised at the time when the abolition of land revenue was discussed in this great House. Sir, it was mentioned that we are in favour of abolition of land revenue. It was mentioned that all we really wanted was a say in the matter which pertained to the alternative tax. It gives me great pleasure to congratulate the Finance Minister in giving us an opportunity to voice our opinion in the form of a resolution because it would mean the well being of agriculture and well being of Punjab. Sir, my friend order Saghir Ahmad has been extremely fluent relevant in pointing out the great difficulties of instituting an alternative system of agriculture income tax. He has very correctly said that any alternative which is to be imposed on the zamindar, on the kashtkar or on the peasant of the Punjab we should be consulted. I fully agree with Sardar Saghir Ahmad that we are willing to fulfil the resource gap or whether it is of fifteen crores or twenty five crores but not in a method which would be retrogressive, not in a mathod which would reduce the interests of the zamindars in their performance if

the way of life and not in a way which would make this lovely green Punjab into a waste land. That would not be the objective. Sir, I would like to point out that when treating farming as an industry or a way of living or as a way of producing income we must keep one thing in mind. Agriculture Sir, suffers from weather inclements. The inclement weather can effect the yield tremendously. A farmer may have a good year of crops, he may have a bumper year but there is no assurance for future that this bumper year will not be followed by three very bad years. When he makes surplus income in one year he has to survive for the next two or three years on account of inclement weather. When an income tax is applied it will be applied on profit. But when he is losing money, no agency will refund that profit. At that he will not be taxed, but there will be no funds provided to see that he can sustain himself or see to it that his family survives. It is the traditional story of having seven bumper years and the traditional story of having seven lean years. The zamindar is at the mercy of the weather. The zamindar cannot predict his income. Whether he is the zamindar of twenty five acres or thirty acres. In any case the maximum holding is not more than hundred acres. This Province of peasant proprietor does not have that back ground to sustain losses on account of floods, on account of bad weather and on account of pests. It is absolutely imperative that this hought be thoroughly considered and kept in mind by those people who will be making this law. Sardar Saghir Ahmad has very correctly pointed out the fact of proprietory. It has been mentioned before that there is no control of the farming community on the price of the produce which he manages to work hard and finally sends to the market. He has no control whatsoever, and if one looks at the extent of taxation by virtue of the reduced price, the indirect subsidy, that is a tremendous amount If the wheat rate is thirty seven and the international rates are close to

hundred, that by itself the case to the extent of taxation which the zamindar is paying to the Government. Sir, I will not like to repeat all the points which my learned friends have already given but I would just like to point out a few of the points which have not been mentioned so far. The most important is the point of USHAR. Sir, we are talking about Shiriat Law, we are talking about Nizam-i-Mustafa. There is a very clear cut method of taxation which the zamindar under the Shir at Law would have to pay. According to the best of my under standing. USHAR is ten percent of the net profit which a zamindar makes under barani conditions and five percent under conditions of non barani land. Further Sir. ZAKAT is to the extent of 2½ per cent on ornaments, gold and cash that a farmer or a zamindar at the end of the year. These are the details but there is a system which the zamindar is willing to under go. He will be happy to fulfil his moral obligations to society through Shiriat Law and if beyound that it is felt that zamindar is not contributing enough in egalitarian society I would very very firmly say that he will be happy to subsidise and run the economy of this country and ensure that there is no need for us to import wheat. There is no need for us to beat the mercy of foreign powers.

Lastly, the point which I want to make is that we represent a rural constituency and have to go back there. Are we going to tell them that we have abolished the land revenue under this system and given you a system which is going to make your land barren, which is going to make you leave your land and move to the city and which is finally going to make you sell off your land. Sir, if a man owning one square of land sells that land today and invests it in a bank he makes at least four times more from the interest so derived Two lac rupees would be the average price of one square of land and, at 10% he will get twenty thousand

a year. I would like to know which farmer is making rupees twenty thousand a year net from one square of land ? I tell you, it is a very difficult task for a zamindar even to make rupees five thousand net from one square of land. He would be a very progressive zamindar who is making rupees five thousand. Thank you.

Mr. Speaker : Haji Muhammad Saifullah Khan, please.

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! جہاں تک لینڈ ریونیو کی تشخیص بحیثیت زرعی انکم ٹیکس پر بحث کا سوال ہے میرے خیال میں اس میں بہت حد تک سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے سب سے پہلے میں جناب وزیر خزانہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ایوان میں اس سبجیکٹ کو اوپن فرما دیا ہے تاکہ حکومت کو صحیح صورت حال کا اندازہ ہو سکے میں اس ضمن میں زیادہ تر ٹیکنیکل قسم کی مشکلات ان کے گوش گزار کروں گا۔ جناب والا ! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس ملک کی بالعموم اور اس صوبہ کی بالخصوص معیشت کا تمام تر دارومدار زراعت پر ہے۔ اور زراعت ایک ایسی صنعت ہے۔ جس کا تمام تر دارومدار مشیت ایزدی پر ہوا کرتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ باقی جتنی بھی صنعتیں ہیں جتنے بھی پروفیشنز ہیں جتنے بھی کاروبار ہیں ان میں لگائی جانے والی رقم جس وقت بھی چاہیں واپس لے سکتے ہیں اور زراعت ہی ایسا پیشہ ہے زراعت ہی ایسی صنعت ہے کہ اس میں ایک دفعہ بیج ڈالنے کے بعد دنیا کا بڑے سے بڑا ماہر لے آئیں تو شاید اس میں سے وہ بیج واپس نہیں لا سکتا وہ قدرت کے حوالے کر دیا کرتا ہے اور قدرت ہی اس کو محنت کا صلہ دیا کرتی ہے چونکہ زراعت کا تعلق براہ راست اللہ تبارک تعالیٰ سے ہے اس کی مشیت پر اس کا انحصار ہے۔ اور تمام حکومتیں اس کا اندازہ کرتے ہوئے کبھی بھی اس شعبہ کو زیادہ تر ٹیکسیشن کی زد میں نہیں لاتیں اور جو لینڈ ریونیو اس برصغیر میں رہا وہ بھی ایک royalty کی صورت میں رہا کہ royalty کی شکل میں حکومت کو اس پر اختیار رہ

جائے ورنہ ٹیکس کے بارے میں کسی نے بھی اس شعبہ میں نہیں سوچا ۔ ہو سکتا ہے کہ اس پرانی حکایت کو مد نظر رکھا گیا ہو سننے میں آیا ہے کہ ایک دفعہ نوشیرواں شکار کھیلتے کھیلتے جنگل میں بھٹک گیا اور وہ بھٹکتے بھٹکتے دور دراز ایک جھونپڑے کی طرف جا پہنچا اسے بہت پیاس لگی ہوئی تھی اور پیاس سے اس کا دم نکلا جا رہا تھا اس نے اس جھونپڑے کی کنڈی کھٹکھٹائی ایک لڑکی نکل آئی اور اس نے کہا کہ میں بہت پیاسا ہوں مجھے پانی چاہیے وہ گئی اور پانچ منٹوں کے اندر اندر انار کے رس کا ایک پیالہ بھر لائی ۔ جناب والا ! کہانی بڑی لمبی ہے ۔ خیر نوشیرواں کی پیاس بجھ گئی اس نے پوچھا کہ یہ پیالہ کتنے اناروں کے رس سے بھر کر لائی ہو تو لڑکی نے کہا کہ صرف ایک انار توڑا ہے اور آدھے کا ہی رس نکالا اور اس سے یہ پیالہ بھر گیا جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اس لڑکی کو پتا نہیں کہ وہ کون ہے اس نے اسے ایک راہگیر مسافر سمجھتے ہوئے اسے دے دیا نوشیرواں کو خیال پیدا ہوا کہ میری سلطنت میں ایک خطہ ایسا بھی ہے جہاں آدھے انار کے رس سے پیالہ بھر جاتا ہے کیوں نہ اس علاقے پر ٹیکس لگایا جائے ؟ کیوں نہ ان کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جائے تاکہ حکومت کے خزانے میں بھی کچھ حاصل ہو ؟ اور جانے ہی اس نے اس علاقے پر چھوٹی موٹی ٹیکسیشن کر دی قدرت نے اسے ایک سبق سکھانا تھا کچھ عرصہ بعد پھر وہ شکار کھیلتے کھیلتے بھٹک گیا ۔ پھر اسی دروازے پر جا پہنچا کنڈی کھٹکھٹائی وہی لڑکی نکلی اس نے اسے کہا کہ میں پیاسا ہوں میرے لیے پانی لاؤ وہ گئی آدھے گھنٹے کے بعد انار کے رس کا پیالہ لے کر آئی نوشیرواں نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے بھی میں اسی دروازے پر آیا تھا اور پانچ منٹوں کے اندر اندر تم پیالہ لائی تھی اور وہ رس سے بھرا ہوا تھا اور آج بھی پیالہ لائی ہو اور آدھ گھنٹہ کے بعد لائی ہو مگر یہ آدھا بھرا ہوا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو جناب والا ! اس لڑکی نے کہا کہ مجھے یاد ہے پچھلی دفعہ میں نے آدھا انار نچوڑا تھا اور اس سے پیالہ بھر گیا تھا اور اب چار انار نچوڑے

ہیں ۔ مگر پیالہ آدھا بھرا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نیت میں تو کوئی فرق نہیں پڑا بادشاہ کی نیت میں فرق پڑ گیا ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! یہ زراعت کا شعبہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے اس میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ آج ہم گندم میں خود کفیل ہوگئے ہیں ۔ آج ہماری زمینیں اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانی سے آپ کی کوششوں سے حکومت کی فراخدلانہ پالیسیوں سے اس قابل ہوگئے ہیں کہ ہمارا ایک دانہ بھی ضائع نہیں جا رہا تو ہمیں یک دم یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اس قصبہ پر مزید ٹیکس لگائیں آپ یاد رکھیں میں نے پچھلی بھی بجٹ تقریر میں یہ کہا تھا کہ اگر آپ نے زرعی انکم پر یہ ٹیکس لگایا تو ایسا بحران پیدا ہو جائے گا جو آپ کے سنبھالنے سے بھی سنبھالا نہیں جائے گا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ اس میں نیت کا عمل دخل آ جائے گا یہ تو جناب والا ! میں نے قدرت کی بات اس حکایت کے ذریعے بیان کی ہے جس سے ہم سب انکار نہیں کر سکتے اب جناب والا ! میں ٹیکنیکل پہلوؤں پر آتا ہوں کیونکہ حقائق پر بہت کچھ میرے دوستوں نے کہا ہے ۔ واقعات پر تو بہت کچھ کہا جا چکا ہے جناب والا ! آپ آئین اٹھا کر دیکھیئے آئین میں لینڈ ریونیو خالصتاً صوبائی سبجیکٹ ہے اور ایگریکچرل انکم ٹیکس کو آئین میں خاص کر واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ مرکزی سبجیکٹ ہوگا ۔ اور اب مطالبہ یہ کر رہے ہیں کہ ایگریکلچرل انکم ٹیکس لگایا گیا اور تمام ملکی سطح پر لگایا گیا فارمولا تیار ہو رہے ہیں ۔ کہ انڈکس پوئنٹ کے حساب سے لگایا جائے جناب والا ! میں کہتا ہوں کہ کب تک آپ پنجاب کو سزا دیتے رہیں گے ۔ کب تک آپ پنجاب کا استحصال کرتے رہیں گے ؟ پنجاب کی زمینوں کے پوئنٹ 35 سے شروع ہوتے ہیں اور 110 تک پہنچتے ہیں جبکہ سندھ کے پوئنٹ جناب والا ! 40 تک ہیں کیا یہ بوجھ ہم پر نہیں پڑے گا ؟ اور پھر کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ پنجاب کی لینڈ ریونیو کی

آمدنی تمام ملک سے اسی فیصد ہے اور باقی بیس فیصد سندھ میں ہوتی ہے ؟ بلوچستان میں ایک ۔ آدھ فیصد صوبہ سرحد میں تین ۔ چار فیصد باقی بیس فیصد تین صوبوں میں اور اسی فیصد لینڈ ریونیو کی آمدنی پنجاب کی اور جب آپ کا ایگریکلچرل انکم ٹیکس نافذ ہو جائے گا تو جناب والا ! صورت حال یہ بن جائے گی کہ یہ سنٹرل ٹیکس بن جائے گا اور اس کی تقسیم پھر ایسے ہوگی کہ ٹوٹل میں سے 20 فیصد سنٹر اپنے لئے رکھ لے گا اور باقی اسی فیصد میں سے پنجاب کو 56 فیصد ملے گا اور وہ بھی آبادی کے حساب سے تو جناب والا ! یہ نقصان کس کا ہوگا ؟ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کیا یہ اسمبلیاں اس لیے نہیں بنیں کہ ہم اپنے صوبہ ۔ اپنے علاقے کے غریب لوگوں کے حقوق کا تحفظ کریں ؟ اور پھر جب ہمارا آئین اس موضوع کو خالصتاً صوبائی موضوع کہتا ہے concurrent list میں بھی نہیں ہے ۔ بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن میں سنٹر کو بھی اختیار ہے اور صوبہ کو بھی اختیار ہے ۔ لیکن لینڈ ریونیو واحد ایسا موضوع ہے جو صرف اور صرف صوبے کا موضوع ہے اس میں سنٹر کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں استدعا کروں گا کہ یہ مسئلہ پروانسل اٹانومی antonomy کے بھی خلاف ہے ۔ اور یہ ہمارے مفاد کے خلاف جائے گا اور اپوزیشن کے پاس ایک بہت بڑا ہتھیار آ جائے گا ۔ میں استدعا کروں گا کہ خدا کے لیے بجائے اس کے کہ اس کو نقصان پہنچا کر اپنے آپ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا کر پھر ہم اس کی طرف توجہ دیں ہم اس کو revise کر دیں ۔ ابھی ہم ابتدائی سٹیجز stages میں ہیں ۔ میں استدعا کروں گا جس طرح ہم پہلے فراخدلانہ طریقے سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے آئے ہیں جس طرح پہلے ہم نے ملک کے مفاد میں قوم کے مفاد میں اور عام آدمی کے مفاد میں ہم نے کئی ایسے مسئلوں کو جو عوام کے مفاد کے خلاف جاتے ہوں وقار کا مسئلہ نہیں بنایا میں توقع رکھتا ہوں اس مسئلہ کو بھی ہم وقار کا مسئلہ نہیں بنائیں گے ۔

مسٹر سپیکر : حاجی صاحب میں ایک چیز واضح کر دوں اس میں ایک شق ہے اس کے متعلق بھی شاید آپ کچھ فرمانا چاہتیں ۔ ٹیکس کے

معاملہ کے متعلق پہلے بھی آپ نے پہلی تقریر میں دھرایا تھا کہ جو ٹیکس یہاں سے وصول ہوگا وہ سنٹرل ٹیکس بن کر پھر اس سے ہمیں حصہ ملے گا۔ لیکن ایک واضح پروویژن موجود ہے۔ فنانس سپلیمنٹری ایکٹ 77 میں یہ ہے۔

> "(68) the total tax appropriated to each Province under Sub-Section (6A) and (6B) of section 23 on recovery be distributed to each Province."

اس سے میں یہ مقصد سمجھتا ہوں کہ جو ٹیکس ہمارے پنجاب سے وصول ہوگا وہ سارا ٹیکس پنجاب کو واپس ملے گا۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : بالکل نہیں جناب۔

مسٹر سپیکر : ملے گا۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : یہاں لکھا ایسے ہے۔ یہ ایک decided معاملہ ہے۔ فنانس منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی بڑی مشکل سے لڑ لڑ کر لایا ہے۔ مجھے پتا ہے جب میں اپوزیشن میں تھا ہم بار بار احتجاج کیا کرتے تھے اور بالآخر رائے صاحب نے اپنا کارنامہ بتایا تھا کہ میں وہاں جا کر سنٹر کو منوا آیا ہوں۔ 80 فیصد آبادی کے تناسب سے لے آیا ہوں۔ مجھے یہ اچھی طرح سے یاد ہے اور اس کے لیے ایک سنٹرل فارمولا decided ہے کہ 20 فیصد وہ لے لیں اس کو آپ as recovery charges سمجھ لیں۔ سنٹر کا حصہ سمجھ لیں۔

مسٹر سپیکر : انکم ٹیکس کی کوئی خاص پروویژن نہیں ہوتی، لیکن اس میں یہ پروویژن موجود ہے۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : وزیر خزانہ بتا دیں کہ ہم سالم لے آئیں گے جتنا ہماری مرضی سے وصول ہوگا۔ میرے خیال میں وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے۔

وزیر خزانہ : میرے خیال میں سپیکر صاحب جو اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں انہوں نے ایک قانون پڑھ کر آپ کو بتا دیا ہے ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : وہ تو فنانس ایکٹ میں بھی ایسا ہے کسی لا میں نہیں ہے ۔ 20 فیصد وہ رکھیں گے اور 80 فیصد ہمارا ہوگا ۔ یہ ایک سنٹرل ٹیکسیشن کمیٹی منظور کردہ فارمولا ہے جس کے تحت ٹیکس تقسیم ہوتے ہیں ۔ لا میں پہلے ٹیکسیشنز کی تقسیم بھی نہیں ہے ۔ انکم ٹیکس ایکٹ کو اٹھا لیں کہیں نہیں لکھا ایکٹ میں ۔

مسٹر سپیکر : ٹیکس میں عام طور پر نہیں ہوتا ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : اگر نہیں ہے تو میں یہ پوائنٹ دے رہا ہوں وہ اس کو لازمی طور پر آگے لے جائیں گے ۔ جو خدشات اس ایوان کو عوام کے ہیں اب وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ وہ واضح کر سکیں اور نہ یہ interpretable ہے کہ اس طریقے پر ہم اس کو interpret کریں اور پھر ہمیں مل جائے ۔ اگر سالم ملتا ہے تو پھر بھی میں اسے بوجھ ہی تصور کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : آپ کی طرف سے آپ کا مطلب بالکل صحیح ہے لیکن یہ پروویژن چونکہ موجود ہے اگر صوبائی حکومت سنٹرل حکومت سے یہ معاملہ طے کرے گی یا وہ آپ کے جذبات پہنچائے گی تو اس چیز کی وضاحت بھی ہونا مناسب ہے ۔

سردار صغیر احمد : 1978ء کے فنانس بل میں یہ چیز واقعی ہے ۔

مسٹر سپیکر : جو آنے والا ہے ۔

سردار صغیر احمد : جو آنے والا اگلا سال یا اس سے اگلا سال ۔

مسٹر سپیکر : ہاں یہ ہو سکتا ہے ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! جب سنٹرل ٹیکس بن جاتا ہے تو وہ ایک ہی مد میں جا کر جمع ہو جاتا ہے ۔ اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا کہ فلاں صوبہ کو کتنا ملا ۔ فلاں کو کتنا ملا ۔ فلاں کو کتنا ملا ambiguity

کو دور کرنے کے لیے انھوں نے یہ بنایا ہوا ہے کہ 80 فیصد آبادی کے تناسب سے دے دو جو پنجاب کو 80 فیصد کا 156 ملے گا۔ پھر اگر 100 فیصد کی اوسط نکالیں تو 41 فیصد بنتا ہے۔ جتنا ہم ریونیو دیں گے اس کا 41 فیصد پنجاب کو ملے گا باقی جو ہے وہ دوسری جگہوں پر تقسیم ہوگا۔ وہ کہاں جائے گا؟ سنٹر میں جائے گا یہ معلوم نہیں بہرحال پنجاب کے ہاتھ نہیں آئے گا۔

مسٹر سپیکر : یہ الگ بات ہے کہ جب آپ کے ریونیو کی واپسی ہوتی ہے تو وہ آپ کو total allocation میں سے منفی ہو کر پھر ہمیں حصہ ملے گا۔ یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ جو میرے خیال کے مطابق جو یہاں سے نیٹ ریونیو وصول ہوگا وہ آپ کو سالم کا سالم ملے گا۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : according to recovery of that very Province یہ اس میں ہوتا نہیں ہے۔ یہ بھی interpretable ہے جیسے چاہیں اس کو interpret کر دیں اور وہ ایسے ہی ہوگا جیسے پڑھے ہو رہا ہے۔ اس لیے میں استدعا کروں گا کہ اس صوبہ کے غریب عوام کی زراعت ہی ساری کائنات ہے۔ میں پھر استدعا کرونگا کہ زراعت آپ کا اہم ترین شعبہ ہے۔ زراعت آپ کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس سے زیادہ پریشان کاشتکار اور زمیندار کو نہ کریں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کان سنتے سنتے پک گئے ہیں۔ میں تو اس کیٹیگری میں بھی نہیں ہوں جسے زمیندار کہا جا سکے۔ میں اصول کی ایک بات کہہ رہا ہوں۔ اب صوبہ میں اس ملک میں جاگیردار اور زمیندار لوگ کہاں ہیں؟ اور بار بار ہمارے یہ دوست رٹ لگاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے زیادہ قائد عوام کے ساتھ دشمنی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کی کی گئی زرعی اصلاحات کو ایک ہی لفظ سے ملیا میٹ کر دیا جاتا ہے۔ جب ہمارے ہی لوگوں میں سے ہمارے ہی دوستوں میں سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ اب بھی زمیندار ہیں۔ اب بھی جاگیردار ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ زرعی اصلاحات ہوئی ہی نہیں ہیں؟ قائد عوام یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی تمام تر طاقت توڑ دی ہے۔ میں نے ان کی

جاگیریں ختم کر دی ہیں میں نے ان کی زمینداریاں ختم کردی ہیں ۔ میں ان کو گھسیٹ کر باہر لے آیا ہوں ۔ یہ کہتے ہیں جاگیرداریاں ہیں ۔ زمینداریاں ہیں ۔ یا تو قائد عوام غلط کہتے ہیں یا پھر آپ ان کو جھٹلا رہے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اب اس صوبہ میں کوئی زمیندار نہیں ۔ انگریز کے وقت کا Colonial Type کوئی باقی نہیں بچا ۔ اب سفید پوش رہ گئے ہیں ۔ یہ ٹھیک ہے ابھی عادتیں ان کی بگڑی ہوئی ہیں ۔ سفید کپڑے وہ پہنتے ہیں ۔ یہ انہوں نے ابھی اتارے نہیں ہیں ۔ ہمیں وہی چبھتے ہیں ورنہ کوئی اور بات نہیں ۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ ہماری پارٹی کے مفاد میں ہے ۔ ملک کے مفاد میں ہے ۔ قوم کے مفاد میں ہے ۔ ہمیں پارٹی ڈسپلن کے تحت رہنا چاہیے ۔ جو پارٹی بڑی بڑی اصلاحات کر چکی ہے تو ہمیں اس project کرنا چاہیے ۔ ہمیں لوگوں کو بتانا چاہیے کہ کوئی زمیندار کوئی جاگیردار نہیں رہا ۔ چہ جائے کہ ہر ملک اس ایوان میں اور باہر بھی جا کر نفرت پھیلاتے ہیں جو ملک کے مفاد میں نہیں ہے ۔

جناب والا ! سب سے آخر میں ، کیونکہ آپ نے گلوٹین بھی کرنی ہے ۔ وقت بھی بہت تھوڑا ہے میں ایک چیز کہوں گا یہ بار بار کے ٹیکس بار بار کی بحثیں بار بار کی بے چینیاں اور یہ اضطراب جو ہر وقت دنیاوی ٹیکس سے پیدا ہوتا ہے کیوں نہ ہم خدائی ٹیکس نافذ کر دیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) بجائے اس کے زرعی انکم ٹیکس لگائیں ۔ آپ اس پر مالیہ لگائیں ۔ آپ دوسری قسم کے ہیرا پھیری کے ٹیکس عائد کریں اللہ تعالیٰ نے عشر نافذ کیا ہے دسواں حصہ ہو ۔ جو پیداوار ہو اس کا دسواں حصہ ۔ وہ کوئی بد بخت سے بد بخت ہی مسلمان ہوگا جو خدائی ٹیکس میں ہیرا پھیری کرے گا ۔ جو خدائی ٹیکس میں اخفا کرے گا ۔ جو خدائی ٹیکس کی ادائیگی میں لیت و لعل کرے گا ۔ میں کہتا ہوں وہ مسلمان ہی نہیں رہ سکتا جو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ ٹیکس میں کسی قسم کی ہیرا پھیری کرے ۔ 100 فیصد ٹیکس بھی آپ کو وصول ہوگا اور دسویں حصے کے مالک بھی آپ بن جائیں گے اور زمیندار کو وہ چیز بھی نہیں چبھے گی ۔ قیامت کے دن بھی وہ سر خرو

ہوگا ۔ برکات بھی اس میں پیدا ہوں گی ۔ آپ کے ٹیکس سے بے برکتی پیدا ہوتی ہے ۔ آپ اللہ تعالیٰ کا ٹیکس لگا کر دیکھیں پھر اس صوبہ میں برکت دیکھیں خود کفالت دیکھیں زراعت کی ترقی دیکھیں اور اپنے خزانے کو مالا مال ہوتے دیکھو ۔

مہر ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر ! میں عرض کرونگا کہ آپوزیشن بنچوں پر بیٹھنے والے ممبران کو بھی ٹائم دیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : میں ٹائم دونگا ۔

کرنل محمد اسلم خان نیازی : (میانوالی ۔ 1) جناب سپیکر ! عرض ہے ۔

یہ تو مانا خار ہیں ہم لوگ
صحن گلشن پہ بار ہیں ہم لوگ
باغباں مجھے بھی ماننا ہوگا
ہر گل کے پروردگار ہیں ہم لوگ

جناب والا ! میں چند ایک مغالطے نکالنے چاہتا ہوں ۔ کوشش کرونگا ان کو آپ کی خدمت میں ایک مستحسن طریقے سے پیش کروں ۔ گزارش یہ ہے کہ دیہات کی آبادی 84 فیصد گنی جاتی ہے مگر زمین کے لحاظ سے 98 فیصد ہے ۔ شہروں کے نیچے زمین صرف دو فیصد ہو سکتی ہے اور شہد کے چھتے کی طرح شہر میں جیسے شہد کے چھتے میں مکھیاں ہوتی ہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہیں ۔ لاہور میں آج کل 30 لاکھ قریب آبادی ہے اس کا ایریا دیکھ لیجئے اب بھی شہر کے ایریا کے اندر کاشت ہوتی ہے ۔ میں اپنے ایک ناقص اندازے کے مطابق 98 فیصد زمین کی آبادی کی نمائندگی کر کے جناب کی خدمت میں پیش کرنی چاہتا ہوں ۔

جناب والا ! زمینداروں یا پیداوار کے متعلق شہروں تک جو کچھ پہنچتا ہے وہ اخبارات کے ذریعے پہنچتا ہے ۔ اخبار میں آ جاتا ہے کہ گندم کا مقابلہ ہے اور کسان بیچارہ خون پسینہ ایک کر کے محنت کرتا ہے ۔ ہل چلاتا ہے پھر کھاد دیتا ہے اس لیے کہ اس نے مقابلہ کرنا ہوتا ہے ۔

جناب والا ! حقائق یہ ہیں کہ اس میں پھر ایک ایکڑ کی اوسط نہیں لی جاتی ہے ۔ ایک کنال کی اوسط نہیں لی جاتی بلکہ ایک مرلے کی اوسط لی جاتی ہے اور اس کا نام ہے "مرلہ کوبی" ۔ جناب والا ! میں زبانی عرض نہیں کر رہا بلکہ میں حقیقت کو پیش نظر رکھ کر عرض کر رہا ہوں کہ اس کو مرلہ کوبی کہتے ہیں تو ایک مرلے کی اوسط نکل آئی ۔ جناب والا ! انہوں نے کہا ایک مرلہ اتنے میر ہوگیا ۔ اسے بیس سے ضرب دیں کہا تو کنال ہوگئی ۔ پھر کنال کو ضرب دیں آٹھ سے تو ایک ایکڑ ہوگیا what amounts top ۔ تو میں جناب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور اخبارات کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں میں شہریوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں جن کو کوئی علم نہیں ہے کہ زراعت کیا چیز ہے ۔ جناب والا ! میں آگاہ کر دوں کہ اس طرح average اخبارات میں آ جاتی ہے ۔ اگر آپ حقیقت پر آئیں تو میں بالکل دعوے سے عرض کرتا ہوں کہ اگر زمین کا آٹھ من فی ایکڑ کے حساب سے مجھ سے ٹھیکہ لے لیں تو میں دینے کو تیار ہوں ۔ اگر جناب والا ! آٹھ من فی ایکڑ پیداوار ہو اور 37 روپے فی من آپ نے کنٹرول کر رکھا ہے تو اس طرح یہ 296 روپے بنتے ہیں ۔ تو اس طرح فی ایکڑ کے تقریباً ساڑھے سات ہزار بنتے ہیں ہوسے کی قیمت پانچ سو روپے لگا لیجئے ۔ تو اس طرح ایک مربعے کی آمدن آٹھ ہزار روپے ہے اور ذرا یہ بھی خیال فرما لیجئے کہ جیسے سردار صغیر احمد صاحب نے فرمایا ہے اور میں بھی عرض کرتا ہوں کہ میں میانوالی کی بات نہیں کر رہا میں ایسے علاقے کی بات کر رہا ہوں جس میں نہر بھی چلتی ہے اور ٹیوب ویل بھی ہیں ۔

جناب والا ! میں اوسط رقبے کی بات کر رہا ہوں ۔ پھر اس کے اوپر تین سو روپے مالیہ دینا پڑتا ہے ۔ گندم کے لحاظ سے آبیانہ کم از کم چھ سو روپے ہے اور ساتھ بیج کا لازمی خرچ ہے ۔ جو کہ ایک ہزار روپیہ ہے ۔ ایک ایکڑ کے لیے کھاد کا ہمیں کم از کم سو روپیہ دینا پڑتا ہے ۔ تو چھبیس ایکڑ کا خرچ پچیس سو روپے بنتا ہے ۔ ایک مربعے پر دو ہل کی

مزدوری ہوتی ہے۔ یعنی ایک پل پر اوسط کے لحاظ سے صرف آدھا مربع رکھا جاتا ہے۔ جناب والا ! میں یہ اصول کی بات کر رہا ہوں۔ اور آپ کو مربعے کی آمدن بتانے کی کوشش کر رہا ہوں اس میں دو مزدور کام کریں اور تین سو روپے ماہوار ایک مزدور کے ہوں تو اس طرح یہ سات ہزار دو سو روپے بنتے ہیں اب کل اخراجات کا خرچ 9 ہزار 7 سو روپے ہیں۔ اور آمدن صرف آٹھ ہزار بنتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا ! کاشتکار بیچارہ سادہ لوح ہے اور بہت سادی سی چیز ہے۔ بالکل دھوپ میں سردی میں لسی کے ساتھ کھانا کھا کر چیتھڑوں میں گزارہ کرتا ہے۔ اور ہمارے ہاں جہاں پانی کی بھی قلت ہے۔ وہاں بیچارہ منہ بھی نہیں دھو سکتا۔ اگر وہ اپنی بیوی کو کہتا ہے۔ کہ مجھے پانی دو تاکہ میں منہ ہاتھ دھو لوں تو وہ بیچاری کہتی ہے کہ پانی تو ختم ہو گیا ہے جناب والا ! ان کی حالت بہت ابتر ہے۔ آپ شکر کریں اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ بیدار نہ ہو جائے اور اس کو اس بات کی سمجھ نہ آ جائے کہ میری آمدن کتنی ہے اور خرچ کتنا ہے۔ وہ بیچارہ ہمیشہ hand to mouth رہتا ہے۔ اس کی حالت بہت کمزور ہے۔ جناب والا ! یہ ایک حقیقت ہے اور آپ اس چیز پر خیال فرمائیے گا الحمد اللہ یقین جانیے اور میں قائد عوام کی بات کی تعریف کروں گا اور کرتا رہا ہوں کہ جب سے 25 ایکڑ والے اور ایک مربعے والے سے کم پر مالیہ معاف کیا ہے۔ اور کمال کر دیا ہے۔ جناب والا ! آپ خیال فرمائیے کہ جس وقت انکم ٹیکس لگتا ہے تو وہ 12 ہزار تک تو نہیں لگتا ہے بلکہ اس سے اوپر تک لگتا ہے۔ تو گزارش یہ ہے کہ یہاں تو ایسی چیز ہی نہیں تھی۔ جب ہمارے مدبر اور دوربین قائد عوام نے یہ چیز دیکھی تو خوب اقدام کیا کہ انہوں نے 25 ایکڑ تک مالیہ معاف کر دیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آخر وزیر خزانہ کی یہ ڈیوٹی تھی۔ انہوں نے سٹر سے بھی لے کر خزانے کی کمی کو پورا کرنا تھا۔ انہوں نے یہ جو ایک چیز سوچی ہے اس میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس سے عوام میں بہت سارا اضطراب پایا جا رہا ہے اور اس پر

کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو چھوٹے زمیندار، کسان اور کاشتکار ہیں وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

جناب والا! مجھ سے پہلے پیش رو صاحبان نے اور اپوزیشن کے لیڈر صاحب نے خوب کہا ہے کہ ایک مربع کے اوپر اگر ایک مرلہ بھی ہے۔ تو اس کے اوپر تو 6 ہزار روپے کا حساب کتاب آ گیا اور اس کے اوپر ڈبل سے ڈبل پھر گنے پر گنے لگتے ہیں۔ یہ چیز دس گنے ہو گئی یا آمدن دس ہزار ہو گئی تو اس کے اوپر دس گنے ہو گئے پھر بیس گنے ہو گئے تیس گنے ہوئے پھر چالیس گنے ہوئے۔ دبی آؤ پھر جو میں مرضی ہے (قہقہہ) جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میں حقائق آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ زمیندار تو حساب بھی نہیں رکھ سکتا۔ زمیندار اگر حساب نہیں رکھ سکتا تو کوئی بات نہیں پہلے بھی نہیں رکھتا تھا۔ پٹواری اس پر مالیہ لگا دیتا تھا۔ مگر گزارش یہ ہے کہ یہ جو گنے ہیں۔

مسٹر سپیکر: نیازی صاحب! یہ جو چودہ قسم کے ریٹ ہیں ان کا حساب رکھا جا سکے گا۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی: جناب والا! میں عرض کروں گا

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ زمیندار بیچارہ بہت لٹا پٹا ہوا ہے۔ بہت پسماندہ ہے ابھی آپ نے اس کو کچھ نہ کچھ دینا ہے۔ ابھی آپ نے اس کافی ترقی دینی ہے۔ میں نے پہلے بھی جناب کی وساطت سے آگاہ کیا تھا کہ جیسے شہر کے اندر ہر قسم سہولتیں مانگتے ہیں اور بالکل ڈٹ کر مانگتے ہیں۔ جلوس نکال کر دروازوں پر آ جاتے ہیں۔ گورنر ہاؤس کے سامنے اور اسمبلیوں کے سامنے اور وزراء صاحبان کے سامنے اپنے اس قدر مطالبات پیش کرتے ہیں کہ پانی نہیں ہے۔ بجلی نہیں ہے۔ سڑک نہیں ہے۔ لیٹرین نہیں ہے۔ جناب والا! جس دن دیہات والوں نے آپ سے لیٹرین کا

مطالبہ کرنا شروع کر دیا تو آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو گزارش یہ ہے کہ وہ بیچارے سادہ لوح لوگ ہیں ۔ آپ یوں کیجئے کہ ان پر ترس کیجئے ۔ یہ ایسی ہے جس پر سوچ و بچار لازمی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اس پر اکانومسٹ بٹھائیں ۔ اس میں ہم جیسے جٹ بھی بیچ میں ہیں لیکن وہ ہاؤ اکانومی کیا سمجھتے ہیں ۔ وہ تو دو اور دو چار کو شائد دو اور دو چار روٹیاں ہی سمجھے گا اور انہیں تو اتنا ہی حساب آتا ہے ۔ حضور انور انجینئر صاحبان جو کہ بڑی بڑی ڈگریاں لے کر آتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ زمیندار کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ پانی اوپر کو جاتا ہے یا نیچے کو جاتا ہے ۔ ظلم خدا کا ہے کہ ہمیں اپنے علاقے کے متعلق اچھی طرح معلوم ہے ۔ لیکن ہمارے ساتھ انہوں نے کبھی مشورہ نہیں کیا ۔ کبھی کسی ایم پی اے کے ساتھ بھی مشورہ نہیں کیا چہ جائیکہ layman اور ہر آدمی سے وہاں کے واقعات پوچھ کر یہ باتیں کریں ۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ کے فضل سے ایک بہترین سلسلہ رہے گا ۔

مسٹر سپیکر : نیازی صاحب وقت کم ہے ۔ مسٹر منظور احمد ۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب والا ! ہمارے ہاں 1940ء میں ایک سڑک بننے لگی تھی ۔ ہم نے کہا کہ فلاں جگہ ایک پل بنا دیں تو انہوں نے کہا کہ یہاں بارش کی سالانہ اوسط تین انچ ہے ۔ ہم نے کہا کہ جب بارش آئے گی تو پہاڑ سے آئے گی اور ہم آپ کو بتائیں گے کہ آپ کی سڑک کیسے ٹھہرتی ہے لہذا ہمیں مطلوبہ پل تو بنا دیں ۔

مسٹر سپیکر : نیازی صاحب اب آپ تشریف رکھیں ۔

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر ! آج اس ایوان میں ایک کٹ موشن کے ذریعے مالیہ اراضی پر بحث شروع ہوئی ہے ۔ میں بھی بنیادی طور پر زمیندار ہوں کاشتکار ہوں لیکن اپنے اپنے خیالات کا اظہار جس انداز سے کیا گیا ہے ۔ اس سے مجھے اختلاف ہے میرے پاس بعض تجاویز ہیں ۔ جو میں یہاں بیان کروں گا ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں ہم کیا سے کیا ہو جائیں گے

جناب والا ! ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں - ہمارا منشور کیا ہے - ہم عوام کے ساتھ کیا وعدے کر کے آئے ہیں ؟ جناب والا ! اس بات کا بار بار اظہار کیا گیا ہے کہ 25 ایکڑ تک نہری زمین کا مالیہ معاف اور 50 ایکڑ تک بارانی زمین پر مالیہ معاف کر دیا گیا ہے - لیکن ایک بات ہٹ کر کہتے ہیں کہ غریب عوام کا نقصان ہو جائے گا - میں کہتا ہوں کہ غریب عوام کا نہیں ہوگا - ہم جیسے لوگوں کا نقصان ہوگا - جن کے پاس 25 ایکڑ اراضی سے زائد ہے یا 50 ایکڑ زمین بارانی سے زائد ہے - میں پنجاب کی تاریخ کی طرف آتا ہوں کہ یہاں جاگیردار اور زمیندار کا کیا ڈرامہ پیش کیا جاتا ہے ؟ یہ اس پنجاب کی تاریخ ہے - لیکن ہمارے قائد عوام عوام سے کوئی دھوکہ نہیں کر رہے - یہ ان چونکہ یہ بات کہی گئی ہے کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو دشمن ہیں لیکن میں یہ کہوں گا کہ وہ دشمن نہیں ہیں - ہمارے دوست جو پارٹی کی بات کرتے ہیں پارٹی کے منشور کی بات کرتے ہیں - انہیں ذرا ماضی کی طرف دیکھنا چاہیے کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا - جناب سپیکر ! آپ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے کیونکہ آپ نے ویسٹ پاکستان کا زمانہ دیکھا ہوا ہے مشرقی پاکستان میں کس طرح زمین کی حد بندی کی گئی - اور زرعی اصلاحات کی گئی تھیں - لیکن اس کی کیا وجہ تھی کہ مغربی پاکستان میں یہ زرعی اصلاحات نافذ نہ ہوئیں ؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس راستے میں بڑی بڑی رکاوٹیں پیدا کی تھیں - اور یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس صوبے میں اس سے معیشت تباہ ہو جائے گی اس صوبے کا نظام درہم برہم ہو جائے گا - لیکن یہ سب کچھ ذاتی تحفظ کے لیے کیا گیا تھا ذاتی مفادات کے بچانے کے لیے کیا گیا تھا - اور جناب والا ! میں نے جو شعر پڑھا تھا وہ اسی لیے پڑھا تھا - لیکن قائد عوام کی دوربین نگاہیں ہیں وہ بڑی دور کی بات دیکھ رہے ہیں اور

بتدریج اس طرف آ رہے ہیں - جس سے اس صوبے کے عوام الناس کو فائدہ ہوگا - بات یہ ہے کہ جو سسٹم لاگو کیا جا رہا ہے اس میں قطعاً اس ملک کو اس صوبے کے عوام کو کوئی دخل نہیں ہے ان کو کسی قسم کا کوئی سروکار نہیں ہے صرف ہم 3 فیصد لوگ اس سے متاثر ہوں گے - میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ہم لوگ کس کے ووٹ سے یہاں پہنچے ہیں - وہ لوگ جن کو قائد عوام نے ٹکٹیں دیں ہیں وہ کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ؟

جناب والا ! ہمیں ان عوام نے یہاں بھیجا ہے جو استحصال شدہ تھے جو لوگ لٹے ہوئے تھے ان عوام نے ہمیں ووٹ دیا ہے لیکن جاگیردار اور زمیندار نے ہمیں ووٹ دے کر یہاں نہیں بھیجا ہے ۔ این - اے والے چاہے ان کے رشتہ دار ہیں یا عزیز ہیں ۔ جناب والا ! انہوں نے اس لیے ہمیں سپورٹ نہیں کیا تھا کہ انہیں بھٹو کی ذات سے کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ بھٹو کی پالیسی اور منشور سے مخالفت ہے - جناب والا ! اب میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں اب یہ حساب لگایا گیا ہے ہم کاشت کریں تو اتنی چیزیں دینی پڑتی ہیں مجھے سب سے زیادہ دکھ اس بات سے ہوا ہے کہ میرے ساتھیوں نے کچھ اس قسم کی تقاریر کی ہیں ۔ جنہیں ہم نظریاتی سمجھتے ہیں اور جو پاکستان پیپلز پارٹی کی روح کو سمجھتے ہیں منشور کو سمجھتے ہیں جب انہوں نے کہا کہ کٹائی کا اتنا حصہ دینا پڑتا ہے گندم کا اتنا حصہ دینا پڑتا ہے ٹریکٹر کا اتنا اور پانی کا اتنا حصہ دینا پڑتا ہے ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ خود کاشت کرتے ہیں ؟ کیا خود رات کو پانی لگاتے ہو یا خود زمین کا کام کرتے ہو - میں خود تسلیم کرتا ہوں کہ میں کچھ نہیں کرتا ہم کوئی محنت نہیں کرتے صرف زمین ہمارے نام ہے - وہاں کون محنت کرتا ہے - کون رات کو پانی لگاتا ہے ؟ وہی جس کو ہم سو روپے دیتے ہیں وہی سب کچھ کرتا ہے ہم اس کو ایک ماہ کی مزدوری دے دیتے ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ نہیں بچتا جب آپ کچھ نہیں کرتے محنت نہیں کرتے کام نہیں کرتے اگر ہم خود کاشت کریں - پانی خود دیں - رات کو خود جاگیں ۔ کٹائی ہم خود کریں - ٹریکٹر ہم

خود چلائیں ۔ تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود کاشت کرتے ہیں ۔ آپ لاہور میں رہیں یا اسلام آباد میں رہیں ۔ لیکن وہاں کام آپ کا منیجر کرتے اور دوسرے کاروبار چلتے رہیں ۔ صرف ایک نوکر رکھ کر یہ کہہ دینا کہ ہمیں پتا کچھ نہیں اور ہم نام غریب عوام کا لیتے رہیں اور فائدہ ہم خود اٹھاتے رہیں ۔ یہ کہاں کا اصول ہے ۔

جناب والا ! ایک بات میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ جب ہم لوگ حقیقت میں صحیح معنوں میں کردار ادا نہیں کرتے وہاں کچھ کرتے نہیں ہیں کوئی جد و جہد نہیں کرتے اس میں خون پسینہ ایک نہیں کرتے اور آرام سے بیٹھے رہتے ہیں یہاں میرے ایک قابل احترام دوست نے ذکر کیا ہے کہ ہم وہاں گرمیوں میں اور سردیوں میں رہتے ہیں میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی ممبر اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتا ۔ نہ وہ گرمی میں کام کرتا ہے نہ وہ سردی میں کام کرتا ہے ۔ میں نے یہ باتیں اس لیے کی ہیں کہ پریس موجود ہے کہ وہ تاثر قائم کرے کہ یہ باتیں ہو رہی ہیں ۔ جو ہمارے ضمیر ہمارے خمیر اور ہماری مٹی کے خلاف ہیں ۔ جناب والا ! اب میں اس طرف آتا ہوں کہ کیا صورت حال ہونی چاہیے ۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ وہی لینڈ ریونیو کا سسٹم رہے وہی گرداور ہوں ہم پھر ان گرداوروں کو کیوں مورد الزام ٹھہراتے ہیں ؟ کہا جاتا ہے کہ یہ رشوت خور ہیں ۔ میری یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ تحصیلدار یہ گرداور یہ پٹواری بہت اچھے تھے ۔ عوام کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے ۔

جناب والا ! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ویسٹ پاکستان میں لینڈ ریونیو ایکٹ آپ کی سپیکر شپ کے زمانے میں پاس ہوا تھا ۔ اس وقت بھی زمیندار کے ذاتی مفادات کے لیے یہ بل منظور کیا گیا تھا ۔ اسی طرح سے یہاں ہوتا آیا ہے یہ تاریخ ہے ہم لوگوں کی اس میں بالا دستی قائم رہی ہے ۔ ہم یہاں سے مرضی سے قوانین پاس کرا لیتے تھے ۔ جس میں ہمیں فائدہ ہوتا تھا ۔ اسی پر کہا جاتا ہے کہ کس کو فائدہ ہوا ہے ؟ اسی وجہ سے

پٹواری تحصیلدار اور گرداور سے لوگ نفرت کرتے تھے - کیونکہ یہ زمیندار اور جاگیردار کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا - ایک بات کہی جاتی ہے کہ غریب ان سے تنگ اور پریشان ہے - میں آپ کے توسط سے تجویز کرتا ہوں اور وزیر خزانہ سے مودبانہ التماس کرتا ہوں -

جناب والا ! آپ ایک سٹینڈرڈ قائم کریں - اس صوبے میں پروڈیوس انڈیکس کے حساب سے زمین کی قیمت درج ہے - اس طرح جب مہاجرین آئے تھے - ان کو معاوضہ دینے کے لیے ہندوستان کے تمام خطوں کی پروڈیوس انڈیکس کے حساب سے تمام زمین کی تشخیص کی گئی تھی - جو مہاجر آتا اسے تشخیص کے مطابق یہاں زمین دے دی جاتی تھی اس کو 30 سال ہو چکے ہیں - اس لیے ان پروڈیوس انڈیکس پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ زمینیں جو 1948ء 1949ء میں نہایت زرخیز تھیں وہاں سیم اور تھور آ گیا ہے یا خراب ہو گئی ہیں - اس وقت کے یونٹ کو قائم رکھنا میرے خیال نا انصافی ہو گی - لہذا نئے سرے سے تشخیص کی جائے اور نئے ~~Assessment Circles~~ بنائے جائیں اور ان ~~Assessment Circles~~ میں الگ الگ درجہ بندی کی جائے - اے - بی - سی کلاس ، کیونکہ ہر Assessment Circles کی زمین ایک جیسی نہیں ہو سکتی - جیسے میرے فاضل دوستوں نے یہاں پر کہا ہے وہ مختلف درجہ بندی ہوتی ہے جس طرح مالیے کے ریکارڈ میں حد بندوبست ہوتی ہے - تو یہ Assessment Circles نئے سرے سے بنائے جائیں اور ان کے یونٹوں کی قیمت نئے سرے سے لگائی جائے ، درجہ بندی کی جائے ، اے - بی - سی اور موقع کے مطابق جو اب موجود ہے کی جائے - اگر کوئی زمین ناقص یا خراب ہو تو اس کے اسی طرح تھوڑے یونٹ رکھے جائیں جیسی زمین ہے اور جو زمین زیادہ پیداوار دیتی ہے اس کے یونٹ زیادہ رکھے جائیں اور اس حساب سے رکھا جائے کہ جتنا بوجھ کاشتکار پر پہلے پڑتا تھا کسی قیمت پر اس سے زیادہ بوجھ نہ پڑے کیونکہ اگر اس سے زیادہ پڑے گا تو یہ ہمارے لیے اور ہماری پارٹی کے لیے باعث بدنامی ہو گا - لیکن میں ایک بات صاف طور پر کہوں گا کہ الیکشن کے دوران ہم پر

قطعاً کو برا اثر نہ پڑے گا کیونکہ وہاں ایک طرف/تین فیصد ہمارے جیسے لوگ ہیں جو ایک دو مربعے بارانی زمین کے مالک ہیں اور دوسری طرف 97 فیصد لوگ ہیں اور یہ حقیقت ہے ، ہم مانیں یا نہ مانیں ، چھوٹا طبقہ ہم سے نالاں ہے اور revengeful ہے - وہ ہم سے بدلہ لینا چاہتا ہے کیونکہ ہم نے اسے صدیوں سے لوٹا ہے اس پر ظلم کیا ہے - چاہے کسی طرف سے بھی کیا گیا . وہ جب ہمیں پریشان حال دیکھتا ہے تو اسے تسکین ملتی ہے - وہ خوش ہوتا ہے - ٹھیک ہے وہ ہمارے منہ پر کچھ نہیں کہتا لیکن حقیقت میں وہ دل میں خوش ہوتا ہے کہ ٹھیک ہے اب یہ صحیح کنٹرول میں آئے ہیں - تو ہمیں صحیح صورت حال سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے - ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اب حالات کیا ہیں ، اب عوام بیدار ہو چکے - ہمارے قائد نے عوام کو ایک نئی طرح دے دی ہے ، ایک نیا رخ دے دیا ہے اس ملک کی سیاسیت کو اس لیے اب تاریخ کا پہیہ واپس نہیں ہو سکتا کہ جس طرح پہلے اس ایوان میں چند ایک طبقوں کی اجارہ داری ہوا کرتی تھی اور وہ اپنی مرضی کا قانون بنا لیتے تھے - اب انشاء اللہ جب تک پیپلز پارٹی کی حکومت ہے کسی طبقے کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی -

مسٹر سپیکر : مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ -

سردار صغیر احمد : نکتہ وضاحت - جناب والا ! میرے فاضل دوست نے میرے تقریر کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ جناب ذوالفقار علی کے صحیح پیروکار ہیں اور شاید میں نے اس ایوان میں حقائق بیان کر کے ان کی وفاداری میں شک پیدا کیا ہے - میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں جب سے قائد عوام کے قافلے میں شامل ہوا ہوں آج تک کبھی منزل سے نہیں بھٹکا اور رواں دواں ان کے ساتھ ہوں اور دوسری طرف میرے ایسے دوست بھی ہیں جو بھٹک کر کبھی کسی طرف جاتے ہیں اور کبھی کسی طرف (نعرہ ہائے تحسین) میں ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی ، جنہوں نے اپنے مفادات کے لیے یا کسی اور

ناراضگی کی بنا پر جماعت کو چھوڑا - میں آج بھی قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہوں اور کل بھی ان کے ساتھ رہوں گا اور انشاء اللہ ان کی قیادت میں ہم اپنی منزل پر پہنچیں گے -

وزیر خزانہ : جناب والا ! فاضل رکن میاں منظور احمد موہل نے کسی کا نام نہ لیا تھا اس لیے میرا خیال ہے انہیں نام سے وضاحت نہ تھی - نہ کسی پر الزام لگانے کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی کا نام لیا گیا تھا - انہوں نے اپنے منشور کے مطابق تقریر کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاں اس ایوان میں آزادی رائے اور آزادی اظہار ہے وہاں انہیں بھی اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی ہے -

مسٹر سپیکر : مہر ظفر اللہ خان بھروانہ !

چودھری محمد لطیف رندھاوا : پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا ! ابھی جو موضوع زیر بحث آیا ہے اس پر ایک طرف کے خیالات آ چکے ہیں - موضوع یہ ہے کہ زمینداروں کی طرف سے زرعی انکم ٹیکس کی معافی کے متعلق ایک سوال اٹھایا گیا ہے - میں اس کے متعلق مختصراً عرض کرتا ہوں کیونکہ پہلے حزب اختلاف کے کافی مقررین بول چکے ہیں - تو دوسری طرف کے ممبران کو بھی بولنے کا موقع دیا جائے جو ان سے مختلف رائے رکھتے ہیں -

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! مجھے تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس کی کیا رائے ہے - اگر آپ بولنا چاہتے ہیں تو آپ کی کیا رائے ہے یا اگر مہر ظفر اللہ صاحب بولنا چاہتے ہیں تو ان کی کیا رائے ہے - انہوں نے یہ اعتراض کیا تھا ، ان کی شکایت یہ تھی کہ اپوزیشن کو کم موقع ملا ہے اس لیے میں نے اب انہیں موقع دیا ہے -

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر ! یہ جو مالیئے اور زرعی انکم ٹیکس پر بحث ہوئی ہے میرے خیال میں کافی معزز ممبران اس کی تردید میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں - میں یہ عرض کروں گا کہ یہ کوئی

ایسی بات نہیں کہ کسی کے مفاد کے لیے کوئی قانون بنایا گیا ہے بلکہ یہ ایک چال ہے ، ایک سازش ہے اور ایک شرارت ہے ۔ وہ کون لوگ ہیں جو یہ شرارت کر رہے ہیں ؟ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے پہلے شہروں کو تباہ کیا اور اب دیہاتوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ؟ جناب والا ! یہ ایک عجیب انداز ہے کہ بعض صاحبان یہاں گلا پھاڑ کر تقریریں کرتے ہیں ۔ اور اصلیت نہیں دیکھتے ۔ اس مسئلے کی گہرائی تک نہیں جاتے ۔ دراصل یہی وجہ ہے کہ ہمیں ان ناتجربہ کار اشخاص نے تباہ کرکے رکھ دیا ہے ۔ جو معزز ممبر یہاں گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریریں کرتے ہیں ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے کبھی ان کو قریب ہو کر دیکھا ہے ؟

مسٹر سپیکر : برائے مہربانی آپ وہ الفاظ نہ دہرائیں ۔

میر محمد ظفر اللہ خان پھروالہ : جناب والا ! جو شخص زمین کے پیچھے اپنے والدین کو قتل کر دیتا ہے ۔ وہ یہاں گلا پھاڑ کر کیسے ہمارے خلاف بات کر سکتا ہے ؟ یہ حقیقت ہے کہ یہ بل اس ایوان میں پاس ہونا ہے ، نہ اس میں کوئی ترمیم کر سکتا ہے اور نہ کوئی تجویز پیش کر سکتا ہے ۔ یہ تو ہماری ایک درخواست ہے کہ یہ قانون جو مرکز کی طرف سے آیا ہے اس سے زمینداروں کو بہت نقصان ہوگا اور اس حد تک ہوگا کہ اس سے زراعت کے پیشے کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ جناب والا ! بات دراصل یہ ہے کہ اس طریقہ کار کو دیکھا جائے ۔ ایک طرف ملک میں شہری لوگ ہیں اور دوسری طرف دیہاتی لوگ ہیں ۔ یہ بھی اسی ملک کے باشندے ہیں اور وہ بھی اسی ملک کے باشندے ہیں شہر والوں کے مختلف پیشے ہیں ۔ وہ تجارت کرتے ہیں ، وہ صنعت کار ہیں ، وہ دوکان دار ہیں ، وہ ملازمت پیشہ ہیں اور وہ کئی اور طریقوں سے روزی کماتے ہیں ۔ ایک طبقہ جو تعداد میں بہت زیادہ ہے ۔ وہ دیہات میں رہتا ہے ۔ ان کی تعداد غالباً 85 فیصدی ہے ۔ ان میں کچھ لوگ کاشتکار ہیں ، کچھ زمیندار ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو صنعت مزدوری کرتے ہیں جیسے لوہار ، ترکھان ، حجام یا کپڑے کا کام کرنے والے ۔ تو وہ لوگ ہمارے قائد ، ہمارے لیڈروں

اور حکومت وقت کو ایسی تجاویز پیش کرتے ہیں جن کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ یہ محض ایک سازش ہے۔ پہلے بھی انہی لوگوں کی تجاویز نے شہری عوام کو اس حکومت کے خلاف کر دیا۔ اگر کوئی شخص یہ بات نہ مانے تو یہ اس کی اپنی بے وقوفی ہوگی ورنہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ آئندہ شہروں سے پیپلز پارٹی کا ایک آدھ امیدوار آئے گا۔ ان شرارت کرنے والوں کی یہ خواہش ہے کہ اب دیہات والوں کو بھی، جیسے پنجابی میں کہتے ہیں ان کی پونچھ پر بھی لات رکھی جائے۔ یہ بالکل ایک شرارت ہے۔ اس سے حکومت کا کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ اس کے مقابلے میں میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور جناب کی وساطت سے جناب سپیکر وزیر اور وزیر اعلیٰ سے عرض کروں گا کہ اول تو ہمیں ایک پرائیویٹ ممبرز ڈے ملنا تھا جس میں ہم نے یہ قرارداد پاس کرنا تھی تاکہ ہماری یہ بات مرکزی حکومت تک پہنچ سکے جیسے کہ دوسری اسمبلیوں میں کیا گیا۔ سندھ، بلوچستان اور فرنٹیر کی اسمبلیوں میں بھی یہ کیا گیا گو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی میں پاس نہ کی لیکن ان اسمبلیوں کے ممبران کے تاثرات وہاں کے وزیر اعلیٰ صاحبان نے قائد عوام جناب وزیر اعظم تک پہنچا دیئے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ جب ہمارے شہری بھائیوں کا کوئی مسئلہ آتا ہے تو ہم نے ان کی کبھی مخالفت نہیں کی۔ یہ کوئی رسہ کشی نہیں۔ یہ ہمارا جائز مطالبہ ہے۔ آپ اس کی گہرائی میں جا کر دیکھیں، آیا ہمارا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ جناب والا! آپ بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں آپ کی قابلیت، تجربے، دیانت اور سینس آف جسٹس ~~sense of justice~~ کو سامنے رکھ کر آپ سے بالمشافہ عرض کروں گا کہ جناب یہ سوچیں کہ آیا ہمارا مطالبہ جائز نہیں ہے؟ جو فیصلہ حکومت نے اوپر جا کر کیا ہے اور ایکٹ پاس کیا ہے، کیا وہ حکومت اور عوام کے لیے مفید ہے؟ جو لوگ یہ قانون بنا رہے ہیں ان کے بارے میں میں جناب کو ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ آپ یقین جانیں۔ میں کسی کا نام نہیں لوں گا۔ ہم دو ایم۔ پی۔ اے تھے۔

پچھلے دور کے ایک مرکزی وزیر جو بڑے سوشلسٹ ہیں ۔ ہم انہیں جا کر ملے ۔ ایک صاحب جو کہ وزیر تھے ۔ انہوں نے تعارف کرایا ۔ میرے ساتھ تقی شاہ صاحب تھے ۔ جب اس نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے تعارفی طور پر بتایا کہ یہ فلاں زمیندار ہے ۔ تو اس منسٹر نے بڑھا ہوا ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگا کہ میں اس طبقے سے ہاتھ ملانا گناہ سمجھتا ہوں ۔ (شیم ــــــ) جب اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے کہا کہ میں بھی اس طبقے سے ہاتھ ملانا گناہ سمجھتا ہوں ۔ طبقاتی جنگ ایسے لوگ اس ملک میں پیدا کر رہے ہیں ۔ * * * * *

* * * * * * * *

* * * * * * * *

سردار مظہر علی خان : یہ قابل اعتراض الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں ۔

میر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : میں نے کسی کا نام نہیں لیا ۔

سردار مظہر علی خان : اس ایوان کی زبردست توہین ہو رہی ہے اور جناب کی طرف سے یہ اشارہ کیا جا رہا ہے اور مرکزی وزیر کی توہین ہو رہی ہے اور جان بوجھ کر اسے گوارا کیا جا رہا ہے ۔ میں درخواست کروں گا کہ سختی کے ساتھ اس کو روکیں یہ ایک سازش کے تحت ہو رہا ہے ۔ آپ سختی سے نوٹس لیں ۔ انہیں حق نہیں پہنچتا کہ جو شخص ایوان میں موجود نہیں ، اس کے بارے میں ایسے الفاظ کہے جائیں ۔ * *

* * * * * * * *

* * * * * * * *

مسٹر سپیکر : میرے خیال میں کسی کا نام لے کر یہ الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ۔

---

* بحکم مسٹر سپیکر حذف کر دیا گیا ۔

* بحکم مسٹر سپیکر حذف کر دیا گیا ۔

سردار مظہر علی خان : کہنی پاکستانی کے بارے میں ایسے کہنا توہین آمیز الفاظ ہیں۔

Mr. Speaker : Those words are expunged from the proceedings of the Assembly.

محمد ظفر اللہ بھروانہ : جناب والا ! میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

مسٹر سپیکر : بھروانہ صاحب ! ایوان کی اطلاع کے لیے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ رول 113 کے تحت ڈیڑھ بجے پورے گلوٹین ایپلائی ہوتا ہے، تمام گرانٹس پر ووٹنگ ہوتی ہے آپ اپنی تقریر ختم کریں، اس کے بعد میں سردار مظہر علی خان کو وقت دوں گا اور اس کے بعد فاضل وزیر خزانہ بولیں گے۔ (قطع کلامیاں)۔ رول 113 کے تحت گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ڈیڑھ بجے گلوٹین ایپلائی کرتا ہے۔

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! وقت بڑھا لیں۔

مسٹر سپیکر : رول 113 کے تحت میں آج وقت بڑھا نہیں سکتا۔ ہر روز بڑھا سکتا ہوں۔ لیکن آج نہیں۔ آج ٹائم فکس ہے ٹرمینیشن کا، اس پر گلوٹین ایپلائی ہوتا ہے۔ چونکہ گلوٹین ایپلائی ہوتا ہے اس لیے اس کے مطابق ڈیڑھ بجے سے ہم آگے نہیں جا سکتے۔ آپ تقریر ختم کریں۔

حافظ علی اسد اللہ : جناب سپیکر ! الفاظ کے متعلق بات ہوئی تھی کہ انہوں نے کسی مرکزی وزیر کا نام لیے بغیر الفاظ استعمال کیے ہیں۔

مسٹر سپیکر : میں نے اسمبلی کی کارروائی سے وہ تمام الفاظ حذف کر دیے ہیں۔ بھروانہ صاحب، اپنی تقریر ختم فرمائیے۔

محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : تقریر ختم ہے۔ میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں۔ میں جناب کے توسط سے جناب سپیکر صاحب اور جناب وزیر اعلیٰ کو عرض کروں گا کہ بجائے اس زرعی انکم ٹیکس کے بارے ایوان کی اکثریت کی یہ درخواست ہے جو وزیر اعظم صاحب تک پہنچائی

جائے۔ جیسا کہ دوسری اسمبلیوں نے پہنچائی ہے۔ جناب والا ! یہ زرعی انکم ٹیکس عاید نہ کیا جائے۔ اگر کسی مد میں کسی کسی کو پورا کرنا ہے تو اس کے متعلق مالیہ ایک مربع سے زاید رقبے پر لگایا جاتا ہے، اس کو بے شک آپ دو مربعے تک اتنا رہنے دیں۔ دو سے تین مربع تک ڈیڑھ گنا کر دیں اور تین سے چار تک دو گنا۔ وہ مد بھی پوری ہو جاتی ہے اور اصل مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور اس جنجال سے بھی ہم لوگ بچ جاتے ہیں۔

سردار مظہر علی خان : جناب سپیکر۔

مسٹر سپیکر : تین منٹ کے اندر اندر ختم کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! مجھ پر بندش ہمیشہ لگتی ہے۔ صرف ایک مکتبہ خیال کا اظہار ہوا ہے۔ میں پہلی دفعہ بولنے لگا ہوں۔ چند ایک باتیں ضروری ہیں مہربانی فرمائیں۔

مسٹر سپیکر : فرمائیے، فرمائیے۔

سردار مظہر علی خان : جناب والا ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا نیا اور انقلابی نظریہ پیش کیا تو باوجود اس کے کہ اس وقت کے عرب جو کہ اس وقت کے سردار تھے، جو ان کی امانت اور دیانت کو جانتے تھے، ان کی سب پیغمبرانہ نشانیوں کو مانتے تھے۔ لیکن وہ سارے اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ جناب، آپ جو خدا کی وحدانیت کی بات کرتے ہیں، اس بات کو چھوڑ دیں۔ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں۔ آپ ہمیں کہیں تو ہم سارے عرب کی دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیتے ہیں۔ لیکن آپ اسلام کی بات نہ کریں۔ آپ خدا کی وحدانیت کی بات نہ کریں۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں سورج دے دیں اور ایک ہاتھ میں چاند، پھر بھی میں خدا کی وحدانیت کا برملا اظہار کرونگا۔ کسی صورت میں اپنے موقف سے نہیں ہٹ سکتا۔ جناب والا ! یہی بات یہاں بھی کارفرما ہے۔ بات صرف اتنی ہے

کہ پرانے فرسودہ نظام سے انحراف کرنے کے لیے ہمارے بھائی تیار نہیں اور کوئی بات نہیں - جو رجعت پسندانہ نظام اس ملک میں چلا آ رہا ہے ، اسے بدلنے کے لیے تیار نہیں - یہ دلائل دیے جاتے ہیں کہ دیہاتی حلقوں سے ہمارے جو بھائی ، فاضل ممبران یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ، وہ انکم ٹیکس کی باریکیوں اور پیچیدگیوں کو نہیں جانتے - میں ان کی خدمت میں عرض کرونگا کہ آپ وزارتیں کرنا جانتے ہیں ، آپ سفارتیں کرنا جانتے ہیں ، آپ جوڑ توڑ کرنا جانتے ہیں ، آپ علاقی سازشیں کرنا جانتے ہیں ، آپ پرائیویٹ کمپنی چلانا جانتے ہیں ، آپ ملیں چلانا جانتے ہیں لیکن آپ انکم ٹیکس دینا نہیں جانتے - (نعرہ ہائے تحسین) - اس لیے نہیں جانتے کہ آپ اس کے فرسودہ نظام سے انحراف کرنے کے لیے تیار نہیں - آپ کو اس بات کا خیال آنا چاہیے تھا جب آپ نے عوام کی بات کی - آپ عوام کو کیوں ملوث کرتے ہیں ؟ پچیس ایکڑ تک مالیہ معاف ہے - ہم ان کے خلاف کیسے ہو سکتے ہیں جو ہماری طاقت کا سر چشمہ ہیں ؟ کسی صورت میں وہ ہمارے خلاف نہیں ہو سکتے - چند چیلے جانتے ہیں جنھوں نے انگریز سے زمین لی تھی - پاکستان اور ہندوستان کے غریب عوام کو فوج میں بھرتی کروا کر - اگر کسی کے مفاد پر زد پڑتی ہے تو ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے - غریب کسانوں کے مفاد پر زد ہرگز نہیں پڑتی ، (نعرہ ہائے تحسین) - جہاں تک دوسرا نقطہ نظر جو اٹھایا گیا ہے کہ اتنا چھوٹا یونٹ ہو جائے گا کہ شاید intensive cultivation بھی ہمارے لیے مشکل ہو جائے - تو فاضل رکن جنھوں نے یہ بات کہی ہے میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی وہ سٹیج نہیں آئی - ابھی تو پاکستان extensive cultivation کی سٹیج میں ہے - وہ سٹیج دیکھنی ہے تو جائیے - جاپان میں دیکھیے جہاں بہت کم زرعی زمین ہے ، لیکن اس کے باوجود وہ اتنی پیداوار کر رہے ہیں کہ پاکستان اتنی بڑی زرعی زمین کے باوجود اتنی پیداوار نہیں کر رہا - ابھی وہ سٹیج بہت دور ہے - یہ آپ ہمیں نہ کہیے - ہم جانتے ہیں - ہم بھی چار حرف پڑھے ہوئے ہیں - ہم بھی کسان کے بیٹے ہیں - ہم جو شہر میں پیدا ہوئے ہیں ہمارا بھی

تعلق اور رشتہ کسان سے بنتا ہے - ہم کوئی باہر سے نہیں آئے - ہم جانتے ہیں کہ کس طرح آپ لوگ وہاں قتل کرواتے تھے اور انصاف کے لئے آپ کے پاس ہی مزارع جاتے تھے - میں نے آپ کا رویہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے -

Mr. Speaker : Please conclude now.

سردار مظہر علی خان : بات یہ ہے کہ extensive cultivation کی سٹیج کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ہم میکنائزڈ فارمنگ نہ کر سکیں - یقیناً ہم کر سکتے ہیں اور ابھی تو ہمیں آگے جانا ہے - ابھی سے ان کو فکر کیوں پڑ گیا ہے ؟

Mr Speaker : Please conclude now. Time is over now.

سردار مظہر علی خان : ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں -

Mr. Speaker : It is 1 – 10 now.

سردار مظہر علی خان : ایک سیکنڈ میں ختم کرتا ہوں - جہاں تک آخری نکتہ ہے کہ انہیں ان کی پروڈیوس کی قیمت نہیں وصول ہو رہی - میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں صرف اتنی ہی عرض کروں گا کہ گندم کو چھوڑ کر جتنی کیش کراپس ہیں ، یہ تقابل کر لیں - ان پانچ سالوں میں کتنی قیمتیں بڑھی ہیں ؟

مسٹر چیف ٹاور : جناب والا ! صرف ایک منٹ دے دیں -

مسٹر سپیکر : مزید تقریریں نہیں ہو سکتیں - میں کسی اور دن تو ٹائم بڑھا سکتا ہوں مگر آج کے دن نہیں بڑھا سکتا -

وزیر خزانہ : جناب والا ! پہلے تو میں دو قانونی نکات کا جواب دینا چاہتا ہوں ، ایک تو یہ نکتہ اٹھایا گیا کہ مرکزی حکومت کو ایگریکلچر انکم ٹیکس لگانے کا اختیار نہیں ہے - یہ بات غلط ہے - مرکزی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ایمرجنسی میں ایگریکلچر انکم ٹیکس کے بارے میں قانون بنا سکتی ہے - دوسرا نکتہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ اس انکم ٹیکس سے جو آمدنی ہوگی وہ پہلے مرکز کے خزانہ میں جائے گی اور پھر فیڈرل فنانس کمیشن کی

سفارشات کے مطابق تقسیم ہو کر آئے گی یہ بھی غلط ہے اور اس سلسلہ میں جو آپ نے وضاحت کی تھی ، جو آپ کی رائے تھی وہ ٹھیک ہے اور جناب والا نے قانون پڑھ کر بتایا ہے کہ ساری کی ساری رقم جو پنجاب سے وصول ہوگی وہ پنجاب ہی کو دی جائے گی ، پنجاب ہی میں خرچ ہوگی ۔ اس کے بعد ایک اور نکتہ یہاں اٹھایا گیا کہ آبیانہ کی وصولی پوری نہیں ہوتی ہے اور یہ جواز پیش کیا جا رہا ہے کہ ایگریکلچر انکم ٹیکس کی بھی وصولی پوری نہیں ہو سکے گی ۔ مالیہ میں کمی تقریباً چودہ کروڑ روپے کی ہے مگر اس وجہ سے نہیں کہ وصولی نہیں ہو رہی ہے بلکہ یہ اس وجہ سے کمی ہو رہی ہے کہ 1969ء سے اس میں اضافہ نہیں کیا گیا اس سے پہلے جب سے نہریں بنی ہیں ہر سال کے بعد ، دو سال کے بعد کبھی تین سال کے بعد اور عام طور سے ہر سال یا دو سال کے بعد آبیانہ میں اضافہ کیا جاتا رہا ہے ۔ لہذا آبیانہ میں اس لیے کمی واقع ہوئی ہے کہ پچھلے 8 سالوں سے آبیانہ کی شرح میں اضافہ نہیں کیا گیا ۔ اس لیے یہ کوئی جواز نہیں بنتا کہ آبیانہ کم وصول ہوتا ہے اس لیے انکم ٹیکس بھی وصول نہیں ہو سکے گا اور آخری بات یہ ہے کہ ہم اس وقت اس ایوان میں اور اس ملک میں شائد کوئی بہت بڑا تضاد دیکھ رہے ہیں ؟ وہ تضاد یہ ہے کہ 97 فیصد کی نمائندگی 3 فیصد کر رہے ہیں ۔ کیونکہ الیکشن کے لیے غریب آدمی کے پاس پیسے نہیں ہوتے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ غریب کشت کار کے پاس الیکشن کے لیے پیسے نہیں ہوتے اور اس طرح شہروں میں بھی شاید مجھ سے زیادہ غریب آدمی مجھ سے زیادہ اچھی نمائندگی کر سکتا ۔ لیکن یہ موجودہ نظام جس میں ہم نے ، قائد عوام نے بہت تبدیلیاں کی ہیں ، بہت ہی انقلابی تبدیلیاں کی ہیں ، اور غریبوں کی زندگیوں میں بہت بہتر تبدیلیاں کی ہیں لیکن ابھی تبدیلی اس تک پہنچی ہے کہ 97 فیصد کی نمائندگی تین فیصد کر رہے ہیں اور تین فیصد پر ٹیکس لگ رہا ہے اس لیے یہ ساری تجاویز پیش کی گئی ہیں لیکن میں خوش ہوں کہ جہاں منشور کے خلاف تقریریں ہوئیں وہاں منشور کے حق میں بھی تقریریں ہوئیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں کسی کا نام لیے بغیر یہ بات کہنا

چاہتا ہوں کہ جو بھی باتیں اس ایوان میں کی گئی ہیں میں انہیں وزیر اعلیٰ صاحب تک بھی پہنچا دونگا اور یہ تجاویز وفاقی حکومت تک بھی پہنچا دونگا ۔ (بہت بہت شکریہ) :

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : اب سوال یہ ہے :

کہ 4 کروڑ 99 لاکھ 82 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر 7 ۔ مالیہ اراضی میں بقدر ایک سو روپے تخفیف کر دی جائے ۔

(تحریک منظور نہیں کی گئی)

مسٹر سپیکر : اب سوال یہ ہے ۔

کہ ایک رقم جو 4 کڑوڑ 99 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 7 مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 22)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 36 لاکھ 51 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 12 ۔ امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 36 لاکھ 51 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 42 ۔ امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 36 لاکھ 51 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے کے دوران بسلسلہ مد 42 ۔ امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 30)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 39 لاکھ 38 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 54 ۔ امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 39 لاکھ 38 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 64 ۔ امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 39 لاکھ 38 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 64 ۔ امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 1)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 27 لاکھ 3 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 6 ۔ افیون برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 27 لاکھ 3 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 6 ۔ افیون برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 27 لاکھ 30 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 6 ۔ افیون برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 3)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 61 لاکھ 73 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 8 ۔ صوبائی آب کاری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 61 لاکھ 73 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 8 ۔ صوبائی آب کاری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 61 لاکھ 73 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 8 ۔ صوبائی آب کاری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 4)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 37 لاکھ 60 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 9 ۔ امتناعی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 37 لاکھ 60 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 9 ۔ اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 37 لاکھ 60 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 9 ۔ اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 5)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں ۔

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 24 لاکھ 36 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 10 ۔ جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 24 لاکھ 36 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 10 ۔ جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 24 لاکھ 36 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 10 ۔ جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 6)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 10 لاکھ 74 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 11 ۔ رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 10 لاکھ 74 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 11 - رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 10 لاکھ 74 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 11 رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 7)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 93 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 12 - مصارف دوبارہ عمل درآمد بر قوانین موٹر گاڑی پائے برداشت کرنے پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 93 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 12 ۔ مصارف دوبارہ عمل درآمد بر قوانین موٹر گاڑی ہائے برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 93 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 12 ۔ مصارف دوبارہ عمل درآمد بر قوانین موٹر گاڑی ہائے برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 8)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 2 لاکھ 60 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے

جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 13 ۔ دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 2 لاکھ 66 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 13 ۔ دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 2 لاکھ 66 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 13 ۔ دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 9)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 43 کروڑ 62 لاکھ 35 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو

ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 17 ۔ (1) آبپاشی ۔ جہاز رانی پشتہ بندی اور نکاسی آب کی تعمیرات کے سلسلے میں کاربرآری مصارف جن کے لیے حسابات سرمایہ برقرار رکھے جاتے ہیں ۔ بشمول مصارف دربارہ عملہ آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 43 کروڑ 62 لاکھ 35 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 17 ۔ (1) آبپاشی ۔ جہاز رانی پشتہ بندی اور نکاسی آب کی تعمیرات کے سلسلے میں کاربرآری مصارف جن کے لیے حسابات سرمایہ برقرار رکھے جاتے ہیں ۔ بشمول مصارف دربارہ عملہ آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 43 کروڑ 62 لاکھ 35 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 17 ۔ (1) آبپاشی ۔ جہاز رانی

پشتہ بندی اور نکاسی آب کی تعمیرات کے سلسلے میں کاربرآری مصارف جن کے لیے حسابات سرمایہ برقرار رکھے جاتے ہیں ۔ بشول مصارف دربارہ عملہ آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 10)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 36 لاکھ 22 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 18 ۔ دیگر اخراجات آبپاشی جنہیں عام محصولات سے پورا کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے !

کہ ایک رقم جو 36 لاکھ 22 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 18 ۔ دیگر اخراجات آبپاشی جنہیں عام محصولات سے پورا کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 36 لاکھ 22 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 18 ۔ دیگر اخراجات آبپاشی جنھیں عام محصولات سے پورا کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 12)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 19 لاکھ 54 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 27 ۔ معدلت گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 19 لاکھ 54 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے

دوران بسلسلہ مد 27 ۔ معدلت گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 19 لاکھ 54 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 27 ۔ معدلت گستری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 13)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 93 لاکھ 55 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 28 ۔ جیل خانہ جات و بستی ہائے سزا یافتگان برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 93 لاکھ 55 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی

کے جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء
دوران بسلسلہ مد 28 ۔ جیل خانہ جات و بستی
ہائے سزا یافتگان برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 93 لاکھ 55 ہزار
2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو
ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی
جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے
دوران بسلسلہ مد 28 ۔ جیل خانہ جات و بستی
ہائے سزا یافتگان برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 14)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 14 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 30 کروڑ 10 لاکھ 57 ہزار 2
سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے
دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے
جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے
دوران بسلسلہ مد 29 ۔ پولیس برداشت کرنے
پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 30 کروڑ 10 لاکھ 57 ہزار 2
سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے

دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 29 - پولیس برداشت کرنے پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 30 کروڑ 10 لاکھ 67 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ 29 - پولیس برداشت کرنے پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 15)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 15 :

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ رقم ایک جو 6 لاکھ 80 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 36 - سائنسی محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 لاکھ 80 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 36 ۔ سائنسی محکمہ جات برداشت پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 لاکھ 80 ہزار 5 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 36 ۔ سائنسی محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 17)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 17 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 21 کروڑ 81 لاکھ 53 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے

جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 38 - الف - ہیلتھ سروسز برداشت کرنے پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 21 کروڑ 81 لاکھ 53 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 38 - الف - ہیلتھ سروسز برداشت کرنے پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 21 کروڑ 81 لاکھ 53 ہزار 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 38 - الف - ہیلتھ سروسز برداشت کرنے پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 18)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 18 -

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 62 لاکھ 92 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے

دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے
جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران
بسلسلہ مد 39 صحت عامہ برداشت کرنے
پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 62 لاکھ 92 ہزار
روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے
دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے
جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران
بسلسلہ مد 39 ۔ صحت عامہ برداشت کرنے
پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 62 لاکھ 92 ہزار
روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے
دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے
جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران
بسلسلہ مد 39 ۔ صحت عامہ برداشت کرنے
پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 19)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 19 -

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 14 کروڑ 74 لاکھ 99 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 14 کروڑ 74 لاکھ 99 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 14 کروڑ 74 لاکھ 99 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 20)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 20 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 31 لاکھ 65 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ ب ۔ ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 31 لاکھ 65 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ ب ۔ ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 31 لاکھ 65 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 40 ۔ ب ۔ ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 21)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 21 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 45 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 41 ۔ امور حیوانات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 45 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 41 ۔ امور حیوانات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 4 کروڑ 45 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 41 ۔ امور حیوانات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 23)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 23 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 79 لاکھ 27 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 43 ۔ صنعت و حرفت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 79 لاکھ 27 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 43 ۔ صنعت و حرفت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 7 لاکھ 27 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 43 ۔ صنعت و حرفت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 24)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 24 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 24 لاکھ 38 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 47 ۔ متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 24 لاکھ 38 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 47 ۔ متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 24 لاکھ 38 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 47 ۔ متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 25)

مسٹر سپیکر : مطالبہ نمبر 25 -

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 56 لاکھ 50 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 - سول ورکس - ما سوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 56 لاکھ 50 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 - سول ورکس - ما سوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 56 لاکھ 50 ہزار 2 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 - سول ورکس - ما سوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 26)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زیر نمبر 26 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 66 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ سول ورکس ۔ اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 66 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ سول ورکس ۔ اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 82 لاکھ 66 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ سول ورکس ۔ اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 27)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 27 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 14 لاکھ 14 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات ماسوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 14 لاکھ 14 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات ماسوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 14 لاکھ 14 ہزار 8 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات ماسوائے اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 28)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زیر نمبر 28 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 13 لاکھ 18 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 13 لاکھ 18 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 13 لاکھ 18 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ب ۔ مواصلات اخراجات عملہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 29)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 29 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 11 لاکھ 12 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ج ۔ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 11 لاکھ 12 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ج ۔ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 11 لاکھ 12 ہزار 4 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1973ء کے دوران بسلسلہ مد 50 ۔ ج ۔ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 31)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زیر نمبر 31

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 7 کروڑ 24 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ مواجب پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 7 کروڑ 24 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ مواجب پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 7 کروڑ 24 لاکھ 82 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ مواجب پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 32)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 32 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 70 لاکھ سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ الف زر معاوضہ پنشن جس کے لیے سرمایہ عام محاصل سے فراہم کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 70 لاکھ سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ الف زر معاوضہ پنشن جس کے لیے سرمایہ عام محاصل سے فراہم کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 70 لاکھ سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 55 ۔ الف زر معاوضہ پنشن جس کے لیے سرمایہ عام محاصل سے فراہم کیا جائے گا برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 33)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 33 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 58 لاکھ 39 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 58 لاکھ 39 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 58 لاکھ 39 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 34)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 34 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

ایک رقم جو 26 کروڑ 69 لاکھ 52 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ الف مالی امداد (سبسڈی) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 26 کروڑ 69 لاکھ 52 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ الف مالی امداد (سبسڈی) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 26 کروڑ 69 لاکھ 52 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 56 ۔ الف مالی امداد (سبسڈی) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 35)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 35 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 98 لاکھ 47 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 57 ۔ متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 98 لاکھ 47 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 57 ۔ متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 98 لاکھ 47 ہزار 3 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 57 ۔ متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 36)

مسٹر سپیکر : مطالبہ نمبر زر 36 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 64 ۔ ب ۔ شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 64 ۔ ب ۔ شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 40 لاکھ 6 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 64 ۔ ب ۔ شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 37)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 37 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 3 ارب 94 کروڑ 33 لاکھ 92 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت (غلہ و چینی) کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک رو برو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 ارب 94 کروڑ 33 لاکھ 92 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت (غلہ و چینی) کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 3 ارب 94 کروڑ 33 لاکھ 92 ہزار ایک سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ

30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت (غلہ و چینی) کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 38)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 38 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 12 کروڑ 28 لاکھ 14 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ (میڈیکل سٹور و کوٹلہ) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک روبرو ایوان یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 12 کروڑ 28 لاکھ 14 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ (میڈیکل سٹور و کوٹلہ) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 12 کروڑ 28 لاکھ 14 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ سرکاری تجارت کی صوبائی سکیموں پر صرف سرمایہ (میڈیکل سٹور و کوئلہ) برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 39)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 39 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 61 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 61 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال

مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے -

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 01 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے -

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 40)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 40 -

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 48 لاکھ 90 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 63 - ب - ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے -

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 48 لاکھ 90 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے

دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 63 ۔ ب ۔ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 80 کروڑ 48 لاکھ 90 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 63 ۔ ب ۔ ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 41)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 41 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 15 کروڑ 50 لاکھ 74 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 68 ۔ تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 15 کروڑ 50 لاکھ 74 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے

دیگر اخراجات کی کفالت کے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 68 ۔ تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 15 کروڑ 50 لاکھ 74 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 68 ۔ تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 42)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 42 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 23 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 71 ۔ زرعی ترقی و تحقیق کی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 23 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 71 ۔ زرعی ترقی و تحقیق کی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 23 لاکھ 16 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 71 ۔ زرعی ترقی و تحقیق کی سکیموں پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 43)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 43 ۔

وزیر خزانہ : جنابِ والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 79 لاکھ 51 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 72 ۔ صنعتی ترقی پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 79 لاکھ 51 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 72 ۔ صنعتی ترقی پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 79 لاکھ 51 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 72 ۔ صنعتی ترقی پر صرف سرمایہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 44)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 44 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں ۔

کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 2 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 80 ۔ شہری ترقیاتی منصوبہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 2 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 80 ۔ شہری ترقیاتی منصوبہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 2 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 80 ۔ شہری ترقیاتی منصوبہ جات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 45)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 45 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 40 کروڑ 61 لاکھ 71 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران

بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ حسابات سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، مواصلاتی تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 40 کروڑ 61 لاکھ 71 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ حساب سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، مواصلاتی تعمیراتی برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 40 کروڑ 61 لاکھ 71 ہزار 7 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 85 ۔ الف ۔ حساب سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، مواصلاتی تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 46)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زر نمبر 46 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 31 کروڑ 72 لاکھ 39 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 81 ۔ حسابات سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 31 کروڑ 72 لاکھ 39 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 81 ۔ حسابات سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 31 کروڑ 72 لاکھ 39 ہزار 9 سو روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد 81 ۔ حسابات سرمایہ ما سوائے حسابات محاصل ، سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

(مطالبہ نمبر 47)

مسٹر سپیکر : مطالبہ زو نمبر 47 ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ ایک رقم جو 51 کروڑ 7 لاکھ 32 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات و پورٹ فنڈ وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ ایک رقم جو 51 کروڑ 7 لاکھ 32 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات و پورٹ فنڈ وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

اب سوال یہ ہے :

کہ ایک رقم جو 51 کروڑ 7 لاکھ 32 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو وزیر اعلیٰ کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1978ء کے دوران

بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات و پورٹ فنڈ
وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے ۔

(تحریک منظور کی گئی)

مسٹر سپیکر : تمام مطالبات زر منظور ہو چکے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔
اب ایوان کی کارروائی کل صبح ساڑھے آٹھ بجے کے لیے ملتوی کی جاتی ہے ۔

(اسمبلی کا اجلاس 27 جون 1977ء بروز پیر ساڑھے آٹھ بجے صبح تک
کے لیے ملتوی ہو گیا) ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

دوسری صوبائی اسمبلی پنجاب کا دوسرا اجلاس

سوموار ۔ 27 جون 1977ء

(دو شنبہ ۔ 9 رجب 1397ھ)

اسمبلی کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ساڑھے آٹھ بجے صبح منعقد ہوا۔ مسٹر سپیکر چوہدری محمد انور کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری اسمبلی نے پیش کیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

پارہ ۱۳ ——— س ۱۴ ——— رکوع ۱۳ و ۱۴ ——— آیات ۶ تا ۸

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ نے تم پر جو مہربانیاں کی ہیں ان کو یاد کرو کہ جب تم کو فرعون کی قوم سے مخلصی دی وہ لوگ تمہیں بڑے عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی۔ اور جب تمہارے پروردگار نے تم کو آگاہ کیا کہ اگر شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو میرا عذاب بڑا سخت ہے اور پھر موسیٰؑ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم اور روئے زمین پر جتنے لوگ بستے ہیں سب کے سب ناشکری کرو تب بھی اللہ بے نیاز اور قابل حمد و ثنا ہے۔

مسئلہ استحقاق

مسٹر سپیکر : تحریک استحقاق نمبر 5 ۔ حاجی محمد سیف اللہ خان ۔

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! میرے پاس اس کی کاپی نہیں ہے ۔ اس لیے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ یا تو آپ ایک کاپی مجھے عنایت فرما دیں یا پھر جناب والا ! خود ہی اس کو پڑھ دیں ۔

عام انتخابات کے بعد اسمبلی کی مجالس قائمہ کے انتخابات

مسٹر سپیکر : حاجی محمد سیف اللہ خان یہ تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ایک خاص اہمیت کے حامل واضح مسئلہ کو جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں ۔ مسئلہ یہ ہے کہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی کے قاعدہ 119 کے تحت عام انتخابات کے بعد کے اسمبلی کی مجالس قائمہ کے انتخابات کرائے جانے لازمی ہیں جب کہ تاحال مجالس قائمہ کے انتخاب عمل میں نہیں لائے گئے جس کی وجہ سے قانون سازی کے لیے مسودہ ہائے قانون مجالس قائمہ کو نہیں بھجوائے جا سکے اور اس طرح سے اس ایوان کے حقوق کی پامالی ہوئی ہے ۔ حاجی صاحب کیا آپ اب اس تحریک استحقاق پر زور دیتے ہیں ؟

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! چونکہ اجلاس کی کاروائی کا آج آخری دن ہے اس لیے میں اس پر زور نہیں دیتا ۔

مسٹر سپیکر : اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دیا گیا ۔ اگلی تحریک استحقاق بھی حاجی صاحب کی ہی ہے ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب کے سیکرٹریٹ کی علیحدگی

مسٹر سپیکر : حاجی محمد سیف اللہ خان یہ تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں کہ ایک خاص اہمیت کے حامل واضح مسئلہ جو اسمبلی کی فوری

دخل اندازی کا متقاضی ہے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی آرٹیکل 87 جسے آرٹیکل 127 کے ساتھ پڑھا جانے کے مطابق صوبائی اسمبلی کا علیحدہ سیکرٹریٹ ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے جب کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کا سیکرٹریٹ علیحدہ نہیں ہے بلکہ اسے محکمہ قانون پنجاب کا ذیلی ادارہ قرار دیا گیا ہے - جس سے نہ صرف آئین کی خلاف ورزی ہوئی ہے - بلکہ اس معزز ایوان کے حقوق و وقار کی بھی پامالی ہوئی ہے -

وزیر قانون : جناب والا ! مجھ سے زیادہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ یہ مسئلہ اب کس منزل پر ہے جب میں بھی سپیکر کے عہدہ کے فرائض سر انجام دے رہا تھا اور اس مسئلہ کو اس وقت بھی اٹھایا گیا تھا اور اس تحریک استحقاق کے آنے سے پہلے اپنے فرائض ذمہ داری نبھاتے ہوئے اس مسئلہ کو ایک مرتبہ پھر اٹھایا گیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ کافی مراحل طے کر گیا ہے -

مسٹر سپیکر : حاجی صاحب - میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون کی تجویز بڑی مناسب اور درست ہے اور آپ اس سٹیج پر اس پر زور نہ دیں -

حاجی محمد سیف اللہ خان : جناب والا ! اگر آپ مطمئن ہیں کہ یہ ہو رہا ہے تو پھر میں اس پر زور نہیں دیتا -

مسٹر سپیکر : آپ کی اطلاع کے لیے میں عرض کر دوں کہ میں بہت مطمئن ہوں -

حاجی محمد سیف اللہ خان : ٹھیک ہے جی -

مسٹر سپیکر : سید خاور علی صاحب آپ اپنی تحریک استحقاق پیش کریں -

قومی و صوبائی اسمبلی کے ممبران کو اسلحہ لائسنس جاری کرنے کی سفارش کے اختیارات

سید خاور علی شاہ : حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک خاص مسئلہ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے کو زیر بحث لانے کے

لیے میں تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں ۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے جاری کردہ چٹھی کے تحت قومی اسمبلی کے ممبران کو 100 اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کو 50 اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے کی سفارش کا اختیار دیا گیا ہے ۔ چنانچہ اس موصولہ چٹھی کے تحت میں نے اپنے حلقے کے 50 افراد کو اسلحہ لائسنس جاری کرنے کی سفارش کی ۔ لیکن ڈپٹی کمشنر ملتان نے حکومت کے فیصلے کے خلاف اپوزیشن کا ممبر ہونے کی وجہ سے میرے تمام سفارش کردہ افراد کو اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے سے انکار کر دیا ۔ ڈپٹی کمشنر مذکور نے میرے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کرکے انفرادی طور پر میرا استحقاق پامال کیا ہے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔ قبل اس کے کہ میں اس پر اپنی گزارشات پیش کروں فاضل رکن یہ فرما دیں انھوں نے reject کر دیا ہے یا یہ ابھی نہیں ملا ہے تو میرے لیے جواب دینے میں زیادہ آسانی ہو جائے گی ۔

مسٹر سپیکر : تحریک استحقاق پیش کرنے کے بعد شاہ صاحب آپ مختصر بیان دے سکتے ہیں ۔ اگر آپ بیان دینا چاہئیں تو دے سکتے ہیں ۔

Haji Muhammad Saifullah Khan : Point of order.

The violation of a privilege takes place when any of the privileges defined in the Constitution is breached. So far as the granting of licenses, or the directions issued from time to time by the Government, is concerned, I think, this is not a part of our privileges that we have a right to move a privilege motion by saying that since we have not been granted any license our privilege has been breached. I would request you to, firstly, decide whether this privilege motion is within the four-corners of the rules and whether any privilege granted to the members of the Assembly, under the Constitution or under the laws in force, has been violated

Mr. Speaker : Do you want me to decide this question first before he makes a short statement ?

Haji Muhammad Saifullah Khan : Yes, Sir.

Mr. Speaker : First. he will make a short statement and thereafter the Law Minister has to oppose it. Actually, the arguments on which you have opposed the privilege motion would be the arguments of the Law Minister and then the question of admissibility would be decided.

Haji Muhammad Saifullah Khan : First, the question of consent is concerned. No motion can be put or read out in this House unless you have consented to that.

Mr. Speaker : Yes. I have allowed him to move that motion. I have given the consent. That is a separate question whether that would be in order or not. The question will be decided about admissibility. I have not with-held the consent. Had I withheld the consent to this motion, I would not have allowed him to read it in the House.

Haji Muhammad Saifullah Khan : I think, you will consider the question whether the motion is in order or not after hearing the Law Minister.

Mr. Speaker : Yes If you so desire, I will hear you also.

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا اگر یہ گورنمنٹ کی پالیسی تھی کہ ہمیں لائسنس نہیں ملنے ہیں تو کم از کم ہم ان لوگوں کو سفارش کے لیے نہ لکھتے - ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمیں لائسنس دیں - انہوں نے چٹھی لکھ کر ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے -

مسٹر سپیکر : اس کے متعلق اب آپ ابھی فرما دیں - میرا خیال ہے آپ نے جو فرمایا ہے کیا پچاس یا سو لائسنس حاصل کرنا کسی ممبر

قومی اسمبلی یا ممبر صوبائی اسمبلی کا استحقاق تھا ؟ اور کس قانون یا آئین کے تحت ہے ؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا ! یہ لائسنس ہر ایک کو ملے ہیں ۔

مسٹر سپیکر : فرض کیجئے حکومت کل کسی ایم ۔ این ۔ اے یا ایم ۔ پی ۔ اے کو کوئی کار کا لائسنس دیتی ہے یا کسی فیکٹری کا لائسنس دیتی ہے ۔ تو کیا اس سے بھی پھر آپ کا استحقاق مجروح ہو جائے گا ؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا ! میرا مسئلہ یہ نہیں ہے ۔ مسئلہ یہ ہے اگر انہوں نے نہیں دینے تھے تو انہیں چاہیے تھا ہم سے سفارش نہ مانگتے ۔ ملنا یا نہ ملنا اور بات ہے ۔ اس کا کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ یہ پہلے نہیں دیتے رہے ہیں یا دیتے رہے ہیں ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں جب انہوں نے سفارش مانگی تھی اور ہم نے سفارش کر دی اور تمام صاحبان کو مل گئے ۔ ہمارے آزاد ممبر جو ہیں ان میں کافی لوگوں نے لے لیے ۔ اس میں یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ مجھے کیوں نہیں ملے ۔

مسٹر سپیکر : مجھے یہ بتائیں اس میں حکومت نے کوئی تفریق یا امتیاز کیا تھا کہ اپوزیشن کے ممبران کو نہ دیئے جائیں ۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : چٹھی میں نہیں ہے ۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ کہا ہے ان لوگوں کے لائسنس آپ کو نہیں مل سکتے ۔

مسٹر سپیکر : کیا اس چٹھی میں یہ ہے کہ آپ جو سفارشات کر دیں انہیں ضرور لائسنس جاری کیے جائیں ؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : یہ ایک عام چٹھی تھی آپ جن لوگوں کو دینا چاہتے ہیں ۔ سفارش کر دیں ۔

مسٹر سپیکر : کیا لازمی طور پر یہ ضروری اور فرض عائد ہو گیا کہ وہ لائسنس جاری کر دے ؟

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! ایک حکم کیا گیا تھا کہ پی ایم - پی - اے کو پچاس اور ایم - این - اے کو سو لائسنس جاری کرنے کی سفارش کرنے کا اختیار دیا گیا - یہ چٹھی گورنمنٹ کی طرف سے گئی - اس میں کوئی بھی ذکر نہیں ہے کہ فلاں ممبر کو دیئے جائیں فلاں کو نہ دیئے جائیں - بعض اضلاع میں دے دیئے گئے ہیں - آزاد ممبر ان کے دیگر اضلاع میں دے دیئے گئے ہیں - ہم نے یہ مسئلہ فاضل سینئر وزیر صاحب کو بھی عرض کیا تھا - پہلے بھی ہم نے استحقاق کی ایک تحریک دی تھی اس پر یقین دہانی کرائی تھی کہ میں ٹیلیفون پر ان سے بات کروں گا وہ لازمی دیں گے کیونکہ گورنمنٹ نے ہمیں یہ حق دیا ہے - سارے ایم - پی - اے کو یہ حق دیا ہے - آپ کا حق وہ کیسے رکھ لیں گے ؟ اس کے باوجود ڈپٹی کمشنر ملتان اس حق کو جو گورنمنٹ نے ہمیں دیا ہے دینے سے انکاری ہے اس لیے جناب والا ! یہ تحریک پیش کی جا رہی ہے -

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا ! اس میں پہلی بات تو مجھے وہی کرنی ہے جو اس ایوان کے فاضل رکن حاجی محمد سیف اللہ صاحب نے جس طرف اشارہ کیا ہے کہ پرولیج کی موجود آئین میں اس کے بعد قواعد انضباط کار میں تشریح ہے - اور وہ یہ ہے کہ پرولیج سے مراد وہ حقوق ہیں جو حقوق آئین یا کسی قانون کے تحت کسی ضابطہ کے مطابق اس ایوان کے اراکین کو حاصل ہیں - یہ مسئلہ بھی آپ کے زیر غور ہے یہ ان تینوں میں سے کسی کیٹیگری میں نہیں آتا - اس کے متعلق زیادہ کہنا میں مناسب نہیں سمجھتا یہ سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے - آئینی اپوزیشن بھی اور قواعد انضباط کار کی پوزیشن بھی آپ کے سامنے ہے واقعاتی طور پر حکومت نے ایوان کے ممبران کے درمیان کوئی تفریق یا تمیز روا نہیں رکھی یہ چٹھی ایوان کے تمام اراکین کو گئی ہے خواہ وہ

حکومتی پارٹی کے رکن ہوں یا حزب اختلاف کے رکن ہوں ۔ حکومتی پارٹی کی طرف سے کئی فاضل اراکین نے جنہوں نے نام بھیجے ہیں ان کو لائسنس مل گئے ہیں اور حزب اختلاف کی طرف سے بھی فاضل اراکین یہ فرما رہے ہیں کہ حزب اختلاف کے اراکین کی بھی جو سفارش کردہ درخواستیں ہیں ان پر انہیں اسلحہ مل گیا ہے ۔ اس لیے اس قسم کی کوئی تفریق یا امتیاز نہیں ہے ۔ اسی طرح بہت سے ایسے فاضل اراکین حکومتی پارٹی میں ہیں ان میں میں خود بھی شامل ہوں جس نے ایک عرصہ ہوگیا ہے سفارش کرکے بھیجی اور ابھی تک لوگوں کو لائسنس نہیں ملے ۔ یہ ایک ضابطے کی بات ہے ۔ کارروائی ہوتی ہے ۔ کسی جگہ کسی کے متعلق انہیں شک ہوتا ہے وہ فاضل اراکین کو لکھیں گے ۔ پولیس اس کی تحقیقات کروائے گی کہ اس کو لائسنس دینا مناسب ہے یا نہیں ۔

جناب والا ! میں نے فاضل رکن کی خدمت میں یہ مودبانہ گزارش کی تھی انکار سے ان کی کیا مراد ہے یا وہ reject ہو گئی ہے یا یہ نہیں ملے ۔ جس انداز میں یہ فقرہ لکھا گیا ہے اس سے میں یہ مراد لیتا ہوں اگر ابھی نہیں ملے ہیں اگر reject ہوگئے ہوتے تو میں ضرور چیف منسٹر صاحب سے بات کرتا ۔ سرکاری افسر سے بات کرتا کہ یہ reject کیوں ہوئے ہیں ۔ اس کی کیا وجہ ہے ۔ لیکن اگر نہیں ملے due course of time کے مطابق due process of law جو لوگ اس کے حق دار ہوں گے ان کو مل جائے گا ۔ اگر کوئی ایسا شخص درخواست دہندہ ہے جس کے خلاف کوئی ایسی کارروائی ہے کہ اس نے کوئی قتل کیا ہوا ہے یا وہ قتل کرکے ضمانت پر آیا ہوا ہے یا اس قسم کی کوئی بات ہے وہ بات فاضل رکن کے نوٹس میں لائی جا سکے گی ۔ اور اس کے بعد فاضل رکن جس طرح اس کو مناسب سمجھیں گے خود افسر متعلقہ کو ہدایت دے سکیں گے تو اس آئینی اعتراض اور اس وضاحت کے بعد میں اپنے فاضل دوست اور رکن اسمبلی سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنی تحریک استحقاق واپس لے لیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! فاضل وزیر قانون یا جناب سینئر منسٹر صاحب صرف اتنا فرما دیں کہ اس سلسلے میں کوئی تفریق پیدا نہیں کی جائے گی اور نہ ہی پیدا ہونے دیں گے۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب تفریق تو اس لحاظ سے بھی نہیں ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے لائسنس تک ان کو نہیں ملے۔ اور جیسے فاضل وزیر قانون نے خود فرما دیا ہے کہ ان کے سفارش کردہ لائسنس جاری نہیں کیے گئے۔ تو جہاں تک تفریق کا تعلق ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس چھٹی کے بعد جب کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ اکثریتی پارٹی کے لوگوں کو لائسنس دیئے جائیں۔ شیخ صاحب ! اس میں یہ تو نہیں ہے کہ اکثریتی پارٹی کے لوگوں دیئے جائیں ؟ اس میں تفریق کی چیز تو نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا ! اس میں بالکل تفریق کی چیز نہیں ہے۔ پہلے ہوم سیکرٹری کو درخواست دینی ہوتی ہے اور میں نے ہوم سیکرٹری کو درخواست دی اور انھوں نے میرا کیس ڈپٹی کمشنر کو بھی بھیج دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ ڈیڑھ مہینہ ہو گیا ہے لیکن لائسنس ابھی تک جاری نہیں ہو سکے۔ جناب والا ! ان کا ایک ضابطہ ہے جس کے مطابق وہ کرتے ہیں۔

مسٹر سپیکر : آپ کے نزدیک اور حکومت کے نزدیک کوئی تفریق تو نہیں ہے ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا ! کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا جائے گا۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس چٹھی میں دو ماہ کی میعاد لکھی ہوئی ہے جو پانچ یا سات جولائی کو ختم ہو جاتی ہے۔

مسٹر سپیکر : وہ تاریخ تو submit کرنے کی ہے ۔ سردار زادہ صاحب وہ میعاد نہیں ہے کہ دو تاریخ تک اگر ڈپٹی کمشنر نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ نہیں ہو سکتا ۔ اگر آپ نے درخواستیں in time بھیج دی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے تو صحیح وقت پر بھیج دیں لیکن جو delay یا تاخیر ہے وہ ڈپٹی کمشنر کے ذمے ہے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس میں ایک چیز ہے کہ فرض کیا جائے کہ ہمیں وہ پانچ تاریخ یا جو مقررہ تاریخ ہے اس تاریخ کو اطلاع دیں کہ فلاں فلاں آدمی اس قابل نہیں ہے کہ ہم انہیں لائسنس دیں تو پھر عالی جاہ جو ہماری next choice ہوگی وہ تو ضائع گئی ۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ صاحب اگر کچھ ایسے واقعات کے متعلق ہم کچھ قیاس آرائیاں پیدا کر لیں اور ان قیاس آرائیوں کی بنا پر ہم اپنا پریولیج یہ اختیار کریں کہ اگر وہ یہ کرے گا تو پھر اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوگا ۔ اگر مجروح ہوگا تو یہ ایوان موجود ہے اور اس معزز ایوان میں آپ پھر معاملہ لا سکتے ہیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس کے بعد شائد ہمیں یہ معزز ایوان میسر نہ آئے ورنہ ہم اس سے بھی زیادہ انتظار کرتے ۔

مسٹر سپیکر : لیکن اس کے متعلق ہم کوئی یقین بھی نہیں کر سکتے ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جی ہاں ۔

سردار نوازش علی پاشا جناب والا ! اگر کوئی ایسے آدمی آ جائیں اور آپ کہیں کہ غلط آدمی کو لائسنس نہیں مل سکتا تو وہ آپ کے کوٹے سے کم ہو جائے گا ۔ اس میں پھر متبادل نام دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی ۔ آپ نے فرمایا ہے پانچ سے سات تاریخ تک ہم فارم submit کر دیں خواہ لائسنس مہینے کے بعد ملیں یا دو مہینے کے بعد ملیں ۔ اور

جیسے انہوں نے خود فرمایا کہ کئی آزاد اراکین کے لائسنس بن گئے ہیں اس لیے تفریق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ یا تو کسی کے لائسنس نہ بنتے ۔

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! آپ اس وضاحت کے بعد اور اس یقین دہانی کے بعد اس تحریک کو پریس کرتے ہیں ؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ : جناب والا ! یقین دہانی کافی ہے اس لئے میں کیا پریس کروں ۔

Mr. Speaker : The Motion is not pressed. Next motion, Syed Sadar-ud-Din Shah.

میرے خیال میں اس کے متعلق بھی وہی صورت حال ہے ۔ آپ بھی موشن پریس نہیں کرتے ؟

سید صدر الدین شاہ : جناب والا ! میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ساتھ امتیازی سلوک نہ کیا جائے ۔

مسٹر سپیکر : صورت حال وہی ہے اور وہ یقین دہانی آپ کے لیے بھی ہے ۔ The Motion is not pressed

سید صدر الدین شاہ : جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ وہاں سب کو لائسنس جاری ہو گئے ہیں لیکن ہمارے ابھی تک نہیں ہوئے ۔

تحاریک التوائے کار

مسٹر سپیکر : تحریک التوائے کار نمبر 44 ۔ یہ ملتوی کر دی گئی تھی اور وزیر لوکل باڈیز نے اس کا جواب دینا تھا ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! وزیر لوکل باڈیز ایوان میں موجود نہیں ہیں ۔ آپ اس تحریک کو پڑھ دیں تو میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں ۔

ایڈمنسٹریٹر میونسپل کمیٹی چیچہ وطنی کا کچی آبادی کے مکینوں کا بے عزتی اور دھمکیاں دینا

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جائینٹ لیبر فیڈریشن چیچا وطنی کی طرف سے ایک موصولہ برقیہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایڈمنسٹریٹر میونسپل کمیٹی چیچا وطنی نے کچی آبادیوں کے مکینوں کے ایک وفد کی بے عزتی کی ہے اور اس کو دھمکیاں دی ہیں ایڈمنسٹریٹر مذکور کے اس رویہ کے خلاف کچی آبادیوں کے مکینوں میں سخت اضطراب اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! اس کی رپورٹ میں نے ایک دن لی تھی تو اس دن کسی وجہ سے یہ اس تحریک کا نمبر نہیں آیا۔ تو اس کی تفصیل یہ تھی کہ ایک وفد ایڈمنسٹریٹر صاحب کے پاس گیا اور کچھ ڈیمانڈز کیں کہ فلاں فلاں ترقیاتی کام کر دیے جائیں۔ اس بارے میں انھوں نے کہا کہ رقم نہیں ہے اور اس وقت فوراً یہ نہیں ہو سکتا۔ وہاں پر کچھ تلخ کلامی ہوئی لیکن فاضل ایڈمنسٹریٹر نے مجھے یہ بات کہی ہے کہ انھوں نے کسی کی کوئی بے عزتی نہیں کی اور خاص کر کچی آبادیوں کے وفد کی بے عزتی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واقعات ضرور ہوتے ہیں۔ میرے اپنے حلقے میں پچھلے چند روز میں ایک واقعہ ہوا ہے کہ وہاں پر کچی آبادیوں کے مکینوں کے ساتھ کچھ لوگوں نے زیادتی کرنے کی کوشش کی لیکن فوراً ہی اس کا ازالہ کر دیا گیا۔ تو اس لیے کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے کا جو حکم ہے وہ قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو نے دیا ہے۔ کسی اور افسر کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ ان کے حکم کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ میں اس وفد کو یا ان فاضل حضرات کو جن کو شکایت ہے ان کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ مجھے آ کر ملیں تو میں اس

مسئلے میں دوبارہ تحقیقات کر سکتا ہوں اور اس حد تک تو ان فاضل حضرات کی جو کہ کچی آبادیوں کے وفد کے رکن تھے تسلی و تشفی کرونگا ۔

Mr. Speaker : Sardarzada Sahib, do you press this motion ?

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! ٹھیک ہے ۔۔چونکہ انھوں نے یقین دھانی کرائی ہے لہذا میں ان سے مل کر discuss کر لونگا ۔

Mr. Speaker : The motion is not pressed.

Mr. Hamid karmal : Point of order. The question hour has been omitted throughout this Budget Session. In the National Assembly they have continued with the Question Hour. Can we be informed whether it was in order that question hour should be omitted ?

مسٹر سپیکر : میں عرض کروں کہ صورتحال یہ تھی کہ اس اسمبلی کی اور پچھلی اسمبلی کی یہ روایت رہی ہے جو اس سے پہلے نہیں تھی لیکن پچھلی اسمبلی کی یہ روایت رہی ہے کہ جب بجٹ پر بحث چل رہی ہو تو اس وقت وقفہ سوالات نہیں ہوتا تھا ۔ اس کی وجہ ظاہر تھی کہ ممبران کو تقریر کرنے کا زیادہ موقع دینا مقصود تھا ۔ اگر ہم وقفہ سوالات کا ایک گھنٹہ کریں اور اس کے بعد پھر ممبران کو بولنے کا موقع دیں تو آپ کو معلوم ہے کہ جس طرح ہماری تعداد بھی کچھ زیادہ ہے اور ممبران کی خواہش بھی بولنے کی زیادہ تھی تو ان کو تقریر کرنے کا کم وقت ملتا ۔ کیونکہ ہم ہر روز یہ محسوس کرتے رہے ہیں کہ وقت کم ہے اس لیے ہم نے وقفہ سوالات ان دنوں میں نہیں رکھا تھا لیکن کل سے یعنی 28 ، 29 اور 30 جون کے لیے ایسا کیا گیا ہے اور آپ کو چھٹی بھی مل چکی ہوگی کہ ان تینوں دنوں میں وقفہ سوالات ہوگا اور ان تینوں دنوں میں ہم نے تمام محکموں کے سوالات رکھ دیے ہیں ۔

سردار صغیر احمد : جناب والا ! تین روز پیشتر روز نامہ نوائے وقت میں کالم نویس رفیق ڈوگر نے میری بجٹ تقریر کے متعلق کالم تحریر کیا ہے ۔ جہاں تک ان کے comments کا تعلق ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ میں ان کی قدر کرتا ہوں ۔ لیکن جناب والا ! جو اس کالم سے خبریت کا پہلو نکلتا ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے ۔ مثال کے طور پر انہوں نے کہا ہے کہ میں نے یہ کہا ہے ''میرے ساتھ میڈیکل کالج کا وعدہ کیا تھا اور وہ میڈیکل کالج نہیں بنا'' ۔ جناب والا ! حقیقت یہ نہیں تھی ۔ حقیقت یہ تھی کہ انٹر میڈیٹ کالج بھاگٹانوالا اور مٹھہ لکھ روڈ کا وعدہ کیا گیا تھا ۔ اس کالم سے جو خبر کا پہلو نکلتا ہے اس کے متعلق میں چاہتا ہوں کہ اس کی تصحیح ہونی چاہیے تاکہ میرے علاقے کے عوام کو اور لوگوں کو غلط فہمی نہ رہے کیونکہ میڈیکل کالج کا وعدہ نہ حکومت کی طرف سے ہوا تھا اور نہ کوئی میرا اس بھاگٹانوالا کے متعلق مطالبہ تھا اگر آپ کی وساطت سے وہ مہربانی فرما دیں اور اس کی تصحیح فرما دیں تو میں مشکور ہونگا ۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر ۔

مسٹر سپیکر : پریس رپورٹرز سردار صغیر احمد کی اس وضاحت کو نوٹ کر لیں ۔ جی ۔ موہل صاحب اب آپ فرمائیں ۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! چونکہ آپ نے رولنگ دے دی ہے اس لیے اب میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا ۔

مسٹر سپیکر : آپ فرمائیں میں اپنی رولنگ review بھی کر سکتا ہوں ۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! میں یہ پوچھنا تھا کہ یہ کس روز کے اخبار میں خبر آئی ہے ۔ آیا آج کے اخبار کی خبر ہے ؟

سردار صغیر احمد : تین روز پیشتر یہ خبر آئی تھی ۔

منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1976.77ء

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1976.77 ایوان کی میز پر رکھتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت 1976.77ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے ۔

منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1977.78ء

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 1977.78ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال 1977.78ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے ۔

پنجاب فنانس بل 1977ء

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ دی پنجاب فنانس بل 1977ء کو فی الفور زیر غور لایا جائے ۔

مسٹر سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

کہ دی پنجاب فنانس بل 1977ء کو فی الفور زیر غور لایا جائے ۔

سردار زادہ صاحب کیا آپ فنانس بل کی مخالفت کر رہے ہیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! مجھے تو یہ تاثر تھا کہ فنانس بل کی مخالفت نہیں کی جاتی ۔

مسٹر سپیکر : آپ اس کی مخالفت کر سکتے ہیں ۔ آپ اس پر تقریر کر سکتے ہیں اگر آپ چاہیں کلاز بائی کلاز بھی تقریر کر سکتے ہیں ۔ ہاں !

اگر آپ نے کوئی ترمیم دینا ہو تو آپ حکومت کی مرضی کے بغیر نہیں دے سکتے کیونکہ یہ منی بل ہے اس کی ابھی فرسٹ ریڈنگ ہے پھر سیکنڈ ہوگی اسی طرح آپ تیسری خواندگی پر مخالفت کر سکتے ہیں -

سردار زادہ ظفر عباس : ٹھیک ہے - جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب کیا آپ فنانس بل کے متعلق فرمائینگے ؟

وزیر خزانہ : [جناب والا ! میں نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کی تھی کہ بہت سی وجوہات کی بنا پر خزانے میں کچھ خسارہ واقع ہوا ہے اور خاص طور پر جاری اخراجات میں اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ حکومت اپنے اخراجات میں بچت کر کے پورا کرے - میں نے سات کروڑ اسی لاکھ روپے کے اخراجات میں کمی کر کے پورا کردیا ہے - لیکن اس کے باوجود پھر بھی سات کروڑ 53 لاکھ روپے کا خسارہ تھا - میں نے اس دن بھی بار بار عرض کیا کہ افراط زر کے باعث بجٹ بن سکتے ہیں جس میں خسارہ رکھا جائے تو وہ خسارے کا بجٹ ہوتا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنے وسائل سے زیادہ سٹیٹ بنک سے قرضہ لے کر یا کسی اور ذریعے سے یا مرکزی حکومت خسارے کو پورا کریں یہ رقم مرکزی حکومت سے لی جائے اس پر میں نے کچھ عرض اس وقت بھی کیا تھا اور آج بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب کی حکمت عملی یہ رہی ہے کہ اپنے مالی معاملات کو اپنے وسائل کے مطابق اخراجات کو پورا کیا جائے - 7 کروڑ 53 لاکھ روپے کے مالی وسائل فراہم کرنے کے لیے میں نے چند ایک تجاویز پیش کیں ان تجاویز میں کوئی نیا ٹیکس نہیں ہے پچھلے ہی ٹیکسوں میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان ٹیکسوں کی شرحوں سے کسی کاروبار پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑے گا کوئی کاروبار بند نہیں ہو جائے گا یا اس کاروبار کے کام کرنے والے مزدور پریشان

نہیں ہوں گے اس میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ عوام کو روز مرہ کی ضروریات کے حصول میں دقت نہ ہو اس میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ روز مرہ کی زندگی گزارنے میں گھر سے کاروبار کے لیے باہر جانے اور کاروبار سے گھر آنے اور دیگر زندگی کی معمولات میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اس لیے جناب والا ! اس کا جواز یہ ہے یہ ان طبقوں اور ایسے کاروباری حضرات پر اس کا معمولی سا بوجھ پڑے گا جو وہ کاروبار کو برداشت کرنے کے قابل ہوں گے ۔ میں نے ٹیکس لگاتے وقت اس بات پر پورا غور و خوض کیا تھا کہ کس شخص پر اور کس کاروبار پر کتنا اثر پڑے گا مثلاً ٹیکسی والے ۔ یا موٹر گاڑی والے پر کتنا اثر پڑے گا رکشہ والے پر کتنا اثر پڑے گا ان کے کرایوں میں کیا اضافہ ہوگا اور کہیں اس میں اس کا جواز تو پیدا نہیں ہو جائے گا یہ تمام باتیں زیر غور آئیں ۔ میں باثوق طریقے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہر ٹیکس کو بہت جانچنے اور پڑتال کرنے کے بعد لگایا گیا ہے کہ کسی کاروبار پر زیادہ اثر نہیں پڑے گا اور عوام کو اپنی روز مرہ کی زندگی معمولات ضروریات کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اور خزانے میں جو خسارہ بھی آیا ہے وہ بھی مالی وسائل سے پورا ہو سکے گا کم از کم اس حد تک ہم افراط زر میں اضافے کو روک سکیں گے ۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بظاہر یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے ٹیکس لگاتے وقت کچھ لوگ ناراض ہو جائیں گے وہ تو ہوں گے کوئی کسی قسم کا ٹیکس خوشی سے قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کے برعکس کہتا ہوں اگر افراط زر کو روکا جائے اور روپے کی آمدن کو کم کیا جائے تو خسارہ کم ہوتا ہے یہ معاشیات کا مسلمہ اصول ہے ۔ افراط زر سے غریب زیادہ متاثر ہوں گے غریبوں کی قوت خرید زیادہ متاثر ہوگی اور امیر کی نہیں ہوگی ۔ اس خسارے کے بجٹ کو متوازن کرنے کے لیے چند ٹیکسوں کی شرحوں میں اضافہ کیا گیا ہے جس سے یہ خسارہ بھی پورا ہو جائے گا اور افراط زر سے عوام کو کوئی دقت نہ ہو بلکہ ایسے افراد جو اسی آمدنی میں سے پیسے دے سکتے ہوں دے جائیں چند صاحبان نے بجٹ کی بحث کے دوران یہ کہا تھا

کہ یہ پرانا عام پیشہ ورانہ ٹیکس تھا اگرچہ اس وقت بھی میں نے اس کی وضاحت کی تھی کہ یہ عام پیشہ ورانہ ٹیکس نہیں ہے جو ہر شخص دے اس ایسا کوئی ٹیکس نہیں ہے جو صاحبان پچھلے سال ٹیکس دینے کے قابل تھے میں یہ بات بڑی شد و مد سے کہہ رہا ہوں کہ وہ صاحبان جو پچھلے سال انکم ٹیکس دینے کے قابل تھے وہ پچھلے سال میں اتنی آمدنی کما چکے ہیں تو وہ اس سال بھی ٹیکس دیں گے ان کی آمدنی میں تھوڑا سا ٹیکس کا اضافہ کیا گیا ہے۔

جناب والا ! میں یہ بات ایوان کے فاضل ارکان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر موجودہ حالات میں خسارے کا بجٹ بنایا جائے ، اور deficit financing کی جائے تو اس سے افراط زر میں اضافہ ہوگا ، غریبوں کی مشکلات میں اضافہ ہوگا ۔ شکریہ ۔

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس !

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس میں میرا پہلا اعتراض اس بات پر ہے کہ اس میں ایک شق رکھی گئی ہے کہ حکومت جسے چاہے exemption دے سکتی ہے ۔ یہ چیز نہایت ہی قابل اعتراض ہے ۔ انہوں نے انسانوں میں تفریق پیدا کر دی ہے ۔ جب ایک ٹیکس لگانا ہے تو ہر ایک شخص پر لگایا جائے اور یہ نہ کیا جائے کہ جس شخص پر حکومت خوش ہو اس کو ٹیکس معاف کر دیا جائے اور جس سے حکومت ناراض ہو اسے ٹیکس کے بوجھ تلے دبا دیا جائے ۔ میں نے بجٹ کے دوران بھی عرض کیا تھا کہ یہ ٹیکس انتہائی زیادتی ہے جب حکومت خود یہ کاروبار کر رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے اشخاص بھی یہ کاروبار کر رہے ہیں ۔ ان حالات میں جب حکومت ٹرانسپورٹ کے سلسلے میں خود خسارے میں ہے تو دوسرے مالکان کو کیسے خسارہ نہ ہوگا ؟ ۔ جب ایک شخص پہلے ہی ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے اور اس کو ویسے ہی خسارہ ہو رہا ہے جیسے کہ حکومت کو ہو رہا ہے تو اس پر مزید بوجھ ڈالنا صحیح بات نہیں ۔ اس لحاظ سے اسے عوامی بجٹ کا نام نہیں دیا جا سکتا ۔

جناب والا! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ 1953ء سے لے کر آج تک کسی شخص کو یہ پتا نہیں چلا کہ حکومت کو کبھی منافع بھی ہوا ہے کہ نہیں؟ ان حالات میں جب خود حکومت کو خسارہ ہو رہا ہے یہ ٹیکس عاید کرنا زیادتی ہے۔ جناب والا! دوسرا ٹیکس سینما پر لگایا گیا ہے۔ عالی جاہ! سینما ایک ایسی تفریح ہے جو سب سے زیادہ غریبوں کے لیے ہے۔ جس کے پاس پیسے ہوتے ہیں وہ کسی اور تفریح میں بھی شامل ہو سکتے ہیں لیکن غریب کے لیے سب سے بڑی تفریح سینما ہے، دو کلاسوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ اپر کلاس پر لگایا گیا ہے۔ پہلی دو کلاسوں میں تو 40/50 سیٹیں ہوتی ہیں اور زیادہ سیٹیں غریبوں کی ہوتی ہیں۔ جب ایک غریب آدمی کو چھوٹی کلاس کا ٹکٹ نہیں ملتا تو وہ لازماً اپر کلاس کی ٹکٹ لے گا اور اسے لازماً یہ ٹیکس دینا پڑے گا۔ اس سے اس کی جیب پر بوجھ پڑے گا۔ پھر حیثیت ٹیکس ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہ ایک پیشہ ورانہ ٹیکس ہے جو مختلف پیشوں پر لگتا ہے مثلاً ڈاکٹر و کلاء وغیرہ۔ وکلاء کے سلسلے میں پہلے ہی ٹیکسوں کی اتنی بہتات ہے کہ ان کی آمدن بہت کم رہ گئی ہے کیونکہ مقدمات کم ہیں اور بار روم کی strength بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ ان حالات میں وکلاء مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے ان کی سٹیٹ ہوشی بھی ختم ہو جائے گی۔ میں ان حالات میں اس بل کی مخالفت کرتا ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے اور یہ ٹیکس نہ لگائے جائیں بلکہ دوسرے اخراجات میں کمی کی جائے اور اس سے اس بجٹ کو پورا کیا جائے۔ غریب عوام پر پہلے ہی ٹیکسوں کا بہت بوجھ ہے اور وہ یہ مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔

مسٹر سپیکر: چودھری محمد لطیف رندھاوا!

چودھری محمد لطیف رندھاوا: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کو یہ اعتراض ہے کہ سینما پر ٹیکس کیوں بڑھا دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے ذرا

غور سے جناب وزیر خزانہ کی تقریر سنی ہوتی تو انہیں علم ہوتا کہ نچلے درجوں پر یہ ٹیکس نہیں بڑھایا گیا ۔ انہوں نے پہلے بھی ایوان میں فرمایا تھا کہ یہ ٹیکس نچلے درجوں پر نہیں بڑھایا گیا ۔ جب بھی ٹیکس کی بات ہوتی ہے تو حزب اختلاف کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس کیوں بڑھائے گئے ہیں ؟ کل بھی اس مسئلہ پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی جس میں 3 فیصدی عوام کی نمائندگی کرنے والوں نے بڑا اعتراض کیا ۔ ان میں پیپلز پارٹی کے کچھ معزز ارکان نے بھی hobinobling کی ۔ وہ یہ بھول گئے کہ قائد عوام نے اپنے انتخابی منشور میں واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ 5 ایکڑ پر مالیہ معاف ہوگا اور اس کے بعد آپ نے بھی اور ہم نے بھی دیہات میں جا کر سب لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ شرف پیپلز پارٹی کو حاصل ہوا ہے کہ اس نے 97 فیصدی عوام کو مالیہ معاف کردیا ہے ۔ اب یہ صرف 3 فیصدی پر رہ گیا ہے ۔ جناب والا ! آفات سماوی کا ذکر کیا گیا ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! کل کی تقریر آپ آج کرنی چاہتے ہیں ۔

Mr. Speaker : It May by the last day but today we are discussing the Finance Bill.

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! میں اسی context میں بات کر رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : پہلے اس کا context اس کے ساتھ بنائیے اور پھر بات کیجئے ۔

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! جب بھی ٹیکسوں کی بات ہوتی ہے تو غریب عوام کا نام لے کر ، ان کی سادہ لوحی کا بہانہ بنا کر ، ان کے ان پڑھ ہونے کا بہانہ بنا کر یہاں تقریریں کی جاتی ہیں اور ان

ٹیکسوں کی مخالفت کی جاتی ہے ، حالانکہ ان کا مقصد صرف اپنے طبقاتی مفادات کی حفاظت کرنا ہوتا ہے ۔ سادگی اور سادہ لوحی بقول غالب :

سادگی و پرکاری بے خودی ہوشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزما پایا

جناب والا ! ان کی سادگی بھی پرکاری ہے اور ان کی بے خودی بھی ہوشیاری ہے ، یہ تاریخ نے ثابت کردیا ہے ۔ سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جب بھی ٹیکسوں کی بات ہوتی ہے تو یہ لوگ مختلف بہانے بناتے ہیں ۔ جناب وزیر خزانہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ اس ملک میں ٹیکسوں کی ضرورت نہیں اور پیپلز پارٹی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے کبھی غریبوں پر ٹیکس نہیں لگائے اور غریبوں کو ہمیشہ مستثنیٰ کیا ۔ اس نے ہمیشہ 97 فیصد عوام کا خیال رکھا اور ٹیکسوں کا بوجھ صرف 3 فیصد طبقے پر ڈالا ، پھر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے اور بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس بوجھ ثابت ہوں گے ۔ جناب والا ! ٹرانسپورٹروں کے مسئلے کو لے لیں ۔ ہم نے دیکھا کہ پاکستان بننے سے پہلے جو لوگ کنڈکٹر ہوتے تھے ، میں ان میں سے بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں ، آج ان کے پاس 20/20 اور 30/30 بسیں ہیں ۔ ہم نے ایسے بھی ٹرانسپورٹر دیکھے ہیں کہ جب ان کے حسابات کی جانچ پڑتال ہوئی تو انھوں نے کروڑوں روپے ٹیکس کے ادا نہ کیے تھے اور لاکھوں روپے کا غبن کیا تھا ۔

الحاج چودھری محمد حیات : نکتہ ذاتی وضاحت : جناب والا ! یہ سراسر زیادتی ہے اور غلط فہمی سے کام لیا جا رہا ہے کہ کنڈکٹروں نے غبن کیے یا کسی اور نے غبن کیا ۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے لیمیٹڈ کمپنیاں ہوتی تھیں ، کوآپریٹو سوسائٹیاں ہوتی تھیں ۔ ان کی اجارہ داری ختم کر کے اس کاروبار کو آزاد کردیا گیا اور بڑی فراخ دلی سے روٹ پرمٹ جاری کیے گئے ۔ اس کے بعد اب یہ حال ہے کہ ایک ایک بس میں 6/6 اور 10/10 حصہ دار ہیں اور اس وقت کسی کو اس کاروبار میں آنے کی ممانعت نہیں ۔ آج بھی اگر کوئی شخص ٹرانسپورٹ کا کاروبار کرنا چاہے تو اسے آزادی

ہے ۔ صرف 250 روپے جمع کروا کر روٹ پرمٹ لے سکتا ہے ۔ تو یہ کہنا کہ کسی نے دھاندلی کی یا غبن کیا یا بے ایمانی کی ، سراسر زیادتی ہے ۔

مسٹر سپیکر : یہ فرمائیے کہ اس میں پرسنل ایکسپلینیشن کیا تھا ؟

الحاج چودھری محمد حیات : ایم ۔ پی ۔ اے ہونے کے علاوہ میں ان کا ، یعنی ٹرانسپورٹ فیڈریشن کا نمائندہ بھی ہوں ۔ تمام بس مالکان کی میں نمائندگی کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : آپ کی حیثیت باہر کچھ بھی ہو ، لیکن پرسنل ایکسپلینیشن یہاں اس وقت اٹھایا جاتا ہے ۔ ایک تو میں یہ عرض کر دوں کہ پرسنل ایکسپلینیشن پوائنٹ آف آرڈر کے مترادف نہیں ہوتا ۔ پوائنٹ آف آرڈر تو آپ کسی بھی وقت اٹھا سکتے ہیں ۔ خواہ کوئی ممبر تقریر کر رہا ہو ، آپ اسی وقت کھڑے ہو سکتے ہیں تقریر میں مداخلت کر سکتے ہیں لیکن پرسنل ایکسپلینیشن آپ نے اٹھانا بھی ہو تو جب کوئی ممبر تقریر ختم کریں اور اگلا رکن تقریر شروع کرنے لگے تو اس وقت پرسنل ایکسپلینیشن کے طور پر آپ کسی ایسی چیز کی وضاحت کر سکتے ہیں جو آپ سے منسوب کی گئی ہو ، آپ سے غلط منسوب کی گئی ہو یا آپ کے متعلق غلط سمجھی گئی ہو ۔ لیکن اگر آپ اس کی جوابی تقریر کرنا چاہتے تھے تو لطیف رندھاوا صاحب کے بعد آپ پوری تقریر فرما سکتے تھے اور اگر آپ چاہیں تو اب بھی فرما سکتے ہیں ۔

الحاج چودھری محمد حیات : مہربانی جی ۔

مسٹر سپیکر : آپ تشریف رکھیں ، جی رندھاوا صاحب ۔

چودھری محمد لطیف رندھاوا : جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں ایسے لوگوں کی مثالیں دے سکتا ہوں جو تقسیم ملک سے پہلے بس میں کنڈکٹر تھے یا ڈرائیور اور آج ان کی بیس بیس بسیں ہیں ۔ میں ان لوگوں کو بھی جانتا ہوں جنہوں نے 1947ء میں بس میں حصہ ڈالا اور

آج ان کی بے شمار بسیں سڑکوں پر ہیں ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ٹرانسپورٹر غریب آدمی ہیں ۔ ان کے پاس پیسہ نہیں جو ہر سال دگنی اور تگنی بسیں بنائے جا رہے ہیں ۔ جناب والا ! اس طبقے کا کاروبار ایسا چل رہا ہے کہ یہ بہت پیسہ کما رہا ہے ۔ اس طبقے پر ٹیکس لگانا ضروری تھا ۔ بالکل معمولی ٹیکس لگا ہے زیادہ نہیں لگا ہے ۔ ان کی آمدنی میں فرق نہیں پڑے گا اس کے علاوہ حزب اختلاف کے میرے فاضل دوست نے اعتراض کیا ہے کہ پیشہ ورانہ ٹیکس لگا دیا گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب کی وضاحت کی روشنی میں یہ بالکل پیشہ ورانہ ٹیکس نہیں بنتا ۔ بلکہ اس میں تو یہ لکھا گیا ہے اور کہا بھی گیا ہے وضاحت بھی کی گئی ہے کہ یہ ٹیکس ان لوگوں پر لگایا جائے گا جن پر پچھلے سال ٹیکس لگا تھا اور وہ تھوڑا سا ٹیکس ہے ۔ فنانس بل میں اس پارٹی کے منشور اور پروگرام کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اس کی روشنی میں ہی یہ ٹیکس عاید کیے جا رہے ہیں ۔ اس میں کسی غریب پر زد نہیں پڑتی بلکہ دو تین فیصد لوگوں پر معمولی سی زد پڑے گی ۔ اس لیے یہ مخالفت درست نہیں ۔

مسٹر سپیکر : سردار صغیر احمد ۔

سردار صغیر احمد : جناب سپیکر ! اس بجٹ میں آمد اور خرچ کو متوازن کرنے اور خسارے کو پورا کرنے کے لیے جو ترکیب استعمال کی گئی ہے ۔ وہ واقعی قابل داد ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ڈاکٹر صاحب ہی تھے کہ انہوں نے کوئی ایسا براہ راست ٹیکس نافذ کیے بغیر اس صوبے کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے جو ٹیکسوں کی تجاویز پیش کی ہیں وہ قابل ستائش ہیں ۔ اگر آپ غور کریں تو جو ٹیکس اس بل کے ذریعے عاید کیے جا رہے ہیں ان کا کوئی اثر بھی میرے خیال میں ٹیکس دینے والے پر نہیں پڑے گا ۔ میں نے اس کا غور سے ملاحظہ کیا ہے ۔ اگر آپ موٹر ٹیکس کے متعلق تجزیہ کریں تو جو آدمی سو سوا سو روپے روزانہ کماتا ہے ۔ میرے خیال میں اسے روزانہ چار یا

آٹھ آنے بھی ٹیکس کے ذریعے نہیں دینے پڑیں گے ۔ یعنی ایسا معمولی ٹیکس ہے کہ محسوس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ اس ٹیکس کو 365 دنوں پر پھیلائیں تو چار آنے سے زیادہ بوجھ نہیں پڑتا ۔ اگر کوئی آدمی سو یا سوا سو روپے روزانہ کماتا ہے اور اسے چار آنے یومیہ مزید ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے تو میرے خیال میں وہ اس بات کو محسوس بھی نہیں کرے گا ۔ جناب والا ! فاضل قائد حزب اختلاف نے اس استثنیٰ پر اعتراض کیا ہے جو سینما دیکھنے والوں کی غریب کلاس کے لیے اس بل میں دیا گیا ہے ۔ انہوں اس استثنیٰ پر اعتراض کرکے درحقیقت اس بات کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور قائد عوام کی طرف سے قائم ہونے والی صوبائی حکومتوں نے پانچ سال کے عرصے میں جو بنیادی پالیسیاں جاری و ساری رکھی ہیں وہ تمام قوتیں جو اس صوبے میں استحصال کی نمائندگی کرتی ہیں اور جو رجعت پسند ہیں ۔ وہ ہر اس بات کی مخالفت کریں گی جو ترقی پسندانہ اقدام ہوگا یا جس سے اس صوبے یا ملک کے کسی غریب طبقے کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو ۔ یہ اعتراض کرکے انہوں نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ سینما میں ایسی کلاسوں پر ٹیکس کیوں عاید نہیں کیا گیا جہاں لوگ آگے بیٹھ کر اور بہت کم پیسے دے کر سینما دیکھتے ہیں اور جن کے پاس تفریح کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہوتا ۔ ان کو مستثنیٰ کیوں کیا گیا ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری حکومت کی یہ بنیادی پالیسی ہے کہ ہم ہر اس شخص پر بوجھ ڈالنے کے لیے تیار ہیں جو اسے برداشت کرنے کے قابل ہو جو اسے برداشت نہیں کر سکتا اس پر بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا اس فنانس بل کے ذریعے بھی جو سینما ٹیکس میں اضافہ کیا گیا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ بیچارے غریب مزدور جو ہاتھ سے محنت کرکے تھکے ہارے ہوئے چھوٹی کلاس میں بیٹھ کر دیکھنا چاہتے ہیں ۔ ان کی یومیہ مزدوری پر ایک آنے کا بھی بوجھ نہ پڑے ۔ اس میں اس ترکیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ میں آخر میں پھر وزیر خزانہ کو اس بات پر مبارک باد دینا چاہتا ہوں کہ جہاں تک اس بجٹ میں آمدنی اور خرچ کو

متوازن کرنے اور خسارے کو پورا کرنے کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ نہایت ہی قابل تحسین ہے۔ اور جہاں تک ان اخراجات کو مختلف علاقوں میں یا مختلف سکیموں پر تقسیم کرنے کا تعلق ہے۔ میرا وہ احتجاج کہ میرے علاقے کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا گیا۔ اس علاقے کے لیے جتنی رقم مخصوص کی جانی چاہیے تھی ترقیاتی پروگرام میں وہ نہیں کی گئی، میرا وہ احتجاج اس وقت بھی برقرار ہے۔ لیکن مجموعی طور پر اس بجٹ کو متوازن کرنے کے لیے اور خسارے کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس کی تجاویز قابل تحسین ہیں۔ میں پھر ان کی تعریف کرتا ہوں۔

مسٹر سپیکر: مسٹر ایم۔ ڈی چودھری۔

مسٹر ایم۔ ڈی چودھری: جناب والا! وزیر خزانہ نے جو ٹیکس تجویز کیے ہیں یہ اس لحاظ سے قابل قبول ہیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ صوبے کی معیشت پر جو گہرا اثر پڑا ہے اس کے پیش نظر ایسے ٹیکس لگانے سے ہی صوبے کی آمدنی متوازن بنائی جا سکتی تھی۔ جہاں تک موٹر گاڑیوں پر ٹیکس کا تعلق ہے۔ یہ درست ہے کہ اس سے غریب ٹرانسپورٹر پر جو دس دس آٹھ آٹھ کی شکل میں مختلف گاڑیوں کے مالک ہیں ان پر اثر پڑے گا۔ لیکن اس کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ جناب وزیر خزانہ کوئی ایسا اہتمام کریں کہ ان کو ایسی بے کاروں سے بچایا جائے یا ایسے جگا ٹیکس سے بچایا جائے جو انہیں مختلف طریقوں سے ادا کرنا پڑتا ہے اور تقریباً ہر ضلع میں انہیں بخشیش کی صورت میں ٹریفک پولیس، تھانوں اور دوسری بہت سی ایسی جگہوں پر ادا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان سے انہیں بچایا جائے تو میرا خیال ہے کہ اس ٹیکس سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ جہاں تک سینما ٹیکس کا تعلق ہے یہ بات قابل تحسین ہے کہ اس سے چھوٹی کلاسوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان سینماؤں کی طرف وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو مخصوص ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ میری مراد کنٹونمنٹ بورڈ کے علاقوں میں سینماؤں سے ہے اور ان سے ایک محدود رقم لی جاتی ہے لیکن اس کی وصولی اس

طرح ہے کرتے ہیں جس طرح دوسرے سیناؤں کی کرتے ہیں اگر اس پر توجہ دی جائے تو وہ ٹیکس جو لاکھوں کروڑوں کی شکل میں ضائع ہوتا ہے اس سے صوبے کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ شکریہ۔

مسٹر محمد حنیف لاڈو: جناب والا! ٹیکسوں کے بارے میں، میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تھوڑے بہت ٹیکس لگائے گئے ہیں وہاں بجٹ کو متوازن کرنے کے لیے مراعات بھی بہت زیادہ دی گئی ہیں۔ سیناؤں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اس سے نچلے درجہ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ لوگ جو غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے درجے پر کوئی نیا ٹیکس سینما میں نہیں لگایا گیا۔ یہ ٹیکس صرف انہیں کے لیے تجویز کیا گیا ہے جو اونچے درجوں میں فلم دیکھتے ہیں اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم آمدنی والے لوگوں پر اس ٹیکس کا کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔ اس طرح پیشہ وارانہ ٹیکس، جو بہت پرانا ہے۔ جو تیس روپے سالانہ کی شرح سے وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن اب چونکہ آمدنی بھی لوگوں کی بڑھ گئی ہے۔ اور پیسے کی افراط زر بھی کافی ہو گئی ہے۔ اس لیے اسے اب تیس روپے سے بڑھا کر سو روپے کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیکس کوئی زیادہ نہیں ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ٹیکس چاہے تھوڑا بھی لگایا جائے لوگ اس سے خوش نہیں ہوتے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ حقیقت کی نظر سے اسے اگر دیکھا جائے تو یہ ٹیکس کوئی زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک مراعات دینے کا تعلق ہے وہ زراعت کے شعبے میں کافی ملی ہیں اور زراعت بھی ایک ایسا شعبہ ہے جس سے سارے ملک کی معیشت کا تعلق ہے۔ اور یہ مراعات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے تاکہ لوگ ملک کی پیداوار بڑھائیں اور ہمیں غلہ اور دوسری اشیاء غیر ممالک سے درآمد نہ کرنی پڑیں۔ بلکہ حکومت کی تو یہ کوشش ہے کہ پیداوار اس حد تک بڑھے کہ ہم اپنی اشیاء غیر ممالک کو بھی برآمد کر سکیں۔ جناب والا! تعلیم کے لیے بھی

کافی رقم مختص کی گئی ہے تاکہ غریب لوگ تعلیم حاصل کر سکیں۔ اور پاکستان کے دوسرے شہری بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ اس طرح کچی آبادیوں کے لیے بھی 21 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں تو اس طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ غریب عوام پر اس بجٹ میں کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ دوسری شادی کے لیے ایک ٹیکس لگایا جاتا ہے جو صرف سو روپے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ نہایت ہی کم ہے اس کو کم از کم پانچ سو روپے یا ایک ہزار تک کر دیا جائے اس سے اصل منشاء بھی حاصل ہو جائے گی اور حکومت کے خزانے میں بھی اضافہ ہوگا۔

مسٹر سپیکر: آپ موجودہ بل کے متعلق ہی بات کریں۔

مسٹر محمد حنیف خاور: لہٰذا میں عرض کروں گا کہ اس بجٹ میں جو نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں اس سے غریب عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑ رہا اور جو ٹیکس لگے ہیں ان لوگوں پر لگے ہیں جو بآسانی ادا کر سکتے ہیں۔ اس طرح بجٹ کو دوسری طرف متوازن کر دیا گیا ہے۔ شکریہ۔

سید امیر حسین شاہ: جناب والا! میں آج پھر جناب وزیر خزانہ اور سینئر وزیر صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ خسارے کے بجٹ کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے جو ٹیکس تجویز کئے ہیں وہ واقعی ہی قابل تحسین ہیں۔ مگر چند ایک گزارشات میں اس سلسلے میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ گاڑیوں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے۔ گاڑی ہمارے معاشرے میں آجکل ضروریات زندگی کا ایک حصہ ہی ہوتی ہے تو اس کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ ایک گاڑی پر اگر چھوٹ دے دی جائے اور جن لوگوں کے پاس دو دو یا تین تین گاڑیاں ہیں ان پر 50 فیصد بھی اگر ٹیکس لگا دیا جائے تو یہ بہتر ہے۔ اس کے علاوہ جو سینماؤں میں مختلف درجے کو چھوڑ کر ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ سب سے زیادہ قابل تحسین بات ہے۔ میں تو یہ بھی عرض کروں گا کہ اپر کلاس پر اگر اس سے بھی زیادہ ٹیکس لگا

دیں اور بھی بہتر ہوگا ۔ کیونکہ میرے خیال میں نچلے درجے میں تمام غریب لوگ فلم دیکھتے ہیں ۔ اور اوپر والے درجے میں تمام امیر لوگ فلم دیکھتے ہیں ۔ اور یہ لوگ یہ تمام بوجھ بھی برداشت کرنے کے قابل ہیں ۔ جناب سپیکر ! اس کے علاوہ زرعی اراضی کے انتقال کی صورت میں اضافہ کیا گیا ہے اس سے بھی غریب عوام یا چھوٹے بڑے زمیندار کو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس میں ایک خدشہ ہے جس کی طرف میں وزیر خزانہ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محکمہ مال کا جو عملہ ہے وہ غریب کسان یا زمیندار کو کافی پریشان کرتا ہے اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ کار ہو جس سے ان لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور وہ جو منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں وصول نہ کر سکیں ۔ اور گورنمنٹ کی جو مقرر کردہ رقم ہے اس سے زیادہ نہ وصول کر سکیں ۔ اس کے لیے میں اپنے علاقہ کی ایک مثال پیش کرتا ہوں ۔ شاہی مسجد کو خوبصورت ترین بنانے کی ایک تجویز ہے اور اس کے لیے کوئی گیارہ لاکھ روپے خرچ کرنے کا اندازہ لگایا گیا ہے مگر وہ یہ کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اگر کوئی چیز بن گئی ہے ۔ مثلاً ایک ٹینکی انہوں نے بنادی ہے اس پر معلوم نہیں کتنے ہزار روپے خرچ ہوئے اور پھر اسے گرا دیا ۔ حالانکہ یہ خوبصورت بھی ہے مگر یہ کہا جا رہا ہے کہ اسے خوبصورت ترین بنانا ہے ۔ تو اس قسم کی باتوں کا اگر خیال کر لیا جائے تو میرے خیال میں کسی نئے سال میں کسی ٹیکس کی ضرورت نہیں رہے گی ۔ اس طرح روڈ ٹرانسپورٹ کا بجٹ ہر سال خسارے میں جاتا ہے اگر اس پر بھی کنٹرول کر لیا جائے تو اس سے بھی کافی آمدنی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ پرائیوٹ کمپنیاں اس سے کافی منافع حاصل کر رہی ہیں بلکہ بعض لوگ تو ہر سال ایک نئی بس خرید لیتے ہیں ۔ اس پر اگر کنٹرول کر لیا جائے تو نہ صرف روڈ ٹرانسپورٹ کا خسارہ پورا ہو سکتا ہے بلکہ کچھ منافع بھی حاصل ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ آج منی بل پیش کیا گیا ہے اور یہ بجٹ کا آخری دن ہے ۔ میں وزیر خزانہ کو پیشگی مبارک باد دیتا ہوں اور اس مبارک باد کے سلسلے میں اپنے علاقہ کی ایک ہی سڑک جس کے لیے

میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ گو یہ سڑک کافی لمبی چوڑی ہے ۔ مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سال صرف دو میل بنا دی جائے ۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا اور پوری تحصیل چنیوٹ میں یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور جناب وزیر خزانہ سے ایک بار پھر استدعا کرتا ہوں کہ اس کے بارے میں مجھے کوئی تھوڑی بہت تسلی دیں اور ہم بھی وہاں کے لوگوں سے یہ کہہ سکیں گے کہ تیس سال میں کسی حکومت نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی مگر عوامی حکومت نے آپ کے لیے یہ سڑک بنا دی ہے ۔ بے شک آپ ہسپتال وغیرہ تو بھی بنائیں مگر یہ ذرائع آمدورفت کے لیے دو میل کی سڑک ضرور بنا دی جائے ۔ ایک گزارش میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کل ایک پریس کانفرنس لیڈر آف اپوزیشن صاحب نے بلائی تھی جس میں تمام ممبران نے اپنے اپنے خیالات پیش کئے تھے ۔ نوائے وقت نے تمام کو اکٹھا ہی چھاپ دیا ہے ۔ میں اپنی رائے یہاں ایوان کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں ۔

ہم باوفا تھے اس لیے نظروں سے گر گئے
شائد تجھے تلاش کسی بے وفا کی تھی

جناب والا ! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ قائد عوام سے میری ہمدردیاں پیپلز پارٹی والوں سے زیادہ ہیں اور اب بھی اس طرح سے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اخبار والوں نے پریس کانفرنس کو اکٹھا کر دیا ہے حالانکہ ہم سب نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا تھا ۔ میں تو قائد عوام کے کل بھی ساتھ تھا اور آج بھی ساتھ ہوں اور انشاءاللہ تعالیٰ اسی بات پر قائم و دائم رہوں گا ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : کرنل محمد اسلم خان نیازی ۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب والا ! ٹیکسوں کا گھٹانا اور بڑھانا اس طرح سے ہے کہ جس طرح سے حکیم کبھی طبیعت کے مطابق کبھی گرم اور کبھی سرد دوائی دے دیتا ہے ۔ جناب والا ! جو ٹیکس

بڑھے ہیں وہ اس لیے بڑھے ہیں کہ غریب طبقہ کو کافی حد تک ٹیکس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

مسٹر سپیکر : کرنل صاحب آج تقریر شعر سے شروع نہیں ہوئی ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : جناب والا ۔

پاکستان کو جب لہو کی ضرورت پڑی سب سے پہلے گردن ہماری کٹی پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ گلشن ہمارا ہے تمہارا نہیں

گزارش ہے کہ ایک طبقہ کے مالک پر ملکیہ معاف کیا گیا ہے۔ اس کمی کی وجہ سے کچھ ٹیکس لگائے گئے ہیں، آپ کے غربا اور دوسرے کچی آبادیوں والے آسمان کے نیچے بھٹک رہے ہیں۔ جناب والا! آپ کچی آبادیوں والے پر اتنی کثیر رقم اتنے کروڑ روپے خرچ کر رہے ہیں یہ ایک مستحسن قدم ہے۔ اور یہ کتنی قابل ہے۔ اس کی وجہ سے خزانہ پر جو بوجھ پڑا ہے اس کی وجہ سے یہ ٹیکس لگایا گیا ہے۔ دو ارب 25 کروڑ روپے صوبے کی ڈیویلپمنٹ پر مختص کئے گئے ہیں، یہ ایک بڑا مستحسن قدم اور ایک اعلیٰ پروگرام ہے۔ یہ ہمارے قائد عوام کا پروگرام ہے کہ ہم نے ڈیویلپمنٹ کرنی ہے اور ریموٹسٹ remotest کارنر تک کرنی ہے تو مجھے جناب والا! تھوڑا سا گلہ ہے میں ریموٹسٹ remotest کارنر کا رہنے والا ہوں۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے دریائے سندھ میں پیسہ غرق ہو جاتا ہے۔ وہ رقم پار نہیں پہنچتی ہے۔ جہاں پر میں بستا ہوں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس کا بندوبست کریں۔ سینما پر ٹیکس بڑھایا گیا ہے۔ یہ اس کلاس پر بڑھایا گیا ہے جو کہ بعض عیاشی کی صورت میں عیاشی کے لیے سینما دیکھتے ہیں۔ بیچارے غریب کبھی کبھار مہینے میں ایک دو مرتبہ دیکھتے ہیں جن کے لیے مزید سامان تفریح سوائے سینما کے نہیں ہے۔ دو روپے خرچ کئے اور جا کر عیاشی کر آئے۔ جناب والا! یہ کمال ہے کہ غریب کلاسز کو معاف رکھا گیا ہے اور بڑی کلاسز پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ جناب والا! بیشمار ایسے ٹیکس بڑھایا گیا ہے۔ میں اس ہاؤس کو

آگاہ کروں کہ آج وہ بھی پیشہ ور ہیں جو کہ قالین بافی کر رہے ہیں ، انہوں نے اپنے گھروں میں انڈسٹریاں قائم کر رکھی ہیں ، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج ہماری یہ انڈسٹری ایران کی طرح ، بخارا کی طرح قالین بافی انڈسٹری بنتی جا رہی ہے اور میں یہ عرض کروں کہ آپ کو فخر ہونا چاہئے اور کئی صاحبان کو شاید یہ پتا بھی ہو اور کئی صاحبان کو علم نہ بھی ہو کہ قالین بافی میں ہم دنیا میں ایران کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں ، جو اس صنعت میں ایک مانا ہوا ملک تھا ۔ اس صنعت میں آپ کے ڈیزائن کمال کے ہیں ، آپ کے ڈیزائن پر شکار گاہیں ہیں ، باغ و بہاریں ، دربار ہیں ، فیل پا ہیں ، اور کئی قسم کے چمن کھلا کر آج بھی کاریگر ان کو بنا رہے ہیں اور جناب والا ! نفاست اس طرح ہے کہ بخارا سے بھی زیادہ قالین کی کئی قسمیں ہیں ، فیل پا ، مورکی ، قندھاری ، کاشانی ، اصفہانی ، اور یہ ساری قسمیں مقبول ہیں ۔ جناب والا ! آپ کو فخر ہونا چاہئے ۔ آپ کے پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قالین بافی اول نمبر پر ہے ۔ اگر ان پر تھوڑا سا ٹیکس بڑھا دیں ، تو کوئی اتنی بات نہیں ہے ۔ جناب والا ! کمال تو یہ ہے کہ ہمارے فنانس منسٹر صاحب نے ایک بڑے حاذق حکیم کی طرح گولیاں کھول دی ہیں ، جو اس کے مزاج کے مطابق ہیں ، یہ انہوں نے نہیں کیا ہے کہ گرم مزاج والے کو گرم گولیاں دے دیں ، کیونکہ انہوں نے تو خراب کرنا تھا ۔ انہوں نے مزاج کے مطابق گولیاں دی ہیں ۔ جناب والا ! ایک حکیم نابینا ہوا کرتا تھا ۔ آنکھوں سے اندھا تھا ، مریض السلام علیکم کہہ کر اندر داخل ہوتا تھا اور وہ آواز سے پہچان لیتا تھا کہ اس کا ریشہ گر رہا ہے اور یہ ریشہ اس کے ٹانسلائٹس کا باعث ہے یا ہرنیا کا باعث ہے ۔ اس کے پھیپھڑوں پر پہنچ رہا ہے ۔ یا پھیپھڑوں میں کیوٹی معلوم ہوتی ہے ۔ جناب والا ! یہ دیکھنا ہوتا ہے ، حکیم حاذق ہونا چاہئے ۔ اچھی گولیاں دی گئی ہیں ، یہ بھی اعتراض برائے اعتراض میں تو جناب والا ! آخر میں صرف یہ عرض کروں گا ۔

نہ جانے کتنی آنکھوں میں یہاں دل کا لہو ٹپکا
وہ کن لوگوں کے دامن ہیں کہ پھر بھی تر نہیں ہوتے

مسٹر سپیکر : سید مسعود زاہدی -

سید مسعود زاہدی : جناب سپیکر ! جناب وزیر خزانہ نے نہایت فنی فراست اور اقتصادی تدبر کا اظہار فرمایا ہے اور یہ ٹیکس ایزاد کیے گئے ہیں یا نئے ٹیکس لگائے ہیں ان میں اقتصادیات کا بنیادی پہلو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے - صاحب استطاعت لوگوں پر بہت کم ٹیکس بڑھایا گیا ہے - یہ کہنا کہ ایک کار پر ٹیکس معاف کیا جائے - یہ غلط بات ہے - غالباً میرے محترم دوست جانتے ہیں کہ اگر یہ کر دیا گیا - تو ایک ہی گھر میں جن کی چار چار پانچ پانچ چھ چھ کاریں موجود ہیں وہ تو مستثنیٰ ہوگئے - تو یہ صاحب استطاعت کے ساتھ بڑی زبردست رعایت ہوگی - جہاں تک تفریق کا پہلو رکھا گیا ہے - اس میں ایک فنی نکتہ پیش نظر رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو صاحب استطاعت ہیں وہ واقعی ایک نارمل ٹیکس ادا کر سکیں گے اور جو صاحب استطاعت نہیں ہیں ، ان سے ٹیکس لیا نہیں جا سکتا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ ٹرانسپورٹ خسارے میں ہے اگر وہ گھاٹے میں ہے اور انکم ٹیکس ادا نہیں کر رہے ہیں تو ان پر نہیں لگے گا وہ ہمیشہ سے یہ نسخہ استعمال کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے - جہاں تک اس کی ایزادی کا تعلق ہے - یہ ٹیکس ان پیشہ ور لوگوں پر لگایا گیا ہے جو واقعی ادا کر رہے ہیں اگر ان کی انکم اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر ایزادگی کردیں تو غریبوں کی بہتری ہوگی تو ان کو یہ اضافہ برداشت کرنا ہوگا - جہاں تک انتقال اراضی پر ٹیکس لگانے کا تعلق ہے واقعی جو زمین خریدتا ہے وہ صاحب استعداد ہوتا ہے اور جو زمین بیچتا ہے اس کی واقعی اس وقت حالت خراب ہوتی ہے کیونکہ وہ زمین بیچنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جو خریدار ہوتا ہے وہ تو اس کا خرچ برداشت کرتا ہے - لہذا جناب والا ! میں وزیر خزانہ کی

خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے جتنی ٹیکس میں اضافہ فرمائی ہے اس میں غریب طبقہ کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے اور صاحب استعداد طبقہ سے اتنا کم لیا گیا ہے کہ وہ محسوس ہی نہیں کریں گے یہ تو محض ایک طبقہ کی چونکہ نمائندگی کی جا رہی اور یہ صاحب استعداد طبقہ کے متعلق سب کچھ کہا جا رہا ہے کہ کار پر سے ٹیکس ہٹا لیا جائے موٹر پر سے ٹیکس ہٹا لیا جائے انتقال اراضی جو گھر بنانے کے لیے ہوتی ہے اس پر سے ٹیکس ہٹا لیا جائے۔ entertainment tax جو entertainment duty کی شکل میں ہے وہ بھی محض ان لوگوں پر ہے جو زیادہ بہتر کلاسز میں بیٹھنا چاہتے ہیں وہ ذرا اور ٹیکس ادا کردیں تو ان کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان میں یہ ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور جن میں یہ صلاحیت موجود نہیں ہے ان کو اس سے مستثنیٰ کردیا گیا ہے اور غالباً یہی ہمارے ڈاکٹر صاحب کے فن کی قابلیت کا مظاہرہ ہے۔

بہت - بہت - شکریہ

مسٹر سپیکر: بیگم ریحانہ سرور (شہید)۔

بیگم ریحانہ سرور (شہید): جناب سپیکر! اس وقت اس معزز ایوان میں فنانس بل پر بحث جاری ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس پر تقریر برائے تقریر تنقید برائے تنقید اور مخالفت برائے مخالفت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ صوبہ میں متوازن بجٹ پیش کرنا ہر حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے اور صوبہ میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے کے لیے ٹیکسیشن کا نیا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ نہ صرف قابل قبول ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قابل داد بھی ہے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ کار اختیار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جناب والا! موٹر گاڑیوں پر اور سینما ہاؤس کے اس درجہ پر جہاں پر صرف امیر لوگ ہی جا کر بیٹھتے ہیں ان پر ٹیکس لگانے سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت کی نیت نیک ہے حکومت نہیں چاہتی کہ غریب عوام پر ٹیکس لگائے

جائیں حکومت نے صرف امیروں پر ٹیکس لگانے کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔

جناب والا ! پیشہ وارانہ ٹیکس پرانا ٹیکس ہے لیکن اس میں تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ entertainment tax یا اس کے بعد اشتمال اراضی کے لیے بھی جو ٹیکس یہاں پر تجویز کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ بھی ہر ایک کو قابل قبول ہونا چاہیے۔

مسٹر سپیکر : بیگم صاحبہ ! اشتمال اراضی کے لیے تو کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔

بیگم ریحانہ سرور (شہید) : جناب والا ! میرا مطلب انتقال اراضی سے ہے۔

جناب سپیکر ! یہ ٹیکس اس لیے نافذ کیے گئے ہیں یا پرانے ٹیکسوں میں مزید اضافہ محض اس لیے کیا گیا ہے تاکہ سات کروڑ اور اسی لاکھ روپے کا خسارہ جو بجٹ میں موجود ہے اس کو پورا کیا جا سکے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس جانب بھی متوجہ ہوں جس کی وجہ سے یہ خسارہ حکومت کو برداشت کرنا پڑا۔

جناب سپیکر ! آپ جانتے ہیں کہ وطن عزیز میں پچھلے تین۔ چار۔ ماہ سے تشدد کی سیاست جاری رہی یہاں پر ہنگامی آرائی اور پی۔ این۔ اے کی طرف سے جو تحریک شروع کی گئی اس سے ملکی پیداوار کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کے پیش نظر صوبہ کو سات کروڑ اور اسی لاکھ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے اور اسی صوبہ میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے کے لیے نئے ٹیکس عائد کیے گئے ہیں یا پرانے ٹیکسوں میں مزید اضافہ کیا گیا ہے یہ صوبے کی بہتری اور صوبے کی بھلائی کے لیے اور صوبے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے نافذ کیا گیا ہے اس لیے میں اس کی تائید کرتی ہوں۔

مسٹر سپیکر : رائے محمد اسلم خان کھرل ۔

رائے محمد اسلم خان کھرل : جناب سپیکر ! وزیر خزانہ نے جو متوازن بجٹ پیش کر کے مبارکبادیں حاصل کی ہیں اور مبارکبادوں کے بوجھ تلے دب گئے ہیں میں مزید اضافہ کرنا نہیں چاہتا لیکن پھر بھی میں اپنی دلی خواہشات کو دبا بھی نہیں سکتا کیونکہ انھوں نے جس انداز میں یہ نئے ٹیکس لگائے ہیں ان سے زندگی کی روز مرہ کی اشیاء پر اور جو لوگ غریب ہیں ان پر اثر نہیں پڑے گا ۔ کیونکہ یہ ٹیکس اس طرح تشخیص کیے گئے ہیں کہ ان سے ایک خاص طبقہ اثر انداز ہوگا نہ کہ عوام الناس ۔ چونکہ پاکستان پیپلز پارٹی کا شروع ہی سے یہ منشور رہا ہے کہ ایسے اقدام کئے جائیں جن سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے اور کم لوگوں سے یعنی جو زیادہ آمدنی والے لوگ ہیں ان سے پیسے حاصل کر کے غریب لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جائیں تو جناب والا ! یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا وزیر خزانہ نے اپنی فراست اور تدبر کا ثبوت دیا ہے ۔ انھوں نے ایسے طبقوں پر ٹیکس عائد کیے ہیں جن کی وجہ سے عام روز مرہ کی زندگی کی چیزوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور سینما پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے یہ بہت ہی معمولی ٹیکس ہے اور جو لوگ زیادہ امیر ہیں اور اوپر کی کلاس میں بیٹھ کر سینما دیکھنا پسند کرتے ہیں تو وہ اگر اپنی اتنی دولت میں سے بہت ہی معمولی حصہ جو زیادہ سے زیادہ چار ۔ آٹھ یا دس آنے کے لگ بھگ بنتا ہے وہ اگر قوم کی فلاح و بہبود کے لیے دے دیں تو اس سے عام لوگوں کی روز مرہ کی زندگی اور غریب عوام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا ۔ میرے معزز قائد حزب اختلاف نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ غریب لوگوں کو جب نچلے حصوں کی ٹکٹیں نہیں ملتیں تو وہ اوپر والے حصوں میں یعنی گیلری میں جا کر فلم دیکھتے ہیں تو جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کرونگا کہ ان کے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہوتے دس ۔ بارہ روپے روز کمانے والے یہ برداشت ہی نہیں کرسکتے کہ چھ روپے کی ٹکٹ لے کر وہ فلم دیکھیں ۔ ہر شخص اپنی کمائی میں سے

سات یا دس دن کے بعد اتنی رقم جمع کرتا ہے کہ وہ ڈیڑھ یا دو روپے والی سیٹوں پر جا کر فلم دیکھتا ہے اور وہ بیچارہ اس ٹکٹ کو حاصل کرنے کے لیے دو - دو گھنٹے لائنوں میں اور قطاروں میں لگ کر ٹکٹ حاصل کرتا ہے اور اپنی Protection حاصل کرتا ہے لیکن جناب والا ! اونچے طبقے کے لوگ ایڈوانس بکنگ کروا لیتے ہیں اور آرام سے ٹکٹیں حاصل کر لیتے ہیں اور موقع پر آ کر بڑے ہی آرام سے فلم دیکھنے بیٹھ جاتے ہیں میں عرض کرونگا کہ ان کو اس ملک کے لیے جس میں وہ رہتے ہیں اپنی آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے - میرے خیال میں یہ جو ٹیکس سینما گھروں پر لگایا گیا ہے یہ بھی جائز ہے اور میں اس کی پر زور حمایت کرتا ہوں -

دوسرے جناب والا ! یہ جو پیشہ ورانہ ٹیکس لگایا گیا ہے یہ بھی اس قدر گراں نہیں ہے کہ یہ لوگ ادا نہیں کر سکتے اس میں یہ معمولی اضافہ ہے ابھی ہمارے حزب اختلاف کے ایک لیڈر نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ وکلاء پر زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے تو جناب والا ! میں یہ عرض کرونگا کہ یہ اتنا بوجھ نہیں ہے اس کو تو ایک عام وکیل بھی برداشت کر سکتا ہے - ان کا یہ اعتراض کہ یہ بہت بڑا بوجھ ہے میں اس کی پرزور مخالفت کرتا ہوں اور اس پیشہ ورانہ ٹیکس کی حمایت کرتا ہوں -

جناب والا ! بسوں پر ٹیکس لگایا گیا ہے یہ بھی جائز ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جب کوئی مالک ایک بس بناتا ہے تو ایک سال کے بعد وہ بس اپنے ساتھ ایک اور بس کا اضافہ کر دیتی ہے - اگر یہ کاروبار خسارے کا ہو تو میرے خیال میں ٹرانسپورٹرز صاحبان اس طرف توجہ نہ دیں لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری سڑکوں پر روز نئی بسوں کا اضافہ ہوتا ہے اور یہ بسیں کہاں سے آتی ہیں - ان بسوں کی آمدنی ہی سے یہ نئی بسیں چلتی ہیں اس لیے ان پر یہ جو معمولی سا ٹیکس لگایا گیا ہے یہ ہمارے لیے جائز ہے اور میں اس کی پر زور حمایت کرتا ہوں - انتقال اراضی پر ٹیکس عائد کیا گیا ہے یہ بالکل درست ہے - یہ بالکل معمولی ٹیکس ہے - جو لوگ لاکھوں

اور کروڑوں روپے کے سودے کرتے ہیں ۔ جو لوگ ہزاروں روپے کی روز زمین خریدتے ہیں تو کیا اس ہزاروں لاکھوں روپے میں سے معمولی سا حصہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے نہیں دے سکتے ؟ اس کو کیوں نہیں دینا چاہیے ؟ یہ ان پر ایک معمولی سا بوجھ ہے جس کا عام لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا اس کا صرف ان لوگوں پر اثر ہوگا جو لاکھوں ہزاروں روپے کی زمین کا لین دین کرتے ہیں ۔ ایک پلاٹ چار ہزار روپے میں خریدا جاتا ہے وہ ایک سال کے بعد 40 ہزار روپے میں فروخت کیا جاتا ہے ۔ اس لین دین میں وہ ہزاروں روپیہ کماتے ہیں اگر اس پر معمولی سا ٹیکس لگا دیا گیا ہے اور یہ اس قدر زیادہ بھی نہیں ہے کہ اس کے خلاف اتنا واویلا کیا جائے ۔

جناب والا ! میں ان معروضات کے ساتھ فنانس منسٹر صاحب کے تجویز کردہ ٹیکس کی بھرپور حمایت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : بیگم اکرم حیات ملک ۔

بیگم اکرم حیات ملک : جناب سپیکر ! وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے جو سینما پر ٹیکس لگایا ہے میں پورے طور پر اس کے حق میں ہوں ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ پاکستان کے غیور عوام کسی صورت بھی ہاتھ نہیں پھیلائیں گے اور اپنے وسائل پر بھروسہ کر کے اس عمل کا عملی طور پر مظاہرہ کریں گے تو یہ بات ہم پر صادق آتی ہیں ۔ اگر ہمارا پچھلے سال کا بجٹ خسارے میں ہے تو اس کو adjust کرنے کے لیے ہمیں کوئی تو قربانی دینی پڑے گی ۔ سب سے پہلی بات یہ ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کا منشور یہ ہے کہ غریب عوام اور محنت کش کی ہر طور پر مدد کی جائے ۔ ان ۔ پر بوجھ نہ ڈالا جائے یہ جو ٹیکس لگایا گیا ہے اس سے غریب طبقہ تو محفوظ ہے لیکن امیروں کے لیے کیا یہی تفریح تو نہیں رہ گئی ۔ سینما دیکھنا کوئی ضروری بات نہیں ہے ۔ سینما کے علاوہ اور بھی تفریحات ہیں ۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں صرف سینما نے جتنا قوم کا اخلاق بگاڑا ہے اتنا کسی اور چیز نے نہیں بگاڑا ۔ ہمیں فلمیں کیا دیتی ہیں ؟ پوری قوم کے اخلاق کو تباہ

کر کے رکھ دیا ہے - ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے - کوئی تاریخی فلمیں نہیں ہیں - میں کہتی ہوں سلطان ٹیپو اور محمد بن قاسم کیا سینما دیکھنے والے تھے ؟ وہ تو اتنے غیور تھے - جب ہم سینما کو اتنی اہمیت دیں گے تو اس پر اگر ٹیکس نہ لگایا جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا ؟

~~[illegible]~~

جس قوم نے طاؤس و رباب کی حمایت کی ان کا جو حال ہوا وہ آپ سب جانتے ہیں - جناب والا ! میں یہ کہوں گی جس کلاس پر ٹیکس لگایا ہے جو اس سے آمدنی ہوگی وہ فلاح و بہبود اور رفاہ عامہ پر خرچ کی جائے گی - یہ وہی منشور ہے جس کے متعلق ہمارے قائد عوام کہتے ہیں -

~~ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز~~

یعنی مساوات محمدی میں اس سے اور بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا - جناب والا ! میرا خیال ہے یہ ٹیکس بہترین ٹیکس ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ لگانے چاہئیں اس لیے اگر یہ ٹیکس نہ لگے تو سینما جانے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی جائے گی - وہ رات کو دیر سے سوئیں گے - صبح دیر سے اٹھیں گے - نتیجہ یہ ہوگا کہ دفتروں کی کارکردگی متاثر ہوگی - وہ جب بیہوش جھومتے جھامتے دفتروں میں جائیں گے تو کیا کام کریں گے ؟ سب سے زیادہ ان کی صحت پر اثر پڑے گا - ڈاکٹر کے لیے فیس کہاں سے لائیں گے ؟ (~~[illegible]~~) پھر وہ کرپشن کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے یہ جو ٹیکس لگایا گیا ہے اس میں وزیر موصوف بالکل حق بجانب ہیں - اس کی میں سو فیصدی تائید کرتی ہوں -

جناب والا ! فلاح و بہبود کے کاموں میں انسان کو جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں - وہی پیسے جو سینما میں دیتے ہیں تو اس کا آپ پھل لے کر مریضوں کے پاس جائیں - وہی پیسے کسی غریب اور یتیم بچی کی شادی پر خرچ کریں یا وہ پیسے کسی سکول

کے نادار کی فیس کے لیے دے دیں تو یہ کام زیادہ ترقی کرے گا اور اس کا زیادہ اثر ہوگا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ! دوسری بات یہ ہے وکیلوں پر پیشہ ورانہ ٹیکس لگا ہے۔ وکیل ایک بہت معزز پیشہ ہے وہ اتنے تو نہیں ہوتے کہ سو روپیہ ادا کرنا ان کے لیے کوئی بوجھ ہے۔ ان کا چھوٹا موٹا کوئی دفتر ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ کافی بارسوخ لوگ ہوتے ہیں۔ وہ افراط زر کی وجہ سے کافی زیادہ کما لیتے ہیں۔ میرے خیال میں ایک بالکل معمولی وکیل پانچ ہزار سے کم نہیں کماتا ہوگا اس لحاظ سے یہ ٹیکس بہت کم ہے۔

مسٹر سپیکر : بیگم صاحبہ! بیگم ریحانہ سرور صاحب سے مشورہ کیجئے۔

(قہقہہ)

بیگم اکرم حیات ملک : جناب والا ! میں حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ میرے میاں خود وکیل ہیں۔

مسٹر سپیکر : پھر بیگم صاحبہ آپ کی سٹیٹمنٹ بھی ان کے خلاف استعمال کی جا سکتی ہے۔

بیگم اکرم حیات ملک : جناب والا ! مجھے پتا ہے لاہور کے وکیل ایک پیشی کے پانچ ہزار روپے لیتے ہیں۔

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ ہاؤس میں دی ہے کہ ہر ایک وکیل پانچ ہزار روپیہ کماتا ہے۔ میں جناب کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کیا ان کے میاں پانچ ہزار ماہوار کے حساب سے ٹیکس بھی دیتے ہیں یا وہ ٹیکس چرا جاتے ہیں ؟

بیگم اکرم حیات ملک : جتنا ٹیکس لگا ہے اتنا وہ ضرور دیتے ہیں۔ ہم نے کبھی اس قسم کا سوچا ہی نہیں ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہی تھی نیکی کے اور بھی بہت سے کام ہیں۔ وکیلوں پر جو یہ ٹیکس لگا ہے پھر بھی ہم اس کی پرزور حمایت کرتے ہیں۔ اگر یہ سینما پر لگا ہے تو یہ اور بھی مستحسن قدم ہے۔ اس سے جو فائدہ ہوگا وہ پوری قوم کی فلاح و بہبود کے حق میں ہوگا۔ میں پھر ایک دفعہ وزیر خزانہ صاحب کو مبارک باد دیتی ہوں کہ ان کی فہم و فراست اور مدبرانہ پالیسی کی وجہ سے اور قائد عوام کی ہدایات کے مطابق یہ جو ٹیکس لگا ہے یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس سے غریبوں کو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن جو دے سکتے ہیں جن کی دینے کی صلاحیت ہے ان اگر تھوڑا بہت فرق پڑے گا یہ قربانی بھی ان کے لیے جائز ہے۔ اتنی قربانی تو کم از کم قوم کے لیے کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

میاں محمود الحسن ڈار (لائل پور۔ 4) جناب سپیکر! میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک متوازن بجٹ پیش کرکے غریب عوام کی خدمت کی ہے۔ جیسا کہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو ہمیشہ فرماتے ہیں کہ میں غریبوں کا ساتھی ہوں۔ مزدوروں کا ساتھی ہوں اس کا ثبوت دینے کے لیے انہوں نے یہ متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں جو ٹیکس لگائے گئے ہیں وہ ٹیکس بالکل حق بجانب ہیں۔ یہ اپر کلاس کے لوگوں کے لیے لگائے گئے ہیں جن کی زیادہ آمدنی ہے۔ نچلے طبقے کے آدمی جن کی کم آمدنی ہے ان سے پوری ہمدردی کرکے ان پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔

جناب والا! موٹر گاڑیوں پر ٹیکس کے بارے میں یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے دوست یہاں پر مختلف رائے رکھتے ہیں۔ ٹرانسپورٹر ایک سال میں ایک بس دوسرے سال میں دو بسیں لے لیتا ہے۔ پتا نہیں وہ کہاں سے دو بسیں لے لیتا ہے جب یہ لوگ پیشہ اختیار کریں تب ان کو پتا چلے کہ بس والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟ ایک بس دو اڑھائی لاکھ سے کم نہیں بنتی دو اڑھائی لاکھ روپیہ ایک سال میں پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ چار چار چھ چھ سال لگ جاتے ہیں بسوں والوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اب موجودہ پالیسی میں مزدوری اور مرمت

کے پیسے بھی نہیں نکال سکتے - پہلا زمانہ چلا گیا کہ جب بڑے بڑے ٹرانسپورٹر ہوتے تھے - بڑی بڑی کمپنیاں ہوتی تھی آج تو یہ حالت ہے ایک بس میں سات آٹھ دس دس حصے دار ہیں وہ بھی ہمارے غریب ساتھی ہیں - ٹھیک ہے وہ بھی اس ٹیکس کو جہاں دوسرے ٹیکس دیتے ہیں یہ ٹیکس دیں گے لیکن ساتھ ساتھ میں یہ ضرور عرض کروں گا ان کے لیے بہتر سہولتیں پیدا کی جائیں - کم از کم جنرل بس سٹینڈ پر جا کر آپ حالت دیکھیں وہاں پر جگا ٹیکس لینے والے غنڈہ عنصر اب بھی موجود ہیں - لاہور کی بات کریں - لائل پور کی بات کریں - آپ نے اخبارات میں پڑھا بھی ہوگا میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا جہاں پر آپ نے خاص طور پر بسوں پر ٹیکس لگایا ہے آپ ان کے اڈوں پر بھی جا دیکھیں - ان کو تحفظ دیں کم از کم وہ لوگ ان سے نجات حاصل کر سکیں -

جناب والا ! سینما کے متعلق عرض یہ ہے کہ آپ نے اپر کلاس کے لوگوں کے لیے ٹیکس لگایا ہے - بہت اچھا ہے کیونکہ زیادہ آمدنی والے لوگوں کے لیے یہ ٹیکس لگایا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سینما والوں کے اوپر کوئی ٹیکس نہیں لگایا - سینما والوں کی بات سن لیں - جب یہ ائر کنڈیشنر کا سر چارج کرتے ہیں تو وہ ایر کنڈیشنر چلاتے کیوں نہیں ہیں ؟ سردیوں میں بھی ہیٹر نہیں چلاتے ہیں - سر چارج سردیوں میں بھی کرتے ہیں - اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپر کلاس پر ٹیکس لگایا ہے اس چیز کے متعلق میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا اس چیز کا ذرا خیال کر لیں وہ ٹیکس پورا لیں - یہ نہ ہو کہ وہ بہانہ تلاش کرکے عوام سے زیادہ چارج کریں - میں سمجھتا ہوں اپر کلاس ہو - لوئر کلاس ہو ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں - ہم عوام میں سے ہیں یہ نہیں ہم ان سے نفرت کریں کہ یہ اپر کلاس ہے - یہ لوئر کلاس ہے -

جناب والا ! تیسری بات میں پیشہ ورانہ ٹیکس کے متعلق عرض کرونگا - ٹھیک ہے پیشہ وارانہ ٹیکس بھی آمدنی والوں پر لگا ہے لیکن کیا

یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ کیٹیگری وائز ٹیکس لگاتے ؟ اس کی پوزیشن یہ ہے کہ سو روپیہ ہر وہ آدمی دے گا خواہ وہ سال کا دو سو روپیہ ٹیکس دیتا ہے ۔ ایک وہ بھی ہوگا جو دس ہزار یا بیس ہزار روپے دیتا ہے تو وہ بھی سو روپیہ دے گا ۔ اس لیے بہتر یہ تھا کہ کوئی کیٹیگری بناتے اور ان بڑوں کو دیکھتے جو ہزاروں لاکھوں روپے لوٹ کھسوٹ کر کے یا غریبوں کے خون پسینے کی کمائی اکٹھی کر کے اپنے پیٹ بھر رہے ہیں ۔ کم از کم ان پر تو ہم ٹیکس لگا کر یہ بتاتے کہ تم جو خون چوس رہے ہو یہ بند کرو ۔ اس کے ساتھ میں یہ عرض کرونگا کہ یہ جو گاڑیوں کے ٹیکسز ہیں مثلاً ٹیکسی والوں اور رکشا والوں پر یہ مڈل کلاس اور نچلے طبقے کے لوگ ہیں مگر ان کا رویہ کچھ درست نہیں ہے ۔ میں آج کا واقعہ آپ کو بتاتا ہوں کہ ابھی ابھی میں لائلپور سے جب لاہور سٹیشن پر آیا تو سٹیشن سے رکشا پر بیٹھ کر میں اسمبلی ہال تک آیا تو رکشا والے نے میٹر نہیں چلایا ۔ میں نے پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے تو وہ کہنے لگا کہ وہاں پر ٹیکس لگ گیا ہے اس لیے میں نے ایسا کیا ہے ۔ جناب والا ! ٹیکس تو یکم جولائی سے ہوگا اور ان لوگوں نے پہلے سے ہی باتیں کرنے شروع کردی ہیں ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا بھی خیال رکھیں کہ اس سے جو نقصان ہوگا وہ ہمارے غریب نچلے طبقے کے لوگوں کا ہوگا کیونکہ ٹیکسی اور رکشا پر نچلے طبقہ کے لوگوں نے سفر کرنا ہوتا ہے نہ کہ کار والوں نے کرنا ہوتا ہے ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Yes, Mr Awan, the back bencher.

مسٹر احمد سعید اعوان : جناب سپیکر ! 78-1977ء کے فنانس بل میں چار نئے ٹیکس نہیں بلکہ ان پرانے ٹیکسوں میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے ۔ جناب والا ! پہلا ٹیکس موٹر وھیکل پر لگایا گیا ہے اس کے متعلق میرے بعض فاضل دوستوں نے کہا یہ ٹیکس زیادہ ہے ۔ میں بالخصوص قائد

حزب اختلاف کی خدمت میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اب جب کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ہر قسم کی اجارہ داری کے خاتمے کا عہد کر رکھا ہے ۔ اس سلسلے میں ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے روٹ کمپنیوں کو دینے کی بجائے ذاتی طور پر دیے گئے ۔ وہاں پر آج تھرڈ کلاس ٹرانسپورٹر چاہے اس میں دو حصے دار ہوں چاہے اس میں دس حصے دار ہوں لیکن ہر روٹ پر 25 روپے سے لے کر 110 روپے فی پھیرا کے حساب سے جگا ٹیکس لیا جا رہا ہے ۔ اگر ٹرانسپورٹر چھوٹے روٹ پر فی پھیرا 25 روپے غنڈہ ٹیکس یا جگا ٹیکس دینے کو تیار ہے ، اگر وہ لائلپور سے لے کر راولپنڈی تک اور لاہور سے لے کر راولپنڈی تک 90 روپے اور ایک سو روپیہ فی پھیرا دینے کو تیار ہیں تو کیا جناب والا ! یہ جو معمولی ٹیکس سات فیصد یا دس فیصد بڑھا ہے دینے کو تیار نہیں ہیں ؟

جناب والا ! اگر وہ وہاں پر اتنا غنڈہ ٹیکس دے رہے ہیں اگر وہ یہ ٹیکس حکومت کو دیں تو میں ان کے ساتھ ہوں ۔ میں ان کے ساتھ تعاون کرونگا ۔ ہم ان کی یہ آواز ہاؤس میں پہنچانے کو تیار ہیں کہ اگر آپ ان سے ٹیکسز لیتے ہیں تو خدا کے لیے آپ اڈوں پر اپنے ملازمین بٹھا دیں کہ وہ بسوں کو خود چلائیں ۔ وہ ان سے پانچ روپے فی پھیرا لے لیں لیکن ٹرانسپورٹروں سے جو ہر روز 110 روپیہ فی بس لیا جاتا ہے ۔ اگر اس کی دو بسیں ایک وقت جائیں تو اسے دو سو بیس روپے روزانہ دینے پڑتے ہیں جو حکومت کے ٹیکس کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے بلکہ ہزاروں فیصد زیادہ ہے ۔ اس لیے جناب والا ؟ ٹرانسپورٹ پر جو ٹیکس لگا ہے وہ کوئی زیادہ ٹیکس نہیں ہے بلکہ اصل جو بیماری ہے اس کی طرف ٹرانسپورٹرز حضرات اپنی توجہ دلائیں ۔ حکومت سے مراعات لیں ۔ حکومت نے پہلے بھی مراعات دی ہیں ۔ لیکن یہ ٹیکس جو لگایا گیا ہے یہ جائز ہے اور بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ایسا ہونا لازمی امر ہے ۔ جناب والا ! یہ ٹرانسپورٹ سڑکوں پر چلتی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ پہلے ایک میل سڑک پچاس ہزار روپے میں بنتی تھی اور آج ایک میل سڑک تین لاکھ روپے میں بنتی ہے ۔ لہذا انہی ٹیکسز پر یہ کاروبار چلتا ہے ۔

اس کے بعد میں entertainment ٹیکس کے متعلق عرض کرونگا ۔ میں قائد حزب اختلاف کا مشکور ہوں کیونکہ متحدہ محاذ والوں نے ہمیں کافر کہا ۔ انہوں نے یہ کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی اس ملک کے اندر بے حیائی پھیلانا چاہتی ہے لیکن آج انہیں اس بات پر احساس ہے اور اس بات فخر ہے کہ وہ بے حیائی پھیلانے کے لیے اس ہاؤس میں احتجاج کریں کہ سینما ٹیکس نہیں لگنے چاہئیں جب کہ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے یہ ٹیکس بڑھایا ہے اس نیت سے بڑھایا ہے کہ جب اسلام آیا تو تمام سزائیں تمام قدغنیں فوراً نہیں لگی تھیں بلکہ وقفے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ان چیزوں کا عادی بنایا گیا ۔ شراب کی شرط فوراً نہیں لگائی گئی ۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا فوراً نہیں لگائی گئی ۔ بلکہ تمام سزائیں لوگوں کو بتا بتا کے ان کو اس مقام پر لایا گیا جہاں لوگ ان سزاؤں کو قبول کرنا چاہیں ۔ آج جب کہ ہم نظام مصطفی کی طرف جا رہے ہیں ۔ آج جب کہ ہم اس ملک کے اندر اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں ۔ آج جب کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک سے برائیاں ختم ہوں آج اگر ڈاکٹر عبدالخالق نے ایک اصلاحی پہلو کو مد نظر رکھ کر entertainment ٹیکس لگایا ہے تو ایک مستحسن اقدام ہے ۔

جناب والا ! آج سینما میں دیکھیں کہ جو فرسٹ گیلری اور سیکنڈ کلاس گیلری ہیں ان میں سفید پوش بزرگوں کی اور سفید پوش ملازمین کی اور غریب طبقہ کی عورتیں ، چار چار بجائے بیس بیس خواتین اپنی بہنوں و اپنی بیٹیوں کو اپنے رشتہ داروں کو لے کر جاتی ہیں اور سفید پوش طبقے کے لیے ایک مصیبت بنی ہوئی ہیں ۔ اس لیے جناب ! ٹیکسز لگیں گے اور اصلاحی پہلو نکلے گا ۔ اس طریقے سے ان کو یہ احساس ہوگا کہ واقعی پاکستان پیپلز پارٹی نظام مصطفیٰ کی طرف جا رہی ہے ۔ تو کیا قائد حزب اختلاف یہ فرمائیں گے کہ اگر نظام مصطفیٰ نافذ کرنا چاہتے ہیں تو وہ یہاں پر جگا گجر جیسی فلمیں چلانے کی اجازت دیں گے اپنی ماں بہنوں کو یہ کہیں گے کہ آپ کے لیے ٹکٹ کم کر دیا جائے ۔ آپ جا کر فلم

دیکھیں تو ہمیں خوشی ہوگی ۔ اس لیے جناب یہ ہمارا اصلاحی پہلو ہے ۔ ہم برائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں ہم نے عوام پر یہ ٹیکس نہیں لگایا ۔ سینما دیکھنا کوئی فرض نہیں ہے ، سنت نہیں ہے بلکہ یہ عیاشی ہے اور ہم عیاشی کے خلاف ہیں ۔ ہم غریب لوگ ہیں ہم نے روٹی کپڑا اور مکان دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے (نعرہ ہائے تحسین) ہم اس کی طرف جا رہے ہیں ۔

جناب والا ! یہ جو ٹیکس لگایا گیا ہے اور جیسے ایم ۔ ڈی چودھری صاحب نے کہا ہے کہ میں بھی ڈاکٹر صاحب سے کہونگا کہ entertain-ment ٹیکس کنٹونمنٹ ایریا کے سینماؤں پر لاگو کیا جائے اور بل میں ترمیم کی جائے تا کہ وہ لوگ جو لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں اسے بند کیا جا سکے ۔ تیسری بات جناب والا ! پروفیشنل ٹیکس کے متعلق عرض کرونگا ۔ پروفیشنل ٹیکس کی جو شرح بڑھائی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھی چیز ہے اس لیے کہ انکم ٹیکس کی شرح کم ہوگئی ہے ۔ پہلے انکم ٹیکس کی شرح زیادہ سے زیادہ 70 فیصد تھی اور اب وہ پچاس فیصد کردی گئی ہے ۔ اسی طرح لمیٹڈ کمپنیوں کو قائد عوام نے کافی حد تک رعایت دی ۔ اس طریقے سے جناب والا ! جو پروفیشنل ٹیکس لگایا گیا ہے وہ کسی صورت میں زیادہ نہیں ہے اور آخری ٹیکس جناب والا ! پراپرٹی کی رجسٹریشن کا ٹیکس ہے ۔ جسے میں نے بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ gain ٹیکس کو بچانے کے لیے ہزاروں روپے کی رشوت دی جاتی ہے ۔ ایک پراپرٹی جو آج سے پانچ سال پہلے پانچ ہزار کی تھی دس ہزار کی تھی آج وہ دس لاکھ روپے کی ہے لیکن gain ٹیکس نہیں روا کیا جاتا تو کم از کم اگر gain ٹیکس صحیح طریقے پر وصول نہیں کیا جا رہا تھا تو اس طریقے سے یہ نیا ٹیکس لگانے کے بعد یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو لوگ اس کاروبار میں پڑے ہوئے ہیں جن کا یہ پیشہ ہے اور جو ٹیکس بچاتے ہیں کم از کم ان کو اس طریقے سے حکومت کے خزانے میں اپنے منافع میں سے کچھ حصہ دینا پڑے گا ۔ میں آخر میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو مبارکباد پیش کرتا

ہوں کہ جس طریقے سے انہوں نے اس خسارے کو تین فیصد گورنمنٹ کے اخراجات میں کٹ لگا کر اور اس کے بعد یہ ٹیکسز جن کا تعلق براہ راست عوام سے نہیں ، غریب آدمی سے نہیں پورا کرنے کی کوشش کی ہے - یہ ان کے لیے قابل تحسین کارنامہ ہے -

مسٹر سپیکر : مسٹر بدرالدین چودھری -

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! ایک نکتہ وضاحت طلب ہے جس کے متعلق میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ابھی جناب احمد سعید اعوان نے فرمایا ہے کہ ابھی تک جگا ٹیکس بسوں والے وصول کرتے ہیں - تو جناب والا ! کیا یہ حکومت کی ایڈمنسٹریشن کی ناکامی نہیں ہے کہ اس کے دور میں جب اس کی اپنی حکومت ہے اور پھر کوئی شخص جگا ٹیکس وصول کرے اور حکومت اس کو نہ روکے ؟ عالی جاہ ! دوسری چیز یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ سینما پر ٹیکس لگنا چاہیے اور حزب اختلاف نہیں چاہتی کہ یہ ٹیکس لگے - جناب والا ! میں تو یہاں تک تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں کہ وہ سینما کو ختم کردیں تو میں لبیک کہنے کے لیے تیار ہوں -

مسٹر سپیکر : مسٹر بدرالدین چوھدری -

چوھدری بدر دین : جناب والا ! آج فنانس بل پر اس معزز ایوان میں بحث ہو رہی ہے میں جناب فنانس منسٹر کو مبارک باد پیش کروں گا کہ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹیکس کا بوجھ ان لوگوں پر ڈالا ہے جو اس کے متحمل ہیں اور وہ اس کو بخوبی ادا کر سکتے ہیں ٹیکس کا بوجھ ان لوگوں پر نہیں ڈالا جو اس کو ادا نہیں کر سکتے - جناب والا ! دیکھنے کی بات یہ ہے اور اس کی ضرورت بھی یوں محسوس ہوئی کہ نئے ٹیکس لگائے گئے - پچھلے چند ماہ میں اس ملک میں نظام مصطفیٰ کے نام پر جو معاشی بحران پیدا ہوا ہے بنکوں کو لوٹا گیا

ہے ملک کی معیشت کو تباہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح ملک میں پیداوار کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے اس صوبہ پنجاب میں چند ٹیکس لگائے گئے ہیں ۔ ٹیکسوں کو لگاتے وقت اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ اس سے غریب، عوام متاثر نہ ہو یہ ایک حقیقت ہے جب حکومت مراعات دے تو اس کے عوض میں ٹیکس نافذ کرتی ہے ۔ عوامی حکومت نے جب اس ملک میں مساوات پھیلی کی طرف ایک عملی قدم اٹھایا تو اس سے ملک میں ٹیکس کی کمی کی وجہ سے خسارہ ہوا ، شراب ، جوا کی پابندی سے کروڑوں روپے کا اس صوبے کو نقصان ہوا جو حکومت ٹیکس کے طور پر وصول کیا کرتی تھی اسی طرح ٹیکس کی کمی میں کسی بھی قسم کی مراعات نہیں دی جاتیں بدیں وجہ چند ایک ٹیکس تجویز کئے گئے ہیں ۔ جناب والا ! میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اس کی تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور اس پر اچھی طرح روشنی ڈالی جا چکی ہے ۔ مجھے آج اس بات کا بہت زیادہ دکھ ہوا ہے عوام کی ایک سستی تفریح پر تنقید کی گئی ہے ۔ غریبوں کے لیے سینما ایک بہت سستی تفریح ہے ہمارے ملک میں نائٹ کلبیں نہیں ہیں اور اسی قسم کی اور کوئی تفریح موجود نہیں ہے صرف ایک سینما سستی تفریح ہے ۔ یہ ایسی تفریح ہے جو ہر شخص اور ہر طبقے کے عوام اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن آج ہم اس ملک میں اگر اس کی ممانعت کر رہے ہیں اور اس تفریح کے دروازے بند کر رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کسی صورت میں بھی ملک کی خدمت نہ ہوگی ۔ مجھے اس بات سے اتفاق ہے کہ سینما کے چھوٹے درجوں کو چھوڑ کر اعلیٰ درجوں پر ٹیکس عائد کیا گیا ہے لیکن اسلام کے نام نہاد نمائندگان نے اس سستی تفریح پر بھی تنقید کی ہے اور وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عوام کو اس تفریح سے فائدہ ہو اسی طرح موٹر گاڑیوں پر جو ٹیکس عائد کیا گیا ہے مجھے اس بات پر تھوڑا سا دکھ ہے ۔ یہ ٹیکس رکشہ ، ٹیکسی ، منی بسوں پر عائد کیا گیا ہے رکشہ ، منی بسیں غریبوں کے لیے ایک سستی سواری ہے اگر ان پر ٹیکس عائد کر

دیا گیا تو اس سے جناب والا ! چھوٹے طبقے کے لوگ اور عام لوگ متاثر ہوں گے ۔ میں وزیر خزانہ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اگر رکشہ والوں کو اس ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیں اور دوسری بڑی بڑی گاڑیوں پر ٹیکس عائد کر دیں تو میرے خیال میں یہ بڑا مستحسن قدم ہوگا اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوگا ۔ رکشہ والا ، ایک قلیل سرمائے سے اپنا کاروبار شروع کرتا ہے وہ محنت کرتا ہے اور اس سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے اگر اس پر ٹیکس لگا دیا گیا تو وہ مجبور ہو جائے گا کہ وہ ناجائز طریقے سے روپیہ کمائے جس سے معاشرے میں تکالیف کا سامنا ہوگا ۔ اور غریبوں کو بالخصوص تکلیف ہوگی ۔ ان معروضات کے ساتھ میں اس بل کی پر زور حمایت کرتا ہوں ۔

~~مسٹر سپیکر : شیخ باسط جہانگیر ۔~~

~~شیخ باسط جہانگیر :~~ جناب والا ! فنانس بل ہو یا مالیہ کا بل ہو یا اور کوئی بل ہو جو بھی اس ایوان میں زیر بحث آیا ہماری چونکہ ایک نظریاتی پارٹی ہے اور ہمارا ملک بھی ایک نظریاتی ملک ہے اور دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ معزز ایوان جو پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کی نمائندگی کرتا ہے اور عوام کے دلوں کی ترجمانی کرتا ہے لیکن اس ایوان میں آ کر ہماری سوچ وہ سوچ نہیں ہوتی ہمارے اصول وہ اصول نہیں رہتے جن اصولوں پر ہم منتخب ہو کر یہاں پہنچے ہیں ۔ اس سے بڑا دکھ ہوتا ہے ایک طرف ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر آئے ہیں اور ایک طرف ہم قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اپنا قائد کہتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ بل کو اگر متوازن نہ ہو تو ہم متوازن کہہ کر مبارک باد کہہ دیتے ہیں اگر اصولی بات کہیں تو کہا جاتا ہے کہ پارٹی کے منشور کی مخالفت کی گئی ۔ اگر ٹرانسپورٹ پر ٹیکس کی بات آئے یا سینما پر ٹیکس کی بات آئے تو ہم اس کی حمایت کرتے ہیں لیکن جہاں غریب عوام کے مفادات پر زد پڑے تو ہم مخالفت کرتے ہیں ۔ آخر ہم نے

چلے سرمایہ داروں کو ختم نہیں کیا اس لیے کہ جب تک ہم اصولوں کو نہیں اپنائیں گے جب تک ہم اپنے میں قربانی کا جذبہ پیدا نہیں کریں گے تو ہم کیسے اس ملک کو چلا سکیں گے ؟ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کا اس قوم پر سب سے بڑا احسان یہ ہے جس بنیاد پر اور جس نظریہ پر جن لوگوں نے پاکستان بنایا تھا وہ ان کے افکار کو عوام میں روشناس کرانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ میں ان فاضل دوستوں سے جو پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر آئے ہیں انہیں یہ کہوں گا کہ خدارا نظام مصطفیٰ اگر لانا ہے تو نظام مصطفیٰ کو لانے کے لیے کون بھاگتا ہے اس نظام کے لانے میں آپ کے جو مفادات پر زد پڑتی ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں ایک آیت شریفہ ہے ۔ ''تمہاری ضرورت سے زیادہ تمہارے پاس جو چیز ہے وہ عوام کے لیے حکومت کے لیے چھوڑ دو'' اس کا مطلب وہی ہے جو علامہ اقبال نے کہا تھا جو قائد اعظم نے کہا تھا اور ذوالفقار علی بھٹو جس پر عمل کرانا چاہتے ہیں ۔ حضور والا ! حزب اختلاف کے چند دوستوں نے سینما کے ٹیکس پر تنقید کی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ تو نظام مصطفیٰ سے باغی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اگر ہمیں ٹکٹ دیں تو ہم آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے ۔ جناب والا ! میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا ۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے ایک بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ حزب اختلاف کے کردار میں بہت کچھ تضاد ہے یہ چاہے آزاد آئیں اگر پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن کی حیثیت سے ان کو ٹکٹ مل جائے گا اور جناب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو تیسری دنیا کے عظیم لیڈر اور فخر ایشیا ہیں ہمیں ٹکٹ ملے یا نہ ملے یہ ان کی پالیسی ہے لیکن ہم حزب اختلاف کا کردار ادا نہیں کر سکتے لیکن ۔ جناب والا ! میں وزیر خزانہ سے ایک درخواست کروں گا میرے ایک فاضل دوست جو حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے ایک نئی روایت قائم کی ہے پہلے حکومت کے ساتھ بولنے کے لیے پرمٹ مانگا کرتے تھے ان کا یہ مطالبہ ضرور پورا کیا جائے ۔ جناب والا !

قائد حزب اختلاف نے تقریر میں کہا ہے کہ سینما پر پابندی لگا دیں ہم یہ مانتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں نظام مصطفیٰ آئے اس میں ملک کی بہتری ہے جیسا کہ میری ایک بہن نے فرمایا ہے سینما ایسی چیز ہے جس سے ہمارے منہ شرم سے جھک جاتے ہیں اول تو کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن کسی وقت چلے بھی جائیں تو سینما میں بیٹھ کر فلم کو دیکھنے کے بعد ندامت محسوس ہوتی ہے سینما ہمارے روز مرہ زندگی کا ترجمان ہو - لیکن کسی حد تک امراء کی زندگی کا عکس تو پیش کیا جاتا ہے لیکن ایک دیہاتی ، ایک غریب کسان اور مزدور کے گھر کا نظارہ جو وہاں دکھایا جاتا ہے وہ کبھی حقائق کے مطابق نہیں ہوتا - میں قائد حزب اختلاف سے یہ کہتا ہوں کہ شاید ان کی اسی بات پر پی - این - اے ان کو ٹکٹ نہ دے کیونکہ آپ نے ان سے کہا ہے کہ اگر آپ ہمیں ٹکٹ دینے کا وعدہ کرتے ہیں تو ہم آ جاتے ہیں - اگر یہی بات آپ جناب ذوالفقار علی بھٹو سے کہیں تو شاید میں بھی یہ کہوں کہ میری جگہ انہیں ٹکٹ دے دیں -

سردار زادہ ظفر عباس : مجھے آپ کی سفارش نہیں چاہیے -

شیخ باسط جہانگیر : آپ کو ایوان کی سفارش تو چاہیے - آپ جدھر بھی جا رہے ہیں ٹکٹ کے لیے جا رہے ہیں -

سردار زادہ ظفر عباس : مجھے ایوان کی سفارش بھی نہیں چاہیے -

شیخ باسط جہانگیر : ویسے ذوالفقار علی بھٹو ایسے لوگوں کو ٹکٹ دینے بھی نہیں - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میرے ایک فاضل رکن جو اپنی تقریر ہمیشہ شعر سے شروع کر کے شعر پر ہی ختم کرتے ہیں ، جب ان کے ذاتی مفاد کی بات نہ ہو تو وہ ذوالفقار علی بھٹو ، حکومت اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کی شان میں نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں لیکن جب ان کی ذات پر زد پڑتی ہے ، چاہے اس سے غریب عوام کا فائدہ ہو ، تو وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں - انہوں نے اس ایوان میں اپنی طرف سے دی گئی

لمبی لمبی مراعات کا ذکر کیا حالانکہ میں نے پڑھا اور سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غریب کی امداد کرے تو یوں کرے کہ اگر وہ بائیں ہاتھ سے دے تو اس کے دائیں ہاتھ کو پتا نہ چل سکے ۔ تو یہ کیا امداد اور خیرات ہوئی کہ آپ سارے صوبے پنجاب میں شور مچانا چاہتے ہیں کہ میں نے اتنے کنال زمین دی ہے ۔ انھوں نے کہا کہ گردن ہماری بھی کٹی ، پھر بھی تم کہتے ہو کہ گلشن ہمارا نہیں ۔ میں آپ کی شان میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ آپ بزرگ ہیں ، آپ پہلے بھی اسمبلی میں تھے ۔

آ تجھ کو بتاؤں کہ تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

اگر آپ ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھی بنے ہیں تو اپنے ہونٹوں کو بند رکھیں ۔ لوگوں کو تو خون بھی دینا پڑے ۔ ۔ ۔ ۔

مسٹر سپیکر : براہ مہربانی آپ کرسی صدارت کو مخاطب کریں ۔

شیخ باسط جہانگیر : جناب والا ! میں معذرت خواہ ہوں ۔ اب میں کرسی صدارت کو مخاطب کرونگا ۔ یہاں پر ٹرانسپورٹ پر ٹیکس کی بات کی گئی ہے ۔ ایک بس میں میرا بھی تھوڑا سا حصہ ہے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ ہمارے ملک کے ذرائع آمدن میں سے سب سے بڑا ذریعہ ٹیکس ہیں اور ان ٹیکسوں سے ہی ملک چلتا ہے ۔ ہماری ترقی ، ہمارے تعلیمی اور دیگر مسائل اور ہماری تکالیف اس وقت تک حل نہیں ہو سکتیں جب تک حکومت کے پاس اتنا سرمایہ نہ ہو جتنا اس ترقی کے لیے چاہیے ۔ میں اس بات پر جناب ڈاکٹر عبدالخالق کو مبارکباد دونگا کہ وہ پہلے وزیر خزانہ ہیں جنھوں نے اس بجٹ کو پارٹی کے منشور کے مطابق ڈھالا ہے ۔ اگر انھوں نے ایک طرف امراء پر ٹیکس لگایا ہے تو دوسری طرف کچی آبادیوں اور پانچ مرلہ سکیم کے لیے بھی ایک کثیر رقم رکھی ہے ۔ اس ایوان کے بہت سے ارکان یقیناً ذاتی طور پر ڈاکٹر صاحب سے ناراض ہوں گے لیکن جو لوگ نظریاتی ہیں اور

پیپلز پارٹی کے اصولوں کی خاطر اس ایوان میں آئے ہیں وہ ہمیشہ انہیں خراج تحسین پیش کریں گے ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اس فنانس بل کی پر زور حمایت کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : مسٹر علی اصغر کیانی !

مسٹر علی اصغر کیانی : جناب والا ! مجھے اس بات سے دکھ ہوتا ہے کہ گزشتہ 25 سالوں تک ہر سرمایہ دار اور ہر جاگیردار اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ہمیشہ اسلام کو استعمال کرتا رہا ۔ لیکن آج جب پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی ہے تو ہم نے وہ راستہ بند کر دیا ہے کہ وہ اسلام کو استعمال کر سکیں ، تو آج وہی لوگ غریبوں کا نام لے کر اپنے مفادات کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ جناب والا ! میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ تین چار ماہ پہلے جب اس ملک میں بحران پیدا ہوا ، نقصانات ہوئے اگر ان نقصانات کو ٹیکس لگا کر پورا نہ کیا جائے تو کیا ان لوگوں نے کوئی خیرات دی ہے یا امداد کی ہے ؟ کہ چلو ہم مال دار ہیں ، ملک کو اتنا نقصان ہوا ہے ، ہم سے بھی کچھ حصہ لے لیں ۔ یہ لوگ تو صرف اپنے مفادات کی خاطر غریبوں کا نام استعمال کرتے ہیں ۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ ہم لوگ غریب طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اگر غریبوں پر بھی کوئی ٹیکس لگ جاتا تو ہم اس کو ضرور قبول کرتے ۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ صرف غریبوں کا نام استعمال نہ کریں ۔ اگر وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں تو وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا نام لیں اور غریبوں کا نام مت استعمال کریں ۔ ٹرانسپورٹ پر ٹیکس کے سلسلے میں میرے کچھ معزز دوستوں نے بتایا کہ ایک بس میں دس دس اور بارہ بارہ حصے دار ہوتے ہیں ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر دس دس اور بارہ بارہ آدمی ایک بس میں حصہ دار ہوتے ہیں تو پھر صرف ایک روپیہ فی آدمی اس ٹیکس کا بوجھ پڑے گا جو اتنا زیادہ نہیں کہ وہ اس پر اتنا شور مچائیں ۔ دوسرا ٹیکس سینماؤں پر لگایا گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیکس بھی چھوٹے طبقے پر نہیں لگایا گیا جو کبھی کبھار سینما کا منہ دیکھتا ہے ۔ یہ ٹیکس ان لوگوں پر

لگایا گیا ہے جو عیاشی کی خاطر پر دوسرے تیسرے روز سینما دیکھتے ہیں - تیسرا پیشہ ورانہ ٹیکس ہے - اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ جن لوگوں کی آمدنی کل تک ایک سو روپیہ ماہوار تھی آج وہ 1500 اور 2000 روپے ماہوار آمدنی حاصل کر رہے ہیں - اگر ان پر ایک سو روپے ٹیکس لگ جائے تو کوئی بڑی بات نہیں - آخر میں میں اس فنانس بل کی حمایت کرتا ہوں - شکریہ -

مسٹر سپیکر : مسٹر برکت علی غیور !

مسٹر برکت علی غیور : جناب والا ! اس بجٹ میں جو ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ مجبوری کی حالت میں لگائے گئے ہیں کیونکہ پچھلے چند ماہ کے دوران ہمارے ملک میں جو واقعات ہوئے ان کے نتیجے میں ہماری معیشت کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ظاہر ہے اس کو پورا کرنے کے لیے فنڈز کی ضرورت ہے جس کو پورا کرنے کے لیے یہ ٹیکس لگائے گئے ہیں - اس میں ایک بات پیش نظر رکھی گئی ہے جس میں میں سمجھتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی فلاسفی ضرور کار فرما ہے جس کے تحت یہ کوشش کی گئی ہے کہ کسی غریب شخص پر ان ٹیکسوں کا زیادہ بوجھ نہ پڑنے پائے - جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ اور ارباب حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں ٹیکس لگانا یا ان کی منظوری دے دینا تو معمول کی بات ہے لیکن اصل مسئلہ ان ٹیکسوں کی وصولی کا ہے - تو اس طرف حکومت کو زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے - اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر صاحب ایوان میں موجود نہیں ورنہ میں ان سے یہ عرض کرنی چاہتا تھا کہ سینما ٹیکس کے بارے میں یہاں بہت کچھ کہا گیا - ممبر منتخب ہونے کے بعد تو مجھے نہ سینما دیکھنے کا خیال آیا اور نہ ہی اتنا وقت ملا کہ کبھی سینما دیکھیں لیکن پہلے کبھی کبھار لاہور یا دوسری جگہوں پر مجھے سینما دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے - میں نے ایک بات بڑی شدت سے محسوس کی کہ بڑی دیدہ دلیری ، سینہ زوری اور بڑی دھاندلی سے اس سینما ٹیکس کی چوری ہوتی ہے آپ کسی سینما میں جائیں ٹکٹ کے جس حصے پر ٹیکس والا ٹکٹ لگا

ہوتا ہے وہ دیتے ہی نہیں - وہ کہتے ہیں کہ سالم ٹکٹ دے دو اور اندر چلے جاؤ اور اس طریقے سے وہ ان ٹکٹوں کو بار بار چلاتے ہیں اور ٹیکسوں کی چوری جاری رہتی ہے - میں جناب ڈاکٹر صاحب سے عرض کرونگا کہ وہ خود بھیس بدل کر یا اپنے کسی خاص آدمی کو بھیج کر چیک کریں کہ کس کس طریقے سے اس ٹیکس کی چوری کی جا رہی ہے - میرے خیال میں اگر اس کی چیکنگ کا انتظام ہو جائے تو اس ٹیکس کی چوری رک سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں اتنی رقم جمع ہو سکتی ہے جس سے ہم اس ملک میں صحت مند قسم کی تفریح گاہیں مہیا کر سکیں -

حضور والا ! میں نے جو بات کی تھی ممبر منتخب ہونے سے پہلے کبھی کبھار سینما کا اتفاق ہوتا تھا - میں یہ دیکھنے کے لیے جاتا تھا کہ 1947ء کے بعد ہمارے فلم ساز پنجاب کی دوشیزاؤں کو جس قسم کے ماحول میں پیش کرتے ہیں کہ میلہ لگتا ہے ، ایک طرف سے ڈانگیں پکڑ کر پنجاب کی دوشیزائیں بھی ڈانس کر رہی ہوتی ہیں ، بھنگڑا ڈال رہی ہوتی ہیں اور نوجوان گبھرو بھی بھنگڑا ڈال رہے ہوتے ہیں ، کیا اب بھی اسی قسم کے بھنگڑے کا سلسلہ جاری ہے ؟ میں یہ بھی دیکھنے کے لیے جاتا ہوں کہ یہ جو سلسلہ شروع ہوا تھا کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ ، بڑی بد تمیزی اور بے حیائی کے ساتھ ڈائیلاگ کرتا ہے یا بیٹی اپنے والدین کے سامنے اپنے عشق کا اظہار کرتی ہے ، کیا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے یا اس میں کوئی کمی ہوئی ہے ؟ بہرحال یہ چیزیں دیکھنے کے لیے جاتا رہا ہوں کہ فلموں میں کوئی اصلاح کی بات ہوتی یا نہیں - لیکن میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ٹیکسوں کی ریکوری کے سلسلہ میں ٹیکس کی چوری کے اس سلسلے کو ختم کر دیا جائے - تو اس کے نتیجے میں میں سمجھتا ہوں کہ اتنی آمدنی ہو سکتی ہے کہ کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جا سکتا ہے - جو عوام کو صاف ستھری اور بے حیائی سے پاک تفریح کے مواقع اور سامان فراہم کر سکتا ہے - ایسا ادارہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ جو ہم نے سنسر شپ بورڈ قائم کیا ہوا ہے ، اس کی کوئی معاونت کر سکے اور اسے یہ بھی کہے کہ بابا ، عقل کے

نخن لو ، فلمیں ایسی ہونی چاہییں جنہیں کوئی شریف آدمی اپنی بیوی ، بیٹی یا بہن کے ساتھ بیٹھ کر ، اگر وہ غلطی سے سینما چلا ہی جاتا ہے تو وہ فلم دیکھ سکے ۔ اس کے ساتھ میں ایک اور عرض بھی کرونگا ۔ یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا ۔ کچھ عرصہ قبل سیٹوں کے اوپر جو ٹیکس لگایا گیا تھا ، وہ میں سمجھتا ہوں کہ سینما اونرز نے ایکسائز کے حکام کے ساتھ ساز باز کر کے اس سکیم کو ناکام بنا دیا تھا ۔ لیکن اگر اس سکیم کا اجرا کردیا جائے تو اس کے نتیجے میں میں سمجھتا ہوں کہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ میں اب جو آمدنی ہو رہی ہے ، اس سے دگنی آمدنی ہو سکتی ہے ۔

جناب والا ! رجسٹریوں کے اوپر جو ٹیکس لگایا ہے ، یہ کوئی بہت بڑا بوجھ نہیں ۔ لیکن جب ہم کوئی ٹیکس لگاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہمیں اس کے عوض کچھ سہولتیں بھی فراہم کرنی ہوں گی ۔ میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر خزانہ صاحب اور وزیر مال صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ جب شہری یا دیہاتی جائیداد کی رجسٹریاں کروانی پڑتی ہیں تو لوگوں کو اس قدر ذلیل اور رسوا ہونا پڑتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ۔ سب رجسٹرار منہ مانگی رشوت وصول کرتے ہیں ۔ جب تک ان کے ریڈروں کو ، جو رجسٹری محرر ہوتے ہیں ، منہ مانگا معاوضہ نہ دیا جائے ، جو سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے میں ہوتا ہے ، اس وقت تک سب رجسٹرار صاحب ان چند الفاظ پر کہ ''میرے روبرو یہ لین دین ہوا ہے'' ، دستخط نہیں کرتے ۔ اگر یہ رشوت نہ دی جائے یا جو بائع یا مشتری رشوت دینے سے انکار کرے تو رجسٹری کرنے والے ملازمین نے اتنے چور دروازے رکھے ہوئے ہیں کہ دس دن بیس دن دو ماہ تک بھی رجسٹری نہیں ہو سکتی ۔ کبھی کہتے ہیں کہ فلاں سرٹیفکیٹ لاؤ ، کبھی کہتے ہیں کہ فلاں ثبوت لاؤ ، کبھی کہتے ہیں فلاں کلیرنس سرٹیفکیٹ لاؤ ۔

جناب والا ! میں ڈاکٹر صاحب سے الگ مل کر بھی اپنی تجاویز پیش کرونگا کیونکہ اب وقت نہیں ، بہرحال یہ طریقہ رجسٹری کا یکسر تبدیل ہونا چاہیے اس طریقے سے کہ جونہی کوئی رجسٹری پیش کرے ، وہ اسی

روز ہو جانی چاہیے اور اس کے اوپر چند سطریں لکھنے پر دس بیس ہزار سے لے کر چار پانچ سو روپے تک کی جو رشوت دینی پڑتی ہے ، وہ نہ دینی پڑے ۔ طریقہ بالکل آسان اور سادہ ہونا چاہیے ۔ یہاں میں یہ بھی عرض کرونگا کہ پٹواریوں کا زبانی انتقال ختم ہونے کے نتیجے میں تحصیل داروں کی آمدنی میں جو کمی واقع ہوگی اس کا مجھے احساس ہے اور میں یہ عرض کرونگا کہ رجسٹری کی فیس میں ان کے لیے کچھ الگ باقاعدہ ٹیکس رکھ دیا جائے ، اسے لیگلائز کردیا جائے ۔ ان کے لیے ہر رجسٹری کے لیے سو روپے یا پچاس روپے الگ فیس مقرر کردی جائے ۔ لیکن لوگوں کو جو خراب اور پریشان کیا جاتا ہے ، اس پر توجہ دی جائے ۔

جناب والا ! گاڑیوں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ کوئی زیادہ تو نہیں لیکن جب حکومت کوئی ٹیکس لگاتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا بوجھ ان Indirectly مسافروں پر ہی پڑے گا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ لاہور اور راولپنڈی یا لاہور اور لائل پور کے درمیان جو بسیں چلتی ہیں ، یہ تو ٹھیک ہے ، ان کے درمیان مقابلہ ہے ۔ یہ اچھی بسیں ہیں یہ سیٹوں پر ٹیکس لگایا گیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ چھوٹے روٹوں پر جو بسیں چلتی ہیں ، ان کی نشستوں کو بھی ملاحظہ کر لیا جائے ۔ ان کی حالت کیا ہے ؟ حالت یہ ہے کہ ان کے اوپر ایک دو گھنٹے کے بعد دو دن تک آدمی انتہائی تکلیف ، پریشانی اور مصیبت کے عالم میں رہتا ہے ۔ اتنی ناقص ، گندی اور پھٹی ہوئی سیٹیں ہوتی ہیں ۔ اسی طریقے سے جی ٹی ایس کے بسوں کے متعلق میں کیا کہوں ۔ آج اس ایوان میں میں سیدھا جی ۔ ٹی ۔ ایس کی بس سے ہی آ رہا ہوں ۔ ننکانہ صاحب اور لاہور کے درمیان جو بسیں چلتی ہیں ، وہ انتہائی بوڑھی اور لولی لنگڑی قسم کی بسیں ہیں ۔ بہرحال اس سلسلہ میں جی ۔ ٹی ۔ ایس اکیلی نہیں ہے ۔ پرائیویٹ بسیں جو چھوٹے روٹوں پر چلتی ہیں ، یا لنک روڈ پر چلتی ہیں ، ان کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے ۔ جناب والا ! منی بسوں کے اوپر بھی ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ یہ بھی درست ہے ۔ لیکن منی بسوں کے ڈرائیوروں اور کنڈکٹروں نے مسافروں کو حیوان

سمجھنے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے ، جہاں دس بارہ مسافروں کی گنجائش ہوتی ہے - وہاں جس طریقے سے پچیس تیس مسافروں کو بند کرتے ہیں ، کم از کم یہ انسانوں کی تذلیل کا سلسلہ ضرور ختم ہونا چاہیے - جناب والا ! آخر میں میں آبیانہ وغیرہ کا ذکر کروں گا - میں نے ایک مرتبہ اس سے قبل بھی عرض کیا تھا - اسے اب دوہراتا ہوں - لینڈ ریونیو ، جو آبیانہ ہی باقی رہ گیا ہے - لینڈ ریونیو تو ختم ہوگیا ہے - اس کی ریکوری کا کوئی موثر طریقہ کار بنایا جائے ویسٹ پاکستان لینڈ ریونیو ایکٹ کی دفعہ 82 تا 85 میں جناب والا ! موثر ترامیم کرنے کی ضرورت ہے - اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جس طرح بجلی کا بل بروقت اور مناسب تاریخ پر نہ دیا جائے تو اس کے اوپر جرمانہ لگنا شروع ہو جاتا ہے - اس طریقے سے آبیانے یا زرعی ٹیکس کی ریکوری کا کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ جو ڈیو ڈیٹ Due date پر اس ٹیکس کو ادا نہ کرے ، اس پر اتنا سر چارج لگنا چاہیے ، جو کہ عام بنک کے ریٹ سے نسبتاً زیادہ ہو - ان گزارشات کے ساتھ میں تجویز کردہ ان ٹیکسوں کی تائید کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : ڈاکٹر صاحب ! غیور صاحب نے جس مسئلے کی نشاندہی کی ہے - اس کی طرف توجہ فرمائیے گا - منی بسوں میں سواریاں بٹھانے کا جو انتظام ہے - اس پر کسی صوبائی محکمے کا کوئی کنٹرول ہے یا نہیں ؟

وزیر خزانہ : بالکل ، روڈ ٹرانسپورٹ کا محکمہ کنٹرول کرتا ہے -

مسٹر سپیکر : انہوں نے نشاندہی کی ہے کہ وہاں جیسے انسانوں کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے - اس میں بے شمار لوگوں کو بٹھاتے ہیں اس کے متعلق ذرا غور فرمائیں -

وزیر خزانہ : (بہتر) جناب والا -

میاں منظور احمد موہل : جناب والا ! میں آپ کی توجہ رول 181 کی طرف مبذول کراتا ہوں اور کاوژر موو کرتا ہوں کہ جناب ! اب سوال پیش کیا جائے کیونکہ اس پر کافی سیر حاصل تبصرہ کیا جا چکا ہے -

مسٹر سپیکر : میں جانتا ہوں ۔ لیکن چونکہ بہت سے فاضل ممبران ابھی ہیں جو بولنا چاہتے ہیں ، میں یہ سوال اس مرحلے پر پیش نہیں کر سکتا ۔

بیگم صغیرہ اسلام : جناب عالی ! 1976.77ء کے بجٹ میں جو خسارہ دکھایا گیا ہے ، اسے پورا کرنے کے لیے اگر کوئی معمولی ٹیکس لگائے گئے ہیں تو اس میں غریب عوام کی بہتری ہے ۔ عوامی حکومت نے یہ ٹیکس لگا کر ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعی غریبوں اور مزدوروں کی جماعت ہے ۔ جہاں تک ٹیکس کا تعلق ہے ، وہ سینما ہاؤسوں کے اعلیٰ درجوں پر لگایا گیا ہے ، نہ کہ نچلے طبقوں پر ۔ لیکن یہ سیناؤں ہاؤس جن کو میرے بھائی تفریح گاہ کہتے ہیں ۔ میں انہیں کم از کم بے حیائی کے اڈے ضرور کہہ سکتی ہوں ۔ ان سینما گھروں میں کوئی بھی اصلاحی سبق نہیں دیا جاتا جس کا آنے والی نسلوں پر اچھا اثر پڑے ۔ آج کل کے سینما ہاؤسوں کے اندر ہر وہ بے حیائی کا سبق دیا جاتا ہے جو کہ کم از کم میرے خیال میں انتہائی شرم ناک بات ہے ۔ ان سینما ہاؤسوں میں میرا خیال ہے کہ جتنے ٹیکس لگائے گئے ہیں ، اس سے بھی دگنا ٹیکس لگایا جائے تو زیادہ بہتر ہے ۔ تاکہ سینما ہاؤس بند ہو جائیں ۔ جناب والا ! آج کے بچے کل کے معمار بنیں گے لیکن یہ ملک کے معمار بجائے اس کے کہ اپنی تعلیم کی طرف توجہ دیں وہ سڑکوں پر اس طرح سے پھرتے ہیں جیسے کسی فلم کے وہ ہیرو ہیں ۔ اگر ان ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا گیا تو یہ لوگ سیناؤں کا رخ کرنے کی بجائے مسجدوں کا رخ کریں گے اور یہ ملک و قوم کے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوگا ۔ جہاں تک رکشہ ٹیکسیوں پر ٹیکسوں کا سوال ہے اس سے کسی بھی امیر آدمی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ امیر آدمیوں کے پاس گاڑیاں ہیں اسی لئے اس سے غریب لوگ ہی متاثر ہوں گے اور اگر دھوپ میں کھڑا ہونا پڑتا ہے تو غریب لوگوں کو ہونا پڑتا ہے جنہیں چھ چھ سات سات گھنٹے بسوں کی انتظار میں گزارنے پڑتے ہیں اور اگر بس آ بھی جاتی ہے تو اس میں انسانوں کو اس طرح سے بھرا ہوتا ہے جیسے

بھیڑ بکریاں بھری ہوں (بلکہ حد تو یہ ہے کہ اس میں جانور بھی بھرے ہوئے ہوتے ہیں)۔ جناب والا ! میرا حلقہ ضلع گوجرانوالہ ہے میں جب اجلاس میں شرکت کے لیے ایک بس میں سوار ہوتی تو سیٹوں کے اندر بھی انسان کھڑے ہوتے تھے اور ساتھ ہی بھیڑیں بھی موجود تھیں۔ میں یہ عرض کروں گی کہ ان لوگوں پر جرمانہ کیا جائے اور باقاعدہ چیکنگ کی جائے۔

جناب والا ! جہاں تک پیشہ وارانہ ٹیکس کا تعلق ہے جو میرے وکیل بھائیوں پر لگا ہے۔ جہاں تک چھوٹے شہروں کا تعلق ہے وہاں تو یہ بات ٹھیک ہے کہ وکیل دو ہزار سے زائد نہیں کماتے مگر یہاں بڑے شہروں میں لاہور جیسے شہر میں ہائی کورٹ کے وکیل پانچ ہزار روپیہ مہینہ تو کیا ایک ایک کیس میں بھی بعض اوقات پانچ ہزار روپے کما لیتے ہیں۔ چلو ان کو بھی چھوڑیے اگر چھوٹے شہر کا وکیل جو کم از کم دو ہزار روپے ماہوار کما لیتا ہے اگر وہ ایک سو روپے سال ٹیکس ادا کر دے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ کہوں گی کہ اگر وکیلوں پر اس سے بھی زیادہ ٹیکس لگا دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ وکیل بھی کبھی غریب اور امیر میں کوئی فرق نہیں رکھتے اگر ان کے پاس مجھ جیسی بیوہ بھی آ جائے تو وہ اپنی فیس پوری وصول کر لیتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور اس کے علاوہ بھی اپنے ٹاؤٹوں سے مزید پیسے وصول کرتے ہیں اور لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ اس لیے وکیلوں پر اگر سو روپے کی بجائے دو سو روپے ٹیکس لگایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آخر میں میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں اور جو بارہ کروڑ روپے کے ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ ایک دانش مندانہ اقدام ہے اور میں یہ بھی امید کروں گی کہ جو ٹیکس لگائے گئے ہیں اس طرح سے وصول بھی کئے جائیں گے تاکہ خسارے کا بجٹ پورا ہو سکے۔ شکریہ

مسٹر حامد کمال : جناب سپیکر پنجاب فنانس بل 1987ء زیر غور لایا جا رہا ہے۔ میں اس کی پر زور حمایت کرتا ہوں چند ایک ٹیکسوں کے سوا

کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ۔ اور جو اضافہ کیا گیا ہے وہ بھی معمولی قسم کا ہے اور اس میں بھی یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ اس کا بوجھ غریب عوام پر نہ پڑے ۔ اس لیے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں ۔ اور اس سلسلے میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ جو ٹیکس امیر لوگوں پر لگایا گیا ہے ان کو غریب عوام پر نہ پڑنے دیا جائے ۔ سینما پر بھی کافی بحث ہوئی ہے اس سلسلے میں ، میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سینماؤں کے متعلق بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انہیں بند کر دیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ سینماؤں میں بذات خود کوئی برائی نہیں ہے ۔ ہاں اگر اس میں بری فلمیں دکھائی جاتی ہیں تو اس کا بھی تدارک کیا جا سکتا ہے سینماؤں میں فلمیں تعلیمی سلسلے میں تاریخی سلسلے میں بھی دکھائی جا سکتی ہیں یہ تو ایک سستی قسم کی تفریح ہے ۔ آج کل جب کہ زندگی بڑی مصروف ہے اور اس کی رفتار بڑی تیز ہے تفریح بھی اس طرح بہت ضروری ہو جاتی ہے ۔ اس لیے ان مصائب میں تفریح کا عنصر ضروری ہے ۔ اب تو سعودی عرب میں بھی ٹیلی ویژن دکھایا جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں ایک اور عرض بھی جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں کروں گا کہ سینما میں اگر ایک ہزار سیٹیں ہیں تو اس میں سے لوئر کلاس کے لیے صرف پچاس سائٹ ہوتی ہیں ۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہمارا غریب طبقہ زیادہ پیسے ادا نہیں کر سکتا ان کے لیے زیادہ نشستیں ہونی چاہئیں کیونکہ ان کے لیے تفریح کا اور کوئی سامان نہیں ہے اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ اسی فیصد نشستیں غریبوں کے لیے ہونی چاہئیں اور بیس فیصد امیر طبقے کے لیے ہونی چاہئیں جیسا کہ ریلوے میں ہے ۔ ریلوے میں اگر ایک گاڑی میں دس بوگیاں ہوتی ہیں تو ان میں سے ایک ائر کنڈیشنڈ ہوتی ہے اور باقی نچلے طبقہ کے لیے ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ سینماؤں میں دھکم دھکا اور مار کٹائی رہتی ہے اس لیے ایک قانون بھی بنانا چاہیے تاکہ غریب لوگوں کو زیادہ سہولیات میسر ہوں ۔ اس کے علاوہ جناب والا ! رجسٹریشن فیس اور سٹیمپ ڈیوٹی

میں تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے ۔ مگر اس کے لیے یہ خیال ضروری ہے کہ تمام کا تمام حکومت کے خزانے میں جائے ۔

مسٹر غلام اصغر دستی / جناب سپیکر ! فنانس بل پر بحث جاری ہے اور میرے فاضل دوستوں نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ جو بھی قوانین بنائے جائیں ان پر عمل درآمد ہونا چاہیے ۔ ہم سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہمیں ان اصولوں پر بھی کاربند رہنا چاہیے/اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ (و تبارک تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ ہمارا چال چلن نیک ہو خواہ سیاسی ہو معاشی ہو یا معاشرتی ہو ۔ اس میں ادب ہونا چاہیے تو جب تک ہمارے چال چلن میں میانہ روی نہیں ہوگی تو ہم کسی مقصد پر بھی نہیں پہنچ سکتے ۔ اور جب ہم جمہوریت کا نام لیتے ہیں تو/ہم پر اور بھی لازم ہو جاتا ہے/ کہ ہم اپنے قول و فعل میں تضاد پیدا نہ کریں بلکہ اس میں یک سوئی ہو ۔ اور ہم کسی معاملہ میں انتہا پسندی سے کام نہ لیں جہاں تک ٹیکس نافذ کرنے اور ادا کرنے کا تعلق ہے تو جب تک ہمارے اندر جذبہ حب الوطنی ہو اور ایثار/و قربانی کا مادہ نہ ہو تو ٹیکس اگر تھوڑے بھی لگائے جائیں اور ان کو ہم پورے طریقے سے ادا کریں تو پھر ہر سال ٹیکس بڑھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی ۔ سختی سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا بلکہ معاشرے کے لوگوں کے اندر خوف خدا ہونا چاہیے تاکہ وہ معاشرے اور خدا کے/قانون پر عمل کر سکیں کیونکہ جب تک ٹیکس کی ادائیگی کا معاملہ ہوتا ہے/تو میرے دوست یہ کہتے ہیں کہ ایک ادارہ قائم ہو جو ٹیکس کی وصولی کرے ۔ اس ملک میں اتنے ادارے قائم ہیں کہ جتنے ٹیکس وصول ہوتے ہیں وہ سب ان اداروں پر خرچ ہو جاتے ہیں جب تک ہم/اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ہمارے اندر خوف خدا نہ ہو ۔ اور جب تک ہمارے اندر تقویٰ نہیں ہوگا ۔ اس وقت تک ٹیکس لگتے رہیں گے ۔ اور خزانے بھی نہیں بھریں گے میں ایک باریک مسئلہ کی طرف اراکین کی توجہ مبذول کراؤں گا ۔ اسلام

میں راہ ہدایت کی سب سے پہلی شرط تقویٰ ہے۔ متقی شخص راہ راست پر آ سکتا ہے۔ اور گمراہ شخص کبھی بھی راہ راست پر نہیں آ سکتا کیونکہ اس کے دل پر مہر لگی ہوئی ہوتی ہے۔ راہ ہدایت کی سب سے پہلی شرط متقی کے لیے تقویٰ ہے اس کے بعد جتنے قوانین ہیں۔ کرپشن انٹی کرپشن، سی آئی ڈی، سیکیورٹی فورس اس کے اوپر کئی اور محکمے۔ جب تک ہمارے اندر تقویٰ پیدا نہیں ہوگا۔ جب تک ہم مسلمان نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک ہم پر ٹیکس لگتے رہیں گے۔ (علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

جب تک ہم معاشرے کے نافذ شدہ قوانین پر خلوص نیت سے عمل پیرا نہ ہوں۔ اگر ہم وکلاء ہیں تو پورا ٹیکس ادا نہ کریں گے۔ اگر ہم ریڈیو اور ٹیلیویژن کے لائسنس ادا نہ کریں گے اس وقت تک یہ ٹیکس لگتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں میرے دوستوں نے جو پروگرام دکھایا ہے۔ ٹرانسپورٹ رکشہ ٹیکسی اور ٹرکوں پر جو ٹیکس لگا ہے۔ میرے فاضل رکن حزب اختلاف نے کہا ہے یہ نا مناسب ہے۔ میں یہ عرض کروں کہ جب ہمارے معاشی حالات اس قسم کے ہوں کہ ہم پورے ٹیکس ادا نہ کر سکیں، اور ادھر خزانہ میں رقم بھی نہ ہو۔ تو پھر ہم اس معاشرے کا کاروبار چلانے کے لیے پیسے کہاں سے لائیں؟ اس لیے جو ٹیکس عائد کیے ہیں اور ان پر جو اعتراض کیے گئے ہیں وہ مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ جناب والا! یہ ٹیکس ہم نے غریب عوام کی بھلائی کے لیے عائد کیے ہیں یہ ملک کی بھلائی کے لیے عائد کیے ہیں۔ جناب والا! ہم اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن یہاں آ کر ان قوانین کی جو کہ بھلائی کے لیے ہیں ان کی مخالفت کرتے ہیں تو میں یہ کہونگا کہ:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

لیکن جب ہماری پارٹی کے افراد ، جن کا منشور یہ ہے کہ ہم نے یہاں سے استحصال کو ختم کرنا ہے ۔ یہاں پر مساوات مبنی اور عادلانہ اور منصفانہ نظام نافذ کرنا ہے ۔ وہ جناب والا ! اگر مار آستین بن کر یہ اعتراض کریں ، تو ہم کیا کہیں گے کہ پاسبان مل گئے ۔ ان لوگوں نے اپنے مفاد کے پیش نظر ان قوانین کی مخالفت کی ہے اور ان بلوں کی مخالفت کر رہے ہیں ان کی یہ مخالفت بلا جواز ہے ۔ وہ قوم کو کیا منہ دکھائیں گے ؟ جب کہ وہ عوام کے مفاد میں لائے گئے بل کی مخالفت کر رہے ہیں وہ اسمبلی میں آ کر یہ کہتے ہیں کہ زرعی ٹیکس عوام کے مفاد کے خلاف ہے ۔

جناب والا ! ہماری پارٹی کے ارکان یہ اعترض کرتے ہیں ان کے اعتراضات بلا جواز ہوتے ہیں ۔ وکلا پر ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ یہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ وکلا پر ٹیکس زیادہ کردیا جائے ۔ اب عدالتوں میں وکلا کی بھرمار ہوگئی ہے اب اس پیشہ میں مزید گنجائش نہیں رہی ہے ۔ ویسے بھی وکلا جتنا کماتے ہیں اتنا خرچ کر جاتے ہیں ، ان پر جو ٹیکس لگا ہے وہ موزوں ہے ۔ اس سے زیادہ وہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے ہیں ۔ ٹرانسپورٹ کے معاملہ میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کرونگا کہ ٹرکوں والے تمام ٹیکس دیتے ہیں لیکن جب وہ لاہور سے کراچی جاتے ہیں یا کسی دیگر شہر کو جاتے ہیں یا لمبے روٹ پر جاتے ہیں تو ٹریفک والے ہر 10 میل کے بعد ان سے کافی رقم رشوت کے طور پر لے لیتے ہیں تو وہ کئی قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں ، جس سے ٹیکس چوری کا بہانہ مل جاتا ہے ۔ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے ۔ تاکہ ان کو سہولت ہو اور جو کیرج چارجز لیتے ہیں وہ ان پر بوجھ نہ پڑے اس کے بعد ہمارے ضلع میں جو بسیں چلتی ہیں ، وہ کرایہ میلانہ کے حساب سے نہیں لیتے ہیں ۔ یہاں پنجاب میں کرایہ میلانہ کے حساب سے لیتے ہیں ، لیکن ہمارے بہاولپور ڈویژن میں ایک اڈہ سے دوسرے اڈہ تک کے حساب سے کرایہ لیتے ہیں ، حالانکہ انہیں بھی کرایہ میلانہ کے

حساب سے لینا چاہیے اور قانون بھی یہی ہے - کہ میلانہ کے حساب سے جتنا کسی کے سٹاپ تک پیسے بنتے ہیں وہ لینے چاہییں - اس کے علاوہ رکشہ والے ہیں ، عام لوگ اس پر سفر کرتے ہیں وہ بھی اپنے میٹر سے زیادہ پیسے وصول کرتے ہیں ، وہ میٹر وغیرہ نہیں چلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میٹر سے ہمارا خرچہ پورا نہیں ہوتا ہے ان پر ٹیکس لگایا گیا ہے ان کو کچھ رعایت ہونی چاہیے - کیونکہ رکشہ والا پھر سواری کو ذلیل کرتا ہے اور بوجھ پھر سواری پر پڑتا ہے - باقی جتنے ٹیکس ہیں وہ ٹھیک ہیں ، مثلاً رجسٹریشن پر جتنے ٹیکس ہیں وہ موزوں ہیں پہلے انتقالات کے اندراج کے وقت تحصیلدار کے اہلکاران وغیرہ رشوت لیتے تھے - جب سے رجسٹریشن لاگو ہوئی ہے اس وقت سے رشوت کم ہوگئی ہے کیونکہ وہ اسٹام وغیرہ مکمل کر دیتے ہیں ، اور وہ مکمل عدالت میں دیتے ہیں - تو اس کی رجسٹری ہو جاتی ہے تو میں اس فنانس بل کی حمایت کرتا ہوں یہ بہت موزوں ہے -

ملک سیف اللہ : جناب والا ! فاضل ممبران نے بہت کچھ فنانس بل پر کہا ہے مختلف ٹیکسوں کی حمایت اور مخالفت کی گئی ہے - چند ایک باتیں میں بھی عرض کرونگا جہاں تک ملک کی معیشت کا تعلق ہے کوئی اور ذریعہ آمدنی نہیں ہے جس سے کہ حکومت کے اخراجات پورے ہو سکیں ، اور جس سے کہ حکومت کا کاروبار چلایا جا سکے - اس لیے ٹیکس کا لگانا بہت ضروری ہے - علاوہ ازیں میں یہ گزارش کرونگا کہ اس سے پہلے بھی ٹیکس لگتے رہے ہیں لیکن محسوس نہیں ہوتے رہے ہیں ، لیکن اب یہ محسوس اس لیے ہو رہے ہیں کہ یہ ٹیکس نئے طریقہ سے لگائے گئے ہیں - پہلے جب کبھی بھی کمی ہوتی رہی ہے - جب حکومت کو ٹیکس بڑھانا ہوتا تھا - تو ان کے سامنے ایگریکلچر سیکٹر ہوتا تھا - تو اس وقت زراعت پر کسی نہ کسی قسم کا ٹیکس لگ جاتا تھا اور کاشتکار طبقہ آسانی یا مشکل سے اسے برداشت کر لیتے تھے اور وہ چلتا رہا - بد قسمتی سے اس دفعہ فصل خراب ہونے کی وجہ سے اور سیم کی زیادتی کی وجہ سے اور چند دیگر وجوہات کی بنا پر

زراعت پر ٹیکس نہ بڑھایا جا سکا اور صرف مناسب حصہ پر ان پر ٹیکس لگایا گیا ہے اور دوسروں پر بھی جناب وزیر خزانہ نے مناسب طریقہ پر تھوڑا تھوڑا ٹیکس لگایا ہے اور وہ کوئی غلط نہیں لگا ہے ۔ کیونکہ اس حکومت نے اپنے ہی سر پر چلنا ہے اور جب یہ ٹیکسز نہیں ہوں گے تو یہ حکومت کیسے چلے گی ؟ ۔

جناب والا ! جہاں تک سینما گھروں کا تعلق ہے ۔ ان کے متعلق میں یہ عرض کرونگا کہ سینما گھر ہو یا کوئی مل ہو یا کوئی فیکٹری ہو ان کے لیے گنجائش کافی ہے اور ایسی کوئی مصیبت نہیں ہے کہ وہ سینما گھر نہیں چل سکیں گے یا وہ تھوڑے سے ٹیکس بڑھنے سے سینما گھر بند ہو جائیں گے ۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔

جناب والا ! بار ٹرانسپورٹ سیکٹر ایسا ہے کہ جس میں تھوڑی بہت گنجائش ہے اگر اس پر تھوڑا سا ٹیکس بڑھا دیا گیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ٹیکس موٹر وھیکل ایکٹ 1939ء کے تحت لگایا گیا تھا اور اس ایک دفعہ تھوڑی سی ریویژن ہوئی تھی اس میں گنجائش تو ہے کیونکہ سڑکیں بھی اور ٹرانسپورٹ سسٹم بھی ترقی کر چکا ہے اور آمدنی بھی معقول ہے اور یہ ٹیکس برداشت کر سکتے ہیں اور ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے خواہ وہ رکشہ ہو خواہ وہ ٹیکسی ہو خواہ وہ ٹرانسپورٹ ہو یا کوئی ٹرک ہو یہ سب برداشت کر سکتے ہیں ، منی بسوں والے بھی کوئی غریب نہیں ہیں وہ بھی گزارہ کر سکتے ہیں ۔

جناب والا ! جہاں تک آمدنی کا تعلق ہے ۔ ایکسائز ڈیوٹی اس قدر گھٹ چکی ہے اور ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کی بسم اللہ ہونے سے شراب کا ٹیکس ۔ ہارس ریس کا ٹیکس کلبوں کا ٹیکس ۔ دیگر منشیات کا ٹیکس ان سب ٹیکسوں کی کمی بھی تو آخر پوری ہونی ہے اور وہ اسی طریقہ سے ہو سکتی تھی کہ تھوڑے تھوڑے سب سیکٹروں میں ٹیکس لگائے جائیں ۔

جہاں تک پروفیشنل ٹیکس اور میونسپل کمیٹی کی زمینوں پر ٹیکس کا تعلق ہے اس پر تو کوئی بھی اعتراض نہیں کرتا اس لیے کہ حکومت کو چلنا ہے اور ہم نے ٹیکس دینا ہے جہاں تک وکلاء کا تعلق ہے اس کے بارے میں کچھ اصحاب نے کہا ہے کہ وکلاء بہت غریب ہیں اور کچھ اصحاب نے فرمایا ہے کہ وکلاء بہت ہوگئے ہیں ۔ میں اس کے بارے میں عرض کرونگا کہ رزق تو ہر حالت میں اللہ تبارک تعالیٰ نے دینا ہے اگر آدمی بہت ہوگئے ہیں تو آخر ان کا رزق تو چلنا ہے ۔ جناب والا ! میں کسی کی ذات پر attack تو نہیں کر رہا ویسے میں عرض کرونگا کہ وکلاء کے ذرائع آمدن بھی مختلف ہوگئے ہیں خاص کر چھوٹے علاقوں میں جہاں پر چوریاں اور وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں وہاں پر ایسے جرائم پیشہ لوگ ان وکلاء صاحبان کی مستقل آسامیاں بنی ہوئی ہیں ۔ جو لوگ واردات کرتے ہیں وکلاء صاحبان ان کے مستقل وکیل ہوتے ہیں ۔ جب ایک آدمی چوری کے مقدمے میں گرفتار ہو جائے تو وکیل صاحب کو اس کا ایک پیغام پہنچ جاتے کا کہ "وکیل صاحب جامو پھنس گیا اے" ۔ یعنی جامو گرفتار ہوگیا اس کے بعد جناب وکیل صاحب نے اس پر مہربانی کرنی ہے اور اس کی ضمانت کرا دینی ہے اور اگلی پیشی پر اس چور نے وکیل صاحب کی فیس ادا کرنی ہے ۔ * * * * *

* * * * * * * *

* * * * * * * *

* * * * * * * *

مسٹر سپیکر : لیکن ملک صاحب ایک انفرادی مثال دے کر آپ اس سارے طبقے کو condemn نہیں کر سکتے :

مسٹر محمد عارف چٹھہ : جناب والا ! اس ایوان میں اکثریت وکلاء کی ہے اور معزز ممبر کو اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہیے جس طریقہ سے وہ بات کر رہے ہیں ۔

---

*بحکم مسٹر سپیکر حذف کر دیا گیا ۔

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ! میں کسی کا نام لے کر تو نہیں عرض کر رہا ہوں دیہاتوں میں جو پریکٹس چلتی ہے وہ میں نے عرض کی ہے -

مسٹر محمد عارف چھٹہ : جناب والا ! دیہاتوں میں تو پریکٹس ہے ہی نہیں - پریکٹس تو ضلع ہیڈ کوارٹرز پر ہوتی ہے یا تحصیل ہیڈ کوارٹرز پر -

Mr. Speaker : The remarks, made by the learned member, may be expunged from the proceedings of the Assembly.

ملک سیف اللہ خان : جناب والا ؟ اس کے علاوہ ایک فاضل ممبر نے فرمایا ہے کہ آبیانہ اور زرعی ٹیکس کی وصولی کے لیے بجلی کے بل کی طرح کوئی penalty یا اس قسم کی کوئی سزا رکھی جائے - میرے خیال میں ایگریکلچرل ٹیکس اور آبیانہ کو جتنی سختی سے وصول کیا جاتا ہے اتنا اور کسی ٹیکس کو بھی وصول نہیں کیا جاتا - گرفتاری بھی اس میں ہوتی ہے اور قرق بھی اس میں ہوتی ہے اور وارنٹ قرق بھی اس میں نکلتا ہے اور گرفتاری بھی اس میں ہوتی ہے اور ساتھ نمبردار بھی گرفتار گرفتاری بھی اس میں ہوتی ہے اور ساتھ نمبردار بھی گرفتار ہوتا ہے اس سے زیادہ اور سختی کیا ہوتی ہے تو اس لیے میں گزارش کرونگا کہ اس میں کوئی مزید اور سختی کی گنجائش نہیں ہے اور جہاں تک ان ٹیکسوں کا تعلق ہے یہ بالکل مناسب ہیں میں ان کی حمایت کرتا ہوں -

مسٹر سپیکر : رائے محمد عالم خان -

رائے محمد عالم خان : جناب سپیکر ! فنانس بل پر فاضل ممبران نے کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور میں بھی وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے خسارے کا بجٹ پورا کرنے کے لیے

عام آدمی پر بوجھ نہ ڈالنے کے باوجود اس خسارے کے بجٹ کو پورا کیا ہے ۔

جناب والا ! میں یہ بات کہنے پر کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر رہا کہ جو ٹیکسز لگائے گئے ہیں وہ عام آدمی پر کبھی بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے اور جیسے کہ میرے دوستوں نے ٹرانسپورٹ سیکشن ۔ انتقال اراضی اور دوسری مدات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔ میں جناب کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت میں صرف یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹرانسپورٹ پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اس میں سے وقتی طور پر ہارون آباد اور بہاول نگر کے درمیان جو بسیں چلتی ہیں وہ ان کو exempt کر دیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دو سال سے تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ضلع ہیڈ کوارٹر کے درمیان کوئی بھی سڑک پختہ نہیں ہے اور وہ سڑک دو سال سے سیم سے بالکل تباہ ہو چکی ہے اس لیے جو نئی گاڑیاں دوسری گاڑیاں وہاں چلتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان ٹرانسپورٹروں کی قربانی ہے کہ اس علاقہ کے غریب عوام کے لیے اس روٹ پر وہ اب بھی گاڑیاں چلا رہے ہیں ۔

دوسرے جناب والا ! میں سینما گھروں پر ٹیکسوں کے بارے میں عرض کروں گا ۔ میرے ایک فاضل دوست نے کہا تھا کہ سینما کی lower کلاس پر ٹیکس نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ صحیح معنوں میں غریب آدمی کے لیے اس سے سستی entertainment کوئی نہیں ہے وہ دن رات کام کرتا ہے شہروں میں جو مزدور ہے اگر وہ ڈیڑھ یا دو روپے میں جا کر سینما دیکھ لیتا ہے یہ اور بات ہے ۔ جناب والا ! ہماری فلموں کا معیار وہ نہیں رہا اور اس کی تصدیق میری ایک بہن نے کی ہے ۔ جناب والا ! کل ہی مجھے دو سال کے بعد ایک فلم دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اس کا نام ''بیگم جہاں آرا'' ہے ۔ وہ اتنی worst فلم تھی کہ میرے خیال میں اپنی ماؤں ۔ بہنوں اور بیویوں کے ساتھ بھی بیٹھ کر وہ فلم نہیں دیکھی جا سکتی تو یہ ہے پاکستان فلموں کا معیار ۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان پروڈیوسرز پر جو ایسی فلمیں بناتے ہیں یا یوں کہیے کہ سٹوڈیوز پر

جہاں وہ ایسی فلمیں بناتے ہیں اور ان پر بھی ایسا ٹیکس ہونا چاہیے تاکہ ان کو سبق حاصل ہو اور وہ اگر اپنی ماؤں بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر خود یہ فلمیں دیکھیں تو ان کو خود شرم آئے۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے اور مجھے شرم آ رہی تھی کہ ہمارا معاشرہ کس طرف جا رہا ہے۔ ایک طرف تو اسلام کا نعرہ لگایا جا رہا ہے اور نظام مصطفیٰ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف ایسی فحش فلمیں بنائی جا رہی ہیں۔ وہاں میں نے وہ آدمی بھی دیکھے ہیں۔ جو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور جو نظام مصطفیٰ کی بات کرتے تھے اور وہ اس سینما گھر میں موجود تھے یہ pretend کرنے کی بات ہے ہمیں اس طرف نہیں جانا چاہیے۔ دوسرے ممالک ایسے ماحول سے واپس آ رہے ہیں۔ ہمیں pretend کرنے کے لیے سادہ زندگی بسر کرنی چاہیے۔

جناب والا! اس فنانس بل پر پہلے ہی کافی ممبران بول چکے ہیں لہذا اشارتاً میں نے یہ عرض کی ہے کہ فلموں کے معیار کی طرف بھی ڈاکٹر صاحب خصوصی توجہ دیں اگر ان کا یہ محکمہ نہیں ہے اور سنٹر کا ہے۔ تو وہ سنٹر سے اس کے بارے میں رجوع کر سکتے ہیں۔

دوسرے جناب والا! اس ایوان میں پروفیشنل ٹیکس کی بات ہو رہی تھی۔ مجھے یہ دکھ ہوتا ہے اور میں اس بات کو دوبارہ ریکارڈ پر نہیں لانا چاہتا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ وکلاء کے متعلق جو کہا گیا ہے یہ درست نہیں ہے یہ تو کریم آف دی کنٹری تصور کیے جاتے ہیں اور خاص طور پر جمہوریت کے لیے اپنے رائٹس کے لیے استحصالی قوتوں کے خلاف جتنا وکلاء نے کام کیا ہے پاکستان بننے کے بعد کسی اور پیشہ نے اتنا کام نہیں کیا اور تحصیل لیول پر ڈسٹرکٹ لیول پر جو وکلاء کام کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں وہ ہائی کورٹ اور ڈسٹرکٹ کورٹس سے زیادہ ہی کام کرتے ہیں ان کو بے شک لاز laws زیادہ پڑھنا پڑتا ہے ان کو کیس بنانا پڑتا ہے انہیں جرح کرنی پڑتی ہے۔ ہائی کورٹ میں تو اپیل آئی پوائنٹس دیکھے اور اس پر بحث کر دی

جاتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تحصیل لیول تک کے وکلا دن رات محنت کرکے ہائی کورٹ اور سول کورٹس کے وکلا کو مواد دیتے ہیں اس لیے جہاں تک ان پر سو روپے ٹیکس لگانے کا تعلق ہے تو اس ملک اور صوبہ کی ترقی کے لیے اگر ہم قربانی بھی کر دیں تو یہ انتہائی مبارک قدم ہوگا۔ لیکن اگر ڈاکٹر صاحب تحصیل۔ ڈسٹرکٹ۔ اور ہائی کورٹ کے وکلاء میں distinction کر دیتے تو زیادہ مناسب ہوتا اور جو وکیل ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے ہیں ان کے سو روپے کا ٹیکس ہو اور جو وکیل تحصیل لیول پر یا ڈسٹرکٹ لیول پر پریکٹس کرتے ہیں ان پر اگر یہ ٹیکس کم لگایا جاتا تو یہ انصاف کے تقاضے کے مترادف ہوتا اور میں سمجھتا کہ ہمارے پارٹی کے منشور پر صحیح معنوں میں عمل ہوتا کیونکہ وہ لوگ ان کی نسبت جو ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے ہیں فیس بھی کم لیتے ہیں standard of living بھی کم ہوتا ہے اور انکم بھی کم ہوتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ قائد حزب اختلاف اور دوسرے لوگوں کی طرف سے آج بار بار غریب عوام کا لفظ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ جب وہ تقریر کر رہے تھے حالانکہ فنانس بل پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ میرے بولنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مجھے پنجابی کی ایک مثل یاد آگئی ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں عرض کروں۔ جناب والا! وہ یہ ہے کہ اس سیشن میں میں نے دیکھا ہے کہ سرمایہ دار لوگ۔ جاگیر دار لوگ جو سردار زادہ اور نواب زادہ کہلاتے ہیں۔ جو ہاؤس کے باہر غریب سے ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کرتے کم از کم وہ مثال مجھے سامنے رکھنی چاہیے۔

جناب والا! جو میں اب عرض کر رہا ہوں وہ یہ ہے۔ جناب اک مائی سی اس دا اک منڈا سی۔ اس نے بڑی کوشش کیتی کہ اوس نوں اماں آکھے۔ اوس نے پڑھایا جوان وی ہویا پھر اوس نے کدی اماں نہ کہنا۔ کسے طریقے نال کم وی کرا لینا۔ روٹی وی کھا لینی پر اماں نہ کہنا۔ اک دن باہر چلا گیا۔ اک منڈے نال لڑ پیا۔ منڈے نے اونوں پڑا کٹیا۔ اس نوں مار مار کے سجا دتا۔ جدوں ہڈیاں درد کرن لگیاں

اوس دے منہ وچوں اے نکلیا ھائے اماں ھائے اماں" میں شکر کردا واں سرداراں تے جاگیر داراں نو قائد عوام دا تے عوام دا مشکور ہونا چاھیدا اے کہ کم از کم اوناں نے ھائے اماں تے کہیا اے تے غریب عوام دا ھوکے لینا تے مک گیا اے ۔

جناب والا ! انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں ۔ انشاء اللہ اس الیکشن میں وہ جو لوگ کہتے تھے کہ ہمیں پسینے اور بدبو سے نفرت ہے انشاء اللہ وہ جھونپڑیوں میں جائیں گے اور قائد عوام کے منشور کو انشاء اللہ ہم گلی گلی پہنچائیں گے ۔ انشاء اللہ یہ ثابت کر دیں گے آئندہ اگر الیکشن ہوا ۔ اس پارٹی میں وہی لوگ صحیح آئیں گے جو پیپلز پارٹی کے منشور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ۔ جو صحیح معنوں میں غریبوں کے ہمدرد ہیں ۔ جناب والا ! ان الفاظ کے ساتھ میں وزیر خزانہ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے صحیح معنوں میں پارٹی کے منشور پر عمل کرکے ٹیکس لگایا ہے اور عام آدمی اس سے متاثر نہیں ہوتا ۔

مسٹر سپیکر : مخدوم شمس الدین گیلانی ۔

مخدوم شمس الدین (بہاولپور ۔ ا) : جناب والا ! میں نے کوئی تقریر نہیں کرنی صرف انتقال اراضی کے متعلق عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ بعض صاحبان کہہ رہے ہیں اس کا کچھ نہیں ہوتا ۔ آپ سب صاحبان معتبر ہیں ۔ سب اعلیٰ وارفع ہیں ۔ میں آپ کو قسم کھا کر کہتا ہوں ۔ میں اپنے سامنے ایک انتقال رجسٹری ہوتے دیکھا ہے جو چار یا پانچ لاکھ روپے کا تھا ۔ اس پر اٹھارہ ہزار روپیہ تحصیل دار نے لیا تین ہزار روپیہ اشٹام فروش نے لیا ۔ ڈیڑھ ہزار نقل نویس نے لیا ۔ اس طرح پانچ لاکھ کے علاوہ اس کا تیس چالیس ۔ پچاس ہزار روپیہ اوپر خرچ ہوگیا جو کہ ناجائز تھا ۔ اس لیے جناب بڑے آدمی انتقال کرواتے ہیں ۔ وہاں غریب لوگ اسٹامپ بھی خرید کرتے ہیں ٹیکس بھی دیتے ہیں ۔ یا اس میں غریبوں کو مستثنیٰ کردیا جائے ۔ ٹیکس بڑے آدمیوں پر لگایا جائے ۔ یہ اس میں بہر صورت توجہ دی جائے دوسرے میں ایک چیز کہنی بھول گیا ہوں وہ میں آپ کی اجازت سے ان کی خدمت میں

عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ یہ اوچ شریف میں انسانی ہمدردی کے متعلق بات ہے ۔ اوچ شریف میں اگر خدانخواستہ کوئی قتل یا کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کو چودہ میل دور احمد پور یا بہاول پور پوسٹ مارٹم کے لیے لے جاتے ہیں جو غریب عوام کے اوپر ایک بوجھ ہوتا ہے ۔ ایک تو ان کا آدمی مر جائے دوسرے بیس تیس میل دور لے جائیں ۔ یہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں وہاں ہیلتھ سنٹر نہیں ہے اس کے لیے ہم نے بارہ ایکڑ زمین مفت دی ہوئی ہے وہاں اس کا انتظام ہونا چاہیے ۔

مسٹر سپیکر : مخدوم صاحب اس کا ٹیکس سے کیا تعلق ہے ؟

مخدوم شمس الدین : جناب والا ! یہ ایک ہمدردانہ عرض ہے ۔

مسٹر سپیکر : آپ سینما پر جو ٹیکس لگا ہے اس کے متعلق بھی کچھ عرض کریں ۔

مخدوم شمس الدین : جناب والا ! سینما پر جو ٹیکس لگا ہے وہ درست ہے ۔ صحیح ہے ۔ میں کہتا ہوں اس سے بھی زیادہ ہو تا کہ لوگ سینما کم دیکھیں اس سے جو بد اخلاقی پھیلتی ہے اس میں روکاوٹ پیدا ہو ۔ جیسے آپ فرما رہے ہیں وہ فلم دیکھ رہے ہیں میں نے نہیں دیکھی ۔ نہ میں کوئی فلم دیکھتا ہوں اس لیے مجھے تجربہ نہیں ہے ۔ یہ نہیں کبھی بھی نہیں دیکھی مگر بہت مدت ہوئی فلم نہیں دیکھی ۔ یہ ٹیکس صحیح ہے ۔ بہر صورت میری عرض یہ ہے اسٹامپ کے انتقال پر جو ٹیکس ہے عالی جاہ ! یہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ غریب اور امیر دونو پر یکساں عائد ہوتا ہے ۔

مسٹر سپیکر : چودھری محمد عارف چٹھہ ۔

مسٹر محمد عارف چٹھہ (گوجرانوالہ ۔ 2) : جناب والا ! میں اس فنانس بل کی حمایت کرتا ہوں اور وزیر خزانہ نے اسے جس طریقے سے پیش کیا ہے اس میں انھوں نے تین یا چار قسم کے ٹیکس لگانے کی کوشش کی ہے جو کہ عام آدمی کو متاثر نہیں کریں گے ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ

عرض کرونگا چونکہ موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن ہوتی ہے اس کے بغیر کوئی گاڑی سڑک پر نہیں آسکے گی اس وصولی بھی نہایت احسن طریقے سے ہو سکتی ہے ۔ سینما پر ٹیکس جو موجودہ شرح کے مطابق لگایا گیا ہے اس میں دو نچلے طبقے کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اگر ان کو نہ بھی کیا جائے اور سینما کی شرح کو مزید بڑھا دیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔ اگر کوئی عام آدمی سینما دیکھنے کے لیے جاتا ہے ۔ شغل یا تفریح کے لیے جاتا ہے تو پانچ دس پندرہ روپے اسے خرچ کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگی ۔ اس پر خاصی حکومت کی آمدنی ہو سکتی ہے ۔ وقتاً فوقتاً جب بھی سینما کی شرح بڑھی ہے آج تک اس پر کسی نے کوئی احتجاج نہیں کیا اور بھی وصولی ہوگی لیکن اس سینما کے ٹیکس میں چور بازاری ہے ۔ میں وزیر خزانہ سے استدعا کرونگا کہ اس چور بازاری کو ختم کیا جائے ۔

جناب والا ! دوسرے انتقال اراضی پر ٹیکس ہے وہ اس طریقے کا ٹیکس ہے کہ اس کی وصولی یقینی ہے ۔ کوئی اراضی ایسی انتقال نہیں ہوسکتی یا کسی قسم کی رجسٹریشن نہیں ہو سکتی جب تک اسٹامپ نہیں نکلوایا جاتا اس لیے اس ٹیکس کی وصولی کا طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ۔ وہ خود بخود اس طریقے سے وصول ہو جاتا ہے ۔ سب سے زیادہ آمدنی اس وقت حکومت کو سٹمپ ڈیوٹی سے ہے ۔

جناب والا ! میں پروفیشنل ٹیکس کے متعلق عرض کروں گا پروفیشنل ٹیکس اس قسم کا ٹیکس ہے جو پہلے بھی موجود تھا ۔ ڈسٹرکٹ کونسل کی جانب سے کئی دفعہ موجود رہا ہے اب اس کو فنانس بل میں لگا دیا گیا ہے ۔ پنجاب میں پروفیشنل ٹیکس کی وصولی میں نے آج تک نہیں دیکھی کہ پروفیشنل ٹیکس کی وصولی کس طریقے سے ہوگی ۔

مسٹر سپیکر : وہ پروفیشنل ٹیکس الگ ہے یہ پروفیشنل ٹیکس الگ ہے ۔

مسٹر محمد عارف چٹھہ : جناب والا ! اب اس کی وصولی کے لیے بھی طریقہ کار اس قسم کا وضع کیا جانا چاہیے جس سے تمام اس میں تشخیص کی

گئی ہو - جو تشریح کی گئی ہے اس کے متعلق تمام طبقوں سے وصول کیا جائے - جناب والا ! وکلاء کے متعلق بہت زیادہ اس ہاؤس میں بحث فرمائی گئی ہے - جناب والا ! میں یہ عرض کروں گا اس معزز ایوان میں وکلاء کی تعداد زیادہ ہے - وزرا میں بھی وکلاء کی تعداد زیادہ ہے - قائد اعظم بانی پاکستان بھی وکیل تھے - ہمارے قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو بھی وکیل ہیں - علامہ اقبال جو مفکر پاکستان ہیں وہ بھی وکیل تھے - اس لیے میں یہ عرض کروں گا وکلاء نے تو ہمیشہ غریب عوام کے حقوق کی نگہداشت اور حفاظت کی ہے ان پر اگر کسی قسم کا ٹیکس عائد کیا گیا ہے تو ہم اس کو خندہ پیشانی سے قبول کریں گے - اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری اس کمائی سے حکومت کو کوئی فائدہ پہنچا ہے - ہمارے لیے یہ باعث سکون ہے - جناب والا ! میں فنانس بل پیش کرنے پر وزیر خزانہ کی تائید کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اسے منظور کیا جائے -

مسٹر سپیکر : چودھری چھ نواز بسال -

چودھری چھ نواز بسال : جناب سپیکر ! کل سے کافی فاضل اراکین ٹیکسوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں - میں بھی اس بارے میں چند ایک باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں - سب سے پہلے مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس ہاؤس میں طبقاتی تقسیم کا ذکر بار بار کیا ہے - کوئی کہتا ہے ہم غریب ہیں - کوئی کہتا ہے ہم امیر ہیں - تو یہ قابل افسوس بات ہے - یہاں جو لوگ ایک پارٹی میں ہیں وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر تنقید کر رہے ہیں - یہ جو غریبوں کا نام لے کر اور امیروں کا نام لے کر ایک دوسرے پر نکتہ چینی کی جا رہی ہے یہ بالکل ٹھیک نہیں ہے - خاص طور پر جب امیروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس ملک میں اب امیر تو ہے ہی نہیں - اب تو بائیس خاندانوں کی حکومت ختم ہو چکی ہے سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں - ایک طرف اسلامی قانون کا دعویٰ کیا جا رہا ہے دوسری طرف غریبوں اور امیروں کی فرقہ بندی کی جا رہی ہے - مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ آخر اس

کی وجہ کیا ہے ؟ زمینداروں کا طبقہ ہے یہ بھی غریب طبقہ ہے ۔ انہوں نے تمام اصلاحات کو قبول کیا ہے ۔ سو ایکڑ زمین کوئی اتنی زیادہ زمین نہیں ہے مشینی دور میں بالکل تھوڑی زمین ہے ۔ اس پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے یہ زمینداروں پر نہیں ہے بلکہ اس کا بوجھ غریبوں پر پڑا ہے ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! آپ کون سے ٹیکس کی بات کر رہے ہیں ؟

چودھری محمد نواز بسال : جناب والا ! میں زرعی ٹیکس کے متعلق عرض کر رہا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : زرعی ٹیکس کے متعلق آج آپ نہیں فرما سکتے ۔ آج آپ موجود ٹیکس کے متعلق یا فنانس بل کے متعلق فرمائیے گا ۔

چودھری محمد نواز بسال : جناب والا ! میں موجودہ ٹیکس کے متعلق عرض کر رہا ہوں اور زرعی ٹیکس بھی اس میں آتا ہے ۔

مسٹر سپیکر : زرعی ٹیکس اس میں نہیں آتا ۔

چودھری محمد نواز بسال : ٹھیک ہے جناب ۔ جناب والا ! یہ جو سٹیمپ ڈیوٹی ہے یا اشیائے خوردنی ہیں ان کے متعلق تو عرض کر سکتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر : ہاں ۔ آپ سٹیمپ ڈیوٹی کے متعلق فرما سکتے ہیں کیونکہ سٹیمپ ڈیوٹی پر اضافہ ضرور کیا گیا ہے ۔

چودھری محمد نواز بسال : جناب والا ! جو اضافہ کیا گیا ہے کیا یہ زمینداروں پر بوجھ نہیں ہے؟ آخر ان تمام چیزوں کا بوجھ غریب عوام پر ہی پڑے گا ۔ غریب لوگ زمین نہیں خریدتے ہیں بلکہ زمیندار ہی خریدتے ہیں ۔ یہ سمجھ نہیں آ رہا کہ زمیندار کا اور امیر کا نام لے کر غریبوں پر بوجھ کیوں ڈالا جا رہا ہے ؟ ۔ یہ وہیکل ٹیکس ہے یہ زمیندار پر ہے غریبوں پر نہیں ہے ؟ جناب والا ! اس کا تمام بوجھ غریب عوام پر ہی پڑے گا کیونکہ غریب عوام ہی بسوں اور رکشوں میں سفر کرتے ہیں یہ تمام باتیں غریبوں پر بھی آئیں گی اور ہم بھی غریب ہی ہیں جہاں نواب کوئی بھی

نہیں ہے ۔ شائد ہی کوئی ایک آدھ بچا ہوا نواب زادہ ہو ورنہ نواب تو ہے ہی کوئی نہیں ۔ دوسری عرض یہ ہے کہ مینا ٹیکس لگایا گیا ہے یہ بھی غریب عوام پر بوجھ پڑے گا ۔ مینا غریب عوام کے لیے ایک معمولی سی تفریح ہے اس لیے یہ مینا پر ٹیکس سراسر غریب عوام اور مزدور پر بوجھ ہے ۔ میں اپنے فاضل اراکین سے یہ عرض کرونگا کہ آپ کے یہ جتنے ٹیکس ہیں ان کا بوجھ آخر میں غریب عوام پر ہی پڑتا ہے ۔ ہم یہ برداشت کرنے کو تیار ہیں ۔ ہم کوئی اس ملک میں علیحدہ طبقہ نہیں ہیں ۔ اسی ملک کے باشندے ہیں ۔ جو بھی گورنمنٹ ٹیکس لگائے گی ہم اس کو بخوشی قبول کریں گے ۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ نام امیر کا لیا جاتا ہے اور ٹیکس غریب پر لگایا جا رہا ہے ۔ ہم یہاں غریب کی کونسی رہنمائی کر رہے ہیں ۔ یہ تو سب کچھ غریبوں پر ہو رہا ہے ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ تمام مسلمان بھائیوں کو ایک نظر سے سوچنا چاہیے ۔ اس ملک میں سب امیر غریب بھائی بھائی ہیں ۔ اب یہ امیری اور غریبی کا فرق ختم کریں ۔ خدارا ایک جا بیٹھ کر مسلمان کے لیے ایک جیسا سوچیں تاکہ ہر ایک کو یکساں انصاف میسر ہو سکے ۔ ان ٹیکسوں سے ہم ہرگز گریز نہیں کریں گے ۔ اگر ہم پر لگایا گیا ہے تو ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں ۔ ہم موجودہ گورنمنٹ کی ہر بات ماننے کے لیے تیار ہیں اور کسی بات سے گریز نہیں کریں گے ۔ مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ نام امیر کا لیا جاتا ہے اور زمیندار کا لیا جاتا ہے لیکن زیادتی ہر طبقے کے ساتھ ہو رہی ہے ۔

جناب والا ! مینا کے متعلق میں عرض کر چکا ہوں اور وکلاء صاحبان کے متعلق میری یہ گزارش ہے کہ ان پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اس ذرا غور فرمائیں کہ کیا امیر لوگ ہی وکلاء کے پاس جاتے ہیں اور غریب لوگ نہیں جاتے ؟ وکلاء پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے وہ بھی وکیل صاحبان ہم سے وصول کریں گے ۔ غریبوں سے وصول کریں گے ۔ وکلاء اپنی طرف سے کچھ نہیں دیں گے ۔ وہ اپنی فیس بڑھا دیں گے اور اس کا تمام بوجھ ہم غریب طبقے پر ہی پڑے گا ۔

مسٹر سپیکر : چودھری صاحب ! یہ صرف وکلاء ہی آپ کے زیر تنقید آ رہے ہیں اور صرف انہیں ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے مگر اس میں ڈاکٹر بھی شامل ہیں ۔ اس میں انجینئرز بھی شامل ہیں اس میں اور پیشہ ور لوگ بھی شامل ہیں ۔

چودھری محمد نواز بسال : جناب والا ! میں صرف وکلاء کے متعلق نہیں کہہ رہا بلکہ عام پیشہ ور لوگ بھی شامل ہیں ۔ اس ملک کے جتنے بھی باشندے ہیں ان میں سے کوئی بھی ان ٹیکسوں سے مستثنیٰ نہیں ہوگا ۔ سب اس میں آئیں گے ۔ میں صرف یہ عرض کرونگا کہ اس کا بوجھ غریب پر ہے ۔ ہم پر بھی ہے ۔ میں اس معاملے میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس بات پر مبذول کراؤنگا کہ یہ جو اعلیٰ افسر ہیں جو ٹی اے ۔ ڈی اے اور اس قسم کی وصولی جات کرتے ہیں اس کا بوجھ بھی ہم غریب عوام پر پڑ رہا ہے ۔ ان کو ذرا کنٹرول میں کیوں نہیں کیا جاتا کہ جو اتنی خاصی رقم ادھر ضائع کی جاتی ہے اس میں سے عوام کو تھوڑی سی بچت دی جائے اور غریب عوام کو ٹیکسوں سے بچا کر افسر شاہی کو تھوڑا سا ختم کیا جائے ۔ ان کے ٹی اے ۔ ڈی اے اور الاؤنسز کو ذرا کم کیا جائے اور غریب عوام کو تھوڑی سی چھوٹ دی جائے تاکہ وہ سادہ زندگی بسر کر سکیں جو کہ مشکل سے گزارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس دور میں مہنگائی اس حد تک پہنچ چکی ہے ۔ خاص کر خوراک کے متعلق چاہے کوئی غریب ہو چاہے کوئی امیر ہو اس کے لیے اس وقت مہنگائی کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے ۔ اگر خوراک پر ، زراعت پر ، وہیکل پر ، سینما پر اور آمدو رفت پر اسی طرح ٹیکس لگتے رہے تو اس کا تمام بوجھ آخر آ جا کر عوام پر ہی پڑے گا ۔ لہذا میں اس کو کوئی اچھا قدم نہیں سمجھتا ۔ اس لیے میں یہ گزارش کرونگا کہ یہ جو تفریحات ہیں یعنی سینما کی بجائے ٹی اے ۔ ڈی اے اور فضول اخراجات کو ختم کیا جائے ۔ یہ میک اپ کا سامان ختم کیا جائے اور غریبوں پر کچھ نہ کچھ مہربانی کی جائے ۔

مسٹر سپیکر : مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ ۔

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : جناب سپیکر ! ٹیکسوں کے متعلق میں یہ عرض کرونگا کہ یہ سال جو گزرا ہے یہ ایسا بحرانی سال ہے کہ اس میں ہر قسم کے کاروبار پر اثر پڑا ہے ۔ چاہے وہ ٹرانسپورٹ ہے چاہے وہ سینما ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو مدیں ایسی ہیں جن کو زیادہ نقصان پہنچا ہے ۔ بسوں کو بھی جلایا گیا ۔ سینماؤں کو بھی جلایا گیا اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں یکم جولائی سے ٹرانسپورٹ اور سینماؤں پر ٹیکس نہیں لگانا چاہیے ۔ کیونکہ اس سال ٹرانسپورٹ کا کاروبار بھی متاثر ہوا ہے ۔ اگر ٹیکس لگانا ہی مقصود ہو تو اگلے سال لگا دیں کیونکہ اس سال اصولی طور پر کوئی حق نہیں بنتا ۔ کیونکہ ایک آدمی جس کا کاروبار اس سے متعلق نہیں ہے لیکن غریب عوام تقریباً ہمیشہ بسوں پر سوار ہوتے ہیں ۔ اگر ٹیکس لگایا جا رہا ہے تو لازماً اس کا بوجھ عوام پر ہی پڑے گا ۔ تو میں اس کے حق میں نہیں ہوں ۔ یہ ٹیکس اس وقت مناسب نہیں ہے ۔ بہت باتیں ہو چکی ہیں لیکن میرے ناقص خیال میں اسمبلی کا یہ آخری اجلاس ہے اور آج کی تقاریر بھی آخری ہیں تو ایسے حالات میں میں یہ فرض سمجھتا ہوں کہ میں ہاؤس کی طرف سے بھی اور اپوزیشن کی طرف سے بھی جناب سپیکر ! آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ جناب نے ہمارا یہ بجٹ سیشن جتنی خوش اسلوبی اور نیک نیتی سے نبھایا ہے میں اس کے لیے جناب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ! میں اسمبلی کے عملے کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اس دور میں انتہائی محنت اور لگن سے کام کیا ۔

مسٹر سپیکر : آپ ذرا اپنے الفاظ reserve رکھیے گا ۔ اس کے بعد جب ہم کارروائی ختم کریں گے تو اس کے بعد آپ فرمائیں ۔

Sardar Saghir Ahmad : Sir, sufficient discussion has taken place and I move that question may be put.

مہر محمد ظفر اللہ خان بھروانہ : ٹھیک ہے ۔ بہر حال میں آخر میں اتنا عرض کرونگا اور پر زور سفارش کرونگا کہ جیسے دوسرے محکموں کے

عملے کو معاوضہ دیا جاتا ہے اسی طرح بجٹ سیشن میں اسمبلی کے عملے کو بھی خاص طور پر سپیشل گرانٹ دی جائے۔ انہوں نے دن کے اجلاس بھی بھگتائے ہیں رات کے اجلاس بھی بھگتائے ہیں اس کے بعد میں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے سارا وقت اپنی سیٹ پر بیٹھ کر بڑے تحمل سے گزارا ہے۔

Mr. Speaker: Mr. Muhammad Mumtaz Khan and this would be the last speech.

جو صاحبان اور بولنا چاہیں وہ تیسری خواندگی پر بول سکتے ہیں لیکن ابھی پہلی خواندگی ہے۔ مسٹر محمد ممتاز خان۔

مسٹر محمد ممتاز خان: جناب سپیکر! یہ فنانس بل پر بحث ہو رہی ہے اور اس میں جو ٹیکس عائد کیے گئے ہیں بلکہ ٹیکسوں میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے ہمیشہ ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور موجودہ ٹیکس جو وزیر خزانہ نے اس بجٹ میں لگائے ہیں یعنی ان میں کچھ اضافہ کیا ہے وہ کچھ اتنا زیادہ تو نہیں کہ اس پر اتنا واویلا کیا جائے۔ آپ دیکھیں مرکزی حکومت نے 192 کروڑ کے لگ بھگ ٹیکس لگائے اور صوبہ سندھ پنجاب کی نسبت بہت چھوٹا صوبہ ہے اس حکومت نے چھ کروڑ سے زیادہ ٹیکس لگائے ہیں۔ ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ٹیکسوں میں اضافہ کیا گیا ہے وہ اتنا معمولی ہے کہ اس پر اتنی تنقید اور اتنی لے دے کرنا اتنا مناسب نظر نہیں آتا۔ تاہم جناب والا! جن ٹیکسوں میں اضافہ کیا گیا ہے یہ ہماری عوامی حکومت نے اپنے منشور کے عین مطابق کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں صرف خوشحال طبقے پر اور جو کمانے والا طبقہ ہے اس پر زیادہ ٹیکس عائد کیے گئے ہیں۔ اس میں غریب طبقے پر بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوامی حکومت کا ہی حصہ ہے بات وہی ہے جو پیشہ وارانہ ٹیکس جو دیہات میں تھے وہ ختم کر دیے گئے ہیں اور میرے خیال میں یہ جناب حنیف رامے صاحب کی حکومت میں ختم ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں وزیر خزانہ صاحب

کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جب یہ پیشہ وارانہ ٹیکس ختم کیے گئے تھے اور اس کے ساتھ اعلان بھی کیا گیا تھا کہ ان ٹیکسوں کے جو بقایا جات تھے وہ بھی وصول نہیں کیے جائیں گے۔ لیکن نا معلوم کن وجوہات کی بنا پر اور کن احکام کے تابع وہ ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیے گئے ہیں اور اس کا سہارا لے کر ڈسٹرکٹ کونسل کا عملہ غریب لوگوں سے بڑی رقوم وصول کر رہا ہے۔ میں وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔ ہماری حکومت کا منشور ہے کہ ایسا معاشرہ قائم کیا جائے گا۔ جس میں ہر آدمی کے ساتھ انصاف ہو دولت کی تقسیم منصفانہ ہو استحصال کا پوری طرح سے خاتمہ کیا جائے اور موجودہ ٹیکس اس کی پوری طرح عکاسی کرتے ہیں۔ ان حالات میں یہ ٹیکس جائز ہیں اور یہ کسی طرح بھی معاشرے پر بوجھ قرار نہیں دیے جا سکتے جس طرح ٹرانسپورٹ پر ٹیکس عائد کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ٹرانسپورٹروں کے ساتھ نا انصافی نہیں ہوئی ہے۔

جناب والا! جہاں تک دیہاتوں کا تعلق ہے وہاں جو بسیں چلتی ہیں یہاں ایک معزز رکن نے اس کا اظہار کیا تھا کہ خاص طور پر دیہاتوں کی بسوں کی مثال دی تھی کہ ان بسوں پر سے ٹیکس ہٹا لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچے روٹ پر چلنے والی بسیں زیادہ کما رہی ہیں اور خاص طور پر جب اوور لوڈنگ کرتے ہیں یہ تو آپ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا آپ نے بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ وہ انسانوں کو اس طرح لادتے ہیں جس طرح سامان کو لادتے ہیں۔ انھوں نے بس کی چھتوں پر آدمیوں کو بٹھایا ہوتا ہے اس طرح یہ کچے روٹ پر چلنے والی بسوں کو دوسری بسوں کی نسبت زیادہ فائدہ ہے۔ اگر ان پر یہ ٹیکس لگا دیا جائے تو کوئی نا واجب بات نہ ہوگی۔ جہاں تک سینما پر ٹیکس کا سوال ہے۔ تو یہ ٹیکس سینما کے مالکان پر لگایا گیا ہے میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر سینما دیکھنے والوں کو تھوڑے سے پیسے زائد دینے پڑیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ ٹیکس سینما کے مالکان پر ہونا چاہیے۔

کیونکہ سینما کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کر رہا ہے اس کی بجائے وہ سوسائٹی کو تخریب کی طرف لے جا رہا ہے اور اس بات کا ذکر معزز خاتون نے بھی کیا ہے کیونکہ سینما بنانے والے اور فلم ڈائریکٹر معاشرے کی غلط تصویر پیش کر رہے ہیں - پچھلے دنوں یہاں اس ایوان میں ایک ناخوشگوار بحث ہوئی تھی سرکاری بنچوں والوں نے بھی سینما کے متعلق بہت کچھ کہا تھا کہ یہ ہماری دیہاتی زندگی کا غلط رول پیش کرتے ہیں اور معاشرے کی ایک غلط تصویر پیش کرتے ہیں ایک زمیندار کو جاگیردار کا نام دے کر اس کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس کی بڑی بڑی مونچھیں ہیں اور وہ بیٹھا ہوا ہے اور ہر آنے جانے والی ماؤں بہنوں کو اپنی للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اپنے ہونٹ بھینچتا اور اس طرح غنڈہ گردی کرتا ہے - وہ لوگوں کی عزت پر ڈاکہ ڈالتا ہے لوگوں کا استحصال کرتا ہے دیہاتی معاشرے کی ایک بہت غلط تصویر فلم میں پیش کی جاتی ہے لیکن دیہات میں اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے ان کے رہن سہن کو دیکھا جائے تو مزارع اور زمیندار میں کوئی فرق نہیں ہوتا وہ اس کی شادی غمی میں شریک ہوتا ہے اس کی ہر طرح سے امداد کرتا ہے لیکن فلم کے ذریعے معاشرے میں ایک دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے - بجائے اس کے کہ اس دیوار کو منہدم کیا جائے وہ اس کو اور مضبوط بنا رہے ہیں اور مضبوط کرتے جا رہے ہیں - اس میں سینما کا ایک بہت بڑا حصہ ہے - یہ پیشہ وارانہ ٹیکس وکلاء صاحبان ڈاکٹر صاحبان اور دوسرے حضرات پر ڈالے گئے ہیں - ان چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ٹیکس قابل اعتراض نہیں ہے - ان الفاظ کے ساتھ میں اس فنانس بل کی پر زور حمایت کرتا ہوں -

وزیر خزانہ : جناب والا ! آپ کی اجازت سے ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ چند فاضل اراکین نے اپنی تقاریر میں پیشہ وارانہ ٹیکسوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے - میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ وہ

ڈسٹرکٹ کونسل کے ٹیکس نہیں ہیں جو وصول کیے جاتے تھے - یہ بلا تشخیص آمدنی ہر شخص پر اور ان صاحبان کے لیے جو تجارت کرتے ہیں یا دوسرے اشخاص جو پہلے انکم ٹیکس دیتے تھے ان پر عائد کیے گئے ہیں - ڈسٹرکٹ کونسل میں جو ٹیکس عائد تھے یہ وہ ٹیکس نہیں ہیں جس طرح دوکانداروں پر بکریوں والوں پر پھیری والوں پر یہ ٹیکس ڈسٹرکٹ کونسل کی طرف سے عائد تھے یہ وہ نہیں - یہ پیشہ وارانہ ٹیکس ہیں ان میں وکیل حضرات بھی ہیں انجینئرز حضرات بھی ہیں ڈاکٹر حضرات بھی ہیں ان تمام پر ٹیکس لگائے گئے ہیں جو پہلے انکم ٹیکس دیتے تھے جس کو پہلے بھی پروفیشنل ٹیکس کہا جاتا تھا اس میں صرف تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے جو شخص انکم ٹیکس گزار ہیں وہ بڑی آسانی سے دے سکیں گے - میں یہ بات واضح کر دوں مجھے چند دوستوں نے کہا تھا کہ ہائی کورٹ کے وکلاء میں اور دوسرے وکلاء میں تفریق رکھنی چاہیے میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا کیونکہ یہ کوئی معقول بات نہ ہوگی میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اتنے پیسے کماتے ہیں جو انکم ٹیکس دے سکتے ہیں ان میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے یہ کسی انتقامی کارروائی کے جذبے سے نہیں کیا گیا یا کسی کو اس میں مستثنیٰ نہیں کیا گیا - میرے لیے تمام پیشے جو قانون کے مطابق جائز ہیں اور جو اس وقت جاری ہیں ، قابل عزت اور قابل تعظیم ہیں اور یہ ٹیکس صرف اسی لیے لگایا گیا ہے کہ وہ لوگ بھی قومی خزانے میں اپنا اپنا حصہ ادا کریں نہ کہ اس لیے کہ انہیں سزا دی جائے - اسی لیے میں نے جان بوجھ کر وکلاء کے درمیان تشخیص نہیں کی کیونکہ ہمارے لیے سب وکلاء با عزت ہیں - ہمیں تو ان کی آمدنی سے غرض ہے - جو وکلاء ایک خاص حد تک آمدنی کماتے ہیں ہم نے ان کے ٹیکس میں معمولی سا اضافہ کر دیا ہے - میں ان دو باتوں کی وضاحت کرنے چاہتا تھا ۔ شکریہ

مسٹر سپیکر : سوال یہ ہے :

کہ دی پنجاب فنانس بل 1977ء فی الفور زیر غور لایا جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

Mr. Speaker : Now, we will take up consideration of the Bill clause by clause. Clause 2. There is an amendment by Minister for Finance.

(Clause 2)

Minister For Finance : I beg to move :-

> That in line 2 of Clause 2 of the Punjab Finance Bill, 1977, between the figures and commas "1958,". and the words "The first Schedule", the words "the Schedule given in" shall be added.

Mr. Speaker : Motion moved. The question is :-

> That in line 2 of Clause 2 of the Punjab Finance Bill, 1977, between the figures and commas "1958,", and the words "The first Schedule" the words "the Schedule given in" shall be added.

(The motion was carried)

Mr. Speaker : The question is :-

> That Clause 2, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 3)

Mr. Speaker : The question is -

> That Clause 3 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 4)

Mr. Speaker : The question is :-

That Clause 4 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 5)

Mr. Speaker : The question is :-

That Clause 5 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 6)

Mr. Speaker : The question is :-

That Clause 6 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 7)

Mr. Speaker : The question is : -

That Clause 7 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 8)

Mr. Speaker : The question is :—

That Clause 8 do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Schedule

There is an amendment to First Schedule.

Minister For Finance : I beg to move :—

That in the First Schedule to the Bill, for the brackets, words and figures "(See Section 2 of the Punjab Finance

Act, 1977)", the following heading shall be substituted, namely :—

"THE SCHEDULE

(See Section 3)"

Mr. Speaker : Motion moved. The question is : -

That in the First Schedule to the Bill, for the brackets, words and figures ' (See Section 2 of the Punjab Finance Act, 1977)", the following heading shall be substituted, namely :—

"THE SCHEDULE

(See Section 3)"

(The motion was carried)

Mr. Speaker : The question is :—

That the First Schedule, as amended, do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Mr. Speakear : The question is :—

That the Second Schedule do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

(Clause No. 1)

Clause 1. There is an amendment.

Minister For Finance : I beg to move : -

That in Clause 1 of the Bill, after sub-clause (1), the following be added as sub-clause (2) and the existing

sub-clause (2) be re-numbered as sub-clause (3) of that clause, namely :—

"(2) It shall extend to the Province of the Punjab."

Mr. Speaker : Motion moved. The question is :—

That in Clause 1 of the Bill, after sub-clause (1), the following be added as sub-clause (2) and the existing sub-clause (2) be re-numbered as sub-clause (3) of that clause, namely :—

"(2) It shall extend to the Province of the Punjab."

(The motion was carried)

SHORT TITLE

Mr. Speaker : The question is :—

That the Short Title, extent and commencement, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

PREAMBLE

Mr. Speaker : The question is :—

That the Preamble do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

LONG TITLE

Mr. Speakdr : The question is :—

That the Long Title do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تحریک پیش کرتا ہوں :

کہ دی پنجاب فنانس بل 1977ء منظور کیا جائے۔

مسٹر سپیکر : تحریک پیش کردہ یہ ہے :

کہ دی پنجاب فنانس بل 1977ء منظور کیا جائے۔

اس تحریک کی مخالفت نہیں کی گئی لہذا دی پنجاب فنانس بل 1977ء منظور ہوتا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اب درخواست ہاء رخصت لی جاتی ہیں۔

سید مسعود زاہدی

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست سید مسعود زاہدی صاحب ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :

"As I am proceeding to Sargodha in connection with an important public matter I will be unable to attend the Session on 25th & 26th June, 1977.

Please excuse my absence, and grant me leave for two days".

مسٹر سپیکر : سوال یہ ہے :

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

رانا پھول محمد خان

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست رانا پھول محمد خان صاحب ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :

"میں بوجہ بیماری میو ہسپتال میں داخل ہوں اور زیر علاج ہوں جس کی وجہ سے میں اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں - مہربانی فرما کر مجھے 24 جون 1977ء تا اختتام اجلاس رخصت عنایت فرمائیں" -

مسٹر سپیکر : سوال یہ ہے :

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

مسٹر سپیکر : مجھے اسمبلی کی prorogation کا حکم جناب گورنر کی طرف سے موصول ہو چکا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ میں وہ حکم اس ایوان میں پڑھوں میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جملہ اراکین اسمبلی کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے اس اجلاس کی کارروائی میں میرے ساتھ پورا تعاون کیا ، ہر لحظہ اور ہر لمحہ میرے ساتھ پورا تعاون ہوا - اس کے لیے میں تمام اراکین کا تہ دل سے مشکور ہوں - اس موقع پر میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق کا بھی بے حد ممنون ہوں ، اس لیے ہی نہیں کہ انھوں نے نہایت قابلیت سے اپنے فرائض کو سر انجام دیا بلکہ اس لیے بھی کہ انھوں نے ایوان کی کارروائی میں بے حد دل چسپی لی اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب میں سے اگر کسی نے زیادہ وقت دیا تو ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے دیا - (نعرہ ہائے تحسین) یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ ان کو ایوان کی کارروائی میں کس قدر دل چسپی تھی - میں اپنی اور سارے ایوان کی جانب سے ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں - (نعرہ ہائے تحسین) میں اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا اگر میں قائد حزب اختلاف اور حزب اختلاف کا بھی شکریہ ادا نہ کروں - ان کا بھی مشکور ہوں کہ ان کے تعاون سے میرے لیے یہ ممکن ہوا کہ اس ایوان کی کارروائی نہایت احسن طریقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ چلاؤں - (نعرہ ہائے تحسین) ان صاحبان نے جتنا بھی تعاون کیا اس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں اور مجھے امید ہے کہ

آئندہ بھی اس ایوان کی کارروائی اسی طریقے سے انجام پایا کرے گی ۔ میں اس وقت تمام صاحبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پریس کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتا جنھوں نے نہایت احسن طریق سے اس ایوان کی کارروائی کو ہمارے عوام تک پہنچایا اور ہمارے یہاں اراکین نے جو بھی تقاریر کیں پریس نے خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو اپنے پریس میں جگہ دی ۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ جب اجلاس ہوں تو ان کی اور زیادہ تشہیر کی جائے ۔ اور زیادہ جگہ دی جائے (نعرہ ہائے تحسین) ۔ بعض اوقات یہ بھی ہوا کہ چند اغلاط ضرور وقوع پذیر ہوئیں ۔ لیکن وہ قدرتی تھا ۔ چونکہ ہمارا یہ پہلا اجلاس تھا ۔ اس میں بعض اوقات پریس کے ارکان کو تمام اراکین اسمبلی کے نام معلوم نہ تھے ۔ اس لیے وہ چھوٹی موٹی غلطی قدرتی تھی ۔ بہرحال میں ان کی تعریف بھی کرتا ہوں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں ۔ آخر میں میں اپنے عملے کا جو اسمبلی سیکرٹریٹ کا ہے ، جس نے دن رات کام کیا ہے ، میں ان تمام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کے تعاون سے اس کارروائی کو بخیر و خوبی سرانجام دلانے میں مجھے مدد ملی ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ڈاکٹر صاحب ! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! میں تمام فاضل اراکین کا بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے بہت دلچسپی سے بجٹ کی بحث میں حصہ لیا اور 147 اراکین کا ایک ریکارڈ نمبر ہے جنھوں نے اس بجٹ کی جنرل بحث میں حصہ لیا ، اس قدر تعداد میں کبھی فاضل اراکین نے بحث میں حصہ نہیں لیا ۔ اس کے بعد جناب والا ! میں جناب والا کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جس تحمل اور بردباری سے اس ہاؤس کا کاروبار چلایا اور آپ کے وسیع تجربے نے یقیناً ہمیں بہت سے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں بہت زیادہ مدد دی ، اور میں جناب والا کا بہت ہی مشکور ہوں ۔ جناب فاضل قائد حزب اختلاف نے بہت ہی بھرپور تعاون کا اظہار کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے جہاں ہمارے کچھ اقدامات کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے جس کی انھیں اس ایوان میں ، اور باہر بھی ہمارے

جمہوری معاشرے میں پوری آزادی حاصل ہے ، وہاں انہوں نے ہمارا نقطہ نظر بھی سنا اور انہوں نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا اور ان کے ساتھی حزب اختلاف کے ارکان نے بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ساتھ خوب تعاون کیا - پریس گیلری کے حضرات ہمارے پرانے دوست ہیں ، ہمارے پرانے ساتھی ہیں - انہوں نے بدستور مہربانیاں ہم پر جاری رکھیں اور میں ایک بار پھر جناب والا ! کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ آپ کے تحمل اور بردباری کے بغیر خوش اسلوبی سے ہم بجٹ جیسے اجلاس کو کامیابی سے کبھی ہم کنار نہ کر سکتے - بہت شکریہ جناب والا -

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : سردار زادہ ظفر عباس ، فرمائیے -

سردار زادہ ظفر عباس : جناب والا ! اس معزز ایوان میں ہماری ایک چھوٹی سی اپوزیشن ہے - اور بقول ہمارے چند ساتھیوں کے ننھی منی سی اپوزیشن ہے - اس اپوزیشن کو جناب نے جو مراعات اور بولنے کے مواقع دیئے ہیں ، میں اس کے لیے جناب کا تہ دل سے مشکور ہوں اور ساتھ ہی میں سینیر منسٹر ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ ہم نے جو بھی خواہش کی اور جس طریقے پر بھی ہم نے اپنے خیالات کے اظہار کی کوشش کی ، انہوں نے اس پر برا محسوس نہیں کیا - ہمیں انہوں نے پورے مواقع دیئے جس کے لیے ہم ان کے مشکور ہیں (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! اس کے ساتھ ہی ساتھ میں جناب کے توسط سے پریس کا بے انتہا مشکور ہوں انہوں نے اپوزیشن کو جو coverage دی ہے ، اتنا بڑا اعزاز انہوں نے شاید پہلے کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا - اس کے لیے میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! اس میں کوئی شک نہیں کہ اسمبلی میں اپوزیشن کے ہم جتنے اراکین ہیں ، سوائے ایک صاحب کے اسمبلی میں پہلی دفعہ آئے ہیں - ہمارے لیے یہ ماحول اور یہ فضا بالکل ہی نئی تھی اور اس کا پروسیجر وغیرہ ہمارے لیے بالکل نیا تھا - ہم نے اس وجہ سے چند غلطیاں بھی کی ہوں گی پروسیجرل غلطیاں بھی ہوں گی ، لیگل غلطیاں

بھی کی ہیں - لیکن اس معزز ایوان کے معزز اراکین نے جس بردباری سے ہماری اس تمام کمی کو برداشت کیا میں اس کے لیے ان کا تہ دل سے مشکور ہوں (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! اس کے ساتھ میرا سارا شکریہ ادا ہورا رہ جائے گا اگر میں اس اسمبلی سیکرٹریٹ کے خصوصی عملے کے متعلق دو الفاظ شکریے کے ادا نہ کروں ۔ سب حضرات نے پورا اور مکمل تعاون کیا ہے لیکن میں خاص طور پر جناب سیکرٹری صاحب کا از حد مشکور ہوں کہ انھوں نے میری ہر معاملے میں مکمل رہنمائی کی ہے اور مجھے وہ وہ نصائح بھی دیں کہ جن سے میں اپوزیشن کا کردار خوش اسلوبی سے ادا کر سکا ۔ (نعرہ ہائے تحسین) پہلے بھی جناب میرے فاضل ممبر نے ایک استدعا کی ہے اور میں اس کو دہراتا ہوں ۔ اس حکومت کا یہ قاعدہ بن چکا ہے کہ جو بھی آدمی اچھے فرائض انجام دے ، اس کے لیے خاص طور پر ایک اعزازیہ یا جو کچھ بھی اسے کہہ لیا جائے ، یہ حکومت اسے دیتی ہے ۔ اس لیے جناب کے توسط سے میں جناب سینیر منسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب سے سفارش کریں یا جس طریقے سے بھی ہو سکے ، اسمبلی سیکرٹریٹ کے عملے کو سپیشل اعزازیہ دیا جائے ۔ اسمبلی کے عملے نے بہت زیادہ محنت کی ہے ، اس لیے یہ اس کے مستحق ہیں اور اس کے لیے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں مہربانی کریں اور اپنی نوازشات سے نوازیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔

سید مسعود زاہدی : جناب والا ! انتہائی ناسپاس گزاری ہوگی اگر ہم اراکین اسمبلی جہاں ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا شکریہ ادا کر رہے ہیں ۔ وہاں تدبر ، تحمل اور توازن کو خراج تحسین پیش نہ کریں ۔ جناب کے مشاہدات سے ، جناب کی قواعد و ضوابط سے آگاہی سے ، جناب کے وسیع تجربے سے ہم سب لوگوں نے بے حد فائدہ اٹھایا ہے اور اس ایوان کی کارروائی جس توازن اور تواتر سے جاری رہی ہے ، غالباً ایک ناتجربہ کار آدمی کے ہاتھوں اس قدر آسانی سے وہ جاری نہ رہ سکتی ۔ جناب کے ہم نہایت شکر گزار ہیں کہ جناب نے اسے ایک مکتب سمجھ کر گاہے بگاہے اپنی فراست اور فراخ دلی کے ساتھ ان کو سبق بھی دیا ہے کہ اس طرح سے قرارداد پیش کی جاتی

ہے ۔ اس کے بعد یہ کارروائی اس طرح سے عمل میں لائی جاتی ہے ۔ یہ تمام باتیں اسی وقت ممکن تھیں جب کہ ہمارے سپیکر صاحب کو ایک وسیع تجربہ حاصل تھا ۔ میں غالباً جس وقت جناب کا شکریہ ادا کر رہا ہوں ، ایوان کے تمام ممبران کی رائے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں ۔ ہم نے بے حد فائدہ اٹھایا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا اور آپ بھی یہاں رہے اور ہم بھی یہاں آئے تو آئندہ بھی فائدہ اٹھاتے رہیں گے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مسٹر سپیکر : سردار صغیر احمد ۔

سردار صغیر احمد : جناب سپیکر ! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ان جذبات میں شریک ہوں جو ڈاکٹر صاحب ! زاہدی صاحب ! قائد حزب اختلاف یا آپ کی طرف سے فرمائے گئے ہیں ۔ یہاں آپ کی ایک نمایاں خوبی نہیں بتائی گئی ۔ چونکہ میں پہلے بھی ممبر رہا ہوں ۔ آپ نے اس ایوان کی بحث میں کم سے کم حصہ لیا ہے اور زیادہ سے زیادہ وقت ہمیں دیا ہے ۔ شکریہ ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔

مسٹر سپیکر : میرا خیال ہے کہ پرانی روایت ہے :

The best Speaker is he, who speaks less.

کرنل (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان نیازی : بات یہ ہے کہ

The Speaker is aman who should speak the least and there are Speakers who used to speak the most.

حضور ! آپ کا ، منسٹر صاحبان کا ، سارے ممبر صاحبان کا بحیثیت اپوزیشن شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کروں گا :

وقت رخصت وہ چپ رہے عابد
آنکھ میں پھیلتا گیا کاجل

(نعرہ ہائے تحسین)

پھر حضور ! میں نے اپنا ایک بند کوشش سے بنایا ہے ۔ وہ پیش کرتا ہوں :

وقت رخصت میرے اشکوں کے وہ موتی بھول نہ جانا
گوہر نایاب ہیں فرقت کی تشنگی میں تیرے کام آئیں گے

(نعرہ ہائے تحسین)

Mr. Irshad Muhammad Khan : Sir, I am deficient in expression as I feel that much has been said on the Karguzari by the three leading personalities, your honour, Dr. Abdul Khaliq and the Leader of the Opposition Sardarzada Zafar Abbas but Sir, I cannot refrain from saying that with your honour's cooperation and steadfast guidance and all possible help to the new entrants this Assembly has an occasion to project itself in unique and uniform manner. Sir, I must pay special thanks to Dr. Abdul Khaliq through your honour whose attendance right from the 6th of June till today has been continuous. But I am sorry to say that inspite of your honour's directions other Ministers remain criminally negligent to attend the House and they were always absent to be here in the House. I think they felt that the Ministry for them was an office and the attendance of the Assembly was a mere formality. I also thank Sardarzada Zafar Abbas whose contributions to this House are praiseworty in presence of the small opposition. He conducted the proceedings in the House as a seasoned politician but Sardarzada Sahib came here immediately before the Assembly is dissloved. It is hardly about two months time that we are here and I don't think Sir, that there is any more chance to come. He may think for National Assembly and go there to give the new Assembly a lease of life which may sustain for five years (Laughters) Thank you.

Mr. Samson Monoaha : Sir, on behalf of the five minority members of the Provicial Assembly of the Punjab I submit to you our most sincerest gratitude for your patience and forbearance that your honour extended to us during various sittings of this august Assembly and also Sir, on behalf of the many christian minorities who live in the Punjab, I submit my most sincerest thanks to you for affording me several opportunities to put certain view points before you and through your high office before this august House for consideration of the Government. We are proud of your patience and forbearance. You have been a good teacher and you have been a good professor, and in the end Sir, I would close my feelings of gratitude with a couplet saying :—

اشک بہہ بہہ کے لگے خاک پہ جب گرنے میرے
میں نے تجھ کو تیرے دامن کو بہت یاد کیا

Mr. Speaker : I will now read the order of the prorogation.

> "In exercise of the powers conferred by Article 109 of Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I Mohammad Abbas Abbasi, Governor Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect on and from 27th June, 1977 after the termination of the sitting of the Assembly on that day."

So, the Assembly has been prorogued.

(اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی ہو گیا)